عالم اسلام
منگانے کا پتہ
جہانگیر بک ڈپو لاہور نولکھا بازار

دُنیائے اسلام کی
وہ نایاب کتاب جس کا ہر گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے
یعنی
تاریخ عالم اسلام
جلد دوئم
حصہ دوم
مصنفہ مورخ اسلام جناب مولانا محمد صادق حسین صاحب صدیقی سردہنوی
منگوانے کا پتہ
جہانگیر بک ڈپو لاہور
نولکھا بازار

گذارش!

خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ تاریخ عالم اسلام کی دوسری جلد اتنی قلیل مدت میں چھپکر تیار ہوگئی جسکی مجھے اس گرانی کے زمانہ میں جبکہ کاغذ کی قیمت بہت ہی گراں ہوگئی ہو۔ کوئی اُمید نہ تھی۔ مگر خداوند کریم نے جب کوئی کام اپنے کسی ناچیز بندے سے لینا ہوتا ہے۔ تو اسکے اسباب وہ خود ہی پیدا کر دیتا ہے۔

کام رُک سکتا نہیں دنیا میں کسی کا کوئی ✦ خود بخود غیب سے کر دیتا ہے ساماں کوئی

تاریخ عالم اسلام کی پہلی جلد جن کرم فرماؤں کی نظروں سے گذری۔ اُنہوں نے میرے خیال سے بڑھکر اسکو پسند کیا۔ اور اتنے دلکش لفظوں میں اسکی پسندیدگی کے خطوط مجھے لکھے جنہوں نے میرے حوصلے کو دوبالا کر دیا۔ حقیقت میں انہیں کرم فرماؤں کے اس اصرار پر کہ اس لاجواب تاریخ کے ہر حصہ کے شائع ہوتے ہی بغیر اطلاع کئے کتاب ہمارے نام وی۔ پی کر دی جائے۔ میں تمام کام چھوڑ کر انکی اس خواہش کو پورا کرنے کیلئے ہی کے شائع کرنے میں مشغول ہوگیا ہوں۔ احباب دُعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے کامیاب کرے۔

مجھے حیدرآباد دکن سے پنجاب کے نامور خوشنویس حاجی دین محمد صاحب کاتب نے چند شعر لکھکر روانہ کئے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ تمام احباب کے ان تعریفی خطوں کو ایک جگہ جمع کرکے شائع کردیں۔ مگر اس جلد میں اتنی جگہ کی گنجائش نہ تھی۔ البتہ آئندہ کسی جلد میں یا علیحدہ طور پر دیگر حضرات کی تحریریں جو تاریخ عالم اسلام کے متعلق مجھے موصول ہوگئی ہیں۔ یا ہونگی۔ اکٹھی شائع کر دی جائیں گی۔ اس میں صرف اپنے محترم بزرگ حاجی دین محمد صاحب کے خیالات درج کئے جاتے ہیں۔

تاریخ لکھی عالم اسلام کی عجیب ✦ یہ کام کیا کیا کہ جہانگیر ہوگیا
روح القدس سے سُن کے ستائش کتاب کی ✦ جنت میں دل غلام کا تسخیر ہوگیا
کیسی کشش ہے دیکھئے جس پر پڑی نگاہ ✦ وہ حرف دل میں آگیا دل گیر ہوگیا
تاریخ میں خیال کی وسعت کا دائرہ ✦ پائے نگاہ کو حلقۂ زنجیر ہوگیا
اسلامیوں نے اسکو اگر دل میں دی جگہ ✦ سمجھیں گے قصر دین کا تعمیر ہوگیا
پڑھکر کتاب دین محمد نے یہ کہا ✦ یہ نسخہ ہم کو نسخۂ تسخیر ہوگیا

فہرست مضامین

تمہید

خدا کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے کہ باوجود ہمت شکن رکاوٹوں کے محض اسکی مدد اور اسکے فضل سے تاریخ عالم اسلام
کی دوسری جلد بھی مکمل ہو گئی۔ یوں تو ہر مسلمان کا یہ اعتقاد ہے کہ بغیر خدا کی اعانت اور اسکے حکم کے کوئی کام
اختتام پذیر نہیں ہوتا لیکن میرا تو یہ بالکل ہی ایمان ہے واللہ اگر خدا کی مدد شامل حال نہ ہوتی تو میں ان دقتوں پر
کبھی غالب نہ آتا جو مجھے اس تاریخ کے لکھنے میں پیش آئیں سب سے بڑھ کر حیرت کی بات یہ ہے کہ میں نے باوجود
عدیم الفرصتی (دکان منصبی کی وجہ سے) کے اس جلد کو تین مہینے سے بھی کم عرصہ میں لکھ ڈالا اگر خدا میری مدد نہ
کرتا تو میں کبھی اس مختصر عرصہ میں اس جلد کو ختم نہ کر سکتا مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ اکثر مؤرخوں نے مسلمانوں کی
خانہ جنگی کے واقعات کو تو قدرے تفصیل سے لکھا ہے لیکن دوسری قوموں سے جو مجاہدین کی لڑائیاں ہوئی ہیں
نہیں یا تو بالکل ہی حذف کر دیا ہے یا اسقدر کم لکھا ہے جو نہ لکھنے کے برابر ہے لیکن میں نے اس کمی کو پورا
کرنیکی کوشش کی ہے جسقدر بھی تاریخیں مجھے مل سکیں ہیں نے ان کا مطالعہ کر کے جہاد و یورش کے
واقعات کو زیادہ سے زیادہ قلم بند کیا ہے۔ اس جلد میں بنو امیہ اور بنو عباس ان دونوں خاندانوں کے تمام
خلفاء کے حالات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں عہد بنو عباس میں جسقدر حکومتیں مسلمانوں کی قائم ہو گئی
تھیں انہیں بھی مفصل بیان کیا گیا ہے بنو امیہ کے چودہ [14] تاجدار ہوئے اور بنو عباس کے ترپن [53] ان
سب تاجداروں کے حالات شرح و بسط سے لکھے گئے ہیں معرکہ کربلا کے دردناک واقعات
بھی بڑی تفصیل سے لکھے گئے ہیں ہارون رشید کے حیرتناک حالات کو بھی اس طرح لکھا گیا ہے کہ
اس عہد کی تصویر آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتی ہے خاندان برامکہ کے عروج و زوال کے واقعات
نہایت سنجیدگی سے تحریر کئے گئے ہیں زنگیوں نے جسقدر مسلمانوں کو اذیتیں دیں اور انہیں
نقصان پہنچایا اور پھر جس طرح سے ان کا استیصال ہوا قرامطہ کا مذہب کیا تھا کس طرح
قائم ہوا۔ اس طبقہ نے مسلمانوں کے ساتھ کیا کیا زیادتیاں کیں حسن بن صباح کون تھا۔ کیا
واقعی اس نے کوئی بہشت بنائی تھی بابک خرمی نے کونسا مذہب نکالا تھا۔ اس نے کتنے

مسلمانوں کو قتل کیا اور کس طرح سے اس کی قوت کا استیصال کیا گیا۔ کیسے مسلمانوں نے
اس پر قابو پایا۔ ان تمام واقعات کو یا تو اردو تاریخوں میں بیان ہی نہیں کیا گیا یا بیان بھی کیا
گیا ہے تو نہایت اختصار کے ساتھ۔ جس سے ان حالات کو پڑھنے والے تشنہ رہ جاتے ہیں
لیکن اس جلد میں ان تمام واقعات کو قدرے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے مختصر یہ ہے کہ یہ جلد
مسلمانوں کے عروج و زوال کی آئینہ دار ہے :-

تاریخ عالم اسلام کی مقبولیت

تاریخ عالم اسلام کی پہلی جلد کو شائع ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا ہے لیکن ابھی مقبولیت
کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اطراف ملک سے اس کی پسندیدگی کے متعلق مجھے خطوط
موصول ہونے لگے ہیں میرے لئے یہ بات کچھ کم باعث فخر و مسرت نہیں ہے کہ مسلمانوں کے
ہر طبقہ نے اسے پسند کیا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ اردو زبان میں ایک ایسی تاریخ کی ضرورت
محسوس کی جا رہی تھی۔ جو مختصر بھی ہو اور عام فہم بھی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تاریخوں کو مؤرخ
چیستان بنا دیتے ہیں۔ واقعات کو اس طرح پر لکھتے ہیں جس سے پڑھنے والوں کے دماغ
پر بوجھ پڑ جاتا ہے اس تاریخ میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ ہر واقعہ کو ایسا عام فہم کر دیا
جائے جس سے معمولی استعداد کے آدمی بھی پڑھ کر سمجھ لیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں
میرے خیال میں اس کی مقبولیت کی یہی وجہ ہے :-

ایک خط

نفیس رب صاحبہ نے شاہجہانپور سے ایک خط تحریر کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ تاریخ عالم
اسلام میں خواتین اسلام کے حالات ایک علیحدہ باب میں لکھنے چاہئیں اس خط سے معلوم ہوتا ہے
کہ عورتوں میں بھی بیداری شروع ہو گئی ہے ورنہ اپنے صنف کے حالات و واقعات معلوم کرنے کے لئے
دلچسپی لینے کی بجائے یا تاریخی افسانے لکھنے سے ہمارا یہ منشا بھی ہے الحمدللہ قوم میں بیداری پیدا ہو اور

تاریخ سے دلچسپی ہیں تاکہ پستی سے عروج کیطرف گامزن ہوسکیں ہمیں محترمہ کا یہ خط بہت دیر میں موصول ہوا۔ اسوقت جب کہ ہم دوسری جلد قریب قریب ختم کر چکے تھے لیکن پھر بھی ہم نے محترمہ کے ارشاد کی تعمیل میں تاریخ کے آخر میں مسلم خواتین کا عنوان قائم کر کے چند نامور مخدرات اسلام کے حالات مختصر لکھ دیئے ہیں کوشش کرینگے کہ آئندہ جلدوں میں مسلم خواتین کے زیادہ حالات لکھیں:۔

شکریہ

جن بزرگوں نے تاریخ نویسی کیطرف میری توجہ مبذول کرائی اور مجھے تاریخ لکھنے میں مدد دی ان کا نام بنام شکریہ ادا نہ کرنا بڑی ناشکری ہے سب سے پہلے شکریہ کے مستحق منشی محمد جہانگیر خاں مالک جہانگیر بک ڈپو ہیں جو لاہور سے سہارنپور اسی کام کیلئے آئے اور انہوں نے مجھے اس کام پر آمادہ کیا پھر قریب قریب ہر ہفتہ خطوط کے ذریعہ سے مجھے تاریخ لکھنے کی ترغیب دیتے رہے۔ انہیں کے مسلسل تقاضوں سے مجبور ہو کر میں ہمہ تن اس طرف متوجہ ہوا انکے بعد مجھے اپنے پدر بزرگوار حضرت مولانا محمد جعفر حسین صاحب صدیقی کا شکریہ ادا کرنا ہے جب بھی تاریخ نویسی میں مجھے ہمت شکن رکاوٹیں پیش آئیں انہوں نے نہ صرف میری ہمت ہی بندھائی بلکہ مجھے مدد بھی دی انہیں کی دعا سے میں تمام رکاوٹوں پر غالب آیا انکے بعد مجھے اپنے چھوٹے بھائی منشی ناصرالدین صاحب صدیقی کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے یہ بھی میری ہمت بندھاتے اور مجھے مفید مشورے دیتے رہے اور میرے منجھلے بھائی ڈاکٹر اختر حسین صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس بھی باوجود اپنی مصروفیتوں کے مجھے مشورے بھی دیتے رہے اور میری مدد بھی کرتے رہے ان کا بھی شکر گذار ہوں ڈاکٹر صاحب سے چھوٹے بھائی بابو اقبال حسین صاحب صدیقی بھی مستحق شکریہ ہیں مجھے اپنے بڑے لڑکے منشی نادر حسین کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے کہ باوجودیکہ وہ بیمار تھے اور بھوالی پہاڑ پر ان کا علاج ہو رہا تھا مگر انکی تمام تر توجہ میری تاریخ نویسی کیطرف لگی ہوئی تھی۔ ہر خط میں تاریخ جلد ختم کرنے کیلئے لکھتے رہتے تھے۔ جب وہ سہارنپور آئے تو مسودہ دیکھا انکی نظر ثانی کی آجکل وہ مردہنہ میں اپنے چچا کے زیر علاج ہیں قارئین کرام سے استدعا ہے کہ انکی صحتیابی کیلئے دعا فرماویں لیکے بعد

ہیں اپنے چھوٹے لڑکے محمد صفدر حسین کا بھی مشکور ہوں انہوں نے نقشہ تیار لیا اور وقتاً فوقتاً تاریخوں کو مطالعہ کرکے مجھے مفید مشورے دیئے میں اپنے سب سے چھوٹے بھائی منشی حامد حسین صاحب صدیقی جنرل منیجر صدیقی بک ہاؤس سردھنہ کا بھی شکر گذار ہوں کہ انہوں نے باوجود اپنی مصروفیت کے میری ہر طرح سے مدد کی لیکن ایک چھوٹے بچہ کا بھی مجھے شکریہ ادا کرنا ضروری ہے!

محمد خورشید عالم

یہ میرا پوتہ ہے اسکی عمر پانچ سال کے قریب ہے اس نے اس شوق میں پڑھنا شروع کیا ہے کہ جلدی سے لکھ پڑھ کر تاریخیں پڑھا کرے۔ یہ ہر وقت میرے ساتھ رہتا ہے تاریخی باتوں میں بڑی دلچسپی لیتا ہے مجھ سے کہتا رہتا ہے کہ جلدی تاریخ لکھ ڈالو سچ پوچھئے تو سب سے زیادہ تقاضا وہی کرتا رہتا ہے۔

میری استدعا

قارئین کرام سے میری یہ استدعا ہے کہ وہ اس تاریخ کو محض افسانہ سمجھ کر نہ پڑھیں بلکہ اس سے عبرت و نصیحت حاصل کریں جسقدر بڑے بڑے فاتح گذرے ہیں انہوں نے تاریخوں سے ہی نصیحتیں حاصل کی تھیں آخر میں میری عرض ہے کہ میرے لئے دعائے نیک فرمائیں اور میری خدا سے بھی یہی استدعا اور دعا ہے کہ وہ کریم و کارساز اس تاریخ عالم اسلام کو قبولیت عطا فرمائے اور اس کتاب کو اس ذرۂ بے مقدار اور عاصی گنہگار کی مغفرت کا باعث کرے آمین ثم آمین۔

احقر محمد صادق حسین صدیقی سردھنوی
از سہارنپور ۴ ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ

تاریخ عالم اسلام
جلد دوم

پہلا باب (۱)

خلافت

خلافت راشدہ کا مفصل حال جلد اول میں بیان کیا جا چکا ہے بعض مورخوں کا خیال ہے کہ خلافت شخصی سلطنت کے مترادف تھی۔ مگر مجھے اسمیں اختلاف ہے میں پہلی جلد میں بتا چکا ہوں کہ خلافت کے معنی جانشینی اور خلیفہ کے معنی جانشین کے ہیں۔ آنحضرت صلعم کے بعد جو لوگ خلیفہ ہوئے انہوں نے حضور کی جانشینی کا حق نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ حضور نے جو شریعت اپنی امت کیلئے چھوڑی آپکے جانشین خلفاء اسکی تبلیغ اور حفاظت میں مصروف رہے اور چونکہ ممالک پر ممالک فتح ہوتے رہے اسلئے ان مفتوحہ علاقوں میں امن قائم رکھنا بھی ان کے فرائض میں داخل ہو گیا۔ اس طرح پر انکی ذمہ داریاں بڑھ گئیں ایک طرف دینی امور کی نگہداشت تھی اور دوسری طرف سلطنت کو مضبوط و مستحکم بنانا اور اسمیں امن قائم رکھنا مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کرنا اور غیر مسلموں کے ساتھ نیک سلوک کرنا بھی ان کے ذمہ تھا۔ صحیح معنوں میں خلافت، خلافت راشدہ ہی تک رہی۔ کیونکہ ان خلفائے نے شریعت اسلامیہ پر سلطنت کو ترجیح نہیں دی۔ وہ آنحضرت صلعم کے جانشین ہونیکی حیثیت سے شریعت اسلامیہ کے مبلغ، حامل اور حامی رہے۔ انہوں نے سلطنت کو اسلامی سلطنت بنایا اور اسمیں شریعت اسلامیہ کو رائج کیا:۔

خلیفہ

کسی نبی کے خلیفہ کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ اس نبی کی لائی ہوئی شریعت میں جس کا وہ خلیفہ ہے رتی برابر بھی تغیر و تبدل نہ ہونے دے۔ وہ اپنے پیشرو کا نمونہ ہو۔ خلفائے راشدین آنحضرت صلعم کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ ان کے عہد میں شریعت اسلامیہ جوں کی توں رہی۔ بال برابر بھی اس میں فرق نہیں آیا۔ خلیفہ کے لئے یہ بات بھی ضروری ہے کہ وہ اس قدر قوت و طاقت رکھتا ہو کہ دینی احکام کی تعمیل کرا سکے۔ غیر مسلموں سے مسلمانوں کی حفاظت کرے۔ دنیائے اسلام اسکی فرمانبردار رہو۔ مقامات مقدسہ کی حفاظت کر سکے:-

خلافت راشدہ

خلافت راشدہ کا دور اول نہایت ہی شاندار اور باعث خیر و برکت رہا۔ اس دور اول میں دو خلیفہ ایک حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دوسرے حضرت عمر فاروقؓ ہوئے۔ یہ دونوں بزرگ نہ بنی امیہ سے تھے اور نہ بنی ہاشم میں سے۔ البتہ دور ثانی ناکامیاب رہا۔ بظاہر اس کی یہی وجہ نظر آتی ہے کہ بعد کے خلفاء میں سے ایک یعنی حضرت عثمانؓ غنی بنو امیہ میں سے تھے اور دوسرے یعنی حضرت علی کرمؓ بنو ہاشم سے تھے۔ لیکن واقعات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بنو امیہ اور بنو ہاشم کی رقابت کو اس ناکامی میں مطلق بھی دخل نہ تھا۔ بلکہ ان دونوں بزرگوں کی کچھ غلطیاں یا غلط فہمیاں اس کا موجب ہوئیں حالانکہ دونوں نے جو کچھ کیا وہ نیک نیتی سے کیا ان میں سے حضرت عثمانؓ غنی نے اپنے عزیزوں اور قرابت داروں کے ساتھ زیادہ رعائتیں کیں جو لوگوں کو ناگوار گذریں۔ اگرچہ اس تدبیر سے حضرت عثمانؓ اپنا اقتدار بڑھانا نہ چاہتے تھے بلکہ ان کے عزیز مفلس تھے اور وہ ان کے ساتھ

مسلوک ہوتے تھے۔ لیکن ان کا سلوک حدِ اعتدال سے تجاوز کر گیا اور یہ بے اعتدالی ہی فساد کا باعث ہوئی۔ حضرت علی المرتضٰے قاتلین عثمانؓ سے قصاص نہ لے سکے بلکہ انہیں اپنے ساتھ رکھا۔ ان کا خیال تھا کہ جب امن ہو جائے گا اور تمام لوگ ان کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کر لینگے اس وقت وہ قصاص لینگے۔ مگر یہی بات بڑھکر خونریزی کا باعث بن گئی

مؤرخوں کا یہ خیال قطعی غلط ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے خلیفہ ہوتے ہی بنو امیّہ اور بنو ہاشم کی رقابت رنگ لائی۔ اسمیں کچھ شبہ نہیں ہے کہ خلفائے راشدین سلطنت و حکومت کا کام بھی جزوِ عبادت سمجھکر کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر خلیفہ مسلمانوں کے دینی اور دنیوی پیشوا سمجھے جاتے تھے۔ لیکن خلافت راشدہ کے بعد یہ رنگ پھیکا پڑ گیا اور بعد کے فرمانروا محض سلطان بنکر رہ گئے۔ اور ان پر عجمی بادشاہوں کا رنگ چڑھ گیا :-

شخصی سلطنت

اگرچہ خلفائے راشدین کی سلطنت بھی شخصی تھی لیکن خلیفہ کا تقرر کثرت رائے سے ہوتا تھا۔ اور سلطنت میں توریث جاری نہیں ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ اس شخصی سلطنت کا بھی یہ ڈھنگ تھا کہ ہر خلیفہ کوئی کام بھی بغیر مشورے کے نہ کرتے تھے سچ پوچھیے تو شخصی سلطنت نام کی تھی ورنہ رنگ جمہوریت ہی کا تھا۔ کیونکہ بعد میں جو لوگ سلطان ہوئے وہ امورِ سلطنت میں کسی کا مشورہ قبول نہ کرتے تھے جو ان کے دل میں آتا تھا کر بیٹھتے تھے۔ شخصی سلطنت کا مفہوم بھی یہی ہے کہ ایسا فرمانروا اپنی رائے سے کام کرے اور سلطنت اس کے وارث کو ملے :-

خلافت راشدہ کے بعد مسلمانوں میں بھی شخصی سلطنت کا دور شروع ہوا۔ لیکن ان بادشاہوں یا فرمانرواؤں کو بھی خلیفہ ہی کہا جاتا ہے :-

قریشی النسل خلفاء

خلفائے بنو امیہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

نام و نسب

آپ کا نام معاویہؓ بن ابوسفیان بن حرب بن امیہ تھا۔ آپ کی والدہ کا نام ہندؓ بنت عتبہ ہے یہ وہی ہند ہیں جو جگر خوار کے نام سے مشہور ہیں اور جنہوں نے حضرت حمزہؓ کا جگر چبایا تھا:۔

ایک پیشین گوئی

ہند بنت عتبہ کی پہلی شادی فاکہ بن مغیرہ قریشی کے ساتھ ہوئی تھی۔ فاکہ کو ہند کے ساتھ بہت زیادہ محبت تھی۔ لیکن محبت کے ساتھ رشک لازمی ہے ایک مرتبہ فاکہ کو ہند کی عصمت و پاکدامنی پر شبہ ہوا۔ اس نے اُسے مار کر گھر سے نکال دیا۔

چونکہ عتبہ ذی عزت تھا اور اس کی بیٹی کی یہ بے حرمتی ہوئی۔ اسلئے عوام میں اس کا چرچہ ہوا۔ ہند کے باپ عتبہ نے ایک روز بیٹی سے کہا۔ ہند صاف صاف بتا یہ معاملہ کیا ہے۔ اگر واقعی تجھ سے غلطی ہوگئی ہے اور فاکہ کا اتہام درست ہے تو میں کسی شخص کو مقرر کرکے فاکہ کو قتل کرادوں۔ اس طرح ہمارا خاندان بدنامی سے بچ جائے گا۔ اور اگر وہ جھوٹا ہے تو پھر اس معاملہ کو کسی کاہن سے رجوع کروں:۔

ہند نے کہا۔ میری تذلیل کا باعث اس کی محبت ہوئی ہے۔ جو اتہام اس نے مجھ پر لگایا ہے۔ میں اس سے قطعی بری ہوں، ساتھ ہی اس نے اپنی بے گناہی ثابت

کرنے کو قسمیں بھی کھائیں۔ جب عتبہ کو اپنی بیٹی کی پاک دامنی کا یقین ہو گیا تو اس نے فاکہ بن مغیرہ سے کہا کہ یا تو وہ ہند کے ساتھ زیادتی کرنے کی معافی مانگے یا اپنے قبیلہ بنی مخزوم کے لوگوں کو لے کر یمن کے کسی کاہن کے پاس چلے۔ وہ آمادہ ہو گیا اور اپنے قبیلہ کے سربرآوردہ لوگوں کو ساتھ لے کر چل پڑا۔ عتبہ بن ربیعہ بھی اپنے قبیلہ عبد مناف کے چند معزز لوگوں اور اپنی بیٹی ہند اور ہند کی ایک رازدار سہیلی کو لے کر روانہ ہوا فریقین ایک مشہور کاہن کے پاس پہنچے اور اسے تمام واقعہ سنایا۔ مگر اسے یہ نہیں بتایا کہ ان دونوں عورتوں میں ہند کون ہے۔ کاہن پہلے سہیلی کے پاس آیا اسے دیکھا اور اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ سے چند ضربیں لگا کر کہا:۔

"اٹھ تو وہ نہیں ہے" پھر ہند کے پاس آیا۔ اسے بھی غور سے دیکھا۔ اس کے شانوں پر بھی ضربیں لگائیں اور کہا۔ "اٹھ تو پاک ہے۔ تو نے زنا نہیں کیا۔ تو ایک بادشاہ کو جنے گی۔ اس کا نام معاویہؓ ہو گا"۔

فاکہ نے معذرت کر کے ہند کا ہاتھ پکڑا اور کہا۔ میں قصور وار ہوں۔ مجھے معاف کر دے اور میرے ساتھ چل" ہند نے اس کا ہاتھ جھٹک کر کہا۔ میری بے گناہی ثابت ہو گئی۔ اب میں تجھ سے کوئی تعلق رکھنا نہیں چاہتی"۔ ہر چند فاکہ نے عاجزی اور خوشامد کی۔ مگر ہند نے نہ سنا۔ آخر دونوں میں قطع تعلق ہو گیا اور پھر ابوسفیان بن حرب نے ہند سے شادی کر لی۔ اور معاویہؓ پیدا ہوئے۔ ان کی ولادت کے وقت ان کے باپ ابوسفیان کی عمر چالیس سال سے کچھ زیادہ تھی۔ ابوسفیان حضور اکرمؐ سے عمر میں دس سال بڑے تھے:۔

علامات شاہی

امیر معاویہؓ لڑکپن ہی سے ہوشمند اور ہونہار تھے۔ ان میں ایسی علامات پائی جاتی تھیں جن سے لوگ انہیں "کسرائے عرب" کہتے تھے۔ ان کی خوش تدبیری، خوش خبری

اور خوش معاملگی کی خاص طور پر شہرت تھی۔ وہ بلند قامت۔ خوبصورت سرخ و سفید رنگ کے خوش اندام اور بارعب انسان تھے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے امیر معاویہؓ کو دیکھکر فرمایا تھا کہ یہ عرب کے کسریٰ ہیں۔ اسی روز سے لوگ اُنھیں کسرائے عرب کہنے لگے تھے۔ امیر معاویہ بہت اچھے تعلیم یافتہ تھے۔ ذی علم ہونے کی وجہ سے ذی فہم اور معاملہ رس تھے۔ وہ فتح مکہ کے روز اپنے باپ ابوسفیان کے ساتھ پچیس ۲۵ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے اور آنحضرت صلعم کی وفات تک حضور کے ساتھ رہے جنگ حنین اور محاصرۂ طائف میں شریک تھے۔ جب ان غزوات کے بعد حضور مکہ میں تشریف لائے اور حج کر کے مدینہ منورہ میں آئے تو امیر معاویہ بھی ساتھ آئے اور کاتب وحی مقرر ہوئے۔ رفتہ رفتہ اور خدمتیں بھی ان کے تفویض کر دی گئیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ باہر سے جو وفود آتے تھے ان کا استقبال۔ ان کی مدارات اور ان کے قیام و طعام کا انتظام وہی کرتے تھے:

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ اول نے جب امیر معاویہؓ کے بھائی یزید بن ابوسفیان کو ایک لشکر پر افسر مقرر کر کے ملک شام میں بھیجا تو امیر معاویہؓ کو بھی ایک دستۂ فوج دے کر ان کا کمکی مقرر کیا۔ فتوحات شام میں وہ اکثر لڑائیوں میں بطور مقدمتہ الجیش کے شریک رہے اور پھر ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ حضرت عمر فاروق خلیفۂ دوم نے انھیں علاقۂ اردن کا عامل یعنے گورنر مقرر کر دیا۔ جب عمواس کی وبا میں ان کے بھائی یزید بن ابوسفیان فوت ہوئے تو فاروق اعظمؓ نے ان کے بھائی کی ولایت دمشق بھی ان کے حوالے کر دی۔ وہ اردن سے دمشق میں ہی چلے آئے اور دونوں صوبوں کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے کیا۔ ان کے حسن انتظام سے فاروق اعظمؓ نہایت خوش ہوئے امیر معاویہ نے عجمی بادشاہوں کا رنگ اختیار کر لیا تھا۔ چنانچہ جب عمر فاروقؓ

بیت المقدس میں تشریف لائے تو حضرت امیر معاویہؓ بھی ان کے استقبال کیلئے آئے فاروق اعظمؓ نے انہیں دیکھکر اعتراض کیا کہ "تم نے شاہان عجم کی سی شاہانہ شان اور شوکت کیوں اختیار کی سُنا ہے کہ اپنے مکان کے دروازہ پر دربان بھی مقرر کر دیئے ہیں یہ کیوں کیا؟" حضرت امیر معاویہؓ نے جوابدیا کہ قیصر کی فوجیں ملک شام کی سرحد پر جمع رہتی ہیں۔ ہر وقت انکی حملہ آوری کا خدشہ رہتا ہے۔ قیصر کے جاسوس ملک شام کے چپہ چپہ پر بکھرے ہوئے ہیں قیصر اور قیصر کی فوجوں کو مرعوب رکھنے کے لئے ظاہری شان و شوکت اور قیصر کے جاسوسوں سے محفوظ رہنے کے لئے دربان رکھنے کیضرورت ہے لیکن اگر یہ دونوں باتیں ناگوار خاطر ہیں تو میں انہیں ترک کر دوں گا۔" حضرت عمر فاروقؓ خاموش ہو گئے۔ نہ رضامندی ظاہر کی نہ ناراضگی کا اظہار کیا:-

حضرت امیر معاویہؓ نے فاروق اعظم سے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کی اجازت طلب کی لیکن فاروق اعظم مسلمانوں کو سمندر پار بھیجنا پسند نہ کرتے تھے اسلئے اجازت نہ دی۔

فاروق اعظم کی شہادت کے بعد جب حضرت عثمانؓ غنی خلیفہ ہوئے تو انہوں نے امیر معاویہؓ کو تمام ملک شام اور اسکے نواحی علاقہ کا افسر اعلیٰ یعنی وائسرائے بنادیا اور بحری فوج رکھنے کی بھی اجازت دے دی۔ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے اور بحری فوج رکھنے سے حضرت امیر معاویہؓ کا یہ منشا تھا کہ قیصر روم مرعوب رہے۔ ممالک اسلامیہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ چنانچہ جب انہوں نے بحری فوج تیار کی تو قیصر روم نے سرحد سے اپنی فوجیں واپس ہٹالیں۔ حضرت عثمان غنی خلیفہ سوم کی شہادت کے بعد جب حضرت علےٰ المرتضےٰ خلیفہ ہوئے تو حضرت امیر معاویہؓ نے اس وقت تک ان کے ہاتھ پر بعیت کرنے سے انکار کیا۔ جب تک وہ خلیفۂ سوم کا ان کے قاتلین سے قصاص نہ لے لیں۔ چنانچہ حضرت علےٰ المرتضےٰ اور حضرت امیر معاویہؓ میں معرکہ آرائی ہوئی۔ اس کا مفصل ذکر پہلی جلد میں آچکا ہے:-

حضرت علی المرتضیٰ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسنؓ خلیفہ ہوئے وہ صرف چھ مہینے خلیفہ رہے اور ربیع الاول سنہ ۴۱ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ چنانچہ تمام عالم اسلام نے امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے انہیں خلیفہ تسلیم کر لیا۔ بیس سال پہلے سے وہ ملک شام کے حاکم اعلیٰ چلے آتے تھے۔ اب خلیفہ یا شہنشاہ ہو گئے۔

عہد معاویہؓ میں مسلمانوں کے گروہ

جب حضرت امیر معاویہؓ خلیفہ ہوئے تو اس وقت مختلف الخیال چار قسم کے گروہ تھے۔ ایک شیعان علی المرتضیٰ کا گروہ تھا جو حضرت علی المرتضیٰ کو مستحق خلافت سمجھتا تھا۔ اور ان کی شہادت کے بعد ان کی اولاد کو خلافت کا حقدار مانتا تھا یہ گروہ ایران و عراق میں پھیلا ہوا تھا۔ اس خیال کے لوگ زیادہ تر کوفہ میں تھے لیکن جب سے حضرت حسنؓ خلافت سے دستبردار ہوئے اس وقت سے انکی تعداد گھٹنے لگی تھی۔ دوسرا گروہ شیعان معاویہؓ یا حامیان بنو امیہ کا تھا۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت عثمان غنیؓ کا قصاص اسلئے نہ لیا کہ وہ خود ہاشمی اور حضرت عثمان غنیؓ اموی تھے۔

اس گروہ میں ملک شام کے تمام مسلمان اور بنو کلب وغیرہ بعض حجازی قبائل شامل تھے۔ وہ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ کو مستحق خلافت سمجھتے تھے۔ اور ان کی اعانت کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہتے تھے اس گروہ کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔ تیسرا گروہ خوارج کا تھا وہ شیعان علی المرتضیٰ اور شیعان امیر معاویہؓ دونوں کو گمراہ اور کافر سمجھتے تھے۔ اسی گروہ میں منافق اور واقعہ پسند لوگ بھی شریک تھے لیکن اس گروہ کی تعداد شیعان علی المرتضیٰ سے بھی کم تھی

اس گروہ کے آدمی مصر، بصرہ، ایران اور کوفہ میں موجود تھے۔ چوتھا گروہ ایسے لوگوں کا تھا جو ان تمام جھگڑوں اور قضیوں سے الگ تھلگ تھا۔ وہ مسلمانوں کی باہمی ہنگامہ آرائی کو فتنہ سے تعبیر کرتا تھا۔ یہ گروہ گوشہ نشین رہ کر خاموش زندگی بسر کرنا چاہتا تھا۔ اس گروہ میں جلیل القدر صحابی شامل تھے۔ جو زیادہ تر حجاز میں تھے:۔

خوارج سے پہلا مقابلہ

جب آخر ربیع الاول ۴۱ھ میں عالم اسلام نے حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی تو خوارج بگڑ گئے۔ چنانچہ کوفہ کے خارجی اعلانیہ مخالفت پر آمادہ ہوگئے فردہ بن نوفل اشجعی خارجی پانچسو خارجیوں کی جمعیت لیکر کوفہ سے نکلا اور مقام نخلیہ میں جاکر خیمہ زن ہوگیا۔ حضرت امیر معاویہؓ اس گروہ کو کم شعور سمجھتے تھے انہوں نے ان پر تشدد نہ کیا بلکہ سمجھا کر راہ راست پر لانیکی کوشش کی۔ لیکن جب نہ مانے تو انہوں نے اہل کوفہ کو جمع کرکے نصیحت کی کہ کوفہ کے خوارج تمہارے بھائی بند ہیں انہیں سمجھاؤ کہ جنگ و پیکار کی آگ مشتعل کرکے قوم کو کمزور نہ کریں۔ اس نصیحت کا یہ اثر ہوا کہ خود قبیلہ اشجع ہی کے لوگ گئے اور فردہ بن نوفل اشجعی کو پکڑ لائے۔ خوارج اور بھی بگڑ گئے اور انہوں نے عبداللہ بن ابی الحوساء کو اپنا سردار بناکر حملہ کی دھمکیاں دینی شروع کردیں کوفیوں کو ان پر بڑا غصہ آیا۔ انہوں نے کوفہ سے نکلکر خارجیوں کا مقابلہ کیا عبداللہ جنگ میں کام آیا۔ ساڑھے تین سو ۳۵۰ خوارج بھی مارے گئے۔ صرف ڈیڑھ سو ۱۵۰ باقی رہ گئے۔ ان باقی لوگوں نے حوثرہ اسدی کو اپنا سردار بنا لیا۔ انھیں بھی مصالحت کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے صلح پر جنگ کو ترجیح دی۔ آخر جنگ ہوئی۔ حوثرہ اسدی اور اسکے ہمراہیوں کی بڑی تعداد ماری گئی۔ صرف چند لوگ باقی بچے۔ جو عراق اور ایران کی طرف بھاگ گئے:۔

زیادؓ بن ابو سفیانؓ

زیادؓ بن ابوسفیان حضرت علی المرتضےؓ کیجانب سے خراسان کا گورنر تھا اسکا شمار

شیعان علی المرتضےٰ میں تھا۔ نہایت بہادر، ذی عقل اور دور اندیش تھا۔ امیر معاویہ کو اسکی طرف سے فکر ہوا کہ اگر وہ باغی بنکر حضرت علے المرتضےٰ کی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر کے اسکے ہاتھ پر بیعت کرلے تو مسلمانوں میں پھر خانہ جنگی شروع ہو جائیگی۔ چنانچہ انہوں نے سب سے پہلے اسے رام کرنا ضروری سمجھا۔ زیادؓ کی ماں سمیہ حارث بن کلات ثقفی کی لونڈی تھی۔ کسی طرح سے وہ ابوسفیان کے ہاتھ آگئی۔ ابوسفیان نے عہد جاہلیت میں خفیہ طور پر اس سے نکاح کر لیا۔ مگر کسی بات پران بن ہو گئی اور ابوسفیان نے اسے نکال دیا۔ سمیہ کو حمل رہ گیا۔ کچھ عرصے کے بعد زیاد پیدا ہوا۔ سمیہ نے ابوسفیان سے مطالبہ کیا کہ وہ زیاد کو اپنا بیٹا تسلیم کرے۔ لیکن ابوسفیان اور اسکے خاندان والوں نے انکار کر دیا۔ حالانکہ زیادؓ کی شکل و صورت بہت کچھ ابوسفیان سے ملتی جلتی تھی۔ حضرت علے المرتضےٰ کو یہ بات معلوم تھی کہ زیاد ابوسفیان کا بیٹا ہے کیونکہ حضرت عمر فاروق کے سامنے حضرت علے المرتضےٰ کی موجودگی میں ابوسفیان نے استلحاق کا اقرار کیا تھا کہ زیاد اسی کا بیٹا ہے۔ انہوں نے زیاد کی عزت افزائی کے لئے اُسے خراسان کا گورنر مقرر کیا تھا۔ حضرت امیر معاویہ کو بھی استلحاق کا علم تھا۔

جب امیر معاویہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا گیا۔ تو زیاد نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں تامل کیا۔ مغیرہ بن شعبہ زیاد کے گہرے دوست تھے اور امیر معاویہ کے حامی تھے امیر معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔ اب امیر معاویہ نے مغیرہ کو امان نامہ دیکر زیاد کے پاس بھیجا۔ اس امان نامہ کے ذریعہ سے امیر معاویہؓ نے زیادؓ کو اپنا بھائی تسلیم کر لیا۔ چنانچہ مغیرہ امان نامہ لیکر زیاد کے پاس خراسان میں گئے زیاد خوش ہو گیا۔ اور مغیرہ کے ساتھ امیر معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امیر معاویہ نے اسکی بڑی مدارات کی مجمع عام میں اُسے اپنا بھائی تسلیم کیا اور حکم دے دیا کہ آج سے زیاد کو زیاد بن ابوسفیان لکھا جائے اور ساتھ ہی زیاد کو خراسان کے علاوہ فارس

جزیرہ اور سجستان کی بھی حکومت دیدی ان تینوں ممالک میں زمین گو بیرتے تھے۔ اس سے زیاد کی بڑی عزت افزائی ہوئی اور وہ امیر معاویہؓ کا بہت مشکور ہوا۔ حضرت امیر معاویہؓ کی طرح زیاد بھی آئین حکومت سے واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کس جگہ سخت گیری سے کام چلتا ہے اور کہاں نرمی برتی جاتی ہے۔ انہیں ایام میں معلوم ہوا کہ بصرہ میں کچھ شریر لوگ پیدا ہو گئے ہیں۔ وہاں چوریوں، ڈکیتیوں اور بغاوتوں کا زور ہو گیا ہے۔ امیر معاویہؓ نے زیاد کو بصرہ کی حکومت بھی تفویض کردی اور حکم دیا کہ بصرہ میں جاکر امن قائم کرو۔ زیادؓ نے بصرہ میں پہنچکر اہل بصرہ کو جمعہ مسجد میں جمع کر کے ایک پُرزور تقریر کی۔ تقریر کے آخر میں کہا کہ اگر آج کے بعد کہیں چوری ہوئی یا کوئی ڈکیتی کی واردات ہوئی یا کسی نے بغاوت کیلئے سر ابھارا تو بصرہ کے زن و فرزند کو قتل کر دیا جائیگا۔" لوگوں کو اسکی سخت گیری کا علم تھا سب دم بخود ہو گئے۔ اس تہدید کے علاوہ زیاد نے بصرہ میں مارشل لاء بھی جاری کر دیا اور حکم دیدیا کہ کوئی شخص عشاء کی نماز کے بعد اور صبح کی نماز سے پہلے اپنے گھر سے باہر نہ نکلے۔ اگر کوئی شخص اسکو راستہ میں دیکھا جائیگا تو بغیر کسی عذر کی سماعت کے فوراً قتل کر دیا جائے گا۔" اس حکم پر اس سختی سے عمل کیا گیا کہ اہل بصرہ کا ناک میں دم آ گیا۔ سارے کس بل نکل گئے۔ تمام شریر ایک ہفتہ میں سیدھے ہو گئے۔ مارشل لاء کی قسم کا قانون سب سے پہلے زیاد نے نافذ کیا۔ غرض زیاد امیر معاویہ کا قوت بازو بن گیا اور امیر معاویہ کو اسکی وجہ سے بڑی مدد ملی:-

عمال کا تقرر

امیر معاویہؓ نے جس روز خلافت کیلئے اہل کوفہ سے بیعت لی اسی روز مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔ مصر میں پہلے ہی سے عمروؓ بن العاص گورنر مقرر کر دیئے گئے تھے۔ اور انہیں کی کوششوں سے امیر معاویہ امیر المومنین بنے تھے۔ جب عالم اسلام نے امیر معاویہؓ کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ تو ضرورت ہوئی کہ مکہ اور مدینہ میں بھی عامل مقرر کئے جائیں چونکہ یہ دونوں شہر اسلام کے مرکز سمجھے جاتے تھے اور یہیں کوئی مخالف گروہ پیدا ہو سکتا تھا اسلئے امیر معاویہؓ نے سعید بن عاص

کو مکہ کا اور مروان بن حکم کو مدینہ کا عامل مقرر کیا۔ یہ دونوں امیر معاویہؓ کے قریبی رشتہ دار تھے۔
چونکہ امیر معاویہ ہر سال خود حج کے لئے نہ جا سکتے تھے اسلئے ان دونوں ہی میں سے کسی ایک کو امیر حج بھی مقرر کر دیتے تھے۔ اگرچہ امیر معاویہ کو ان دونوں پر پورا پورا اطمینان تھا لیکن پھر بھی اس خیال سے کہ کہیں ان میں سے کوئی قوت و طاقت حاصل کر کے بغاوت پر آمادہ نہ ہو جائے اسلئے ہر سال ان دونوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ یعنی مکہ سے مدینہ میں اور مدینہ سے مکہ میں بدلتے رہتے تھے۔ اس تغیر و تبدل کے علاوہ باقی جتنے صوبوں پر حضرت علی المرتضٰی کے زمانہ کے گورنر تھے انہیں بدستور رہنے دیا گیا ہے۔

زیاد اور مغیرہ کی کارگزاری

عراق اور فارس میں خوارج کے فتنے آئے دن برپا ہوتے رہتے تھے زیاد اور مغیرہ دونوں نے ملکر اس قابلیت سے ان ممالک کا انتظام کیا کہ شورشیوں کو سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مغیرہ نرم مزاج تھے اور زیاد نہایت سخت گیر تھے۔ مگر انکی سخت گیری اصول حکمرانی کے مطابق تھی۔ جہاں نرمی کی ضرورت سمجھتے وہاں سخت گیری سے کام نہ لیتے چنانچہ ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ ابو الخیر جو ایک شجاع اور مدبر شخص تھا خوارج کا ہمخیال ہو گیا ہے۔ زیاد نے ابو الخیر کو بلا کر جندی سابور کا گورنر مقرر کر کے بھیجدیا۔ ابو الخیر نے خوارج کو دبا دیا۔ اور اس طرح آنیوالے خطرہ کا سدباب ہو گیا یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ امیر معاویہ کو زیاد پر اس قدر اطمینان اور بھروسہ ہو گیا تھا کہ زیاد خود گورنر مقرر کر دیتے تھے اور امیر معاویہ کو کوئی اعتراض نہ ہوتا تھا:۔

زیاد کی مزید عزت افزائی

زیاد نے ایک طرف تو سرکشوں اور خودسروں کو سیدھا کر دیا اور دوسری طرف ممالک محروسہ میں ایسا امن قائم کر دیا کہ کسی قسم کا خدشہ نہ رہا چنانچہ امیر معاویہ نے کرمان نیم روز سندھ ہند کی حد تک جتنے ممالک مقبوضہ تھے سب زیاد کے تحت میں دیدیئے ۴۳ھ میں حضرت عمروؓ بن العاص فوت ہو گئے وہ مصر کے گورنر تھے امیر معاویہ نے انکے بیٹے عبداللہ بن عمروؓ کو زیاد کے مشورہ

سے مصر کا حاکم مقرر کردیا۔

خوارج سے دوسرا مقابلہ

زیاد بن ابوسفیان نے تو بصرہ اور فارس کے خوارج کو سیدھا کر دیا تھا لیکن مغیرہ بن شعبہ کی نرم مزاجی اور چشم پوشی نے کوفہ کے خارجیوں کو دلیر کر دیا۔ انہوں نے خفیہ سازشیں شروع کیں اور جب انکی جمعیت تین ۳۰۰ سو کے قریب پہنچ گئی تو انہوں نے مستورد بن علقمہ کو اپنا سردار بنا کر یکم شوال ۴۳ھ میں عید کے دن کوفہ سے کوچ کیا۔ مغیرہ نے سنتے ہی تین ہزار کی جمعیت انکے تعاقب میں بھیجی یہ سب لوگ کوفی اور خارجیوں کے عزیز و احباب تھے۔ خوارج نے پلٹ کر ان پر حملہ کیا۔ یہ لشکر خفیف سا مقابلہ کر کے پسپا ہو گیا گویا تین ۳۰۰ سو خوارج نے تین ہزار کوفیوں کو شکست دیکر بھگا دیا۔ مغیرہؓ نے معقل بن قیس کی سرکردگی میں زبردست لشکر بھیجا خوارج نے اس لشکر کا بھی مقابلہ کیا۔ معقل بن قیس نے مستورد بن علقمہ کو مقابلہ کیلئے طلب کیا۔ وہ آیا۔ دونوں لڑتے ہوئے مارے گئے۔ اس مرتبہ مغیرہ کے لشکریوں نے خارجیوں کو چن چن کر قتل کر ڈالا اور صرف پانچ آدمی باقی بچے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک طرف تو مغیرہ خارجیوں سے ہوشیار رہنے لگے۔ دوسری طرف خوارج بھی مرعوب ہو گئے:۔

بری اور بحری فوجیں

قیصر روم کو مصر و افریقہ کے نکل جانے کا سخت ملال تھا وہ آئے دن ان دونوں ممالک پر لشکر کشی کرتا رہتا تھا۔ اور چونکہ اسکے پاس بحری فوج اور بحری سامان جہاز وغیرہ تھے اسلئے کبھی کبھی ملک شام کے ساحلوں پر بھی چھاپہ مار جاتا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ کو جب مشرقی ممالک کیطرف سے اطمینان ہو گیا تو انہوں نے رومی خطرہ کو دور کرنے کیلئے بحری فوج کی بھرتی شروع کی جنگی کشتیاں تیار کرائیں بحری فوج میں بھرتی ہونیوالے سپاہیوں کی تنخواہیں زیادہ مقرر کیں تا کہ لوگوں کو بحری فوج میں داخل ہونے کی تحریص ہو تھوڑے ہی عرصہ میں دو ہزار ۲۰۰۰ جنگی کشتیاں تیار ہو گئیں بحری فوج کا سپہ سالار جنادہؓ بن امیہ کو مقرر کیا

ساتھ ہی بری فوجوں میں اور اضافہ کر دیا۔ بری فوج کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک انتظامی جو ملک کے نظم ونسق پر مامور تھی۔ دوسری مصافی جو دشمنوں کے حملہ کے وقت مقابلہ کرنے کو تیار رہتی تھی۔ تیسری جارحانہ جو ہر وقت پیشقدمی کیلئے مستعد رہتی تھی اس آخرالذکر کے بھی ۲ حصے کر دیئے تھے ایک شاتیہ یعنی سرمائی دوسری صائفہ یعنی گرمائی" یہ بری فوجیں سرحدوں پر رومی لشکر کو ہٹانے اور دبانے میں مصروف رہنے لگیں۔ جس سے رومیوں کو حملہ کرنے کی جرأت نہ رہی:۔

حکومت اسلامیہ کی توسیع

بحری فوج نے قبرص اور روڈس وغیرہ جزیرہ کو اپنا مستقر بنا کر قیصر روم کے ان جہازوں پر جو بحر روم میں منڈلاتے رہتے تھے۔ حملہ کر دیا۔ ابتک مسلمانوں کو بحری جنگ سے واسطہ نہ پڑا تھا اور رومی بحری جنگ میں مشاق تھے مگر جب مسلمانوں سے مقابلہ ہوا تو رومیوں کو شکست فاش ہوئی مسلمانوں نے یا تو ان کے جہازوں کو گرفتار کر لیا۔ یا ڈبو دیا یا بھگا دیا۔ غرض قیصر روم کے جہازوں کو بحر روم سے بے دخل کر دیا چنانچہ ۴۳ھ ہی میں سجستان کے قریب کے علاقے رخج وغیرہ فتح کر لئے اسی سال لشکر اسلام نے برقہ اور سوڈان کی طرف بھی پیشقدمی کی اور ان علاقوں کا بیشتر حصہ مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا جس سے حکومت اسلامیہ کا رقبہ بہت کچھ وسیع ہو گیا

قسطنطنیہ پر حملہ

قیصر روم کی بار بار کی فوج کشی سے امیر معاویہ تنگ آ گئے۔ وہ چاہتے تھے کہ قیصر اسلامی ممالک پر تاخت نہ کرے مگر وہ باز نہ آتا تھا آخر مجبور ہو کر امیر المومنین حضرت معاویہؓ نے قیصر کے دارالسلطنت قسطنطنیہ پر لشکر کشی کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ انہوں نے عالم اسلام

میں اعلان کرادیا کہ قسطنطنیہ پر حملہ ہونے والا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگا وہ مغفرت یافتہ ہے۔" یہ حدیث صحابہ کرام میں مشہور تھی لہذا اور ممالک اسلامیہ کے علاوہ خاص مکہ اور مدینہ سے صحابہ کبار کی خاصی جمعیت وعدہ مغفرت کے شوق میں آکر شریک لشکر ہو گئی۔ ان آنے والوں میں حضرت حسینؓ بن علی المرتضےٰ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور ابو ایوبؓ انصاری جیسے جلیل القدر صحابی تھے۔ بہت تھوڑے عرصہ میں عظیم الشان لشکر مرتب ہو گیا حضرت امیر معاویہؓ نے اس لشکر کا سپہ سالار سفیان بن عوف کو مقرر کیا اور اس کی ماتحتی میں اپنے بیٹے یزید کو بھی صائفہ فوج کے ایک دستہ کا افسر مقرر کر کے ساتھ کر دیا۔ یہ لشکر بحری اور بری دونو راستوں سے روانہ ہوا قیصر پر اس لشکر کی ہیبت چھا گئی۔ اس نے ہر طرف سے اپنی فوجیں سمیٹ کر قسطنطنیہ میں جمع کر لیں۔ مسلمانوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن ایک تو شہر کی فصیل بلند اور مضبوط تھی۔ دوسرے شہر نہایت ہی محفوظ موقعہ پر واقع تھا اسلئے باوجود مسلمانوں کے سخت حملہ کرنے کے بھی فتح نہ ہو سکا۔ اس حملہ میں مسلمانوں کے کئی شیر دل اور جوانمرد سپاہی شہید ہوئے۔ حضرت ابو ایوبؓ انصاری نے بھی دوران محاصرہ میں وفات پائی۔ وہ یزید کے دستہ میں تھے وفات کے وقت انہوں نے یزید سے وصیت فرمائی تھی کہ میری بڑی تمنا قسطنطنیہ میں داخل ہو کر نماز پڑھنے کی تھی۔ جب میں مر جاؤں تو میرا جنازہ لے کر حملہ کرنا۔ اگر شہر فتح ہو جائے تو شہر میں میرے جنازہ کی نماز پڑھکر وہیں دفن کر دینا اور اگر شہر فتح نہ ہو تو جس جگہ تک حملہ کر کے پہنچ جاؤ وہیں دفن کر دینا۔

چنانچہ یزید نے ابو ایوب کا جنازہ ساتھ لیکر نہایت شدت سے حملہ کیا۔ مسلمانوں نے اپنی جانیں لڑا دیں۔ مگر رومیوں نے بھی اس سختی سے تیروں اور پتھروں کی بارش کی کہ مسلمان قلعہ کی فصیل تک نہ پہنچ سکے۔ مجبور ہو کر یزید نے اس جگہ جہاں تک اس کا لشکر پہنچ گیا تھا حضرت

ابوایوب انصاری کو دفن کرا کر ایک پتھر پر ان کا نام اور سنہ وفات کندہ کرا کے قبر پر گاڑ دیا۔ جس جگہ آج مسجد ابوایوب انصاری ہے وہیں ان کا مزار ہے جس طرح سے یہ برآمد ہوا اس کا حال انشا اللہ خاندان آل عثمان کے تحت میں لکھا جائیگا۔ محاصرہ نے اتنا طول کھینچا کہ موسم سرما شروع ہو گیا۔ مسلمان گرم ملک کے رہنے والے تھے۔ وہاں کی سردی برداشت نہ کر سکے اسلئے محاصرہ اٹھا کر واپس چلے آئے۔ اگرچہ یہ حملہ ناکام رہا لیکن اس سے قیصر اور رومیوں کے دلوں پر مسلمانوں کی دہاک بیٹھ گئی اور انہوں نے مسلمانوں کے واپس چلے جانے کو نہایت غنیمت سمجھا۔ اسکے بعد قیصر کو اسلامی ممالک پر چھاپے مارنیکی جرأت نہوئی اسلئے نتائج کے اعتبار سے یہ ناکامی بھی کامیابی ہی ثابت ہوئی۔ یہ حملہ ۴۸ھ میں ہوا تھا۔

ٹیونس اور طرابلس کی فتح

افریقہ کے بربری نہایت جنگجو اور سرکش تھے جب مسلمان انکے علاقے میں جاتے تو وہ ادائے جزیہ پر صلح کر کے مطیع اور فرمانبردار بنجاتے مگر جونہی اسلامی لشکر وہاں سے واپس ہوتا وہ بغاوت کر دیتے۔ یہ کیفیت دیکھکر امیر معاویہ نے عقبہ بن نافع کو مصر، برقہ اور سوڈان کی فوجوں کا سپہ سالار مقرر کر کے حکم دیا کہ ان ممالک میں سے جسقدر فوج مناسب سمجھو ساتھ لیکر براعظم افریقہ پر یورش کر کے بربری لوگوں کی تادیب کرو۔ ساتھ ہی دس ہزار لشکر دمشق سے انکے پاس بھیجا۔ عقبہ بن نافع نے لشکر لیکر مصر و برقہ سے گذر کر ٹیونس و طرابلس پر حملہ کر دیا۔ یہ حصہ مغرب الادنٰے کہلاتا تھا۔ ان دونوں مقامات کو معہ اُن کے نواحی علاقے کے فتح کر کے اسلامی لشکر مغرب الاوسط یعنے الجزائر یا بجیریا کی طرف بڑھا۔

سندھ پر حملہ

مکران اور بلوچستان میں عبداللہ بن سوار عامل تھے۔ انہیں اطلاع ملی کہ سندھی بلوچستان پر حملہ کرنیوالے ہیں انہوں نے امیر معاویہ کو اطلاع دی۔ امیر معاویہ نے انھیں سندھ

پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن سوار نے فوراً فوجیں فراہم کرکے سندھ پر یورش کر دی سندھی تیاری کر ہی چکے تھے۔ انہوں نے کیکان کے مقام پر مسلمانوں کا مقابلہ کیا نہایت خونریز جنگ ہوئی عبداللہ بن سوار میدان جنگ میں شہید ہو گئے۔ اسلامی لشکر اس وقت ٹل آیا۔ مگر امیر معاویہ نے فوراً ہی مہلب بن ابی صفرہ کو کرمان اور بلوچستان کا گورنر مقرر کرکے سندھ پر انتقاماً چڑھائی کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ مہلب بن ابی صفرہ نے یورش کی سندھی پھر مقابلہ میں آئے۔ بڑے گھمسان کا معرکہ ہوا۔ آخر سندھیوں کو ہزیمت ہوئی اور مسلمانوں نے سندھ کا بڑا حصہ فتح کر لیا۔

ولیعہدی کی تحریک

۵۰ھ میں امیر معاویہ نے کسی بات پر ناخوش ہو کر مغیرہؓ بن شعبہ کو معزول کرکے اپنے پاس طلب کیا۔ انہوں نے اس حکم کی تعمیل میں بڑی دیر کی اور جب وہ امیر معاویہ کے حضور میں پہنچے تو امیر معاویہ نے ان سے دیر کرنے کا سبب پوچھا۔ مغیرہ نے کہا۔ آپ عمر رسیدہ ہو گئے ہیں آپ نے یہ طے کیا تھا کہ آپ کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ ہونگے لیکن وہ وفات پا گئے۔ میں لوگوں کو آمادہ کر رہا تھا کہ وہ آپکے بعد آپکے بیٹے یزید کو خلیفہ منتخب کریں۔ امیر معاویہ کے دل میں یہ خیال تک بھی نہ آیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو خلیفہ بنائیں مگر مغیرہ کی اس گفتگو سے ان کے دل میں بھی یہ تمنا پیدا ہوئی۔ انہوں نے مغیرہ کو پھر ان کے عہدہ پر بحال کر دیا اور ہدایت کی کہ اہل کوفہ سے میرے بعد یزید کی خلافت پر بیعت لو جب مغیرہ کوفہ میں واپس آئے تو لوگوں نے پوچھا کہیے امیر معاویہ کے ساتھ کیا گذری۔ انہوں نے کہا میں امیر معاویہ کو ایسی دلدل میں پھنسا آیا ہوں کہ قیامت تک اس سے نہیں نکل سکتے۔ مغیرہ نے کوفہ کے سر برآوردہ لوگوں کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ یزید کی ولیعہدی کو تسلیم کر لیں چونکہ خلافت کے معاملہ میں ایک عرصے سے مسلمانوں میں

خانہ جنگی ہو رہی تھی اسلئے کوفہ کے باثر لوگ اس بات پر رضامند ہو گئے۔ مغیرہ نے اپنے بیٹے موسیٰ کے ہمراہ اکابر کوفہ کا ایک وفد امیر معاویہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ امیر معاویہ نے ان لوگوں کی بڑی آؤ بھگت کی اور انھیں خلعتیں اور انعام و اکرام و عزت کے ساتھ رخصت کیا۔ اس وفد کے آنے سے امیر معاویہ کے ارادہ کو اور تقویت ہوئی۔ اور انہوں نے زیاد بن ابو سفیان کو بصرہ۔ مروان بن حکم کو مدینہ اور سعید بن عاص کو مکہ میں لکھا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ مجھے خوف ہے کہ میرے بعد مسلمانوں میں خلافت کیلئے خونریزی ہو اس لئے میں اپنے بیٹے یزید کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کرتا ہوں۔ تم لوگوں کو اسکی بیعت پر آمادہ کرو۔ جب زیاد بن ابو سفیان کے پاس یہ فرمان پہنچا۔ تو انہوں نے بصرہ کے ایک با اثر رئیس عبید بن کعب نمیری کو بلا کر یہ فرمان دکھایا اور کہا۔ امیر المومنین نے اس کام میں بڑی عجلت کی یزید لہو و لعب سیر و شکار میں مشغول رہتا تھا۔ لوگ اسکی بیعت میں پس و پیش کرینگے۔ عبید نے کہا۔ آپ اس کا فکر نہ کریں میں دمشق میں جاکر یزید کو سمجھاؤں گا یقین ہے وہ اپنی حالت میں اصلاح کر لیگا۔ چنانچہ عبید دمشق میں آئے اور یزید کو ایسے طریقہ سے نشیب و فراز سمجھائے کہ اس نے اپنی عادتوں میں نمایاں تبدیلی کر لی۔ مروان بن حکم نے مدینہ کے شرفاء کو جمع کر کے جب امیر معاویہؓ کے ارادہ کی اطلاع دی تو عام طور پر لوگوں نے مخالفت کی خصوصاً عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ، حسینؓ بن علی المرتضیٰؓ۔ عبداللہؓ بن عمرؓ اور عبداللہؓ بن زبیرؓ نے اس سے سخت مخالفت کی اور چاروں بزرگوں نے کہا کہ اس طرح خلافت میراث ہو جائیگی۔ یہ طریقہ مسلمانوں میں بہتری پیدا نہ کر سکے گا۔ بلکہ سخت تباہ کن ثابت ہو گا۔

مغیرہؓ بن شعبہ کی وفات

ابھی یزید کی تحریک ولیعہدی جاری ہی تھی کہ ۵۱ھ میں مغیرہ بن شعبہ نے کوفہ

میں وفات پائی۔ امیر معاویہؓ نے کوفہ کی حکومت بھی زیاد بن ابوسفیان کے سپرد کر دی اور زیاد حاکم عراقین کہلائے :۔

زیاد کی کوفہ میں آمد

کوفہ کے لوگ عام طور پر سرکش اور دھوکہ باز تھے۔ مغیرہ کی نرمی نے انھیں اور بھی خود سر بنا دیا تھا۔ وہ حکام وقت کا مضحکہ اڑانیکے عادی تھے۔ زیاد بن ابوسفیان نے بصرہ میں سمرہ بن جندب کو اپنا نائب مقرر کیا اور دو ہزار سواروں کے ساتھ کوفہ میں آئے۔ جب اول ہی جمعہ کو انہوں نے جمعہ مسجد میں خطبہ سنانا شروع کیا تو اہل کوفہ نے جو حکام کی تحقیر کرنیکے عادی تھے ان پر سنگریزے پھینکے۔ زیاد نے فوراً خطبہ بند کر دیا اور اپنے سپاہیوں کو مسجد کا محاصرہ کرنے اور کسی شخص کو بھی مسجد سے باہر جانے دینے کا حکم دیا۔ فوراً سپاہیوں نے مسجد کا محاصرہ کر لیا۔ کوفیوں نے اسے معمولی بات سمجھا۔ اب زیاد مسجد کے دروازہ پر کرسی بچھا کر بیٹھ گئے اور چار چار شخصوں کو بلا کر دریافت و تحقیق کرنے لگے کہ سنگریزے کس نے پھینکے ہیں۔ تیس آدمی ایسے نکلے جنہوں نے سنگریزے پھینکے تھے۔ زیاد نے ان تیسوں کے ہاتھ کٹوا دیئے اور باقیوں کو چھوڑ دیا۔ اسکے بعد کوفیوں کو ذرا ذرا سی بات پر سخت سخت سزائیں دیں نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی روز میں کوفہ والے سیدھے ہو گئے۔ اب زیاد نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ چھ ماہ کوفہ میں رہتے اور چھ ماہ بصرہ میں :۔

بیعت ولیعہدی کیلئے وفود کی طلبی

مغیرہ بن شعبہ نے سچ کہا تھا کہ وہ امیر معاویہ کو ایسی دلدل میں پھنسا گئے تھے جس سے ان کا نکلنا غیر ممکن تھا۔ انھیں اب یزید کی ولیعہدی کی بیعت لینے کی دھن تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے عمال کو لکھا کہ میرے پاس وفود بھیجو تاکہ میں ان سے یزید کی خلافت کے متعلق گفتگو کروں۔ چنانچہ ہر صوبہ سے وفود آئے۔ امیر معاویہؓ نے ان لوگوں سے الگ الگ گفتگو کی اور پھر ایک مجلس میں سبکو جمع کر کے رائے لی۔ مدینہ کے وفود میں محمد بن عمرو بن حزم آئے تھے انہوں نے

کہا کہ یزید خلافت کے قابل نہیں ہے آپ اسکے لئے بیعت کی کوشش کر رہے ہیں قیامت میں خدا کو کیا جواب دینگے" امیر معاویہؓ نے کہا یزید اب لائق ہو گیا ہے۔ اس وقت بوڑھوں میں سے کوئی باقی نہیں رہا ہے سب لڑکے ہی لڑکے ہیں اور ان لڑکوں میں میرا بیٹا یزید خلافت کا زیادہ مستحق ہے ضحاکؓ بن قیس نے ان کی رائے کی تائید کی۔ بصرہ سے احنف بن قیس وفد ہو کر آئے تھے۔ وہ خاموش بیٹھے۔ امیر معاویہؓ نے ان سے کہا "تم کیوں چپ ہو؟" انہوں نے کہا اس لئے کہ اگر میں سچ بولوں تو آپ کا خوف ہے اور جھوٹ بولوں تو خدا سے ڈرتا ہوں۔ ہم سے زیادہ یزید سے آپ واقف ہیں اگر آپ انہیں بہتر سمجھتے ہیں تو ہم بیعت کیلئے تیار ہیں۔"

امیر معاویہؓ نے ان کی مختصر تقریر کو غنیمت سمجھا انہیں بھاری انعام دیا اور بھی تمام وفود کے لوگوں کو انعام و اکرام دے کر خوشحال کر کے واپس بھیجا۔ چونکہ جو وفود آئے تھے انہوں نے کچھ زیادہ مخالفت کا اظہار نہ کیا۔ اسلئے امیر معاویہ کو امید ہو گئی کہ لوگ یزید کی بیعت پر رضامند ہو جائینگے۔ کیونکہ حجاز یعنے مکہ اور مدینہ کے لوگوں سے وہ خائف تھے چنانچہ انہوں نے ۵۱ھ میں حج بیت اللہ کا ارادہ کیا۔ اس حج سے غرض یہ تھی کہ اہل حجاز کو اپنا ہم خیال بنائیں اول وہ مدینہ میں گئے۔ لیکن ان کے آنے کی خبر سنتے ہی حضرت حسینؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ چاروں مدینہ سے مکہ چلے آئے۔ امیر معاویہؓ نے مدینہ میں پہنچکر اسقدر داد و دہش کی کہ لوگ یزید کی بیعت پر آمادہ ہو گئے مدینہ کے لوگوں سے مطمئن ہو کر امیر معاویہ مکہ میں گئے اور وہاں پہنچکر حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ چاروں اصحاب کو بلا کر یزید کی بیعت کے معاملہ میں مشورہ کیا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ میں صرف اس قدر وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے بعد جمیعتہ المسلمین جس شخص کی خلافت پر متفق ہو جائیں گے میں بھی اسے خلیفہ تسلیم کر لوں گا۔ خواہ وہ ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا۔ آپ یہ نئی بدعت کیوں جاری کرتے ہیں آپکو یہ چاہیے کہ یا تو

آپ آنحضرت صلعم کی سنت پر عمل کریں کسی شخص کو خلافت کے لئے نامزد نہ کر جائیں مسلمان جسے چاہیں خلیفہ بنالیں یا سنت صدیقی پر عمل کریں کہ ایسے شخص کو خلیفہ نامزد کر جائیں جو آپ کے خاندان کا نہ ہو۔ یا سنت فاروقی پر عمل کریں اور ایسے چھ شخصوں کو نامزد کر جائیں جو آپ کے قبیلہ اور عزیزوں میں سے نہ ہوں اور وہ چھ آدمی اپنے میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر لیں ان کے علاوہ کوئی اور صورت ایسی نہیں ہے جس پر ہم رضامند ہو سکیں۔" حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت حسینؓ ابن علے المرتضٰے نے بھی یہی کہا۔ امیر معاویہؓ نے کہا۔ جو باتیں تم نے کہیں ان کے لئے یہ زمانہ نہیں ہے اگر کسی کو خلافت کے لئے نامزد نہ کیا تو خانہ جنگی ختم نہ ہو گی۔ اور چونکہ خلافت کے بہت سے مدعی ہیں اسلئے یہی بہتر ہے کہ یزید کو نامزد کیا جائے:۔

یزید کیلئے بعیت خلافت

حج سے فارغ ہو کر امیر معاویہؓ نے عام طور پر یزید کی خلافت کے لئے بعیت لینی شروع کی۔ چونکہ ہر صوبہ سے لوگ آئے تھے اسلئے سب ہی نے بعیت کی۔ اس میں شبہ نہیں کہ امیر معاویہ نے یزید کی بعیت کے لئے اپنے ذاتی اثر و رسوخ اور دولت دونوں سے کام لیا۔ لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ اس معاملہ میں ان کی نیت نیک نہ تھی ممکن ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی فلاح اسی میں سمجھی ہو:۔

یزید کے مخالف

عام طور پر مسلمانوں نے یزید کی خلافت کے لئے بعیت کر لی۔ عبداللہ بن عمرؓ نے اگرچہ بعیت نہ کی لیکن یہ اقرار کر لیا کہ وہ مسلمانان جمہور کے ساتھ رہیں گے۔ البتہ حسینؓ ابن علے المرتضٰے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ نے بعیت نہ کی

نہ کسی قسم کا اقرار کیا۔ مؤرخوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ چاروں امیدوار خلافت تھے اور اس توریث کے عجمی طریقہ کو پسند نہ کرتے تھے۔ سعید بن عثمان نے یزید کی خلافت کیلئے بیعت کر لی تھی لیکن وہ بھی کچھ پشیمان ہو گئے تھے۔ مگر امیر معاویہ نے انھیں خراسان کی حکومت دے کر رضامند کر لیا تھا:۔

شہر قیروان کی آبادی

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ عقبہ بن نافع فہری ٹیونس اور طرابلس کو فتح کر کے الجزائر یعنی الجیریا کی طرف بڑھے تھے۔ امیر معاویہ نے انھیں حکم دیا کہ شمالی افریقہ میں ایک اسلامی شہر آباد کرو۔ چنانچہ انہوں نے ایک قطعہ زمین کو پسند کیا لیکن اس میں جنگل تھا۔ اور جنگل میں حشرات الارض بھرے پڑے تھے۔ عقبہ بن نافع نے تین روز تک جنگل میں جا کر پکارا کہ اس قطعۂ زمین پر مسلمان ایک اسلامی شہر آباد کرنا چاہتے ہیں۔ درندے اور حشرات الارض یہاں سے چلے جائیں۔ چوتھے روز سے جنگل کی صفائی شروع کر دی ایک جانور بھی وہاں نہ رہا سب کہیں اور نکل گئے اور اس قطعہ زمین میں نہایت فراخ شہر آباد ہو گیا۔ اس شہر کا نام قیروان رکھا گیا۔ ۵۳ھ میں اس شہر کی بنیاد پڑی اور ۵۵ھ میں اسکی آبادی تکمیل کو پہنچی :۔

زیاد کی وفات

زیاد بن ابوسفیان کی آرزو حجاز کی حکومت بھی حاصل کرنے کی تھی چنانچہ انہوں نے امیر معاویہ سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا۔ امیر معاویہ نے منظور کر لیا۔ اہل حجاز جانتے تھے کہ وہ نہایت سخت گیر ہیں اسلئے وہ مخالف ہو گئے۔ کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ زیاد حجاز کا والی بنکر آ رہا ہے دعا کرو

کہ ہم اسکے شر سے محفوظ رہیں۔ حضرت عبداللہ نے قبلہ رو ہو کر دعا مانگی کہ ہم اہل حجاز کو زیاد کے شر سے محفوظ رکھ۔ یہ دعا قبول ہو گئی۔ زیاد کی انگلی میں ایک دانہ نکلا جو طاعون کی قسم کا تھا اور وہ اسی میں فوت ہو گئے۔ ۵۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ انہوں نے بصرہ میں سمرہ بن جندب کو اور کوفہ میں عبداللہ بن خالد بن اسید کو عامل مقرر کر رکھا تھا

عبیداللہ بن زیاد

زیاد کے مرنے پر ان کا بیٹا عبیداللہ بن زیاد اپنے چچا امیر معاویہ کے پاس آیا اور کہا۔ مجھے کسی صوبہ کی حکومت عطا کی جائے۔ امیر معاویہ نے کہا کہ تمہاری عمر پچیس ۲۵ سال کی ہے۔ تمہارے باپ نے تمہیں اس قابل نہیں سمجھا تھا کہ تمہیں کسی صوبہ کی حکومت دیں۔ میں کیسے کوئی صوبہ تمہارے سپرد کر دوں۔ عبیداللہ نے کہا:۔

یہ بات میرے لئے نہایت ہی ذلت و شرم کی ہے کہ میرے باپ نے بھی مجھے حکومت نہ دی اور آپ چچا ہو کر بھی مجھے اس قابل نہیں سمجھتے۔ حالانکہ مجھ میں حکومت کرنے کی صلاحیت ہے۔ امیر معاویہ نے عبیداللہ کو بصرہ۔ خراسان اور فارس کی حکومت دے دی۔ عبیداللہ اپنے باپ زیاد سے زیادہ سخت گیر اور سنگدل تھا۔ کربلا کا مشہور معرکہ اسی کی سنگدلی اور بے رحمی کی وجہ سے پیش آیا:۔

فتح بیکند

عبیداللہ کو حکومت کا چارج لیتے ہی معلوم ہوا کہ ترک بیکند میں جمع ہو رہے ہیں اور ان کا ارادہ اسلامی ممالک پر تاخت کرنے کا ہے۔ ترک بھی مشرک تھے۔ عبیداللہ نے ترکوں کی سرکوبی کیلئے ایک مہم بھیجی۔ مسلمانوں نے ترکوں کو شکست دیکر بیکند پر قبضہ کر لیا۔ یہ فتح ۵۶ھ میں حاصل ہوئی:۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ کی وفات

مروان مدینہ کا حکمران تھا۔ وہ نہایت بداعمال تھا۔ ام المومنین حضرت عائشہ اس کی مخالفت کیا کرتی تھیں۔ اس وقت وہ بہت ضعیف اور بوڑھی ہو گئی تھیں مروان نے انھیں دہوکہ دے کر ایک گڑھے میں جس میں اس نے ننگی تلواریں اور خنجر چھپا دیئے تھے گرا دیا۔ آپ سخت زخمی ہوئیں اور ان زخموں کے صدمہ سے جانبر نہ ہو سکیں۔ چنانچہ ۵۵ھ میں فوت ہو گئیں اور جنت البقیع کے قبرستان میں مدفون ہوئیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی وفات

حضرت ابو ہریرہ بھی بہت بوڑھے ہو گئے تھے وہ اکثر دعا مانگا کرتے تھے کہ الٰہی میں لڑکوں کی حکومت اور سنہ ۶۰ھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ خدا نے ان کی دعا قبول کی اور سنہ ۶۰ھ میں وفات پا گئے۔

امیر معاویہ کی وفات

شروع ماہ رجب سنہ ۶۰ھ میں امیر معاویہ بیمار ہوئے اور بیماری نے کچھ ایسا طول پکڑا کہ انھیں صحت کی توقع نہ رہی انہوں نے یزید کو طلب کیا یزید سیر و شکار میں مصروف تھا۔ جب وہ حاضر ہوا۔ تو امیر معاویہ نے اس سے فرمایا:-

بیٹا! اب میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ میں نے تیری ولیعہدی پر اس لئے بیعت لی تھی کہ تو مسلمانوں کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ بتا تو مسلمانوں کے ساتھ کس طرح پیش آئے گا۔"

یزید نے کہا میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کروں گا!

امیر معاویہؓ نے کہا۔ بھیک ہے لیکن سنت صدیقی پر بھی عمل کرنا انھوں نے

مرتدین سے جنگ کی اور اسی حالت میں فوت ہوئے کہ امت ان سے خوش تھی سیرت عمرؓ کی بھی پیروی کرنا۔ انہوں نے شہروں کو آباد کیا دشمنان اسلام کے ممالک کو فتح کیا۔ اور مال غنیمت فوج پر تقسیم کیا۔ سیرت عثمانؓ غنی پر بھی عمل کرنا۔ انہوں نے سخاوت سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔

یزید نے کہا۔ نہیں میرے لئے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہی کافی ہے!

امیر معاویہ نے کہا۔ یزید! میں تم کو چند نصیحتیں کرتا ہوں اگر تو ان پر عمل کریگا تو اچھا فرمانروا ہوگا۔ عبداللہؓ بن عمرؓ کیطرف سے کوئی اندیشہ نہیں ہے وہ تارک الدنیا ہیں۔ انہیں حکومت و خلافت کی خواہش نہیں ہے عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیقؓ بھی بےضرر انسان ہیں وہ بھی دنیا سے بیزار ہیں لیکن عبداللہ بن زبیرؓ روباہ باز ہیں اگر تو ان پر قابو پائے تو انھیں فوراً قتل کرا دینا۔ حسینؓ بن علی المرتضٰے کو اہل عراق تیرے مقابلہ میں ضرور لائینگے اگر تو ان پر فتح پائے تو انہیں ہرگز قتل نہ کرنا۔ وہ اپنے باپ علی المرتضٰے کیطرح سید ہے ہیں۔ رسول اللہ کے نواسے ہیں۔ انھیں قتل کرکے اپنی عاقبت خراب نہ کرنا۔ ان کی قرابت اور رشتہ داری کا پاس و لحاظ کرنا۔ مکہ اور مدینہ کے رہنے والوں پر احسان کرنا۔ اہل عراق کو خوش رکھنا اور اہل شام کو ہمیشہ اپنا مددگار سمجھنا!

حضرت امیر معاویہؓ کا وقت آ پہنچا اور انہوں نے ۲۲ رجب ۶۰ھ کو وفات پائی۔ انکے پاس آنحضرت صلعم کے بال اور ناخن تھے۔ مرنیکے وقت انہوں نے وصیت کی تھی کہ یہ بال اور ناخن میرے منہ اور آنکھوں میں رکھدینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ قیس بن ضحاک نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور دمشق میں باب جابیہ اور باب صغیر کے درمیان انہیں دفن کر دیا گیا۔

عبدالرحمانؓ بن ابی بکر صدیقؓ کی وفات

انہیں ایام میں حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر صدیقؓ نے بھی وفات پائی بعض مؤرخوں

نے لکھا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ حضرت امیر معاویہ سے پہلے فوت ہو گئے تھے واللہ اعلم بالصواب :-

مدت خلافت

حضرت امیر معاویہ بیس۲۰ سال تک یعنے ۲۱ھ سے ۴۱ھ تک ملک شام کے گورنر رہے۔ ۴۱ھ میں حضرت امام حسن علیہ السلام کے خلافت سے دستبردار ہو جانے پر خلیفہ ہوئے اور اُنیس۱۹ سال تک خلافت کر کے ستتر سال کی عمر میں ۶۰ھ میں فوت ہوئے

حضرت امیر معاویہؓ کے فضائل

حضرت امیر معاویہ بڑے پایہ کے صحابی تھے آپ سے ایکسو تریسٹھ۱۶۳ احادیث مروی ہیں جن کو عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، ابوالدرداء وغیرہ اصحاب نے روایت کیا ہے۔ آپکے فضائل ہیں بہت سی حدیثیں مشہور ہیں امام احمد حنبلؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ الٰہی معاویہ کو حساب کتاب سکھا اور عذاب سے بچا ترمذی نے روایت کی ہے کہ ایک روز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی معاویہ کو ہدایت یافتہ اور ہدایت کرنے والا کر دے۔ امیر معاویہؓ خود فرماتے ہیں کہ مجھے خلافت کی اس وقت سے امید تھی جبکہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب تو بادشاہ ہو جائے تو لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ امیر معاویہ کا حلم بہت زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ ایک قریشی نوجوان ان کے پاس اس وقت پہنچا۔ جب وہ خلیفہ تھے اور انھیں بُرا بھلا کہنے لگا۔ امیر معاویہ نے اس سے کہا اے ابن عم! بادشاہ کے سامنے بدزبانی کا نتیجہ بُرا ہوتا ہے۔ بادشاہ کا غصہ بچہ کا سا اور مواخذہ شیر کا سا ہوتا ہے!

حلم و سخاوت کی دو۲ مثالیں

حضرت امیر معاویہ کے حلم اور سخاوت کی بہت سی داستانیں ہیں مگر ہم صرف دو۲ مثالیں

پیش کرتے ہیں:" قیس ہمدانی کی بیٹی زرقا تھی۔ جو اپنے قبیلہ کے ساتھ جنگ صفین میں حضرت علی المرتضٰی کی طرف شریک تھی۔ زرقا زبردست شاعرہ تھی۔ اُس نے اپنے اشعار سے نوجوانوں کے دلوں میں جنگ و پیکار کی رُوح پھونک دی تھی۔ ایک روز امیر معاویہ کے دربار میں اس کا ذکر ہوا۔ امیر معاویہ کو غصہ آ گیا۔ انہوں نے اہل دربار سے پوچھا۔ بتاؤ ایسی عورت کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ لوگوں نے کہا۔" اُسے قتل کر ڈالنا چاہئیے"۔

امیر معاویہ نے ترش رو ہو کر کہا۔ تم مجھ کو ایک صاف گو اور دلیر عورت کے قتل کا مشورہ دیتے ہو۔" زرقا اس وقت کوفہ میں تھی۔ امیر معاویہؓ نے کوفہ کے گورنر کو لکھا کہ زرقا کو یہاں بھیجدو۔ چنانچہ جب وہ حاضر دربار ہوئی تو امیر معاویہ نے اس سے دریافت کیا سفر کس طرح سے طے ہوا؟ اُس نے جواب دیا۔ جس طرح لڑکی ماں کی گود میں ہوتی ہے یا جیسے بچہ گہوارہ میں سوتا ہے۔" حضرت امیر معاویہ نے کہا ہم نے عامل کو اس طرح ہدایت کی تھی۔ زرقا! تجھے یاد ہے کہ تو جنگ صفین میں سُرخ اونٹ پر سوار تھی اور اپنے تیز و تند اشعار سے لوگوں کو میرے خلاف بھڑکا رہی تھی؟" زرقا نے کہا یاد ہے!

امیر معاویہ کیا تو نے یہ نہ کہا تھا کہ لوگو! تم اس فتنہ سے بچو جو ظلمت کے پردے ڈال رہا ہے چراغ آفتاب کے سامنے روشن نہیں ہو سکتا ستارے چاند کے سامنے ماند ہیں۔ عورتوں کی زینت مہندی سے ہے اور مردوں کی خون سے :"

زرقا۔ بے شک میں نے یہی کہا تھا۔ آپنے گذشتہ واقعات سنا کر میرے دل کو پر جوش اور میری روح کو تازہ کر دیا :۔

امیر معاویہؓ۔ اس روز تم نے میری توہین میں بہت سے اشعار کہے تھے اور حضرت علی المرتضٰی کی بہت تعریف کی تھی۔ اب تُو حضرت علی المرتضٰی کو کیسا سمجھتی ہے؟

زرقا۔ میں اس وقت بھی حضرت علی المرتضٰی کو تم سے بہتر سمجھتی تھی اور آج بھی سمجھتی ہوں مجھے اسی بات پر فخر ہے کہ میں اُنکے ساتھ شریک ہو کر تُم سے لڑی :۔

امیر معاویہ۔ زرقا! میں تیری آزادی۔ دلیری۔ صاف گوئی اور اخلاقی جرأت کی تعریف کرتا ہوں۔ لیکن اس سے زیادہ قابل عزت وستائش یہ بات ہے کہ تو آج بھی حضرت علی المرتضٰی سے ویسی ہی عقیدت ومحبت رکھتی ہے جیسی ان کی حیات میں رکھتی تھی تجھ جیسی قابل وفادار اور حق گو عورت کی حاجت روائی کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ تو اپنی ضرورت بیان کر:۔

زرقا۔ جس کے خلاف میں ہمیشہ اپنے خیالات کا اظہار کرتی رہی۔ لڑائیوں میں فوجوں کو بھڑکاتی رہی۔ اس سے اب کس منہ سے سوال کروں:۔

امیر معاویہ۔ تو سوال نہ کر مگر معاویہؓ تجھے دے گا!

چنانچہ امیر معاویہ نے اُسے اسقدر دیا کہ وہ دولتمند ہو گئی اور امیرانہ شان سے زندگی بسر کرنے لگی۔" قبیلہ ہلال کی ایک عورت بکارہ نام تھی نہایت عاقل اور زبردست شاعرہ تھی۔ وہ بھی حضرت علی المرتضٰی کی طرفدار تھی اور حضرت امیر معاویہ کے سخت خلاف ایک روز امیر معاویہؓ نے اُسے دربار میں طلب کیا۔ اور پوچھا۔ بکارہ" کیا تو وہی ہے جو میری تذلیل وتوہین میں اشعار کہتی تھی؟۔ بکارہ نے جوابدیا۔" ہاں میں صاف گو ہوں جو میرے دل میں آتا ہے وہ زبان سے نکلجاتا ہے۔" مروان بھی اس وقت موجود تھا اس نے کہا۔ امیر المومنینؓ! اسکے اشعار سُنئے! اس نے کہا تھا!

شعر

أترى ابن هند للخلافة مالكا ... هيهات ذاك وما أراد بعيد

منتك نفسك في الخلاء ضلالة ... أغراك عمرو للشقا وسعيد

یعنے۔ کیا ہم ابن ہند (امیر معاویہؓ) کو خلیفہ سمجھیں۔ یہ دور از قیاس ہے کیونکہ یہ اسکے رتبہ سے بالاتر ہے۔ اے معاویہؓ! تجھے تیرے نفس نے گمراہی میں ڈال دیا ہے۔ اور عمرو بن العاص اور سعید بن العاص نے تجھے بدبختی کیطرف ورغلایا ہے:۔

سعید بن العاص بھی اس وقت وہاں موجود تھے۔ انہوں نے کہا اسکے تین اشعار مجھے بھی یاد ہیں سنئے (ہم ان اشعار کا ترجمہ پیش کرتے ہیں) ۔ یعنے میری آرزو تھی کہ میں مرجاؤں اور بنی امیہ میں سے کسی کو منبر پر خطبہ پڑھتے نہ دیکھوں مگر خدا نے میری عمر کی رسی دراز کردی۔ یہاں تک کہ زمانہ کے عجیب کرشمے میری نظروں سے گذرے اور میں نے امیر معاویہ کو خطبہ پڑھتے دیکھا"۔ بکارہ نے کہا اے امیر معاویہ! بے شک یہ اشعار میرے ہی ہیں۔ لیکن جو کلام ابھی تم نے نہیں سنا وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہے امیر معاویہ نے ہنس کر کہا ہوگا۔ بتاؤ! میں تمہاری کیا حاجت روائی کروں"؟ بکارہ نے کہا۔ اس بے لطفی کے بعد اظہار حاجت مناسب نہیں ہے" یہ کہکر وہ اٹھکر چلی گئی!

حضرت امیر معاویہ نے اسکے گھر پر اسقدر دولت بھیجدی کہ اسکے بعد اُسے کسی حاجت کی ضرورت ہی نہ رہی! شعبی کا قول ہے کہ عاقلان عرب چار ہیں۔ معاویہ زیاد عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ! معاویہ حلم و خردمندی کی وجہ سے۔ زیاد دوراندیشی کی بنا پر۔ عمرو بن العاص مشکلات پیش آمدہ کے سلجھانے کی قابلیت کے سبب۔ اور مغیرہ اوسان خطا نہ ہونے کی وجہ سے"۔ جابرؓ کا قول ہے کہ حضرت عمر فاروق سے بڑھکر قرآن و فقہ کا عالم، طلحہؓ بن عبیداللہ سے بڑھکر بغیر سوال کے عطا کرنے والا۔ عمروؓ بن العاص سے بڑھکر مخلص دوست اور حضرت امیر معاویہ سے بڑھکر حلیم و عقیل میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت عقیلؓ حضرت علے المرتضے کے بھائی حضرت امیر معاویہ کے پاس حضرت علے المرتضے سے ناراض ہوکر چلے آئے تھے۔ ایک روز امیر معاویہ نے خوش طبعی کے طور پر کہا۔ دیکھو یہ عقیل ہیں! ان کے چچا ابولہب تھے! حضرت عقیل نے فوراً جوابدیا۔ دیکھو یہ معاویہؓ ہیں ان کی پھوپھی حمالۃ الحطب (سر پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھانے والی) تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ کا علم غصہ کے لئے تریاق تھا۔ انکی سخاوت زبانوں پر قفل لگادیتی تھی۔ انہیں دلوں کو جوڑنا خوب آتا تھا

اور یہی سبب ان کی حکومت کے استحکام کا ہوا:۔

امیر معاویہ کی اولیات

امیر معاویہ نے سب سے پہلے محکمہ ڈاک قائم کیا اور اس محکمہ کے لئے آئین مقرر کئے۔ احکام پر مُہر لگانے اور ہر حکم کی نقل دفتر میں رکھنے کا طریقہ ایجاد کیا۔ انہوں نے عبداللہ بن محصن کو منصرم محافظ خانہ مقرر کیا تھا۔ ان کی مُہر پر لِکُلِّ عملٍ ثوابٌ کندہ تھا

ان کے عہد سے پہلے خانہ کعبہ پر غلاف پہلے غلافوں کے اوپر ہی چڑھائے جاتے تھے۔ انہوں نے تمام پرانے غلافوں کو اتروا کر حکم دیا کہ جب نیا غلاف چڑھایا جائے تو پرانا اُتار لیا جایا کرے۔ انہوں نے ہی محکمہ رجسٹری بھی قائم کیا۔ سب سے پہلے جہازات بنوائے اور بحری فوج تیار کی۔ مسجدوں میں حجرے بنانے کا رواج دیا:۔

ازواج و اولاد

حضرت امیر معاویہ نے چار نکاح کئے ایک میسون بنت مجدل سے۔ دوسرا فاختہ بنت عبد عمرو سے تیسرا نائلہ بنت عمارہ کلابیہ سے۔ اور چوتھا کتوہ بنت قرظہ سے:۔

اولاد میں یزید۔ عبدالرحمٰن اور عبداللہ تھے۔ عبدالرحمٰن کا نسلی سلسلہ نہ چلا اور عبداللہ کے بھی صرف ایک لڑکی عاتکہ نامی ہوئی۔ جس کا نکاح یزید بن عبدالملک کے ساتھ ہوا:۔

آپ کے عہد خلافت میں مشاہیر صحابہ کرام میں سے جنھوں نے وفات پائی ان کے نام ذیل میں درج ہیں:۔

اسمائے گرامی	سنہ وفات	مختصر حالات
ابو رافع رضی	۴۱ھ	آنحضرت صلعم کے آزاد کردہ غلام تھے
ابو موسیٰ اشعری رضی	۵۰ھ	مشہور صحابی اور صاحب رائے تھے!
ابو ایوب انصاری رضی	۵۲ھ	اصحاب بدر سے ہیں محاصرۂ قسطنطنیہ کے وقت وفات پائی!
ابو بکر نفیع رضی بن الحرث	۵۱ھ	مشہور طبیب تھے زیاد کے اخیافی بھائی تھے
ابو قتادہ انصاری رضی	۵۴ھ	اصحاب بدر سے ہیں
اسامہ بن زید رضی	۵۴ھ	مشہور شخص ہیں آنحضرت صلعم کو ان سے بہت محبت تھی
ارقم بن ارقم مخزومی	۵۵ھ	یہ وہ بزرگ ہیں جنکے مکان کو درسگاہ اول ہونے کا شرف حاصل ہے
ابو الیسر کعب رضی بن عمرو انصاری	۵۵ھ	اصحاب بدر سے ہیں جنگ صفین میں حضرت علی المرتضیٰ کے ہمراہ تھے :-
ابو المحذورة رضی	۵۹ھ	مکہ میں آنحضرت صلعم کے مؤذن تھے اور تا انتقال وہیں رہے اور اذان دیتے رہے :-
ثابت رضی بن ضحاک	۴۵ھ	اصحاب بیعت اولے سے ہیں!
ابو ہریرہ رضی	۵۹ھ	مشہور صحابی ہیں
ثوبان رضی	۵۴ھ	رسول اللہ صلعم کے آزاد کردہ غلام تھے
جبیر رضی بن مطعم	۵۷ھ	مشہور صحابی ہیں
حبیب بن مسلمہ فہری	۴۲ھ	مشہور صحابی ہیں امیر معاویہ کیطرف سے آرمینیہ کے گورنر تھے
حسن بن علی کرم	۵۱ھ	آنحضرت صلعم کے نواسہ تھے!
زید بن ثابت انصاری	۴۵ھ	مشہور صحابی ہیں
زید رضی بن خالد جہنی	۵۰ھ	مشہور صحابی ہیں
زید بن شجرہ	۵۴ھ	مشہور صحابی ہیں

اسمائے گرامی	سنہ وفات	مختصر حالات
سلمہ بن سلامہ انصاری	سنہ ۴۵ھ	اصحاب بدر و عقبہ سے ہیں ستر سال کی عمر میں وفات پائی
سعدؓ بن ابی وقاص	سنہ ۵۰ھ	عشرہ مبشرہ سے ہیں آنحضرت صلعم کے ماموں تھے فاتح ایران تھے!
سعیدؓ بن زید	سنہ ۵۱ھ	عشرۂ مبشرہ سے ہیں مدینہ میں مدفون ہوئے!
سعیدؓ بن یربوع	سنہ ۵۴ھ	مشہور صحابی ہیں
سمرہؓ بن جندب	سنہ ۵۸ھ	مشہور صحابی ہیں۔ کوفہ کے نائب مقرر ہوئے تھے!
سعیدؓ بن العاص	سنہ ۵۹ھ	سنہ ۱ھ میں پیدا ہوئے تھے
صفوانؓ بن امیہ	سنہ ۴۳ھ	یہ بھی مشہور صحابی تھے
عبداللہؓ بن سلام	سنہ ۴۳ھ	مشہور صحابی۔ کتب سماوی کے متبحر عالم تھے
عاصمؓ بن عدی انصاری	سنہ ۴۵ھ	اصحاب بدر میں سے تھے
عثمانؓ بن العاص	سنہ ۵۰ھ	مشاہیر صحابہ میں سے ہیں!
عبدالرحمنؓ بن سمرہ	سنہ ۵۰ھ	مشہور صحابی تھے
عمرانؓ بن الحصین خزاعی	سنہ ۵۲ھ	مشہور صحابی ہیں۔ بصرہ میں وفات پائی
عبدالرحمنؓ بن ابوبکر	سنہ ۵۳ھ	مشہور صحابی تھے۔ خلیفہ اول کے بیٹے تھے اثنائے سفر مکہ میں
" " " " "	" "	ایک شب کو سوئے سوتے ہی رہ گئے!
عمروؓ بن حزم انصاری	سنہ ۵۳ھ	مشاہیر صحابہ سے ہیں
عبداللہؓ بن انیس الجہنی	سنہ ۵۴ھ	مشہور صحابی ہیں!
عبداللہؓ بن عامر	سنہ ۵۷ھ	مشاہیر اسلام سے ہیں
عبداللہؓ بن قدامہ	سنہ ۵۷ھ	مشہور صحابی ہیں
عثمانؓ بن شیبہ	سنہ ۵۷ھ	یہ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے بنی شیبہ کے اجداد میں سے ہیں
عقبہؓ بن عامر الجہنی	سنہ ۵۸ھ	صحابی ہیں جنگ صفین میں امیر معاویہؓ کے ساتھ تھے

اسمائے گرامی	سنہ وفات	مختصر حالات
عمیرؓ بن یثربی	۵۸ھ	مشاہیر اسلام سے ہیں بصرہ کے قاضی تھے!
عبداللہؓ بن عامر کرز	۵۹ھ	مشہور صحابی ہیں مکہ میں وفات پائی عرفات میں مدفون ہوئے
فیروزؓ دیلمی	۵۳ھ	مشہور صحابی ہیں امیر معاویہ کیطرف سے صنعا کے عامل تھے
فضالہؓ بن عبید انصاری	۵۳ھ	احد اور بعد کے غزوات میں شریک تھے. امیر معاویہ کیطرف سے
〃 〃 〃	〃 〃 〃	دمشق میں قاضی تھے اور دمشق ہی میں وفات پائی۔
قیسؓ بن سعد انصاری	۵۹ھ	یہ بھی مشہور صحابی ہیں
کعبؓ بن عجزہ	۵۲ھ	مشاہیر اسلام سے ہیں
لبیدؓ بن ربیعہ	۴۱ھ	مشہور شاعر تھے مسلمان ہوتے ہی شاعری چھوڑ دی تھی اور دن
〃 〃 〃	〃 〃 〃	رات قرآن شریف پڑھا کرتے تھے پچپن (۵۵) سال کی عمر میں وفات پائی
مدلاجؓ بن عمرو سلمی	۵۰ھ	کل مشاہد میں آنحضور صلعم کے ساتھ رہے!
مخرمہؓ بن نوفل	۵۴ھ	فتح مکہ کے وقت ایمان لائے ایک سو پندرہ (۱۱۵) سال کی عمر میں
〃 〃 〃	〃 〃 〃	وفات پائی :-
مالکؓ بن عبادہ غافقی	۵۸ھ	مشاہیر اسلام میں سے ہیں
مرہؓ بن کعب سلمی	۵۹ھ	مشہور صحابی ہیں
ہانی بن نیار بن عمرو	۴۲ھ	انصاری ہیں. براء بن عازب انصاری کے ماموں تھے. بدر
〃 〃 〃	〃 〃 〃	اور عقبہ میں شریک تھے :-
حسانؓ بن ثابت	۴۰ھ	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور شاعر تھے!

حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں حسب ذیل امہات المومنین نے بھی وفات پائی!

حضرت عائشہؓ۔ حضرت ام حبیبہؓ۔ حضرت صفیہؓ۔ حضرت میمونہؓ حضرت ام سلمہؓ

حضرت حفصہؓ اور حضرت جویریہؓ۔

خلافت امیر معاویہؓ پر سرسری نظر

امیر معاویہؓ نے انیس سال اور چند ماہ خلافت کی۔ اس دوران میں کوئی باہمی نزاع نہیں ہوا نہ کوئی مدعی خلافت ہوا نہ کسی صوبہ میں بغاوت ہوئی حتیٰ کہ خوارج بھی خروج نہ کرسکے۔ نہ سلطنت اسلامیہ سے کوئی علاقہ خارج ہوا بلکہ اور فتوحات حاصل ہوئیں اور اسلامی حکومت کا رقبہ وسیع ہو گیا۔ مسلمانوں نے بحری لڑائیاں لڑیں اور فتح اور شہرت پائی۔ قیصر روم کے دارالسلطنت قسطنطنیہ پر حملہ کیا اور اس سے رومی اس قدر مرعوب ہو گئے کہ انھیں اسلامی ممالک پر تاخت کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ حضرت علی المرتضیٰ کے زمانہ میں عراق اور ایران میں جو شورش اور بغاوت پائی جاتی تھی اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا تھا۔ تمام لوگ مطیع اور پرامن ہو گئے تھے۔ ان وجوہات سے امیر معاویہ کا عہد سلطنت کامیاب کہا جا سکتا ہے۔ حضرت عمر فاروق کی طرح انھوں نے بھی حکومت کی مشین میں ایسے کل پرزے استعمال کئے جس سے ان کا دور حکومت بعد کی حکومتوں سے ہزار درجہ بہتر رہا۔

حضرت علی کرم اور حضرت امیر معاویہؓ کی مخالفت

ہم جلد اول میں اس بحث پر کافی روشنی ڈال چکے ہیں ہمارے نزدیک دونوں بزرگ اور افضل الناس تھے۔ دونوں اپنے اپنے خیالات و عقائد پر جمے ہوئے تھے۔ اس سے کہیں مذہبی عقیدہ نہ سمجھ لینا۔ اس وقت تک مسلمانوں میں کوئی فرقہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ عبداللہ بن سبا نے جس فرقہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ وہ اگرچہ پیدا ہو چکا تھا۔ مگر عقیدہ کے لحاظ سے کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا تھا جس عقیدہ کے صحابۂ کرام اور خلفائے عظام پابند تھے اسی عقیدہ پر وہ تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ کا بھی مذہباً وہی عقیدہ تھا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ کا تھا بلکہ یہ خیالات اور عقائد

سیاسی تھے۔ حضرت علی المرتضٰے خود کو حق پر سمجھتے تھے اور حضرت امیر معاویہ اپنے آپکو حق پر جانتے تھے یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام میں سے بھی جو جسے حق پر سمجھتا تھا اسی کا طرفدار ہو گیا یہانتک کہ امیر معاویہؓ کے بھائی زیاد بن ابوسفیان حضرت علی المرتضٰے کو حق پر سمجھتے تھے وہ ان کے ساتھ تھے اور حضرت علی المرتضٰے نے انھیں گورنر مقرر کر رکھا تھا۔ انہیں زیاد پر پورا پورا اطمینان تھا۔ اسی طرح حضرت عقیلؓ جو حضرت علی المرتضٰے کے بھائی تھے حضرت امیر معاویہؓ کو حق پر سمجھتے تھے اور وہ انکے مشیر خاص تھے۔ حضرت امیر معاویہ ان سے مشورے لیا کرتے تھے اور ان پر کامل اعتماد رکھتے تھے۔ حضرت علی المرتضٰے اور حضرت امیر معاویہ میں اختلاف الرائے تھا۔ مخالفت نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کا پاس و لحاظ کرتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ اکثر حضرت علی المرتضٰے سے استفتا طلب کر لیا کرتے تھے اور حضرت علی المرتضٰے اس سے خوش ہوتے تھے۔ جبکہ حضرت علی المرتضٰے اور حضرت امیر معاویہ میں جنگ پیکار کی آگ مشتعل تھی۔ ادہر خوارج نے حضرت علی المرتضٰے کو پریشان کر رکھا تھا۔ ادہر عراق اور ایران میں شورشیں اور بغاوتیں ہو رہی تھیں قیصر روم نے ان دونوں کے اختلاف کو مخالفت سمجھکر اس سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اسے بھی حضرت علی کرم کی مشکلات کا علم ہو گیا۔ اس نے ایران کے شمال میں رومی فوجیں بھیجدیں اس کا خیال تھا کہ اسکی اس حرکت سے امیر معاویہ خوش ہونگے اور چونکہ علی المرتضٰے اس کا مقابلہ کرنیکے ناقابل ہیں اسلئے وہ شمالی ایران پر قبضہ کر لیگا لیکن جونہی اس امر کی امیر معاویہ کو اطلاع ہوئی انہوں نے فوراً قیصر روم کو خط لکھا کہ ہمارے آپس کے اختلاف سے دہوکہ میں نہ آؤ ہم باہم معرکہ آرا پڑے ہوں لیکن دوسرے کے مقابلہ میں ایک ہیں اگر تمہاری فوجیں ایران کے علاقہ میں ذرا بھی بڑہیں تو سب سے پہلا میں وہ شخص ہوں گا۔ جو حضرت علی المرتضٰے کے جھنڈہ کے نیچے پہنچکر ایک ادنٰے سپاہی کی طرح لڑوں گا۔ اور یہ خوب سمجھ لو کہ جب تک قسطنطنیہ کو فتح نہ کروں گا۔ واپس نہ لوٹوں گا۔ اس خط کا وہ اثر ہوا جو زبردست لشکر بھیجنے کا بھی نہ ہوتا

قیصر روم نے فوراً اپنی فوجیں حضرت علی المرتضیٰ کے علاقہ کی سرحد سے ہٹالیں اور اسے ایران میں پیشقدمی کرنیکی جرأت ہی نہ ہوئی :۔

جنگ کی نوعیت

یہ خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ آنحضرت صلعم کے تربیت یافتہ اور داماد بھی تھے جلیل القدر صحابی تھے۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہ آنحضرت صلعم کے سالے یعنی ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کے بھائی مشہور صحابی اور کاتب وحی تھے پھر یہ دونوں کیوں لڑے اس کا جواب میرے خیال میں صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوا پنے آپکو حق پر سمجھتے تھے اور چونکہ دونوں بہادر تھے اسلئے دونوں نے تلوار کے زور سے فیصلہ کرنیکا ارادہ کرلیا۔ یہ راستی اور بہادری کی ایک شان ہے اور بہادر اقوام ایسا ہی کیا کرتی ہیں۔ یورپ کے مہذب ممالک میں بھی یہ دستور ہو گیا ہے کہ جب دو شخصوں میں باہمی نزاع ہو تو دونوں ہتھیار اٹھا کر قسمت آزمائی کر لیتے ہیں حکومت وقت بھی ایسی لڑائیوں میں مزاحم و مخل نہیں ہوتی یورپ کی بان میں اس قسم کی مقابلہ آرائی کو جنگ ڈوئیل کہا جاتا ہے :۔

مصلحت خداوندی

آنحضور صلعم سے لیکر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی خلافتوں تک مسلمان ہر وقت شمشیر بکف رہے ہر لمحہ زور آزمائیوں اور معرکہ آرائیوں میں گذرا اور فتوحات کا سیلاب اس تیزی سے بہا کہ متعدد ممالک کے نظم ونسق کا بار بھی سر پر آپڑا اس سے مسائل شرعیہ کی ترتیب و تنظیم اور احادیث نبوی کی حفاظت و تبلیغ کا کوئی انتظام نہ ہوسکا۔ وہ لوگ جو فقہی مسائل کو سلجھا سکتے تھے جنگی اور ملکی خدمات میں مصروف رہتے تھے اور جہاد جیسے ثواب سے ہٹ کر ان کا ایسے کاموں میں مصروف ہونا ناممکن تھا۔ حالانکہ خدا کو یہ منظور تھا کہ شریعت اسلامیہ محفوظ ہو جائے تاکہ آئیندہ نسلیں اس سے فائدہ حاصل کرسکیں چنانچہ مسلمانوں میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا۔ اس اختلاف سے بہت سے جلیل القدر صحابی میدان جنگ

سے ہٹ آئے اور وہ گوشہ نشین ہو کر شریعت اسلامیہ کی ترتیب و تنظیم اور احادیث نبوی کی تدوین میں مصروف ہو گئے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ کبھی بھی جہاد سے ہٹ کر اس کام میں مصروف نہ ہوتے۔ آج ہم انہیں کی خوشہ چینی کرتے ہیں انہوں نے ہی آئندہ نسلوں کے لئے تعلیم اسلام کا ذخیرہ فراہم کر کے محفوظ کر دیا اور ہم اس سے مستفید ہو رہے ہیں اسلئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کی اس باہمی مخالفت میں خدا کی یہ مصلحت بھی تھی اگر حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ کی معرکہ آرائیاں نہ ہوتیں تو صحابۂ کرام گوشہ نشین ہو کر تعلیم و تدریس اور تدوین و تنظیم کیطرف ہرگز متوجہ نہ ہوتے۔ اور جب وہ توجہ نہ کرتے تو ہم شریعت اسلامیہ کے بڑے حصے سے محروم رہجاتے آج حدیث اور فقہ کی جو کتابیں نظر آتی ہیں وہ سب اس زمانہ کی مرہون منت ہیں اسلئے ہمیں یہی سمجھنا چاہیئے کہ جو کچھ ہوا وہ خدا کی طرف سے ہوا اسمیں نہ حضرت علی المرتضیٰ کا کوئی قصور ہے نہ حضرت امیر معاویہ کی کوئی خطا ہے یہ دونوں اسلام کے رکن تھے۔ آنحضرت صلعم کے حبیب تھے ان میں سے کسی کو بھی برا کہنا گنہگار بننا ہے :۔

یزید بن معاویہؓ

یزید کے باپ کا نام معاویہؓ اور ماں کا نام میسون بنت مجدل تھا یہ ۲۶ھ میں پیدا ہوا تھا۔ امیر معاویہ کا انتقال ۶۰ھ میں ہوا تھا اس لئے انکے انتقال کے وقت یزید کی عمر چونتیس ۳۴ سال کی تھی۔ وہ لحیم و شحیم تھا اسکے جسم پر بال کثرت سے تھے اس نے ایسے گھر میں آنکھیں کھولی تھیں جسمیں حکومت و امارت تھی بڑے ناز و نعم میں پرورش پائی تھی۔ جب وہ بڑا ہوا تو اسے مہمات ملکی میں بھی شریک کر لیا تھا لیکن امیر معاویہ نے اسکی تعلیم و تربیت کیطرف سے غفلت نہیں کی تھی چنانچہ ۴۸ھ میں جب قسطنطنیہ پر حملہ ہوا تو یزید کو بھی ایک دستے کا افسر مقرر کر کے بھیجا گیا تھا۔ اس وقت اسکی عمر بائیس ۲۲ سال کی تھی۔ ایک یا دو ۲ مرتبہ امیر حج بھی مقرر ہوا تھا۔ اسے شکار کا بڑا ذوق تھا چنانچہ جب امیر معاویہ بیمار ہوئے

وہ اس وقت بھی شکار کھیلنے دمشق سے باہر گیا ہوا تھا۔ امیر معاویہ نے اپنی حیات ہی میں اس کی ولیعہدی اور خلافت کے لئے بیعت لے لی تھی اس میں شبہ نہیں کہ ان کی یہ حرکت خلفائے راشدین کے طرز عمل کے خلاف تھی۔ اگرچہ جب حضرت علیؓ کرم کو عبدالرحمٰن بن ملجم نے زخمی کیا اور انکی شہادت کا وقت قریب آیا۔ اور اس وقت جب لوگوں نے ان سے پوچھا کہ "کیا آپکے بعد ہم حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں؟" تو حضرت علے المرتضےٰ نے فرمایا کہ تم جو مناسب سمجھنا کرنا" اس سے ایک طرح پر حضرت علے المرتضےٰ کی رضامندی ظاہر ہوتی ہے لیکن ان سے پہلے تینوں خلفاء میں سے کسی نے بھی اپنے عزیزوں یا بیٹوں میں سے کسی کو خلافت کے لئے نامزد نہ کیا۔ اور یہ بدعت حضرت امیر معاویہ نے ہی شروع کی۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ امیر معاویہ کو اس کا خیال بھی نہیں آیا تھا۔ ان کے دماغ میں اس خیال کو پیدا کرنے والے مغیرہؓ بن شعبہ تھے اور امیر معاویہ سے نہیں بلکہ مغیرہؓ سے یہ غلطی ہوئی۔ چنانچہ حسنؓ البصری فرماتے ہیں کہ خدا معاف کرے مغیرہ نے مسلمانوں میں ایک ایسی رسم جاری کردی جس سے مشورہ جاتا رہا اور باپ کے بعد بیٹا بادشاہ ہونے لگا:۔

یزید کی بیعت

امیر معاویہ کی وفات کے بعد سب سے پہلے بلا کسی حیل وحجت کے اہل شام نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اب یزید نے تمام صوبوں کے عاملوں کو لکھا کہ اسکے لئے تمام مسلمانوں سے بیعت لی جائے اس وقت مدینہ میں ولید بن عتبہ بن ابی سفیان مکہ میں عمرو بن سعید۔ کوفہ میں نعمان بن بشیر اور بصرہ میں عبیداللہ بن زیاد گورنر تھے ان میں سے مدینہ کے عامل نعمان بن بشیر نہایت نیک طبیعت اور صلح جو انسان تھے یزید نے ولید بن عتبہ کو مدینہ میں لکھا کہ امیر المومنین معاویہ کا انتقال ہوچکا ہے شام والوں نے

میرے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے۔ اب تم اہل مدینہ سے بیعت لو خصوصاً عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن عباسؓ۔ عبداللہ بن زبیرؓ اور حسین بن علی المرتضےٰ سے لیکن اگر عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباس کچھ حجت کریں تو انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ البتہ عبداللہ بن زبیرؓ اور حسینؓ ابن علی المرتضےٰ سے بلا تاخیر بیعت لو۔ جس وقت یہ حکم مدینہ میں ولید کے پاس پہنچا اس وقت مروان بن حکم بھی وہاں موجود تھا۔ یہ شخص پہلے مدینہ کا عامل تھا۔ اب ولید کا مشیر تھا۔ اس نے منشائے حکم سے مطلع ہوتے ہی ولید سے کہا۔ کہ اگرچہ عبداللہ بن عمرؓ سے لوگ عام طور پر خوش ہیں اور انھیں خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ دنیا سے بیزار ہیں اور خلافت کو پسند نہیں کرتے۔ عبداللہ بن عباس نہ ہر دلعزیز ہیں نہ ان کو خلافت کی خواہش ہے مگر عبداللہ بن زبیرؓ اور حسین بن علی کرم دونوں مدعیان خلافت ہیں سب سے پہلے انھیں بلا کر بیعت لے لو۔ اگر وہ بیعت نہ کریں تو فوراً قتل کر ڈالو۔ چنانچہ ولید نے فوراً ان دونوں بزرگوں کو طلب کیا۔

چونکہ یہ طلبی بے وقت ہوئی تھی اسلئے دونوں کھٹک گئے۔ عبداللہ بن زبیرؓ تو آئے ہی نہیں۔ البتہ حضرت امام حسینؓ اپنے عزیزوں کو جمع کر کے تشریف لائے ان سب لوگوں کو تو دروازہ پر بٹھا دیا اور خود اندر ولید کے پاس پہنچے۔ ولید نے انھیں یزید کا خط دکھایا۔ حضرت حسینؓ نے حضرت امیر معاویہ کے انتقال پر اظہار افسوس کر کے ان کے لئے دعائے مغفرت کی اور بیعت کے متعلق کہا کہ جلدی نہ کیجئے اس طرح خفیہ طور پر میرا بیعت کرنا مناسب نہیں ہے جب آپ سب سے بیعت لے لینگے اس وقت میں بھی آؤں گا۔ ولید نے اسے بخوشی منظور کر لیا۔ لیکن مروان نے کہا۔ کیا غضب کرتے ہو۔ اگر یہ چلے گئے تو پھر ہاتھ نہ آئینگے ان سے یا تو اس وقت بیعت لے لو یا انہیں قتل کر ڈالو۔ لیکن ولید نے اسکے مشورہ کو قبول نہ کیا اور حضرت امام حسینؓ واپس چلے آئے مروان نے انکے چلے جانیکے بعد ولید کو ملامت کرنا شروع کی۔

ولید نے کہا مروان! میں جانتا ہوں کہ حسینؓ بیعت نہ کریں گے اگر وہ اس وقت صاف طور پر انکار بھی کر دیتے ہیں اس وقت بھی ان سے تعرض نہ کرتا۔ اگر مجھے تمام دنیا کی دولت اور سارے زمانہ کی حکومت بھی ملتی ہو تب بھی میں حسینؓ کو قتل نہ کروں۔ وہ رسول اللہ کے نواسے اور سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہرؓا کے جگر گوشہ ہیں انھیں قتل کر کے میں اپنی عاقبت خراب کرنا نہیں چاہتا۔ عبداللہ بن زبیر کو ہر چند بلایا لیکن وہ نہ آئے مجبوراً ولید نے اپنے غلاموں کو ان پر متعین کر دیا۔ جب عبداللہ بن زبیرؓ کو غلاموں نے زیادہ تنگ کیا تو انہوں نے ولید سے کہلا بھیجا کہ مجھے آج رات کی مہلت دو صبح دیکھا جائے گا۔ ولید نے منظور کر کے غلاموں کو واپس بلا لیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ رات ہی کو اپنے اہل و عیال کو لے کر غیر معروف راستہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے

صبح جب ولید کو اطلاع ہوئی تو وہ معہ تیس سواروں کے ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے مگر ان کا سراغ نہ چلا شام کو ناکام واپس آیا۔ چونکہ ولید اور مروان دن بھر مدینہ سے باہر رہے اسلئے حسینؓ کی طرف توجہ نہ کر سکے۔ رات کو انھیں طلب کیا حضرت حسینؓ نے کہلا بھیجا کہ صبح تک صبر کرو۔ ولید خاموش ہو گیا۔ اسی رات حسینؓ کے بھائی محمد بن الحنفیہ حسینؓ کے پاس آئے اور کہا۔ اگر تم یزید کی بیعت کرنا نہیں چاہتے تو کسی ایسے شہر میں چلے جاؤ جہاں امن سے رہ سکو۔ مجھے خوف ہے کہ تم ایسے شہر یا ایسی قوم میں نہ چلے جاؤ جس کے لوگ آپکو دھوکہ دیں۔ اور جس سے بدی کی ابتداء تم سے ہی ہو۔ حضرت امام حسینؓ نے کہا میں یزید کی بیعت ہرگز نہیں کر سکتا۔ مگر جاؤں کہاں ؟ محمد بن الحنفیہ نے کہا مکہ چلے جاؤ۔ حضرت حسین بھی معہ اہل و عیال کے مکہ جانیکو تیار ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان سے آکر کہا۔ لا تفرقا جماعۃ المسلمین۔ یعنی مسلمانوں کی جمعیت کو متفرق کر کے نہ جاؤ۔ مگر حضرت امام حسینؓ چلے گئے۔ صبح جب ان کی روانگی کا حال ولید کو معلوم ہوا تو اس نے کہا۔ چلے گئے جانے دو۔ میں ان کا تعاقب نہ کروں گا۔ ممکن ہے کہ وہ مقابلہ

کرنے پر تیار ہو جائیں۔ مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ ان کے خون سے ہاتھ رنگوں۔ عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ سے کسی نے تعرض نہ کیا۔ اور یہ دونوں بزرگ بھی چند روز کے بعد مدینہ سے مکہ کیطرف چلے گئے اس وقت مکہ میں حارث بن حُر گورنر تھا

عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت

حضرت حسینؓ ابن علی المرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ دونوں ایک ساتھ ہی مکہ میں داخل ہوئے۔ عبداللہ بن صفوان بن امیہ نے جو شرفائے مکہ میں سے تھے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کے بعد تقریباً دو ہزار آدمیوں نے جو شرفائے مکہ میں شمار ہوتے تھے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور مکہ کی عنان حکومت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے سپرد کر دی۔ حضرت حسینؓ بھی مکہ میں موجود تھے لیکن نہ کسی نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی نہ انہوں نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ نہ عبداللہ بن زبیرؓ نے ان سے یا ان کے خاندان والوں سے بیعت لینی چاہی۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے حارث بن حُر کو جو یزید کیطرف سے مکہ کا گورنر تھا۔ گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اور اس طرح یزید کی حکومت مکہ سے ختم ہو گئی۔ چند روز کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی آ گئے۔ مگر ان دونوں نے بھی عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی نہ ابن زبیرؓ ہی نے ان سے بیعت کے لئے کہا۔ سوائے ان چند اشخاص کے باقی تمام اہل مکہ نے ابن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بعض مؤرخوں کا یہ خیال ہے کہ یہ بیعت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی خلافت کے لئے نہ لی تھی بلکہ یزید کو خلیفہ تسلیم نہ کرنے کے متعلق لی گئی تھی۔ لیکن ان کا یہ خیال درست نہیں ہے اگر یزید کو خلیفہ تسلیم نہ کرنے کے متعلق بیعت لی جاتی تو سب سے اول امام حسین بیعت کرتے اور عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کو بھی ایسی بیعت سے تامل نہ ہوتا یقیناً ابن زبیرؓ نے اپنی خلافت ہی کے

لئے بیعت لی اور اسی وجہ سے متذکرہ اصحاب نے بیعت نہ کی:۔

ولید بن عتبہ کی معزولی

مروان نے مدینہ کی تمام روئیداد یزید کو لکھ بھیجی یزید نے ولید بن عتبہ کو گورنری سے معزول کر کے ان کی جگہ عمرو بن سعید الاشدق کو نامزد کر کے مدینہ میں بھیجا۔ عمروؓ نے ماہ رمضان المبارک ۶۰ھ میں مدینہ میں آکر ولید سے گورنری کا چارج لے لیا:۔

مکہ پر لشکر کشی

مکہ میں حارث بن خالد یزید کا ہوا خواہ تھا۔ اس نے یزید کو حارث بن حُر کے قید ہونے اور عبداللہ بن زبیرؓ کے حکمران ہو جانے کی اطلاع دی۔ یزید نے مدینے کے گورنر عمرو بن سعید الاشدق کو لکھا کہ مکہ پر فوج کشی کر کے عبداللہ بن زبیرؓ کو اسیر کرو اور پابہ زنجیر میرے پاس بھیجدو۔" چنانچہ عمرو نے فوج تیار کی۔ مروان نے اسے ملامت کرتے ہوئے کہا۔ خدا کے غضب سے ڈرو۔ بیت اللہ کی بے حرمتی نہ کرو۔ لیکن عمرو نے نہ مانا۔

اسی وقت ابو شریح خزاعی آگئے انہوں نے کہا میں نے آنحضور صلعم سے سُنا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے صرف ایک ساعت کیلئے مکہ میں جنگ کرنے کی اجازت دی تھی۔ آپ خانہ کعبہ پر لشکر کشی کر کے گنہگار نہ ہوں۔" لیکن عمرو نے انہیں ڈانٹ دیا۔ غرض یہ فوج مکہ معظمہ میں پہنچی فوج کا سپہ سالار عبداللہ بن زبیرؓ کا بھائی عمرو بن زبیرؓ تھا۔

عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ سے نکلکر اس لشکر کا مقابلہ کیا۔ عمرو بن زبیرؓ اسیر ہو گیا اور یزیدی لشکر شکست کھا کر بھاگ گیا۔

حضرت امام حسینؓ سے کوفیوں کی خط و کتابت

حضرت امیر معاویہؓ کی حیات ہی میں کوفیوں نے حضرت امام حسینؓ کے پاس خطوط بھیجے تھے کہ آپ یہاں چلے آئیں ہم آپکے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے تیار ہیں امیر معاویہؓ

بھی ان ریشہ دوانیوں سے واقف تھے۔ مگر حضرت امام حسینؓ کوفیوں سے اسلئے بدظن تھے کہ حضرت امام حسنؓ نے آخری وقت وصیت کی تھی۔ کہ کوفی دھوکہ باز ہیں ان کے فریب میں نہ آنا۔ امیر معاویہ نے بھی یزید کو وصیت کی تھی کہ اہل کوفہ حسینؓ کو ضرور خروج پر آمادہ کرینگے۔ اگر ایسی صورت پیش آئے اور تم ان پر قابو پاؤ تو ان کے ساتھ رعایت کرنا۔" جس وقت حضرت امام حسینؓ مدینہ سے مکہ کو آرہے تھے۔ اثنائے راہ میں ان سے عبداللہ بن مطیع ملے انہوں نے حضرت حسینؓ کو یہ نصیحت کی کہ آپ کوفہ ہرگز نہ جائیں کوفیوں نے آپکے باپ علی المرتضیٰ کو شہید کیا۔ آپکے بھائی امام حسنؓ کی اہانت کی۔ وہ لوگ بدعہد اور پیمان شکن ہیں کبھی ان کے وعدوں پر اعتبار نہ کرنا۔ آپ مکہ ہی میں مقیم رہیں بیت اللہ سے باہر نہ جائیں آپ عرب کے سردار ہیں جو آپکے بہی خواہ ہیں وہ آپکے پاس ہی آ جائینگے۔" حضرت امام حسینؓ نے ان نصائح کو سُن لیا۔ مگر جواب کچھ نہ دیا۔ اب جب کہ مکہ کی حکومت عبداللہ بن زبیر کو مل گئی تو حضرت امام حسینؓ کی توجہ کوفیوں کی طرف گئی

ادھر کوفہ میں جب امیر معاویہ کے انتقال کی خبر پہنچی تو شیعان نبو امیہ نے تو یزید کے حق میں فوراً نعمان بن بشیر گورنر کوفہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ مگر شیعان علی المرتضیٰ رکے رہے اور ان لوگوں نے سلیمان بن صرد کے مکان پر جمع ہو کر مشورہ کیا۔ قرار یہ پایا کہ یزید کی خلافت پر بیعت نہیں کرنی چاہیئے۔ حضرت امام حسینؓ کو کوفہ میں بلا کر ان کے ہاتھ پر بیعت کر لینی چاہیئے۔ چنانچہ سلیمان۔ مسیب بن محمد۔ رفاعہ بن شداد اور حبیب بن مظاہر وغیرہ کی جانب سے جو کوفہ کے شرفا اور اکابر میں سے تھے حضرت امام حسینؓ کو اس مضمون کا خط لکھا گیا[1]

بسم اللہ الرحمن الرحیم! ہم برادر تم پر خدا کی رحمت ہو۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آپ کا دشمن جو جبار اور سرکش تھا مر گیا اس نے ظلم و جبر سے حکومت کی وہ غاصب تھا۔ اُس نے ہمارے اچھے آدمیوں کو مار ڈالا اور اپنے بُرے

[1] یہ خط کامل ابن اثیر صفحہ ۲ جلد چہارم میں بجنسہٖ موجود ہے۔ (ص ۱۵ وقائع الستہ بیقی ۱۲)

آدمیوں کو باقی رکھا۔ اب ہمارا کوئی امام نہیں ہے آپ یہاں تشریف لے آئیے۔ شاید آپکے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ ہمیں مجتمع کر دے۔ ہم نعمان بن بشیر گورنر کوفہ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ اگر آپ تشریف لے آئے تو ہم اسے قتل کر ڈالینگے۔ کوفہ اور عراق کی ایک لاکھ فوج آپکے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہے۔ ہم یزید کو قتل کر کے آپکو تمام عالم اسلام کا خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔ آپ ہی خلافت کے مستحق ہیں۔ والسلام!

اس خط کے روانہ کرنے کے تیسرے ہی دن دوبارہ اسی مضمون کا خط تقریباً ڈیڑھ سو آدمیوں کے دستخط کرا کر بھیجا۔ اور اس کے فوراً ہی بعد پھر اس مضمون کا خط روانہ کیا۔ غرضیکہ کوفیوں نے خطوں کی بھرمار کر دی۔ یہانتک کہ ڈیڑھ سو خطوط بھیجے

حضرت امام حسینؓ کے پاس جب یہ خطوط مسلسل پہنچنے شروع ہوئے تو ان کے خیالات میں پختگی آ گئی۔ ان کی توجہ پہلے ہی کوفیوں کی طرف ہو گئی تھی۔ ان خطوط نے اور بھی متوجہ کر دیا۔ مگر ازرہ احتیاط انہوں نے پہلے خود جانا مناسب نہ سمجھا بلکہ اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو آمادہ کیا۔ آپ نے کوفیوں کو خط لکھا کہ!

جو کچھ تم لوگوں نے لکھا ہے میں سمجھ گیا ہوں بالفعل میں اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیلؓ بن ابیطالب (یہ مسلم انہیں عقیل کے بیٹے تھے جو حضرت علی کرم کے بھائی تھے اور امیر معاویہ کے دوست ادا شیر اور مصاحب خاص تھے) کو جو اہل بیت سے ہیں بھیجتا ہوں۔ یہ تم لوگوں کے رنگ ڈھنگ دیکھکر مجھے اطلاع دینگے۔ اگر واقعی تم لوگ اپنی تحریروں کے مطابق عمل کرنے کو تیار ہو گئے تو میں بھی آ جاؤں گا۔ امام وہی ہے جو کتاب اللہ پر عمل کرتا ہے عدل پر قائم رہتا ہے اور دین حق پر چلتا ہے۔ والسلام!

روانگی کے وقت حضرت امام حسینؓ نے حضرت مسلمؓ سے فرمایا کہ تم میرے نائب

کی حیثیت سے کوفہ میں جاؤ۔ وہاں پوشیدہ طور پر رہو۔ پوشیدہ طور پر میرے حق میں کوفیوں سے بیعت لو۔ جو لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کریں ان کی تعداد اور ان کے نام مجھے لکھو اور لوگوں سے کہو کہ میرے وہاں پہنچنے تک لڑائی جھگڑا نہ کریں۔" مسلمؓ نہایت احتیاط سے مکہ سے اس طرح روانہ ہوئے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو ان کی روانگی کی اطلاع نہ ہو سکی۔ وہ مکہ سے مدینہ میں آئے۔ اور وہاں سے دو رہبر ساتھ لے کر کوفہ کی جانب چلے۔ اثنائے راہ میں پیاس کی تشنگی سے دونوں راہبر فوت ہو گئے اور تنہا مسلم نکالیف و مصائب اٹھا کر چشمہ آب پر پہنچے۔ انہوں نے رہبروں کے مر جانے کو فال بد سمجھا۔ اور اسی جگہ سے حضرت امام حسینؓ کو خط لکھا کہ میں مدینہ میں پہنچا۔ وہاں سے دو رہبر ساتھ لئے دونوں راستہ میں شدتِ تشنگی سے مر گئے بہ مشکل میں چشمہ آب پر پہنچا۔ جو ایک تنگ مقام پر بطن خبیت میں واقع ہے میں اسے بدفالی سمجھتا ہوں۔ مناسب یہ ہے کہ آپ مجھے معاف فرمائیں اور کسی اور کو کوفہ بھیجیں۔

حضرت حسینؓ نے جواب میں لکھا کہ تم بزدلی کا اظہار نہ کرو۔ تمہیں ہی کوفہ جانا ہوگا مجبوراً مسلم روانہ ہوئے اور پہلی ذی الحجہ ۶۰ھ کو کوفہ میں پہنچکر رات کے وقت مختار بن عبید کے مکان پر اترے۔ اسی وقت ان کے آنے کی اطلاع شیعان علی المرتضیٰ کو ہو گئی۔ وہ نہایت خوش ہوئے اور صبح ہوتے ہی جوق در جوق آنے لگے۔ جو لوگ آتے حضرت مسلم انھیں حضرت امام حسینؓ کا خط پڑھ کر سناتے شیعان علی المرتضیٰ دہاڑیں مار مار کر روتے امداد کا وعدہ کرتے اور بیعت ہو جاتے۔ چنانچہ اول ہی روز بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ آدمیوں نے بیعت کی حضرت مسلمؓ نے ایک خط حضرت حسینؓ کے نام لکھا جس میں اپنے بخیریت پہنچنے اور ایک ہی دن میں بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ آدمیوں کے بیعت کرنے کی اطلاع دی اس میں یہ بھی لکھا کہ سلیمان بن صرد مسیب بن محمد، رفاعہ بن شداد، عروہ بن ہانی اور حبیب بن مظاہر جیسے معزز اور با اثر لوگوں نے بھی بیعت کر لی ہے ساتھ ہی یہ بھی لکھا

ے از تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد پنجم صفحہ ۲۲

کہ جب آپ تشریف لاوینگے تو لاکھوں آدمی آپکی بیعت میں داخل ہو جائینگے :-

یہ خط قیس اور عبدالرحمن دو شخص لے کر روانہ ہوئے۔ حضرت حسینؓ اس خط کو پڑھکر نہایت خوش ہوئے۔ انہوں نے فوراً نامہ بروں کو واپس کر دیا اور کہلا بھیجا کہ میں بہت جلد کوفہ میں پہنچتا ہوں۔ کوفہ کی طرف سے اطمینان ہونے پر حضرت حسینؓ کو خیال ہوا کہ بصرہ میں بھی شیعان علی المرتضےٰ موجود ہیں کیوں نہ انہیں بھی شامل کر لیا جائے

چنانچہ انہوں نے ایک خط رؤسائے بصرہ مالک بن مسمع بکری۔ احنف بن قیس منذر بن جارود مسعود بن عمرو وغیرہ کے نام لکھکر اپنے ایک معتمد کے ہاتھ روانہ کیا۔ منذر بن جارود نے یہ سمجھکر کہیں یہ عبیداللہ بن زیاد کی شرارت نہ ہو نامہ بر اور خط کو عبیداللہ کے سامنے پیش کر دیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے خط پڑھتے ہی نامہ بر کو قتل کرا دیا اور اسی وقت لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا کہ تمرد و سرکشی نہ کرو۔ جو بغاوت کرے گا میں اس کا سر اڑا دوں گا۔ امن قائم رکھو میں ابن زیاد ہوں۔ اگر میرا بھائی بھی باغی ہوگا تو میں اُسے بھی قتل کر ڈالوں گا۔ اہل بصرہ اس تقریر سے کانپ گئے۔ اور انہوں نے بیعت پر قائم رہنے کا اقرار کیا:-

نعمان بن بشیر کی معزولی

حضرت مسلمؓ کے کوفہ میں آنے اور کوفیوں کے ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی خبر نعمان بن بشیر کو بھی ہو گئی۔ وہ صلح جو آدمی تھے۔ انہوں نے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ فتنہ و فساد برپا نہ کرو۔ جو مجھ سے لڑے گا میں اُس سے لڑوں گا۔ البتہ محض شبہ میں کسی پر میں زیادتی نہ کروں گا۔" خطبہ کے اختتام پر خلفائے بنو امیہ نے نعمان سے کہا کہ آپ نے خطبہ نامناسب دیا۔ اس سے لوگوں کا اور حوصلہ بڑھ گیا" نعمان نے کہا میں ظلم اور زیادتی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ عمرو بن سعد بن ابی وقاص عمارہ بن الولید وغیرہ نے یزید کو مسلمؓ کے آنے۔ لوگوں کے ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور نعمان کے کمزور خطبہ دینے

کا حال لکھا۔ یزید نے اپنے باپ کے سکرٹری سرجون سے مشورہ کیا یہ سرجون رومی تھا اس نے کہا تم عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ کے ساتھ کوفہ کی حکومت بھی دے دو۔ وہ اپنے باپ سے بھی زیادہ تند خو اور سخت گیر ہے۔ کوفہ کو جاکر سنبھال لیگا"۔ یزید عبیداللہ سے کچھ زیادہ خوش نہ تھا لیکن سرجون کے کہنے سے اس نے عبیداللہ کو لکھا۔ کہ ہم نے تمہیں کوفہ کی گورنری بھی دی۔ وہاں مسلم بن عقیلؓ پہنچ گئے ہیں وہ امام حسینؓ کے لئے بیعت لے رہے ہیں۔ تم کوفہ میں پہنچ کر مسلم کو قتل کر ڈالو یا نکال دو۔ جب یہ فرمان عبیداللہ کے پاس پہنچا۔ اس نے اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو بصرہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ وہاں سے کوفہ کی جانب چل پڑا۔ عبیداللہ بن زیاد نے قادسیہ کے مقام پر پہنچکر اپنی رکابی فوج کو آہستہ آہستہ پیچھے آنے کا حکم دیا اور خود حجازیوں جیسی وضع بناکر اپنے باپ کے آزاد کردہ غلام کو ساتھ لے کر ایک اونٹ پر سوار ہوا اور تیزی سے کوفہ کی جانب چلا۔ کوفہ میں حضرت امام حسینؓ کی آمد کا انتظار کیا جا رہا تھا۔

یہاں یہ اطلاع آچکی تھی کہ وہ مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں شیعان علی المرتضےٰ کا زور اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ نعمان ان سے خائف ہو کر خانہ نشین ہو گئے تھے دروازہ پر غلاموں کی جمعیت پہرہ پر بٹھادی گئی تھی۔ انہیں حکم دے دیا گیا تھا۔ کہ ہر آنے جانے والے کی خاص نگہداشت کریں اور جو ملاقات کے لئے آئے اس کا نام اور مفصل پتہ دریافت کر کے پہلے اطلاع کریں۔ اگر اسکی حاضری کی اجازت ہو جائے تو دروازہ کھولیں ورنہ اُسے واپس لوٹا دیں۔ البتہ شام کے وقت نعمان دیوان خانہ میں آ بیٹھتے اور عشا کی نماز تک وہیں بیٹھے رہتے۔ اسی وقت وہ رؤسائے کوفہ جو بنی اُمیہ کے دوستدار تھے آجاتے۔ مگر دیوان خانہ پر بھی غلاموں کا پہرہ رہتا اور وہ ہر آنے والے کا اچھی طرح سے اطمینان کر کے دیوان خانہ میں جانے دیتے عبیداللہ بن زیاد کوفہ میں اس دروازہ سے داخل ہوا جس سے اہل حجاز آیا کرتے تھے

اُسے دیکھتے ہی لوگوں نے سمجھا کہ حضرت امام حسینؓ تشریف لے آئے چنانچہ لوگ دوڑ دوڑ کر اسکے جلو میں شامل ہونے لگے۔ جس طرف سے اس کا اونٹ گزرتا لوگ تعظیماً اٹھ کھڑے ہوتے اور مرحبا یا ابن رسول اللہ۔ السلام وعلیک یا ابن رسول اللہ کہکر ہمراہ ہو لیتے۔ عبید اللہ ابن زیاد چپ تھا۔ اور اونٹ بڑھائے چلا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ دیوان خانہ پر جا کر رکا۔ لوگوں کے شور و غل کی آواز سنکر نعمان بھی یہ سمجھے کہ حضرت امام حسینؓ تشریف لے آئے چنانچہ انہوں نے دیوان خانہ کی چھت پر آکر کہا۔

یا ابن رسول اللہ! آپ واپس چلے جائیے فتنہ برپا نہ کیجئے۔ میں آپکی کچھ بھی اعانت نہ کروں گا۔ نہ میں کوفہ میں ٹھہرنے دوں گا۔ اس وقت نعمان کے مصاحب بھی آ گئے انہوں نے کہا۔ رسول اللہ کے نواسے سے اسقدر بیمروتی نہ کیجئے۔ وہ سفر سے آرہے ہیں اور کچھ سمجھکر ہی سیدھے آپکے پاس آئے ہیں۔ یہ مروت سے بعید ہے کہ ایک مہمان کی مدارات نہ کیجائے۔ نعمان نے کہا۔ کوفی جو محبت اہل بیت کا دم بھرتے ہیں بزدل اور دغاباز ہیں۔ یہ لوگ ضرور حضرت امام حسینؓ سے منحرف ہو جائینگے۔ اسلئے میں نہیں چاہتا کہ یہ بات مشہور ہو کہ نعمان کی موجودگی میں حضرت امام حسینؓ قتل کئے گئے۔ عبید اللہ نے دروازہ پر پہنچکر بلند آواز سے کہا۔ دروازہ کھولو۔ ورنہ زبردستی کھلوایا جائیگا۔" اسکی آواز سنکر نعمان کے مصاحب بولے یہ آواز تو ابن زیاد کی ہے" ابن زیاد کا نام سنکر شیعان علی المرتضٰی کے حواس پراگندہ ہو گئے۔ سب چڑیاں سی اڑ گئے۔ عبید اللہ دارالامارت میں داخل ہوا صبح کو اس نے لوگوں کو جمع کر کے کہا:

تم لوگ مجھے خوب جانتے ہو۔ میرا نام عبید اللہ ہے میں زیاد کا بیٹا ہوں۔ زیاد کی سختیوں سے تم واقف تھے۔ ایک مجرم کے لئے میں اپنے باپ سے زیادہ سنگدل اور سخت گیر ہوں۔ مجھے امیر المومنین یزید نے کوفہ کا عامل مقرر کر کے بھیجا ہے نعمان کو معزول کر دیا ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے

حسین ابن علی المرتضٰی کے لئے ان کے چچازاد بھائی مسلمؓ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے میں نہیں چاہتا کہ کوفہ میں خون کی ندیاں بہیں میں تم سب کو اس شرط پر امان دیتا ہوں کہ تم ان کی بیعت فسخ کر کے یزید کی بیعت کر لو اگر کوئی شخص بغاوت پر آمادہ ہوگا۔ تو خدا کی قسم میں اسے اسکے دروازہ پر ہی قتل کر دوں گا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم میں سے کون لوگ محبان اہل بیت ہیں۔ تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم میرے احکام کی نافرمانی نہ کرو مسلم بن عقیل کو میرے حوالے کر دو تاکہ میں اس کا سر کاٹ کر فتنہ کا انسداد کر دوں :۔

عبیداللہ بن زیاد کی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ لوگ ڈر گئے اور سارا جوش و خروش رخصت ہو گیا۔ امام مسلمؓ نے بھی سُنا۔ وہ مختار کے گھر سے نکل آئے اور ہانی بن عروہ کے مکان پر پہنچے۔ ہانی کوفہ میں بااثر تھا۔ اور شیعان علی المرتضٰی کا سرغنہ سمجھا جاتا تھا مسلمؓ نے اسے بلایا۔ اس نے جب حضرت مسلمؓ کو دیکھا تو کبیدہ خاطر ہو گیا!

حضرت مسلمؓ نے کہا۔ میں تمہارے مکان پر مہمان بنکر پناہ لینے آیا ہوں۔ ہانی نے کہا۔ اب صورت حالات بدل گئی ہے۔ اگر تم میرے پاس نہ آتے تو اچھا تھا۔ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کہیں میں تمہاری وجہ سے مبتلائے مصیبت نہ ہو جاؤں مگر اب جبکہ تم آ گئے ہو تو میری حمیت یہ گوارا نہیں کرتی کہ میں تمہیں واپس لوٹا دوں آؤ۔ حتے الامکان میں تمہاری حفاظت کروں گا۔ مسلمؓ ہانی کے ہاں مقیم ہو گئے

ابن زیاد نے مسلمؓ کی سراغرسی شروع کی۔ اس نے ایک آزاد کردہ غلام کو جس کا نام معقل تھا تین ہزار درھم کی تھیلی دے کر کہا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مسلمؓ ہانی بن عروہ کے یہاں روپوش ہے لیکن ابھی اسکی تصدیق نہیں ہوئی ہے تم ہانی کے پاس جاکر کہو کہ میں بصرہ سے آیا ہوں۔ اہل بصرہ کے پاس حسینؓ کا خط پہنچا تھا۔ بصرہ کے لوگ حضرت

امام حسینؓ کے ساتھ کوفہ میں آ دینگے مجھے پہلے بھیجا ہے کہ میں تین ۳۰۰۰ ہزار درہم مسلم کے حوالے کر کے چلا جاؤں۔ چونکہ مجھے ابن زیاد پہچانتا ہے اسلئے اندیشہ ہے کہ کہیں میں اسیر نہ کر لیا جاؤں۔ معقل تین ۳۰۰۰ ہزار کی تھیلی لے کر روانہ ہوا اور ہانی بن عروہ کے پاس پہنچا وہ دروازہ پر بیٹھا تھا معقل کی گفتگو سنکر اسے مسلمؓ کے پاس لے گیا مسلم بن عقیل نے خوش ہو کر وہ تھیلی لے لی اور زبانی پیغام سُنکر اسے رخصت کر دیا۔ معقل نے تمام روئیداد عبیداللہ بن زیاد کو سُنا کر کہا کہ میں مسلم سے مل کر اور انھیں تھیلی دے کر آیا ہوں

ابن زیاد نے ہانی کو بلوایا۔ ہانی نے بیماری کا عذر کیا۔ ابن زیاد نے کہا میں شام کو عیادت کو آؤں گا۔ عمارہ بن عبد اسلونی اور شریک بن اعور نے ابن زیاد کے قتل کی سازش کر لی۔ رات کو جب عبیداللہ آیا تو انہوں نے اُسے قتل کرنا چاہا۔ لیکن ہانی کو معلوم ہو گیا۔ اُس نے کہا میں اپنے مکان پر خونریزی نہ ہونے دوں گا۔ چنانچہ عبیداللہ بچ گیا چند روز کے بعد ابن زیاد نے پھر ہانی کو بلوایا۔ اور جب وہ آیا تو اُس نے ہانی سے کہا۔ تم نے مسلم کو اپنے گھر میں پناہ دے کر نافرمانی کی ہے کیا تم یہ سمجھتے تھے کہ یہ بات چھپی رہیگی؟ ہانی نے اپنے گھر میں مسلم کی موجودگی سے انکار کیا۔ ابن زیاد نے معقل کو بلا کر اس کا بیان لیا۔ ہانی پر خوف چھا گیا۔ اُس نے کہا میں اقرار کرتا ہوں کہ مسلمؓ میرے مکان میں پناہ گزیں ہیں لیکن خدا کی قسم کھا کر یہ یقین دلاتا ہوں کہ میں انھیں بلا کر نہیں لایا بلکہ وہ خود آئے اور میرے مکان پر قیام کرنے کی اجازت چاہی میں شرم اور غیرت کی وجہ سے انکار نہ کر سکا۔ ٹھہرا لیا۔ میرا صرف اتنا ہی قصور ہے۔ اگر آپ ضمانت پر مجھے رہا کر دیں تو میں ابھی جا کر انھیں اپنے مکان سے نکال دوں۔

عبیداللہ بن زیاد نے کہا۔ بخدا میں تم کو اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جبتک تم مسلم کو میرے سامنے لا کر پیش نہ کرو گے۔ ہانی کو طرارہ آ گیا۔ اس نے کہا تم سنو مسلم نے مجھ سے پناہ لی ہے۔ میں اپنے مہمان کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا اس میں میری بڑی توہین ہے

عبید اللہ بن زیاد اور مسلم بن عمرو الباہلی نے ہر چند اسے سمجھایا مگر اُس نے اُسے نہ مانا
تب ابن زیاد نے کہا۔ یا تو تم مسلم کو میرے حوالے کردو۔ ورنہ میں تمہارے قتل کا حکم دیتا ہوں
ہانی نے خشونت کے لہجہ میں کہا۔ اگر تُو نے ایسا کیا تو میرے عزیز و اقارب تجھے زندہ
نہ رہنے دینگے۔ ابن زیاد کو غصہ آگیا۔ اُس نے ہانی کے اسقدر قمچیاں ماریں کہ اسکی ناک
ٹوٹ گئی۔ چہرہ لہو لہان ہوگیا۔ اسکے بعد اسے قید کردیا۔ شہر میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ
عبید اللہ بن زیاد نے ہانی کو قتل کر ڈالا۔ عمرو بن الحجاج نے جو کوفہ کا ایک سربرآوردہ
شخص تھا۔ جو شمیں آکر اپنے قبیلہ مذحج کو لے کر دار الامارت کا محاصرہ جالیا اور پکارا کہ
میں عمرو بن الحجاج ہُوں تم نے ہانی کو قتل کیا ہے میں قصاص لینے آیا ہوں۔ لوگوں کا
جم غفیر دیکھکر ابن زیاد گھبرا گیا۔ اُس نے شریح قاضی سے کہا کہ آپ ہانی سے ملکر ان لوگوں کو
یقین دلادیں کہ وہ زندہ ہے۔ قاضی شریح نے ہانی سے ملکر لوگوں کو یقین دلادیا کہ وہ زندہ
ہے۔ سب لوگ واپس لوٹ آئے لیکن ہانی کے مارے جانیکی خبر حضرت مسلمؓ نے بھی سُن لی
اس وقت تک انکے ہاتھ پر اٹھارہ ہزار لوگ بیعت کرچکے تھے۔ وہ جوش میں بھر کر ہانی
کے مکان سے باہر نکل آئے اور یا منصور امتہ کا نعرہ لگایا اس وقت چار ہزار محبان
اہل بیت ان کے پاس جمع ہوگئے حضرت مسلم نے اور لوگوں کو بھی بلایا۔ مگر انہوں نے
یہ کہدیا کہ ہم سے بیعت کے وقت یہ اقرار لیا گیا تھا کہ جب تک امام حسینؓ نہ آجائیں اس
وقت تک کسی سے جنگ نہ کرینگے۔ انکے آنے تک سرکردہ قبیلہ اور لوگ نہ آئے مگر
اب حضرت مسلم ظاہر ہوچکے تھے دوبارہ چھپنا محال تھا اسلئے انھیں چار ہزار آدمیوں کو
لے کر دار الامارت کی طرف چلے رستہ میں کچھ تماشائی بھی شریک ہوگئے مسلم نے دار الامارت
کا محاصرہ کرلیا قصر امارت کا صحن مسجد اور بازار لوگوں سے بھرے ہُوئے تھے۔ عبید اللہ
بن زیاد نے قصر کا دروازہ بند کرادیا تھا۔ اس وقت اسکے پاس تیس آدمی پولیس کے اور
بیس شرفائے کوفہ بیٹھے تھے۔ باہر ہلڑ مچا ہوا تھا لوگ عبید اللہ۔ اسکے باپ زیاد اور یزید کو

گالیاں دے رہے تھے۔ عبیداللہ بن زیاد نے رؤسائے کوفہ سے کہا کہ قصر کی چھت پر چڑھ کر اعلان کردو کہ جو شخص مسلمؓ کا ساتھ چھوڑ کر چلا جائیگا اسے امان دیجائیگی اور جو ان کا ساتھ دیگا اسے قتل کر کے اس کا گھر بار جلادیا جائیگا۔ جونہی اہل کوفہ نے رئیسوں کو یہ کہتے سنا وہ گھبرا کر دس دس بیس بیس کی ٹولیوں میں فرار ہو گئے۔ کچھ لوگ باقی رہ گئے تھے۔ انہیں ان کے بیٹے بھائی۔ باپ۔ بہنیں اور بیویاں ہاتھ پکڑ کر لے گئے یہاں تک کہ حضرت امام مسلمؓ کے ساتھ مسجد میں صرف تیس آدمی باقی رہ گئے۔ یہ کیفیت دیکھکر حضرت مسلمؓ بھی وہاں سے بھاگے۔

حضرت مسلمؓ کی شہادت

راستہ ہی میں حضرت مسلمؓ کے تیس ساتھی بھی ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے انہیں پیاس معلوم ہوئی۔ طوعہ نام عورت کے مکان پر پہنچکر پانی طلب کیا طوعہ نے پانی دیا۔ مسلمؓ نے پانی پی کر کہا میں مسلم بن عقیل ہوں مجھے کوفہ والوں نے دھوکہ دیا کیا تم مجھے پناہ دے سکتی ہو؟ طوعہ نے انہیں مکان کے دوسرے احاطہ میں ٹھہرایا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس عورت کا لڑکا بلال نامی آیا۔ اس نے جو اپنی ماں کو بار بار دوسرے احاطہ میں جاتے دیکھا تو اس کا سبب دریافت کیا۔ اس نے بیٹے سے اخفائے راز کا عہد لے کر مسلمؓ کے ٹھہرنے کا حال بتادیا بلال اس وقت خاموش ہو رہا۔ ابن زیاد نے منادی کرائی کہ مسلمؓ جس کے گھر میں ہے اسے معافی دیجائیگی اور جو انکو گرفتار کر کے لائیگا یا ان کا پتہ بتائیگا اُسے انعام دیا جائے گا! بلال نے ابن زیاد سے جاکر کہا کہ مسلمؓ ان کے گھر میں موجود ہیں" عبیداللہ نے محمد بن اشعث کو ستر آدمیوں کے ساتھ مسلمؓ کی گرفتاری کیلئے بھیجا۔ جب ان لوگوں نے طوعہ کے گھر کا محاصرہ کیا۔ تو حضرت مسلمؓ نے باہر نکلکر ان کا مقابلہ کیا۔ بکیر بن حمران احمری نے حضرت مسلمؓ پر تلوار چلائی جس سے آپ کا اوپر کا ہونٹ کٹ گیا اور دو دانت ٹوٹ گئے۔ آپ نے جوش میں آکر اس پر حملہ کیا۔ بکیر اوندھے منہ گرا۔ حضرت مسلمؓ نے کئی آدمیوں کو مار ڈالا۔ محمد بن اشعث نے

چلا کر کہا مسلمؓ تم مت لڑو میں تم کو امان دیتا ہوں۔ حضرت مسلمؓ نے جنگ بند کر دی۔ محمد بن اشعث انہیں لیکر ابن زیاد کے پاس آیا۔ مسلمؓ نے ابن زیاد کو سلام نہ کیا۔ حرسی ازدی ایک مصاحب نے مسلم سے کہا۔ تم نے امیر کو سلام کیوں نہیں کیا۔؟ حضرت مسلم نے جواب دیا۔ اگر امیر میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو میرا اسلام ہی کیا اور اگر میرے قتل کا قصد نہیں ہے تو بہت سے سلام ہو جائینگے! عبیداللہ بن زیاد نے کہا میں ضرور تمہیں قتل کروں گا۔ حضرت مسلمؓ نے کہا میرا بھی خیال تھا۔ محمد بن اشعث نے کہا۔ مگر میں انہیں پناہ دے چکا ہوں ابن زیاد نے بگڑ کر کہا تو کیا اور تیری پناہ کیا۔" محمد بن اشعث ڈر کر دم بخود ہو گیا۔ حضرت مسلمؓ نے محمد بن اشعث سے کہا میں نے تمہاری مجبوری دیکھ لی۔ اب تم یہ احسان کرنا کہ میرے قتل کے بعد حضرت امام حسینؓ کو میرے قتل کی اطلاع بھیجدینا اور کہلا دینا کہ کوفیوں پر بالکل بھروسہ نہ کریں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے تمہارے باپ حضرت علی المرتضے کو دھوکہ دیا۔ تمہارے بھائی حضرت حسنؓ کو فریب اور چکمہ دیا۔ یہ بے وفا ہیں محبان اہل بیت کہلاتے ہیں لیکن بخدا اہل بیت کے دشمن ہیں ان کے کہنے میں نہ آئیں مع اہل و عیال واپس لوٹ جائیں محمد بن اشعث نے اقرار کیا اور اس نے اس اقرار کو پورا بھی کیا۔ اس نے تمام کیفیت لکھکر ایک قاصد کے ہاتھ حضرت امام حسینؓ کی خدمت میں بھیجدی۔ عبیداللہ بن زیاد نے ان کے قتل کا حکم دے دیا اور بکیر بن حمران نے انہیں قصر امارت کی چھت پر لیجاکر قتل کر کے لاش زمین پر پھینک دی۔ محمد بن اشعث نے ہانی بن عروہ کی سفارش کی مگر عبیداللہ بن زیاد نے نہ مانا اور حکم دیا کہ ہانی کو سر بازار دار پر لٹکایا جائے۔ چنانچہ ابن زیاد کے ایک ترکی غلام نے اس حکم کی تعمیل کی۔ ابن زیاد نے حضرت مسلم اور ہانی دونوں کے سر یزید کے پاس بھیج دیئے۔

امام حسینؑ کا قصد کوفہ

حضرت مسلم کا وہ خط جسمیں ایک ہی دن میں بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ کوفیوں کے بیعت کرنیکا ذکر تھا

حضرت امام حسین کے پاس پہنچ گیا تھا حضرت حسینؓ کوفہ کا قصد کر رہے تھے۔ جب لوگوں کو ان کے ارادہ کی خبر ہوئی تو سب سے پہلے عمرو بن عبدالرحمٰنؒ بن الحرث آئے اور کوفہ جانے سے روکا۔ آپنے جواب دیکر انہیں ٹال دیا۔ پھر عبداللہ بن عباس تشریف لائے اور کہا آپ کوفہ کے شیعان علی المرتضےٰ کا مطلق اعتبار نہ کریں وہ ہمیشہ دوستی کے پردہ میں دشمنی کرتے رہے ہیں۔ حضرت حسینؓ نے کہا مجھے یقین ہے کہ وہ اس مرتبہ دھوکہ نہ دینگے ابن عباسؓ نے کہا۔ آپ اس وقت تک کوفہ میں نہ جائیں جبتک کہ وہ اپنے امیر کو قتل نہ کر ڈالیں" حضرت حسینؓ نے کہا اچھا میں آج رات کو استخارہ کرلوں گا" ابن عباسؓ چلے گئے۔ انکے بعد عبداللہ بن زبیر آئے اور کہا آپ کوفیوں پر مطلق اعتبار نہ کریں وہ بڑے دھوکہ باز ہیں۔ اگر آپ خلافت کی خواہش رکھتے ہیں تو حجاز میں رہکر ہی اس کام کو کیجئے۔ ہاتھ بڑھائیے سب سے پہلے میں آپکے ہاتھ پر بیعت خلافت کرتا ہوں" آپنے فرمایا۔ نہیں مجھے کوفہ ہی جانے دو۔ عبداللہ بن عمرؓ کو جب حضرت حسینؓ کے ارادہ کا حال معلوم ہوا تو وہ بھی تشریف لائے اور انہوں نے کہا۔ تم امارت حاصل کرنے کیلئے مکہ سے باہر نہ جاؤ۔ اپنے بھائی حضرت حسنؓ کی وصیت کو یاد کرو۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ ہمارے خاندان میں نبوت اور خلافت یکجا نہیں ہو سکیں۔ اللہ جل شانہٗ نے آنحضور صلعم کو دنیا اور آخرت دونوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا مختار کیا تھا۔ آنحضور صلعم نے آخرت منظور فرمائی تھی آپ ان کے نواسہ ہیں آپ بھی آخرت ہی کو پسند فرماویں طلب دنیا کرکے اپنے دامن مطہر و مقدس کو آلودہ نہ کریں" یہ کہکر عبداللہ بن عمرؓ رو پڑے۔ حضرت حسینؓ بھی آبدیدہ ہو گئے۔ مگر ابن عمرؓ کی نصیحت پر عمل نہ کیا۔ اگلے دن پھر عبیداللہ بن عباسؓ آئے اور کہا۔ برادرمن مجھے نصیحت کے بغیر صبر نہیں آتا۔ کیونکہ مجھے نظر آرہا ہے کہ تم کوفہ میں جاکر ہلاک ہو جاؤگے تمہارا خاندان تباہ و برباد ہو جائے گا۔ مکہ کو نہ چھوڑو۔ خانہ خدا سے دوری اختیار نہ کرو۔ حضرت حسینؓ نے کہا شیعان علی المرتضےٰ نے مسلمؓ کے ہاتھ پر میرے حق میں بیعت کرلی۔

شرفائے کوفہ کے ڈیڑھ سو[۱۵۰] خطوط میرے پاس آچکے ہیں وہ میرے منتظر ہیں اب انکی طرف سے کوئی خطرہ باقی نہیں ہے۔" ابن عباسؓ نے کہا اہل کوفہ بڑے بے وفا طوطا چشم مکار اور عہد شکن ہیں انکے وعدوں پر اعتماد نہ کرو اگر جانا ہی چاہتے ہو تو انھیں یہ لکھو کہ وہ اپنے امیر کو کوفہ سے نکال دیں یا قتل کر ڈالیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم شوق سے چلے جاؤ اور اگر تمہارا جی مکہ چھوڑنے ہی کو چاہتا ہے تو یمن کیطرف چلے جاؤ۔ وہ زمین وسیع ہے پہاڑی گھاٹیاں مضبوط قدرتی قلعوں کے طور پر ہیں وہاں تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ حضرت حسینؓ نے کہا میں عزم صمیم کر چکا ہوں اب کسی طرح رک نہیں سکتا!

ابن عباسؓ نے کہا۔ اگر تم رک نہیں سکتے اور جانا ہی چاہتے ہو تو تنہا چلے جاؤ عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جاؤ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا حضرت عثمان غنیؓ کی طرح تم بھی اپنے اہل و عیال کے سامنے قتل نہ کئے جاؤ۔" آپنے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور عبداللہ بن عباس مجبور ہو کر رہ گئے۔ غرضیکہ امام حسینؓ سے ہمدردی رکھنے والے برابر آ آ کر انھیں سمجھانے اور کوفہ جانے سے روکتے رہے لیکن انہوں نے کسی کی بات بھی نہ سنی اور روانگی کی تیاریاں مکمل کر لیں۔ یزید کیطرف سے حجاز کے گورنر عمرو بن اسعید بن العاص تھے۔ انہوں نے بھی حسینؓ ابن علی المرتضٰے اور ان کے ہمراہیوں کو روانگی کوفہ سے روکا۔ بحث و تکرار ہوئی۔ خفیف سی جھڑپ بھی ہو گئی لیکن آپ نہ رکے

حضرت حسینؓ کی کوفہ کی جانب روانگی

آخر ۳ ماہ ذی الحجہ ۶۰ھ دوشنبہ کے دن امام حسینؓ مکہ سے معہ اپنے اہل و عیال کے روانہ ہوئے۔ اس تاریخ کو یعنے ۳ ذی الحجہ ۶۰ھ کو ہی کوفہ میں مسلم بن عقیل شہید کئے گئے۔ عبداللہ بن عباس پھر آپکے پاس آئے اور کہا۔ ابھی وقت ہے اب بھی مان جایئے ورنہ پچھتایئے گا۔ آپنے کہا۔ اطمینان رکھو کوئی ایسی بات نہ ہوگی ابن عباسؓ نے

کہا۔ بخدا میں تمہارے اونٹ کے سامنے لیٹ جاتا اور تمہیں اس وقت تک بڑھنے دیتا جب تک اونٹ مجھے کچل نہ ڈالتا۔ مگر میں جانتا ہوں کہ تم پھر بھی نہ رکتے اور مجھے کچل کر بھی کوفہ ضرور جاتے اسلئے مجبور رہا۔ غرضیکہ امام حسینؓ روانہ ہوئے اور مقام تنعیم میں پہنچے۔ یہاں ایک قافلہ ملا جو یمن سے آرہا تھا جس کو بحیر بن ریسان والئی یمن نے بھیجا تھا۔ اور جو یزید کے لئے تحائف لے جارہا تھا۔ آپ نے قافلہ کو گرفتار کرلیا اور اس کا تمام قیمتی سامان پارچہ جات اور زیورات وغیرہ اپنے قبضے میں کرلئے اور آگے روانہ ہوئے۔ مکہ اور کوفہ کے درمیان ایک مقام صفاح تھا۔ جب وہاں پہنچے تو عرب کے مشہور شاعر فرزدق سے ملاقات ہوئی وہ کوفہ سے آرہا تھا حضرت حسینؓ نے اس سے کوفہ والوں کا حال پوچھا۔ اس کے سامنے عبیداللہ بن زیاد کوفہ میں نہ پہنچا تھا۔ اس نے کہا اہل کوفہ کے دل آپکے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں بنو امیہ کے ساتھ ہیں۔ قضا آسمان سے اتر رہی ہے اور اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔" آپنے فرمایا بے شک خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اسی مقام صفاح پر عبداللہ بن جعفر کا خط آپ کو ملا یہ خط ابن جعفرؓ کے بیٹے عونؓ اور محمدؓ لائے تھے۔ اسمیں لکھا تھا۔ پیارے بھائی خدا کیلئے خط دیکھتے ہی واپس لوٹ آؤ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم قتل کئے جاؤ گے اور تمہارے اہل وعیال نیست و نابود ہو جائیں گے۔ اگر خدانخواستہ تم شہید ہوگئے تو زمین کی روشنی جاتی رہے گی تم مسلمانوں کے پیشوا اور امیدگاہ ہو برائے خدا جلدی نہ کرو۔" آپنے اس خط کا بھی مطلق خیال نہ لیا اور عونؓ ومحمدؓ کو بھی ہمراہ لیکر آگے بڑھے صفاح سے تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ اہل مدینہ کا قاصد پہنچا۔ مدینہ والوں نے لکھا تھا کہ آپ کوفہ ہرگز نہ جائیں بلکہ مدینہ میں آجائیں ہم سب آپکے ساتھ ہیں لیکن حضرت حسینؓ نے واپسی سے قطعاً انکار کردیا۔

ابن زیاد کا لشکر قادسیہ میں

یزید کو امام حسینؓ کی روانگی کا علم ہوگیا تھا اس نے عبیداللہ بن زیاد کو لکھا کہ حسینؓ مکہ سے

روانہ ہو گئے ہیں اور عنقریب کوفہ میں پہنچنے والے ہیں تم انہیں راستہ ہی میں روکو۔ کوفیوں کی طرف سے ہوشیار رہو۔ ان کے قول و فعل کا کچھ اعتماد نہیں ہے۔" ابن زیاد نے اس خط کے پہنچتے ہی حصین بن نمیر کو جو پولیس کا اعلےٰ افسر تھا کچھ فوج دے کر حضرت امام حسینؓ کو روکنے کے لئے روانہ کیا۔ حصین بن نمیر نے قادسیہ میں پہنچکر قیام کیا اور فوجی دستے ایک طرف قادسیہ سے خفان تک اور دوسری طرف قطقطانہ اور کوہ لعلع تک پھیلا دیئے گویا اس نے ایسا انتظام کر دیا کہ حضرت امام حسینؓ اس راستہ سے بچکر کوفہ نہ جا سکیں :-

حضرت حسینؓ کا بقیہ سفر

حضرت حسینؓ کو یہ خیال تھا کہ شیعان علے المرتضیٰ روزانہ حضرت مسلمؑ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہوں گے اور وہ ان کے کوفہ میں پہنچنے کا بڑی بیصبری سے انتظار کرتے ہونگے انہیں کیا خبر تھی کہ کوفیوں کے متعلق لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ درست ہے۔ نہ حضرت مسلم رہے اور نہ کوئی ان کی بیعت پر قائم رہا۔ جب حضرت حسینؓ صفاح سے آگے بڑھکر مقام حاجر میں پہنچے تو آپنے اہل کوفہ کے نام ایک خط لکھا۔ جسمیں اپنی تشریف آوری کا حال لکھکر لوگوں کو آمادہ و مستعد رہنے کی ہدایت کی تھی۔ یہ خط قیس بن مسہر صیداوی کے ہاتھ روانہ کیا۔ جونہی قیس قادسیہ میں پہنچے حصین بن نمیر نے انہیں اسیر کرکے ابن زیاد کے پاس بھیجدیا۔ ابن زیاد نے انہیں قصر امارت کی چھت سے نیچے گرادیا اور وہ فوت ہو گئے۔ ادھر حضرت حسینؓ مقام حاجر سے چلکر ایک چشمے پر پہنچے یہاں عبداللہ بن مطیع ملے انہوں نے آپ سے پوچھا۔ یا ابن رسول اللہ کہاں کا قصد ہے؟ آپنے فرمایا کوفہ کا پھر وہ تمام خطوط انھیں دکھائے جو شیعان علی کرم نے بھیجے تھے۔ عبداللہ بن مطیع نے کہا۔ خدا کیلئے آپ کوفہ کا قصد نہ کریں۔ وہ لوگ بڑے مکار اور وعدہ خلاف ہیں واللہ اگر آپ اس چیز کی خواہش کرینگے جو بنی امیہ کے ہاتھ میں ہے تو وہ ضرور آپکو قتل کر ڈالینگے اور پھر کسی کو قتل کرنیسے گریز نہ کرینگے مگر امام حسینؓ نے ان کا بھی کہا نہ مانا۔

کچھ ہی آگے بڑھے تھے زہیر بن القین بجلی جو ہوا خواہان عثمانؓ سے تھا اور حج کرکے آپکے ساتھ آرہا تھا آپکے پاس آیا۔ اس سے آپنے کچھ اس قسم کی باتیں کیں کہ وہ آپ کا خیر طلب بنگیا اور اپنے قافلہ کو چھوڑکر آپ کے ہمراہ ہولیا۔ اپنی بیوی کو بھی طلاق دے دی اور کہا تم سب چلے جاؤ میں حضرت امام حسینؓ کیساتھ شہید ہونے کیلئے جا رہا ہوں۔ آپنے اگلی منزل پر اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن لقطر کو ایک خط دیکر کوفہ روانہ کیا۔ خط میں لکھا تھا میں کوفہ کے قریب آگیا ہوں ہوشیار رہو۔ ان عبداللہ کو بھی حصین بن نمیر نے اسیر کرکے عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھیجدیا اور اس نے انھیں بھی قصر امارت کی چھت سے گراکر مارڈالا۔

حضرت مسلمؓ کی شہادت کی خبر

جب حضرت امام حسینؓ مقام ثعلبہ میں پہنچے تو حضرت مسلم بن عقیلؓ کے شہید ہونے کی خبر آئی۔ ساتھ ہی معلوم ہوا کہ شیعان علی المرتضٰی نے بے وفائی کی اب کوفہ میں ایک ایک متنفس بھی حضرت امام حسینؓ کا حامی باقی نہیں رہا ہے اس خبر کے سننے سے تمام قافلہ پر مایوسی چھاگئی۔ اب حضرت امام حسینؓ نے واپسی کا قصد کیا مگر اس قافلہ کے ساتھ مسلمؓ کے بیٹے تھے انہوں نے کہا۔ اب لطف زندگی کیا رہا ہم اپنے باپ کا قصاص لینگے ورنہ انہیں کیطرح شہید ہو جائینگے۔ حضرت امام حسینؓ کے ہمراہیوں میں سے بھی چند لوگوں نے کہا۔ کہ آپ مسلم نہیں ہیں آپ کو دیکھتے ہی اہل کوفہ آپکے مطیع ہو جائینگے۔

ادھر بنو مسلمؓ نے اصرار کیا مجبوراً حضرت حسینؓ آگے بڑھے اور جب مقام زبالہ میں پہنچے تو عبداللہ بن لقطر کے شہید ہونیکی خبر آئی۔ آپکو بڑا صدمہ ہوا آپ نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کرکے کہا کہ واقعات کا رُخ پلٹ گیا ہے جو شخص واپس جانا چاہے خوشی سے لوٹ جائے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اس وقت آپکے ساتھ کئی سو آدمی تھے راستہ میں آپکے قافلہ کے ساتھ ہر مقام سے لوگ شامل ہوتے رہے تھے۔ چونکہ یہ لوگ اطرائی

کے قصد سے آئے تھے۔ اسلئے اسجگہ سے بتدریج واپس لوٹ گئے اور آپکے ساتھ یا تو آپکے خاندان والے رہگئے یا وہ لوگ رہ گئے جو مکہ سے آئے تھے۔ ان کی تعداد بہتر یا بہتی بیان کیجاتی ہے۔ مقام زبالہ سے آگے چل کر آپ بطن عقبہ میں پہنچے۔ یہاں ایک اعرابی ملے۔ انہوں نے بھی کوفہ جانیسے منع کیا۔ لیکن آپ نے نہ سنا۔

فوج اعدا کی آمد

عبیداللہ ابن زیاد کو حضرت امام حسینؓ کی آمد کی اطلاع ہوگئی تھی اس نے حصین بن نمیر کو لکھا کہ حسینؓ قادسیہ کے قریب آگئے ہیں کسی افسر کو فوج کے ساتھ آگے بھیجو تاکہ وہ انہیں وہیں روک دے۔ ادھر عمرو بن سعد بن ابی وقاص (یہ عمرو آنحضور صلعم کے ماموں فاتح ایران سعد بن ابی وقاص کا بیٹا اور حضرت امام حسینؓ کا قریبی رشتہ دار تھا) کو عبیداللہ بن زیاد نے رے کا گورنر مقرر کر کے حکم دیا کہ حضرت امام حسینؓ کے مقابلہ میں جاؤ۔ عمرو بن سعد نے انکار کیا اور کہا یہ خدمت کسی دوسرے سے لیجئے۔ ابن زیاد نے کہا تب تم معزول کر دیئے جاؤگے رے کی گورنری اسی شرط پر دیجاتی ہے کہ تم حسینؓ کا مقابلہ کرو۔ عمرو بن سعد نے حکومت کے لالچ میں آکر حضرت امام حسینؓ سے مقابلہ کرنا منظور کر لیا چنانچہ عبیداللہ ابن زیاد نے اسے چار ہزار سوار دے کر روانہ کر دیا حصین بن نمیر کے پاس جب عبیداللہ بن زیاد کا حکم پہنچا تو اس نے حر بن یزید تمیمی کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ حضرت امام حسینؓ کی تلاش و جستجو میں روانہ کیا حضرت امام حسینؓ بطن عقبہ سے چل کر مقام شرف میں پہنچے تھے کہ حر بن یزید تمیمی کا سامنا ہو گیا حضرت حسینؓ نے حر سے پوچھا! کس ارادہ سے آئے ہو؟ حر نے کہا۔ آپکو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے جانیکے لئے۔ حضرت امام حسینؓ نے حر کے سواروں کو مخاطب کر کے کہا۔ اے محبان اہل بیت اور اے شیعان علی کرم تم کو خوب معلوم ہے کہ میں از خود نہیں آیا ہوں بلکہ مجھے تم نے بلایا ہے اب اگر تم پسند کرو تو میں تمہارے شہر میں چلوں اور اگر تم مجھ سے نفرت کرنے لگے ہو تو اجازت دو کہ میں جس شہر سے

آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں حضرت امام حسینؑ کو کسی نے کچھ جواب دیا۔ آپنے پھر عصر کے بعد پھر حر سے وہی فرمایا جو پہلے فرما چکے تھے۔ حر نے کہا۔ مجھے اس معاملہ کی کوئی اطلاع نہیں ہے میں نہیں جانتا کہ آپکو کس نے بلایا ہے میں تو آپکو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لیچلوں گا حضرت امام حسینؑ نے کہا۔ اس سے تو مرجانا اچھا ہے حضرت حسینؑ نے اپنے ہمراہیوں کو واپس چلنے کا حکم دیا۔ حر نے مزاحمت کی لیکن حضرت حسینؑ سوار ہو کر مع ہمراہیوں کے چل پڑے۔ حر بھی لشکر لے کر داہنے بائیں ہو گیا اور حکمت عملی سے انھیں روکتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت حسینؑ مقام عذیب میں پہنچے۔ یہاں نعمان کی اونٹنیاں چرا کرتی تھیں اسجگہ کوفہ سے چار آدمی آتے ہوئے حضرت حسینؑ سے ملے ان میں طرماح بن عدی بھی تھا حضرت حسینؑ نے اس سے پوچھا۔ اب کوفیوں کا کیا خیال ہے۔ اس نے عرض کی کوفی آپکے خلاف ہو گئے ہیں۔ امراء تو پہلے ہی کچھ موافق نہ تھے البتہ عوام الناس آپکے ساتھ تھے انکے دل اب بھی آپکے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں آپ پر کھینچی جائینگی اگر آپ کسی محفوظ مقام پر چلنا چاہتے ہیں تو ہمارے ساتھ کوہ آجا پر چلیئے وہاں دشمن آپ تک نہ پہنچ سکینگے حضرت حسینؑ نے کہا۔ افسوس اب اسکا موقع نکل گیا ہم واپس لوٹ چلنے پر قادر نہیں ہیں۔ طرماح نے کہا اچھا میں اپنے اہل و عیال کا انتظام کر کے حاضر خدمت ہوں گا چنانچہ وہ چلا گیا اور حسب وعدہ لوٹ کر آیا۔ مگر مقام عذیب میں آکر اسے حضرت حسینؑ کی شہادت کا حال معلوم ہوا اور وہ افسوس کرتا ہوا لوٹ آیا۔ حضرت امام حسینؑ عذیب سے بھی روانہ ہو گئے اور پھرتے پھرتے قصر بنی مقاتل میں پہنچے۔ رات کو وہیں قیام کیا صبح کو چلے حر نے پھر روکنا شروع کیا آپ نینوا میں پہنچ گئے یہاں ایک سانڈنی سوار نے حر کو ابن زیاد کا خط دیا۔ اسمیں لکھا تھا کہ حسینؑ کو روکو اور کسی بے آب گیاہ میدان میں انھیں ٹھہرنے پر مجبور کرو۔ حر نے حضرت حسینؑ سے کہا۔ زہیر بن القین نے حضرت حسینؑ سے کہا کہ جنگ لابدی ہے ابھی شروع کر دیجئے ورنہ اسکے بعد جو شخص آنیوالہ ہے وہ بہت

ہی زیادہ سنگدل ہے۔ حضرت حسینؓ نے کہا میں اپنی طرف سے جنگ کی ابتداء نہیں کر سکتا۔ آپ وہاں سے چل کر کربلا میں آکر ٹھہرے۔ جس روز آپ نے اس سرزمین میں قیام کیا محرم ۶۱ھ کی دوسری تاریخ تھی اور پنجشنبہ کا دن تھا۔

حادثۂ کربلا

اگلے روز عمرو بن سعد بھی چار ہزار سواروں کی جمعیت لیکر وہاں آپہنچا۔ اس نے آتے ہی حضرت امام حسینؓ سے کہا۔ یا ابن رسول اللہ میں خوب جانتا ہوں کہ آپ یزید کے مقابلہ میں زیادہ مستحق خلافت ہیں لیکن واقعات اسکا ثابت کر رہے ہیں کہ خدا کو یہ منظور نہیں ہے کہ آپکے خاندان میں حکومت و خلافت آئے۔ حضرت علی المرتضےٰ اور حضرت حسنؓ کے واقعات آپکے سامنے گذر چکے ہیں آپ بھی اپنے بھائی کی طرح خلافت سے دستکش ہو جائیں ورنہ آپکی جان کا خطرہ ہے۔ میں اور یہ تمام لشکر آپکی گرفتاری پر مامور ہے۔

حضرت امام حسینؓ نے فرمایا:۔ میں خود نہیں آیا۔ بلکہ خطوں کی بھرمار کرکے مجھے بلایا گیا ہے۔ اور اب جب کہ میں آگیا ہوں تو مجھے دہوکہ دیا جارہا ہے لیکن خیر جو ہوا وہ ہوا اب میں تین باتیں پیش کرتا ہوں ان میں سے جسے چاہو منظور کر لو۔ پہلی یہ کہ جس طرف سے میں آیا ہوں اسی طرف مجھے جانے دو تاکہ میں گوشہ نشین ہو کر عبادت الٰہی میں مصروف ہو جاؤں گا۔ دوسری یہ ہے کہ مجھے کسی سرحد کیطرف نکل جانے دو تاکہ میں کفار سے جہاد کرتا ہوا شہید ہو جاؤں تیسری یہ کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو۔ میں اسکے پاس جاکر اپنا معاملہ اسی طرح طے کروں گا جس طرح میرے بھائی حسنؓ نے امیر معاویہ سے کر لیا تھا:۔ (عمرو بن سعد نے کہا۔ آپکی شرائط معقول ہیں لیکن میں اپنی ذمہ داری پر کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ البتہ ابن زیاد کو یہ تمام باتیں لکھدوں گا:۔

چنانچہ اس نے عبید اللہ بن زیاد کو حضرت امام حسین کی شرائط لکھ دیں۔ عبید اللہ (ابن زیاد)

اس خط کو پڑھکر نہایت خوش ہوا۔ اس نے کہا حسینؑ ابن علی المرتضے کی نیت نیک معلوم ہوتی ہے۔ وہ یزید کے پاس جاکر بیعت کر لینگے تو پھر کوئی جھگڑا باقی نہ رہے گا" اتفاق سے شمر ذی الجوشن ابن زیاد کے پاس بیٹھا تھا اُس نے کہا یا امیر جانتے ہو کہ اگر حسینؑ یزید کے پاس پہنچگئے تو انکے مقابلہ میں آپکی کوئی قدر و منزلت باقی نہ رہے گی آپکے لئے تو یہ مناسب ہے آپ ان سے اپنے ہاتھ پر یزید کیلئے بیعت لیں اس سے یزید کے دل میں آپکی وقعت بڑھ جائیگی اور اگر حسینؑ آپکے ہاتھ پر بیعت نہ کریں تو انہیں قتل کر ڈالیئے اس سے بھی آپکی عزت و شہرت میں چار چاند لگ جائینگے" ابن زیاد اس شیطان کے کہنے میں آگیا۔ اس نے عمرو بن سعد کو خط لکھا کہ "عمر سعد میں نے تجھے حسینؑ کے مقابلہ میں اسلئے نہ بھیجا تھا کہ تو جنگ سے گریز کرے اور مجھ سے انکی سفارش کرے تو فوراً حسینؑ سے کہدے کہ اگر وہ میرے ہاتھ پر یزید کیلئے بیعت کریں تو ان کیلئے امان ہے وہ شوق سے کوفہ میں چلے آئیں اور اگر وہ انکار کریں تو اُن سے لڑائی شروع کردے اور انھیں قتل کرکے ان کی لاش کو پامال کر ڈال۔ انہوں نے خودسری سے خروج کیا ہے اور اس نافرمانی کی سزا پانیکے مستحق ہیں تجھے اس کا اچھا صلہ دیا جائیگا اور اگر تجھے اس کام سے انکار ہو تو تجھے معزول کرکے شمر کو تیری جگہ مقرر کیا جاتا ہے" یہ خط شمر کو دیکر کہا کہ تو ہی اُسے لے جا اگر عمرو بن سعد اسکے مطابق عمل کرے تو خیر اور انکی اطاعت کرنا اور اگر وہ تعمیل سے انکار کرے تو اُسے معزول کرکے تمام لشکر کا چارج تم لے لینا۔ جب شمر روانہ ہونے لگا تو عبداللہ بن ابی المحل بن حزام وہاں بیٹھے تھے۔ ان کی پھوپھی ام البنین بنت حزام امیر المومنین حضرت علے المرتضے کے عقد میں تھیں ان کے بطن سے عباسؑ۔ عبداللہ۔ جعفرؑ اور عثمانؑ پیدا ہوئے تھے اور یہ چاروں بھائی حضرت امام حسینؑ کے ساتھ تھے۔ عبداللہ بن ابی المحل نے عبیداللہ ابن زیاد سے اپنے چاروں بھانجوں کیلئے امان نامہ حاصل کرکے اپنے ایک غلام کی معرفت بھیجدیا۔

جب امان نامہ حضرت عباسؓ وغیرہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہدیا کہ ہمیں ایک ظالم کے امان کی ضرورت نہیں یہ ملحوظ رہے کہ ام البنین بنت حرام عبداللہ بن ابی المحل کی پھوپھی اور شمر ذی الجوشن کی بہن تھی۔ گویا حضرت عباسؓ عبداللہؓ جعفرؓ اور عثمانؓ شمر کے ہمشیر زادے تھے اور اس طرح وہ اہل بیت کا قریبی رشتہ دار تھا۔ وہ خط لے کر روانہ ہوا:۔

شمر کی آمد

ابن سعد اس کوشش میں تھا کہ کشت و خون نہ ہو وہ حضرت امام حسینؓ کے پاس آتا جاتا رہتا تھا۔ حضرت امام حسینؓ کے ساتھی ابن سعد کے لشکر میں آتے اور لشکریوں کے ساتھ مل کر نمازیں پڑھتے۔ ایک ہفتہ اسی طرح گذر گیا۔ ۹ محرم ۶۱ھ پنجشنبہ کے دن شمر عصر کے وقت عمرو بن سعد کے پاس پہنچا اور ابن زیاد کا خط اسے دیا۔ ابن سعد نے کہا۔ افسوس تو برا ہوا۔ شمر نے پوچھا۔ اب کیا قصد ہے؟ ابن سعد نے کہا تعمیل حکم کروں گا۔ شمر نے پوچھا کب؟ ابن سعد نے کہا یہ مہینہ احترام کا ہے اسکے بعد۔ شمر نے کہا نہیں اسی وقت تعمیل کرو اور اگر اس سے انکار ہے تو لشکر کی کمان میرے حوالے کرو:۔

مجبوراً عمرو بن سعد اسی وقت لشکر لیکر روانہ ہوا۔ حضرت حسینؓ نے حضرت عباسؓ کو بیس آدمیوں کی معیت میں بھیجا تاکہ وہ معلوم کریں کہ لشکر اس وقت کیوں چڑھ کر آیا ہے حضرت عباس نے ابن سعد سے دریافت کیا۔ اس نے ابن زیاد کا خط پڑھ کر سنایا۔ عباس نے حضرت امام حسینؓ سے واقعہ آکر عرض کیا۔ حضرت حسینؓ نے کہا۔ ابن سعد سے کہو کہ آج رات کی مہلت دے۔ حضرت عباسؓ نے واپس جا کر ابن سعد سے کہا۔ ابن سعد نے شمر کیطرف دیکھا۔ شمر نے کہا میں کچھ نہیں جانتا تم جو مناسب سمجھو کرو۔ عمرو بن الحجاج اور قیس بن اشعث نے کہا۔ مہلت ضرور دینی چاہیئے۔ ابن سعد نے مہلت منظور کر لی۔ شمر ذی الجوشن نے لشکر سے آگے بڑھ کر اپنے بھانجوں کے نام پکار کر کہا کہ اے میرے ہمشیر زادو میں تم کو امان دیتا ہوں، میرے پاس چلے آؤ۔ حضرت عباسؓ نے کہا افسوس ہے کہ تم ہمیں تو امان دیتے ہو

اور رسول اللہ کے نواسہ کو امان نہیں دیتے۔ شمر اپنا سا منہ لیکر رہ گیا حضرت امام حسینؓ نے اسی وقت تمام اپنے ساتھیوں کو جمع کرکے ایک پُراثر تقریر کی اور آخر میں کہا دشمن میرے خون کے پیاسے ہیں۔ مجھے چھوڑ دو اور تم سب میرے اہل بیت کو لیکر یہاں سے چلے جاؤ" سب نے بالاتفاق کہا کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ آپ نے انہیں دعا دی اور وہاں سے اپنے خیمے میں تشریف لے آئے۔ چونکہ دل بھرا ہوا تھا اسلئے دردناک اشعار پڑھنے لگے۔ آپکی بہن حضرت زینبؓ نے سن لئے۔ مضطرب ہو کر پاس آئیں اور بولیں کاش میری زندگی میں یہ دن نہ آتا۔ میں اپنی والدہ حضرت فاطمہؓ۔ باپ حضرت علی المرتضیٰ۔ بھائی حضرت حسنؓ کے ساتھ ہی مرجاتی

حضرت حسینؓ نے کہا میری اخت صبر، میرا باپ مجھ سے بہتر تھا میری والدہ مجھ سے افضل تھی میرا بھائی نیک اور سعید تھا وہ سب رسول اللہ کی پیروی کرتے رہے میں بھی پیروی کر رہا ہوں۔ یہ دنیا فانی ہے اسکی ہر چیز فنا ہونیوالی ہے۔ جو پیدا ہوتا ہے وہ فنا ہونیکے لئے پیاری بہن! اگر میں بھی کل کو مارا جاؤں تو میں وصیت کرتا ہوں اور قسم دلاتا ہوں کہ میری موت پر جامہ دری نہ کرنا۔ بین نہ کرنا۔ نوحہ نہ پڑھنا۔ سینہ کوبی نہ کرنا۔ یہ دن سب کو پیش آنیوالا ہے صبر کرنا۔ اللہ تعالٰے صبر کا اجر دے گا حضرت زینبؓ خاموش ہو گئیں آپ باہر تشریف لائے اور ہمراہیوں سے کہا کہ خیموں کے گرد خندق کھود کر آگ جلا دو۔ آپکے حکم کی فوراً تعمیل کیگئی۔ اور خندق کھود کر آگ روشن کر دی گئی۔

پانی کی بندش

اسی روز مغرب سے کچھ ہی پہلے ابن سعد کے پاس عبید اللہ بن زیاد کا حکم پہنچا کہ اگر حسینؓ نے اطاعت قبول نہیں کی ہے تو دریائے فرات پر قبضہ کرکے پانی بند کر دو اور ایسا انتظام کر دو کہ اہل بیت کو پانی کا ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہو۔ چنانچہ عمرو بن سعد نے عمرو بن الحجاج کو پانچسو سواروں کا ایک دستہ دیکر ساحل فرات پر متعین کر دیا۔ چونکہ اس سے پہلے پانی پر پہرہ

بیٹھا تھا اسلئے حضرت امام حسینؑ کے ہمراہی بقدر ضرورت پانی لے لیا کرتے تھے ورنہ انہوں نے پانی نہیں لیا تھا۔ اب رات کو جب لینا چاہا تو معلوم ہوا کہ غنیم نے پانی پر قبضہ کر لیا ہے اس سے ہمراہیان حسینؑ کو سخت اذیت پہنچی :-

علیؓ بن حسینؑ کا کرب

حضرت امام حسینؑ کے منجھلے بیٹے علی بن حسین جو زین العابدینؒ کے نام سے مشہور ہیں بیمار تھے پانی نہ ملنے کی وجہ سے انہیں سخت تکلیف ہوئی وہ بے قرار تھے ان کا کرب دیکھ کر انکی بہن کلثومؓ رونے لگی حضرت زین العابدین بھی رو پڑے۔ رونے کی آواز سنکر حضرت امام حسینؑ خیمہ کے اندر تشریف لائے اور فرمایا۔ رونا بند کر دو۔ دشمنوں کے خیمے قریب ہی ہیں وہ تمہارے رونے کی آواز سنکر خوش ہونگے اور تمہارے ہمراہیوں کے دل تھوڑے ہو جائینگے۔ غرضیکہ انہیں بمشکل خاموش کر کے خیمہ سے باہر آئے اور فرمایا۔ واقعی میں نے غلطی کی بچوں اور عورتوں کو ساتھ نہیں لانا چاہیئے تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ پانی کی بندش تین روز پہلے سے ہو گئی تھی اور ۹ محرم ۶۱ھ کو حضرت عباسؓ بیس سواروں کو ساتھ لیکر لڑتے بھڑتے تھوڑا سا پانی لے آئے تھے لیکن وہ تمام ہمراہیوں کیلئے ناکافی ہوا :-

جویرہ کی آمد

عبید اللہ بن زیاد نے شمر کی روانگی کے بعد یہ خیال کیا کہ کہیں عمرو بن سعد اور شمر میں بے لطفی نہ ہو جائے اور اس باہمی بدمزگی سے حضرت امام حسینؑ فائدہ نہ اٹھائیں اسلئے اس نے شمر کے بعد جویرہ کو یہ حکم دیکر بھیجا کہ اگر عمرو بن سعد اسکے فرمان کی تعمیل میں لیت و لعل کرے تو اسے اسیر کر لیا جائے اور لشکر کی کمان جویرہ اپنے ہاتھ میں لے لے۔ چنانچہ جویرہ بھی کربلا میں آگیا تھا :-

لشکروں کی صف بندی

اگلے دن صبح کو یعنی ۱۰ محرم ۶۱ھ جمعہ کے روز ابن سعد نے صبح کی نماز پڑھکر اپنے

لشکر کو آراستہ کیا۔ اُس نے ہر قبیلہ پر جُدا جُدا سردار مقرر کیے۔ اہل مدینہ پر عبداللہ بن زہیر ازدی کو۔ قبائل ربیعہ و کندہ پر قیس بن اشعث کو۔ مذحج و اسد پر عبدالرحمان بن سبرہ جعفی کو تمیم و ہمدان پر حُر بن یزید ریاحی کو۔ لشکر کا میمنہ عمرو بن حجاج زبیدی کو دیا۔ میسرہ شمر ذی الجوشن کے سپرد کیا اور خود قلب میں رہا۔ حضرت امام حسینؓ بھی صبح کی نماز پڑھتے ہی اپنے ہمراہیوں کو لیکر میدان میں آ گئے۔ آپنے بھی اپنے ہمراہیوں کی صف بندی کی آپکے ساتھ صرف بتیس ۳۲ سوار اور چالیس ۴۰ پیادے تھے۔ آپنے زہیرؓ بن القین کو میمنہ پر اور حبیبؓ بن مظہر کو میسرہ پر متعین کیا۔ علم اپنے سوتیلے بھائی عباس کو دیا اور انہیں خیموں کی پشت کی طرف مقرر کیا۔ گویا یہ لشکر کا ساقہ تھا۔

اتمام حجت

حضرت امام حسینؓ نے کوفیوں کو آمادہ جنگ دیکھکر قطع حجت کرنیکے لئے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر ان سے فرمایا۔ اے کوفیو! لڑائی میں عجلت نہ کرو میرے عذرات سن لو۔ اگر تم حق پسندی کرو گے تو یہیں تمہاری سعادت ہے......... ابھی اسی قدر کہنے پائے تھے کہ آپکے ہمراہیوں میں سے عورتوں اور بچوں کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ آپکو سخت ملال ہوا۔ آپنے فرمایا بخدا! بھائی عبداللہ بن عباسؓ نے سچ کہا تھا کہ عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جاؤ! مجھ سے بڑی غلطی ہوئی کہ میں نے انکے مشورہ پر عمل نہ کیا۔ پھر آپنے اپنے بیٹے علی اکبرؓ اور بھائی عباسؓ سے کہا کہ ان عورتوں کو رونے سے منع کرو۔ کہو اس وقت خاموش رہیں کل جب میں نہ ہونگا خوب دل بھر کر رو لینا! ان دونو نکے سمجھانے سے عورتوں نے رونا بند کیا۔ حضرت امام حسینؓ نے کوفیوں سے خطاب کر کے فرمایا:

لوگو! تم مجھ سے اچھی طرح واقف ہو کہ میں تمہارے رسول صلعم کا نواسہ ہوں شیر خدا حضرت علی کرم کا بیٹا ہوں۔ سیدۃ النساء حضرت فاطمہؓ کا نور عین ہوں۔ حضرت جعفرؓ طیار کا بھتیجہ ہوں۔ حضرت سید الشہداء امیر حمزہؓ میرے باپ کے چچا تھے اس فخر النسبی کے علاوہ مجھے یہ فخر بھی حاصل ہے کہ آنحضرت

نے مجھے اور میرے بھائی حسنؓ کو جوانان اہل جنت کا سردار بتایا ہے میں نے
کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ کبھی نماز قضا نہیں کی کسی مسلمان کو قتل نہیں کیا۔ پھر
تم کیوں میرے قتل کرنے اور آبرو ریزی پر تلے ہوئے ہو۔ کیا تم میں کوئی بھی
ایسا شخص نہیں ہے جو تمہیں میری خونریزی سے روکے میں مدینہ میں ایک
طرف پڑا تھا۔ تم نے مجھے وہاں نہ رہنے دیا۔ وہاں سے خانہ کعبہ میں چلا آیا۔ تم
نے وہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ اے کوفیو! تم نے مجھے ڈیڑھ سو ۱۵۰ خطوط
لکھے یہ تمام خط میرے پاس موجود ہیں تم نے ان میں لکھا تھا کہ ہم تمہیں
امامت کا حقدار سمجھتے ہیں تمہارے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنا چاہتے ہیں۔ میں
تمہارے کہنے سے چلا آیا تو اب تم مجھ سے برگشتہ ہو کر میری جان اور آبرو کے
خواہاں ہو گئے ہو۔ تم اپنے آپ کو محب اہل بیت کہتے تھے اب وہ تمہاری
محبت کیا ہوئی۔ میں تم سے اور کچھ نہیں چاہتا۔ صرف یہ خواہش رکھتا ہوں
کہ تم مجھے قتل نہ کرو۔ مکہ، مدینہ یا کسی اور طرف نکل جانے دو۔ جہاں میں
عبادت میں مصروف ہو جاؤں :-

اس مؤثر تقریر کو سن کر سب لوگ دم بخود ہو گئے۔ جب کسی نے کچھ جواب نہ دیا
تو حضرت امام حسینؓ نے کہا۔ دیکھو اس لشکر میں شیث بن ربعی۔ حجار بن جبر۔ قیس
بن اشعث۔ یزید بن حرث۔ مسیب بن محمد۔ رفاعہ بن شداد۔ اور حبیب بن مظاہر
موجود ہیں۔ انہوں نے مجھے خطوط لکھ کر بلایا۔ ان کے دستخطی خط میرے پاس موجود
ہیں۔ آج مہمان بلا کر میرے ساتھ دشمنی کرتے ہو۔ زمانہ تمہیں تمہاری اس بدعہدی
پر کیا کہے گا۔" قیس بن اشعث نے کہا۔ تم ہی اپنے ابن عم (ابن زیاد) کی بات کیوں
نہیں مان لیتے؟ حضرت حسینؓ نے فرمایا۔ بخدا! میں ذلیل و خوار ہو کر مطیع نہ ہوں گا۔ آپ
واپس تشریف لے آئے۔ آپ کی تقریر کا اثر حر بن یزید تمیمی پر ایسا ہوا کہ وہ اسی وقت

کوفیوں کا ساتھ چھوڑ کر حضرت امام حسینؓ کے پاس چلے اور عفو تقصیر کے طالب ہوئے
حضرت حسینؓ نے شفقت سے ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔ حضرت حرؓ بن یزید
لشکر ابن سعد کے پاس آ کر بولے۔ کہ اے اہل کوفہ! بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم نے
ہی تو امام حسینؓ کو بلایا اور اب تم ہی انھیں قتل کرنے پر تیار ہو گئے ہو۔ اس پر طرہ یہ کہ
ان پر پانی بھی بند کر دیا۔ کس قدر رنجدہ بات ہے کہ آب فرات سے یہودی نصرانی۔ مجوسی
چرند۔ پرند حتیٰ کہ کتے اور سؤر سب سیراب ہوں لیکن امام حسینؓ اور ان کے اہل بیت
ایک ایک قطرہ پانی کو ترسیں اے کوفیو روز حشر کی تشنگی سے ڈرو۔ اگر آج تم نے
انہیں پانی نہ دیا۔ تو اللہ تعالیٰ تمہیں بھی حوض کوثر سے سیراب نہ کرے گا۔

معرکۂ کربلا کا آغاز

کوفیوں نے معقول ہونے یا جواب دینے کے بجائے حضرت حرؓ پر تیروں کی بارش
شروع کر دی سب سے پہلے عمرو بن سعد نے تیر پھینکا اور کہا۔ لوگو گواہ رہنا کہ سب سے
پہلے میں نے تیر چلایا ہے۔ حضرت حرؓ لوٹ آئے۔ اسکے بعد کوفیوں کے لشکر میں سے
یسار اور سالم دو آدمی نکلے۔ امام حسینؓ کیطرف سے عبداللہ بن عمر کلبی ان دونوں کے
مقابلہ میں پہنچے اور دلیرانہ حملے کر کے دونوں کو قتل کر دیا۔ عبداللہ بن عمر کلبی کی بیوی
بھی انکے ساتھ آئی تھیں۔ ان کا نام "ام وھب" تھا۔ وہ بھی خیمہ کی چوب لے کر
میدان جنگ میں پہنچ گئیں اور اپنے شوہر سے بولیں میرے سرتاج۔ آج حق شجاعت
ادا کرو۔ آؤ میں اور تم دونوں رسول اللہ کے نواسہ پر سے قربان ہو جائیں۔ یہ کہتے ہی وہ
چوب لیکر جوش میں آکر بڑھیں انکے شوہر نے انہیں روکا انہوں نے کہا مت روکو آج
میری خوش نصیبی کا دن ہے۔ آج جنت کے دروازے کھل گئے ہیں مجھے شہید ہو کر
جنت میں داخل ہو جانے دو۔ انکے شوہر نے کہا تب آؤ ہم دونوں زندگی میں بھی ساتھ
رہے ہیں مر کر بھی ساتھ رہیں گے۔ حضرت امام حسینؓ دیکھ رہے تھے آپ نے پکار کر کہا:۔

خدا کی قسم تم دونوں نے حق اہل بیت ادا کر دیا۔ خدا تم کو جزائے خیر دے۔ اے ام وہب لوٹ آ۔ حسینؓ سے پہلے شہید ہو کر حسینؓ کو شرمندہ نہ کر"۔ ام وہب لوٹ آئیں۔"

عمرو بن حجاج میمنہ میں بقاوہ ایثار سالہ لے کر حملہ آور ہوا لیکن حبیبؓ بن مظاہر نے اس شدت سے تیر افگنی کی کہ ابن سعد کے میمنہ والوں کو پسپا ہونا پڑا۔ ان کے بہت سے آدمی مارے گئے اور بہت سے مجروح ہوئے۔ میمنہ کے واپس لوٹنے پر ایک شخص ابن جوزہ جسے اپنی بہادری پر بڑا گھمنڈ تھا بڑھکر آگے آیا۔ اور اس نے حضرت امام حسینؓ سے کہا۔ میں تمہیں دوزخ کی بشارت دیتا ہوں"۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا تو جھوٹا ہے ساتھ ہی یہ دعا کی کہ "اے خدا اسے اسکے جھوٹ کی سزا دے"۔ ابن جوزہ نے گھوڑے کو ایڑ لگا کر بڑھایا۔ اتفاق سے گھوڑا بدک کر بھاگا۔ ابن جوزہ سنبھل نہ سکا۔ اس کا ایک پیر رکاب سے نکل گیا اور دوسرا رکاب میں اٹکا رہا وہ گرا اور گھوڑا اُسے کھینچے چلا گیا اسکے سر کی کھیلیں اُڑ گئیں ایک ساعت میں لاش تک کا پتہ نہ چلا۔ مسروق بن وائل حضرمی ایک بہادر نوجوان ابن سعد کے لشکر میں تھا یہ واقعہ دیکھکر یہ کہتے ہوئے لوٹ گیا میں اس خاندان والوں سے نہ لڑوں گا جس کی بددعا میں اتنا بڑا اثر ہے۔ حضرت حُرؓ بن یزید تمیمی کے بھائی حضرت مصعبؓ بن یزید حُرؓ کے بھتیجے علیؓ اور ان کے غلام عروہ کے حضرت امام حسینؓ کے پاس چلے آئے۔ اب یزید بن معقل کوفیوں کی طرف سے نکلا حضرت امام حسینؓ کی جانب سے بریرؓ بن خضیر نکلے۔ بریر نے اس زور سے تلوار ماری کہ آہنی خود پھاڑ کر سر میں اُتر گئی بریر اپنی تلوار نکال رہے تھے کہ رضی بن منقذ عبدی نے بڑھکر ان پر وار کیا۔ بریر ان سے لپٹ گئے۔ دونوں میں کشتی ہونے لگی۔ بریر نے رضی کو دے مارا اور اسکے سینہ پر چڑھکر خنجر نکالنے لگے۔ اس اثناء میں کعب بن جابر ازدی نے ان کی پشت پر نیزہ مارا۔ وہ بیتاب ہو کر اُٹھے کعب نے جلدی سے تلوار مار کر انھیں شہید کر دیا۔ کعب کی واپسی پر اُس کی بیوی نے اُسے ملامت کرتے

نے کہا۔ تجھ پر لعنت ہو تو حضرت فاطمہؓ کے بیٹے سے لڑنے آیا ہے۔ تو نے بریرؓ کو جو سید القرائیں تھے شہید کر دیا۔ اے رو سیاہ اب مجھ سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا" چنانچہ وہ اسی وقت اس سے علیحدہ ہو گئی۔ بریرؓ کی شہادت کے بعد عمرو بن فرظہ انصاری حضرت حسینؓ کیطرف سے میدان میں آئے اور کئی کوفیوں کو ٹھنڈا کر کے شہید ہو گئے:۔

حضرت حُرؓ بن یزید کی شہادت

اب حضرت حُر امام حسینؓ کے پاس آئے انہوں نے کہا یا حسینؓ میں نے رات اپنے باپ یزید کو خواب میں دیکھا جو کہہ رہے تھے کہ تو دولت اور اعزاز کی ہوس میں امام حسینؓ سے جنگ کرنے آیا ہے خدا اور اُسکے رسُول سے نہیں ڈرتا کل روزحشر میں آنحضور صلعم تیری شفاعت کیسے کرینگے۔ یا امام مجھے اذن جنگ دیجئے میں نے دنیا چھوڑ دی اور آخرت اختیار کی حضرت امام حسینؓ نے انہیں اجازت دی اور وہ میدان جنگ میں آئے ان کے مقابلہ میں یزید بن سفیان آیا حضرت حُرؓ نے پہلے ہی حملے میں اسکا کام تمام کر دیا عمرو بن سعد نے صفوان بن حنظلہ کو اشارہ کیا۔ وہ گھوڑا بڑھا کر آیا حضرت حُرؓ نے اُسے بھی مار ڈالا صفوان کے تین بھائی اور تھے تینوں یکے بعد دیگرے میدان جنگ میں آئے اور حضرت حُرؓ نے تینوں کو مار ڈالا۔ اب حضرت حُرؓ پر تشنگی غالب ہوئی وہ لوٹ کر حضرت حسینؓ کی خدمت میں آئے اور پوچھا یا ابن رسول اللہ اب تو آپ مجھ سے خوش ہوئے حضرت حسینؓ نے فرمایا۔ نَعَم اَنتَ حُرٌ کَمَا سَمَّیتکَ اُمُّکَ۔ یعنی ہاں اور تو نار دوزخ سے اس طرح آزاد ہوا جیسے تیری ماں نے تیرا نام "حُر" رکھا ہے" یہ بشارت سنکر حُرؓ نہایت خوش ہوئے اور پھر میدان کارزار میں پہنچے۔ ان کے مقابلہ کے لئے کوئی صف اعدا سے نہ نکلا۔ سب پر ان کا رعب چھایا ہوا تھا۔ عمرو بن حجاج نے لوگوں کو برانگیختہ کر کے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ کوفی بڑھکر حملہ آور ہوئے۔ حضرت حُرؓ

نہایت جوانمردی سے لڑے انہوں نے بہت سے جوانمردوں کو مار ڈالا قسورؒ بن کنانہ نے موقعہ پاکر انکے سینہ پر نیزہ مارا۔ آپ گھوڑے سے گرے دیکھا تو قسورؒ مسکرا رہا تھا۔ آپ نے نیزہ اٹھاکر پھینک مارا۔ جو قسور کے سینے میں پیوست ہوگیا وہ بھی گر کر تڑپنے لگا۔ اب حضرت حُرؓ نے پکارا۔ یا حسینؓ مدد کو پہنچو۔ حضرت حسینؓ انہیں اٹھا لائے۔ شدت تشنگی سے حُر کی زبان سوکھ گئی تھی۔ مگر وہاں پانی کہاں تھا۔ حضرت حرؓ نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور پوچھا۔ یا حسین آپ مجھ سے خفا تو نہیں؟ حضرت حسینؓ نے آبدیدہ ہوکر کہا۔ اے حُر تو نے حق ادا کر دیا۔ میں تجھ سے خوش ہوں نہ صرف میں بلکہ خدا اور خدا کا حبیب بھی تجھ سے خوش ہیں یہ سنتے ہی حرؓ پر نزع کی کیفیت طاری ہوگئی حضرت امام حسینؓ نے ان کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا یہاں تک کہ حُر کا انتقال ہوگیا۔

حُر کے بعد ان کے بھائی مصعبؓ۔ ان کا بیٹا علیؓ اور ان کا غلام عزۃ بھی دشمنوں سے خوب جی کھول کر لڑے اور تینوں شہید ہوگئے۔ ان کے بعد مسلمؓ بن عوسجہ میدان میں نکلے اور کوفیوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ اب حضرت امام حسینؓ کی طرف سے ایک ایک آدمی میدان میں نکلتا تھا اور دس دس بیس بیس دشمنوں کو قتل کرکے شہید ہوجاتا تھا۔ حضرت امام حسینؓ کے ہمراہیوں نے اپنی زندگی میں اہل بیت میں سے کسی کو میدان کارزار میں نہ نکلنے دیا یہاں تک کہ ایک ایک کرکے سب شہید ہوگئے اس وقت تک ترپن ۵۳ آدمی شہید ہوچکے تھے اور صرف انیس ۱۹ آدمی باقی رہ گئے تھے ان میں سے سولہ ۱۶ عزیز و اقارب اور فرزند و برادر تھے دو ۲ رفیق تھے اور ایک غلام تھا:-

حضرت عبداللہؓ بن مسلمؓ بن عقیلؓ کی شہادت

جب خویش و اقربا ہی باقی رہ گئے تو حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیلؓ امام حسینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اذن جنگ طلب کیا۔ امام حسینؓ نے فرمایا نور چشم تیرے باپ کا غم ابھی تازہ ہے تو

کیوں جان دینے کیلئے جاتا ہے حضرت عبداللہ بن مسلمؓ نے کہا میرے باپ بھی آپ پر فدا ہو گئے ہیں میں بھی فدا ہونا چاہتا ہوں جب عبداللہ بن مسلمؓ نے زیادہ اصرار کیا تو امام حسینؓ نے اجازت دے دی۔ وہ رجز پڑھتے ہوئے میدان وغا میں پہنچے۔ کوفیوں کی طرف سے قدامہ مقابلہ پر آیا۔ عبداللہ نے کئی وار کئے مگر تلوار کارگر نہ ہوئی وہ گھوڑے سے نیچے اتر گئے۔ قدامہ نے نعرہ مسرت لگایا اور نیزہ سے حملہ کیا۔ ابن مسلم جلدی سے وار بچا کر گھوڑے پر سوار ہو گئے اور نہایت پھرتی سے تلوار ماری قدامہ کا آدھا کلہ کھل گیا۔ عبداللہ بن مسلمؓ نے اس کا کمر بند پکڑ کر اس زور سے پٹخا کہ اس کی روح جسم سے پرواز کر گئی۔ قدامہ کے بعد اس کا بیٹا سلامہ مقابلہ پر آیا آپ نے اُسے بھی ٹھنڈا کر دیا اور پھر لشکر اعداء پر پُر زور حملہ کر دیا۔ عمرو بن صبیح حیدانی نے دُور سے تیر مارا جو آپ کی پیشانی میں پیوست ہو گیا۔ آپ گھوڑے سے اتر کر سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ اب عمرو حیدانی نے دوسرا تیر مارا اور آپ شہید ہو گئے۔ آپ کے بعد آپ کے چچا جعفرؓ بن عقیلؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن عقیل یکے بعد دیگرے میدان میں نکلے اور جوہر شجاعت دکھا کر شہید ہو گئے!

حضرت محمدؓ اور عونؓ کی شہادت

ان دونوں میں سے پہلے حضرت محمدؓ میدان جنگ میں نکلے۔ یہ ابھی بچہ ہی تھے مگر شیر کے بچے بھی شیر ہی ہوتے ہیں نہایت زور و قوت سے لڑے اور شہید ہو گئے ان کے بعد ان کے بھائی عونؓ میدان میں آئے اور اس جرأت سے لڑے کہ کوفی دنگ رہ گئے۔ مگر بساط ہی کیا تھی۔ تھوڑی دیر میں تھک گئے اور بے درد کوفیوں نے شہید کر ڈالا یہ دونوں حضرت امام حسینؓ کے بھانجے تھے۔

حضرت عبداللہؓ بن حسنؓ کی شہادت

یہ حضرت امام حسینؓ کے بھتیجے تھے انہوں نے لشکر اعداء پر اس زور سے حملہ کیا کہ

دشمن پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ حضرت عبداللہ نے عمرو بن سعد پر وار کیا وہ بھاگا۔ بختری بن عمر شامی قریب ہی کھڑا تھا۔ اس نے عمرو بن سعد کو ملامت کرتے ہوئے کہا۔ واہ کیا بہادری ہے کہ ایک نوعمر طفل سے ڈر کر بھاگا جا رہا ہے۔ عمر سعد نے کہا۔ تو نہیں جانتا یہ ہاشمی ہے اگر تجھے دعوئی شجاعت کا ہے تو مقابلہ کر۔ بختری اپنے پانچسو آدمیوں کا رسالہ لیکر حضرت عبداللہ بن حسنؓ پر ٹوٹ پڑا حضرت امام حسینؓ یہ کیفیت دیکھکر بیقرار ہو گئے۔ آپنے محمد بن انس۔ اسدؓ بن دوجانہ انصاری اور اپنے غلام بیرزان کو ان کی امداد کیلئے روانہ کیا۔ ان تینوں نے نہایت زور و شور سے حملہ کیا۔ خصوصاً بیرزان شیر کی طرح سے سپاہیوں کو چیرتے ہوئے بختری سے جا الجھے۔ بختری جان بچا کر بھاگا سامنے سے شیث ربعی پانچسو سوارے کر آگیا۔ اس نے کہا صد حیف! تو ایک غلام سے ڈر کر بھاگا جا رہا ہے۔ وہ پلٹ پڑا اور دونوں نے ان چاروں بھیوں پر ایک ہزار سواروں سے یورش کر دی۔ چاروں خوب جی توڑ کر لڑے لیکن تشنگی نے بے چین کر دیا۔ عثمان موصلی نے پیچھے سے آکر بیرزانؓ کی کمر میں نیزہ مارا۔ وہ شہید ہو کر گرے۔ انکے بعد محمدؓ بن انس نے جام شہادت پیا۔ کچھ دیر کے بعد اسدؓ بن دوجانہ بھی شہید ہو گئے حضرت عبداللہ بن حسنؓ نے کئی مردان صف شکن کو مار ڈالا۔ آخر کب تک لڑتے خود بھی شہید ہو گئے۔

حضرت قاسم بن حسن علیہ السلام کی شہادت

حضرت عبداللہ کی شہادت نے حضرت قاسم بن حسنؓ یعنے عبداللہ کے بھائی کو بیقرار کر دیا۔ انہوں نے گھوڑے کے ایڑ لگائی۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا۔ پیارے بھتیجے جلدی نہ کرو۔ حضرت قاسم نے کہا یا عم بھائی کی موت نے دنیا آنکھوں میں تاریک کر دی ہے مرنا ہے ہی تھوڑی دیر کے بعد یا تھوڑی دیر پہلے! اجازت دیجئے! آپنے اجازت دے دی اور وہ صف اعداء پر حملہ آور ہوئے۔ عمر سعد نے ارزق کو مقابلہ کرنے کا

حکم دیا اس نے کہا ایک تیرہ[۱۳] سالہ بچہ کے مقابلہ پر میں جاؤں بڑے شرم کی بات ہے میں اپنے بیٹوں میں سے کسی کو بھیجے دیتا ہوں وہ اسے پکڑ لائیگا یا قتل کر آئیگا۔ اسکے چار[۴] بیٹے تھے۔ اس نے چاروں بیٹوں کو یکے بعد دیگرے بھیجا اور حضرت قاسم نے چاروں کو مار ڈالا۔ آخر میں ازرق جوش میں بھر کر مقابلہ میں آیا۔ حضرت قاسم نے اس سے کہا؛

ازرق آج تیرے حواس کیا ہوئے تیرے گھوڑے کا خوگیر ڈھیلا ہو رہا ہے اسے ٹھیک کر" وہ دیکھنے کیلئے جھکا۔ حضرت قاسم نے اس زور کا ہاتھ مارا کہ اس کا سر دھڑ سے الگ ہو گیا۔ اس عرصہ میں عمرو بن سعد بن نفیل ازدی نے پیچھے سے آکر تلوار ماری۔ آپ یا عماہ (آہ اے چچا) کہکر منہ کے بل گرے حضرت امام حسینؓ ان کی مدد کیلئے دوڑے اور عمرو بن سعد بن نفیل کے قریب جا کر اس پر حملہ کیا۔ اس نے تلوار کہنی پر روکی ہاتھ کہنی پر سے کٹ گیا۔ وہ چیخ مار کر زمین پر گرا۔ سواران کوفہ جھپٹے اور اسے اٹھانا چاہا مگر ان کے ہی گھوڑوں نے اسے یعنی عمرو بن سعد بن نفیل کو روند ڈالا حضرت امام حسینؓ نے قاسمؓ کی بالیں پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ وہ قوم کسقدر بری اور سنگدل ہے جس نے تجھے شہید کیا حضرت قاسمؓ نے آنکھیں کھول کر کہا۔ یا عماہ العطش یعنی اے چچا جان پانی۔ حضرت امام حسینؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آپنے فرمایا۔ آب کوثر سے سیراب ہونا۔ اس عرصے میں حضرت قاسمؓ جان بحق تسلیم ہوئے۔ حضرت امام حسینؓ انکی لاش اٹھا لائے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت امام حسینؓ نے حضرت قاسمؓ سے ان کے میدان جنگ میں جانے سے قبل شادی کر دی تھی یہ غلط ہے اس ہنگامۂ دار و گیر میں شادی کیسے ممکن تھی جب کہ حضرت امام حسینؓ کے عزیز و اقارب شہید ہو رہے تھے جنگ کی آگ مشتعل تھی۔ موت اور زندگی کے فیصلے ہو رہے تھے۔ غم و اندوہ کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔ اس وقت شادی کا خیال بھی دماغ میں نہ آسکتا تھا کسی مستند مورخ نے بھی شادی کا تذکرہ نہیں کیا ہے:۔

حضرت عباس رض علمدار کی شہادت

حضرت قاسمؓ کے بعد حضرت امام حسینؓ کے بیٹے حضرت ابوبکر میدان میں پہنچے اور لڑائی شروع کر دی۔ عبداللہ بن عقبہ غنوی نے دور سے تیر چلایا حضرت ابوبکرؓ بن حسین شہید ہو گئے اب حضرت عباس بن علی المرتضٰی حضرت امام حسینؓ کے بھائی نے جو علمدار بھی تھے اپنے بھائی عبداللہ بن علی المرتضٰی۔ جعفر بن علی المرتضٰی اور عثمانؓ بن علی المرتضٰی سے کہا۔ اب جانثاری کا وقت آ گیا ہے۔ امام مظلوم حضرت امام حسینؓ معصوم کی بیکسی دیکھی نہیں جاتی بڑھو اور بھائی پر جانیں قربان کر دو۔ چاروں شہسوار جوش میں آ کر بڑھے اور لشکر اعداء پر حملے کر کے صفوں پر صفیں الٹ دیں۔ کوفی بھاگ گئے۔ ہانی بن شبیت حضرمی نے پہلے عبداللہ بن علی المرتضٰی اور پھر جعفر بن علی المرتضٰی کو شہید کر ڈالا۔ اور خولی بن یزید اصبحی نے حضرت عثمانؓ بن علی کرم پر حملہ کیا آپ نے اس کا وار بچا کر اس پر خود بھی حملہ کر دیا۔ مگر ابھی حملہ کرنے بھی نہ پائے تھے کہ ایک شخص نے پیچھے سے آ کر وار کیا۔ آپ گر پڑے اس بدبخت نے آپ کا سر اتار لیا حضرت عباسؓ علمدار نہایت سرفروشی سے لڑے بالآخر وہ بھی شہید ہو گئے۔

حضرت علی اکبرؓ کی شہادت

رفتہ رفتہ تمام ساتھی اور اعزا شہید ہو گئے صرف تین بیٹے ایک علی اکبرؓ دوسرے اصغرؓ معصوم شیر خوار تھے تیسرے علیؓ یعنے زین العابدین باقی رہ گئے۔ اب حضرت علی اکبر اجازت لیکر میدان میں پہنچے اور حضرت امام حسینؓ نے حسرت بھری نگاہ سے دیکھنا شروع کیا شاہ کربلا کیلئے سب سے زیادہ رنجیدہ اور دل شکن یہ بات تھی کہ آپ نے اپنے بھانجوں بھتیجوں اور بیٹوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرتے دیکھا ان روح فرسا مناظر نے آپکے دل کے ٹکڑے کر دیئے یہ ان کا ہی جگر تھا کہ اتنے صدمات برداشت کرنے پر بھی ضبط و صبر کئے ہوئے تھے اور استقلال و جوانمردی سے ہر صدمہ کو

انگیز کر رہے تھے حالانکہ ہر تازہ زخم پہلے زخموں سے بڑھ چڑھ کر ہوتا تھا۔ یوں تو بہت سے حادثات ہوئے اور نہ معلوم کسقدر آئندہ ہونگے لیکن حادثہ کربلا اسلئے سب پر فوقیت رکھتا ہے کہ اس میں حضرت امام حسینؓ کی قوت ایمانی اور صبر و استقلال کا امتحان قدرت نے لیا۔ حضرت علی اکبرؓ کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت ابی مرہ ثقفیہ تھا۔ انہوں نے شیروں کی طرح حملے کر کر کے دشمنوں کو تتر بتر کر دیا اور عمر سعد کے پاس پہنچکر کہا۔ اے عمر سعد! تو ہمارا قریبی رشتہ دار ہے ہمارے خاندان سے بخوبی واقف ہے ہم آل رسول ہیں تو ہم پر ہاتھ اٹھاتا ہے پیاسہ ذبح کرتا ہے کل قیامت کے روز تیرا کیا حال ہوگا کیا رسول خدا تیری سفارش کرینگے دنیا کیلئے دین کھو رہا ہے۔ عمر سعد نے کچھ جواب نہ دیا آپ نے اُسکے لشکر پر اس زور سے حملہ کیا کہ اگلے سوار دبکر پچھلوں پر جا پڑے کسی کو تاب مقاومت نہ رہی عمر سعد نے دو ہزار سواروں کو حملہ کرنیکا حکم دیا ان اشقیائے چاروں طرف سے شبیہ حسین کو نرغہ میں لے لیا اور مرہ بن منقذ عبدی نے پیچھے سے آکر نیزہ مارا آپ چکرا کر گرے لوگوں نے دوڑ کر تلواروں کی مینہ برسا کر آپکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے حضرت امام حسینؓ یہ روح فرسا واقعہ دیکھ رہے تھے دنیا آپکی آنکھوں میں اندھیر ہو گئی آپ دوڑے اور لوگوں کو مارتے ہٹاتے ہوئے جوان سال بیٹے کی لاش پر پہنچے بیساختہ آنسو نکل پڑے اور فرمایا جان پدر باپ سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ پھر آسمان کیطرف منہ اٹھا کر بولے خدایا تو میرے ضبط و صبر کا انتہائی امتحان لے رہا ہے مگر میں تیرے رسول کا نواسہ ہوں اس ابتلا میں میرے قدموں کو لغزش نہ ہوگی آپ اپنے بیٹے کی لاش کے ٹکڑے اٹھا لائے!

حضرت علی اصغرؓ کی شہادت

اب حضرت امام حسینؓ خیمہ میں آئے تو معلوم ہوا کہ اصغر کا پیاس سے برا حال ہے آپنے جا کر دیکھا تو گلا خشک تھا۔ ہونٹوں پر خشکی تھی۔ آپ اس معصوم کو سینہ سے لگا کر لشکر اعدا کے قریب پہنچے اور عمر سعد کو پکار کر کہا اے بانی ستم تو نے میرے جگر گوشوں کو میرے سامنے شہید کر دیا اور میں نے اف نہیں کی۔ یہ ننھی سی جان پانی کیلئے تڑپ رہی ہے تمہارے خیال کے مطابق اگر تمہارا

خطا وار ہوں تو میں ہوں مجھ سے چاہے جیسا سلوک کرو لیکن اس ننھے سے بچہ کو تھوڑا سا پانی دیدو۔ ابھی آپ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ بدبخت حرملہ بن کاہل نے تاک کر تیر مارا جو حضرت علی اصغر کے حلق میں ترازو ہوگیا۔ بچہ سہم کر سید الشہداء کے بازو سے لپٹ گیا۔ حضرت حسینؓ نے تیر نکالا معصوم اصغر نے تڑپکر جان دیدی حضرت حسینؓ کا دل پاش پاش ہوگیا۔ آپ ننھی سی لاش کو لیکر آئے اور اپنی بہن حضرت زینبؓ کو دیکر کہا۔ اب کبھی علی اصغر کو پیاس نہ لگے گی!

حادثہ عظیم

اس سے بڑا حادثہ کیا ہوگا کہ تمام عزیز و اقارب شہید ہوگئے اور حضرت امام حسینؓ تنہا باقی رہ گئے یا زین العابدین رہ گئے جو بیمار تھے اور جنہیں اٹھنے کی بھی سکت نہ تھی:۔

امام مظلوم کی شہادت

حضرت امام حسینؓ جنگ کیلئے تیار ہوئے حضرت زینبؓ نے بھائی کو بلاکر کہا کہ آپکی بیٹی سکینہ کا پیاس سے برا حال ہے۔ کچھ پانی کا انتظام کیجئے۔ آپ نے دریائے فرات کا رخ کیا کوفیوں نے قدم قدم پر روکا مگر آپ بڑھے چلے گئے اور فرات میں گھوڑا ڈالدیا۔ بیرحم اور سنگدل کوفیوں نے تیروں کا مینہہ برسادیا۔ آپ باہر نکل آئے اور دشمنوں پر ٹوٹ پڑے جبکہ آپ دلیرانہ جنگ کر رہے تھے اس وقت شمر ذی الجوشن دس آدمیوں کو ساتھ لیکر امام حسینؓ کے خیموں کیطرف بڑھا آپنے دیکھ لیا۔ فوراً آپنے بلند آواز سے کہا۔ اے شمر! افسوس تجھ سے دینداری رخصت ہوگئی۔ اگر آخرت کا خوف باقی نہیں رہا ہے تو شرافت کا خیال کر ابھی میں زندہ ہوں میرے اہل وعیال پر دست درازی کا ارادہ نہ کر۔ شمر نے کچھ جواب دیا نہ واپس لوٹا۔ آپ جھپٹ کر اسکے ہمراہیوں پر حملہ آور ہوئے شمر نے پیادوں کو اشارہ کیا۔ ایک زبردست دستہ پیدلوں کا آپ پر ٹوٹا۔ اس دستہ میں عبدالرحمٰن بن جعفی۔ قشم بن نذیر جعفی۔ صالح بن وہب۔ نی سنان بن انس نخعی۔ خولی بن یزید اصبحی وغیرہ شامل تھے۔ اس دستہ نے آپکو گھیر لیا مگر آپ جس طرف حملہ

کرتے لوگ ایک دوسرے پر گر پڑتے تھے کبھی بھاگ کھڑے ہونے لگتے۔ مگر پھر جمگھٹ باندھ کر آجاتے تھے۔ جب کہ حضرت امام حسینؓ جنگ کر رہے تھے۔ حضرت زینب بھائی کی محبت میں بیتاب ہو کر خیمہ سے باہر نکل آئیں اتفاق سے عمر سعد قریب ہی آکھڑا ہوا تھا حضرت زینبؓ نے کہا۔ کیوں عمر سعد کیا حسینؓ اسی قابل ہیں کہ اس بے کسی کے عالم میں قتل کئے جائیں اور تم کھڑے دیکھتے رہو۔ عمر سعد کی آنکھوں سے آنسو نکلے چند قطرے ٹپک پڑے اس نے اپنا منہ پھیر لیا۔ حضرت حسینؓ لڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ لوگو! تم مجھے قتل کر کے پچھتاؤ گے۔ خدا تم سے میرے خون کا بدلہ لیگا۔ تم خدا کے قہر و غضب میں گرفتار ہو جاؤ گے"۔ کون سنتے تھے اور نادم ہوتے بجائے حملے کرتے تھے۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے آپکے بازو پر تلوار ماری ابھی آپ سنبھلے بھی نہ تھے کہ سنان بن انس نخعی نے نیزہ مارا۔ جس کے صدمے سے آپ گر پڑے خولی بن یزید اصبحی آپ کا سر کاٹنے کیلئے بڑھا مگر اسکے بدن میں رعشہ پڑ گیا۔[1] سنان بن انس نے اُسے جھڑک دیا اور خود بڑھکر جگر گوشۂ بتول کا سر کاٹکر خولی کے حوالہ کر دیا۔ آپکے جسم اطہر پر تینتیس ۳۳ زخم نیزوں کے اور تینتالیس ۴۳ زخم تلوار کے آئے تھے تیروں کے زخم ان کے علاوہ تھے۔ عمر بن سعد کے حکم سے دس سواروں نے آپکے جسم اطہر کو پامال کر ڈالا۔ اس داستان غم اور روح فرسا کہانی کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت امام حسینؓ حق و صداقت پر قربان ہو گئے اور اپنے نانا کی اُمت کیلئے ایک بے نظیر مثال چھوڑ گئے۔ اس روح پاک پر درود و سلام ایک بار نہیں ہزار بار درود و سلام یہ روح فرسا واقعہ ۱۰ محرم سنہ ۶۱ھ جمعہ کے دن مطابق ۱۰ اکتوبر سنہ ۶۸۰ء پیش آیا:۔

[1] یہ بات جو مشہور ہے کہ شمر نے امام حسینؓ کو شہید کیا درست نہیں ہے تاریخ ابن خلدون جلد پنجم کے صفحہ ۱۳۳ پر صاف طور پر لکھا ہے کہ سنان بن انس نے پہلے آپکے نیزہ مارا اور جب آپ گر گئے تو خولی بن یزید اصبحی آپکا سر کاٹنے کیلئے بڑھا لیکن اس کے بدن میں رعشہ پڑ گیا تب سنان بن انس نے گھوڑے سے اتر کر آپ کا سر مبارک تن اطہر سے جدا کر کے خولی کے حوالے کر دیا۔ (صادق صدیقی)

آپ کے شہید ہونے کے بعد شمر ذی الجوشن پچھ سواروں کو لیکر حضرت امام حسینؓ کے کیمپ میں جا گھسا اور تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ اونٹ بحرشن خیمے حتی کہ عورتوں کی چادریں تک لے لیں شمر نے چاہا کہ علی ابن حسین (زین العابدین) کو بھی قتل کر ڈالے۔ اتفاق سے عمر سعد آ گیا اس نے سختی سے منع کیا اور کہا سبحان اللہ یہ ایک لڑکا باقی رہ گیا ہے اسے بھی قتل کرنا چاہتے ہو؟ شمر رک گیا۔ عمر سعد نے اپنے مقتولین کو جمع کر کے انکے جنازہ کی نماز پڑھی اور دفن کر دیا لیکن حضرت امام حسینؓ اور ان کے ہمراہیوں کی لاشوں کو دفن نہیں کیا۔ دوسرے روز بنو اسد غاضریہ سے آئے اور انہوں نے انہیں دفن کیا۔

سر امام کیساتھ ابن زیاد کی گستاخی

خیمہ و خرگاہ لوٹنے کے بعد کوفیوں نے شہیدان کربلا کے سروں کو نیزوں پر چڑھا کر ترتیب دیا۔ ان سروں میں عباسؓ جعفرؓ۔ عبداللہؓ۔ عثمانؓ (ان چاروں کی والدہ کا نام ام البنین بنت حرام تھا) محمدؓ (یہ ام الولد کے لڑکے تھے)۔ ابوبکرؓ (انکی والدہ کا نام لیلیٰ بنت مسعود دارمیہ تھا) یہ سب حضرت علی المرتضیٰ کے بیٹے یعنی حضرت حسینؓ کے سوتیلے بھائی تھے۔ علی اکبر (انکی والدہ کا نام لیلیٰ بنت مرہ ثقفی تھا) و عبداللہ (انکی ماں کا نام رباب بنت امرالقیس کلبی تھا) یہ دونوں حضرت امام حسینؓ کے بیٹے تھے۔ ابوبکرؓ و قاسمؓ حضرت امام حسنؓ کے بیٹے تھے۔ عونؓ۔ محمدؓ۔ عبداللہ بن جعفر کے بیٹے۔ و جعفرؓ و عبدالرحمٰنؓ و عبداللہؓ حضرت عقیل کے بیٹے یعنی حضرت امام حسینؓ کے چچا زاد بھائی۔ حضرت عبداللہؓ بن مسلمؓ بن عقیل محمد بن سعید بن عقیل کل ستر اہل بیت کے سر تھے اٹھارہواں سر حضرت امام حسینؓ کا تھا۔ کوفی ان تمام سروں اور اہل بیت کو لیکر چلے۔ زین العابدین کو پا بہ زنجیر کر دیا گیا تھا۔ عبیداللہ بن زیاد کے سامنے حضرت امام حسینؓ کا سر طشت میں رکھ کر پیش کیا۔ اس وقت اسکے ہاتھ میں ایک بید کی چھڑی تھی وہ اس چھڑی کو دندان امام پر مارر ہا تھا اس وقت حاضرین دربار میں زید بن ارقم بھی تھے ان سے ضبط نہ ہو سکا انہوں نے کہا ابن زیاد یہ گستاخی نہ کر آنحضور صلعم ان

دندان مبارک کو بارہا بوسہ دیا ہے" عبیداللہ بن زیاد نے برہم ہو کر کہا اے ابن ارقم! اگر تو بوڑھا نہ ہوتا تو میں ابھی تجھے قتل کرا دیتا۔" زید بن ارقم اسی وقت دربار سے باہر نکل آئے اور انھوں نے بلند آواز سے کہا۔ اے کوفیو! تم آج سے غلام ہو۔ نالائق اور بے غیرت ہو! ابن فاطمہ کو شہید کر کے تم نے ابن سمیہ کو اپنا حاکم بنایا ہے۔ تم پر لعنت ہے تم کیسے اس ذلت اور رسوائی پر راضی ہو گئے۔

اہل بیت یزید کے دربار میں

ابن زیاد نے شمر ذی الجوشن کی معیت میں ایک دستۂ فوج کے ساتھ ان سروں کو معہ اہل بیت کے یزید کے پاس دمشق کی طرف روانہ کر دیا۔ عورتیں بغیر محمل کے اونٹوں پر سوار کرائی گئیں اور امام زین العابدین کے ہاتھوں اور پیروں میں زنجیریں ڈال دی گئیں ان کی بیماری اور غم و اندوہ کا مطلق خیال نہ کیا گیا جن کوفیوں نے حضرت امام حسینؓ کو ڈیڑھ سو خطوط لکھ کر بلایا جو شیعان علی المرتضٰی تھے اور محبت اہل بیت کا دم بھرتے تھے انھوں نے اس حادثہ جانکاہ کا مطلق بھی اثر نہ لیا۔ شہدائے کربلا کے سروں اور گرفتار بلا اہل بیت کو دیکھ کر ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی نہ نکلا۔ ہاں جب یہ سر اور اہل بیت دمشق میں پہنچے تو ہر دیکھنے والے نے آنسو بہائے۔ یزید اس وقت دربار کر رہا تھا جب شہیدوں کے سر اور مصیبت زدہ اہل بیت اس کے حضور میں پہنچائے گئے تو وہ حضرت امام حسینؓ کا سر دیکھ کر بے ساختہ رو پڑا۔ اس نے کہا میں نے ابن زیاد ملعون کو یہ حکم کب دیا تھا کہ وہ امام حسینؓ عالیمقام کو قتل کر ڈالے اور ان کے سروں کو میرے پاس بھیجے۔ خدا کی قسم امام حسینؓ کی ماں میری ماں سے اچھی تھی ان کے نانا آنحضور صلعم افضل الناس و اولاد آدم کے سرتاج تھے یہ ضرور ہے کہ ان کے باپ علی المرتضٰی اور میرے باپ معاویہؓ میں جھگڑا ہوا اسی طرح میرے اور حسینؓ کے مابین نزاع ہوا لیکن میرے باپ نے علی المرتضٰی کو قتل کیا نہ میں حسینؓ کو قتل کرنا چاہتا تھا اگر وہ یہاں میرے پاس آ جاتے تو معاملہ اسی طرح طے ہو جاتا

جس طرح انکے بھائی حسنؓ کیساتھ میرے باپ معاویہؓ کا طے ہو گیا تھا۔ پھر اُس نے شمر سے خطاب کر کے کہا۔ ہیں تو تم لوگوں سے ایسے ہی خوش تھا تم نے امام حسینؓ کو کیوں قتل کیا شمر ذی الجوشن چپ رہا۔ اسے انعام کی توقع تھی۔ مگر یزید نے اُسے اور اسکے ہمراہیوں کو ان کے اس فعل قبیحہ پر ناراضگی کا اظہار کر کے واپس لوٹا دیا۔ شمر ذی الجوشن کو بڑا افسوس ہوا کہ دین بھی گیا اور دُنیا بھی ہاتھ نہ آئی۔ حضرت فاطمہ اور حضرت سکینہ حضرت امام حسینؓ کی بیٹیاں اس وقت سر حسینؓ کو دیکھکر رو پڑیں۔ یزید نے دونوں کو بلا کر دلاسا دیا۔ حضرت فاطمہؓ سمجھدار تھیں انہوں نے کہا یا ابن عم! کیا یہی مناسب ہے کہ رسول اللہ کی نواسیاں قیدی بنائی جائیں؟ یزید نے چشم پرنم ہو کر کہا۔ نہیں نور چشمو! تم آزاد ہو کسکی جرأت ہے کہ تمہیں قیدی بنائے۔ تم بزرگ بی بیاں ہو۔ حرم سرا میں اپنے چچا کی لڑکیوں کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ تم امام میں بھی اسی طرح سے اشکبار ہیں جس طرح تم ہو! چنانچہ حرم اہل بیت کو محلسرا میں بھیجا گیا۔ یزید کی رشتہ دار عورتیں ان کے استقبال کیلئے دوڑ پڑیں یہ تمام عورتیں رو رہی تھیں انہوں نے معصوم بچیوں کو اپنے سینوں سے لگایا۔ تسلی دی اور بہت زیادہ مدارات کی۔ حضرت زین العابدین ابتک پا بہ زنجیر کھڑے تھے۔ انہوں نے یزید سے کہا کیا رسول اللہ مجھے اس حالت میں کھڑا دیکھ سکتے تھے؟ یزید نے کہا نہیں اور خدا کی قسم میں بھی تمہیں اس حالت میں نہ دیکھوں گا۔ اس نے فوراً اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور انہوں نے امام زین العابدین کی زنجیریں کاٹ ڈالیں۔ غرضیکہ اہل بیت کی خوب مدارات کیگئی۔ یزید نے زین العابدین سے دریافت کیا کہ وہ کہاں رہنا چاہتے ہیں انہوں نے مدینہ جانے کی خواہش کی۔ یزید نے چند روز مہمان رکھکر انھیں ہر قسم کی مالی امداد دی اور دیگر ہر قسم کی امداد کا وعدہ کیا۔ نیز رخصت کرتے وقت زین العابدین سے کہا کہ جس وقت اور جس بات کی ضرورت ہو مجھے لکھنا میں آپکی ہر فرمائش پوری کرونگا۔ چنانچہ یزید نے ایک فوجی دستہ اہل بیت کیساتھ انکی حفاظت کیلئے کر دیا اور پھر دستہ کو یہ ہدایت کر دی کہ اہل بیت کو

راستہ میں کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ روانگی کے وقت زین العابدین سے کہا۔ ابن زیاد پر اللہ تعالےٰ کی لعنت ہو اس نے برا کیا۔ خدا کی قسم اگر میں اسکی جگہ ہوتا تو حضرت حسینؓ جو درخواست کرتے اسے قبول کر لیتا غرضیکہ یہ برباد شدہ قافلہ ملک شام سے مدینہ کیطرف روانہ ہوا۔ ہم نے واقعات کربلا پر کوئی تبصرہ نہیں کیا بلکہ کامل ابن اثیرؒ اور ابن خلدون سے واقعات و حالات اخذ کر کے بجنسہ لکھدیئے ہیں اب قارئین کرام خود ہی غور کر لیں کہ کون کسقدر قصوروار ہے اور کون بے قصور ہے۔

عبیداللہ بن زیاد کی مایوسی

ابن زیاد نے قتل امام حسینؓ میں اس لئے جدوجہد سے کام لیا تھا کہ اسے اس سے اپنی سیکنامی اور مزید اعزاز حاصل ہونیکی توقع تھی۔ لیکن یزید نے اسکی کچھ بھی قدردانی نہ کی بلکہ جب اس نے شمر کی زبانی سُنا کہ یزید کو اس واقعہ کا بڑا ملال ہوا اور وہ ابن زیاد سے برہم ہو گیا ہے تو عبیداللہ کو بڑی مایوسی ہوئی۔ اس عرصے میں یزید نے سلم بن زیاد کو خراسان کا حاکم مقرر کر کے ایران کے بعض وہ صوبے بھی جو بصرہ سے تعلق رکھتے تھے عبیداللہ بن زیاد کے تصرف سے نکال کر اسے دیدیئے اور سلم کو یہ حکم دیا کہ کوفہ کی فوج میں سے چھ ہزار سواروں کو لیکر ترکوں پر تاخت کرو۔ اس وقت ترکوں نے سر ابھارا تھا اور وہ بلاد اسلامیہ پر تاخت کرنیکا ارادہ رکھتے تھے یہ بات عبیداللہ کو نہایت ناگوار گذری۔ اب اُسے افسوس ہوا کہ اس نے حضرت امام حسینؓ کو کیوں شہید کیا۔ اس نے حسرت بھرے لہجہ میں کہا۔ اگر آج امام حسینؓ زندہ ہوتے تو یزید میری اس طرح بے وقعتی نہ کرتا لیکن اب وہ بے فکر ہو گیا ہے اور اسی لئے اس نے ملک و فوج دونوں میرے تصرف میں سے نکالنے شروع کر دیئے ہیں جب سلم یزید کے حکم کے بموجب کوفہ میں آیا اور اس نے لشکر سے دریافت کیا کہ کون اسکے ساتھ جانے کو تیار ہے تو ہر شخص چلنے پر آمادہ ہو گیا عبیداللہ بن زیاد نے سپاہیوں سے کہا حیف ہے تم مجھ پر سلم کو ترجیح دیتے ہو۔ سرداران لشکر نے جواب دیا۔ آپکے ساتھ رہکر ہمیں اہل بیت کے خون

ہیں ہاتھ رنگنے پڑتے ہیں اور مسلم کیا تھا پہنے سے ترکوں کے ساتھ جہاد کرنیکا موقعہ ملیگا بلکہ عبیداللہ سمجھ گیا کہ نہ صرف یزید ہی اس سے ناراض ہے بلکہ اسکے لشکری بھی اس سے ناخوش ہیں اور یہ ناخوشی اس وجہ سے ہے کہ اس نے عقل سے کام نہ لیا بلکہ ظلم و جبر کیا:-

مکہ کی حالت

عمرو بن سعد بن وقاص مکہ کا گورنر تھا معرکہ کربلا کے وقت یزید نے عمر سعد کو ابن زیاد عبیداللہ کے پاس بھیج دیا تھا۔ اور اسکی جگہ ولید بن عتبہ کو جو مدینہ کا عامل تھا مکہ کا بھی عامل مقرر کر دیا تھا۔ لیکن مکہ سے دراصل یزید کی حکومت اٹھ چکی تھی۔ وہاں عبداللہ بن زبیرؓ حکمران تھے۔ جب حضرت امام حسینؓ کی شہادت کی خبر مکہ میں پہنچی تو عبداللہ بن زبیر کو سخت رنج و ملال ہوا۔ انہوں نے لوگوں کو جمع کر کے کہا:-

لوگو! حادثہ عظیم ہو گیا ہے۔ دنیا میں سب سے برے لوگ عراق کے ہیں اور عراق میں بھی بدترین آدمی کوفہ کے ہیں کوفیوں نے بیشمار خطوط بھیجکر حضرت امام حسینؓ کو بلایا۔ انکی خلافت کیلئے بیعت کی۔ مگر جب عبیداللہ بن زیاد کوفہ میں پہنچا تو سب اسکے ساتھ ہو گئے اور حضرت امام حسینؓ کو جو عابد و پرہیزگار تھے اور ہر طرح مستحق خلافت تھے بے دریغ قتل کر دیا۔ ان بدبختوں کو ذرا بھی خدا کا خوف نہ آیا:-"

یہ کہکر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ رو پڑے تمام حاضرین بھی بہت زیادہ متاثر ہوئے امام عالیمقام کے شہید ہونے کا سب ہی کو ملال ہوا سب نے بالاتفاق کہا کہ ہم آپکے ہاتھ تجدید بیعت خلافت کرتے ہیں چنانچہ تمام اہل مکہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر خلافت کیلئے بیعت کر کے انھیں خلیفہ تسلیم کر لیا۔ جب یزید کو اسکی اطلاع ہوئی تو اس نے ایک چاندی کی زنجیر بنوا کر اپنے مدینے کے عامل ولید بن عتبہ کے پاس بھیجی اور لکھا کہ مکہ میں جا کر عبداللہ بن زبیر کے گلے میں یہ زنجیر ڈالکر انھیں میرے پاس بھیجدو۔ لیکن یا تو ولید کو اسکی

جرأت نہ ہوئی یا اُس نے مناسب نہ سمجھا غرضیکہ کچھ وجہ بھی ہو اُس نے یزید کے اس حکم کی تعمیل نہ کی اسی عرصے میں حج کا زمانہ قریب آ گیا چنانچہ وہ ماہ ذی الحجہ سنہ ۶۱ھ میں اطراف و جوانب سے لوگ آنے شروع ہوئے۔ یزید کیجانب سے ولید بن عتبہ امیر حج ہو کر مکہ میں آ گیا اور ادھر عبداللہ بن زبیرؓ بھی امیر حج مقرر ہوئے۔ دونوں امیروں نے اپنے اپنے گروہ کے ساتھ الگ الگ حج کیا کسی نے بھی کسی کی مخالفت نہیں کی البتہ ولید بن عتبہ نے ایسی تدابیر شروع کیں جس سے عبداللہ بن زبیر کو گرفتار کر کے یزید کے پاس بھیجدے۔ مگر عبداللہ بن زبیرؓ پہلے ہی سے ہوشیار تھے وہ اسکے دام میں نہ آئے۔ ایام حج کے بعد عبداللہ بن زبیرؓ نے یزید کو لکھا کہ تیرا چچا زاد بھائی ولید بن عتبہ جو مدینہ کا عامل ہے نہایت ہی بے وقوف ہے۔ وہ اپنی حماقت سے ایسی حرکتیں کر رہا ہے جس سے تیری خلافت کو نقصان پہنچے۔ بہتر یہ ہے کہ تو کسی اور کو مدینہ کا عامل مقرر کر۔ اس خط کو پڑھکر یزید کو یہ خیال ہوا کہ عبداللہ بن زبیر اسکے مخالف نہیں ہیں عین اسی وقت مروان بن حکم کی بھی تحریر پہنچی اسمیں بھی یہی لکھا تھا کہ ولید گورنری کے قابل نہیں ہے چنانچہ یزید نے ولید بن عتبہ کو معزول کر کے اپنے دوسرے چچا زاد بھائی عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ میں گورنر بنا کر بھیجدیا عثمانؓ محرم سنہ ۶۲ھ میں مدینہ میں پہنچا۔ وہ مے نوش تھا۔

اس نے مدینہ میں پہنچتے ہی شراب خواری شروع کر دی جس سے لوگ اس سے سخت ناخوش ہو گئے۔ اس نے چند روز کے بعد شرفائے مدینہ میں سے دس اشخاص منتخب کر کے یزید کے پاس بھیجے یزید نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی ان میں سے منذر بن زبیرؓ اور عبداللہ بن حنظلہ کو ایک ایک لاکھ اور بقیہ لوگوں کو دس دس ہزار درم انعام دیکر رخصت کیا۔ ان لوگوں نے یزید کو رقص و سرود کی محفلیں گرم کرتے اور دوسرے خلاف شرع کاموں میں مصروف رہتے دیکھا۔ واپس مدینہ میں آ کر ان لوگوں نے یزید کی ناشائستہ حرکتیں بیان کیں جس سے اہل مدینہ اس سے بھی ناخوش ہو گئے۔ عثمان بن محمد کی مے خواری سے پہلے ہی اس سے

بدظن تھے اب اور بھی کبیدہ خاطر ہو گئے سب نے یزید کی بیعت فسخ کر کے عثمان بن محمد کو قید کر دیا اور قریش نے عبداللہ بن مطیع کو اور انصار نے عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا اپنا سردار منتخب کر لیا اور جسقدر بنو امیہ مدینہ میں موجود تھے انہیں اسیر کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ اس وقت ایک ہزار کے قریب بنی امیہ مدینہ میں تھے ان میں سے کچھ تو مدینے سے باہر چلے گئے کچھ مروان بن حکم کے مکان میں پناہ گزیں ہوئے اور باقیوں کو اہل مدینہ نے اسیر کر کے قید کر دیا سوائے ایک مروان کے بیٹے عبدالملک کے جو حضرت سعیدؓ بن المسیب مشہور فقیہہ کیخدمت میں ہر وقت رہتا تھا اور لوگ اسے بے ضرر اور فقہ کا طالب علم سمجھتے تھے بنو امیہ نے ان حالات کی اطلاع یزید کو کی۔ یزید نے عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ میں لکھا کہ منذر بن زبیرؓ تمہارے پاس کوفہ میں موجود ہیں انھیں اسیر کر کے قید کر دو۔ (منذر بن زبیرؓ عبیداللہ بن زیاد کے دوست تھے اور وہ دمشق سے مدینہ واپس ہوتے ہوئے اپنے دوست سے ملنے کوفہ میں چلے آئے تھے اور ابھی تک عبیداللہ کے مہمان تھے)۔ چونکہ عبیداللہ یزید سے خوش نہ تھا۔ اسلئے اس نے یزید کے اس حکم کی تعمیل نہ کی بلکہ انھیں یزید کے اس حکم سے آگاہ کر کے فوراً مدینہ کیطرف روانہ کر دیا۔ منذر بن زبیرؓ نے مدینہ میں پہنچکر عبداللہ بن مطیع اور عبداللہ بن حنظلہ سے کہا کہ علی بن حسین (زین العابدین) کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لو۔ تمام انصار اور قریش اس بات پر رضامند ہو گئے اور ایک دفعہ حضرت زین العابدین کیخدمت میں پہنچا۔ آپ نے بیعت خلافت لینے سے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ میرے باپ حضرت حسینؓ اور میرے دادا حضرت علی المرتضٰی نے خلافت حاصل کرنیکی کوشش کی مگر دونوں ناکام رہے دونوں کو شہید کر دیا گیا۔ میں ہرگز ایسے خطرناک کام کی جرأت نہ کروں گا ورنہ میرا انجام بھی وہی ہو گا جو ان کا ہوا۔ جب لوگوں نے زیادہ اصرار کیا تو وہ مدینہ کی سکونت چھوڑ کر ایک گاؤں میں چلے گئے اور وہیں رہائش اختیار کی۔ بنو امیہ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو انہوں نے زین العابدین کے پاس عبدالملک بن مروان کے ذریعے سے کہلایا کہ آپ نے بیعت خلافت سے

انکار کر گئے بنو امیہ کی ہمدردی اور حمایت حاصل کر لی ہے اسوقت ہمیں باغیوں نے محصور کر رکھا ہے خدا جانے کل کو کیا ہو اسلئے ہم آپ سے اس امداد کے خواہاں ہیں کہ اپنے اہل و عیال اور قیمتی اموال آپکی ذمہ داری پر آپکے پاس بھیجدیں بشرطیکہ آپ انکی حفاظت کا وعدہ کریں۔ حضرت زین العابدین نے حفاظت کا وعدہ کر لیا چنانچہ مروان نے راتکو موقعہ پاکر اپنے مکان میں سے تمام قیمتی اشیاء اور بنو امیہ کے ان تمام اہل و عیال کو جو اسوقت اسکے پاس موجود تھے ان کی خدمت میں بھیجدیا۔ زین العابدین نے مدینہ کے تمام حالات یزید کو لکھ بھیجے ساتھ ہی یہ بھی لکھدیا کہ مجھ سے جو کچھ حمایت اور مدد بنو امیہ کی ممکن ہے وہ کر رہا ہوں:۔

اہل مدینہ کو یزید کی تنبیہ

یزید نے نعمان بن بشیر انصاری کو حکم دیا کہ تم مدینہ میں جا کر منذر بن زبیر اور عبداللہ بن حنظلہ سے کہو کہ میں نے تمہاری مدارات کی۔ تمہیں انعام و اکرام دیا اسکا تم نے مجھے یہ صلہ دیا کہ مجھ پر کفر کا فتویٰ لگادیا۔ میری بیعت فسخ کر دی میرے عامل کو قید کر دیا۔ میرے قبیلہ بنو امیہ کے لوگوں کو مدینہ سے نکالدیا اور بغاوت و سرکشی پر آمادہ ہو گئے۔ یہ شیوہ دانائی اور فرزانگی کیخلاف ہے۔ اب بھی کچھ نہیں گیا اگر تم پھر میری بیعت کیطرف رجوع کرو تو میں پہلے سے زیادہ انعام و اکرام دونگا اور اگر تم تمردی پر اڑے رہے تو شام سے فوجیں بھیجکر تمہیں گرفتار کراؤں گا۔" اسکے بعد یزید نے نعمان سے کہا اگر وہ دونوں مانیں تو پھر تم اہل مدینہ کو میری سطوت سے ڈرانا اور زین العابدین کے پاس پہنچکر میری طرف سے شکریہ ادا کرنا اور کہنا کہ ہم تمہاری وفاداری سے بہت خوش ہیں اور تمہاری اس کارگذاری کا پورا صلہ دینگے۔ اس نے یہ بھی سوچا نعمان سے یہ بھی کہا کہ مروان اور بنو امیہ سے کہنا کہ تم نے یہ کیا بزدلی کی کہ گڑھی میں محصور ہو کر بیٹھ گئے تمہیں تو یہ چاہیئے تھا کہ منذر بن زبیر اور عبداللہ بن حنظلہ کا کام تمام کر کے اس فتنہ کو نہ اٹھنے دیتے۔ نعمان فوراً وہاں سے سانڈھنی پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔ مدینہ میں پہنچکر اس نے ہر چند پہلے منذر بن زبیر اور عبداللہ بن حنظلہ کو سمجھایا۔ جب وہ نہ مانے تو اہل مدینہ کو ڈرایا لیکن کسی نے بھی اسکی باتوں کو نہ سنا

اس نے زین العابدین کو بھی یزید کا پیغام سنایا اور مروان سے بھی کہا۔ مروان نے جواب دیا کہ ہم باغیوں کا مقابلہ نہ کر سکے! جب اہل مدینہ سیدھے نہ ہوئے تو نعمان بن بشیر انصاری مدینہ سے دمشق میں واپس آگیا! اور یزید کو تمام روئیداد سنا کر کہا کہ مدینہ والوں کے تادیب کی ضرورت ہے :-

سمرقند کی فتح

جبکہ مسلمانوں میں خانہ جنگیاں ہو رہی تھیں اس وقت ترکوں نے یہ ارادہ کیا کہ خراسان کا علاقہ اسلامی سلطنت سے نکال کر اپنے قبضہ میں کر لیں جب انکی جنگی تیاری کی اطلاع یزید کو ہوئی تو اس نے مسلم بن زیاد کو جنہیں اس نے خراسان کا گورنر مقرر کیا تھا لکھا کہ ترکوں پر یورش کرو۔ چنانچہ وہ بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ لشکر لیکر سمرقند کیطرف روانہ ہوئے ترکوں نے ان کا مقابلہ کیا۔ نہایت گھمسان کا معرکہ ہوا ترکوں نے شکست کھائی اور بھاگ کر سمرقند کے قلعہ میں محصور ہو گئے۔ مسلم بن زیاد بھی پیچھے پہنچے۔ انہوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور چند روز کے محاصرہ کے بعد قلعہ فتح کر کے ترکوں کو بیدخل کر دیا :-

خوارزم کی فتح

شکست یافتہ ترک بھاگ کر خوارزم میں جمع ہونے لگے مسلم ابن زیاد سمرقند میں اپنا ایک نائب مقرر کر کے خوارزم کیطرف بڑھے ترکوں نے قرب جوار کے علاقہ سے زبردست جمعیت فراہم کر لی مسلم بن زیاد کے پاس ان سے چوتھائی جمعیت بھی نہ تھی۔ انہوں نے ایک شب کو اس وقت ترکوں پر شبخون مارا جبکہ وہ محو استراحت تھے ہزاروں ترک مارے گئے جو باقی بچے وہ بھاگ گئے مسلم بن زیاد نے خوارزم پر قبضہ کر لیا۔

مدینہ پر یورش

افسوس ہے کہ مسلمانوں میں بعض ہستیاں ایسی پیدا ہو گئی تھیں جو نہ خود امن سے رہتے تھے نہ دوسروں کو امن سے رہنے دیتے تھے مسلمانوں کی فتوحات کا سیلاب اسی وقت سے رک گیا جب سے ان میں باہمی عناد و نفاق پیدا ہوا۔ اور یہ نفاق و عناد حصول حکومت و جاہ کے سبب رونما ہوا۔ اگر مسلمانوں میں نا اتفاقی پیدا نہ ہوتی تو دنیا کا جغرافیہ اور دنیا کی تاریخ کچھ اور ہی ہوتی یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ نعمان بن بشیر نے یزید سے مدینہ کی کیفیت آکر بیان کر دی تھی۔ یزید نے مسلم

بن عقبہ کو طلب کر کے کہا، تم بارہ ہزار ۱۲ ہزار جنگجو سوار لیکر مدینہ جاؤ۔ اول لوگوں کو اطاعت کی دعوت دو اگر وہ فرمانبردار ہو جائیں تو ان سے کچھ تعرض نہ کرو۔ سب کو امان دیدو اور اگر وہ آمادۂ جنگ ہوں تو انہیں تین روز کی مہلت دینا کہ اس عرصہ میں وہ اطاعت اختیار کر لیں یا مدینہ سے نکل جائیں اور تین دن گذرنے کے بعد مدینہ پر حملہ کر دینا۔ سپاہیوں کو قتل عام کا حکم دیدینا اور جب مدینہ کو فتح کر لو تو تین روز تک سپاہ کو لوٹ مار کی اجازت دیدینا ہاں زین العابدین سے کچھ تعرض نہ کرنا۔ اور جو کچھ مال غنیمت لوٹ میں ہاتھ آئے وہ سب فوج کو دیدینا۔ زین العابدین فرمانبردار دوستدار ہیں ان کی جو خواہش ہو اسے پوری کرنا! مسلم بن عقبہ نے عذر کیا کہ آجکل میں بیمار ہوں۔ جنگ و سفر کی صعوبات برداشت نہ کر سکوں گا کسی اور کو اس مہم پر نامزد فرمائیے۔ یزید نے کہا تمہاری قابلیت دیکھکر میری نظر تم پر ہی پڑی ہے۔ تم سے بہتر کوئی شخص میری نظروں میں نہیں جچا۔ ہاں اگر تمہاری بیماری بڑھ جائے یا کوئی دوسری صورت پیدا ہو تو تم حصین بن نمیر کو اپنا قائم مقام مقرر کر دینا۔ غرض مسلم بن عقبہ منتخب فوج لیکر ۶۲ ھ میں دمشق سے مدینہ منورہ کیطرف روانہ ہوا:-

بنی امیہ کی رہائی

اہل مدینہ کو بھی معلوم ہو گیا کہ مسلم بن عقبہ کو یزید نے ان کیطرف بھیجا ہے۔ انہوں نے طے کر لیا کہ جو بنی امیہ مدینہ ان کے گھر میں محصور ہیں یا تو انھیں شہر سے نکال دیں یا قتل کر ڈالیں چنانچہ انہوں نے محاصرہ میں اسقدر سختی کی کہ بنی امیہ تنگ آ گئے اور انہوں نے صلح کی درخواست کی ان شرائط پر صلح ہوئی کہ بنو امیہ آئندہ جنگ سے کنارہ کش رہینگے۔ اہل مدینہ کی مخالفت نہ کرینگے مدینہ کا کوئی راز کسی دشمن پر ظاہر نہ کرینگے۔ چنانچہ یہ اقرار لے کر انہیں آزاد کر دیا گیا۔ یا یہ کہئیے کہ مدینہ سے نکال دیا گیا۔ تب یہ لوگ وادی القریٰ میں پہنچے تو مسلم بن عقبہ سے ملاقات ہوئی ان میں عمرو بن عثمان بن عفان بھی تھے مسلم نے ان سے مدینہ کا حال پوچھا۔ چونکہ وہ اقرار کر کے آئے تھے کہ مدینہ کا حال کسی کو نہ بتائینگے اسلئے انہوں نے انکار کیا لیکن انکے ہمراہیوں نے بتا دیا۔ مسلم بن عقبہ وادی القریٰ سے کوچ کر کے مقام ذی نخلہ میں ہوتا ہوا مدینہ کے قریب پہنچ گیا:-

مدینہ میں خونریزی

مسلم بن عقبہ نے نواح مدینہ میں پہنچکر یزید کی ہدایت کے بموجب اہل مدینہ کو پیغام بھیجا کہ امیرالمومنین یزید تمہیں شریف سمجھتے ہیں وہ تمہاری خونریزی کو پسند نہیں کرتے نیز یہ بھی چاہتے ہیں کہ مدینہ مقدس مقام ہے اسکی بیحرمتی نہو لہٰذا تم بغاوت و سرکشی سے دستکش ہوکر اطاعت و فرمانبرداری کرو۔ میں بھی چاہتا ہوں کہ تمہارے لئے یہی مناسب ہے۔ مسلمانوں کو مسلمانوں کا خون بہانا نہیں چاہیئے میں تین روز کی مہلت دیتا ہوں اس عرصہ میں جو اطاعت اختیار کرلیگا اُسے امان دیجائیگی اور جو سرکشی کرے گا اس پر شمشیر زنی کیجائیگی اور اگر تم کوئی عذر رکھتے ہو تو وہ پیش کرو۔ اس تین روز کی مدت ختم ہونیکے بعد مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ سے دریافت کرایا کہ جنگ کروگے یا صلح۔ انہوں نے صلح پر جنگ کو ترجیح دی۔ اُس نے پھر پیغام بھیجا کہ تم صلح کرلو۔ تمہارے لئے یہی بہتر ہے لیکن انہوں نے نہ مانا۔ آخر مسلم بن عقبہ نے حرہ کیجانب سے مدینہ پر حملہ کردیا۔ اہل مدینہ نے بڑی سرفروشی سے مقابلہ کیا۔ انہوں نے مدینہ کے گرد خندق کھودلی تھی۔ خندق کی حفاظت پر عبدالرحمن بن زہیر بن عوف متعین تھے سپہ سالار اعظم عبداللہ بن حنظلہ تھے۔ انہوں نے شہر کی اچھی طرح سے ناکہ بندی کرلی تھی۔ پہلا مقابلہ لشکر اسلام کا انہوں نے ہی کیا۔ وہ اپنے دستہ کو لیکر اس سرفروشی سے لڑے کہ شامیوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ مسلم نے پیادوں کو آگے بڑھایا۔ فضل بن عباسؓ نے بیس سواروں کو لیکر اس زور سے حملہ کیا کہ شامی پیادے منہ پھیر کر بھاگے۔ فضل بن عباسؓ نے مسلم کے علم بردار پر یہ سمجھکر کہ وہی مسلم ہے اس زور کا وار کیا کہ خود کی کڑیاں ٹوٹ کر اسکے حلق میں گھس گئیں علم اُسکے ہاتھ سے گر گیا اور وہ زمین پر گر کر ٹھنڈا ہوگیا۔ فضل بن عباسؓ جوش مسرت سے چلا اُٹھے۔ قتلت طاغیۃ القوم ورب الکعبہ۔ (یعنی بخدا! میں نے گمراہ قوم کے سردار کو قتل کرڈالا) مسلم بن عقبہ قریب ہی کھڑا تھا اس نے بلند آواز سے کہا۔ تم نے دھوکا کھایا وہ ایک رومی غلام تھا میں اس لشکر کا سردار تمہارے سامنے کھڑا ہوں :-

فضل بن عباس نے اس پر حملہ کر دیا۔ اسکے گرد پانچسو سواروں کا ہجوم تھا۔ انہوں نے فضل بن عباسؓ پر یورش کر کے انہیں شہید کر دیا۔ ادھر عبداللہ بن حنظلہ کے دستہ پر حصین بن نمیر و عبداللہ بن عضاۃ الاشعری نے اپنے فوجی دستے لیکر حملہ کر دیا۔ نہایت گھمسان کا رن پڑا یہاں تک کہ عبداللہ بن حنظلہ کے تمام لڑکے اور اضیافی بھائی محمد بن ثابت۔ عبداللہ بن زید۔ محمد بن عمرو بن خرم انصاری۔ وعبیداللہ بن عبداللہ و وہب بن عبداللہ۔ و عبداللہ بن عبدالرحمن و زبیر بن عبدالرحمن بن عوف و عبداللہ بن نوفل بڑی جانبازی سے لڑکر مارے گئے۔ ان لوگوں کے مارے جاتے ہی اہل مدینہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلم بن عقبہ مدینہ میں داخل ہو گیا اور اس نے قتل عام کا حکم دیدیا تین روز تک قتل و غارت گری کا بازار گرم رہا۔ اس ہنگامہ میں اہل مدینہ سے ایکہزار آدمی مارے گئے جنمیں تین سو چھ شرفائے قریش اور انصار تھے۔ چوتھے روز مسلم بن عقبہ نے قتل عام موقوف کر کے منادی کرادی کہ جو بیعت کر لیگا اسے امان دیجائیگی چنانچہ جس نے بیعت کر لی وہ بچگیا اور جس نے انکار کیا وہ قتل ہوا۔ اس ہنگامہ دار و گیر میں حضرت زین العابدینؓ بھی اسیر کر کے مسلم بن عقبہ کے سامنے پیش کئے گئے۔ مسلم نے ان کو فوراً رہا کر کے ان کی تعظیم و تکریم کی اور انہیں سواری پر سوار کرا کر بہ عزت و احترام انکے گھر پہنچادیا عبداللہ بن مطیع بھاگ کر مکہ میں چلے گئے۔ منذر بن زبیرؓ مسلم کے ہاتھ آگئے یہ واقعہ ۲۷ ذی الحجہ ۶۳ھ کو ہوا اسی روز محمد بن عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب پیدا ہوئے جو محمد ابوالعباس سفاح کے نام سے مشہور ہیں اور جنہوں نے عباسی خلافت کی بنیاد رکھی۔

مکہ کا محاصرہ اور یزید کی موت

اہل مدینہ کی تادیب اور مہم سے فراغت پانے کے بعد مسلم بن عقبہ عبداللہ بن زبیرؓ کو مطیع کرنیکے لئے مدینے سے مکہ کیطرف روانہ ہوا۔ وہ بیمار تھا ہی راستے میں اور بیماری بڑھ گئی اور جب مقام ابواء میں پہنچا تو حالت نازک ہو گئی اس نے حصین بن نمیر کو یزید کے حکم کے بموجب اپنا قائم مقام مقرر کیا اور مرگیا حصین بن نمیر لشکر کو لیکر ۲۶ محرم ۶۴ھ کو نواح مکہ

میں پہنچا۔ اس نے عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ یزید کی بیعت کر لو ورنہ مکہ پر حملہ کیا جائیگا اور اسکی بےحرمتی کے تم ذمہ دار ہو گے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اہل مکہ نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی تھی۔ ادھر مدینے سے جو لوگ مثلاً عبداللہ بن مطیع۔ منذر بن زبیرؓ وغیرہ فرار ہو گئے تھے وہ سب بھی مکہ میں آ گئے تھے۔ کچھ خوارج بھی آ کر عبداللہ بن زبیرؓ کے معاون بن گئے تھے۔ اور اس طرح مکہ میں جنگجو لوگوں کی خاصی تعداد جمع ہو گئی تھی چنانچہ انہوں نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور اس خیال سے کہ کعبہ کی بےحرمتی نہ ہو عبداللہ بن زبیرؓ اپنا لشکر لیکر مکہ سے باہر میدان میں نکل آئے۔ منذر بن زبیر کو۔ جو عبداللہ بن زبیرؓ کے حقیقی بھائی تھے فوج کے ایک حصہ کا سردار مقرر کر دیا گیا تھا۔ سب سے پہلے شامیوں کے مقابلہ کیلئے وہی تنہا میدان میں نکلے۔ شامیوں کی جانب سے ایک شخص نکلکر انکے مقابل ہوا اور مارا گیا۔ دوسرا شخص اور نکلکر ان کی طرف جھپٹا۔ انہوں نے تاک کر اسکے تیر مارا اور وہ راستہ ہی میں ٹھنڈا ہو گیا۔

یہ کیفیت دیکھکر شامیوں نے ایکدم حملہ کر دیا اور جنگ مغلوبہ شروع کر دی۔ منذر بن زبیرؓ کے ساتھی بھی آ ٹوٹے۔ شامیوں پر ایک طرف سے مسور بن مخرمہ اور مصعب بن عبدالرحمن بن عوف نے بڑھکر حملہ کیا دوسری طرف سے عبداللہ بن زبیر حملہ آور ہوئے شام تک خونریزی ہوتی رہی لیکن فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ دن چھپنے پر دونوں لشکر جدا ہو گئے۔ عبداللہ بن زبیرؓ معہ اپنے لشکر کے مکہ میں واپس لوٹ آئے۔ حصین بن نمیر نے بڑھکر رات ہی کو مکہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ پہلا معرکہ ۲۷ محرم ۶۴ھ کو ہوا۔ دوسرے دن یعنی ۲۸ محرم ۶۴ھ کو حصین بن نمیر نے کوہ ابو قبیس اور قعیقعان پر منجنیقیں نصب کرا دیں اور ان کے ذریعہ سے خانہ کعبہ پر سنگباری شروع کر دی جو رات اور دن اس شدت سے پتھر پھینکتی تھیں کہ کوئی شخص کعبۃ اللہ کا طواف نہ کر سکتا تھا۔ بقیہ دو دن ماہ محرم کے اور پورا مہینہ صفر ۶۴ھ کا اسی حالت سے گذرا۔ یہانتک کہ ماہ ربیع الاول شروع ہو گیا۔ شامیوں نے ۳ ربیع الاول ۶۴ھ کو روئی۔ گندھک اور رال کے گولے بنا بنا کر پھینکے اس آتشباری سے خانہ کعبہ کا تمام

غلاف جل گیا اور دیواریں سیاہ ہوگئیں حصین بن نمیر نے منجنیقوں کو اور آگے بڑھا کر شدت سے سنگباری کی اس سے خانہ کعبہ کی دیواریں شکستہ ہوگئیں اور چھت بھی گر گئی اگرچہ اہل شام محاصرہ میں بڑی شدت کی مگر اہل مکہ نے بھی جان لڑا دی اور اسلیئے شامی مکہ فتح نہ کر سکے

ابھی محاصرہ جاری ہی تھا کہ ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ کو سرزمین شام کے مقام حوران میں یزید بن معاویہ کا انتقال ہوگیا۔ اسوقت اسکی عمر اڑتیس سال کی تھی اس نے تین سال سات مہینے اور بائیس یوم خلافت کی۔ اسکے انتقال کا علم سب سے پہلے عبداللہ بن زبیرؓ کو ہوا انہوں نے بلند آواز سے شامیوں سے کہا کہ بدبختو اب تم کیوں لڑ رہے ہو تمہارا فاسق و فاجر اور گمراہ امیر مر گیا حصین بن نمیر کو یقین نہ آیا۔ وہ اسے "خدعتہ الحرب" یعنی جنگی فریب سمجھا لیکن تیسرے روز جب اسکے پاس ثابت بن قیس نخعی نے کوفے سے آکر یزید کے مرنے کی خبر پہنچائی تو اُس نے محاصرہ اٹھا لینے اور لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دیا اُس نے وہاں سے رخصت ہونے سے پہلے عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں آپ سے آج رات کو تنہائی میں مقام ابطح میں ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے منظور کرلیا اور حسب قرار دس آدمیوں کے ساتھ مقام مقررہ پر جا پہنچے حصین بن نمیر بھی دس آدمی لیکر آگیا وہ عبداللہ بن زبیر کو تنہا لیکر ایک گوشہ میں گیا اور کہا۔ خوش قسمتی سے تمہاری خلافت کا موقعہ قدرت نے بہم پہنچا دیا ہے میں آپکو خلیفہ تسلیم کرتا ہوں۔ ہاتھ بڑھائیے میں آپکے ہاتھ پر بیعت کروں میرے ساتھ جو لشکر ہے اسمیں ملک شام کے زعماء اور اکابرین قوم موجود ہیں میرے بیعت کر لینے پر وہ بھی بیعت کر لینگے۔ حجاز والے آپکے ہاتھ پر بیعت کر ہی چکے ہیں میرے ذریعہ سے شام والے بھی کر لینگے اور آپ بلا اختلاف کے خلیفہ بنجائینگے۔ عبداللہ بن زبیر نے بلند آواز سے کہا تم کوفی ہو۔ تم نے حضرت امام حسینؑ کو بیعت خلافت کیلئے بلایا اور ... ...

... ... جب وہ تشریف لے آئے تو تم نے بدعہدی اور بیوفائی کر کے انہیں شہید کر دیا اب میرے ساتھ مکر کرنا چاہتے ہو میں تمہاری باتوں میں آنیوالا نہیں !!!

حصین۔ آہستہ سے گفتگو کیجئے میں یقین دلاتا ہوں کہ آپ سے بدعہدی اور بیوفائی نہ کروں گا
عبداللہ۔ جس شخص نے امام حسینؓ کے قتل میں شرکت کی ہو۔ جس نے خانۂ کعبہ پر سنگباری کی ہو۔ جس نے کعبۃ اللہ کا غلاف جلایا ہو۔ جس نے حرمت کعبہ کا خیال نہ کیا ہو۔ میں اسکی بات پر کیسے بھروسہ کر سکتا ہوں۔
حصین۔ مگر میں سچ کہہ رہا ہوں اور اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے!
عبداللہ۔ تم جھوٹے اور فریبی ہو۔ خدا کی قسم! میں تمہارا ہرگز اعتبار نہ کروں گا۔ نہ تمہارے فقروں میں آؤں گا۔
حصین۔ خدا تیرا بُرا کرے میں آہستہ سے راز کی بات کہتا ہوں تو چلاتا ہے میں تجھے خلافت کیطرف بلاتا ہوں تو انکار کرتا ہے میں امن وسلامتی کی دعوت دیتا ہوں۔ اور تو قتل وغارت گری سے ہاتھ نہیں اٹھاتا ہے۔
عبداللہ۔ میں تجھے خوب جانتا ہوں اور پہچانتا ہوں کہ تو بدعہد اور مکار ہے
حصین بن نمیر واپس لوٹ گیا اور اگلے دن صبح ہوتے ہی مع لشکر کے مدینہ کیطرف کوچ کر گیا۔ اسکے روانہ ہونیکے بعد عبداللہ بن زبیرؓ نے اسکے پاس کہلا بھیجا کہ میں ملک شام نہ جاؤں گا۔ البتہ اگر تم واقعی میرے ہوا خواہ ہو اور میری خلافت کیلئے کوشش کرنا چاہتے ہو تو ملک شام میں جاکر وہاں کے سربرآوردہ لوگوں کو یہاں لے آؤ تاکہ وہ میرے ہاتھ پر بیعت کرلیں حصین بن نمیر نے جواب دیا کہ ملک شام میں بنی امیہ موجود ہیں جو مدعی خلافت ہیں جب تک تم ملک شام میں نہ چلو گے اسوقت تک وہاں کے زعماء ملت کیلئے تیار نہ ہونگے
چونکہ عبداللہ بن زبیرؓ حصین بن نمیر سے کھٹکے ہوئے تھے اسلئے وہ ملک شام میں جانے کیلئے تیار نہیں ہوئے

زین العابدین کا خلافت سے انکار

حصین بن نمیر مکہ سے چلکر مدینہ میں پہنچا۔ مدینہ والوں کو بھی یزید کے مرنے کی خبر پہنچ

گئی تھی۔ انہوں نے یزید کے اس عامل کو جسے مسلم بن عقبہ نے مقرر کیا تھا اور جس کا نام روح بن زنباع جذامی تھا، مدینے سے نکال دیا تھا اور بنی امیہ کو اسقدر تنگ کر دیا تھا کہ وہ گھروں سے باہر نکلتے تھے جب حصین بن نمیر مدینہ میں پہنچا تو بنی امیہ ملک شام میں جانیکے لئے اسکے لشکر میں آ گئے لیکن حصین بن نمیر وہاں اور ہی ارادے سے گیا تھا اس نے پہلے عبداللہ بن زبیر کو دعوت خلافت دی اور جب انہوں نے نہ مانا تب اس کا ارادہ زین العابدین کو خلیفہ بنانے کا ہوا۔ چنانچہ وہ زین العابدین سے ملا اور ان سے عرض کی کہ یزید مر گیا۔ تخت خلافت خالی ہے۔ تم میرے ساتھ ملک شام میں چلو میں دنیائے اسلام سے تمہارے ہاتھ پر بیعت کراؤں گا۔ حضرت زین العابدین نے کہا، تم وہ ہو جو میرے باپ سے لڑے، انہیں شہید کیا۔ تمہاری باتوں کا کیا اعتبار:۔

حصین۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ آپکو دھوکا نہ دوں گا:۔

زین العابدین۔ میرے عم بزرگ حضرت حسنؓ نے فرمایا تھا کہ ہمارے خاندان میں نبوت اور خلافت یکجا نہیں ہو سکتیں یہ حقیقت ہے۔ مجھے اس کا تجربہ ہو چکا ہے خدا ہی کو یہ منظور نہیں ہے کہ خلافت ہمارے خاندان میں آئے اسلیئے میں اسکے لئے تیار نہیں ہوں!

حصین۔ آپ ان خیالات کیطرف نہ جائیں یہ موقع ہے اور آپ کو خلافت آسانی سے مل سکتی ہے:۔

زین العابدین۔ مجھے مجبور نہ کرو۔ میں اپنے باپ (حضرت حسینؓ) کی شہادت کا منظر دیکھکر اس درجہ متاثر ہوا ہوں کہ میں نے عہد کر لیا ہے کہ ساری عمر کسی سے بیعت نہ لوں گا۔ تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اور کسی اور شخص کو خلافت کیلئے تیار کر لو!

مجبور ہو کر حصین بن نمیر اگلے روز وہاں سے ملک شام کیطرف کوچ کر گیا:۔

عہد یزید کی مزید فتوحات

واقعات کو مسلسل بیان کرنیکی وجہ سے ہم یزید کی وفات تک پہنچ گئے اور صرف دو مقامات سمرقند اور خوارزم کی فتوحات کا تذکرہ کر سکے حالانکہ یزید کے عہد میں اور بھی

فتوحات ہوئیں اب ہم مجملاً ان کا تذکرہ کرتے ہیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ عقبہ بن نافع نے امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں شہر قیروان آباد کیا تھا۔ امیر معاویہؓ کے عہد میں عقبہ اس نواح کے گورنر رہے تھے انہی ایام میں ابو المہاجر نے امیر معاویہؓ سے عقبہ کی کچھ شکایات کی تھیں جنکی بنا پر انہوں نے عقبہ کو افریقہ کی سپہ سالاری سے معزول کر کے اپنے پاس بلا لیا تھا۔ مگر ان سے یہ عہد کر لیا تھا کہ بعد چندے وہ انھیں پھر افریقہ کی سپہ سالاری پر بحال کر دینگے مگر یہ وعدہ پورا نہ ہونے پایا تھا کہ امیر معاویہ کا انتقال ہو گیا۔ یزید نے خلیفہ ہوتے ہی عقبہ بن نافع کو افریقہ کا سپہ سالار نامزد کر کے افریقہ کیطرف روانہ کیا۔ عقبہ نے قیروان پہنچتے ہی ابو المہاجر کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اسی قید کیحالت میں ابو المہاجر کا انتقال ہو گیا۔ مگر انہوں نے مرنے سے پہلے عقبہ بن نافع کو وصیت کی کہ بربری نو مسلم مسمی کسیلہ سے ہوشیار رہنا میں نے اسے مسلمان کیا تھا اور اسے مجھ سے بڑی محبت تھی۔ وہ سمجھتا ہے کہ تم نے مجھے ظلماً قید کیا ہے اسلئے وہ تم سے ضرور انتقام لیگا۔ مگر عقبہ بن نافع نے اس وصیت کا کچھ خیال نہ کیا۔ انکی نگاہوں میں کسیلہ ہونہار اور بہادر شخص تھا۔ انہوں نے اسے ایک چھوٹے سے دستۂ فوج پر برابر سردار رہنے دیا۔ ۶۲ھ عقبہ بن نافع نے یزید سے مغربی افریقہ پر لشکر کشی کی اجازت طلب کی اور لکھا کہ رومی اس نواح سے اسلامی ممالک پر تاخت کرتے رہتے ہیں یزید نے اجازت دیدی۔ انہوں نے زہیر بن قیس بلوی کو قیروان کی حفاظت پر مختصر فوج کے ساتھ چھوڑا اور خود مجاہدوں کا لشکر لے کر مغرب کیطرف روانہ ہوئے!

باغانہ کی فتح

رومیوں کو بھی ان کی حملہ آوری کی اطلاع ہو گئی تھی۔ انہوں نے بھی جنگی تیاریاں مکمل کر لی تھیں اور شہر باغانہ بران کا جماؤ ہو رہا تھا۔ عقبہ بن نافع اپنا لشکر لئے اس طرف بڑھ رہے تھے اسلامی لشکر کا سیلاب رومی بستیوں میں سے ہوتا ہوا باغانہ

کے سامنے جا پہنچا۔ رومی بےشمار تھے۔ اسلامی لشکر انکے مقابلہ میں بہت کم تھا۔ انہوں نے شہر سے نکلکر مقابلہ کیا۔ تین دن تک شب و روز جنگ ہوتی رہی آخر رومیوں کو شکست ہوئی اور وہ بے اوسان ہوکر بھاگے۔ مسلمانوں نے باغانہ پر قبضہ کر لیا :۔

اربہ کی فتح

رومی شکست کھاکر شہر اربہ میں پہنچے وہاں انہوں نے قرب جوار سے لشکر فراہم کرکے قلعہ کو درست کیا اور مسلمانوں کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔ عقبہ بن نافع بڑھکر ان کے مقابل ہوئے نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ رومی بڑی دلیری اور بہادری سے لڑے لیکن مسلمانوں کی شجاعت کے سامنے انکی ایک پیش نہ گئی۔ وہاں بھی انہیں ہزیمت ہوئی اور مسلمانوں نے شہر اربہ پر قبضہ کر لیا :۔

رومیوں اور بربریوں سے جنگ

رومیوں نے مسلمانوں کی فتوحات کے سیلاب کو بڑھتے ہوئے دیکھکر بربریوں سے اعانت چاہی اگرچہ بربری عیسائی نہ تھے مگر وہ عیسائیوں کی مدد کرنے پر تیار ہو گئے۔ چنانچہ بربریوں اور عیسائیوں کے جم غفیر نے مسلمانوں کے مقابلہ کی تیاری شروع کر دی عقبہ بن نافع کو انکے اجتماع کی اطلاع ہو گئی تھی۔ انکے پاس دشمنوں سے چوتھائی لشکر بھی نہ تھا لیکن ان کی ہمت پست نہ ہوئی وہ بڑھکر رومیوں اور بربریوں کے مقابلہ میں جا پہنچے انکی تھوڑی تعداد دیکھکر عیسائیوں نے گذشتہ ہزیمت کا بدلہ لینے کیلئے نہایت سختی سے حملہ کیا۔ مسلمانوں نے بڑی جوانمردی اور استقلال سے ان کا مقابلہ کیا۔ خونریز جنگ کے بعد پہلے عیسائی پسپا ہوئے پھر بربری بھی بھاگ نکلے مسلمانوں کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی :۔

شہر طنجہ پر قبضہ

عیسائیوں نے شہر طنجہ میں آخری مقابلہ کی تیاری شروع کی بے شمار فوجیں طنجہ میں جمع ہو گئیں۔ مسلمان بھی بڑھکر قلعہ کے سامنے جا پہنچے عیسائیوں نے پہلے تو قلعہ سے نکلکر

مقابلہ کیا لیکن جب مسلمانوں نے دبایا تو قلعہ میں محصور ہو گئے۔ آخر بطریق نے یعنی رومی گورنر نے دیکھ کر کہ مسلمانوں کا مقابلہ دشوار ہے اپنے آپکو عقبہ بن نافع کے حوالہ کر دیا مسلمانوں نے قلعہ پر قبضہ کر کے عیسائی گورنر کو رہا کر دیا یہ شہر افریقہ کے مغربی جانب آخری شہر تھا اسکی فتح سے تمام مراکش پہ مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا:۔

مجاہدین اسلام بحر ظلمات میں

عقبہ بن نافع شہر طنجہ سے آگے بڑھکر بحر ظلمات یعنی بحر اطلانطک کے ساحل تک پہنچ گئے سامنے بے پناہ سمندر لہریں لے رہا تھا عقبہ نے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈالدیا اور کچھ دور چل کر کہا خدایا! اگر یہ سمندر میرے راستہ میں حائل نہ ہوتا تو زمین کے آخری سرے تک تیری راہ میں جہاد کرتا چلا جاتا ساحل سمندر سے واپس ہو کر عقبہ نے مفتوحہ شہروں کا نظم و نسق کیا اور قیروان کی طرف واپس لوٹ آئے:۔

یزید کی ازواج و اولاد

یزید کی ۲ دو بیویاں تھیں ایک ام ہاشم بنت عتبہ بن ربیعہ اور دوسری ام کلثوم بنت عبداللہ بن عامر۔ ام ہاشم کے بطن سے ۲ دو بیٹے معاویہ اور خالد پیدا ہوئے۔ اگرچہ یزید کو خالد سے زیادہ محبت تھی لیکن معاویہ بڑا تھا اور اسلئے وہی ولیعہد سلطنت ہوا۔ ام کلثوم کے بطن سے عبداللہ تھا اسے تیر اندازی میں بڑا کمال حاصل تھا۔ تمام ملک شام میں اسکی تیر اندازی کی شہرت تھی اسکے علاوہ یزید کے چند بیٹے لونڈیوں کے بطن سے بھی پیدا ہوئے تھے:۔

یزید کی سلطنت پر سرسری نظر

یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ یزید امیر معاویہؓ کا اچھا جانشین تھا اسے مذہب سے بہت کم لگاؤ تھا اور روحانیت سے تو دور کا بھی واسطہ نہ تھا اسکے باپ تک جسقدر بھی خلفاء یا حکمران ہوئے سب آنحضرت صلعم کے نقش قدم پر چلے اور سب نے اپنی زندگی کو ایک قابل تقلید نمونہ بنایا لیکن یزید نے اپنی زندگی کا جو نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کیا وہ نہایت ہی قابل اعتراض اور برا تھا اسلئے خلاف شرع اعمال کئے رقص و سرود کی محفلیں گرم کیں رنڈی بازی داد و باشی کی مجلسیں منعقد کیں اسی قسم کی بہت سی برائیاں اور بھی اختیار کیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکی دیکھا دیکھی ضعیف الایمان لوگ بھی

بہک گئے اور وہ بھی وہی حرکتیں کرنے لگے جو ان کا فرمانروا کر رہا تھا۔ وہ اپنی ان بداعمالیوں کیوجہ سے ثقہ لوگوں کی نظروں میں سُبک ہو گیا تھا اسلئے کوئی بھی اسکی تعریف نہیں کرتا اور نہ کسی کو اسکی تعریف کرنی چاہیئے لیکن اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس پر الزامات بھی عاید کردیئے جائیں جن کا وہ مجرم نہیں ہے یا اسکی کسی خوبی سے چشم پوشی کر کے اسے نالائق اور نااہل یا ناقابل سلطنت قرار دیا جائے اس نے کم و بیش پونے چار سال حکومت کی اور اس دوران میں کسی بیرونی طاقت کو اسکے مقبوضہ ممالک پر حملہ کرنیکی جرأت نہ ہوئی سوائے حجاز اور کوفہ کے کسی اور صوبہ میں کوئی قابل تذکرہ بغاوت نہ ہوئی ممالک محروسہ میں امن و امان رہا اور جس طرف اسکے حکم سے لشکر کشی کیگئی اس طرف فتوحات حاصل ہوئیں اس سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ نالائق حکمران نہیں تھا بلکہ اسکی قابلیت اور حکمرانی کی لیاقت کا اسی بات سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے ایسے گورنروں کو صوبوں میں مقرر کیا جو در اصل گورنری کے اہل تھے جنمیں حکومت کرنیکی صلاحیت تھی اور انہوں نے اپنے صوبہ کا نظم و نسق احسن طریقہ پر کیا اسلئے بعض مؤرخوں کا یہ کہنا کہ یزید کو حکومت کا سلیقہ نہ تھا یا اس کا دور حکومت ناکام رہا صحیح نہیں ہے وہ خود بیدار مغز اور ہوشیار حکمران تھا اور اس کا عہد ناکام نہیں رہا البتہ اسکے عہد میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا شرمناک واقعہ پیش آیا اور یہی ایک وجہ ہے جس سے مسلمان عام طور پر اس سے ناراض ہیں اور یہی ناراضگی ہی کیوجہ سے اسکی خصوصیات کو نظر انداز کر کے اسکی غلطیوں کو نمایاں کرتے ہیں لیکن ایک انصاف پسند شخص کو حقیقت بین ہونا چاہیئے اور تمام واقعات کو بغور پڑھکر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے اور فیصلہ کرنا چاہیئے کہ اس حادثہ جانکاہ کی بابت جسقدر الزامات اس پر لگائے جاتے ہیں کیا حقیقت میں وہ ان کا ملزم ہے ہم نے حادثہ کربلا کے تمام واقعات بجنسہ پیش کر دیئے ہیں اور ان پر کوئی تنقید نہیں کی ہے قارئین کرام نے انھیں پڑھا ہوگا اور انکے ضمیر اور انکے وجدان نے کچھ نہ کچھ فیصلہ بھی کر لیا ہوگا لیکن میرے ضمیر نے بھی ایک فیصلہ کیا ہے اور میں واقعات کی روشنی میں اسے ظاہر کرنا نہ صرف مناسب بلکہ ضروری سمجھتا ہوں یزید کو عام طور پر حکمران سمجھ لیا گیا تھا جب وہ حکمران ہو گیا تھا

تو یہ اس کا فرض تھا کہ حکومت کو قائم رکھنے اور سلطنت کو مستحکم بنانے کیلئے وہی تدابیر اختیار کرے جو
اس وقت سے جب سے سلطنتوں کا قیام ہوا فرمانروا کرتے آئے ہیں چنانچہ جب یزید تخت نشین ہوا تو اس
نے صوبوں کے عاملوں کو عام حکم بھیجا کہ مسلمانوں سے اسکی خلافت کیلئے بیعت لیجائے۔ مدینہ کے
عامل ولید بن عتبہ کو خاص طور پر حکم دیا کہ عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ عبداللہ بن زبیرؓ
اور امام حسین علیہ السلام سے خاص طور پر بیعت لو۔ ان میں بھی یہ تخصیص کر دی کہ اول الذکر
یعنی ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ اگر بیعت نہ کریں تو ان سے کچھ تعرض نہ کرو البتہ ابن زبیرؓ اور امام
حسینؓ سے ضرور بیعت لو۔ گویا یزید یہ سمجھتا تھا کہ ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے
وہ دونوں حکومت و خلافت کے مدعی نہ بنینگے چنانچہ اس کا قیاس صحیح نکلا ان دونوں بزرگوں نے
کبھی حصول خلافت کیطرف توجہ بھی نہیں کی حالانکہ عبداللہ بن عمرؓ سے لوگ عام طور پر خوش
تھے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے تھے اس سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ یزید عبداللہ بن
زبیرؓ اور حضرت امام حسینؓ سے کھٹکتا تھا۔ اسے خوف تھا کہ یہ دونوں حکومت و سلطنت کے
دعویدار ہونگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسمیں شبہ نہیں ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ ہوشیار اور پختہ کار
تھے اور حضرت امام حسینؓ کوفیوں کے مسلسل کہنے سننے میں آکر خلافت کے مدعی بن بیٹھے
چونکہ یزید کی سلطنت کیلئے خطرہ عظیم پیدا ہو گیا اسلئے وہ اس خطرہ کو دور کرنے پر تیار
ہو گیا۔ اور اس نے اس کوفہ پر جہاں کے لوگوں نے حضرت امام حسینؓ کو بیعت کرنیکے لئے بلایا
تھا ایسے صوبہ دار یا گورنر کو نامزد اور مقرر کیا۔ جو پیش آمد خطرہ کا سدباب کر سکے یہ شخص عبیداللہ
ابن زیاد تھا حضرت امام حسینؓ اور تمام اہل حجاز خوب جانتے تھے کہ کوفیوں کے قول و فعل کا
اعتبار نہیں ہے اسی لئے جب حضرت امام حسینؓ مکہ سے کوفہ کیجانب اہل کوفہ کے بار بار اور
بہ اصرار بلانے پر روانہ ہونے لگے تو امام عالیمقام کے تمام ہوا خواہوں ہمدردوں اور دوستوں نے
آپکو سمجھایا اور کوفہ جانیسے روکا لیکن آپنے ان نیک مشیروں کے مشوروں پر مطلق التفات نہ کی اور
کوفیوں پر اعتبار کر کے کوفہ میں چلے گئے حالانکہ آپ خوب جانتے تھے کہ یہ سلطنت و خلافت کا معاملہ ہے

اور یزید بغیر عظیم خونریزی کے ہرگز بھی خلافت سے دستبردار نہ ہوگا چنانچہ آپ کربلا میں پہنچے اور
عبیداللہ بن زیاد کے حکم سے عمر بن سعد انکے مقابلہ میں آیا جب حضرت حسینؓ نے دیکھا کہ کوفیوں نے
دھوکہ دیا تو آپنے تین ۳ شرائط پیش کیں جنمیں سے ایک یہ تھی کہ انہیں یزید کے پاس بھیجدیا جائے اور وہ
اس سے اسی طرح اپنا معاملہ طے کرلیں جس طرح ان کے بھائی حسنؓ نے امیر معاویہ سے طے کرلیا تھا آپکے
اس ارشاد سے یہ صاف واضح ہوجاتا ہے کہ آپ یزید سے مصالحت کرنے پر آمادہ ہوگئے تھے۔ عمر بن
سعد نے انکی شرائط عبیداللہ کے پاس اسلئے روانہ کردیں کہ وہ اسی کا محکوم تھا اور اسی کی جانب
سے اس مہم پر مامور ہوا تھا عبیداللہ بن زیاد بھی ان شرائط میں سے اس بات کو ماننے پر تیار ہوگیا تھا
کہ حضرت امام حسینؓ کو یزید کے پاس بھیجدے لیکن شمر ذی الجوشن نے اُسے بہکادیا اور اس نے عمر بن سعد
کو صاف طور پر یہ لکھدیا کہ حضرت امام حسینؓ اسکے ہاتھ پر یزید کیلئے بیعت کرنیکو تیار ہوں تو
انہیں یہاں بھیجدو ورنہ قتل کرڈالو۔ یہاں یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہئیے کہ یزید نے عبیداللہ کو جو
حکم بھیجا تھا وہ یہ تھا کہ حضرت امام حسینؓ مکے سے کوفہ کیجانب روانہ ہوچلے ہیں انہیں روکلو"
یہ حکم نہیں تھا کہ انہیں قتل کرڈالو غرضیکہ امام حسینؓ نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ وہ یزید کے ایک ادنیٰ
عامل عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھ پر بیعت کریں چنانچہ جنگ ہوئی اور امام عالیمقام کو ایسے کٹھن امتحان سے
گذرنا پڑا جو لوہے کو بھی پگھلادیتا لیکن آپکے استقلال میں کچھ فرق نہ آیا۔ آپنے اپنے بیٹوں
بھتیجوں اور بھانجوں کو حق و صداقت کی نذر کرکے خود بھی جام شہادت پیا۔ اعداء نے آپکے
اہل بیت پر بھی ظلم و ستم کئے انہیں قید کرکے پہلے کوفہ میں لیگئے پھر وہاں سے اسی حالت میں
ملک شام میں پہنچایا۔ جب یہ مصیبت زدہ یزید کے پاس پہنچے تو اُس نے انکی بڑی مدارات
کی اور شمر ذی الجوشن سے مخاطب ہوکر کہا کہ تم لوگوں نے حسینؓ کو کیوں قتل کیا میں انہیں قتل کرنا
نہ چاہتا تھا"۔ ان واقعات سے یہ بات صاف طور پر واضح ہوجاتی ہے کہ حادثہ کربلا کے متعلق یزید
ملزم نہیں ہے بلکہ عبیداللہ بن زیاد اور شمر ذی الجوشن اصل مجرم ہیں اور ان دونوں میں بھی سب سے
بڑا مجرم شمر ذی الجوشن ہے جس نے عبیداللہ کو بھڑکایا اور بہکادیا یہ صرف خیال ہی نہیں ہے

بلکہ واقعات اسکی تصدیق کرتے ہیں کہ حضرت امام حسینؓ کی شہادت میں یزید کا قصور نہ تھا
کیونکہ حضرت زین العابدین یزید کے اسکی زندگی بھر ہواخواہ اور طرفدار رہے اگر وہ سمجھتے ہوتے
کہ یزید ہی ملزم ہے تو وہ بھی ضرور اُس سے نفرت کرتے۔ مگر انہوں نے کبھی اس سے نفرت نہیں
کی بلکہ جب مدینہ میں بنی امیہ پر سختیاں کی گئیں تو حضرت زین العابدین نے ان کے اہل وعیال
کو اپنے پاس پناہ دی اور یزید کو لکھ بھیجا کہ بنی امیہ کیلئے جو کچھ مجھ سے ممکن ہے وہ کر رہا ہوں
غرض ماحصل اس تحریر کا یہ ہے کہ حضرت امام حسینؓ کی شہادت میں یزید کا قصور نظر نہیں آتا
اصل قصوروار عبیداللہ بن زیاد اور شمر ذی الجوشن ہیں وہی سزاوار لعنت ہیں انہیں کو بُرا کہنا روا
ہے۔ لیکن کیا تماشہ ہے کہ ان کا لوگ نام بھی نہیں لیتے اور سارا قصور یزید کے سر تھوپتے ہیں
ایک اور الزام یزید پر یہ بھی ہے کہ اسکے حکم سے مدینہ میں خونریزی کی گئی اور خانہ کعبہ پر سنگباری
ہوئی۔ حالانکہ تاریخوں سے یہ بات ثابت ہے کہ اسمیں بھی اس کا قصور نہیں ہے۔ جب اہل مدینہ نے
بغاوت کی اور اسکے عامل محمد بن عثمان کو قید کر لیا تو اس نے نعمان بن بشیر کو مدینہ والوں کو
سمجھانے کیلئے بھیجا لیکن وہ بضد رہے تب اس نے مسلم بن عقبہ کو انکی تادیب کیلئے روانہ کیا
اور اسے یہ ہدایت کر دی کہ اول اہل مدینہ کو سمجھانا اور سمجھنے کیلئے انھیں تین دن کی مہلت دینا
اگر وہ پھر بھی نہ مانیں تب ان پر یورش کرنا چنانچہ مسلم نے ایسا ہی کیا۔ اگر اہل مدینہ کی تادیب
نہ کیجاتی تو ممکن تھا کہ تمام اہل حجاز اور پھر تمام صوبوں میں بغاوت پھیل جاتی اور نامعلوم کتنے
مسلمان مارے جاتے۔ اب رہا خانہ کعبہ پر سنگباری کا معاملہ یہ فعل حصین بن نمیر کا ہے جو واقعۂ
کربلا میں بھی موجود تھا۔ نہ خانۂ کعبہ پر سنگباری یا آتش زدی کا یزید نے حکم دیا نہ اسکی اسے
اطلاع ہوئی۔ کیونکہ جس دن خانہ کعبہ پر آگ کے گولے پھینکے گئے اس روز وہ فوت ہو چکا تھا۔ یہ تمام
اتہامات اس پر افترا ہیں ہاں یہ سنگین الزام اس پر ضرور عاید ہوتا ہے کہ وہ شرع کا پابند نہیں
تھا اور اسلئے اسکے اعمال قابل تقلید نہیں تھے بلکہ قابل نفرت تھے اور اس لحاظ سے وہ
بدترین فرمانروا تھا:-

معاویہؓ بن یزید

جب یزید نے وفات پائی تو معاویہ اسکے بیٹے کی عمر اکیس سال کی تھی اور یہی ولیعہد تھا وہ نہایت نیک اور صالح تھا جس وقت یزید نے انتقال کیا۔ اس وقت وہ بیمار تھا۔ لوگوں نے اسے تخت نشین ہونیکے لئے کہا۔ اس نے معذوری ظاہر کی مگر جب اہل شام نے زیادہ مجبور کیا۔ تب اس نے اپنی خلافت کیلئے بیعت لی۔ جب حصین بن نمیر مدینہ سے معہ لشکر اور بنی امیہ کے دمشق میں پہنچا تو اہل شام معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے لیکن معاویہ سلطنت اور حکومت پاکر کچھ خوش نہیں ہوا بلکہ وہ اس سے سخت بیزار تھا۔ چنانچہ اس نے ایک روز زعمائے ملت اور اکابر قوم کو جمع کر کے کہا۔ کہ :-

"اے لوگو! میں حکومت و سلطنت کرنیسے معذور ہوں ڈرتا ہوں مجھ سے کہیں کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جائے جس سے عقبیٰ میں ویسا ہی نصیب ہو اسلئے تم ابوبکرؓ اور عمرؓ جیسا کوئی شخص ڈھونڈ لو میں اس تخت پر نہیں بیٹھنا چاہتا جس کے لئے امام حسینؑ کا خون بہایا گیا۔"

یہ تقریر کرکے وہ محلسرا میں داخل ہو گیا اور باوجودیکہ امراء اور رؤسا نے ہر چند اسے بلایا اسکے پاس جانا چاہا لیکن نہ وہ خود آیا نہ کسی کو اپنے پاس طلب کیا۔ یہانتک کہ بیعت خلافت لینے کے چالیس دن کے بعد اس کا انتقال ہو گیا جب تک وہ زندہ رہا کوئی اور شخص خلیفہ نہوا اسکی عمر اکیس سال اٹھارہ دن کی ہوئی اور صرف چالیس دن وہ برائے نام خلیفہ رہا!

دوسرا باب (۲)

مدعیان خلافت

ابن زیاد کی بیعت

معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد بہت سے مدعیان خلافت پیدا ہو گئے سب سے پہلے عبید اللہ

بن زیاد کے دلمیں خلافت کی طمع پیدا ہوئی۔ وہ اسوقت بصرہ میں تھا اس نے اہل بصرہ کو جمع کر کے کہا۔ کہ امیر المومنین یزید کا انتقال ہو گیا۔ معاویہ بن یزید بھی مر گیا۔ اب کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو منصب خلافت کو سنبھال سکے ہر صوبہ میں گڑبڑ مچی ہوئی ہے بہت سے لوگ خلافت کے دعویدار ہو گئے ہیں تمہاری جمعیت کافی ہے۔ خزانہ پہلے سے زیادہ ہے تم علیحدہ اپنی خلافت کیوں قائم نہ کرلو۔ لوگ اسکے لئے تیار ہو گئے اور چونکہ اس سے ڈرتے تھے اسلئے اس کو خلیفہ تسلیم کر کے اسکے ہاتھ پر بیعت کرلی:۔

ضحاکؓ بن قیس کی بیعت

چونکہ دمشق میں کوئی خلیفہ باقی نہ رہا تھا۔ اسلئے لوگوں نے ضحاک بن قیس کے ہاتھ پر اس وقت تک کیلئے بیعت کرلی تھی جبتک کوئی خلیفہ قوم کے متفقہ فیصلہ سے منتخب نہ ہو جائے ضحاک یہ چاہتے تھے کہ یا تو عبداللہ بن زبیرؓ کو لوگ خلیفہ منتخب کرلیں ورنہ خود انھیں یعنے ضحاک کو امیر منتخب کرلیں:۔

مروان بن حکم کی کوشش

مروان بن حکم بھی مدنیہ سے دمشق میں آگیا تھا۔ اور وہ اس کوشش میں تھا کہ لوگ اسے خلیفہ منتخب کرلیں چنانچہ وہ اپنی خلافت کیلئے جد و جہد کر رہا تھا اور اس نے اکثر امراء اور افسران لشکر کو اپنا طرفدار بنا لیا تھا:۔

خالد بن یزید

مگر زیادہ تر اہل شام خالد بن یزید کو جو معاویہؓ کا چھوٹا بھائی تھا خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ مگر دقت یہ تھی کہ اسکی عمر صرف سولہ ۱۶ برس کی تھی ابھی وہ آئین جہانداری سے واقف نہ تھا۔ اور بعض لوگ ایک طفل نوخیز کو خلیفہ بنانے سے ہچکچاتے تھے لیکن پھر بھی رؤسائے ملت کی زیادہ تعداد اسی کی طرفدار تھی انکے علاوہ ابن مسعودؓ اور عبداللہ بن حارث بن نوفل

بن حرب بھی مدعیان خلافت تھے اور بھی کئی لوگ خواہشمند تھے :-

اہل کوفہ کی ندامت

حادثۂ کربلا کے بعد حضرت امام حسینؓ کی مظلومی رنگ لائی۔ کوفہ کے وہ لوگ جنہوں نے حضرت امام حسینؓ کو خطوط پر خطوط لکھکر بلایا تھا اور جو عبیداللہ بن زیاد سے ڈر کر قتل حسین میں شریک ہو گئے تھے۔ اب انھیں اپنی اس مذبوح حرکت پر سخت پشیمانی ہوئی۔ وہ علانیہ کہنے لگے کہ ہم نے بڑی حماقت کی۔ آنحضور صلعم کے نواسہ کو قتل کر کے ہم نے اپنی عاقبت خراب کر لی۔ کوفہ اور بصرہ دونوں عبیداللہ کے تحت میں تھے۔ عبیداللہ کو امید تھی کہ قتل حسینؓ سے یزید خوش ہو کر اسکی عزت افزائی کریگا اسے انعام و اکرام دیکر مالامال کر دے گا۔ لیکن جب یزید نے اسکی توقع کے خلاف اسکے منصب میں کوئی اضافہ نہ کیا نہ انعام دیا بلکہ اسکے تحت سے خراسان کا علاقہ نکال لیا تو وہ یزید سے ناخوش ہو گیا تھا اور اسے بھی حضرت امام حسینؓ کے قتل کرنیسے ندامت ہوئی تھی چنانچہ اس نے اہل کوفہ کو اظہار پشیمانی سے نہ روکا۔ اس سے کوفہ والوں کو اور حوصلہ ہوا اور انہوں نے سلیمان بن صرد کے ہاتھ پر اس قرار داد پر بیعت کر لی کہ خون حسین کا انتقام لینا چاہیئے۔ انہیں ایام میں عبیداللہ بن زیاد اہل بصرہ سے اپنی خلافت کیلئے بیعت لیکر کوفہ آیا اور ان سے بھی بیعت لینا چاہی۔ چونکہ کوفہ والے بخوبی جانتے تھے کہ وہ بانی ستم ہے اس نے ہی حضرت حسینؓ کی شہادت میں سب سے بڑھکر حصہ لیا ہے اسلئے وہ اس سے انتقام لینے کی تجویز کر رہے تھے۔ انہوں نے اسکی بیعت سے انکار کر دیا اور اسکے ساتھ ایسی سختی سے پیش آئے کہ وہ کوفہ میں عمرو بن حرث کو اپنا نائب مقرر کر کے بصرہ میں چلا گیا۔ اسکے جاتے ہی اہل کوفہ نے عمرو بن الحرث کو نکال دیا اور انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اسوقت عبداللہ بن زبیرؓ سب سے اچھے اور نیک ہیں ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لینی چاہیئے چنانچہ اس کام کی تکمیل کیلئے ان کا ایک وفد مکہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کیخدمت میں باریاب ہونیکو روانہ ہوا۔ ادھر جب عبیداللہ بن زیاد کوفہ سے

بصرہ میں پہنچا اور بصرہ والوں کو معلوم ہوا کہ کوفہ والوں نے اسکے ہاتھ پر بیعت نہیں کی ہے تو انہوں نے بھی بیعت فسخ کر دی اور صاف طور پر اس سے کہدیا کہ تم قاتلین حسین میں سے ہو۔ وہ بصرہ والوں کے اطوار دیکھکر وہاں سے بھاگا اور سیدھا دمشق پہنچا:-

عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت

مکہ والوں نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ جب حصین بن نمیر مدینے سے دمشق کیطرف چلا گیا تو اہل مدینہ نے بھی حضرت عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس طرح وہ تمام حجاز کے خلیفہ بن گئے۔ رفتہ رفتہ یمن اور خراسان کے لوگوں نے بھی انھیں خلیفہ تسلیم کر لیا۔ اس عرصہ میں کوفہ کا وفد پہنچا اور انکے ہاتھ پر بیعت کی۔ انہوں نے کوفہ پر عبداللہ بن یزید انصاری کو گورنر اور ابراہیم محمد بن طلحہ کو افسر خزانہ مقرر کر کے کوفہ میں بھیجدیا۔ اہل بصرہ نے بھی کوفہ والوں کی تقلید کی۔ انہوں نے بھی حضرت عبداللہ بن زبیر کو خلیفہ تسلیم کر لیا اس طرح عراق کے تمام ملک پر عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت قائم ہو گئی۔ ادھر مصر کا حاکم یعنے گورنر عبدالرحمٰن بن حجدم تھا۔ اس نے جب معاویہ بن یزید کے وفات اور اہل عراق کے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنیکی خبر سنی تو اس نے بھی بذریعہ وفد عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کر لی۔ حمص بن نعمان بن بشیر اور قنسرین میں طفر بن حارث گورنر تھے ان دونوں نے بھی عبداللہ بن زبیرؓ ہی کو خلیفہ تسلیم کر لیا

غرض سوائے بنی امیہ کے چند بااثر اشخاص کے تمام عالم اسلام عبداللہ بن زبیر کی خلافت پر متفق ہو گیا تھا۔ اہل شام بھی عبداللہ کی خلافت ہی مناسب سمجھتے تھے مگر وہ چاہتے تھے کہ خلیفہ ملک شام میں رہے۔ اگر عبداللہ بن زبیرؓ حصین بن نمیر کا کہا مان لیتے اور ملک شام میں تشریف لیجاتے تو تمام عالم اسلام میں انکی خلافت تسلیم کر لی جاتی اور چونکہ وہ صحابی تھے خلفائے راشدین کا زمانہ دیکھے ہوئے تھے اسلئے ان بدعتوں اور بدرسموں کی بیخ کنی کر دیتے جو یزید کے زمانہ سے مسلمانوں میں رائج تھیں

لیکن ہوتا وہی ہے جو خدا کو منظور ہوتا ہے:۔

ترکوں اور مغلوں سے جنگ

عبیداللہ بن زیاد نے جب کوفہ اور بصرہ میں اپنی خلافت کیلئے کوشش کی اسی وقت اسکے بھائی مسلم بن زیاد نے جو خراسان کا گورنر تھا اہل خراسان کو آمادہ کر کے اپنی خلافت پر ان سے بیعت لے لی۔ لیکن چند ہی روز کے بعد خراسانیوں نے عبداللہ بن زبیرؓ کو خلیفہ تسلیم کر کے اسکی بیعت فسخ کر دی۔ اس طرح اس کا بھی وہی حشر ہوا جو اسکے بھائی عبیداللہ کا ہوا تھا۔ وہ مہلب بن ابی صفرہ کو جو فوجی افسر تھا۔ خراسان میں اپنا نائب مقرر کر کے دمشق کیطرف روانہ ہوا۔ راستہ میں اسے عبداللہ بن حازم ملا۔ اس نے عبداللہ بن حازم کو اپنا نائب مقرر کر کے خراسان بھیجدیا اور مہلب بن ابی صفرہ کو بدستور فوجی افسر رکھا۔ عبداللہ بن حازم نہایت بہادر اور مدبر تھا۔ اس نے اول خراسان میں اپنا تسلط قائم کیا اور پھر وہاں سے مسلمانوں کی جمعیت لیکر ترکوں اور مغلوں پر یلغار کر دی۔ اس وقت ترک اور مغل یہ دیکھکر کہ مسلمان اپنی حالت میں گرفتار ہیں اسلامی مقبوضات پر حملہ کرنے کی تگ ودو کر رہے تھے بلکہ ترکوں نے قصر استعداد پر حملہ بھی کر دیا تھا۔ چنانچہ عبداللہ بن حازم نے زہیر بن حیان کو ترکونکی سرکوبی کیلئے روانہ کیا اور خود مغلوں پر جا ٹوٹا۔ ادھر زہیر نے ترکوں کو شکست دیکر منہزم کر دیا ادھر عبداللہ بن حازم نے مغلوں کو ہزیمت دیکر بھگا دیا یہ فتوحات اس وقت ہوئیں جبکہ متفقہ طور پر مسلمانوں کا کوئی خلیفہ نہ تھا۔ اور خلافت حاصل کرنے کیلئے متعدد اشخاص کوشش کر رہے تھے:۔

مروان بن حکم

مروان کا سلسلۂ نسب اس طرح پر ہے کہ مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ یہ بنو امیہ میں سے تھا۔ اسکی ماں کا نام آمنہ بنت علقمہ بن صفوان تھا۔ یہ نہایت چالاک اور متقی شخص تھا۔ اس کا مفصل تذکرہ پہلی جلد میں کیا جا چکا ہے مختصر یہ ہے کہ وہ

حضرت عثمانؓ غنی خلیفہ سوم کے عہد خلافت میں خلیفہ کا وزیر اعظم تھا حضرت عثمانؓ غنی اسی کے مشوروں پر عمل کرتے تھے اسی کے پاس آپکی مہر رہتی تھی اسی کی وجہ سے لوگ حضرت عثمانؓ غنی سے ناخوش ہوئے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ آپکو شہید کر دیا۔

مروان حضرت عائشہ صدیقہؓ کے لشکر میں بھی تھا اور اس نے اس قسم کی حرکتیں کیں جس سے لوگوں میں اختلاف و بدظنی پھیل گئی۔ جنگ جمل میں اسی مروان نے حضرت طلحہ کے پیر میں زہر میں بجھا ہوا تیر مارا تھا جس سے وہ شہید ہوگئے تھے۔ غرضیکہ یہ نہایت متفنی اور چالاک تھا۔ جب امیر معاویہؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اسے مدینہ کا عامل مقرر کر دیا تھا۔ لیکن بعد میں لوگوں کی شکائتیں پہنچنے پر اسے معزول کر دیا گیا تھا۔ وہ مدینے سے دمشق میں اس وقت آیا جب معاویہ بن یزید نے وفات پائی اور خلافت کے وقت نزاع واقع ہوا۔ اسے یہ توقع تھی کہ یا تو کوئی بنو اُمیہ میں سے خلیفہ ہوگا یا لوگ خود اُسے ہی خلیفہ منتخب کر لینگے لیکن جب دمشق کی جمعہ مسجد میں امر خلافت پر بحث ہوئی تو اُسے معلوم ہوگیا کہ بنو امیہ کے طرفدار بہت کم ہیں اور عبداللہ بن زبیرؓ کے طرفدار زیادہ ہیں۔ اس لیے وہ بنو امیہ کی خلافت سے قطعاً مایوس ہوگیا اور اس نے مکہ میں پہنچکر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بعیت کرنیکا قصد کر لیا۔ لیکن جبکہ وہ سفر کی تیاری کر رہا تھا اس وقت اسکی خوش قسمتی سے عبیداللہ بن زیاد بصرہ سے بھاگ کر دمشق میں آیا۔ اس نے جب سنا کہ مروان بنو امیہ کی خلافت سے مایوس ہوکر عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر بعیت کرنیکے لئے مکہ جانیکا قصد کر رہا ہے تو اس نے اُسے بہ اصرار روکا اور کہا۔ مرد میدان بنو۔ گھبرا کر ہتھیار نہ ڈالو۔ دنیا میں جو جدوجہد کرتا ہے وہ کامیاب ہوتا ہے۔ قوت سے نہیں دماغ سے کام لو۔ مروان رک گیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے یہ معلوم کر لیا کہ بنو امیہ کے حامیوں کی تعداد بہت کم ہے اور یہ لوگ بھی خالد بن یزید کی خلافت پر متفق ہیں۔ اس نے ان لوگوں سے کہا کہ اگر کسی نو عمر اور کمسن بچہ کو خلیفہ

منتخب کیا گیا تو بنو امیہ کی خلافت کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اسلئے کسی جہاندیدہ آدمی کو منتخب کرو۔" لوگوں نے
کہا ایسا جہاندیدہ کون ہے۔ اس نے کہا مروان بن حکم ہے بشرطیکہ وہ خلافت کو قبول کرلے۔" ابتک
لوگوں کا خیال مروان بن حکم کیطرف نہ گیا تھا۔ عبیداللہ بن زیاد کے کہنے سے وہ اسکی طرف متوجہ ہوئے
انہوں نے اسکی خلافت پر اس شرط کے ساتھ رضامندی ظاہر کی کہ مروان کے بعد اس کا بیٹا خلیفہ نہ ہو
بلکہ خالد بن یزید کو خلیفہ بنایا جائے۔ مروان نے اس شرط کو منظور کرلیا لیکن پھر بھی خلیفہ کے انتخاب کا
مسئلہ مقام جابیہ میں چالیس روز تک زیر بحث رہا۔ ضحاک بن قیس جس کے ہاتھ پر شامیوں نے جدید
خلیفہ منتخب ہونے تک کیلئے بیعت کی تھی عبداللہ بن زبیر کا طرفدار تھا اس نے تقریباً پچاس ہزار (۵۰۰۰۰)
آدمیوں کی جمعیت فراہم کرلی تھی اور مرج راہط میں خیمہ زن ہو کر حامیان بنو امیہ کو دھمکی دے رہا
تھا لیکن مقام جابیہ میں بنو امیہ اور ملک شام کے زعمائے مل کر مروان کو خلیفہ منتخب کرکے اسکے ہاتھ
پر بیعت کرلی اس طرح پر عبیداللہ بن زیاد کی کوششوں سے مروان بن حکم نے غاصبانہ طریقہ پر
منصب خلافت حاصل کرلیا۔ مروان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے زیادہ تر بنو کلب بنو غسان اور طے
وغیرہ قبائل کے لوگ تھے۔ ان کی جمعیت تقریباً تیرہ ہزار (۱۳۰۰۰) تھی مروان کیلئے یہ ضروری ہوگیا کہ وہ
اپنی اس مختصر جمعیت سے ضحاک بن قیس کی بھاری جمعیت سے مقابلہ کرے۔ ضحاک بن قیس کو قبیلہ
قیس کی حمایت حاصل تھی۔ ایام جاہلیت میں قبائل بنو قیس اور بنو کلب میں عداوت و رقابت
رہتی تھی اسلام نے اس رقابت کو دبا دیا تھا۔ امیر معاویہ نے ایسے تدبر سے کام لیا تھا جس سے
انکو دونوں قبائل کی حمایت حاصل ہوگئی تھی انہوں نے یزید کی شادی بنو کلب میں اس
خیال سے کی تھی کہ ایک زبردست قبیلہ ان کا حامی رہے یہی دونوں قبیلے ملک شام کی بڑی
طاقت سمجھے جاتے تھے ان میں سے ایک قبیلہ یعنی بنو کلب تو بنو امیہ کے طرفدار ہوگئے
اور دوسرا قبیلہ بنو قیس عبداللہ بن زبیر کا حامی بن گیا۔ چنانچہ مروان بن حکم بیعت لیتے ہی اپنے
تیرہ ہزار (۱۳۰۰۰) جنگجو لوگوں کو لیکر مرج راہط میں ضحاک بن قیس کے مقابل صف آرا ہوا۔ طرفین نے
لشکروں کو ترتیب دیا اور لڑائی کا سلسلہ شروع کردیا یہ جنگ مسلسل بیس روز تک جاری رہی لیکن

فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہوسکا۔ البتہ مروان کی فوجی تعداد روز بروز بڑھنے کی بجائے کم ہونے لگی عبیداللہ بن زیاد نے یہ کیفیت دیکھکر مروان کو مشورہ دیا کہ ضحاک کے لشکر پر رات کو شبخون مارا جائے ورنہ انجام کار شکست لازمی ہے۔ عبیداللہ ڈال ڈال تھا تو مروان پات پات اس نے منظور کر لیا۔ عبیداللہ نے یہ چالاکی اور کی کہ ضحاک کے پاس عارضی التوائے جنگ کا پیغام بھیجکر شرائط صلح طلب کریں چونکہ اس بیس روز کے عرصے میں کسی فریق نے بھی شبخون نہ مارا تھا۔ اسلئے ضحاک کو اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ ادھر وہ عارضی التوائے جنگ سے اور بھی مطمئن ہوگیا۔ اور اس نے لشکر کی حفاظت کی عام تدبیر کو نظر انداز کر دیا۔ رات کو وہ اور اس کا لشکر اطمینان و راحت سے میٹھی نیند سو رہا تھا کہ مروان بن حکم نے شبخون مارا۔ اس اچانک حملہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ بنو سلیم کے چھ سو آدمی مارے گئے۔ بنو قیس کے اسی سردار کام آئے اور ضحاک بن قیس بھی مارا گیا۔ بقیۃ السیف میں سے جس کا جس طرف منہ اٹھا بھاگ نکلا۔ مروان کو فتح حاصل ہوئی اور وہ فتح کے شادیانے بجاتا دمشق میں داخل ہوا:۔

یزید کی بیوہ سے عقد

خالد کی ماں کا نام ام ہاشم تھا۔ وہ عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی تھی۔ مروان نے بنو امیہ کے ہوا خواہوں کو دیکھکر یہ اندازہ کر لیا تھا کہ جلد یا بدیر اسکے سامنے یا اسکے بعد لوگ خالد بن یزید کو خلیفہ ضرور مقرر کرینگے چنانچہ اس نے یہ تجویز سوچی کہ اگر وہ خالد کی والدہ سے شادی کرلے تو اسکی زندگی میں خالد کو لوگ خلیفہ منتخب کرینگے :۔

اس نے اس باب میں عبیداللہ بن زیاد سے بھی مشورہ لیا۔ اس نے اسکی رائے کی تائید کی۔ اور دونوں نے مل جل کر کوشش کی آخر ام ہاشم سے مروان کا عقد ہوگیا۔ یہ تمام واقعات آخر ۶۴ھ میں واقع ہوئے:

مصر و فلسطین پر تسلط

مروان بن حکم کا قبضہ ملک شام پر ۶۴ھ میں ہوچکا تھا اب اس کا حوصلہ بڑھ گیا تھا

اور اس نے یہ کوشش شروع کر دی تھی کہ جو ممالک بنو امیہ کی سلطنت میں سے نکلکر عبداللہ بن
زبیرؓ کے زیر نگیں پہنچ گئے ہیں وہ سب واپس لئے جاویں چنانچہ اس نے سب سے پہلے مصر اور
فلسطین کیطرف توجہ کی۔ ان دونوں ممالک کے لوگوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خلیفہ
تسلیم کرکے وفود کے ذریعہ سے ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرلی تھی اوائل ۶۵ھ میں مروان
بن حکم زبردست جمعیت لیکر مصر فلسطین پر حملہ آور ہوا عبداللہ بن زبیر مکہ ہی میں بیٹھے رہے
وہ اپنے حامیوں کی کوئی مدد نہ کرسکے نتیجہ یہ ہوا کہ مصر فلسطین ان کے دور حکومت سے نکلکر مروان
کے زیر تخت چلے گئے۔ جب ان ممالک کو بچایا جا سکتا تھا اس وقت تو عبداللہ بن زبیرؓ ہاتھ
پر ہاتھ رکھے مکہ ہی میں بیٹھے رہے اور جب موقعہ ہاتھ سے نکل گیا اور ان کے طرفداروں کی
ہمتیں پست ہو گئیں تب انہوں نے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو ملک شام پر حملہ کرنے کی
ہدایت کی:۔

مختار بن ابو عبید

جبکہ عبداللہ بن زبیرؓ اور مروان بن حکم میں کشمکش ہو رہی تھی اس وقت مختار بن ابو عبید
ایک شخص نمودار ہوا اور بقول مشہور مورخوں کے اس نے حصول سلطنت کیلئے قتل حسینؓ
کو وجہ قرار دے کر زبردست خونریزی کی۔ چونکہ اب اس شخص کا ذکر بار بار اور خاص طور پر
ہونے والا ہے اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کچھ تذکرہ کردیا جائے تاکہ قارئین کرام
یہ سمجھ لیں کہ وہ کس قسم کا آدمی تھا اور اسکے خیالات کیا تھے۔ جب عبداللہ بن زبیرؓ کا مکہ پر تسلط
ہو گیا اور ان کے ہاتھ پر اہل مکہ نے بیعت خلافت کرلی تو مختار بھی وہاں موجود تھا اور اس نے
بھی عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ جب حصین بن نمیر نے مکہ کا محاصرہ کیا تو مختار بن
ابو عبید۔ عبداللہ بن زبیر کے ساتھ رہا۔ جب شامی یزید کی وفات کی خبر سنکر بھاگ گئے تو
اسے بھی مسرت ہوئی۔ اسکے بعد جب کوفہ اور بصرہ پر عبداللہ بن زبیر کا تسلط ہوا تو اسے
یہ توقع ہوئی کہ اسکی خدمات کے صلہ میں اسے ان دونوں مقامات میں سے کسی مقام کا
گورنر مقرر کیا جائیگا۔ لیکن جب عبداللہ بن زبیرؓ نے اسے کسی صوبہ کی حکومت نہ دی تو وہ

ناخوش ہو کر مکہ سے مدینہ بھاگ آیا لیکن اسکی طبیعت واقعہ پسند تھی۔ مدینہ میں آکر اُس نے بنو اُمیّہ کے خلاف سازش کی اور قید کر دیا گیا۔ مگر معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد سے چھوٹ گیا۔ تب اُس نے عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف سازش کی اور پھر قید کر دیا گیا۔ چونکہ وہ اپنے آپکو محمد بن علی کرم اللہ کا خلیفہ کہتا تھا اسلئے لوگوں کے کہنے سُننے پر اُسے رہا کر دیا گیا۔ اور وہ وہاں سے کوفہ میں آیا۔

توابین

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اہل کوفہ کو حضرت امام حسینؓ کی شہادت پر ندامت تھی۔ وہ اپنے اس فعل پر سخت پچھتاتے تھے۔ چونکہ انہوں نے حضرت امام حسینؓ کو ڈیڑھ سو ۱۵۰ خطوط بھیجکر بلایا اور جب وہ آئے تو اُنکے ساتھ بیوفائی کی اور انکی شہادت کے جرم میں شریک ہوئے۔ اب اُنہوں نے اپنی اس بے وفائی کو جرم مان کر توبہ کر لی تھی اسلئے ان لوگوں کو "توابین" کہا جاتا تھا۔ ان توابین نے کوفہ میں سلیمان بن صرد کے مکان میں جمع ہو کر اظہار ندامت کیا۔ ان نادم ہونے والوں میں مسیّب بن نجبہ فزاری۔ عبداللہ بن سعد بن نفیل ازدی۔ عبداللہ بن وال تیمی رفاعہ بن شداد بجلی رؤسائے شیعان علی بھی موجود تھے۔ ان لوگوں نے یہ طے کیا کہ خونِ حسینؓ کا ان لوگوں سے قصاص لیا جائے۔ جو اُنکے قتل میں شریک تھے۔ چنانچہ سب نے اس امر کے متعلق سلیمان بن صرد کے ہاتھ پر بیعت کر لی ۶۴ھ میں جب یزید بن معاویہ فوت ہوا تو لوگوں نے سلیمان بن صرد سے کہا کہ اب موقعہ ہے اب خروج کر کے قاتلین حسینؓ سے قصاص لو۔ لیکن سلیمان نے جواب دیا کہ "ابھی صبر کرو۔ ابھی خاص کوفہ ہی میں بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو ہمارے ہم خیال اور ہم نوا نہیں ہیں پہلے انہیں ہم آہنگ کر کے ہموار کر لو تب انتقام لینگے"۔ ان لوگوں نے ان رؤسائے کوفہ سے ربط و ضبط بڑھانا شروع کیا۔ جو ان کے ہم آہنگ نہ تھے۔ چنانچہ وہ بھی انکے ہم خیال ہو گئے اسی دوران میں مختار بن ابو عبید وارد کوفہ ہوا۔ جب اُس نے توابین کو دیکھا۔ اور انکے خیالات سُنے تو اُسے بڑی خوشی ہوئی اُس نے سوچا کہ ایک گروہ ایسا پیدا ہو گیا ہے جسے برانگیختہ کر کے بہت کچھ کام لیا

جا سکتا ہے چنانچہ اس نے توابین سے کہا کہ مجھے محمد بن علی کرم اللہ نے اپنا وزیر وامین مقرر کر کے اسلئے بھیجا ہے کہ تم میرے ہاتھ پر قاتلین حسینؓ سے قصاص لینے کے لئے بیعت کرو۔ لوگوں نے کہا کہ ہم نے اس سے پہلے ہی سلیمان بن صرد کے ہاتھ پر اسی کام کی انجام دہی کیلئے بیعت کر لی ہے۔ مختار نے کہا سلیمان ایک پست ہمت آدمی ہے۔ لڑائی جھگڑا سے جی چراتا ہے اور میں اسکے لئے تیار ہوں۔ بعض دور اندیش لوگوں نے کہا ہمیں یہ خوف ہے کہ عبداللہ بن زبیر کے گورنر عبداللہ بن یزید انصاری کہیں ہماری مخالفت نہ کریں۔"

مختار نے کہا۔ اطمینان رکھو وہ اسلیئے مخالفت نہ کرینگے کہ قتل حسین میں وہ شریک نہ تھے۔ رفتہ رفتہ اس گروہ کا حال عبداللہ بن یزید عامل کوفہ کو بھی معلوم ہو گیا۔ اس نے اہل کوفہ کو جمع کر کے کہا۔ کہ:-

اسمیں شبہ نہیں کہ حضرت حسینؓ کو بلا وجہ قتل کیا گیا ہمیں انکی شہادت کا افسوس ہے اور ہم انکے قاتلوں سے قصاص لینا چاہتے ہیں ہمیں یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی ہے کہ لوگ قتل حسینؓ کا قصاص لینے کیلئے تیار ہو گئے ہیں اگر حقیقت میں وہ قصاص لینا چاہتے ہیں اور ان کا ارادہ بغاوت و شورش کا نہیں ہے تو ہم بھی انکی اطاعت کرنے کو تیار ہیں لیکن اگر وہ محض بغاوت کرنا چاہتے ہیں تو ہم انکی سرکوبی کرنے پر مستعد ہیں:!

عبداللہ بن یزید کی گفتگو کا یہ اثر ہوا کہ توابین علانیہ ظاہر ہو گئے اور انہوں نے صاف طور پر کہہ دیا کہ ہم محض خون حسینؓ کا قصاص لینا چاہتے ہیں وہ بھی ان لوگوں سے جنھوں نے انھیں قتل کیا یا ان کے قتل میں شریک تھے۔ بغاوت ہمارا مقصد نہیں ہے عبداللہ بن یزید نے کہا۔ تب میں تمہارا معاون ہوں۔ یہ شہ پا کر توابین نے ہتھیار خریدنے شروع کر دیئے:-

جنگ توابین

توابین جنگی تیاریاں مکمل کر کے یکم ربیع الثانی ۶۵ھ کو سلیمان بن صرد کی سرکردگی

ہیں کوفہ سے نکلکر مقام نخیلہ میں مقیم ہوئے اس وقت انکی تعداد سترہ ہزار تھی لیکن مختار کوفہ ہی میں رہا وہ اہل کوفہ کو اپنے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے تیار کر رہا تھا۔ در اصل اس کا یہ ارادہ تھا کہ عبداللہ بن یزید کو بیدخل کرکے خود کوفہ کا حاکم بن بیٹھے۔ اسکے اس ارادہ کی اطلاع بعض رؤسائے کوفہ کو ہو گئی ان میں سے عمرو بن سعد شبث بن ربعی اور زید بن حرث نے عبداللہ بن یزید کو اسکی اطلاع کی اور یزید نے مختار کو گرفتار کرکے قید کر دیا۔ ادھر سلیمان بن صرد معہ اپنی جمعیت کے تین روز تک مقام نخیلہ میں مقیم رہا جب اس نے وہاں سے کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن سعد بن نفیل نے توابین سے کہا کہ "تم کہاں کی خاک چھاننے جا رہے ہو قاتلین حسینؓ تو کوفہ ہی میں موجود ہیں" عام طور پر توابین نے کہا یہ تم درست کہہ رہے ہو۔ مگر سلیمان بن صرد نے کہا کہ "یہ لوگ محض لشکری تھے اصل مجرم عبیداللہ بن زیاد کا سر ہے وہی بانی فساد ہے اور اسی سے قصاص لینا چاہیئے اس سے توابین کا اطمینان ہو گیا اور وہ ملک شام کیطرف روانہ ہونیکی تیاری کرنے لگے

عبداللہ بن یزید نے انہیں آکر سمجھایا کہ ابھی خروج نہ کرو۔ ذرا ٹھہرو۔ میں بھی تمہاری مدد کروں گا لیکن انہوں نے نہ مانا اور ربیع الثانی ۶۵ھ کو نخیلہ سے کوچ کرکے کربلا میں پہنچے۔ اور مدفن حسینؓ پر پہنچکر بڑے زور و شور سے سینہ کوبی کی خوب پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ کہتے تھے۔ واہ حسینؓ! ہم نے آپ کا ساتھ نہ دیا۔ اب ہم پچھتاتے ہیں روتے ہیں۔ مگر اب ہم نے توبہ کر لی ہے اور آپکے خون کا قصاص لینے کیلئے جا رہے ہیں۔

غرضیکہ ایک شبانہ روز وہاں ٹھہرے اگلے روز چل پڑے اور منزل بہ منزل کوچ کرکے قرقیسا میں پہنچے۔ یہاں زفر بن حرث کلابی حاکم تھا۔ اس نے شہر پناہ کا پھاٹک بند کرا دیا۔ مگر جب اسے معلوم ہوا کہ وہ لوگ قتل حسینؓ کا قصاص لینے کیلئے آئے ہیں تو اس نے پھاٹک کھول دیا۔ معذرت کی اور رسد کا انتظام کر دیا۔ یہیں ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ عبیداللہ بن زیاد موصل کا گورنر ہے اور آجکل موصل ہی میں موجود ہے:-

چنانچہ ان لوگوں نے موصل ہی کیطرف کوچ کردیا اور مقام عین الوادہ میں پہنچکر اسکے غربی جانب ڈیرے ڈالدیئے ۲۱ جمادی الاول ۶۵ھ کو یہ لوگ عین الوادہ میں پہنچے تھے ان کے خروج کی اطلاع عبیداللہ بن زیادہ کو ہوگئی تھی اور اس نے حصین بن نمیر کو بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) کی جمعیت سے انکے مقابلہ کو بھیج دیا تھا۔ سلیمان بن حرد اور ان کے ہمراہیوں کے عین الوادہ میں پہنچنے کے پانچ روز یعنی ۲۶ جمادی الاول ۶۵ھ کو حصین بن نمیر بھی آپہنچا اور اسی روز سے لڑائی شروع ہوگئی۔ تمام دن جنگ ہوتی رہی شامیوں کو سخت نقصان پہنچا۔ اگر رات نہ ہوجاتی تو وہ شکست کھاکر بھاگ جاتے لیکن رات نے ان کا پردہ رکھ لیا

اگلے دن پھر دونوں فریق میدانمیں آپہنچے صبح ہوتے ہی آٹھ ہزار کا ایک کمکی لشکر شامیوں کا اور آپہنچا۔ اس لشکر کو ابن زیاد نے حصین بن نمیر کی مدد کیلئے بھیجا تھا اسکے آنے سے شامیوں کو بڑی تقویت ہوئی۔ سلیمان بن حرد نے جنگ شروع ہونے سے قبل اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو مسیب بن نجبہ فزاری اور اگر وہ بھی مارا جائے تو عبداللہ بن سعد بن نفیل ازدی۔ اگر وہ بھی مارا جائے تو عبداللہ بن وال تیمی اگر وہ بھی مارا جائے تو رفاعہ بن شداد بجلی کو امیر بنانا۔ جنگ شروع ہوگئی سوائے نماز کے اوقات کے لڑنیوالے ایک لمحہ کیلئے بھی نہیں رکے۔ تمام دن لڑتے رہے شام کو دونوں لشکر جدا ہوگئے اور دونوں نے رات امید و بیم میں بسر کی صبح ہوتے ہی ابن زیاد کا ایک اور لشکر دس ہزار (۱۰۰۰۰) کی تعداد میں محرز باہلی کی معیت میں آگیا۔ آفتاب طلوع ہوتے ہی جنگ شروع ہوگئی۔ شامیوں نے توابین کو نرغہ میں لے لیا۔

یزید بن حصین بن نمیر نے سلیمان بن حرد کے تیر مارا وہ غش کھاکر گرا مسیب بن نجبہ فزاری نے لپک کر علم اٹھا لیا اور نہایت دلیری سے لڑکر مارا گیا۔ اسکے مرتے ہی عبداللہ بن سعد بن نفیل ازدی نے علم سنبھالا اور پرجوش جنگ کرکے وہ بھی کھیت رہا۔ اب علم سرنگوں پڑا رہا۔ لوگوں نے عبداللہ بن وال کو پکارا مگر وہ دوسری طرف

مصروف تھا چنانچہ رفاعہ بن شداد نے علم اٹھایا اور نہایت جوش و خروش سے لڑائی شروع ہوئی شام تک خونریزی کا بازار گرم رہا آفتاب غروب ہونے پر دونوں لشکر جدا ہوئے مخارق بن شداد نے لشکر گاہ میں پہنچکر جب موجودات لی تو معلوم ہوا کہ زیادہ تر توابین میدان کارزار میں موت کی نیند سو رہے ہیں اور معدودے چند جو باقی ہیں ان میں سے بھی اکثر مجروح ہیں وہ اس قدر تھک گئے ہیں کہ زخمیوں سے بھی بدتر ہو رہے ہیں چنانچہ وہ ان لوگوں کو لیکر رات ہی کو میدان جنگ چھوڑ کر کوفہ کیطرف روانہ ہو گیا۔ صبح کو جب شامیوں نے میدان کارزار خالی دیکھا۔ تو حصین بن نمیر نے ان کا تعاقب نہیں کیا۔ یہ شکست خوردہ توابین گرتے پڑتے قرقیسا میں پہنچے۔ زفر بن حرث نے ان کی دلدہی کی تین روز تک مہمان رکھا چوتھے روز زاد سفر دیکر کوفہ کیجانب رخصت کر دیا۔ ان توابین کی مدد کیلئے سعد بن حذیفہ بن الیمان مدائن سے اور مثنی بن مخربہ عبدی بصرہ سے تھوڑی تھوڑی جمعیت کے ساتھ روانہ ہوئے تھے مقام صدود میں پہنچکر انہیں توابین کی شکست کا حال معلوم ہوا وہ وہیں رفاعہ اور اسکے ہمراہیوں کے انتظار میں رک گئے۔ جب رفاعہ لقبیۃ السیف توابین کو لیکر وہاں پہنچا تو مثنی و سعد اسکے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر روئے اور ایک شب و روز وہاں قیام کر کے اپنے اپنے شہروں کیطرف چل دیئے!۔

خوارج کا خروج

حضرت عبداللہ بن زبیر کیطرف سے بصرہ کا گورنر عبداللہ بن الحرث تھا ۶۵ھ میں اسکے عہد امارت میں بصرہ اور نواح بصرہ کے خوارج مقام دولاب میں جمع ہوئے اور انہوں نے نافع بن ازرق کو اپنا سردار بنا کر علم بغاوت بلند کر دیا۔ مقام دولاب اہواز میں واقع ہے :۔

جنگ خوارج

عبداللہ بن الحرث بصرہ کے گورنر نے مسلم بن عبیس بن کریز بن ربیعہ کو خوارج کی سرکوبی پر مامور کیا۔ مسلم لشکر لے کر ماہ جمادی الثانی ۶۵ھ میں دولاب میں داخل ہوا

خوارج نے مقابلہ کیا۔ نہایت گھمسان کا جنگ ہوا۔ مسلم بصرہ کے لشکر کا سپہ سالار اور نافع خوارج کا سردار دونوں مارے گئے اہل بصرہ نے مسلم کی جگہ حجاج بن باب کو اور خوارج نے نافع کی بجائے عبداللہ بن ماخوذ تمیمی کو سردار بنایا اور لڑنے لگے یہ دونوں سردار بھی مارے گئے۔ اب بصرہ والوں نے ربیعہ بن احزم تمیمی کو اور خوارج نے عبداللہ کے بھائی عبیداللہ بن ماحوز تمیمی کو امیر بنایا پھر لڑائی شروع ہو گئی۔ فریقین خوب جی توڑ کر لڑے شام کے وقت خوارج کو تازہ کمک پہنچ گئی اہل بصرہ کا امیر ربیعہ مارا گیا۔ اب بصرہ والوں نے حارثہ بن زید کو سردار بنایا۔ چونکہ بصرہ والوں کی جمعیت کم ہو گئی تھی اور خوارج زیادہ تھے اسلئے حارثہ اپنی جمعیت کو خوارج کے نرغہ سے نکال کر اہواز کیطرف چلا گیا خوارج بصرہ کیجانب روانہ ہوئے۔

جنگ مہلب و خوارج

جب اہل بصرہ کی تباہ حالی کا حال بصرہ والوں کو معلوم ہوا تو انہیں سخت صدمہ ہوا۔ انہوں نے ایک تیز رفتار قاصد کے ہاتھ یہ خبر مکہ میں عبداللہ بن زبیر کے پاس بھیجی اور عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن الحرث کو بصرہ کی گورنری سے معزول کر دیا اور بصرہ پر حرث بن ربیعہ کو اور خراسان پر مہلب بن ابی صفرہ کو گورنر مقرر کیا۔ جب حارث بن ربیعہ نے بصرہ کا چارج لیا اور مہلب جو بصرہ کا ایک رئیس تھا خراسان کی جانب روانہ ہونے لگا تو خوارج کا لشکر بغاوت کا سیلاب بہاتا بصرہ کے قریب پہنچ گیا۔ حرث بن ربیعہ نے احنف بن قیس کو سپہ سالار بنا کر خوارج کے مقابلہ میں روانہ کرنا چاہا۔ احنف نے اپنی معذوری ظاہر کر کے کہا کہ اس مہم کیلئے مجھ سے زیادہ موزوں اور مناسب مہلب بن ابی صفرہ ہے جب مہلب سے کہا گیا۔ تو اس نے کہا کہ اگرچہ میں خراساں کی حکومت پر مامور ہو کر جا رہا ہوں لیکن اس خدمت کی انجام دہی پر بھی تیار ہوں بشرطیکہ مجھے بیت المال سے آلات حرب اور کافی خرچ دیا جائے اور جس سرزمین کو میں فتح کروں وہ میری جاگیر سمجھی جائے حرث بن ربیعہ نے ان شرائط کو تسلیم کر لیا۔

چنانچہ مہلب بارہ ہزار جنگ آوروں کو منتخب کر کے خوارج کے مقابلہ کو روانہ ہوا مقام جیر اصغر میں خوارج سے مڈھ بھیڑ ہو گئی۔ ایک سخت لڑائی کے بعد خوارج پسپا ہو کر جیر اکبر میں پہنچے مہلب نے وہیں پہنچکر ان پر حملہ کیا۔ خوارج وہاں سے بھی ہزیمت اٹھا کر بھاگے اور نہر تیری پر پہنچے۔ مہلب نے اپنے بھائی معارک بن ابی صفرہ کو ادھر بھیجا اور خود اہواز کیطرف چلا۔ اس طرف خوارج کے مقدمتہ الجیش سے مقابلہ ہو گیا۔

خوارج ہزیمت اٹھا کر نہر تیری کی طرف پلٹے اور حالت غفلت میں معارک بن ابی صفرہ کو گرفتار کر کے صلیب پر لٹکا دیا۔ مہلب نے اپنے بیٹے مغیرہ بن مہلب کو اس طرف بھیجا اور خود خوارج کی راہ روک کر مقام سولاف میں خیمہ زن ہوا۔ خوارج بھی وہاں آ گئے۔ بازار کارزار گرم ہو گیا۔ خوارج نے اپنی پوری قوت سے حملہ کیا۔ مہلب کے ہمراہی بھاگ نکلے لیکن وہ اور اس کا لڑکا جمے رہے۔ مہلب نے اپنے ہمراہیوں کو آواز دی۔ چار ہزار سوار لوٹ آئے۔ غروب آفتاب تک جنگ ہوتی رہی۔ رات کو دونوں لشکر الگ ہو گئے صبح کو پھر جنگ شروع ہو گئی خوارج وہاں سے مقام سلی سلیری کیطرف ٹل گئے۔ مہلب وہیں پہنچا نہایت خونریز جنگ ہوئی ایک مرتبہ تو مہلب کے ہمراہی جی چھوڑ کر بھاگ نکلے لیکن مہلب کے للکارنے اور غیرت دلانے پر پھر جمع ہو گئے اور انہوں نے پرزور حملہ کر کے خوارج کو پسپا کر دیا۔ خوارج ہزیمت اٹھا کر کرمان اور اصفہان کیطرف بھاگ گئے۔

محاصرہ قرقیسا

زفر بن حارث حضرت عبداللہ بن زبیر کیجانب سے قرقیسا کا حکمران تھا۔ قرقیسا شام و عراق کے درمیان ایک سرحدی ضلع تھا۔ جنگ عین الوادہ کے بعد مروان نے عبیداللہ بن زیاد کو حکم دیا کہ وہ زفر بن حارث کو قرقیسا سے بے دخل کر دے عبیداللہ نے قرقیسا کا محاصرہ کر لیا لیکن زفر بن حارث نے نہایت ہمت و استقامت سے مدافعت کی اور محاصرہ نے اتنا طول کھینچا کہ عبیداللہ بن زیاد مروان کے مرنے کی خبر سنکر

خود ہی محاصرہ اٹھا کر دمشق کی طرف چلا گیا۔

مروان کے بیٹوں کی ولیعہدی

مروان کو اس شرط پر خلیفہ مقرر کیا گیا تھا کہ وہ اپنے بیٹوں کو اپنا ولیعہد نہ بنائے اور اسکے بعد خالد بن یزید خلیفہ مقرر ہو۔ لیکن مروان اس عہد پر قائم نہ رہا۔ اس نے اپنے بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کی ولیعہدی کی کوشش شروع کی جو لوگ خالد کے خیر طلب تھے انہیں اس نے سیم و زر کے لالچ سے اپنا طرفدار بنانا شروع کر دیا۔ حسان بن مالک کلبی خالد کا سب سے بڑا طرفدار تھا۔ اس نے اسے لالچ اور فریب دیکر خالد کی مخالفت پر آمادہ کر لیا۔ اسی حسان نے مروان کے اشارہ پر ایک روز دمشق کی جمعہ مسجد میں یہ تقریر کی کہ "یہ سننے میں آ رہا ہے کہ لوگ امیرالمومنین مروان کے بعد خلافت کے معاملہ میں پھر جھگڑا کرینگے میں اس خطرہ کو دور کرنے کی یہ تجویز بتاتا ہوں کہ امیرالمومنین کو مجبور کیا جائے کہ وہ خالد کو خلیفہ نہ بنا جائیں بلکہ اپنے بعد اپنے بیٹوں میں سے پہلے عبدالملک اور پھر عبدالعزیز کو خلافت کیلئے نامزد کر جائیں اور ابھی لوگوں سے اس امر کیلئے بیعت لے لیں۔ چونکہ مروان کا طوطی بول رہا تھا اسلئے کوئی اس تجویز کی مخالفت نہ کر سکا سب نے اظہار پسندیدگی کیا۔ اور اسی وقت عبدالملک اور عبدالعزیز کی ولیعہدی کے لئے لوگوں سے بیعت لے لی۔

مروان کی وفات

چونکہ یہ بیعت خالد بن یزید کیخلاف تھی اسلئے خالد کو اس سے بڑا صدمہ ہوا ادھر مروان نے ایسی تدابیر شروع کیں جن سے خالد لوگوں کی نظروں سے گر جائے اس سے بھی بڑھکر یہ کہ مروان خالد کے قتل کی تدابیر میں مصروف ہوا۔ خالد کی ماں نے مروان سے نکاح کر لیا تھا۔ خالد نے اپنی ماں سے مروان کی شکایت کی اسکی ماں نے کہا تم خاموش رہو میں سب انتظام کر لونگی۔ چنانچہ اس نے اپنی چار کنیزوں کو آمادہ کیا اور

رات کو جب مروان محلسرائے میں آکر سو یا تو ان کنیزوں نے خالد کی ماں کے اشارہ سے مروان کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اُسے بے قابو کر کے گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔ یہ واقعہ ۳ رمضان المبارک ۶۵ھ کو ہوا۔ صبح کو دمشق میں اہل دمشق نے عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی عبدالملک نے مروان کے قصاص میں خالد کی ماں کو قتل کر ڈالا:۔

مروان کی مدت خلافت

مروان ۲ھ میں پیدا ہوا تھا تریسٹھ سال کی عمر پا کر ۶۵ھ میں فوت ہوا اس نے ساڑھے نو ماہ خلافت و حکومت کی:۔

عبداللہ بن زبیرؓ

چونکہ عبداللہ بن زبیر کے حالات و واقعات مسلسل اور متواتر بیان ہوتے چلے آرہے ہیں اسلئے مناسب ہے کہ انکے ابتدائی حالات اور نسب وغیرہ کا حال تھوڑے تفصیل سے کر دیا جائے تاکہ قارئین کرام کو سمجھنے میں اور سہولت ہو:۔

نام و نسب

آپ کا نام عبداللہ تھا اور کنیت ابو خبیب تھی آپ کا سلسلہ نسب اس طرح پر ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ بن عوام بن خویلد بن اسدی بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ" آپکے والد زبیر بن العوام مشاہیر اکابر و عشرہ مبشرہ میں سے ہیں آپکی والدہ ماجدہ حضرت اسماءؓ حضرت صدیق اکبر کی بیٹی اور حضرت عائشہ کی بہن تھیں آپکی والدہ ذوالنطاقین کے لقب سے مشہور تھیں آپکی دادی آنحضرت صلعم کی پھوپھی حضرت صفیہ تھیں:۔

مسرت ولادت

جب آنحضرت صلعم اور بہت سے اور مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آئے تو یہودیوں نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ ہم نے مہاجرین پر جادو کر دیا ہے انکے اولاد نہیں ہو سکتی مہاجرین میں سب سے پہلی اولاد آپ ہی پیدا ہوئے آپکی ولادت سے تمام مسلمانوں کو عموماً اور مہاجرین کو خصوصاً بڑی خوشی حاصل ہوئی تھی آپکے پیدا ہونے سے جسقدر مسلمانوں کو مسرت ہوئی تھی اسی قدر یہودیوں کو ملال ہوا تھا۔ بلکہ ملال سے بڑھکر انہیں ذلت ندامت بھی حاصل ہوئی تھی۔ آپ آنحضور صلعم

کے مدینہ میں ہجرت کرکے تشریف لانیکے بیس ماہ بعد یعنی سنہ ۲ھ میں پیدا ہوئے تھے آپکے پیدا ہوتے ہی آپکو آنحضور صلعم کے حضور میں پیش کیا گیا۔ آنحضور صلعم نے اسی وقت کھجور اپنے منہ میں چبا کر عبداللہ کو چٹائی تھی۔ آپ خود بھی صحابی تھے اور ایک صحابی کے بیٹے بھی تھے۔۔۔

حالات و خصائل

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب بڑے ہوئے تو انکی باتیں دیکھ اور سنکر لوگوں نے یہ خیال کر لیا تھا کہ وہ ضرور کوئی منصب حاصل کر کے رہینگے۔ وہ نہایت فہیم بڑے مدبر اور کمال شجاع تھے ساتھ ہی عابد و زاہد بھی تھے۔ کثرت سے روزے رکھتے تھے اور کثرت سے نمازیں پڑھا کرتے تھے کبھی ساری ساری رات قیام میں کبھی ساری ساری رات رکوع میں کبھی ساری ساری رات سجدہ میں رہتے۔ عمر بن قیس کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیرؓ کی یہ کیفیت تھی کہ جب وہ کوئی دنیا کا کام کرتے تھے تو اسمیں اس درجہ منہمک ہو جاتے تھے کہ دیکھنے والے یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ انہیں کسی وقت خدا بھی یاد آتا ہے اور جب عبادت میں مشغول ہوتے تھے تو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ آپکو ایک لمحہ کیلئے بھی دنیا یاد آتی ہے۔ آپ زبردست سپہ سالار اور بڑے شہسوار تھے۔ آپکی شہسواری قریش میں ضرب المثل تھی۔ آپ نہایت مستقل مزاج اور بڑے صابر تھے۔ آپ نہایت خوش بیان تھے۔ اور آپکی آواز اس قدر بلند تھی کہ پہاڑوں سے جا کر ٹکرایا کرتی تھی۔ آپ میں جہانبانی کی بھی ساری خصوصیات موجود تھیں لیکن احتیاط بہت زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ اسکی وجہ شاید یہ تھی کہ حضرت علی المرتضےٰ اور حضرت امام حسینؓ کا انجام دیکھکر محتاط ہو گئے تھے۔ امیر معاویہ ہی کی حیات میں آپ مکہ کے حکمران ہو گئے تھے۔ اور امیر معاویہ کے مرنے پر سوائے مصر، شام اور افریقہ کے باقی تمام عالم اسلام نے آپکے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی تھی۔ آپ اگر زیادہ احتیاط کو مدنظر نہ رکھتے اور مکہ سے ملک شام کا ایک سفر کر لیتے تو یقیناً تمام شامی بھی آپکے گرویدہ ہو کر آپکو خلیفہ تسلیم کر لیتے لیکن آپنے مکہ سے باہر نکلنا گوارا اور پسند نہ کیا۔ اگر آپ مدینہ منورہ ہی میں آ جاتے تب بھی شامیوں پر کچھ قرب ہو جاتا کی

وجہ سے اثر پڑ جاتا۔ مگر آپ نے مکہ میں قیام کرنا بھی پسند نہ کیا۔ چنانچہ شامی آپ کا ساتھ نہ دے سکے۔ اور مروان بن حکم نے ملک شام میں اپنے خاندان کیلئے خلافت کی بنیاد قائم کر دی ہم حضرت عبداللہ بن زبیر کے حالات ماہ رمضان المبارک ۶۵ھ تک قلمبند کر آئے ہیں۔ اب انہیں مقرر بیان کرنا تحصیل حاصل ہے:۔

تعمیر کعبہ

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ یزید کی خلافت کے آخری ایام میں اہل شام نے حصین بن نمیر کی قیادت میں مکہ پر فوج کشی کی تھی اور شامیوں کی سنگباری اور آتشبازی سے کعبہ کی چھت گر گئی تھی اور غلاف کعبہ کو آگ لگ کر دیواریں سیاہ ہو گئی تھیں جب یزید مر گیا اور اہل حجاز نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو عبداللہ بن زبیرؓ نے سب سے پہلے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی۔ حجر اسود کو خانہ کعبہ کے اندر داخل کر لیا اور اسکے دو دروازے ایک آنیکے لئے اور دوسرا جانیکے لئے قائم کر دیئے:۔

فتنہ مختار

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ مختار بن ابو عبید کو اسکے تمرد اور سازشانہ خیالات رکھنے کی بنا پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عامل کوفہ عبداللہ بن یزید نے قید کر دیا تھا۔ اس نے حالت اسیری میں حضرت عبداللہ بن عمر کو لکھا کہ مجھے کوفہ کے عامل نے بلا وجہ قید کر دیا ہے آپ عبداللہ بن زبیر یا عبداللہ بن یزید سے میری رہائی کی سفارش کیجئے۔" انہیں ایام میں "توابین" عبداللہ کے مقابلہ سے مقام عین الوردہ میں شکست کھا کر واپس کوفہ میں آئے:

جب مختار نے انکی آمد کا حال سنا تو اس نے کسی طرح سے جیلخانہ ہی سے ان لوگوں کو ایک تعزیتی خط لکھا کہ "غم و اندوہ نہ کرو۔ اگر میں زندہ رہا تو خون حسینؑ کے ساتھ ہی تمہارے قاتلین سے بھی انتقام لوں گا اور خون کا ایسا دریا بہاؤں گا کہ لوگوں کو بخت نصر کا زمانہ یاد آ جائیگا جس طرح اس نے بنی اسرائیل کو قتل کیا تھا۔ اسی طرح میں حضرت حسینؓ اور تمہارے قاتلین کو قتل کر کے زمین کو گلنار کر دوں گا۔" اس خط کو سعد بن حذیفہ بن الیمان۔ احمر بن شمیط احمسی

رفاعہ بن شداد۔ عبداللہ بن شداد بجلی عبداللہ بن کامل رؤسائے کوفہ اور مثنیٰ بن مخربہ عبدی
رئیس بصرہ جو توابین کے اکابر میں سے تھے پڑھکر نہایت خوش ہوئے۔ چنانچہ رفاعہ بن شداد
چار پانچ زعمائے ملت کو لیکر جیلخانہ پر پہنچا اور اجازت حاصل کر کے مختار سے ملا۔ ان لوگوں نے
دوران گفتگو میں مختار سے کہا۔ کہ ہم نے یہ تجویز کی ہے کہ تمہیں کسی نہ کسی طرح سے جیلخانہ سے
نکال لیجائیں"۔ چونکہ مختار نے عبداللہ بن عمرؓ کو اپنی رہائی کے متعلق لکھا تھا اور اُسے یقین
تھا کہ ابن عمرؓ ضرور اسکی سفارش کرینگے اور وہ یقینی رہا ہو جائیگا۔ اسلئے اس نے رفاعہ اور
ان کے ساتھیوں پر اپنی کرامت کا رعب ڈالنے کیلئے کہا۔ تم میری طرف سے بےفکر رہو۔ میری
رہائی کا فکر خود خدا کو ہے اور اس نے اس کا انتظام بھی کر دیا ہے میں عنقریب رہا ہو جاؤنگا
لیکن میرے رہا ہونے سے قبل تم لوگوں کو اپنا ہم خیال بناؤ۔" رفاعہ وغیرہ چلے آئے اور انہوں
نے مختار کی کرامت کا اظہار لوگوں سے اس پیرایہ میں کیا کہ عوام اُسے ولی سمجھنے لگے
یہی مختار کا مطلب بھی تھا۔ انہیں ایام میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے عبداللہ بن یزید
کو ایک سفارشی خط مختار کو رہا کر دینے کیلئے بھیجا۔ حضرت ابن عمرؓ کا عام طور پر پاس لحاظ
کیا جاتا تھا۔ عبداللہ بن یزید نے مختار کو جیلخانہ سے طلب کر کے کہا کہ تم آئندہ کسی قسم کی
شورش میں حصہ نہ لینے کا اقرار کرو۔ اور اپنے گھر میں امن سے بیٹھے رہنے کا وعدہ کرو
تو میں تم کو رہا کر سکتا ہوں۔ مختار نے اقرار کر لیا۔ اور عبداللہ بن یزید نے اُسے رہا کر دیا۔ اسکی
اس اچانک رہائی سے لوگ اُسکے اور بھی معتقد ہو گئے اور اسکی رہائی کو ولایت و کرامت
پر محمول کرنے لگے۔ مختار کے کچھ آدمی مکہ میں بھی موجود تھے۔ انہوں نے اسے اطلاع دی
کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے عبداللہ بن یزید کوفہ کے گورنر کو معزول کر کے عبداللہ بن مطیع کو
نامزد کیا ہے جو عنقریب یہاں سے روانہ ہونے والا ہے۔ مختار نے اس عزل و نصب
کو بھی لوگوں پر اس طرح سے ظاہر کیا جیسے اسے الہام ہوا ہو یا کسی فرشتہ نے آکر
بتایا ہو۔ لوگ انتظار کرنے لگے کہ مختار کی یہ پیشگوئی کب پوری ہوتی ہے:۔

آخر ۲۵ رمضان المبارک ۶۶ھ کو عبداللہ بن مطیع نے کوفہ میں پہنچکر عبداللہ بن یزید سے گورنری کا چارج لے لیا۔ اس سے لوگوں کے دلوں میں مختار کی اور بھی عزت و عظمت قائم ہوگئی۔ مختار نے ادھر تو خفیہ خفیہ اہل کوفہ کو اپنا ہم خیال بنایا اور ان سے بیعت لینی شروع کی ادھر مثنیٰ بن مخرمہ عبدی کو جو بصرہ کا رئیس تھا بصرہ کیجانب بھیجکر ہدایت کی کہ وہ اہل بصرہ کو قاتلین حسینؑ سے قصاص لینے پر آمادہ کر کے ان سے بیعت لے۔ عبداللہ بن مطیع نے کوفہ میں آکر ایاس بن ابی مضارب کو کوتوال شہر مقرر کیا۔ ایاس بن ابی مضارب بڑا جہاندیدہ آدمی تھا۔ اس نے معلوم کر لیا کہ مختار بغاوت و شورش پھیلا رہا ہے۔ چنانچہ اس نے عبداللہ بن مطیع سے ایک روز اس کا تذکرہ کیا اور یہ مشورہ دیا کہ مختار کو بلا کسی تاخیر کے فوراً بلا کر قید کر دیا جائے۔ چنانچہ عبداللہ بن مطیع نے مختار کے چچا زید بن مسعود ثقفی اور حسین بن رافع کو مختار کے بلانے کے لئے بھیجا۔ عبداللہ بن مطیع سے یہی غلطی ہوئی کہ اگر وہ ایاس بن ابی مضارب ہی کو اس کام پر مامور کرتا تو کوئی فتنہ پیدا نہ ہوتا۔ لیکن اس نے مختار کے چچا کو اس کام پر مامور کیا اور سخت دھوکا کھایا۔ یہ دونوں مختار کے پاس گئے اور اسے عبداللہ بن مطیع کا پیغام سنایا۔ وہ چلنے پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن مختار کے چچا زید بن مسعود نے اسے اشارہ کیا۔ اور اس نے اپنے خدام سے کہا۔ مجھے جاڑا چڑھ آیا ہے جلدی لحاف اڑھاؤ۔ خادموں نے اسے لحاف اڑھا دیا۔ اس نے زید بن مسعود اور حسین بن رافع سے کہا میں تمہارے ساتھ چلنے کیلئے تیار تھا۔ لیکن دفعتاً مجھ پر لرزہ نے حملہ کر دیا اسلئے اس وقت مجبور ہو گیا۔ کل صبح میں امیر کی خدمت میں حاضر ہونگا۔ دونوں نے واپس لوٹ کر عبداللہ بن مطیع سے کہدیا کہ وہ سخت بیمار ہو گیا ہے۔ صبح کے وقت افاقہ ہونے پر آسکے گا۔ مختار نے ان دونوں کے اپنے پاس سے جاتے ہی اپنے متبعین میں سے با اثر لوگوں کو بلا کر کہا کہ جس وقت کا تمہیں اور مجھے انتظار تھا وہ آپہنچا اب ہمیں ایک لمحہ کا بھی انتظار نہ کرنا چاہیئے آج ہی خروج کر دینا چاہیئے لیکن وہ لوگ کوئی تھے اور دلوں

کبھی اپنے وعدہ پر قائم نہیں رہتے تھے۔ ان میں سے کئی لوگوں نے کہا کہ ہم نے قاتلین حسینؓ سے انتقام لینے کیلئے آپکے ہاتھ پر بیعت کی ہے ہم اس مقدس کام کیلئے تیار ہیں مگر ایک تو ہمیں آلات حرب کا انتظام کرنا ہے دوسرے یہ بھی اطمینان کر لینا ہے کہ واقعی تمہیں محمد بن الحنیفہ نے اس کام پر مامور بھی کیا ہے یا نہیں۔ مختار کو بڑا تردد ہوا۔ اُسے صاف طور پر ان سے کہنا پڑا کہ امیر کوفہ عبداللہ بن مطیع مجھے قید کرنے کی فکر میں ہے"۔ لوگوں نے کہا اطمینان رکھو ہم تمہیں ان کے حوالے نہ کرینگے۔ اور اگر تم قید بھی کر لئے گئے۔ تو ہم تمہیں جیلخانہ توڑ کر نکال لا دینگے۔" مختار کچھ اداس ہو کر خاموش ہو گیا۔ ان لوگوں نے مختار کو ایک غیر معروف مکان میں منتقل کر دیا اور سعد بن ابی سعد حنیفہ سے یہ تصدیق کرنے کیلئے بھیجا کہ آیا واقعی انہوں نے اُسے یعنی مختار کو اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے۔ جب وہ محمد حنیفہ کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے فرمایا! ہاں میں نے اسے قاتلین حسینؓ سے قصاص لینے پر مامور کیا ہے وہ کوفہ میں لوٹ آیا اور اس نے مختار کے قول کی تصدیق کر دی۔ چنانچہ تمام توابین خروج کرنے پر تیار ہو گئے۔ اتفاق سے ایاس بن ابی مضارب کوتوال شہر کو ان کے ارادہ کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے عبداللہ بن مطیع سے کہا۔ عبداللہ نے حکم دیا کہ کوفہ کے ہر محلہ کی ناکہ بندی کر دیجائے۔ کوفہ میں سات محلے تھے ہر محلہ میں پانچ پانچ سو سوار متعین کر دیئے گئے۔ مالک اشتر کا حال تم پڑھ چکے ہو۔ (ان کا حال پہلی جلد میں بیان ہوا ہے)

وہ شیعان علی المرتضٰی میں سے تھے۔ جب تک زندہ رہے حضرت علی المرتضٰی کے طرفدار رہے ان کا بیٹا ابراہیم رؤسائے کوفہ میں تھا۔ مختار نے اُسے بھی دعوت شرکت دی۔ وہ اپنے قبیلہ میں بڑا با اثر تھا اور اس کا قبیلہ کثیر تعداد میں تھا۔ اس نے اپنی شرکت کے ساتھ یہ شرط لگائی کہ اُسے امیر مقرر کیا جائے۔ مختار خود اسکے پاس گیا اور اس سے کہا کہ مجھے محمد بن حنیفہ نے بھیجا ہے۔ تمہارے باپ مالک اشتر شیعان علی المرتضٰی میں بڑے نامور شخص گذرے ہیں تم میرے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ کامیابی کے بعد جو منصب تم

چاہو گے دے دیا جائیگا۔ ابراہیم نے اسوقت اسکے ہاتھ پر بیعت کر لی خروج کیلئے آیندہ کی رات مقرر ہوئی۔ مختار واپس چلا آیا۔ ۱۴ ربیع الاول ۶۶ھ کی رات کو جب ابراہیم اپنی جمعیت لیکر مختار کیطرف روانہ ہوا تو راستہ میں اس کا مقابلہ ایاس بن ابی مضارب کوتوال شہر سے ہوگیا۔ ایاس نے اسے روکا۔ اس نے موقعہ پاکر ایاس کے نیزہ مارا۔ وہ گرا اسکے گرتے ہی سرکاری آدمی بھاگ کر عبداللہ بن مطیع کے پاس پہنچے اور ایاس کے مرنے کی خبر سنائی۔

عبداللہ بن مطیع نے ایاس کے بیٹے ارشد کو کوتوال شہر مقرر کرکے باغیوں کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا اور اسکے پیچھے اور بھی کئی افسروں کو فوجی دستے دیکر بھیجا۔ اسوقت مختار کے پاس چار ہزار جنگجو آدمی موجود تھے ادھر ابراہیم اپنی جمعیت لیکر پہنچ گیا۔ مختار نے ان لوگوں کو ساتھ لیکر خروج کیا اور سرکاری آدمیوں پر حملہ بول دیا۔ جنگ شروع ہوگئی۔ کوفہ کی گذرگاہوں میں مسلمانوں کی لاشیں گرنے لگیں اور نالیوں میں خون بہنے لگا۔ لڑتے لڑتے صبح ہوگئی۔ توابین نے اس زور و شور سے حملے کئے کہ سرکاری آدمی بھاگ گئے۔ اور عبداللہ بن مطیع دارالامارت میں محصور ہوگئے۔ مختار نے دارالامارۃ کا اس شدت سے محاصرہ کیا کہ عبداللہ بن مطیع پوشیدہ طور پر وہاں سے نکلکر ابوموسیٰ اشعری کے مکان میں چلے گئے۔ انکے باقی ہمراہیوں نے مختار سے امان طلب کی اتفاق سے شمر ذی الجوشن بھی ان میں تھا۔ مختار نے سبکو امان دیدی اور ان سب لوگوں نے مختار کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ چند روز کے بعد مختار کو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مطیع ابوموسیٰ اشعری کے مکان میں چھپا ہوا ہے۔ اس نے ایک لاکھ درہم اسکے پاس بھیجکر کہلا دیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے پاس زاد راہ نہیں ہے اور اسلئے تم چھپے ہوئے ہو میں ایک لاکھ درہم بھیجتا ہوں تم تین روز کے اندر اندر یہاں سے روانہ ہوجاؤ" عبداللہ بن مطیع نے درہم لے لئے اور تین روز کے اندر اندر سامان سفر درست کرکے کوفے سے روانہ ہوا۔ اسے مکہ میں جاتے ہوئے شرم آئی۔ وہ بصرہ چلا گیا۔ مختار نے بیت المال پر قبضہ کرکے تمام خزانہ اپنے ہمراہیوں میں تقسیم

کرکے انہیں آئندہ کیلئے اور بھی امید دلائی۔ اس طرح وہ کوفہ پر قابض ہو گیا اور عبداللہ بن زبیر کے اہلکار سے کوفہ نکل گیا:۔

بصرہ کی کیفیت

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ مختار نے مثنیٰ بن مخربہ عبدی کو بصرہ میں بھیجا تھا اس نے بصرہ میں آکر شیعان علی المرتضیٰ سے خفیہ خفیہ بیعت لینی شروع کی۔ جب کافی جمعیت نے بیعت کر لی تو اس نے مختار کو اطلاع دی مختار نے اسے ہدایت کی کہ فلاں دن میں کوفہ میں خروج کروں گا تم بصرہ میں خروج کرنا۔ اس وقت بصرہ میں عبداللہ بن زبیرؓ کیطرف سے حرث بن ربیعہ امیر تھا۔ اتفاق سے اسے ان باغیوں کے منصوبوں کا علم ہو گیا۔ اس نے انہیں خروج کرنے سے پہلے ہی ایک محلہ میں محصور کر لیا۔ اور پھر سب کو بصرہ سے نکال دیا یہ لوگ بصرہ سے نکلکر کوفہ میں چلے آئے اور مختار کے قوت بازو بنگئے اس طرح بصرہ بغاوت کے شعلوں سے محفوظ رہا:۔

مختار کی فوج کشی

مختار نے کوفہ پر اپنا تسلط قائم کر کے لواء یعنے (جھنڈے) بنائے اور مختلف بلاد اسلامیہ پر قبضہ کرنیکے لئے روانہ کئے۔ ایک لواء عبداللہ بن الحرث بن اشتر کو دے کر آرمینیا کیطرف بھیجا۔ ایک علم محمد بن عمیر عطارد کو دیکر آذربائیجان کیطرف روانہ کیا۔ ایک جھنڈا عبدالرحمان بن سعید بن قیس کو دیکر موصل کیطرف رخصت کیا۔ ایک پرچم اسحاق بن مسعود کو دیکر مدائن پر بھیجا۔ ایک لواء سعد بن حذیفہ بن الیمان کو دیکر حلوان کیجانب روانہ کیا۔ شریح کو کوفہ کا قاضی اور عبداللہ بن کامل کو کوفہ کا کوتوال مقرر کیا لیکن شریح کے متعلق شیعوں نے یہ اعتراض کیا کہ اسے حضرت علی المرتضیٰ نے قضاء کوفہ سے معزول کر دیا تھا یہ عثمانؓ بن عفان کے ہوا خواہوں میں سے ہے۔ شریح ان باتوں کو سنکر ڈرا کہ انہیں مار نہ ڈالا جاؤں۔ وہ بیماری کا عذر کر کے اپنے عہدہ سے خود ہی مستعفی ہو گیا۔ مختار نے اسکے بجائے عبداللہ بن عتبہ مسعود کو قاضی مقرر کیا لیکن جب وہ بیمار ہو گیا تب عبداللہ بن مالک طائی کو یہ عہدہ دیا۔ مختار نے جن سرداروں کو فوجیں دیکر

بلاد اسلامیہ پر قبضہ کرنیکے لئے بھیجا انہیں ہر مقام پر کامیابی حاصل ہوئی۔ لوگوں نے مختار کی حکومت کو تسلیم کر لیا لیکن موصل پر جو عبدالرحمٰن بن سعید بھیجا گیا تھا وہ موصل پر تصرف حاصل نہ کرسکا۔ اس وقت موصل پر عبیداللہ بن زیاد حکمران تھا۔ عبدالرحمٰن موصل سے ہٹ کر تکریت میں آ ٹھہرا اور اس نے مختار کو حالات سے اطلاع دیکر کمک طلب کی مختار نے یزید بن انس اسدی کو تین ۳ ہزار کی جمعیت دیکر عبدالرحمٰن بن سعید کی مدد کیلئے موصل کیطرف روانہ کیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے یزید بن انس کے مقابلہ کیلئے ربیعہ بن مختار غنوی کو روانہ کیا۔ دونوں فوجیں بابل کے مقام پر مل گئیں ۹ ذی الحجہ ۶۶ھ عرفہ کے روز لڑائی شروع ہوئی۔ یزید بن انس ایک اونچے گدھے پر سوار تھا۔ صبح سے شام تک جنگ ہوتی رہی شام کے وقت ربیعہ مارا گیا۔ شامیوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ شکست کھا کر بھاگے یہ ہزیمت خوردہ لشکر تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ عبداللہ بن جملہ خثعمی تین ۳۰۰۰ ہزار کی جمعیت سے آتا ہوا ملا۔ اُسے عبیداللہ بن زیاد نے ربیعہ کی مدد کیلئے بھیجا تھا اس نے منہزمین کو لوٹایا۔ اور عین عید الضحےٰ یعنی ۱۰ ذی الحجہ ۶۶ھ کو کوفیوں پر حملہ کر دیا۔ ایک خونریز لڑائی کے بعد کوفیوں نے پھر شامیوں کو شکست دی۔ تقریباً تین سو ۳۰۰ شامی گرفتار ہوئے جنھیں یزید بن انس نے خاتمہ جنگ کے بعد قتل کرا دیا۔ یزید بن انس بھی بیمار تھا۔ قیدیوں کو قتل کراتے ہی وہ بھی مر گیا۔ اس نے مرنے سے پہلے ورقاء بن عازب اسدی کو امیر لشکر مقرر کر دیا ورقاء بن عازب کو اسکے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ عبیداللہ بن زیاد لشکر بیکراں لیکر خود آرہا ہے ورقاء پر ہیبت چھا گئی۔ وہ بابل سے کوچ کر کے حدود عراق کیطرف ہٹ آیا اور مختار کو اطلاع دی کہ عبیداللہ بن زیاد لشکر عظیم لیکر آرہا تھا میرے پاس جمعیت کم تھی اسلئے میں مصلحتاً ہٹ آیا ہوں کوفہ والوں کو جب اسکے ہٹ آنیکی اطلاع ہوئی تو وہ ورقاء پر لعنت بھیجنے لگے اور مختار کو ملامت کی کہ ایسے بزدل شخص کو لشکر کے ساتھ کیوں بھیجا۔ مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو سات ہزار فوج دیکر ورقاء کی مدد کیلئے روانہ کیا۔ اور اُسے

حکم دیا کہ وہ رؤساء کا لشکر بھی اپنے تحت میں لے لینا:-

مختار کی مخالفت

لیکن ابھی ابراہیم کچھ زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ کوفیوں میں مختار کی مخالفت کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ کوفہ میں کچھ لوگوں نے تو مختار کی بیعت اسکی حکومت سے پہلے ہی کر لی تھی اور کچھ ایسے جنہوں نے اسکی حکومت کے بعد بیعت کی تھی۔ مختار پہلے گروہ کے ساتھ بڑی رعائتیں کرتا تھا۔ دوسرے گروہ کو یہ ناگوار گذرا چنانچہ انہوں نے شیث بن ربعی سے اسکی شکایت کی شیث نے مختار سے کہا۔ مختار نے کہا کہ یہ درست ہے کہ میں پہلے گروہ کیساتھ زیادہ رعایت کرتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ میرے ہم خیال اور ہمدرد ہیں۔ اگر یہ دوسرا گروہ بھی اس بات کا اقرار کرے کہ بنو امیہ اور عبداللہ بن زبیرؓ دونوں سے اسوقت تک لڑینگے جب تک دونوں کی طاقت نیست و نابود نہ ہوجائے تو میں انکے ساتھ بھی ہر قسم کی مراعات کرنیکو تیار ہوں۔ جب شیث بن ربعی نے لوگوں سے مختار کا خیال ظاہر کیا تو انہوں نے صاف طور پر کہدیا کہ خون حسینؓ کا مطالبہ محض ایک بہانہ ہے درحقیقت مختار اپنی حکومت و امارت کیلئے ہم لوگوں کے سر کٹوا رہا ہے یہ منتفی ہے مسلمانوں کو آپسمیں لڑا کر کمزور بنانا چاہتا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے مختار کے خلاف ہجوم کرکے دارالامارۃ پر یورش کردی اور مختار سے کہا ہم نے تجھے معزول کردیا۔ تو حکومت چھوڑ کر علیحدہ ہوجا۔ تو محمد بن حنیفہ کا نائب اور خلیفہ نہیں ہے!

مختار بڑا چالاک تھا۔ وہ لوگوں کے تیور دیکھکر سمجھ گیا کہ وہ بغاوت پر آمادہ ہیں اس نے نہایت نرمی سے انہیں سمجھایا کہ میں تم پر کوئی سختی نہیں کرنا چاہتا۔ تمہارے ساتھ بھی وہی رعائتیں کرونگا۔ جو دوسروں کے ساتھ کرتا ہوں میں تم سے خون حسینؓ کا بھی قصاص نہ لوں گا۔ جو تم کہوگے وہی کرونگا۔ لیکن اسوقت فتنہ و فساد کی آگ نہ بھڑکاؤ۔ اسوقت بنی امیہ کا مقابلہ درپیش ہے ان کا مقابلہ کرو۔ جاؤ اور سوچو کہ جو کچھ تم کرنا چاہتے ہو وہ بہتر ہے یا جو میں کرنا چاہتا ہوں وہ بہتر ہے۔ لوگوں کو یہ معلوم تھا کہ ابراہیم بن مالک اشتر ابھی کوفہ سے زیادہ دور نہیں گیا ہے کہیں

مختار اُسے واپس بلا کر انکو قتل نہ کرادے اس خوف سے کوفی لوٹ آئے اور انہوں نے یہ سوچ لیا کہ جب ابراہیم دُور چلا جائیگا تب اس سے سمجھ لینگے۔ لیکن مختار بھی کچھ کچی گولیاں کھیلا ہوا نہ تھا۔ وہ اہل کوفہ کے ارادہ کو بھانپ گیا تھا۔ چنانچہ اُس نے ان فسادی لوگوں کے جاتے ہی اپنا ایک قاصد ایک تیز رفتار سانڈھنی پر ابراہیم کے پاس بھیجکر اُسے معہ لشکر کے فوراً کوفہ میں واپس طلب کیا۔ ادھر خود دارالامارۃ کو مضبوط کر کے مطمئن ہو گیا۔ اس سے اگلے ہی روز مفسد لوگوں نے دارالامارۃ کا محاصرہ کر لیا۔ تیسرے روز ابراہیم واپس لوٹ کر معہ فوج کے کوفہ میں داخل ہوا اس نے دیکھا کہ شبث بن ربعی۔ رفاعہ بن شداد۔ عبداللہ بن سعید بن قیس وغیرہ جو مختار کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے مفسدوں کی امامت کر رہے ہیں اس نے آتے ہی ان لوگوں پر حملہ کر دیا

مُفسد کوفیوں کا قتل

رفاعہ بن شداد نے بڑی دلیری سے اس کا مقابلہ کیا۔ اس نے اپنی جمعیت کے کئی دستے بنائے اور یکے بعد دیگرے ان دستوں کو بڑھایا۔ مختار نے بھی اپنے لشکر کو کئی دستوں پر منقسم کر کے حملہ کیا۔ خونریز لڑائی شروع ہو گئی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد رفاعہ بن شداد معہ اپنے ہمراہیوں و مصاحبوں عبداللہ بن سعید بن قیس فرات بن زحر بن قیس اور عمرو بن مخنف وغیرہ کے کام آیا۔ ان سرداروں کے مارے جاتے ہی مفسد پسپا ہو گئے۔ مختار نے کہا۔ ان لوگوں کو اتنا کچل دو کہ پھر سر اٹھانے کی قوت دشمن ہی نہ رہے۔ چنانچہ تمام کوفہ میں خونریزی کا بازار گرم ہو گیا۔ کوئی گھر ایسا نہ بچا جس میں سے لوگ ایک ایک دو دو قتل نہ کئے گئے ہوں کچھ آدمی گرفتار کر لئے گئے تھے ان میں سے نصف آدمیوں کو قتل کر دیا اور باقیوں کو چھوڑ دیا۔ عظیم خونریزی کے بعد مختار نے کوفہ میں منادی کرائی کہ جو شخص لڑائی سے ہاتھ اٹھا کر اپنے گھر میں بیٹھ رہیگا اسے امن ہے سوائے ان لوگوں کے جو قتل حسینؓ میں شریک تھے لوگ اس منادی کو سنکر لڑائی سے رک گئے لیکن عمرو بن حجاج زبیدی شمر ذی الجوشن اور عمر بن سعد جنھوں نے قتل حسینؓ میں صاف طور پر حصہ لیا تھا۔ اپنی جانیں بچانے کیلئے بھاگ کھڑے ہو گئے

ان میں سے عمرو بن حجاج زبیدی تو ایسا غائب ہوا کہ اس کا پتہ ہی نہ چلا لیکن عمر سعد مختار کے ہمراہیوں کے ہاتھ میں پڑ گیا اور انہوں نے اس کا سر کاٹ لیا جس وقت اس کا سر مختار کے سامنے پیش کیا اس وقت عمر سعد کا بیٹا حفص مختار کے پاس بیٹھا تھا۔ مختار نے حفص کا سر بھی اتروا لیا اور دونوں سر محمد بن حنیفہ کے پاس بھیج دیئے :۔

قتل شمر

شمر ذی الجوشن بھاگا جا رہا تھا کہ مختار کے ایک غلام سے اس کا سامنا ہو گیا غلام نے اسے گرفتار کرنا چاہا۔ لیکن وہ غلام کو قتل کر کے بھاگا اور قریۂ کلتانیہ میں جا کر دم لیا۔ وہ سمجھا کہ بچ گیا لیکن اتفاق سے ابو عمرہ مختار کا ایک ہم نشین وہاں جا نکلا۔ اسے شمر کی موجودگی کی خبر ہوئی اس وقت بھی شمر کے ساتھ ایک فوجی دستہ تھا۔ ابو عمرہ بھی فوج لئے ہوئے تھا۔ ابو عمرہ نے شمر پر حملہ کر دیا۔ سخت لڑائی ہوئی۔ فریقین کے سات سو اسی آدمی مارے گئے۔ شمر گرفتار ہوا۔ ابو عمرہ نے شمر کو قتل کرا کر اس کی لاش کتوں کے سامنے ڈلوا دی ۶۶ھ کے آخر میں شمر مارا گیا :۔

قاتلین حسینؓ کا قتل

اس واقعے سے شرفائے کوفہ پر مختار کا ایسا رعب و خوف غالب ہوا کہ وہ کوفہ چھوڑ کر بصرہ چلے گئے مختار نے ان لوگوں کو جو معرکۂ کربلا میں شریک تھے چن چن کر قتل کرنا شروع کیا۔ عبد اللہ بن اسد جہنی مالک بن نسیر کندی۔ حمل بن مالک محاربی۔ یہ لوگ ابن زیاد کے لشکر میں محاربۂ کربلا کے وقت تھے اور مختار کا عروج دیکھ کر قادسیہ میں بھاگ گئے تھے۔ مختار نے ان کو قادسیہ سے گرفتار کرا کر اپنے سامنے قتل کرایا۔ زیاد بن مالک ضبعی۔ عمران بن خالد عنزی۔ عبد الرحمان بن ابی خشکارہ بجلی عبد اللہ بن قیس خولانی۔ (ان لوگوں نے حضرت حسینؓ کا اسباب لوٹا تھا گرفتار کر کے قتل کئے گئے) عبد الرحمان بن طلحہ۔ عبد اللہ بن وہب ہمدانی (اعشیٰ کا چچیرا بھائی) عثمان بن خالد جہنی۔ ابو اسماء بشیر بن سمیط قابلی۔ (ان میں سے کچھ نے عبد الرحمان بن عقیل کو شہید کیا تھا اور کچھ نے اسباب لوٹا تھا) مارے گئے اور انکی لاشیں جلا دی گئیں خولی بن یزید اصبحی جان کے خوف سے کہیں چھپ گیا تھا۔ مگر لوگوں نے اسے پکڑ کر قتل کر دیا اور اس کا سر مختار کے سامنے پیش کیا گیا۔ مختار نے سر کو جلوا دیا حکیم بن طفیل طائی بھی گرفتار

ہو کر پیش ہوا۔ اس نے حضرت حسینؓ کے تیر مارا تھا۔ اسکی گردن بھی اڑا دی گئی۔ مرہ بن منقذ بن عبدالقیس جس نے حضرت علی اکبر کو شہید کیا تھا۔ اپنے گھر میں چھپا ہوا تھا۔ اسکی گرفتاری کا حکم ہوا۔ چند سوار اسکے مکان پر پہنچے وہ مسلح ہو کر نکلا اور نیزہ بازی کے جوہر دکھاتا ہوا مصعب بن زبیر کے پاس بھاگ گیا۔ مگر اس خلفشار میں اس کا ایک ہاتھ بیکار ہو گیا۔ زید بن لقاد حیاتی اسیر ہو کر آیا۔ اس نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو تیر سے شہید کیا تھا اُسے سنگسار کیا گیا۔ سنان بن انس جو حضرت حسینؓ کے شہید کرنے میں شریک تھا اسیر ہو کر آیا اور اسے نیزوں سے مبیدہ ڈالا گیا۔ غرضیکہ جو لوگ معرکۂ کربلا میں شریک تھے یا جن پر شرکت کا ذرا بھی شبہ ہوا سب چن چن کر قتل کئے گئے۔ مختار کا قصد تو یہ تھا کہ جن لوگوں نے حضرت حسینؓ کو خطوط لکھ کر بلایا تھا ان کو بھی قتل کر ڈالے لیکن اس سے تمام کوفہ ختم ہو جاتا۔ پھر بھی اس نے بہت سے آدمیوں کو قتل کیا۔ سچ پوچھئے تو اسکی اس خونریزی نے اہل کوفہ کے تمام کس بل نکال دیئے جو بات مختار نے کی اگر وہی حضرت علی المرتضےٰ کرتے تو کوفیوں کا حوصلہ نہ بڑھتا اور نہ حضرت علی المرتضیٰ پریشان ہوتے نہ حادثۂ کربلا پیش آتا۔

مختار کی چالاکی

جب مختار نے کوفہ پر اچھی طرح اپنا قبضہ جما لیا تو اُس نے یہ خیال کر کے کہیں عبداللہ بن زبیر اس پر لشکر کشی نہ کریں انہیں ایک خط لکھا کہ میں دارالامارۃ کوفہ میں آجکل مقیم ہوں مجھے آپکی اطاعت قبول اور آپکی خلافت تسلیم ہے۔ مجھے کوفہ کی گورنری عطا فرمائیے۔ عبداللہ بن زبیر سمجھ گئے کہ یہ مجھے دھوکہ دیکر اپنی طرف سے غافل رکھکر امارت و حکومت حاصل کرنا چاہتا ہے چنانچہ عبداللہ بن زبیرؓ نے اسکی اطاعت و فرمانبرداری کا امتحان لینے کیلئے عمر بن عبدالرحمٰن بن حرث بن ہشام مخزومی کو پینتیس ۳۵۰۰۰ ہزار درہم زاد راہ دیکر کوفہ کی گورنری پر روانہ کیا جب مختار کو اسکی اطلاع ہوئی تو اُس نے زائد بن قدامہ کو پانچ ۵ سو دستے کے ہمراہ ستر ہزار درہم دیکر روانہ کیا اور یہ ہدایت کی کہ عبدالرحمٰن کو راستہ میں روک کر یہ رقم دیکر واپس کر دو۔ اگر وہ انکار کرے تو اُسے گرفتار کر لاؤ۔ زائد بن قدامہ نے عبدالرحمٰن کو راستہ میں روک کر رقم دے کر اُسے واپس لوٹنے کیلئے کہا

اُس نے انکار کیا۔ زائدہ نے اپنے سواروں کو اسے اسیر کر لینے کا حکم دیا۔ عبدالرحمن کے ساتھ جمعیت تھی مجبوراً اس نے ستر ہزار درہم لیلئے اور بجائے مکہ میں جانیکے بصرہ کیطرف چلا گیا۔ اس دوران میں دمشق میں مروان کے مرنے پر عبدالملک بن مروان خلیفہ ہو گیا تھا۔ اس نے عبدالملک بن حرث بن ابی الحکم بن ابی العاص کو ایک لشکر دیکر وادی القریٰ کیطرف روانہ کر کے عبداللہ بن زبیرؓ کو اعلان جنگ دیدیا۔ اس چڑھائی کا حال سنکر مختار نے دوسرا خط عبداللہ بن زبیرؓ کو لکھا کہ اگر آپ پسند کریں تو میں آپکی مدد کیلئے فوج بھیجدوں؟ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اُسے جواب دیا کہ اگر تم میرے مطیع ہو کر میری مدد کرنا چاہتے ہو تو میں تمہارا مشکور ہونگا اور تمہاری عزت افزائی کرونگا۔ اور اگر تمہارا کچھ اور خیال ہے تو انشاء اللہ تم کامیاب نہ ہوگے اگر واقعی تم میری مدد کرنا چاہتے ہو تو ایک فوج وادی القریٰ کیطرف بھیجدو۔ مختار کو تو دھن ہی یہی تھی اور تھی در اصل وہ عبداللہ بن زبیرؓ اور محمد بن الحنیفہ کو لڑا کر عبداللہ کی طاقت کمزور کر کے خود حکومت امارت حاصل کرنے کی فکر میں تھا۔ اُس نے شرحبیل بن ورس ہمدانی کو تین ہزار کی جمعیت سے روانہ کیا جسمیں زیادہ تر غلام تھے اور یہ حکم دیا کہ سیدھے مدینہ میں جا کر میرے دوسرے حکم کا انتظار کرو۔ اسکے مطابق تعمیل کرنا۔ چونکہ عبداللہ بن زبیرؓ مختار کو خوب سمجھتے تھے اسلیئے انہیں خیال ہوا کہ مختار ضرور کوئی چالاکی کریگا۔ انہوں نے عباس بن سہیل بن سعد کو دو ہزار سواروں کے ساتھ یہ سمجھا کر روانہ کیا کہ اگر مختار کا لشکر ہمارا مطیع ہو جائے تو عبدالملک کے مقابلہ میں بھیجدینا اور اگر اس کا کچھ اور ارادہ ہو تو اُسے لوٹا دینا نہ لوٹے تو ہلاک کر دینا۔ عباس بن سہیل تعلیم رقیم میں پہنچا تھا کہ شرحبیل بن ورس ہمدانی بھی آ گیا۔ عباس نے شرحبیل سے کہا چلو تم میرے ساتھ دشمن کے مقابلہ کیلئے وادی القریٰ کی طرف چلو۔ شرحبیل نے کہا مجھے مختار نے سیدھے مدینہ جانے کا حکم دیا ہے میں تمہارے ساتھ وادی القریٰ نہیں جا سکتا۔ عباس کو اسکے اس جواب سے مخالفت و عداوت کی بو آئی مگر پھر بھی کہا اچھا تم سوچ لو اگر میرے ساتھ وادی القریٰ نہیں جا سکتے تو واپس لوٹ جاؤ۔ یہ کہکر گوشت کچھ اور پکا ہوا کھانا شرحبیل کے لشکریوں کیلئے بھیجدیا۔ وہ لوگ ایک چشمہ کے کنارہ پر بیٹھکر کھانا

کھانے لگے۔ کھانا کھانیکے دوران میں بعض مختار کے ہمراہیوں نے آپس میں کہا۔ ہم مدینہ پر قبضہ کرکے یہی نعمتیں کھائینگے۔ اسکی اطلاع عباس بن سہیل کو ہو گئی انہوں نے اسی وقت ان لوگوں پر حملہ کر دیا۔ شرجیل اور اسکے ہمراہی بھی مقابلہ میں آگئے۔ جنگ ہوئی شرجیل اور اسکے ستر آدمی مارے گئے۔ بقیۃ السیف نے امان طلب کی۔ انہیں امان دیدی گئی اور کوفہ کی جانب لوٹا دیا۔ ان میں سے بہت سے لوگ اثنائے راہ میں مر گئے۔ جب بچے کھچے کوفہ میں پہنچے تو مختار کو سخت ناگوار گذرا۔ اس نے فوراً ایک خط محمد بن حنیفہ کو اس مضمون کا لکھا!

میں نے ایک لشکر آپکی اطاعت و حفاظت کیلئے روانہ کیا تھا لیکن ابن زبیرؓ نے اسے تباہ کر دیا اور آپ تک پہنچنے دیا۔ وہ اور انکے حاشیہ نشین آپکے خلاف ہیں مجھے آپکا بڑا خیال ہے اگر آپ اپنا کوئی معتمد یہاں بھیجدیں تو میں اسکے ساتھ اور لشکر آپکی حفاظت کیلئے بھیجدوں :۔

مختار کا اس تحریر سے یہ مطلب تھا کہ محمد بن الحنیفہ عبداللہ بن زبیرؓ سے ناخوش ہو کر ان کے مقابلہ میں اتر آئیں لیکن محمد بن حنیفہ ان جھگڑوں سے الگ تھے۔ انہوں نے مختار کو جواب لکھا میں تمہارے ارادہ اور تمہاری حق شناسی کو جانتا ہوں میرے نزدیک محبوب ترین عمل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی اطاعت سے باہر قدم نہ رکھا جائے۔ تم بھی اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرو اور مسلمانوں کی خونریزی سے بچو۔ اگر میرا ارادہ لڑنے بھڑنے کا ہوتا تو میرے پاس بہت سے ہوا خواہوں کی جمیعت کثیر جمع ہو جاتی لیکن میں نے انہیں بھی روک دیا ہے اللہ تعالےٰ جو چاہیگا فیصلہ کر دیگا :۔

حضرت علی کرم کی کرسی

جب حضرت علی کرم کوفہ میں تھے تو اکثر ایک کرسی پر بیٹھکر احکام جاری کیا کرتے تھے یہ کرسی انکے بھانجے جعدہ بن ہبیرہ کے قبضہ میں تھی۔ مختار نے اس کرسی کو حاصل کرکے شیعان علی کرم میں جذبۂ عقیدت پیدا کرنیکی سعی کی چنانچہ اس نے جعدہ سے کرسی طلب کی چونکہ وہ کرسی ایک خاندانی یادگار تھی اسلئے جعدہ اسے دینا نہ چاہتے تھے پہلے اس نے عذر کیا مگر جب مختار نے زیادہ

اصرار کیا اور جعدہ کو خوف ہوا کہ کہیں مختار اسکے ساتھ وحشیانہ سلوک نہ کرے اسلئے اُس نے وعدہ کر لیا۔ جعدہ کے محلہ میں ایک تیلی رہتا تھا۔ اسکے پاس بھی ایک کرسی حضرت علی کرم کی کرسی کی طرح کی تھی۔ جعدہ نے اُس سے وہ کرسی خرید لی و رشبا شب اسے گھر لاکر خوب صاف کیا اور کئی غلافوں میں لپیٹ کر مختار کے پاس لیگیا۔ مختار کرسی کو دیکھکر بڑا خوش ہوا۔ اس نے جعدہ کو خوب انعام و اکرام دیا۔ کرسی کو بوسے دیئے اور اسے سامنے رکھکر دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنے متبعین کو جمع کر کے کہا بنی اسرائیل کے پاس تابوت سکینہ تھا جو موجب نصرت و برکت تھا ہم شیعان علی کرم کے پاس حضرت علی کرم کی نشانی و رباد گار یہ کرسی ہے یہ ہمارے لئے باعث نصرت و برکت رہیگی۔ شیعان علی کرم کرسی پر ٹوٹ پڑے اسے بوسے دیئے۔ اس سے آنکھیں ملیں اور اسکے آگے سر جھکا دیئے حالانکہ یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے حضرت علی کرم کو دھوکہ دیا۔ بُرا کہا اور سخت تکلیفیں پہنچائیں مختار نے ایک تابوت نہایت خوبصورت بنوا کر اسکے اندر کرسی رکھی اور چاندی کا قفل اس تابوت میں لگا دیا۔ اس تابوت کی حفاظت کیلئے ایک دستہ مقرر کیا اور اسے جامع مسجد میں رکھدیا۔ ہر شخص نماز پڑھنے کے بعد اُسے بوسہ دیتا تھا:۔

مختار کا دعوئے نبوت

مختار نے حکومت و امارت حاصل کرنیسے پہلے ہی دام فریب بچھا کر سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے مکر و تزویر میں پھانسنا اور انہیں اپنی غیر معمولی روحانی طاقتوں کا معتقد بنانا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ اُس نے ان لوگوں سے جو اس سے ملنے جیلخانہ میں گئے تھے یہ کہا تھا کہ میری رہائی کا انتظام خود خدا کر رہا ہے تم کچھ نہ کرو اور عبداللہ بن عمرؓ سے سفارش کرا کر رہائی حاصل کی تھی۔ لوگ اسوقت سے اسکے معتقد ہو گئے تھے۔ حکومت حاصل کرنیکے بعد اسکی بقاء و قیام کیلئے اُسے اور بھی چالاکی سے کام لینا پڑا۔ اصحاب عقد القرید نے لکھا ہے کہ قاتلین حسینؓ اور شرفائے کوفہ کو نیست و نابود کر کے مختار نے صلحائے امت کے استیصال کی فکر کی تب لوگوں پر اسکا خبث نفس ظاہر ہوا تو وہ اس سے متنفر ہو گئے تھے اس نے نبوت کا بھی دعویٰ کیا۔

کہتا تھا کہ میرے پاس جبرئیل وحی لیکر آتے ہیں (از عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۳۱۹):-

عبید اللہ بن زیاد کا قتل

جب مختار کو کوفہ کیطرف سے یہ اطمینان ہوگیا کہ اب کوئی شریر و مفسد باقی نہیں رہا ہے تو اس نے ۲۲ ذی الحجہ ۶۶ھ کو ابراہیم بن مالک اشتر کو عبید اللہ بن زیاد کے مقابلہ کیلئے روانہ کیا اور چونکہ کوفیوں کو اسقدر کچل دیا گیا تھا کہ وہ خائف و ترساں ہوگئے تھے اسلئے اس لشکر کیساتھ بڑے بڑے سردار اور بہادر لوگ بھیجدیئے گئے ساتھ ہی نصرت و برکت کی غرض سے وہ تابوت بھی ساتھ کردیا گیا تھا۔ جسمیں کرسی کھی تھی۔ اس سے مختار کی یہ غرض تھی کہ لوگ اس کرسی کی موجودگی سے میدان کارزار میں جمع رہیں گے۔ ابراہیم نہایت تیزی سے چلکر عراق کو چھوڑتا ہوا حدود موصل میں پہنچا۔ اس سرزمین میں عبید اللہ بن زیاد حکمران تھا۔ اس نے ابراہیم کے آنیکی خبر سنتے ہی لشکر فراہم کیا اور موصل سے روانہ ہوکر نہر خازر کے قریب خیمہ زن ہوا وہیں ابراہیم بن مالک اشتر بھی اپنی جمعیت لیکر آگیا۔ فریقین نے صبح ہوتے ہی جماعت کیساتھ نماز پڑھی اور آفتاب طلوع ہوتے ہی میدان میں نکلکر صف بستہ ہوگئے۔ کچھ دن چڑھے جنگ شروع ہوگئی حصین بن نمیر نے جو عبید اللہ کے لشکر میں میمنہ کا افسر تھا بڑی شدت سے ابراہیم کے میسرہ پر حملہ کیا علی بن مالک خشعمی ابراہیم کے میسرہ کا افسر تھا وہ پہلے ہی حملہ میں کام آیا۔ قرہ بن علی نے لپک کر علم اٹھایا اور حصین بن نمیر کا مقابلہ کیا مگر وہ بھی مارا گیا۔ آخر ابراہیم کے میسرہ کو شکست ہوئی۔ ابراہیم نے قلب کو لیکر عبید اللہ کے قلب پر حملہ کیا میدان کارزار گرم ہوا سرفروشوں کے نعرے اور زخموں کے خون کے فوارے بلند ہو رہے تھے۔ ہزاروں آدمی فریقین کے مارے گئے۔ لیکن آخر کار میدان کوفیوں کے ہاتھ رہا شامی شکست کھاکر بھاگے عبید اللہ بن زیاد بھی بھاگا۔ مگر ابراہیم سے مقابلہ ہوگیا اور اس نے اس کا سر اڑا دیا۔ جب آتش فرو ہوگئی تو ابراہیم بن مالک اشتر نے اپنے لوگوں سے کہا کہ میں نے لب نہر ایک ایسے شخص کو قتل کیا ہے جس سے مشک کی بو آتی تھی۔ ذرا دیکھو تو وہ کون شخص ہے

لوگ گئے اور لاش اٹھا کر لائے دیکھا تو وہ عبیداللہ بن زیاد تھا۔ اس کا سر کاٹ کر نعش کو جلا دیا

حصین بن نمیر کا قتل

جبکہ جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے اور خون پانی کی طرح برس رہا تھا۔ اسوقت ابراہیم بن اشتر کا ایک فوجی شریک بن جدیر تغلبی حصین بن نمیر کے سامنے پہنچ گیا وہ حصین کو عبیداللہ بن زیاد سمجھا۔ اس لئے نہایت شدت سے حصین پر حملہ کیا۔ دونوں دیر تک لڑتے رہے اتفاق سے شریک کے ساتھی آپہنچے۔ انہوں نے حصین کو قتل کر ڈالا۔ اس کا سر بھی کاٹ کر اسکی نعش جلادی:۔

شرحبیل بن ذی الکلاع حمیری کا قتل

شرحبیل سواران شام کا سپہ سالار تھا نہایت بہادر تھا۔ ابراہیم کے ہمراہیوں میں سے سلیمان بن یزید ازدی۔ ورقاء بن عازب ازدی اور عبداللہ بن زبیر سلمی نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا:۔

بشارت فتح

کوفیوں نے شامیوں کو شکست دیکر ان کا تعاقب کیا شامیوں پر کوفیوں کی کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ ڈر کر نہر میں کود گئے اور ڈوب کر مر گئے۔ کوفیوں نے شامیوں کا تمام اسباب و مال لوٹ لیا۔ اور عبیداللہ بن زیاد اور حصین بن نمیر اور شامیوں کے کئی مشہور سرداروں کے سر نیزوں پر چڑھا کر بشارت فتح کے ساتھ مختار کے پاس مدائن میں بھیج دیئے اسوقت مختار مدائن میں چلا گیا تھا:۔

عمال کا تقرر

شامیوں کی اس شکست کا یہ اثر ہوا کہ بہت سے بلاد بنو امیہ کی حکومت سے نکل گئے ابراہیم بن مالک اشتر نے اطراف و جوانب کے بلاد میں عمال مقرر کر کے اس طرح پر روانہ کئے کہ اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن مالک اشتر کو نصیبین پر۔ زفر بن حرث کو قرقیسیا پر۔ حاتم بن نعمان باہلی کو حران رہا اور شمشاط پر اور عمیر بن حباب سلمی کو کفر توثا اور طواعبدین پر ان لوگوں نے متذکرہ مقامات پر پہنچکر قبضہ کر لیا۔ ابراہیم بن مالک اشتر خود موصل میں رہا:۔

کوفہ پر حملہ کی تیاری

مختار یا تو محض قاتلین حسینؓ سے قصاص لینے کا دعویدار تھا یا اب نبوت کا دعویٰ کرنے لگا۔ اس نے رؤسائے کوفہ میں سے اکثر کو قتل کر ڈالا تھا جو باقی رہے تھے وہ کوفہ سے بصرہ میں بھاگ گئے تھے اور کوفہ پر اس کا تسلط ایسا ہو گیا تھا کہ کوئی چوں نہ کر سکتا تھا حتیٰ کہ جب اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تو لوگوں نے دل میں اسے برا کہا۔ مگر اعلانیہ کوئی برا نہ کہہ سکا۔ البتہ اہل کوفہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس پہنچے اور ان سے مختار کی نبوت کا حال کہا اور اسکے مظالم کی داستان سنائی۔ یہ واقعات عبداللہ بن زبیر کو اب تک معلوم نہ ہوئے تھے وہ بہت زیادہ متاثر ہوئے اور اگرچہ عبدالملک کی فوجیں وادی القریٰ کیطرف بڑھی چلی آ رہی تھیں لیکن انہوں نے سب سے پہلے اس مدعی نبوت کے استیصال کیطرف توجہ کی ۶۶ھ کے آخر میں انہوں نے بصرہ سے حرث بن ربیعہ عامل کو معزول کر کے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو گورنر مقرر کیا تھا۔ شروع ۶۷ھ میں انہوں نے مصعب کے پاس حکم بھیجا کہ مہلب بن ابی صفرہ کو ساتھ لیکر کوفہ پر حملہ کر دو اور مختار کو جس نے نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام میں رخنہ ڈالنا شروع کر دیا ہے یا تو گرفتار کر کے میرے پاس بھیجدو یا قتل کر ڈالو۔ ادھر تو عبداللہ بن زبیر کا یہ حکم مصعب کے پاس پہنچا ادھر کوفہ سے بہت سے رؤسا اس ڈر سے بصرہ میں آ گئے کہ کہیں مختار انہیں بھی خون حسینؓ کے معاونین کے بہانہ سے قتل نہ کر ڈالے۔ ان مفرورین میں شبث بن ربعی اور محمد بن اشعث بھی تھے۔ ان دونوں نے بھی مصعب کو کوفہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ مصعب نے کہا میں مہلب بن ابی صفرہ کا انتظار کر رہا ہوں انکے آتے ہی کوفہ پر حملہ کر دونگا۔ مہلب بن ابی صفرہ عبداللہ بن زبیرؓ کیطرف سے فارس کے گورنر تھے مصعب نے امیرالمومنین حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حکم سے انہیں اطلاع دیدی تھی مگر وہ ابھی تک آئے نہیں تھے محمد بن اشعث کے کہنے پر مصعب نے ایک خط مہلب کو لکھا اور محمد بن اشعث ہی کو دیکر مہلب کے پاس بھیجدیا۔ مہلب نے محمد بن اشعث کو دیکھکر کہا مصعب کو آپکے سواء اور کوئی

قاصد ملا۔ ابن اشعث نے کہا میں خود قاصد بنکر اسلئے آیا ہوں کہ کوفہ کے حالات اور اپنی مصیبت کی داستان سناؤں ہمارے غلام زادوں نے ہمارے اموال املاک اور ایوانات پر قبضہ کر کے ہمیں نکال دیا ہے۔ ہم اپنی جان بچا کر بصرہ میں بھاگ آئے ہیں اور کوفہ پر اس وقت وہ شخص (مختار) حکمران ہے جو نبی ہونیکا بھی مدعی ہے براہ خدا ہماری امداد کیجئے اور ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائیے۔ مہلب اس داستان غم افزا کو سنکر بڑے متاثر ہوئے انہوں نے فوراً کوچ کی تیاری کی اپنے بیٹے مغیرہ بن مہلب کو فارس میں اپنا قائم مقام مقرر کیا اور کافی سامان اور لشکر لیکر بصرہ میں آکر مصعب بن زبیرؓ سے ملے:۔

مصعب و مختار کی جنگ

مصعب بن زبیرؓ نے مہلب بن ابی صفرہ کو جسر اکبر میں پہنچکر لشکر مرتب کرنیکا حکم دیا اور عبدالرحمن بن احنف کو کوفہ کیطرف روانہ کر کے ہدایت کی کہ وہ وہاں جاکر خفیہ خفیہ لوگوں سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے نام بیعت لیں جب جسر اکبر میں مہلب نے لشکر مرتب کر لیا تو مصعب بن زبیرؓ نے مقدمۃ الجیش پر عباد بن حصین حطمی تیمی کو میمنہ پر عبیداللہ بن معمر کو اور میسرہ پر مہلب بن ابی صفرہ کو مامور کیا اور قلب لشکر خود اپنے تحت میں رکھا۔ اس شان سے یہ لشکر روانہ ہوا۔ مختار کو اس لشکر کی آمد کی خبر ہو گئی اس نے اپنے ہمراہیونکو لڑائی کی ترغیب دیکر ایک چھوٹا سا لشکر مرتب کیا۔ اسکی فوج کے تمام بڑے بڑے سردار ابراہیم بن اشتر کے ساتھ موصل میں تھے اس نے اپنا یہ مختصر لشکر ابن کامل اور احمر بن شمیط کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ دونوں فوجیں مدار نامی گاؤں میں مقابل ہوئیں صف آرائی کے بعد مہلب نے اپنی کافی فوج کیساتھ ابن کامل پر حملہ کر دیا۔ خونریز جنگ شروع ہو گئی ابن کامل استقلال سے جما رہا مگر جب مہلب نے اپنے ہمراہیونکو للکار کر ابن کامل پر دھکیلا تو اسکے پاؤں اکھڑ گئے ادھر عباد بن حصین اور عبداللہ بن معمر نے احمر بن شمیط کی فوج پر دھاوا کر دیا۔ تھوڑے سے مقابلہ کے بعد ابن شمیط بھی شکست کھا کر بھاگا۔ مصعب نے عباد کو حکم دیدیا کہ جسقدر لوگ تعاقب

میں ہاتھ آئیں قتل کر ڈالے جائیں مصعب کے لشکر کیساتھ محمد بن اشعث بھی آیا تھا وہ ان لوگوں کی افسری کر رہا تھا جو کوفہ میں بھاگ کر آئے تھے اور اس وقت مصعب کے ہمراہ ہو کر کوفیوں سے لڑ رہے تھے اس نے کوفیوں کا دور تک تعاقب کیا اور جسکو پایا قتل کر ڈالا مصعب نے فتحیابی کے بعد کوفہ کا رخ کیا اس نے اپنے لشکر کے کمزور اور زخمی لوگوں کو معہ مال و اسباب کے کشتیوں میں بھر کر دریائے فرات کے ذریعہ سے کوفہ کیطرف روانہ کیا اور خود لشکر لیکر نہر فرات کو عبور کر کے خشکی کے راستہ سے بڑھا جب مختار کو ابن کامل اور ابن شمیط کی ہزیمت اور اپنے تمام لشکر کے مارے جانے اور مصعب کے خشکی اور تری کے راستہ سے بڑھنے آنیکا حال معلوم ہوا تو وہ سخت گھبرایا۔ اس نے جسقدر لشکر کوفہ میں تھا اپنے ساتھ لیا اور کوفہ سے نکلکر مجمع الانہار کیطرف چلا۔ (مجمع الانہار اسے کہتے تھے جہاں پر جزیرہ وسلیحن و قادسیہ اور سفر کی نہریں ملتی ہیں) چونکہ نہر فرات کا منہ بند ہوگیا تھا کیونکہ اس کا پانی کئی نہروں میں چلا گیا تھا۔ اسوجہ سے مہلب کی بھیجی ہوئی کشتیاں خشکی میں رکی ہوئی تھیں اہل بصرہ نے مختار کا لشکر دیکھکر کشتیاں چھوڑ دیں اور خشکی پر اتر کر کوفہ کا قصد کیا مختار نے لوٹ کر کوفہ میں دارالامارۃ اور مسجد کی قلعہ بندی کی اور اس کام سے فارغ ہو کر مقام حرورا میں آکر قیام کیا مصعب بن زبیر بھی لشکر لیکر آپہنچے فریقین نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔ ہر شخص نہایت سر فروشی سے لڑنے لگا مختار کے ہمراہیوں میں سے عبداللہ بن جعدہ بن ہبیرہ مخزومی نے مصعب کی فوج پر اس زور سے دھاوا کیا کہ ان کا لشکر کچھ دور تک پیچھے ہٹ گیا۔ مگر مصعب کے للکارنے اور جوش دلانے پر اہل بصرہ نے اس زور سے بڑھکر کوفہ والوں پر حملہ کیا کہ انکے قدم اکھڑ گئے اور وہ اپنا مورچہ چھوڑ کر بھاگے مختار کے ساتھ حضرت عبیداللہ بن علی کرم اللہ وجہہ ابن ابی طالب بھی آئے تھے وہ بھی اس ہنگامہ میں شہید ہوگئے تمام رات لڑائی ہوتی رہی ہر طرف سے شور حشر برپا تھا۔ صبح ہوتے ہی کوئی مختار کا ساتھ چھوڑ چھوڑ کر چل دیے مختار یہ رنگ دیکھکر قصر امارت میں پناہ گزیں ہوا مصعب نے مقام حرورا سے کوچ کر کے مقام سنجہ میں ڈیرے ڈالدیئے اور قصر امارت کا محاصرہ کر لیا۔

مختار کا قتل

مختار کے ساتھ قصر امارت میں ایک ہزار آدمی محصور تھے مصعب نے اس شدت سے محاصرہ کیا کہ محصورین کو رسد اور پانی نہ پہنچ سکا۔ مختار کے ہمراہیوں نے اس سے کہا کہ تو نے خونِ حسینؓ کا بہانہ کر کے اہل کوفہ کو اسقدر کچل ڈالا ہے کہ اب ان میں کسی کا مقابلہ کرنے کی جرأت و طاقت ہی نہیں رہی ہے اور نبوت کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کو اپنا دشمن بنا لیا ہے لیکن مصعب بن زبیر نہایت رحم دل آدمی ہے اگر تو کہے تو ہم اپنے اور تیرے لئے ان سے امان حاصل کریں مختار نے نہ مانا اور کہا کہ حکومت موت کا بستر ہے میں آخری دم تک لڑونگا۔ چنانچہ مختار نے جنگ کی تیاری اس شان سے کی کہ سر میں خوشبودار تیل ڈالا کپڑوں کو عطر ملا ہتھیار سجائے و قصر سے نکلا۔

ایک ہزار میں سے صرف انیس ۱۹ آدمیوں نے اس کا ساتھ دیا۔ باقی سب قصر امارت ہی میں رہے۔ مختار نے قصر امارت سے نکل کر مصعب کے لشکر سے جنگ شروع کر دی۔ طرفہ و طراف پسران عبداللہ بن دجاجہ حنیفی نے حملہ کر کے مختار کو قتل کر دیا۔ مختار ۱۴ رمضان المبارک ۶۷ھ کو مقتول ہوا۔ مختار کے قتل ہوتے ہی ان لوگوں نے جو قصر امارت میں محصور تھے دروازہ کھول دیا۔ مصعب نے انہیں گرفتار کر لیا۔ کوفہ سے وہ لوگ بھی گرفتار کئے گئے جو مختار کے لشکر میں شریک ہو کر مصعب سے جنگ کرنے گئے تھے اور اس کا ساتھ چھوڑ کر کھسک آئے تھے۔ کچھ جنگی قیدی تھے ان تمام قیدیوں کی تعداد چھ ۶ ہزار تھی ان میں صرف سات سو عرب تھے اور باقی ایرانی تھے۔ ان لوگوں نے جب رو کر مصعب سے امان طلب کی تو اُسے ان پر رحم آ گیا اور اس نے انہیں چھوڑ دینے کا قصد کیا لیکن شبث بن ربعی و دوسرے شرفائے مکہ نے کہا کہ یہ وہ اشرار لوگ ہیں جنھوں نے خونِ حسینؓ کے بہانے سے شرفائے مکہ کو ذلیل کیا اور کوفہ میں کوئی ایسا گھر نہ چھوڑا جسمیں سے ایک دو آدمیونکو قتل نہ کیا ہو تمام اہل کوفہ ان سے ناراض ہیں اگر آپ نے انہیں رہا کر دیا تو کوفہ کے لوگ آپ سے باغی ہو جائینگے۔ مجبور ہو کر مصعب نے انکے قتل کا حکم دیا اور وہ سب لوگ قتل کر دیئے گئے۔ مصعب نے مختار کے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں کٹوا کر کوفہ کی جامع مسجد کے دروازہ پر عبرت کیلئے لٹکا دیں جو حجاج کے عہد امارت تک لٹکی رہیں اور حجاج نے انہیں اتروا دیا۔

ابراہیم بن مالک اشتر کی اطاعت

کوفہ پر قبضہ کرنیکے بعد مصعب نے ابراہیم بن مالک اشتر کو لکھا کہ مختار کا خاتمہ ہو گیا اب تمہارے لئے یہی مناسب ہے کہ تم میری اطاعت کر لو۔ ابراہیم بن مالک اشتر مختار کیطرف سے موصل کا گورنر تھا۔ اس نے عبیداللہ بن زیاد حصین بن نمیر اور ملک شام کے کئی افسروں کو قتل کر ڈالا تھا۔ ادھر تو مصعب نے اسے اطاعت کیلئے لکھا ادھر عبدالملک بن مروان نے اسے لکھا کہ اگر تم میری اطاعت کر لو تو میں تمہیں عراق کی حکومت کی سند دیدونگا۔ ابراہیم نے کہا کہ میں نے ملک شام کے بڑے بڑے آدمیوں کو قتل کیا ہے ان کا بھروسہ نہیں البتہ مصعب کو مجھ سے کوئی رنج نہیں ہے چنانچہ اس نے مصعب کی اطاعت قبول کر لی اور کوفہ میں آکر مصعب کے ہاتھ پر عبداللہ بن زبیرؓ کیلئے بیعت کر لی مصعب نے مہلب بن ابی صفرہ کو ابراہیم کے مقبوضات موصل جزیرہ آرمینیہ اور آذربائجان کی حکومت دیدی اور ابراہیم بن مالک اشتر کو مہلب کی جگہ لشکر کا سپہ سالار بنا کر اپنے ساتھ لے لیا

حمزہ بن عبداللہ

حضرت عبداللہ بن زبیر نے مختار کے مارے جانیکی خبر سن کر اور کوفہ پر مصعب کا قبضہ ہو جانے کا حال معلوم کر کے مصعب کو تو کوفہ کی گورنری پر مامور کر دیا اور اپنے بیٹے حمزہ بن عبداللہ کو بصرہ کا گورنر مقرر کر کے بھیجدیا۔ حمزہ بڑا کج خلق تھا اس نے اہل بصرہ کو ناراض کر دیا چنانچہ احنف نے بصرہ سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو لکھا کہ حمزہ نہایت کج خلق اور سخت گیر ہے اس سے اہل بصرہ ناراض ہو گئے ہیں آپ اسے فوراً معزول کر کے مصعب ہی کو امیر بنا کر بھیجیں آخر ۶۸ھ میں عبداللہ بن زبیر نے حمزہ کو معزول کر کے اپنے پاس بلا لیا اور بصرہ کی گورنری بھی مصعب ہی کو دیدی۔ اس طرح مصعب بن زبیر بصرہ اور کوفہ کے گورنر ہو گئے

عمرو بن سعید الاشدق کا قتل

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ مروان بن حکم کو اس شرط پر تخت نشین کیا گیا تھا کہ وہ اپنی اولاد کو ولی عہد مقرر نہ کرے بلکہ اسکے بعد خالد بن یزید اور اسکے بعد عمرو بن سعید تخت نشین ہوں۔ مروان نے

اس وقت تو اقرار کر لیا تھا مگر بعد میں اس اقرار سے پھر گیا اور خالد اور عمرو کو ولیعہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کو ولیعہد بنا دیا۔ عمرو بن سعید الاشدق بنو امیہ میں زیادہ عزیز اور زیادہ اہل ثروت تھا۔ اسکے پاس حشم و خدم کافی تھے۔ عبدالملک بن مروان جب خلیفہ ہوا تو اس نے عمرو بن سعید سے یہ وعدہ کر لیا تھا کہ اسکے بعد وہ یعنی عمرو تخت نشین ہوگا۔ ادھر یہ بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ عبیداللہ بن زیاد نے زفر بن الحرث پر قرقیسا میں حملہ کیا تھا مگر قرقیسا فتح نہ کرسکا تھا اور ناکام واپس آیا تھا جب عبیداللہ بن زیاد مارا گیا اور عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے بھی سب سے پہلے قرقیسا پر حملہ کرنا ضروری سمجھا چنانچہ دمشق میں عبدالرحمٰن بن ام الحکم اپنے ہمشیرزادہ کو اپنا نائب مقرر کر کے عبدالملک قرقیسا کی جانب روانہ ہوا۔ عمرو بن سعید الاشدق بھی ہمرکاب تھا۔ اثنائے راہ میں ایک روز عمرو بن سعید نے عبدالملک سے کہا کہ آپ مجھے اپنا جانشین مقرر کرنیکا وعدہ کر چکے ہیں اسلئے یہاں سے یہیں پر میرے لئے لوگوں سے بیعت لے لیں۔ عبدالملک نے اس سے انکار کیا۔ عمرو بن سعید کے دل میں انقباض پیدا ہوا اور وہ بطنان حلب سے واپس دمشق لوٹ آیا۔ عبدالرحمٰن بن ام الحکم اسکی خبر سنتے ہی دمشق سے نکل بھاگا۔ عمرو بن سعید نے دمشق پر قبضہ کر کے ابن ام الحکم کا مکان منہدم کرا دیا اور لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا سب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے اور وظائف دینے کا وعدہ کیا۔

عبدالملک کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو وہ قرقیسا کی مہم چھوڑ کر راستے ہی سے واپس لوٹ آیا اور دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ مدتوں تک دونوں میں لڑائی ہوتی رہی آخر سنجیدہ لوگوں نے درمیان میں پڑ کر دونوں میں مصالحت کرا دی صلحنامہ لکھا گیا عبدالملک نے عمرو بن سعید کو پناہ دیدی۔ عمرو بن سعید دمشق سے نکلکر عبدالملک کے خیمہ پر آیا اور اپنے ہمراہ لیجا کر دمشق پر اس کا قبضہ کرا دیا چار روز کے بعد عبدالملک نے ایوان شاہی میں عمرو بن سعید کو بلا بھیجا۔ اتفاق سے اسوقت عمرو بن سعید کا داماد عبداللہ بن یزید بن معاویہ اسکے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے اسے عبدالملک کے پاس جانے سے روکا۔ عمرو بن سعید نے کہا: اللہ مجھے عبدالملک کیطرف سے کوئی اندیشہ نہیں ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اگر میں سوتا ہوں تو عبدالملک مجھے جگانے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ چنانچہ عمرو بن سعید سو غلاموں کو ساتھ

لیکر شام کے وقت قصر میں داخل ہوا۔ جوں جوں وہ بڑھتا تھا عبدالملک کے مصاحبین دروازے بند کرتے جاتے تھے اور ہر دروازہ پر کچھ غلاموں کو روک لیتے تھے یہاں تک اب اسکے ساتھ صرف ایک غلام باقی رہ گیا۔ جب عمرو بن سعید عبدالملک کے قریب پہنچا تو اس نے خلاف توقع بنو امیہ کو جمع دیکھا۔ اُسے خدشہ پیدا ہوا اس نے اپنے غلام سے کہا۔ جلدی جا اور میرے بھائی یحیٰی کو بلا لا!
غلام سمجھا نہیں۔ عمرو بن سعید نے دوبارہ اور پھر سہ بارہ کہا۔ مگر غلام اب بھی نہ سمجھا۔ آخر الامر جھلا کر عمرو بن سعید نے کہا جا کم بخت دور ہو! غلام چلا گیا۔ عمرو بن سعید عبدالملک کے برابر تخت پر جا بیٹھا۔ عبدالملک نے اسکی تلوار لے لی اور کہا۔ میں نے عہد کیا تھا کہ جب تم میرے مطیع ہو جاؤ گے تو میں تم کو سونے کی زنجیر پہناؤں گا۔ چنانچہ اس نے زنجیر منگائی۔ عمرو بن سعید تنہا اور نہتا تھا کیا کر سکتا تھا اُسے زنجیر میں جکڑ کر عبدالملک نے اس زور سے زنجیر کھینچی کر اس کا سر تخت سے جا ٹکرایا اور دو[2] دانت ٹوٹ گئے۔ عمرو بن سعید نے کہا۔ امیرالمومنین! مجھے چھوڑ دو میرے دو[2] دانت ٹوٹ گئے"۔
عبدالملک نے کہا۔ واللہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تیرے زندہ رہنے سے میری بہتری اور قریش کی فلاح ہے تو میں ضرور تجھے زندہ رکھتا لیکن ایک میان میں جس طرح دو[2] تلواریں نہیں سما سکتیں اسی طرح ایک شہر میں دو[2] حکمران نہیں رہ سکتے۔ عمرو بن سعید نے عبدالملک کو گالیاں دیں اس نے اپنے غلام ابن الزعیر کو اشارہ کیا اور اس غلام نے عمرو بن سعید کو قتل کر ڈالا عبدالملک جب نماز پڑھنے مسجد میں آیا تو لوگوں نے اسکے ساتھ عمرو بن سعید کو نہ دیکھکر شبہ کیا کسی نے اسکے بھائی یحیٰی سے بھی جا کہا وہ اپنے ایک ہزار[1] غلاموں اور دوستوں کو لیکر قصر خلافت پر چڑھ آیا۔ حمید بن حریث اور حریث بن زہیر وغیرہ روساء اسکے ساتھ تھے سب نے عمرو بن سعید کو آوازیں دیں جب جواب نہ آیا تو دروازہ توڑ ڈالا گیا اور شاہی خدام وغیرہ میں جو سامنے آگیا اس پر دیوانہ وار حملے کرنے لگے۔
عبدالملک نے عمرو بن سعید کا سر ان حملہ آوروں کی طرف پھینک کر سیم وزر کی بارش شروع کر دی یحیٰی کے ہمراہی دولت لوٹنے میں مصروف ہو گئے یحیٰی تنہا کھڑا رہ گیا۔ عبدالملک کے آدمیوں نے اسے گرفتار کر لیا۔ جو لوگ اسکے ساتھ آئے تھے وہ سونے چاندی سے اپنے دامن بھر کر واپس چلے گئے

یحییٰ بن سعید اور اس کا بھائی عنبسہ اور عمرو بن سعید کے بیٹے گرفتار کر کے عبدالملک کے سامنے پیش کیئے گئے۔ اس نے انکی جان بخشی کی اور ان سب کو کوفہ میں مصعب بن زبیر کے پاس بھیجدیا

مصعب بن زبیرؓ کی غلط تدابیر

۷۰ھ میں فارس میں خوارج نے پھر شورش شروع کی مغیرہ بن مہلب اور عمرو بن عبید اللہ بن عمران کے فتنہ کو نہ دبا سکے اس وقت مہلب بن ابی صفرہ موصل میں تھے مصعب بن زبیرؓ نے انہیں حکم بھیجا کہ فوراً موصل سے فارس جا کر خوارج کا استیصال کرو۔ مہلب نے جواب میں لکھا۔ کہ عبدالملک نے اس نواح میں سیاسی چالیں شروع کر دی ہیں مجھے خوف ہے کہ میرے فارس میں جانے ہی بعد وہ اپنی چالوں میں کامیاب ہو جائے۔" چونکہ جو باتیں مہلب کو معلوم تھیں وہ مصعب کو معلوم نہ تھیں اسلیئے پھر حکم پہنچا کہ تمہیں موصل کا فکر نہ کرو اس وقت فارس خطرہ میں ہے اسے جا کر بچاؤ۔ فوراً مہلب موصل سے فارس چلا گیا اور عبداللہ بن خازم کو جو مہلب ہی جیسا مدبر اور تجربہ کار بہادر افسر تھا خراسان بھیجدیا۔ یہ دونوں افسر تجربہ کار جنگجو اور مدبر سپہ سالار تھے۔ ان کے اس طرف سے ہٹ جانے سے انکی قوت کمزور ہو گئی تھی اب انکے پاس ابراہیم بن مالک اشتر رہ گیا تھا۔ جو تجربہ کار اور ہوشیار سپہ سالار تھا یا بصرہ میں عمر بن عبیداللہ بن معمر تھا۔ عبدالملک نے جب دیکھا کہ مہلب اور عبداللہ بن خازم فارس اور خراسان میں چلے گئے ہیں تو اس نے ان دونوں کو فتنۂ خوارج میں مشغول رکھنے کی غرض سے خوارج کو مدد دی۔ ادھر کوفہ اور بصرہ میں جو بنی امیہ کے طرفدار اور حامی تھے انکے پاس اپنے معتبر آدمی بھیجکر انہیں بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ ان حامیان بنوامیہ نے مصعب کے فوجی افسروں کو بھی تحریص دلا کر اپنی طرف بلا لیا حتیٰ کہ مہلب اور ابراہیم پر بھی ڈورے ڈالے لیکن یہ دونوں مصعب سے بیوفائی کرنے پر تیار نہ ہوئے۔ ادھر تو عبدالملک نے صرف کوفہ اور بصرہ ہی میں نہیں بلکہ تمام عراق میں سازشوں کا جال پھیلا دیا۔ ادھر جنگی تیاریاں شروع کر دیں عبدالملک کو حملہ کرنے میں ابراہیم کی وجہ سے پس و پیش تھا۔ اس نے اسکے پاس ایک خط بھیجا۔ ابراہیم نے وہ خط سر بمہر بغیر کھولے اور پڑھے مصعب کی خدمت میں پیش

کر دیا۔ مصعب نے خط کھول کر پڑھا۔ عبدالملک نے ابراہیم کو لکھا تھا۔

"اگر تم میرے ہمدرد اور وفادار بنکر میرے پاس چلے آؤ تو میں تم کو سونے سے تول دوں اور عراق کا گورنر مقرر کر دوں گا"

مصعب نے ابراہیم سے کہا مجھے یقین ہے کہ تم جیسا شخص عبدالملک کے فریب میں نہیں آئیگا ابراہیم نے کہا۔ خدا میری زندگی میں وہ دن نہ لائے کہ میں آپ سے بے وفائی کروں لیکن عبدالملک نے آپکے تمام سرداروں کے پاس اسی قسم کے خطوط لکھے ہیں اگرچہ میں بھی کوفہ ہی کا رہنے والا ہوں لیکن میں ان جیسا نہیں ہوں۔ البتہ انہیں خوب جانتا ہوں وہ یقیناً آپکو دغا دینگے اگر آپ میری رائے مانیں تو ان تمام سرداروں کو قتل کرا دیں مصعب نے کہا میں ایسا ظلم نہیں کر سکتا ابراہیم نے کہا۔ اچھا قتل نہ کیجئے قید کر دیجئے"۔

مصعب محض شبہ پر میں ایسی سخت سزا بھی نہیں دے سکتا!

ابراہیم۔ تب آپکے ساتھ بھی وہی پیش آئیگا جو حضرت امام حسینؓ کیساتھ پیش آیا تھا

اسمیں شبہ نہیں کہ ابراہیم کا مشورہ اسلئے قابل قدر تھا کہ وہ کوفیوں کے رگ و ریشہ سے واقف تھے۔ لیکن مصعب نے اس پر عمل نہ کیا اور یہانتک لاپرواہی برتی کہ نہ سرداروں سے کچھ دریافت کیا نہ کوئی باز پرس کی۔ اگر وہ ذرا بھی سختی سے مواخذہ کرتے تو انہیں افسروں کی سازش کا حال معلوم ہو جاتا۔ مصعب بن زبیر سے یہ تو بداحتیاطی ہوئی اور مہلب کو موصل سے فارس اور عبداللہ بن حازم کو اپنے پاس سے خراسان تبدیل کر کے غلط تدابیر اختیار کیں:۔

عبدالملک کا کوچ

رفتہ رفتہ تمام کوفی عبدالملک کے طرفدار اور ہوا خواہ بنگئے۔ انکے معزز لوگوں نے عبدالملک کو خطوط لکھے کہ ہم آپکا ساتھ دینے کو تیار ہیں آپ فوراً عراق پر حملہ آور ہوں عبدالملک ان خطوط کے پاتے ہی روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت اسکے مشیروں نے اس سے کہا کہ کوفیوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ممکن ہے وہ آپکو بھی اسی طرح فریب دیں جسطرح حضرت حسینؓ کو انہوں نے فریب

دیا تھا۔ عبد الملک نے کہا۔ امام حسینؑ محض کوفیوں کے بھروسہ پر مکہ سے چلدیئے تھے میں زبردست جمعیت کیساتھ جا رہا ہوں۔ اسلیئے مجھے یقین ہے کہ کوئی مجھے دہوکہ دینے کی جرأت نہ کریگا :۔

مصعب بن زبیر کی روانگی

مصعب بن زبیرؓ کو بھی عبد الملک کے کوفہ کیطرف آنیکی اطلاع ہوگئی۔ انہوں نے لشکر فراہم کرنا شروع کیا۔ لیکن کوئی کترا گئے۔ وہ عبد الملک سے سازکئے ہوئے تھے اسکے مقابلہ میں مصعب کیساتھ کیسے چلے جاتے۔ مجبوراً جس قدر فوج فراہم ہوسکی مصعب لیکر روانہ ہوگئے ان کے اس لشکر میں بھی زیادہ حصہ ایسے افسروں اور سپاہیوں کا تھا۔ جو عبد الملک سے ملا ہوا تھا اور جو کوفہ سے یہ قصد کرکے چلا تھا کہ لڑائی شروع ہوتے ہی عبد الملک کے جھنڈے کے نیچے پہنچ جائیگا :۔

مصعب و عبد الملک کی جنگ

دونوں لشکر مقام دار جاثلیق پر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ عبد الملک مصعب کا احترام کرتا تھا۔ اس نے مصعب کے پاس پیام بھیجا کہ خونریزی سے کوئی فائدہ نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ ہم اور تم پنچ مقرر کرکے اس کام کو انکے سپرد کردیں اور جو فیصلہ کریں اس پر رضامند ہوجائیں مصعب نے جواب دیا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کریگی۔ مجبور ہوکر عبد الملک نے اپنے بھائی محمد کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ مصعب نے ابراہیم بن مالک اشتر کو اشارہ کیا۔ دونوں کی فوجیں بڑھیں اور نہایت زور سے ٹکرائیں جنگ شروع ہوگئی ابراہیم نے محمد کو پسپا کردیا عبد الملک نے اپنے بھائی کی مدد کیلئے عبید اللہ بن زید کو ایک تازہ دم فوجی دستہ کیساتھ بھیجا عبید اللہ نے محمد کیساتھ ملکر ابراہیم پر اس سختی سے حملہ کیا کہ ابراہیم کو پیچھے ہٹنا پڑا اس ہنگامہ میں مصعب کے ہمراہیوں میں سے ایک مشہور فوجی افسر مسلم بن عمرو الباہلی (قتیبہ کے والد) کام آگئے مصعب نے فوراً عتاب بن ورقاء کو ابراہیم بن اشتر کی کمک پر بھیجا۔ عتاب نے خفیہ طور پر عبد الملک کی بیعت کرلی تھی اور یہ عہد کرلیا تھا کہ میں میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہونگا چنانچہ وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ ابراہیم بن مالک اشتر نہایت استقلال سے لڑتا رہا لیکن زخموں سے چور ہوکر گرا اور مرگیا :۔

ابن مالک اشتر (ابراہیم) کے مرتے ہی وہ تمام اہل کوفہ جو عبدالملک سے ساز کئے ہوئے تھے جنگ سے ہاتھ اٹھا کر میدان میں ایک طرف جا کھڑے ہوئے۔ مصعب اپنے چند مخصوص لوگوں کے ساتھ میدان جنگ میں کھڑے رہ گئے۔ انہیں کوفیوں کی غداری اور بے وفائی پر سخت افسوس ہوا۔ عبدالملک بن مروان نے اپنے بھائی محمد بن مروان کو بھیجا کہ وہ مصعب کو سمجھا کر جنگ سے باز رکھے۔ چنانچہ محمد بن مروان نے مصعب کے قریب آ کر بلند آواز سے کہا لڑائی کی شکل بگڑ چکی ہے۔ تمہارے سردار اور تمہارے لشکر کے سپاہی تم سے کنارہ کش ہو کر جنگ سے دستبردار ہو گئے ہیں ایسی حالت میں لڑنا اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنے کے مترادف ہے میں تمہارا چچا زاد بھائی محمد بن مروان ہوں۔ امیر المومنین عبدالملک نے تمہیں امان دی ہے تم انکی امان قبول کر لو۔ مصعب نے کہا۔ میں امان قبول کرنے سے مر جانا بہتر سمجھتا ہوں۔ محمد بن مروان نے مصعب کے بیٹے عیسٰے بن مصعب سے کہا۔ پیارے بھتیجے تمہیں اور تمہارے باپ کو امان دی جاتی ہے عیسٰے نے اپنے باپ مصعب کے پاس جا کر کہا۔ آپ نے کوفیوں کی بدعہدی اور دغابازی دیکھ لی۔ عبدالملک ہمیں امان دے رہا ہے۔ قبول کر لیجئے مصعب نے کہا۔ میں سن رہا ہوں میرے بیٹے تو جا اور اپنے لئے امان حاصل کر لے۔ عبدالملک ضرور تیرے ساتھ احسان کریگا عیسٰے۔ میں یہ ننگ کیسے گوارا کروں کل کو قریش کی عورتیں طعنہ دینگی کہ میں اپنے باپ کو چھوڑ کر اپنی جان بچانیکے لئے عبدالملک کے پاس چلا گیا:۔

مصعب۔ اچھا تو تو مکہ میں اپنے چچا عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس چلا جا اور انہیں اہل عراق کی سازش اور کوفیوں کی مکاری اور دغابازی کا حال سنانا!

عیسٰے۔ اور آپ بھی مکہ میں کیوں نہ چلیں!

مصعب۔ میں میدان جنگ چھوڑ کر نہیں جا سکتا میں اس باپ کا بیٹا ہوں جو کبھی میدان جنگ سے پیچھے نہیں ہٹا:۔

عیسٰے۔ اور میں اس دادا کا پوتا ہوں میں کیسے ہٹ جاؤں؟

مصعب۔ تب میرے بیٹے میرے ساتھ مرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ مردانہ وار آگے بڑھو
عیسٰی نے تلوار میان سے کھینچ لی۔ اور اپنے چند ہمراہیوں کو ساتھ لیکر شامیوں پر شیر کی طرح گرا
دشمنوں نے چاروں طرف سے اسے نرغہ میں لے لیا لیکن عیسٰی کی تلوار چمکتی ہوئی بجلی کی طرح ان کے
گلو میں تیر رہی تھی۔ اس نے بہت سے آدمیوں کو موت کی گود میں سُلا دیا۔ آخر جب قوت جواب دے گئی
تو تلواروں کے سایہ میں موت کی میٹھی نیند سو گیا۔ مصعب کو اسکے مارے جانے کا بیحد ملال ہوا۔ وہ اسی
وقت اپنے خیمہ میں گئے بالوں میں خوشبو دار تیل لگایا۔ کپڑوں میں عطر ملا اور خیمہ سے باہر نکلکر گھوڑے
پر سوار ہوئے۔ عبدالملک نے مصعب کے تیور دیکھکر سمجھ لیا کہ وہ کفن بدوش ہو کر نکلے ہیں عبدالملک
نے آگے بڑھکر کہا۔ عزیز بھائی! اب مجھ سے نہ لڑو میں تمہیں امان دیتا ہوں مصعب نے کہا
عبدالملک جانتے ہو اس سے میرا اور تمہارا خاندان بدنام ہو جائیگا۔ قریش کہینگے کہ تلواروں سے ڈرکر
امان طلب کرلی:۔

عبدالملک۔ اچھا آپ واپس چلے جائیں!

مصعب۔ یہ تو اور بھی سُبکی کی بات ہے!

عبدالملک۔ تب میں ہتھیار رکھے دیتا ہوں آپ میرے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں!

مصعب۔ نہتوں سے لڑنا انتہائی بزدلی ہے!

غرضیکہ عبدالملک نے ہرچند سمجھایا۔ بڑی عاجزی کی لیکن مصعب نے نہ امان قبول کی اور
نہ واپس لوٹنے پر آمادہ ہوئے۔ اس وقت مصعب کے ساتھ صرف سات آدمی رہ گئے تھے
انہوں نے ان ساتوں کو ساتھ لیکر شامیوں پر پُرزور حملہ کیا:۔

مصعب کا قتل

مصعب بن زبیر نے شامیوں پر ایسا سخت حملہ کیا کہ وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گئے۔ وہ جس صف
پر ٹوٹے اُسے درہم برہم کر دیا۔ کئی دستوں کو زیر و زبر کر ڈالا۔ انکے ساتوں ساتھی انکے ساتھ
ہی حملہ کرتے تھے۔ مگر رفتہ رفتہ انکے ہمراہی قتل ہونے لگے یہانتک کہ اب صرف تنہا مصعب بن زبیر

ہی ہوگئے انہوں نے پرجوش اور پرزور حملے کر کے شامیوں کے دانت کھٹے کر دیئے آخر بیشمار تلواروں اور تیروں کے زخموں سے چور ہو کر بے ہوش ہو گئے۔ شامیوں نے دوڑ کر انکا سر کاٹ لیا۔ یہ واقعہ ۷۱ھ میں پیش آیا:۔

حضرت امام حسینؓ اور مصعب

کوفیوں نے حضرت امام حسینؓ اور مصعب دونوں کیساتھ ایک جیسا برتاؤ کیا۔ دونوں سے بے وفائی کی غداری کی۔ مگر کیا بدعہدی کی اگر یہ کہا جائے کہ حضرت حسینؓ کے مقابلہ میں عبیداللہ بن زیاد کے خوف سے آئے تو اسوقت مصعب کیساتھ آکر انکا ساتھ چھوڑنے میں کس کا خوف تھا۔ حقیقت میں کوفی بڑے ہی دغاباز۔ مکار۔ عہد شکن محسن کش۔ احسان فراموش خود غرض مطلبی اور بندۂ حرص و آز تھے یہاں یہ بات بھی قابل تذکرہ ہے کہ حضرت امام حسینؓ نے دشمنوں کے سامنے تین ۳ شرطیں پیش کی تھیں ایک جس طرف سے آئے ہیں اسی طرف جانے دیا جائے۔ دوسرے کسی سرحد پر نکلجانے دیں تیسرے یزید کے پاس بھیجدیں۔ اور مصعب کو عبدالملک نے خود امان دینی چاہی۔ وہاں سے واپس چلے جانیکو کہا۔ بلا ہتھیار اپنی حوالگی چاہی لیکن مصعب نے کسی بات کو بھی منظور نہ کیا۔ گویا حضرت امام حسینؓ کی بات خود دشمنوں نے قبول نہ کی اور مصعب نے دشمنوں کی بات نہ مانی:۔

مصعب کا سر دمشق میں

عبدالملک نے مصعب اور عیسیٰ کی لاشیں تو دار جاثلیق میں نہر دجیل کے قریب دفن کرا دیں اور سر دمشق میں بھیجدیئے لوگوں نے انکے سروں کی تشہیر کا قصد کیا۔ لیکن عبدالملک کی بیوی عاتکہ بنت یزید بن معاویہ نے لوگوں کو روکا اور دونوں سروں کو غسل دے کر باحترام دفن کیا:۔

عبدالملک کا کوفہ پر قبضہ

عبدالملک نے کوفہ کے لشکر والوں سے اسی میدان میں اپنی خلافت کیلئے بیعت لی اور وہاں سے روانہ ہو کر کوفہ کے قریب مقام نخیلہ میں چالیس ۴۰ دن تک قیام کیا۔ کوفہ میں اس خیال سے داخل نہ ہوا کہ مبادا کوفی اسکے ساتھ بھی کوئی فریب کریں مگر جب پورے طور پر انکی طرف سے اطمینان ہو گیا تب شہر میں داخل ہوا۔ جمعہ مسجد میں لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ رؤسائے شہر کو انعامات دیئے۔ آئندہ بھی

حسن سلوک کا وعدہ کیا۔ فارس خراسان بصرہ اور اہواز کے اُن عاملوں کو جو مصعب بن زبیرؓ کیطرف سے تھے اور جنہیں مصعب بن زبیرؓ نے مقرر کیا تھا اپنی بیعت و اطاعت کیلئے لکھا سب نے عبدالملک کی خلافت کو تسلیم کیا۔ مہلب بن ابی صفرہ نے بھی عبدالملک کی بیعت کر لی۔ غرضیکہ سوائے خراسان کے عامل عبداللہ بن حازم کے اور سب نے فرمانبرداری کا اقرار کر لیا:

عبداللہ بن حازم کا قتل

عبدالملک نے عبداللہ بن حازم والئی خراسان کو لکھا کہ مصعب بن زبیرؓ قتل کر ڈالے گئے فارس بصرہ اور اہواز کے عاملوں نے میری اطاعت کر لی ہے اگر تم بھی میری خلافت تسلیم کر لو تو میں سات سال تک تمہارے صوبہ کا خراج نہ لونگا۔ بلکہ یہ خراج تمہارا انعام ہوگا" یہ خط بنو عامر کے ایک شخص کے ہاتھ بھیجا۔ عبداللہ بن حازم نے خط پڑھکر کہا اگر قاصد کا مار ڈالنا معیوب نہ ہوتا تو میں تم کو قتل کر ڈالتا۔ اب صرف یہ سزا دیتا ہوں کہ تم یہ خط نگل لو" چنانچہ قاصد نے خط نگل لیا۔ اسوقت عبداللہ بن حازم کی جانب سے بکیر بن وشاح تمیمی مرو کا عامل تھا۔ عبدالملک نے اسے بھی اپنی بیعت کیلئے لکھا تھا اور اس سے یہ وعدہ کیا تھا کہ خراسان کی گورنری اسے دیدی جائیگی۔ چنانچہ اُس نے عبداللہ بن زبیرؓ سے منحرف ہو کر عبدالملک کی بیعت کر لی۔ جب عبداللہ بن حازم کو اسکی اطلاع ہوئی تو وہ اس خوف سے کہ کہیں بکیر اہل مرو کو لیکر اس پر یورش نہ کردے مشوش و متفکر ہوا۔ اس فکر کیوجہ یہ بھی کہ بحیر بن ورقاء حریمی نے بغاوت کر رکھی تھی اور عبداللہ بن حازم نیشاپور میں اس سے مصروف جنگ تھا۔ چنانچہ عبداللہ بن حازم نیشاپور کو چھوڑ کر مرو کیطرف بڑھا۔ بحیر نے اس کا تعاقب کیا۔ مرو کے قریب ایک گاؤں میں دونوں کا مقابلہ ہو گیا۔ ایک سخت لڑائی کے بعد عبداللہ بن حازم بحیر بن ورقاء کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس وقت بکیر بن وشاح بھی آگیا اور اس نے عبداللہ بن حازم کا سر کاٹکر عبدالملک کے پاس بھیجدیا اور بحیر کو قید کر کے خراسان میں جا مقیم ہوا۔

شاہ روم کا خراج

جب عراق پر عبدالملک کا پورا پورا قبضہ ہو گیا تو اس نے خالد بن اسید کو بصرہ کا گورنر مقرر

کیا اور اپنے بھائی بشیر بن مروان کو کوفہ کا گورنر بنایا لیکن ۷۳ھ میں خالد کو بصرہ کی گورنری سے معزول کر دیا اور بشیر بن مروان کو کوفہ کیساتھ بصرہ کی بھی گورنری دے دی بشیر نے کوفہ میں عمر بن حریث کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود بصرہ میں چلا گیا۔ اسی ۷۳ھ میں عبدالملک نے جزیرہ۔ آرمینیہ کی گورنری اپنے دوسرے بھائی محمد بن مروان کو عطا کر کے حکم دیا کہ ان ممالک پر شاہ روم کو حملہ کرنے سے روکو رومی بادشاہ عبدالملک کو خانہ جنگی میں مصروف دیکھکر جزیرہ اور آرمینیہ پر یورش کرنیکا ارادہ کر رہا تھا۔

محمد بن مروان نے اس نواح میں آتے ہی شاہ روم پر حملہ کر دیا اور اسے پیہم ہزیمتیں دے کر اسقدر تنگ کیا کہ شاہ روم نے ایک ہزار دینار تاوان ادا کرنیکا وعدہ کر کے صلح کی اور اس طرح اپنی جان بچائی :۔

عبدالملک اور زفر بن الحارث

یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ قرقیسا میں زفر بن الحارث عامل تھا اور وہ عبداللہ بن زبیر کا حامی تھا عبیداللہ بن زیاد نے اس پر یورش کی تھی لیکن ناکام رہا تھا۔ جب عبدالملک نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور عراق کیطرف توجہ کی تو سب سے پہلے اس نے قرقیسا کو تسخیر کرنیکا ارادہ کیا۔ چنانچہ ابان بن العقبہ بن ابی معیط گورنر حمص کو فوج دیکر بطور ہراول آگے روانہ کیا اور خود اسکے پیچھے لشکر بیکراں لیکر چلا۔ ابان نے قرقیسا میں پہنچکر زفر بن الحارث سے جنگ شروع کر دی۔ ابھی کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا تھا کہ عبدالملک بھی پہنچ گیا۔ زفر محصور ہو گیا۔ عبدالملک نے نہایت سختی سے قرقیسا کا محاصرہ کیا۔ زفر بن الحارث نے اپنے بیٹے ہذیل کو ایک روز حکم دیا کہ قلعہ سے نکلکر اہل شام پر حملہ کرو اور جب تک عبدالملک کا خیمہ نہ گرا دو واپس نہ آؤ۔ فرمانبردار اور بہادر بیٹے نے اس حکم کی تعمیل کی ایک جمعیت کے ساتھ ہذیل بن زفر قلعہ سے نکلا اور شامیوں پر سختی سے حملہ کر کے انہیں گراتا، بچھاتا اور دباتا عبدالملک کے خیمہ پر پہنچ گیا اور خیمہ کو گرا کر واپس آگیا۔ ہذیل کے اس حملہ کا یہ اثر ہوا کہ شامی خوفزدہ ہو گئے اور عبدالملک نے یہ سمجھ لیا کہ زفر بن الحارث کو مغلوب کر کے قرقیسا کو فتح کر لینا آسان نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے زفر بن الحارث کے پاس پیغام بھیجا کہ تمہیں اور تمہارے بیٹے کو امان دیجاتی ہے تم جو علاقہ اور جو عہدہ پسند کرو گے دیا جائیگا۔

زفر بن الحرث نے جواب دیا کہ میں اس شرط پر صلح کرنے کو تیار ہوں کہ سال بھر تک مجھ سے اپنی بیعت کی خواہش کی جائے۔ نہ عبداللہ بن زبیر کے خلاف کوئی مدد لی جائے۔ عبدالملک نے اس بات کو مان لیا تھا اور صلح نامہ لکھا جانیوالا تھا کہ عبدالملک کو یہ اطلاع ہوئی کہ شہر پناہ کے چار برج منہدم ہو گئے ہیں۔ عبدالملک کو شہر کی فتح کی اُمید ہو گئی۔ اس نے صلح سے انکار کر کے شہر پر حملہ کر دیا۔

زفر بن الحارث نے نہایت جوانمردی سے مقابلہ کر کے عبدالملک کی فوج کو پسپا کر دیا۔ شامیوں کے دل چھوٹ گئے عبدالملک گھبرا گیا۔ اس نے پھر صلح کا پیغام بھیجا۔ چونکہ زفر کو عبداللہ بن زبیر سے کسی امداد کی توقع نہ تھی مگر وہ انہیں حق پر سمجھتا تھا اسلئے صلح پر تو تیار ہو گیا مگر شرط یہ کی کہ جب تک عبداللہ بن زبیر زندہ ہیں اس وقت تک اس سے بیعت کیلئے نہ کہا جائے اور میرے کل ہمراہیوں کو معہ میرے امان دیجائے اور اس معرکہ میں جو خونریزی ہوئی ہے اس کا قصاص نہ لیا جائے۔ عبدالملک نے ان شرائط کو منظور کر لیا۔ امان نامہ لکھکر زفر بن الحارث کے پاس بھیجدیا لیکن زفر عبدالملک سے اسلئے نہ ملا کہ کہیں عمرو بن سعید جیسا اس کا انجام بھی نہ ہو البتہ اس نے جنگ بند کر دی۔ عبدالملک نے اسکے اطمینان کیلئے آنحضور صلعم کا عصا بطور امان کی نشانی کے بھیجدیا۔ زفر اس سے مطمئن ہو کر حاضر ہو گیا۔ عبدالملک نے اسکی بڑی عزت کی اُسے اپنے پاس تخت پر بٹھایا اور اپنے لڑکے مسلمہ بن عبدالملک سے اسکی یعنی زفر کی لڑکی رباب سے جو سحیل وجمیل تھی شادی کر دی۔ اس قرابت سے انکی دشمنی دوستی سے بدلگئی۔ جب عبدالملک مصعب کے مقابلہ کیلئے چلا تو زفر بن الحرث نے اپنے بیٹے ہذیل کو اسکے ہمراہ کر دیا مگر جب مصعب اور عبدالملک کے لشکروں کا مقابلہ ہوا تو ہذیل بھاگ کر مصعب کیطرف چلا گیا اور ابراہیم بن مالک اشتر کے ساتھ ہو کر عبدالملک کے لشکر سے لڑتا رہا جب ابراہیم اور مصعب قتل ہو گئے تو ہذیل کوفہ میں جا چھپا عبدالملک نے کوفہ پر قبضہ کر کے ہذیل کو بلایا اسے امان دی اور اسکی عزت افزائی کی۔

عبداللہ بن زبیر کا استقلال

جب مصعب بن زبیر کے قتل کی خبر عبداللہ بن زبیر کو ہوئی تو یہ بات قدرتی تھی کہ اُنہیں اپنے

بھائی کے مارے جانے کا بیحد ملال ہوا مگر انکے استقلال میں فرق نہیں آیا۔ انہوں نے اہل مکہ کو جمع کر کے جو پُر اثر خطبہ دیا وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے اس سے انکے عزم و استقلال کا پتہ چلتا ہے۔ انہوں نے فرمایا :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ یُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ یَّشَآءُ وَیَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ یَّشَآءُ وَیُعِزُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیُذِلُّ مَنْ یَّشَآءُ۔ ہر قسم کی تعریف کا سزاوار وہی خدا ہے جو ہر چیز کا مالک اور خالق ہے جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہے چھین لیتا ہے جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ خدا اسے ذلیل نہیں کرتا .... جو حق پر ہو اگرچہ وہ تنہا ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں جس کا دوست شیطان ہو اسے عزت نہیں دیتا۔ اگرچہ سارا عالم اسکے ساتھ ہو۔ میرے پاس عراق سے ایسی خبر آئی ہے جس سے مجھے رنج بھی پہنچا ہے اور خوشی بھی حاصل ہوئی ہے۔ میرے بھائی مصعب قتل کر دیئے گئے۔ خوشی اسلئے ہوئی کہ انہیں شہادت نصیب ہوئی اور رنج اسلئے کہ ایک دوست کی جدائی سے سوزشِ غم حاصل ہوتی ہے اور مصیبت کے وقت ایک دوست کو اس کا احساس ہوتا ہے لیکن جو لوگ صاحب عقل سلیم ہیں وہ صبر و شکر سے استقامت حاصل کرتے ہیں مصعب کیا تھا؟ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ اور میرے مددگاروں میں سے ایک مددگار تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ اہل عراق بیوفا اور منافق ہیں انہوں نے ان منافع کو جو وہ مصعب سے حاصل کرتے تھے نہایت ہی کم قیمت پر بیچ ڈالا۔ اگر مصعب مارا گیا ہے تو اسکے باپ بھائی اور چچازاد برادر بھی تو مارے ہی گئے ہیں جو سب نہایت نیک اور صالح تھے۔ خدا کی قسم ہم اپنے بستروں پر اس طرح نہ مرینگے جس طرح ابو العاص کی اولاد اپنے بستروں پر مرتی ہے خدا کی قسم ان لوگوں میں سے نہ کوئی عہد جاہلیت میں مارا گیا اور نہ زمانہ اسلام میں ہمیں یہ فخر ہے کہ ہم نیزوں کے زخم کھا کر تلواروں کے سائے میں مرا کرتے ہیں آگاہ رہو کہ دنیا اس کائنات کے شہنشاہ سے مستعار لیگئی ہے جسکی حکومت ہمیشہ رہیگی اور جسکا ملک کبھی زائل نہ ہوگا پس اگر دنیا ہمارے پاس آ گئی تو ہم اُسے گمراہ و ذلیل بکر نہ لینگے

لہ ابن خلدون میں یہ خطبہ عربی زبان میں موجود ہے ہم اس کا ترجمہ پیش کرتے ہیں :۔ صادق صدیقی

اور اگر وہ ہم سے روگردانی کرینگی تو ہم اس پر کمزور اور ناتواں انسانوں کی طرح نہ روئینگے۔ مجھے صرف اسی قدر کہنا تھا میں اپنے اور تمہارے سب کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں :۔

مدینہ پر یورش اور اس کا احترام

عبدالملک نے عراق پر قبضہ کر لینے کے بعد عروہ بن انیف کو چھ ہزار سپاہ کی جمعیت کیساتھ مدینہ منورہ کیطرف روانہ کیا۔ لیکن کوچ کے وقت اُسے ہدایت کردی کہ مدینے کے باہر قیام کرنا اور جبتک میرا دوسرا حکم نہ پہنچے ہرگز مدینہ میں داخل نہ ہونا۔ اسوقت مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کیطرف سے حرث بن الحاطب بن حرث بن معمر جمحی گورنر تھے جونہی عروہ مدینے کے نواح میں پہنچا وہ خوفزدہ ہوکر مدینہ سے بھاگ گئے اگر عروہ چاہتا تو اسی وقت مدینہ پر قبضہ کر لیتا۔ لیکن اس نے عبدالملک کے حکم کی تعمیل کی اور مدینہ کے باہر خیمہ زن ہوگیا۔ ایک مہینہ تک وہ وہاں مقیم رہا ہر جمعہ کو مدینہ منورہ میں جاکر جمعہ کی نماز پڑھتا اور اپنے لشکر میں لوٹ آتا۔ جب عبداللہ بن زبیرؓ نے کچھ مزاحمت نہ کی تو عبدالملک نے مدینہ کے احترام کے طور پر عروہ کو واپس بلا لیا چنانچہ جب عروہ ملک شام کیطرف لوٹ گیا تو حرث بن حاطب مدینہ واپس آ گئے!

سلیمان کا قتل اور عبدالملک کا افسوس

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے سلیمان بن الخالد ورقی کو خیبر و فدک کا عامل مقرر کرکے اس طرف روانہ کیا۔ اسی عرصہ میں عبدالملک بن مروان نے عبدالملک بن الحرث بن الملک کو چار ہزار فوج دیکر حجاز کی تسخیر کیلئے روانہ کیا۔ اس نے وادی القریٰ میں پہنچکر قیام کیا اور ابن قمقام کو ایک فوجی دستہ دیکر سلیمان کے مقابلہ میں خیبر کیطرف روانہ کیا سلیمان اسکی آمد کی خبر سنکر خیبر سے نکلکر چلدیا۔ ابن قمقام نے اس کا تعاقب کیا اور اسکی جمعیت پر شبخون مار کر اسے معہ اسکے تمام ہمراہیوں کے قتل کر ڈالا اور خود خیبر میں جاکر مقیم ہوگیا۔ جب عبدالملک کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اسے سخت صدمہ ہوا اُس نے حاضرین سے مخاطب ہوکر کہا کہ افسوس ابن قمقام نے ایک نیک شخص کو بے قصور قتل کر ڈالا :“

ابن قمقام کی ہزیمت

عبداللہ بن زبیرؓ نے حرث بن الحاطب گورنر مدینہ کو ان کی کم ہمتی کیوجہ سے معزول کر کے جابر بن اسود بن عوف زہری کو مدینہ کی گورنری پر مامور کیا۔ جابر نے مدینہ کا چارج لیتے ہی ابو بکر بن ابو قیس کو چھ سو آدمیوں کی جمیعت کیساتھ خیبر کیطرف ابن قمقام کے مقابلہ میں بھیجا۔ ابن قمقام اور ابو بکر میں جنگ ہوئی۔ ابن قمقام شکست کھا کر بھاگا اسکے ہمراہی کچھ تو میدان جنگ میں کھیت رہے۔ کچھ اسیر کر کے قتل کئے گئے۔ بہت کم فرار ہو کر اپنی جان سلامت لے جا سکے۔

ابو بکر بن ابو قیس کا قتل

جب عبدالملک کو ابن قمقام کی ہزیمت کا حال معلوم ہوا تو اس نے طارق بن عمر کو جو کہ حضرت عثمانؓ کا آزاد کردہ غلام تھا کچھ فوج دیکر حجاز کیطرف روانہ کیا اور یہ ہدایت کی کہ وادی القریٰ اور ایلہ کے درمیان قیام کر کے جہانتک ممکن ہو عبداللہ بن زبیر کے عاملوں کو تصرف سے روکو اور حجاز میں ہمارے خلاف جو تحریک پیدا ہو اُس کا انسداد کرو۔ طارق نے حجاز میں قیام کر کے ایک زبردست فوج خیبر کیطرف روانہ کی۔ ابو بکر بن ابو قیس اسی فوج کے مقابل ہوا سخت خونریزی کے بعد ابو بکر معہ دو سو ہمراہیوں کے میدان جنگ میں مقتول ہوا طارق آگے بڑھکر خیبر میں جا ٹھہرا۔

خیبر پر یورش

عبداللہ بن زبیر کو جب ابو بکر کے مارے جانے اور خیبر پر طارق کے تصرف کر لینے کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے بصرہ کے گورنر قباع کو لکھا کہ فوراً دو ہزار سوار و نکو جابر بن اسود کی مدد کے لئے مدینہ بھیجو۔ چنانچہ قباع نے دو ہزار سوار مدینہ بھیجدیئے۔ جابر بن اسود نے ان سواروں کو طارق کے مقابلہ کیلئے خیبر روانہ کر دیا۔ دونوں لشکروں کا مقابلہ خیبر کے قریب ہوا۔ نہایت سخت لڑائی ہوئی۔ طارق نے نہایت مردانگی سے حملہ کر کے اہل بصرہ کو پسپا کر دیا اور انکے سردار اور بہت سے سواروں اور زخمیوں کو قتل کر ڈالا۔ جو لوگ اس معرکہ میں گرفتار ہوئے انہیں بھی ہلاک کر دیا۔ لیکن پھر وہ خیبر میں نہ ٹھہرا بلکہ وہاں سے لوٹ کر وادی القریٰ میں چلا آیا۔

عبداللہ بن زبیرؓ نے جابر بن اسود کو ۷۰ھ میں مدینہ منورہ کی حکومت سے معزول کر کے
طلحہ بن عبداللہ بن عوف معروف بہ طلحۃ الندا کو گورنر مقرر کیا۔ اسکے بعد خیبر پر عبدالملک کا
مستقل طور پر قبضہ ہو گیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے اسکی واپسی کی کوشش کی نہ عبدالملک نے
حجاز کے بقیہ علاقوں کو تسخیر کرنیکی سعی کی یہاں تک کہ ۲ دو سال کا زمانہ قدرے امن و امان سے گذرا۔ اس
عرصے میں عبدالملک نے اپنی تمام توجہ عراق اور ایران کے نظم و نسق کیطرف مبذول رکھی۔

حجاج بن یوسف کی حجاز میں آمد

۷۲ھ میں عبدالملک بن مروان نے عراق و ایران کا معقول انتظام کر کے سرداران شام کو مکہ پر
حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ مگر کسی نے بھی عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ میں جانے اور بیت اللہ کو
رزمگاہ بنا کر اسکی بے حرمتی کرنیکی حامی نہ بھری۔ اس عرصہ میں عبدالملک دمشق سے کوفہ میں گیا
وہاں اسکی نظر حجاج بن یوسف ثقفی پر پڑی۔ اس نے حجاج کو مکہ پر لشکر کشی کی ترغیب دی
حجاج دولت و عزت کے مقابلہ میں مذہب کی کچھ زیادہ پرواہ نہ کرتا تھا۔ ویسے بھی تند خو
سخت گیر اور جابر تھا سو وہ آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ حجاج نے تین ہزار ۳ سواروں کی جمعیت اسکے ہمراہ
کر دی اور وہ جمادی الاول ۷۲ھ میں کوفے سے روانہ ہوا۔ بوقت رخصتی عبدالملک نے ایک امان نامہ
عبداللہ بن زبیرؓ اور انکے ہمراہیوں کیلئے لکھ دیا اور حجاج کو دیگر ہدایت کی کہ اگر عبداللہ بن زبیر
اطاعت کر کے بیعت کر لیں تو ان سے کچھ تعرض نہ کرنا۔ حجاج مدینہ منورہ سے کتراتا ہوا طائف میں
جا ٹھہرا۔ عبدالملک نے اسے یہی حکم دیا تھا کہ مدینہ پر یورش نہ کرنا۔ طائف میں قیام کر کے وہ عرصہ
تک اپنے سواروں کو روزانہ عرفہ کیطرف بھیجتا رہا۔ یہاں وہ عبداللہ بن زبیرؓ کے سواروں سے لڑ بھڑ کر
واپس آ جاتے تھے جب کئی مہینے اسی طرح سے گذر گئے تو حجاج نے عبدالملک کو لکھا کہ
عبداللہ بن زبیر کی طاقت اسقدر گھٹ گئی ہے کہ انہیں زیر کیا جا سکتا ہے اگر آپ اجازت
دیں تو میں حرم میں داخل ہو کر عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ کر لوں لیکن میری مدد کیلئے کچھ فوج اور
بھیجدیجئے۔ عبدالملک نے طارق بن عمرو کو حکم بھیجا کہ تم مدینہ کو تسخیر کر کے حجاج کی مدد کرو۔

طارق مدینہ کیطرف روانہ ہوا:۔ **مدینہ کی تسخیر**

طارق ماہ ذیقعدہ ۷۲ھ میں مدینہ منورہ میں پہنچا اور عبداللہ بن زبیر کے گورنر طلحۃ الندا کو مدینہ سے نکال کر شہر پر قابض ہو گیا۔ چونکہ عبدالملک نے اسے حجاج کی مدد کرنیکا حکم دیا تھا اسلئے اس نے مدینہ پر ایک شامی کو اپنا نائب مقرر کیا اور وہاں سے پانچ ہزار آدمیوں کی جمعیت لیکر مکہ معظمہ کیطرف روانہ ہوا:۔ **مکہ کا محاصرہ**

لیکن طارق کے مکہ معظمہ پہنچنے سے پہلے ہی حجاج بن یوسف معہ اپنے ہمراہیوں کے احرام باندھکر حج کرنیکے بہانے سے مکہ معظمہ میں داخل ہو گیا تھا اور مقام عرفات میں اپنا لشکر پھیلا دیا تھا۔ حالانکہ نہ اس نے طواف کیا اور نہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کی چونکہ وہ حاجیوں کے لباس میں مکہ میں داخل ہوا اسلئے عبداللہ بن زبیر نے کوئی مزاحمت نہ کی نہ اسکے بیرمعونہ کے قیام کرنے پر کوئی اعتراض کیا۔ اسکے برعکس جب عبداللہ بن زبیر نے عرفہ میں داخل ہو کر قربانی کرنی چاہی تو حجاج نے روک دیا اور انھیں مکہ ہی میں قربانی کرنی پڑی۔ صرف یہی نہیں بلکہ حجاج نے کوہ ابو قبیس پر منجنیقیں نصب کر کر خانہ کعبہ کا احترام بالائے طاق رکھ کر کعبتہ اللہ پر سنگ باری شروع کرادی اور اس کثرت سے پتھر برسائے کہ لوگوں کو حرم میں داخل ہو کر نماز پڑھنا اور خانہ کعبہ کا طواف کرنا دشوار ہو گیا۔ اس سال عبداللہ بن عمرؓ بھی حج کو آئے تھے۔ انہوں نے یہ کیفیت دیکھکر حجاج کو کہلا بھیجا کہ تو کیسا مسلمان ہے کہ اس وقت سنگباری کر رہا ہے۔ جبکہ اللہ تعالےٰ کے بندے اس مقدس مکان کی زیارت کو آئے ہوئے ہیں اس تیری سنگباری کیوجہ سے نہ لوگ طواف کر سکتے ہیں نہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر سکتے ہیں نہ حرم میں داخل ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں بالفعل تم سنگباری موقوف کر دو چونکہ عبداللہ بن عمرؓ کا احترام کل عالم اسلام کرتا تھا اسلئے حجاج کو خوف ہوا کہ اگر اس نے ان کا کہنا نہ مانا تو تمام عالم اسلام برانگیختہ ہو جائیگا۔ چنانچہ اس نے اعلان کر دیا کہ تا زمانہ حج سنگباری موقوف رہیگی لیکن زمانہ حج منقضی ہوتے ہی اس نے مدد کرادی

کہ حج کرنیکے لئے جو لوگ آئے تھے وہ واپس چلے جائیں کیونکہ ابن زبیر پر سنگباری شروع ہونیوالی ہے۔" اس آواز کے سنتے ہی حاجیوں کے قافلے روانہ ہوگئے انکے ساتھ ہی بہت کچھ مکہ والے بھی اپنی جان بچاکر چلے گئے۔ حجاج بن یوسف نے پھر سنگباری شروع کرادی۔ ایک بڑا پتھر خانہ کعبہ کی چھت پر آکر گرا جس سے چھت ٹوٹ گئی اور اسکے ساتھ ہی آسمان سے اس زور سے کڑک کی آواز آئی کہ حجاج کے لشکر میں کئی آدمی اسکی ہیبت سے مرگئے۔ بجلی کوندی اور زمین سے آسمان تک تاریکی چھا گئی۔ نہ گھٹا معلوم ہوتی تھی نہ بادل گرج رہا تھا مگر آسمان تیرہ و تار تھا۔ زمین پر بھی اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ بجلی کوند کوند کر جھلکتی تھی اور اٹھ جاتی تھی۔ کبھی کبھی کڑک کی پرہول آواز بھی آجاتی تھی۔ دو روز تک یہی کیفیت رہی۔ شامی ڈر گئے اور انہوں نے خانہ کعبہ پر سنگباری موقوف کردی۔ حجاج نے سپاہیوں کو ہیبت زدہ دیکھکر تسلی دی اور کہا کہ تم لوگ خوف نہ کرو میں ابن تھامہ ہوں یہ بجلی کی چمک اور آسمانی کڑک میری فتح کی نشانی ہے تم کو اس سے مخوف نہ ہو جانا چاہیئے۔ اتفاقاً اگلے روز بجلی گرنیسے حضرت عبداللہ بن زبیر کے دو آدمی مرگئے۔ اس سے حجاج کے آدمیوں کا ہراس دور ہوا اور وہ کچھ مطمئن ہوئے۔ لیکن انہوں نے سنگباری کی جرات پھر بھی نہ کی حجاج بن یوسف نے ان کا خوف دور کرنیکے لئے خود منجنیق میں پتھر رکھکر پھینکنے شروع کئے اس سے شامیوں کا رہا سہا خوف بھی دور ہو گیا۔ اور انہوں نے نہایت زور سے سنگباری شروع کردی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اکثر خانہ کعبہ میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ بارہا ایسا ہوا کہ آپ نماز پڑھتے ہوتے اور آپکے اردگرد پتھر آ آ کر گرتے لیکن آپکی توجہ الی اللہ اور نماز کے خشوع و خضوع میں مطلق فرق نہ آتا۔ یہ محاصرہ مدت تک اسی عنوان سے جاری رہا۔ یہانتک کہ طول حصار سے اہل مکہ کی رسد ختم ہوگئی باہر سے کسی قسم کی امداد اور رسد آئی لوگ بھوک سے تڑپ اٹھے۔ گرانی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرغی دس درہم (تقریباً ۳ روپے) کو ملتی تھی نوبت باینجا رسید کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنا گھوڑا ذبح کرکے لوگوں میں تقسیم کردیا۔ اگرچہ عبداللہ بن زبیر کا مکان غلہ اور کھجوروں سے بھرا ہوا تھا۔

لیکن وہ اتنی انجام بینی کیوجہ سے صرف بقدر ضرورت تقسیم کرتے تھے وہ بھی اسقدر جس سے اہل مکہ کی حیات باقی رہے اور دیر تک محاصرہ میں ثابت قدم رہ سکیں جب حجاج نے دیکھا کہ فتح مکہ کے متعلق اس کی ساری تدبیریں ختم ہو چکی ہیں اور حالت جوں کی توں ہے تو اس نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہمراہیوں کے پاس امان نامے لکھ لکھ کر بھیجنے شروع کئے۔ حجاج کی تدبیر کارگر ہو گئی تقریباً دس ہزار آدمی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا ساتھ چھوڑ چھوڑ کر حجاج سے آملے ان لوگوں میں خود عبداللہ بن زبیرؓ کے دو بیٹے حمزہ اور حبیب بھی تھے جو باپ کو کس مپرسی اور مصیبت کے عالم میں چھوڑ کر حجاج کے پاس چلے آئے تھے لیکن ان کا تیسرا لڑکا برابر ان کے ساتھ رہا اور ہر معرکہ میں باپ کیلئے سینہ سپر رہا۔ یہاں تک ایک خونی معرکہ میں شہید ہو گیا۔

حضرت اسماءؓ کی نصیحت

اب مکہ میں تھوڑے آدمی رہ گئے تھے۔ حجاج نے ایک روز لشکر کو جمع کر کے کہا۔ تم لوگ عبداللہ بن زبیرؓ کی قوت کا اندازہ کر چکے ہو۔ ان کے ہمراہی اسقدر تھوڑے ہیں کہ اگر تم سب ملکر ان پر ایک ایک مٹھی کنکریاں بھی پھینکو تو وہ دبکر رہ جائیں اس قلت پر وہ بھوکے پیاسے بھی ہیں اے شیران شام بڑھکر حملہ کرو اور ایوان کے میدان میں پھیل جاؤ۔ عبداللہ بن زبیر بہت تھوڑی دیر کا مہمان ہے۔" اس تقریر کرنے سے قبل حجاج بن یوسف نے ایک خط عبداللہ بن زبیر کے پاس بھیجا تھا جسمیں لکھا تھا۔" اب آپ کے پاس مطلق طاقت نہیں رہی ہے۔ آپ بالکل مجبور ہو چکے ہیں۔ امیر المومنین عبدالملک نے آپکو امان دیدی ہے۔ آپ جنگ سے دستکش ہو کر عبدالملک کی بیعت کر لیں آپ کے ساتھ انتہائی عزت و تکریم کا برتاؤ کیا جائیگا اور آپکی ہر آرزو پوری کر دی جائیگی۔ مجھے امیر المومنین نے حکم دیا ہے کہ میں آپکا احترام کروں اور صلح و آشتی کی ترغیب دوں یہاں تک کہ آپ مجھے اپنے قتل پر مجبور نہ کریں" حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اس خط کو پڑھکر اپنی والدہ حضرت اسماءؓ کے پاس تشریف لیگئے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت اسماء حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی اور حضرت عائشہ صدیقہؓ ام المومنین کی بہن تھیں۔ وہ بہت بوڑھی ہو گئی تھیں نظر

بھی کم آتا تھا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے انکی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔ پیاری امی السلام علیکم و رحمۃ اللہ
حضرت اسمائؓ نے جواب دیا۔ نور چشم وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ :۔
عبداللہ۔ امی! مجھے اہل مکہ نے دھوکہ دیا اور تو اور خود تیرے لڑکوں نے مجھے رسوا و ذلیل کیا
سب میرا ساتھ چھوڑ کر مخالفوں سے جا ملے میرے ساتھ اس وقت صرف سات آدمی رہ گئے ہیں اور
عبدالملک مجھے امان دیتا ہے اور میری ہر خواہش کو پوری کرنیکا وعدہ کرتا ہے اگر میں دنیا کو چاہوں
تو وہ مجھے سب کچھ دے سکتا ہے :۔
اسماءؓ۔ بیٹا! تم خود اپنے معاملہ کو مجھ سے زیادہ اچھا سمجھ سکتے ہو۔ اگر تم حق پر ہو اور حق
ہی کی طرف لوگوں کو بلاتے ہو تو قدم پیچھے نہ ہٹاؤ۔ جو کر رہے ہو کئے جاؤ۔ تمہارے ہمراہی اس راہ
میں مارے گئے تم بھی اسی راستہ میں اپنا سر کٹا دو۔ تمہارے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ تمہاری گردن
میں رسی ڈال کر بنو امیہ کے نوعمر لڑکے کھیلیں اور اگر تم نے دنیا حاصل کرنیکے لئے یہ مصائب
اٹھائے ہیں تو تم بہت ہی نامعقول بندے ہو۔ تم نے اپنے ہمراہیوں کو بھی دھوکہ دیا اور خود بھی دھوکا
کھایا۔ انہیں بھی بیکار ہلاک کیا اور خود بھی بیکار ہلاک ہوئے۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ تمہارے ہمراہیوں نے
تمہیں دھوکہ دیا اس سے تم کمزور ہو گئے تو یہ فعل خدا پر بھروسہ رکھنے والے نیکوں اور دینداروں کا نہیں ہے
عبداللہ۔ محترم امی! مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ دشمن مجھے قتل کر کے میری لاش کو مثلہ
کرینگے اور صلیب پر چڑھائینگے :۔
اسماءؓ۔ لخت جگر! جب بکری ذبح کر ڈالی گئی تو اسے اپنی کھال کھینچی جانے کی پرواہ
نہیں رہتی تم جو کچھ کر رہے ہو بصیرت کیساتھ کئے جاؤ اور اللہ تعالے سے امداد طلب کرتے رہو
عبداللہ بن زبیرؓ نے فرط محبت و احترام سے اپنی ضعیف والدہ کے سر کا بوسہ لیکر کہا۔ اچھی
امی خود میری بھی یہی رائے تھی لیکن میں نے آپ سے مشورہ لینا اسلئے ضروری سمجھا کہ آپ میری
محترم والدہ ہیں آپکی اطاعت مجھ پر فرض ہے میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ اس وقت تک نہ مجھے
دنیا کی خواہش ہوئی نہ حکومت کی تمنا میں نے اس کام کو اسلئے اختیار کیا تھا کہ لوگ اللہ تعالے

کے احکام کی پابندی نہ کرتے تھے۔ میں جبتک میرے دم میں دم ہے برابر حق کیلئے لڑوں گا۔
آپ نے اس وقت میری بصیرت اور زیادہ کردی۔ محترم امی آج میں ضرور مارا جاؤں گا۔ آپ ضعیف
ہیں مجھے خوف ہے کہ آپکو میرے مارے جانیکا غم ہوگا لیکن امی! مجھے ایک وعدہ فرمائیے میرے مرنیکا غم
نہ کرنا میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ آپکے اس لڑکے سے کوئی فعل ایسا سرزد نہیں ہوا ہے جس سے
وہ شرمسار ہو خدا کا احسان ہے کہ میں نے ابتک کوئی برا کام نہیں کیا۔ نہ بدکاری کیطرف توجہ
کی۔ نہ بدعہدی کی۔ نہ کسی پر ظلم کیا۔ نہ ظالم کی مدد کی۔ حتی الامکان اللہ تعالے کی مرضی کیخلاف
کوئی کام کیا۔ اے اللہ! اے دلوں کا بھید جاننے والے تو سب کو بھی خوب جانتا ہے کہ میں یہ
باتیں اپنا فخر یا اپنی عظمت و بزرگی ظاہر کرنیکے لئے نہیں بیان کر رہا ہوں بلکہ اپنی امی کی تسلی
خاطر کیلئے کہہ رہا ہوں:۔"

اسماءؓ۔ بیٹا! جو کچھ پیش آنیوالا ہے ہم میں اسے ٹالنے کی قوت نہیں ہے انسان کو
صبر و استقلال سے کام لینا چاہیئے خدا کی ذات سے مجھے امید ہے کہ وہ تم کو اس کا نیک اجر اور مجھے
صبر جمیل عطا فرمائیگا۔ اب تم اللہ تعالے کا نام لیکر دشمنوں پر حملہ آور ہو اگر خدا نے تم کو فتحیاب
کیا۔ تو مجھے تمہاری فتحمندی سے مسرت ہوگی اور اگر نوع دگر ہوا تو یہ سمجھ کر کہ خدا کی بھی یہی
مرضی تھی صبر شکر کروں گی (کچھ سوچکر) کیا اچھا ہو کہ میں بھی تمہارا انجام دیکھنے تمہارے ساتھ چلوں

عبداللہ۔ آپ اسکی تکلیف نہ کیجئے اللہ تعالے آپکو جزائے خیر دے البتہ اب اور میرے
بعد مجھے دعائے خیر سے فراموش نہ کیجئے:۔

حضرت اسماء کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے انہوں نے فرمایا پارۂ دل جانتی ہوں تم کہاں جارہے
ہو۔ میری دنیا ہی اجڑی جارہی ہے لیکن میں ابوبکر کی بیٹی ہوں اپنی دنیا کو آباد رکھنے اور
مسرور کن بنانے کیلئے تمہیں راہ حق سے پیچھے قدم نہ ہٹانے دونگی۔ خدا میرا امتحان لینا چاہتا ہے
میرے بچے اپنا سر لٹوا کر خدا کی رضامندی پوری کر! عبداللہ کا بھی دل بھر آیا۔ انہوں نے کہا
خدا! مجھے استقامت بخشئے" حضرت اسمائ نے عبداللہ کو پیار کرنیکے لئے انکے جسم پر ہاتھ پھیرا

عبداللہ زرہ پہنے ہوئے تھا۔ انہوں نے پوچھا۔ یہ کیا ہے بیٹا؟ عبداللہ نے جواب دیا۔ یہ زرہ ہے!

اسماءؓ۔ یہ کس لئے پہنی ہے؟

عبداللہ۔ حفاظت و اطمینان کیلئے

اسماءؓ۔ اپنے آپکو دہوکہ نہ دو۔ خدا تو فرماتا ہے کہ موت تم کو ہرگز نہ چھوڑیگی خواہ تم مضبوط برجوں ہی میں کیوں نہ محفوظ ہو جاؤ! اور تم لڑنے چلے ہو زرہ پہنکر حفاظت و اطمینان کا خیال لیکر میرے چاند زرہ اتار ڈال اور معمولی کپڑے پہنکر خدا کی راہ میں جہاد کرنے جا!"۔

عبداللہ بن زبیرؓ نے زرہ اتار دی۔ آستینیں چڑھا لیں عبا کے دامن سمیٹ کر کمر سے باندھ لئے۔ اور بسم اللہ کہکر گھر سے نکل کھڑے ہوئے:۔

عبداللہؓ بن زبیرؓ کی جنگ

عبداللہ بن زبیرؓ نے باہر آکر اپنے ساتوں ہمراہیوں کو مخاطب کر کے کہا: "اے آل زبیرؓ بے شک تم کو یہ فخر ہے کہ تم لوگ عرب کے اس خاندان سے ہو جس نے اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کی غرض سے ہمیشہ سرفروشی کی ہے۔ تم تلواروں کی جھنکار سے خوفزدہ نہ ہونا۔ کیونکہ زخم میں دوا لگانے میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے بہ نسبت زخم کے پیدا ہونے سے۔ تم اپنی تلواریں تول لو اور جسطرح اپنے چہروں کو تم حملہ آوروں سے بچاتے ہو۔ اسی طرح انہیں خون ناحق سے بچاؤ۔ اپنی آنکھیں نیچی کر لو تاکہ تلواروں کی چمک سے چکا چوند نہ ہو جاؤ۔ ہر شخص اپنے مقابل پر حملہ آور ہو۔ مجھے ڈھونڈتے نہ پھرنا۔ اور اگر میری تلاش ضروری ہو تو میں غنیم کی سب سے اگلی صفوں میں لڑتا ہوا ملونگا:"۔ یہ کہکر آپ نے لشکر شام پر نہایت سخت حملہ کیا۔ لوگوں کو گراتے صفوں کو چیرتے۔ تلواروں کے بے پناہ حملے کرتے سواروں کو پیادوں پر الٹتے شامیوں کی سب سے پچھلی صف تک پہنچ گئے اور پھر اسی شان سے حملہ کرتے اور دشمنوں کو آب شمشیر کا مزہ چکھاتے واپس لوٹ آئے شامیوں نے چاروں طرف سے ملہ کی ناکہ بندی کر لی تھی۔ مسجد حرام کے کچھ دروازے حجاج کے سپاہیوں سے بھرے ہوئے تھے حجاج اور طارق نے اپنے طرح کیجانب مروہ تک اپنی فوجیں پھیلا دی تھیں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نہایت پھرتی سے کبھی اس طرف اور کبھی

اس طرف حملہ آور ہوتے تھے اور ہر حملہ میں کئی کئی شامیوں کو قتل کر آتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے دلیرانہ حملوں کی شان دیکھ کر شامی سپاہی مخوف و مرعوب ہو گئے تھے۔ کوئی ان پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ حالانکہ طارق اور حجاج برابر ترغیبیں دے رہے تھے۔ جوش و غیرت دلا رہے تھے جب حجاج نے دیکھا کہ شامی کسی طرح نہیں بڑھتے اور عبداللہ بن زبیر ہر حملہ میں دو چار آدمیوں کو قتل کر دیتے ہیں تو اس نے غصہ میں آکر پیدل فوج کا ایک دستہ ہمراہ لیکر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر سختی سے حملہ کر کے اُنکے علم بردار کو نرغہ میں لے لیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فوراً لپک کر پیدلوں پر شدت سے حملہ کر کے انہیں پسپا کر دیا اور اپنے علم بردار کو ان کے نرغے سے نکال لیا۔ حجاج بھی پیدلوں کیساتھ ہی اُلٹے پیروں بھاگا۔ حضرت عبداللہ نے اسی عالم میں مقام ابراہیم پر دو۲ رکعت نماز ادا کی حجاج نے جوش و غیرت میں آکر پھر حملہ کیا۔ اس مرتبہ اس نے سارا زور ابن زبیرؓ کے علم بردار پر تول دیا علم بردار نہایت دلیری سے لڑا اور کئی شامیوں کو مار کر شہید ہو گیا

عبداللہؓ بن زبیرؓ کا زخمی ہونا

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے نماز پڑھکر پھر شامیوں پر حملہ کیا۔ لڑتے لڑتے باب صفا کی طرف نکل گئے۔ اور شامیوں کو مار مار کر ہٹاتے حجوں تک بڑھتے آئے۔ جس طرف آپ حملہ کرتے تھے شامی بھاگ کر ایکدوسرے پر جا گرتے تھے۔ جبکہ آپ جدال و قتال میں مصروف تھے اس وقت ایک شامی نے کوہ صفا پر چڑھکر تیر مارا جو آپکی پیشانی میں ترازو ہو گیا۔ آپ زخمی ہو گئے اور زخم سے خون بہنے لگا۔ مگر آپنے زخم کی مطلق پرواہ نہ کی جس جوش سے ابتک لڑ رہے تھے اب اس سے بھی زیادہ جوش سے لڑنے لگے یہاں تک کہ صبح سے ظہر تک لڑا کئے۔

عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت

حضرت عبداللہ اور اُن کے ساتھیوں نے اس دلیری و جرأت سے کام لیا اور ایسی جانبازی دکھائی کہ شامی حیران رہ گئے۔ آخر ظہر کے وقت تک ایک ایک کر کے ان کے تمام ہمراہی شہید ہو گئے اور اب وہ تنہا رہ گئے مگر تنہا ہی بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ لوگوں پر یہ خوف طاری ہو گیا تھا کہ کہیں

پاس نہ جاتے تھے۔ دُور کھڑے تیروں اور پتھروں کی بارش کر رہے تھے آپکے جسم پر بیشمار تیروں، تلواروں اور نیزوں کے زخم تھے۔ آخر جب قوت جواب دے گئی تو زخموں سے چور ہو کر گر پڑے شامی ان پر ٹوٹ پڑے اور اس خوف سے کہ کہیں وہ پھر اٹھ کر نہ لڑنے لگیں ان کا سر کاٹ لیا۔ یہ سانحۂ روح فرسا اور حادثہ جاں گداز جمادی الثانی ۷۳ھ یوم سہ شنبہ کو واقع ہوا۔ بقول مشہور مورخ کے دنیا کا ایک عظیم الشان بہادر، متقی، خدا ترس اور عابد و زاہد انسان شہید ہو گیا اور انکی لاش پر کف افسوس ملنے والا کوئی نہ تھا جس وقت اس شیر کا سر حجاج کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو اُس نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ انکی لاش کو حجون میں دار پر لٹکا دیا اور سر عبدالملک کے پاس بھیجدیا۔ انکی والدہ حضرت اسماءؓ نے جب اپنے بیٹے کی لاش دفن کرنیکے لئے مانگی تو نہ دی گئی۔ عبدالملک کو جب حال معلوم ہوا تو اس نے حجاج کو بڑی ملامت کی لاش دفن کرنیکی اجازت دی چنانچہ لاش دفن کر دی گئی۔ اس جانگداز واقعہ کے چند ہی روز بعد حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر کا بھی انتقال ہو گیا:۔

اہل حجاز پر حجاج کی سختیاں

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد حجاج مکہ معظمہ میں داخل ہوا مسجد حرام خون آلود اور پتھروں سے بھری ہوئی تھی۔ یہ خون بھرا میدان ابن زبیرؓ کا تھا اور پتھر حجاج نے برسائے تھے۔ حجاج نے پتھر اٹھوا کر پھینکوا لئے اور خون دھلوا کر مسجد کو صاف کروایا۔ پھر اہل مکہ سے عبدالملک بن مروان کے حق میں بیعت لی وہاں سے مدینہ منورہ میں آیا اور اہل مدینہ کو امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کا قاتل سمجھ کر ان پر انتہائی سختیاں کیں انکی ذلت و رسوائی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا صحابۂ کرام کی ایک جماعت کے ہاتھوں پر سیسہ گرم کرا کر مہریں کرا دیں ان لوگوں میں سے حضرت جابرؓ بن عبداللہ، انسؓ بن مالک اور سہیلؓ بن سعد جیسے مشاہیر صحابہ بھی تھے ۷۴ھ میں عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو حجاز کی گورنری عطا کر دی۔ اسی سنہ میں حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے تعمیر شدہ کعبہ کو منہدم کر کے حجر اسود کو خانہ کعبہ سے باہر کر دیا اور اسے اسی بنا پر تعمیر کر دیا جیسا آنحضرت صلعم کے زمانہ میں تھا حجاج مکے سے مدینہ چلا گیا اور یہی کو

دار الحکومت قرار دیا۔

عبد الملک بن مروان

نام و نسب

عبد الملک کا نسب اسطرح پر ہے کہ عبد الملک بن مروان بن حکم بن ابو العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب۔ اسکی کنیت ابو الولید تھی ابو الملک کے نام سے بھی مشہور تھا۔ کیونکہ اسکے کئی بیٹے یکے بعد دیگرے مسلسل تخت سلطنت پر بیٹھے۔ یہ ماہ رمضان ۲۳ھ میں پیدا ہوا تھا یہ صرف چھ ماہ رحم مادر میں رہا تھا:-

حالات و خصائل

عبد الملک عہد طفلی ہی سے نہایت چست و چالاک تھا اُس نے مدینہ میں پرورش پائی تھی نافع کہتے ہیں کہ نوجوانان مدینہ میں کوئی بھی عبد الملک کیطرح چست و چالاک قرآن و حدیث کا واقف اور عابد و زاہد نہ تھا۔ ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ آپکے بعد ہم مسائل کس سے دریافت کریں انہوں نے فرمایا کہ مروان کا بیٹا عبد الملک فقیہہ ہے اس سے دریافت کیا کرنا شعبی کہتے ہیں کہ ہر شخص میرے علم و فضل کا قائل تھا مگر مجھے عبد الملک کی باتیں سنکر اس کے علم و فضل کا قائل ہونا پڑا۔ اسے بیشمار پوری احادیث یاد تھیں لاتعداد اشعار ازبر تھے ایک روز جب عبد الملک حضرت ابو ہریرہؓ کیخدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ شخص ایکدن عرب کا بادشاہ ہو جائیگا۔ ابو درداءؓ بھی کہا کرتی تھیں کہ عبد الملک سے بہتر نہ کوئی بات کرنیوالا ہے نہ سننے والا ہے یہ ضرور بادشاہ ہوگا۔ سب سے پہلے عبد الملک ہی نے کعبہ پر دیباج کے پردے ڈالے جب کوئی کسی صوبہ سے اس سے ملنے آتا تو وہ پہلے ہی کہدیا کرتا کہ میرے سامنے گفتگو کرنے میں چار باتوں کا لحاظ رکھنا۔ ایک تو جھوٹ نہ بولنا۔ کیونکہ مجھے جھوٹ سے نفرت ہے۔ اور دوسرے جو میں سوال کروں اسی کا جواب دینا تیسرے میری تعریف نہ کرنا کیونکہ اپنا حال میں خود ہی خوب جانتا ہوں۔ چوتھے میری رعیت کی شکایت کرکے مجھے برانگیختہ و مشتعل کرنیکی کوشش نہ کرنا۔ کیونکہ رعایا نا سمجھ اولاد کیطرح ہے اور وہ میری عنایات کی زیادہ مستحق ہے:-

خوارج کا پھر خروج

جس وقت عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالملک میں کشمکش ہو رہی تھی اس وقت خوارج نے پھر گردن لی حالانکہ اس سے پہلے وہ عراق وخراسان میں خاموش زندگی بسر کر رہے تھے انکی جمعیت بہت بڑھ گئی تھی اور وہ عراق کو اپنے تحت و تسلط میں لانے کی فکر میں مشغول تھے۔ جب عبدالملک نے اپنے بھائی بشیر بن مروان کو بصرہ اور کوفہ دونوں مقامات کی حکومت عطا کی تو اس وقت خوارج کا زور بہت کچھ بڑھ گیا تھا۔ عبدالملک کو بھی انکی قوت کا حال معلوم ہو گیا تھا اور وہ سمجھ رہا تھا کہ ان کا فتنہ طوفان کیطرح سے اٹھیگا۔ مگر اسوقت اسکی تمام تر توجہ حضرت عبداللہ بن زبیر کیطرف لگی ہوئی تھی اور اسلئے وہ مصلحتاً یا مجبوراً ان کا کوئی انتظام نہ کر سکتا تھا مگر اب جبکہ ابن زبیرؓ کی مہم سے فراغت ہو گئی تو اسکی تمام تر توجہ خوارج کیطرف مبذول ہو گئی اس نے مہلب بن ابی صفرہ کو جنگ خوارج پر مامور کر کے فارس کیطرف روانہ کیا اور اسے یہ حکم دیا کہ بصرہ میں سے جن لوگوں کو مناسب سمجھے منتخب کر کے اپنے ہمراہ لیجائے ساتھ ہی بشیر بن مروان اپنے بھائی کو جو کوفہ اور بصرہ کا عامل تھا حکم بھیجا کہ ایک زبردست فوج مہلب کی مدد کیلئے روانہ کیجائے بشیر کو یہ بات ناگوار گذری کہ مہلب کو فتنۂ خوارج کے استیصال کیلئے خود مختار سالار بنا کر بھیجا گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ یہ مہم اسکے زیر نگرانی بھیجی جاتی۔ مگر وہ عبدالملک کے حکم سے سرتابی نہ کر سکا۔ اس نے ایک لشکر مرتب کر کے مہلب کی مدد کیلئے روانہ کیا اس لشکر پر عبدالرحمن بن مخنف کو سردار مقرر کر کے کہا کہ تم مہلب سے کم نہیں بلکہ بعض باتوں میں اس سے زیادہ ہو۔ اسلئے بالکل اسکے محکوم بنکر کام نہ کرنا بلکہ اپنی رائے سے کام لینا۔ عبدالرحمن کوفہ سے لشکر لیکر روانہ ہوا۔ مہلب بن ابی صفرہ بصرہ سے لشکر مرتب کر کے پہلے روانہ ہو چکا تھا اور رامہرمز میں ٹھہرا ہوا کوفہ کے لشکر کے آنیکا انتظار کر رہا تھا۔ کیونکہ اس سے آگے خوارج اپنی عظیم الشان جمعیت کیساتھ مقیم تھے۔ تھوڑے عرصے کے بعد عبدالرحمن بن مخنف بھی کوفیوں کا لشکر لیکر وہاں پہنچ گیا۔ لیکن اسکے پاس نہیں گیا بلکہ مہلب کے لشکر سے ایک میل کے فاصلے پر مقیم ہو گیا ادھر خوارج

کا حجم غفیر بھی آ گیا۔ مہلب نے اپنے لشکر کے گرد خندق کھدوالی اور خوارج سے جنگ شروع کر دی مگر عبدالرحمن نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی تنہا مہلب ہی ان کے برسر پیکار رہا۔ عبدالرحمن کو داہر میں آئے دس دن نہیں گذری تھیں کہ بشیر بن مروان کے مرنے کی خبر پہنچی اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مرنے کے وقت خالد بن عبداللہ بن خالد کو بصرہ پر اپنا نائب مقرر کر گیا ہے اس خبر کے سنتے ہی کوفہ اور بصرہ کی فوجیں بغیر اپنے افسروں کے متفرق و منتشر ہو کر اپنے اپنے شہروں کیطرف لوٹ کھڑی ہوئیں اور اہواز میں جا کر ٹھہریں خالد بن عبداللہ بن خالد جسے بشیر بن مروان نے بصرہ میں اپنا نائب مقرر کیا تھا ان مفرورین کے ساتھ تھا۔ اس نے ہر چند انہیں سمجھایا۔ عبدالملک کی عقوبت سے ڈرایا اور مہلب کی طرف لوٹانا چاہا لیکن ان میں سے کسی نے بھی اسکی بات نہ سنی کوئی ایک فرد بھی مہلب کیطرف نہ لوٹا۔ اسوقت اہواز کا عمر بن حریث عامل تھا۔ ان بھگوڑوں نے اس سے شہر میں داخل ہونیکی اجازت طلب کی۔ اس نے بھی اجازت نہ دی۔ مگر یہ لوگ رات کے وقت چھپ چھپا کر بلا اجازت شہر میں داخل ہو گئے۔ مہلب اور عبدالرحمن کیساتھ بہت تھوڑی جمعیت رہ گئی اور وہ دونوں ان تھوڑے ہی لوگوں سے خوارج کے حملوں کی مدافعت کرنے لگے:

ترکوں کی فوج کشی

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ عبداللہ بن خازم کے قتل کے بعد بکیر بن وشاح خراسان پہنچ گیا تھا عبدالملک نے اسے ہی خراسان کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔ بکیر سے بطون تمیم کے قبائل ناخوش ہو گئے تھے وہ اسکی گورنری کو پسند نہ کرتے تھے اور اسے معزول کرانے کی فکر میں تھے۔ بکیر کو موسیٰ بن عبداللہ بن خازم کی مہم درپیش تھی موسیٰ عبداللہ بن خازم کا بیٹا تھا۔ جو اپنے باپ عبداللہ بن خازم کے قتل ہونیکے بعد قلعہ ترمذ میں بھاگ آیا تھا اور وہاں اس نے ایک جمعیت تیار کر کے ترمذ کو اپنا دارالمستقر بنا لیا تھا۔ چونکہ اکثر ترک اس نواح میں فوج کشی کرتے رہتے تھے اسلئے موسیٰ کو ان سے لڑنا پڑتا تھا۔ اس نے جب بھی ان پر ترک حملہ آور ہوئے انہیں پسپا کر دیا مگر

وہ اس خوف سے ترمذ سے نکلکر ترکوں پر یورش نہ کرتا تھا کہ کہیں اسکی غیر حاضری میں بکیر ترمذ پر قبضہ نہ کرلے بلکہ اکثر اسے بکیر سے بھی برسرپیکار رہنا پڑتا تھا۔ اب ترکوں نے زیادہ ہاتھ پاؤں نکالنے اور انہوں نے خراسان کی سرحدوں پر فوج کشیاں شروع کردیں بکیر انکے حملوں کا کوئی بندوبست نہ کرسکا۔ دراصل وہ بطون تمیم کی مخالفت کیوجہ سے مجبور تھا۔ عبدالملک نے اسے معزول کرکے اُمیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید کو خراسان کا گورنر مقرر کرکے بھیجا۔ بکیر بن وشاح معزول ہوکر خراسان ہی میں رہگیا۔ اُمیّہ بن عبداللہ نیک طینت تھا۔ اس نے وشاح کو مرو کا کوتوال ٹھہرایا اور اپنے بیٹے عبداللہ بن امیہ کو سجستان کا والی بناکر ترکوں پر لشکر کشی کا حکم دیا:۔

عبداللہ بن امیہ نے سجستان کے مشہور شہر بست میں جاکر قیام کیا اور وہاں سے فوج لیکر ترکوں کی طرف روانہ ہؤا۔ اسوقت ترکستان اور مغولستان کا بادشاہ اہتیل تھا۔ وہ خراسان پر لشکر کشی کی تیاریاں مکمل کرچکا تھا۔ عبداللہ بن اُمیّہ نے اس پر حملہ کردیا۔ ترک اپنی پوری جمعیت کیساتھ مقابلہ میں آئے۔ نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ اہتیل بھاگ کر اندرون ترکستان میں جا گھسا اور عبداللہ بن امیہ کے پاس تحائف بھیجکر ایک لاکھ درہم پر صلح کا پیام بھیجا۔ لیکن عبداللہ نے اُسے نامنظور کیا اور ترکستان میں گھسکر چاروں طرف سے ایسی ناکہ بندی کی کہ ترک عاجز آگئے۔ اہتیل نے پھر صلح کی التجا کی عبداللہ بن امیہ نے اس شرط سے منظور کیا کہ اہتیل تمام مال و اسباب چھوڑکر جلاوطن ہوجائے۔ اہتیل نے اس شرط کو نہ مانا۔ عبداللہ بن امیہ فتوحات کے سرچشم اڑاتا ہؤا اہتیل کے پیچھے لگا چلا گیا۔ جب اہتیل کی تمام قوت ٹوٹ گئی اور عبداللہ نے اسکے لشکر کی دھجیاں بکھیر دیں تو اہتیل نے نہایت عاجزی سے صلح کی درخواست کی اور تین لاکھ درہم کی پیشکش کی۔ عبداللہ بن امیہ نے اس شرط پر صلح منظور کی کہ وہ آئندہ بلاد اسلامیہ پر لشکر کشی نہ کریگا۔ اہتیل نے اسے منظور کرلیا چنانچہ صلح ہوگئی۔ لیکن جب عبدالملک کو اس صلح کا حال معلوم ہؤا تو اس نے عبداللہ بن امیہ کو معزول کردیا اور کہا کہ اہتیل سے صلح نہیں کرنی چاہیئے:۔

حجاج عراق کا گورنر

عبدالملک کو اس بات کی اطلاع ہوگئی کہ بصرہ اور کوفہ کی فوجیں مہلب کو خوارج کے مقابلہ میں چھوڑ کر بھاگ آئیں۔ وہ خوب جانتا تھا کہ عراقی بدعہد اور سرکش ہیں انہیں سیدھا کرنے اور قابو میں رکھنے کیلئے ایک سخت گیر عامل کی ضرورت ہے ایسا عامل حجاج تھا۔ چنانچہ اس نے ۷۵ھ میں حجاج کو بصرہ اور کوفہ کی گورنری عطا کر کے کوفہ جانے کا حکم دیا۔ حجاج مدینہ منورہ سے بارہ شتر سواروں کیساتھ روانہ ہوا اور ماہ رمضان ۷۵ھ میں کوفہ میں داخل ہوا۔ اسے بھی کوفہ والوں کی سرکشی کا حال معلوم تھا اور یہ بھی اطلاع ہوگئی تھی کہ جو کوفی مہلب کا ساتھ چھوڑ کر اہواز میں چلے گئے تھے وہ اب کوفہ میں آگئے ہیں اس نے تمام لوگوں کو کوفہ کی جمعہ مسجد میں جمع ہونیکا حکم دیا۔ لوگ آگئے۔ لیکن کوفہ والے عموماً گستاخ شریر اور اپنے امیروں اور افسروں کی توہین کرنیکے عادی تھے۔ تقریر کرتے وقت سنگریزے پھینکنا ان کا ایک معمولی فعل تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی وہ لوگ مٹھیوں میں سنگریزے لیکر آئے تھے۔ لیکن جب حجاج نے خطبہ دیا تو ان پر ایسا رعب طاری ہوا کہ بے اختیار سنگریزے انکی مٹھیوں سے گر پڑے۔ حجاج نے سب لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:۔

> لوگو! یہ تمہاری بدقسمتی ہے کہ مجھے تمہارا امیر بنا کر بھیجا ہے پس یہ سمجھ لو کہ عبدالملک نے اپنے ترکش کے تمام تیروں کو دیکھا اور جو تیر ان میں سب سے سخت اور کاری نظر آیا وہ تم پر چلا دیا۔ مجھے تمہاری شرارتوں کا پورا پورا حال معلوم ہے اور میں تمہیں صرف سیدھا کرنیکے لئے آیا ہوں بلکہ تمہیں زندہ درگور کرنیکے لئے آیا ہوں آج مجھے بہت سے عمامے اور داڑھیاں نظر آرہی ہیں جو اب خون میں تر بتر ہونے والی ہیں بہت سے سر اس مجمع میں نظر آرہے ہیں جو کاٹے جانے والے ہیں تم ایک عرصہ سے شرارتیں اور فتنہ انگیزیاں کرتے رہے ہو۔ اب وقت آگیا ہے کہ تمہارا وجود بھی مٹا دیا جائے

کیونکہ تمہیں سب کو ایک سرے سے قتل کر کے خون کا دریا بہا دیا جائے لیکن میں تم کو مٹانے سے پہلے تمہیں سنبھلنے کا ایک موقعہ دونگا اگر تم سیدھے ہو گئے تو خیر تمہارے ہی لئے بہتر ہے ورنہ موت تمہارا انتظار کر رہی ہے امیرالمومنین نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہاری تنخواہیں تقسیم کردوں اور تنخواہ لیتے ہی تمہیں مہلب کے پاس بھیجدوں تاکہ تم خوارج سے جنگ کرو۔ تنخواہ تقسیم کرنیکے تیسرے روز تمہیں روانہ ہو جانا چاہیئے اگر چوتھے دن کوئی شخص بھی جو مہلب کے لشکر سے واپس آگیا تھا کوفہ میں رہ گیا تو نہ صرف اسے بلکہ اس کے تمام عزیز و احباب کی گردنیں اڑا دی جائینگی یہ خوب سمجھ لو کہ یہ صرف دھمکی ہی نہیں ہے بلکہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے اور جان لو گے کہ جو میں کہتا ہوں وہی کرتا ہوں۔ ابھی اس تقریر سے کوفیوں کی آنکھیں کھل گئیں انکے دل کانپ گئے اور وہ ہر قسم کی بیہودہ حرکتوں سے باز رہے حجاج مسجد سے اٹھکر دارلامارۃ میں آیا اور تنخواہیں تقسیم کرنا شروع کیں ایک بوڑھے نے جسکے جسم میں رعشہ پڑا ہوا تھا کہا میں بوڑھا ہوں مجھے فوجی خدمات سے مستثنٰے کردیا جائے اور میرے بیٹے کو فوج میں بھرتی کر لیا جائے۔ حجاج نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے بوڑھے نے جوابدیا میرا نام عمیر بن ضابی برجمی ہے۔ حجاج نے کہا۔ اوہ تم وہی عمیر بن ضابی ہو جس نے حضرت عثمان غنی کے مکان پر حملہ کیا تھا۔؟ عمیر نے اقرار کیا۔ حجاج نے پوچھا کس بات نے تمہیں اس فعل پر آمادہ کیا تھا؟ عمیر نے کہا۔ عثمان نے مروان کے کہنے سے میرے باپ کو قید کر دیا تھا

حجاج۔ تمہارے خیال میں عثمان کیسے تھے؟

عمیر۔ بزرگ آدمی تھے نیک اور صالح تھے میں اپنے فعل پر توبہ اور افسوس کرتا رہتا ہوں

حجاج۔ وقت آگیا ہے کہ تم سے انتقام لیا جائے ایسے شریر کی دنیا میں ضرورت نہیں

چنانچہ حجاج نے اسی وقت عمیر کو قتل کرا دیا اور اس کا گھر بار لوٹ لینے کا حکم دیا اس کا اثر اہل کوفہ پر پڑا ہوا۔ تنخواہ تقسیم کرنیکے تیسرے روز حجاج نے منادی کرادی کہ آج رات کو جو شخص اپنے گھر میں رہیگا اور مہلب کیطرف روانہ نہ ہو جائیگا وہ بلا کسی تردد کے قتل کر دیا جائیگا

چونکہ اہل کوفہ اس سے ڈر گئے تھے اسلئے اس منادی کے سنتے ہی سب راتوں رات روانہ ہوگئے صبح جب حجاج کے آدمیوں نے تلاش کیا تو لشکریوں میں سے ایک بھی کوفہ میں باقی نہ رہا تھا۔ حجاج نے کوفہ کا انتظام کرکے وہاں عروہ بن مغیرہ بن شعبہ کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود کوفہ سے چلکر بصرہ میں آیا وہاں بھی اس نے لوگوں کو جمع کرکے ایسا ہی خطبہ دیا جیسا کوفہ میں دیا تھا۔ کوفہ والوں کی خبر بصرہ میں پہلے ہی پہنچ چکی تھی جو لوگ مہلب کا ساتھ چھوڑ آئے تھے وہ کانپ رہے تھے خطبہ سنتے ہی انہوں نے اظہار معذرت کرکے مہلب کے پاس واپس جانے کی استدعا کی حجاج نے انکی درخواست منظور کرلی شریک بن عمرو لشکری حجاج کے پاس آیا اور کہا کہ میں فتق کے عارضہ میں مبتلا ہوں مجھے فوجی خدمات سے معاف کردیا جائے۔ حجاج نے کوئی جواب دینے سے پہلے اسے قتل کرادیا بصرہ والے لرز گئے وہ فوراً بصرہ سے نکل نکلکر مہلب کیطرف روانہ ہوگئے۔ جب کوفہ اور بصرہ کے لشکر مہلب کیطرف چل پڑے تو حجاج خود بھی ان کے پیچھے روانہ ہوا اور مہلب کے لشکر گاہ واقع رستقباد سے اٹھارہ میل کے فاصلے پر خیمہ زن ہو کر اہل کوفہ اور بصرہ سے بولا۔ اب تم اس وقت تک واپس نہیں لوٹ سکتے جب تک خوارج کا پورے طور پر استیصال نہ کیا جائے۔

سندھ پر یورش

اسی زمانہ میں حجاج کو معلوم ہوا کہ سندھی راجہ بلاد اسلامیہ کی تاخت کی فکر میں ہے اس نے سعید بن اسلم بن زرعہ کو فوجی جمعیت دیکر سندھ کیطرف روانہ کیا۔ معاویہ بن حرث کلابی علاقی اور اس کا بھائی محمد بھی جہاد کرنیکی غرض سے سعید کیساتھ روانہ ہوئے۔ راستہ میں معاویہ بن حرث اور اس کا بھائی محمد دونوں سعید سے ناخوش ہوگئے۔ انہوں نے سعید پر خروج کرکے اسے قتل کر ڈالا۔ جب حجاج کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے مجاعہ بن سعید تمیمی کو مامور کیا۔ مجاعہ کے آنیکی خبر سنکر معاویہ بن الحرث اور اس کا بھائی محمد دونوں بھاگ گئے۔ مجاعہ نے سعید کے لشکر کو ساتھ لیکر سندھ پر حملہ کردیا۔ سندھیوں نے قدم قدم پر مقابلہ کیا لیکن مجاعہ فتوحات کرتا ہوا بڑھا چلا گیا۔ سندھی علاقہ قندابیل میں جمع ہوئے اور جی توڑ کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن

مسلمانوں نے انکے سپاہیوں کی صفیں کی صفیں کاٹ ڈالیں بڑے بڑے ناموروں کو مار ڈالا۔ آخر سندھی شکست کھا کر بھاگے اور مجاعہ قندابیل کے تمام علاقہ پر قبضہ کر لیا:۔

حجاج کی غلطی اور عبداللہ بن جارود کا احتجاج

مصعب بن زبیرؓ نے اہل عراق کی سابقہ تنخواہوں میں سو سو درہم کا اضافہ کر دیا تھا یہ اضافہ ان کے عہد سے اب تک برابر چلا آتا تھا۔ عبدالملک کے بھائی بشیر بن مروان نے بھی اپنے عہد امارت میں اس اضافہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ حجاج نے حکم دیا کہ مصعب بن زبیر سے پہلے جو تنخواہیں مقرر تھیں وہی دی جائینگی اور سو درہم کا جو اضافہ ہوا تھا وہ کم کر دیا جائیگا لوگوں کو یہ تخفیف ناگوار گذری عبداللہ بن جارود نے کہا کہ ہماری تنخواہوں میں یہ اضافہ امیر المومنین عبدالملک اور ان کے بھائی بشیر بن مروان نے بھی جائز رکھا تھا۔ آپ اسے کم کر کے یہ غلطی نہ کریں ورنہ لوگ آپ سے ناخوش ہو جائینگے۔ حجاج نے اُسے جھڑک دیا۔ وہ اور بھی برانگیختہ ہو گیا۔ اس نے کہا میں آپکو نصیحتاً یہ کہہ دیتا ہوں اور تمام لشکر والوں کی بھی یہی منشاء ہے آپ اپنے لئے مشکلات پیدا نہ کریں

اسوقت تو حجاج چپ ہو رہا لیکن چند روز کے بعد اس نے پھر کمی وظائف کا تذکرہ کیا۔ عبداللہ بن جارود نے پھر مخالفت کی مصقلہ بن کرب عبدی نے عبداللہ بن جارود سے کہا خاموش ہو جاؤ ہمارے لئے یہی مناسب ہے کہ ہم امیر کے حکم کی تعمیل کریں۔ عبداللہ بن جارود نے کہا۔ یہ تم جیسے لتوں کو سزاوار ہے۔ تم آنکہ بند کر امیر کے حکم کی اطاعت کر دیں میں نہیں کر سکتا

یہ کہتے ہی وہ مصقلہ کو گالیاں دیتا ہوا حجاج کے پاس سے اٹھ آیا اور بھی کئی رؤسائے لشکر اسکے ساتھ اٹھ گئے اور یہ سب عبداللہ بن حکیم بن زیاد مجاشعی کے پاس آئے۔ اس سے تمام کیفیت بیان کی وہ بھی اس کا ہمنوا ہو گیا۔ لوگوں نے کہا ہم آپکے ہاتھ پر حجاج کو عراق سے نکالنے کیلئے بیعت کرتے ہیں۔ آپ عبدالملک کو لکھیں کہ وہ حجاج کو معزول کر کے اپنے پاس بلالے ورنہ ہم اُسے بھی تخت خلافت سے اُتار دینگے۔ عبداللہ بن حکیم نے اس بات کو منظور کر لیا اور تمام اہل عراق نے در پردہ اسکے ہاتھ پر بیعت کر لی:۔

علم بغاوت

حجاج کو بھی اس بات کی اطلاع ہو گئی۔ اسے بڑا فکر ہوا۔ اس نے اس خوف سے بیت المال کی حفاظت خاص طور پر شروع کی کہ کہیں لوگ بغاوت کر کے خزانہ نہ لوٹ لیں اہل عراق نے اپنا نظام درست کر کے ربیع الثانی ۷۶ھ میں علم بغاوت بلند کر دیا۔ عبداللہ بن جارود سوار ہوا۔ اسکے ساتھ بنو عبد قیس اور دوسرے قبائل کے لوگ بھی ہو لیئے اور انہوں نے جا کر حجاج کے خیمہ کا محاصرہ کر لیا

حجاج کیساتھ سوائے اسکے خاندان والوں اور خاص خاص مصاحبوں کے اور کوئی نہ تھا حجاج کو یہ بات معلوم تھی کہ اس بغاوت کا بانی عبداللہ بن جارود ہے اس نے اسے نہایت نرمی سے اپنے پاس بلایا۔ بلانے کیلئے قاصد کو بھیجا مگر وہ نہ آیا۔ بلکہ اس نے قاصد کو نہایت سخت جواب دیکر لوٹا دیا ساتھ ہی عبداللہ بن جارود نے حجاج کے خیمہ پر حملہ کر دیا اور اسکے .... ہمراہیوں نے حجاج کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ حجاج بے بس و بے یار کھڑا تھا۔ شام کا وقت ہو گیا تھا۔ عبداللہ بن جارود نے لوگوں سے کہا۔ چلو آج بس اتنی ہی تنبیہ کافی ہے۔ غضبان بن قبعثری شیبانی نے عبداللہ بن جارود سے کہا۔ یہ کیا غلطی کرتے ہو۔ حجاج پر قابو پا کر اسے چھوڑے جاتے ہو فوراً قتل کر ڈالو۔ ورنہ پچھتاؤ گے۔

عبداللہ بن جارود نے کہا ہم اسے قتل کرنا نہیں چاہتے صرف عراق سے نکالنا چاہتے ہیں۔ ہاں اگر اس نے کوئی حرکت نامناسب کی تو پھر ہمیں اسکے قتل سے بھی دریغ نہ ہوگا" یہ کہکر وہ اپنے ہمراہیوں کو لیکر چلا گیا۔ انکے چلے جانیکے بعد حجاج نے اپنے مصاحبوں سے مشورہ شروع کیا۔ اسوقت اسکے پاس زیاد بن عمر لکی البصرہ کا پولیس افسر اور عثمان بن قطن بصرہ کا ایک رئیس موجود تھے زیاد پولیس افسر نے رائے دی کہ تمام لوگ برگشتہ ہو گئے ہیں آپ راتکو چھپ کر دمشق چلے جائیں۔ عثمان نے کہا آپ یہاں سے گئے اور عراق کی حکومت ہاتھوں سے گئی۔ نہایت استقلال سے خطرہ کو برداشت کیجئے یہیں رہیئے بغاوت کو فرو کرنے میں اگر جان بھی جائے تو پرواہ نہ کیجئے۔ حجاج کو اس کا مشورہ پسند آیا اور وہ

زیاد سے بدظن ہو گیا۔ اسکی خوش قسمتی سے اسکے مخالفین میں پھوٹ پڑ گئی۔ سب سے پہلے عباد بن حصین حبطی عبداللہ بن جارود سے ناراض ہو کر حجاج کے پاس چلا آیا۔ اسکے بعد قبیصہ بن مسلم بھی اپنی جماعت لیکر آ گیا۔ پھر قیصر بن علی کلابی۔ سعید بن اسلم کلابی۔ جعفر بن عبدالرحمٰن بن مخنف ازدی بھی آ گئے۔ غرضیکہ صبح ہوتے ہوتے حجاج کے پاس چھ ہزار کی جمعیت فراہم ہو گئی

عبداللہ بن جارود کا قتل

صبح کو عبداللہ بن جارود نے جب یہ رنگ دیکھا تو اُس نے غضبان سے کہا۔ اہل عراق نے بے وفائی کی اب کیا کیا جائے"۔ غضبان نے کہا میں نے رات اسی لئے کہا تھا کہ اسے یعنی حجاج کو نہ چھوڑو۔ مگر تم نے نہ مانا۔ اب سوائے لڑنے کے کیا چارہ ہے"۔ چنانچہ عبداللہ بن جارود اپنی جمعیت لیکر حجاج کے مقابلہ میں آیا۔ حجاج بھی میدان میں نکلا۔ عبداللہ بن جارود نے اس زور سے حملہ کیا کہ حجاج کے ساتھیوں کے منہ پھر گئے۔ قریب تھا کہ حجاج کا لشکر بھاگ نکلے کہ اتفاق سے ایک تیر آ کر عبداللہ بن جارود کے گلے میں ترازو ہو گیا۔ جسکے صدمے سے وہ مردہ ہو کر گرا۔ حجاج نے اسکے مرتے ہی منادی کرا دی کہ سوائے عبداللہ بن حکیم بن زیاد مجاشعی اور ہذیل کے سبکو امان دیجاتی ہے اس ندا کو سُنتے ہی کثرت سے لوگ حجاج کے پاس چلے آئے۔ اس معرکہ میں عبداللہ بن جارود کیساتھ جو معزز لوگ مرے تھے حجاج نے ان سب کے سر اتروا لئے۔ اور عبداللہ بن جارود کے سر کیساتھ انہیں مہلب کے پاس بھیجدیا تاکہ وہ ان سروں کو خوارج کو دکھائے اور وہ عبرت حاصل کر کے جنگ سے دستکش ہو جائیں یہ سر تعداد میں اٹھارہ تھے

قبیلہ زنج کی بغاوت

جس وقت حجاج عبداللہ بن جارود کیساتھ اُلجھا ہوا تھا اُس وقت قبیلہ زنج۔ رستوان کا ایک قبیلہ نے بغاوت کر دی۔ زنجیوں نے ریاح کو جو شیر زنجی کہلاتا تھا اپنا سردار بنایا اور اسکی سرکردگی میں فرات اور بصرہ کو ویران کرنے لگے۔ حجاج نے عبداللہ بن جارود کی مہم سے فارغ ہوتے ہی اپنے بیٹے حفص نامی کو تھوڑی سی جمعیت دیکر ان کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا اور زیاد بن عمر پولیس کے

افسر اعلیٰ کو بصرہ لکھا کہ وہ بھی امدادی لشکر روانہ کر دے۔ حفص نے جاتے ہی زنجیوں پر حملہ کر دیا لیکن پہلے معرکہ میں زنجیوں نے اسے ہزیمت دی مگر اتفاق سے فوراً ہی زیاد بن عمر پولیس افسر کا بھیجا ہوا لشکر آگیا۔ حفص اس تازہ دم لشکر کو لیکر زنجیوں پر حملہ آور ہوا۔ ریاح میدان کارزار سے بھاگ کھڑا ہوا۔ زنجیوں کے پیر اکھڑ گئے۔ حفص اور اسکے ہمراہیوں نے ہزاروں زنجی مار ڈالے۔ اس طرح سر ابھارتے ہی زنجیوں کی بغاوت فرو ہو گئی:

خوارج پر یورش

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ مہلب بن ابی صفرہ اور عبدالرحمٰن بن مخنف کو بصرہ اور کوفہ والے چھوڑ کر چلے آئے تھے اور وہ دونوں تھوڑی جمیعتوں کے ساتھ خوارج سے مصروف پیکار تھے۔ چونکہ انکی قوت کمزور تھی اسلئے وہ صرف مدافعت کر رہے تھے اور خوارج کو بصرہ کیطرف نہ بڑھنے دیتے تھے۔ حالانکہ خوارج کی یہ کوشش تھی کہ ان دونوں کو ہزیمت دیکر بصرہ کو برباد کر دیں۔ تھوڑے ہی عرصے میں کوفہ اور بصرہ کا وہ لشکر آگیا جسے حجاج نے مہلب کی مدد کیلئے روانہ کیا تھا۔ اس لشکر کے آنے سے مہلب اور عبدالرحمٰن کو تقویت ہو گئی اگرچہ اب بھی بصرہ کا لشکر مہلب کیساتھ اور کوفہ کا لشکر عبدالرحمٰن کیساتھ ہی رہا۔ مگر ان دونوں نے کمینگاہ سے نکلکر خوارج پر یورش کر دی۔ خوارج نہایت جوانمردی سے لڑے لیکن مہلب نے دباکر انہیں پیچھے ہٹانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ خوارج گازرون تک پیچھے ہٹ گئے۔ گازرون میں خوارج کو مدد پہنچ گئی وہ جم گئے اور مورچے بنا کر مقابلہ کرنے لگے۔ مہلب نے یہ کیفیت دیکھکر اپنی حفاظت کیلئے فرودگاہ کے گرد خندق کھدوا کر دمدمے بنوا دیئے۔ عبدالرحمٰن مہلب سے ایک میل کے فاصلے پر خیمہ زن تھا۔ مہلب نے اس سے بھی کہا کہ وہ خندق کھدوا کر دمدمے تیار کرالے کیونکہ غنیم کے شبخون مارنے کا خدشہ ہے لیکن عبدالرحمٰن نے اسکی نصیحت پر عمل نہ کیا بلکہ یہ جواب دیا کہ ہماری تلواریں خندق کا کام دینگی۔" ایک دن خوارج نے مہلب کے لشکر پر شبخون مارا لیکن خندق اور دمدموں کی وجہ سے وہ آگے نہ بڑھ سکے۔ وہ جھلائے ہوئے شیر کی طرح عبدالرحمٰن بن مخنف کے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور میدان صاف پا کر بڑھتے چلے گئے۔ عبدالرحمٰن اور اُن کے لشکری محو خواب تھے

خوارج نے لشکر گاہ میں پہنچتے ہی انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ عبدالرحمٰن کے سپاہی اس اچانک اور غیر متوقع حملے سے گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ عبدالرحمٰن نے بہت تھوڑے سے آدمیوں کو جمع کر کے مقابلہ کیا اور تھوڑی دیر لڑ کر مع اپنے تمام ہمراہیوں کے مارا گیا۔ اس معرکہ میں فوجیوں کا زبردست نقصان ہوا۔ جب اس کی اطلاع حجاج کو ہوئی تو اس نے عبدالرحمٰن بن مخنف کی جگہ عتاب بن ورقاء کو کوفی لشکر کا سردار مقرر کر کے اسے یہ حکم دیا کہ "مہلب کے ماتحت رہیگا اور مہلب کے ہر حکم کی تعمیل اس کا فرض ہوگا"۔ یہ بات عتاب کو ناگوار گذری اور اس نے مہلب کی عدول حکمی شروع کر دی جس سے ان دونوں میں شکر رنجی ہو گئی اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ ایک روز مہلب نے عتاب کو سخت سُست کہا۔ عتاب نے حجاج سے درخواست کی کہ اسے واپس بلا لیا جائے:۔

حجاج نے اپنی عادت کے خلاف اس کی درخواست منظور کر کے اسے واپس بلا لیا اور کوفی لشکر بھی مہلب ہی کی سپردگی میں دے دیا۔ مہلب نے اس لشکر پر اپنی طرف سے اپنے لڑکے حبیب بن مہلب کو افسر مقرر کیا اور نیشاپور میں داخل ہو کر تقریباً ایک سال تک خوارج کا مقابلہ کرتا رہا۔

حسن اتفاق سے خوارج میں پھوٹ پڑ گئی ان کے دو گروہ بن گئے اور دونوں آپس میں لڑنے لگے۔ مہلب نے ان کی نااتفاقی سے فوراً ہی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ نہایت غور سے ان کی حالت دیکھتا رہا۔ جب ان کے ایک فرقہ نے دوسرے کو مغلوب کر کے طبرستان کی طرف نکال دیا تو اس غالب اور فتحمند فرقہ پر مہلب نے حملہ کر دیا۔ اگرچہ خوارج خم ٹھونک کر مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ مگر ان کی قوت فنا ہو چکی تھی مہلب نے ان سب کو قتل کر ڈالا اور اس طرح ۷۷ھ میں خوارج کے فتنہ سے نجات ملی خوارج کا جو گروہ طبرستان کی طرف چلا گیا تھا۔ حجاج نے اس کی سرکوبی کیلئے بھی فوج روانہ کی اور وہ لوگ بھی برباد کر دیئے گئے:۔

مہلب کی عزت و شہرت

خوارج نہایت ہی ہوشیار اور تجربہ کار جنگجو تھے ان کے مقابلہ میں حضرت مہلب بن ابی صفرہ ایسا سردار تھا جو پورے طور پر کامیاب ہو سکا۔ جس وقت مہلب فتحیاب ہو کر حجاج کے پاس کوفہ

میں آیا تو اس کا نہایت شاندار استقبال کیا گیا۔ حجاج نے عظیم الشان دربار منعقد کر کے اسے اپنے برابر مسند پر بٹھایا۔ اسکی بڑی عزت و تکریم کی اس سے اسکی عزت و شہرت کو چار چاند لگ گئے۔ حجاج نے اسکے منصب و وظیفہ میں گرانقدر اضافہ کر دیا۔ مہلب کے سات بیٹے تھے۔ انہوں نے خوارج کے مقابلہ میں بڑی جرأت و شجاعت دکھائی تھی۔ انکی تنخواہوں میں بھی دو دو ہزار درہم سالانہ کا اضافہ کر دیا:۔

کوفہ میں خوارج کی حکومت

ابھی فارس کے خوارج کا استیصال ہوا ہی تھا کہ موصل میں خوارج نے سر اٹھایا۔ انہوں نے صالح بن شرح تمیمی کو اپنا سردار بنا کر موصل میں شورش شروع کر دی۔ انکے مقابلہ کیلئے عبدالملک کے بھائی محمد بن مروان نے جو موصل کا گورنر تھا ایک فوج مامور کیا۔ خوارج سے جنگ ہوئی اور صالح میدان جنگ میں کھیت رہا۔ خوارج نے شبیب کو اپنا سردار مقرر کر کے مدائن کیطرف کوچ کر دیا۔ شبیب کے ہمراہ کل ایک ہزار خوارج تھے۔ مگر سب کے سب نہایت دلیر اور بڑے جنگجو تھے۔ جب حجاج کو اپنے علاقہ میں ان کے آنے کی اطلاع ہوئی تو اس نے انکی سرکوبی کیلئے یکے بعد دیگرے کئی لشکر بھیجے۔ یہانتک کہ حجاج کے لشکر کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچ گئی۔ خوارج صرف ایک ہزار ہی تھے۔ انہوں نے اس زور سے حملہ کیا کہ حجاج کے لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے۔ تمام فوج تتر بتر ہو گئی۔ خوارج کوفہ میں گھس آئے اور کئی روز تک کوفہ میں مقیم رہے۔ آخر جب حجاج مزید فوج لیکر انکے مقابلہ کیلئے آیا تو وہ کوفے سے نکل بھاگے۔ حجاج نے ان کا تعاقب کر کے ان سبکو معہ ان کے سردار شبیب کے قتل و غارت کر ڈالا۔ تاریخوں کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خوارج نہایت بہادر اور جنگجو لوگ تھے وہ بڑی بےجگری سے لڑتے تھے۔ اگر کاش وہ مسلمانوں سے لڑنے کی بجائے غیر مسلموں سے لڑتے تو ممالک پر ممالک فتح کرتے چلے جاتے!

اسلامی سکہ

عام طور پر اسلامی ممالک میں قیصر روم کے سکے رائج تھے۔ ایک مرتبہ عبدالملک نے شہنشاہ روم کو ایک خط لکھا جسکے سرنامہ پر قل ھو اللہ احد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کا ذکر معہ تاریخ وسنہ کے ہوتا۔ قیصر کو یہ بات نا گوار گذری اس نے عبدالملک کو لکھا کہ اس عنوان کے خط مجھے نہ بھیجا کرو۔ ورنہ میں درہم و دینار پر تمہارے نبی کا ذکر ایسے طور پر لکھوں گا جو تمہیں ناگوار ہو۔ عبدالملک کو اس سے بڑا تردد ہوا۔ اس نے اس امر میں اپنے مشیروں سے مشورہ لیا۔ خالد بن یزید نے کہا کہ آپ رومی سکوں کو ترک کر دیں اور اسلامی سکے مضروب کرائیں عبدالملک کو یہ رائے پسند آئی اور اس نے اسلامی سکے مضروب کرائے۔ عجمیوں کے درہم مختلف وزن کے تھے۔ بعض چھوٹے تھے بعض بڑے مثقال کا وزن مقرر نہ تھا۔ بعض بیس[2] قیراط[1] کے تھے بعض دس[1] کے تھے اور بعض بارہ[12] قیراط کے تھے عبدالملک نے ان سب کا وزن جمع کیا تو بیالیس[42] قیراط ہوگئے۔ انہوں نے اس مجموعی وزن کے ایک تہائی یعنی چودہ[14] قیراط کے درہم مضروب کرائے۔ اس حساب سے دس[10] درہم سات مثقال کے برابر ہوگئے۔ سونے اور چاندی کے خالص اور بے میل ہونے کی خاص طور پر کوشش کیجاتی تھی۔ عبدالملک کے بعد یزید بن عبدالملک کے عہد میں ہبیرہ نے اور ہشام کے زمانہ میں خالد قسری نے سونے چاندی کے خالص ہونے کا سخت اہتمام کیا۔ بعض میں یوسف بن عمر نے سب سے زیادہ مبالغہ کیا۔ اس نے کھرے اور کھوٹے کا ایک معیار مقرر کر دیا۔ اس اعتبار سے ہبیریہ خالدیہ اور یوسفیہ عہد بنو امیہ کے خالص اور عمدہ سکے شمار کئے جاتے ہیں!۔

حجاج کا عروج

عبدالملک بن مروان کے لئے سب سے بڑا خطرہ عبداللہ بن زبیر تھا۔ حجاج نے ابن زبیر کو شہید کر کے اس خطرہ کو مٹا دیا تھا۔ اسکے بعد خوارج کا فتنہ اس زور و شور سے اٹھا کہ اگر فوراً ہی اسکی روک تھام نہ کیجاتی تو خراسان۔ فارس اور عراق عبدالملک کی حکومت سے نکلکر خوارج کے تصرف میں چلے جاتے۔ عبدالملک نے اس مہم پر بھی حجاج ہی کو مامور کیا۔ حجاج نے عراق میں آکر فتنۂ خوارج کو مٹانے کے لئے مہلب بن ابی صفرہ کو منتخب کیا۔ یہ انتخاب ہر طرح

---

[1] ایک قیراط تین رتی کا ہوتا ہے بعض چار رتی کا بھی کہتے ہیں ہندی وزن کے لحاظ سے درہم ساڑھے تین ماشہ کا اور مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے اور ایک ماشہ میں آٹھ رتی ہوتی ہیں۔ صاق۔ صدیقی

سے موزوں اور مناسب رہا۔ مہلب نے خوارج کو بچل کر فنا کر دیا عبدالملک کو اس طوفان سے بھی نجات مل گئی عبدالملک حجاج سے اس قدر خوش ہوا کہ اس نے حجاج کو عراق کے علاوہ خراسان اور سجستان کی بھی ۷۸ھ میں حکومت سپرد کر دی۔ اس طرح حجاج تمام شرقی ممالک اسلامیہ کا امیر بن گیا:۔

مہلب کا عروج

حجاج نے خراسان اور سجستان کی حکومت ملتے ہی اسی سال یعنی ۷۸ھ میں مہلب بن ابی صفرہ کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ اب تک مہلب محض سپہ سالار تھا۔ مگر اب وہ امیر خراسان بن گیا۔ اور وہ خود تو بصرہ ہی میں رہا اور اپنی طرف سے اپنے بیٹے حبیب کو خراسان کا گورنر بنا کر بھیجا۔ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ عبداللہ بن امیہ خراسان کا گورنر تھا لیکن اس نے خلاف مرضی عبدالملک کے ہبتیل سے صلح کر لی تھی اس لئے عبدالملک نے اسے معزول کر دیا تھا۔ وہ خراسان ہی میں موجود تھا اور نئے حاکم کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ مہلب نے اپنے بیٹے حبیب کو خراسان روانہ کرتے وقت یہ ہدایت کی کہ عبداللہ بن امیہ معزز اور شریف آدمی ہے اسکی عزت و تکریم اس کے مرتبہ کے مطابق کرنا۔ چنانچہ حبیب نے خراسان پہنچکر گورنری کا چارج لینے کے بعد عبداللہ بن امیہ کی اسکے شایان شان عزت و تکریم کی۔ حجاج مہلب سے کچھ ایسا خوش ہوا تھا کہ اسکی عزت افزائی ہر ممکن طریقہ پر کر رہا تھا۔ اور مہلب کی بیٹی ہند بنت مہلب سے اپنا عقد کر لیا تھا۔ اس طرح حجاج سے رشتہ داری کا تعلق قائم ہو گیا اور اسکی عزت و عظمت اور بھی بڑھ گئی:۔

اہل کش کی سرکشی و سرکوبی

ابھی مہلب بصرہ ہی میں تھا کہ اسے معلوم ہوا کہ اہل کش خراسان کی حدود پر چھاپے مار رہے ہیں وہ فوراً بصرہ سے روانہ ہو کر خراسان میں آیا۔ ملک کا اہتمام و انتظام کیا اور ۸۰ھ میں پانچ ہزار کی جمعیت لیکر ماوراء النہر کیطرف بڑھا۔ نہر غربی کو عبور کر کے کش پر پہنچکر ٹھہر گیا اور قلعہ کش کا محاصرہ کر لیا۔ یہ قلعہ نہایت ہی مضبوط اور رفیع الشان تھا۔ محصورین فصیل پر چڑھکر مدافعت کرتے تھے۔ مہلب نے بجائے قوت کے حکمت سے کام لینا شروع کیا۔ محاصرہ میں سختی کر دی:۔

ختن کی فتح

ابھی مہلب کش کا محاصرہ کئے ہوئے تھا کہ اس کے پاس شاہ ختن کا چچازاد بھائی آیا اور شاہ ختن کی جباری و مظالم کا شکوہ کرکے طالب مدد ہوا مہلب نے اپنے بیٹے یزید کو کچھ فوج دیکر اسکی مدد کیلئے اسکے ساتھ کردیا۔ شاہ ختن کا چچازاد بھائی عساکر اسلامیہ کو لیکر ختن میں پہنچا۔ چونکہ اسلامی جمعیت کم تھی اسلئے یزید قلعہ کے قریب اپنے سواروں کو لیکر چھپ گیا رات بھر یہ لشکر چھپا رہا۔ صبح ہوتے ہی جب ختن کے قلعہ کا پھاٹک کھلا مسلمان ایک دم قلعہ کے اندر گھس گئے۔ شاہ ختن لشکر لیکر مقابلہ میں آیا۔ لیکن اسکی فوج کو مسلمانوں نے پسپا کرکے اسے قتل کرڈالا اور اس کا ملک اسکے چچازاد بھائی کو جو اُسے ساتھ لیکر آیا تھا۔ دیدیا۔ اس نئے بادشاہ نے عبد الملک کا باجگزار ہونا منظور کرلیا۔ چنانچہ یزید اس سے ایک سال کا خراج لیکر واپس چلا آیا۔

بخارا پر لشکر کشی

ابھی مہلب کش کی مہم ہی میں الجھا ہوا تھا کہ اسے اطلاع ہوئی کہ والئی بخارا اسکی غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر اسکے مقبوضہ بلاد پر حملہ کرنیکی تیاری کر رہا ہے اُس نے اپنے بیٹے حبیب کو جو خراسان میں تھا لکھا کہ فوراً کچھ لشکر لیکر بخارا پر حملہ کردو۔ چنانچہ حبیب چار ہزار کی جمعیت لیکر بخارا کیطرف روانہ ہوا۔ والئی بخارا چالیس ہزار کا عظیم الشان لشکر لیکر مقابلہ میں آیا۔ سب سے پہلے ایک قریہ میں اسکے ہراول سے حبیب کی مٹھ بھیڑ ہوگئی حبیب نے پُر زور حملہ کرکے تمام اہل بخارا کو تہ تیغ کردیا اور پھر والئی بخارا کیطرف بڑھا۔ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوگیا۔ نہایت گھمسان کی لڑائی ہوئی مسلمان اگرچہ بہت ہی تھوڑے تھے۔ مگر اس جگری سے لڑے کہ شاہ بخارا حیران و ششدر رہ گیا۔ ایک عظیم خونریزی کے بعد والئی بخارا کو شکست ہوئی وہ اپنا تمام مال اور اسباب نیز اپنے لشکریوں کی ہزاروں لاشیں میدان میں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اس یادگار معرکہ میں حبیب نے بڑی بہادری اور سرفروشی دکھائی حبیب کے ہاتھ بے شمار مال غنیمت آیا۔ وہ مال غنیمت کو لیکر اپنے باپ مہلب کی خدمت میں مقام کش میں حاضر ہوا۔

کش کی فتح

مہلب کو کش کا محاصرہ کئے ہوئے دو سال کا عرصہ ہو گیا تھا۔ قلعہ اتنا وسیع تھا کہ اہل قلعہ کی ضرورت کیلئے اندر ہی اتنا غلہ پیدا ہو جاتا تھا۔ جو سال بھر کیلئے کافی ہوتا تھا اور فصیل اتنی مضبوط تھی کہ پہاڑ کو توڑ ڈالنا آسان اور اُسے توڑ ڈالنا مشکل تھا۔ اسلئے مہلب کا قلعہ پر بس نہ چلتا تھا۔ اب جب حبیب مزید لشکر لیکر آ گیا تو مہلب نے قلعہ پر اس زور سے حملے شروع کئے کہ اہل قلعہ کے استقلال میں فرق آ گیا۔ وہ ان پُر زور اور متواتر حملوں سے گھبرا گئے۔ آخر اہل کش نے اطاعت اختیار کر لی۔ جزیہ ادا کر دیا۔ مہلب نے ادائے جزیہ پر ان سے مصالحت کر لی لیکن والئی کش کے پاس اسوقت اسقدر نقدی موجود نہ تھی جس سے وہ ایک سال کا جزیہ ادا کرتا۔ قرار یہ پایا کہ کش کا بادشاہ اپنے دو ۲ لڑکوں کو بطور ضمانت مسلمانوں کے سپرد کر دیگا جو تا ادائیگی زر فدیہ مسلمانوں کے پاس یرغمال رہینگے۔

یزید بن مہلب کی بہادری

اسی عرصہ میں معلوم ہوا کہ مہلب کا بیٹا مغیرہ جسے حبیب اپنی غیر حاضری میں خراسان کا امیر مقرر کر کے آیا تھا فوت ہو گیا۔ مہلب نے یزید کو جو اسکے پاس آ گیا تھا تیس ۳۰ سواروں کے ساتھ مرو کی طرف روانہ کیا۔ (یہ ملحوظ رہے کہ خراسان کا دار الحکومت مرو تھا) راستہ میں پانچسو ۵۰۰ ترک یزید پر آ پڑے اور انہوں نے یزید سے اس کا تمام مال و اسباب طلب کیا۔ یزید نے دینے سے انکار کیا لیکن یزید کے ہمراہیوں میں سے کسی نے ترکوں کو کچھ تھوڑا سا مال لیکر واپس چلے جانے پر آمادہ کر لیا۔ یزید کی منشاء نہ تھی۔ مگر جب اس کا ایک ہمراہی یہ قرارداد کر چکا تھا تو وہ انکار نہ کر سکا۔ اور اس نے اتنا مال جتنے پر ترکوں سے مصالحت ہوئی تھی ان کے حوالے کر دیا۔ وہ چلے گئے مگر کچھ دور جا کر پھر پلٹ آئے اور تمام مال و اسباب طلب کرنے لگے۔ یزید کو انکی بدعہدی اور بدمعاملگی پر بڑا غصہ آیا۔ وہ اپنے تیس ۳۰ ہمراہیوں کو لیکر پانچسو ترکوں کے مقابلہ میں آ گیا۔ اور اس جوانمردی سے لڑا کہ تقریباً اڑھائی ۲۵۰ سو ترکوں کو مار ڈالا ساتھ ہی ان کے سردار کو بھی قتل کر دیا۔ ترکوں پر اسکی ہیبت چھا گئی اور اسکے سامنے سے بھاگ کھڑے ہوئے اور یزید کا تو کیا مال لیجاتے اپنے

ہی گھوڑے اور اپنا ہی مال چھوڑ گئے۔ بعد میں کر بست کے درے میں پیش آیا:۔

کش کے ترکوں کی غداری

کش کے بادشاہ نے اپنے لڑکے مہلب کے سپرد کر دیئے تھے۔ چونکہ اب کوئی طرف سے اطمینان ہو گیا تھا اس لئے مہلب نے حریث بن قطنہ کو بادشاہ کے لڑکے کے سپرد کر کے یہ ہدایت کی کہ جب بادشاہ زرجزیہ ادا کر دے تو اسکے بیٹے اسکے سپرد کر کے چلا آئے اور خود مرو کیطرف روانہ ہو گیا۔ درے بست میں جاکر اسے ترکوں کی یورش اور اپنے بیٹے کی بہادرانہ سرگذشت کا حال معلوم ہوا۔ اس نے فوراً ایک قاصد وہیں سے حریث بن قطنہ کے پاس بھیجکر اسے یہ اطلاع دی کہ راستہ پُرخطر ہے۔ ترکوں کے قول و فعل کا کوئی اعتبار نہیں تم زرجزیہ لیکر بادشاہ کے لڑکوں کو ساتھ لیکر اس سرزمین سے گذرنا اور حدود بلخ میں آکر لڑکے رہا کرنا۔ کیونکہ ایسا نہ ہو کہ ترک تم پر بھی حملہ کر دیں اور تم اور تمہارے ساتھی بھی مصیبت میں پھنس جائیں۔ حریث نے حماقت کر کے یہ خط کش کے بادشاہ کو دکھا دیا اور کہا کہ جلد زرجزیہ میرے حوالہ کر دو تو میں لڑکوں کو یہیں چھوڑ جاؤں گا۔ اور امیر مہلب سے کہدوں گا کہ میرے پاس تمہارا خط اسوقت پہنچا جب میں لڑکوں کو رہا کر چکا تھا۔ والئی کش نے اُسی وقت زرجزیہ ادا کر دیا اور حریث نے اسکے لڑکوں کو چھوڑ دیا۔ حریث وہاں سے چلا آیا۔ راستہ میں ترکوں نے اسے گھیر لیا۔ چونکہ ترک اچانک اور غفلت کیحالت میں حملہ آور ہوئے تھے اسلئے مسلمان مقابلہ نہ کر سکے۔ بہت سے آدمی مارے گئے۔ بہت سے ترکوں نے گرفتار کر لئے اور ان قیدیوں کو زرفدیہ لے کر چھوڑا۔

حریث بن قطنہ کی سرکشی اور فرار

جب حریث مہلب کے پاس پہنچا اور مہلب کو معلوم ہوا کہ اسکی عدول حکمی کی گئی جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچا تو اُس نے سر دربار حریث بن قطنہ کے تیس ۳۰ کوڑے لگوائے حریث کو اس سزا دہی سے بڑا غصہ آیا۔ اس نے لوگوں کے سامنے قسم کھائی کہ وہ مہلب کو اپنی بعزتی کے انتقام میں قتل کر ڈالے گا۔ مہلب کو بھی اسکی اطلاع ہو گئی۔ اس نے حریث کے بھائی

ثابت بن قطنہ کو بلاکر نرمی سے سمجھایا اور حریث کو بلوایا۔ اس سے بھی کہا کہ تمہاری غلطی سے مسلمانوں پر اور خود تم پر مصیبت آئی۔ حریث نے نہایت گستاخانہ جواب دیے۔ مہلب نے چشم پوشی کی اور اُسے سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا۔ حریث اور ثابت کو یہ خوف لاحق ہو گیا کہ مہلب کسی وقت انہیں قتل کرا دے گا۔ اسلئے وہ دونوں اپنے تین سو ہمراہیوں کو ساتھ لیکر وہاں سے بھاگ گئے اور سیدھے موسیٰ بن عبداللہ بن حازم کے پاس ترمذ میں چلے گئے۔ موسیٰ نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی وہ ایسے لوگوں کی تلاش ہی میں تھا۔ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ موسیٰ بن عبداللہ نے ترمذ میں اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی تھی اور وہ کبھی ترکوں سے اور کبھی والئ خراسان سے مصروف پیکار رہتا تھا۔ یہ واقعہ ۸۲ھ میں پیش آیا تھا۔

رتبیل کی سرکشی

سندھ و سجستان یعنی سیستان پر مشرق کیطرف سے ہندوؤں کے اور شمال کیطرف سے ترکوں اور مغلوں کے حملے ہوتے رہتے تھے۔ حجاج نے ۷۸ھ میں جب خراسان پر مہلب کو گورنر مقرر کیا تھا تو سیستان پر عبداللہ بن ابی بکرہ کو امیر مامور کیا تھا اور ہمیان بن عدی سدی کو جو ایک چست و چالاک اور بہادر آدمی تھا۔ کچھ فوج دیکر مقام کرمان میں بھیجدیا تھا اور حکم دیا تھا کہ سندھ یا سیستان کے عامل کو جب ضرورت پیش آئے تو اسکی مدد کرے۔ ہمیان اپنے تحت و تصرف میں ایک زبردست فوج دیکھکر باغی ہو گیا۔ اور خود عبیداللہ بن ابی بکرہ کے علاقہ سیستان پر حملے کرنے لگا۔ جب اسکی بغاوت کی حجاج کو خبر ہوئی۔ تو اس نے عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کو اسکی سرکوبی کیلئے روانہ کیا۔ عبدالرحمن نے ہمیان بن عدی کو ہزیمت دیکر بھگا دیا۔ رتبیل شاہ ترکستان نے عبداللہ بن امیہ سے ادائے جزیہ پر صلح کر لی تھی۔ اسکی حکومت بدخشاں و کافرستان و افغانستان وغیرہ کے علاقہ میں تبت تک پھیلی ہوئی تھی۔ کچھ عرصہ تک تو وہ خراج ادا کرتا رہا۔ مگر پھر سرکشی پر آمادہ ہو گیا چنانچہ عبیداللہ بن ابی بکرہ نے اس پر چڑھائی کی۔ رتبیل مسلمانوں کے مقابلہ میں آیا مگر بہت جلد

اسے معلوم ہو گیا کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ چنانچہ وہ پیچھے ہٹنے لگا۔ عبید اللہ بن ابی بکرہ نے اس کا تعاقب شروع کیا۔ ابتیل اپنے قلعوں اور شہروں کو چھوڑتا جاتا تھا اور عبید اللہ فتح کرتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ابتیل کا دار السلطنت صرف اٹھارہ فرسخ پر رہ گیا۔ اس وقت اسلامی لشکر دشوار گذار دروں میں پہنچ گیا تھا۔ ابتیل نے ترکوں کو تمام گھاٹیوں اور راستوں پر پھیلا کر مسلمانوں کو محصور کر لیا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کے نکلنے کے لئے کوئی راستہ واپسی کیلئے بھی باقی نہ رہا۔ مجبور ہو کر عبید اللہ بن بکرہ نے ابتیل کو سات لاکھ درہم دیکر محض راستہ دینے پر مصالحت کر لی۔ لیکن شریح بن ہانی نے جو جناب امیر علیہ السلام کا ہوا خواہ اور نام لیوا تھا اس سے اختلاف کر کے کچھ لوگوں کو اپنا ہم نوا بنا کر جنگ شروع کر دی۔ معدودے چند آدمی کیا کر سکتے تھے۔ سب کے سب کام آئے شریح بھی مارا گیا۔ بقیہ لوگ جو کسی طرح اپنی جان بچا کر بھاگ آئے ان کا بھوک کے مارے یہ حال تھا کہ جب انہیں کھانا دیا جاتا تھا۔ تو وہ کھاتے ہی مر جاتے تھے۔ چنانچہ انہیں تھوڑا تھوڑا گھی دیا جانے لگا جس سے ان میں کچھ توانائی آگئی پھر غذا دی گئی۔ حجاج نے اس واقعہ کی اطلاع عبد الملک کو دیکر ابتیل پر لشکر کشی کی اجازت طلب کی۔ عبد الملک نے اجازت دے دی۔ حجاج نے بیس ہزار سوار کوفے سے اور بیس ہزار بصرے سے منتخب کر کے بڑے بڑے شجاع اور آزمودہ کار شخصوں کو ان پر افسر مقرر کیا۔ گھوڑے اور آلات حرب ضرورت سے زیادہ دیئے۔ تنخواہ کے علاوہ دس لاکھ درہم فوجوں میں اور تقسیم کئے اور اس چالیس ہزار کی جمعیت کا سپہ سالار عبد الرحمن بن محمد بن اشعث کو دیا۔ یہی عبد الرحمن ہے جس نے ہمیان بن عدی باغی کو ہزیمت دی تھی اسے سپہ سالار مقرر کیا۔ جب عبد الرحمن اس عظیم الشان جمعیت کیساتھ سیستان پہنچا اور ابتیل کو اسکی اطلاع ہوئی تو وہ گھبرا گیا۔ اس نے معذرت کی اور خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ لیکن عبد الرحمن نے اسکی درخواست نامنظور کر دی اور اپنا لشکر ظفر پیکر لئے ہوئے اسکے ملک میں گھس گیا۔ ترکوں نے ہر شہر اور قلعہ پر مدافعت کی لیکن لشکر اسلام سیلاب کیطرح بڑھتا اور مقابلہ کرنیوالوں کو خس و خاشاک کیطرح بہاتا

چلا گیا۔ شہر پر شہر اور قلعہ پر قلعے فتح ہونے لگے۔ جن شہروں اور قلعوں کو وہ فتح کرتا ان پر اپنا عامل مقرر کر کے ان کی حفاظت کا پورا پورا بندوبست کر دیتا بلکہ ہر خطرناک مقام پہاڑی دروں اور ناکوں پر محافظین اور جاسوسوں کو مقرر کرتا جاتا تھا۔ رتبیل مقابلہ کرتا تھا اور ہزیمت اٹھا کر پسپا ہو جاتا تھا غرضیکہ عبدالرحمٰن نے رتبیل کے ملک کے زیادہ تر حصہ پر اپنا قبضہ جما لیا۔ اسی دوران میں سیستان کا گورنر عبیداللہ بن ابی بکرہ نے وفات پائی۔ حجاج نے سیستان کی گورنری بھی عبدالرحمٰن ہی کو دے دی۔ جب عبدالرحمٰن نے رتبیل کا ملک نصف سے زیادہ فتح کر لیا۔ تو اس نے اس خیال سے کہ لشکر تھک گیا ہے کہیں کسی موقعہ پر شکست کھا کر اپنی ناموری کھو بیٹھے جنگ ملتوی کر دی اور بقیہ حصۂ ملک کو آئندہ سال فتح کرنے کا قصد کر کے لشکر کی پیشقدمی کو روک دیا۔ اس نے حجاج کو فتح نامہ لکھکر یہ اطلاع کر دی کہ فی الحال جنگ ملتوی کر دیگئی ہے اب آئندہ سال بقیہ ملک پر فوج کشی کیجائیگی حجاج کو یہ بات اسلئے ناگوار گذری کہ وہ ہر کام کو شروع کر کے ختم کرنیکا عادی تھا کسی مہم کو ناتمام نہ چھوڑتا تھا وہ ترکوں کے بلاد کو تہ و بالا کرنا چاہتا تھا جنہوں نے مسلمانوں کو دروں میں محصور کر کے تہ تیغ کیا تھا اور جو آئے دن اسلامی حدود پر چھاپے مارتے رہتے تھے۔

حجاج اور عبدالرحمٰن میں منافقت

چنانچہ حجاج نے فوراً عبدالرحمٰن کو لکھا کہ مہم کو ناتمام نہ چھوڑو۔ اس وقت ترک دب گئے ہیں اگر انہیں مہلت مل گئی تو وہ قوت پا کر پھر برسر مقابلہ آجائیں گے۔ ابھی یہ خط عبدالرحمٰن کے پاس پہنچا بھی نہ تھا کہ حجاج نے دوسرا خط روانہ کیا اسمیں بھی ترکوں پر پیشقدمی کرنے کی ہدایت تھی۔ پھر تیسرا خط بھیجا جسمیں صاف طور پر لکھا تھا کہ اگر تم نے میرے احکام کی تعمیل کی تو بہتر ورنہ تم کو معزول کر دیا گیا اور تمہاری بجائے تمہارا بھائی اسحاق بن محمد بن اشعث سیستان کا گورنر اور لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا گیا۔“ یہ تینوں احکام عبدالرحمٰن کے پاس ایک ایک دو دو دن کے وقفہ سے پہنچے۔ عبدالرحمٰن نے لوگوں کو جمع کر کے یہ احکام انہیں

سنا کر کہا۔ لوگو! میں نے تم سب لوگوں کے مشورہ سے یہ بات طے کی تھی کہ اس سال لشکر متواتر لڑائیوں کی وجہ سے تھک گیا ہے لڑائی بند کر کے مفتوحہ علاقہ کا نظم ونسق کیا جائے اور پھر سستا کر اور تازہ دم ہو کر اگلے سال ترکوں پر یورش کر کے ان کا بقیہ ملک بھی فتح کر لیا جائے لیکن حجاج نے تمہارے اس مشورہ کو نہیں مانا۔ اس نے فی الفور حملہ کرنے کا حکم دیا ہے اسے تمہارے تھک جانے اور آرام کرنے کا مطلق بھی خیال نہیں ہے۔ تم لوگ اسے بخوبی جانتے ہو کہ یہ وہی ملک ہے جہاں ابھی چند روز ہوئے تمہارے بھائی برباد ہو چکے ہیں مگر میں بھی تمہارا ہی بھائی ہوں اور تم ہی جیسا ہوں اگر تم لڑنے اور آگے بڑھنے پر تیار ہو تو میں بھی تمہارے ساتھ ہوں

یہ تقریر سن کر تمام لشکر برانگیختہ ہو کر پکار اٹھا۔ لا نسمع ولا نطیع للحجاج یعنی ہم ہرگز حجاج کا کہنا نہ سنیں گے نہ اس کی اطاعت کریں گے)۔ ابوالطفیل عامر بن واثلہ کنانی نے کہا کہ دشمن خدا حجاج کو امارت سے معزول کر کے امیر عبدالرحمن کے ہاتھ پر بیعت کر لو ہر طرف سے لوگوں نے چلا کر کہا۔ فعلنا۔ فعلنا! یعنی ہاں ہاں! ہمیں یہ منظور ہے۔

عبدالمومن بن شبث ربعی نے کہا۔ چلو تو دشمن خدا حجاج کی طرف لوٹ چلو اور اسے اپنے شہر سے باہر نکال دو۔ اس فقرہ کے ختم ہوتے ہی لوگ بیعت کیلئے ٹوٹ پڑے اور عبدالرحمان کے ہاتھ پر حجاج کی خلع حکومت۔ اس کو عراق سے نکال لینے والوں کی مدد کرنے کے لئے بیعت کر لی لیکن یہ ملحوظ رہے کہ یہ سب کچھ حجاج کے متعلق کیا گیا۔ کیونکہ لوگ اس سے ناخوش ہوئے تھے عبدالملک کا اس میں کوئی ذکر نہیں آیا۔ عبدالرحمن بن محمد نے رتبیل کے پاس پیغام بھیجا اور اس شرط پر صلح کر لی کہ اگر ہم عراق سے حجاج کو نکالنے میں کامیاب ہو گئے تو رتبیل سے کبھی خراج نہ لیا جائیگا اور اگر حجاج غالب آیا تو رتبیل اس کو یا اس کے لشکر کو اپنے علاقہ میں داخل نہ ہونے دیگا۔ اور اس کا مقابلہ کریگا۔ اس مصالحت کے بعد عبدالرحمن نے مقام بست پر عیاض بن ہمیان شیبانی کو اور مقام زرنج پر عبداللہ بن عامر تمیمی کو مامور کر کے بقیہ تمام مفتوحہ علاقہ چھوڑ کر معہ تمام لشکر کے عراق کی طرف روانہ ہوا۔ لشکر کے آگے اعشیٰ ہمدانی مشہور شاعر

حجاج کی مذمت اور عبدالرحمٰن کی مدح میں اشعار پڑھتا جاتا تھا:۔

حجاج کی غلطی

حجاج کو جب اس لشکر کی بابت ارادہ واپسی کا علم ہوا تو اس نے عبدالملک کو تمام واقعات لکھکر مدد طلب کی عبدالملک نے اسکی مدد کیلئے فوجیں روانہ کردیں مہلب کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے حجاج کو یہ لکھا کہ تم اہل عراق کو واپس آکر انکے گھروں میں جانے دو فی الحال ان سے بالکل تعرض نہ کرو۔ حجاج نے مہلب کے اس مشورہ کی کوئی پرواہ نہ کی۔ بلکہ وہ مہلب سے بدظن ہو گیا۔ اسکی طرف سے اسے یہ بدگمانی ہوئی کہ مہلب امیر خراسان بھی ضرور باغیوں کا ہم خیال اور ہمنوا ہے:۔

حجاج و عبدالرحمٰن کی جنگ

جب عبدالملک کا فرستادہ لشکر آگیا تو حجاج انہیں لیکر بصرہ سے آگے بڑھا اور مقام تستر میں قیام کرکے ایک حصہ فوج کو بطور ہراول کے آگے روانہ کیا۔ عبدالرحمان بن محمد بھی یلغار کرتا ہوا قریب آپہنچا تھا۔ اس نے حجاج کے ہراول پر جسمیں تین سو سواروں کا دستہ تھا حملہ کرکے اسکے بڑے حصہ کو کاٹ ڈالا۔ کچھ تھوڑے سے آدمی جان بچا کر بھاگ سکے۔ اس ہزیمت سے حجاج کی ہمت ٹوٹ گئی اور اس نے واپسی ہی میں عافیت سمجھی۔ وہ بصرہ کیطرف لوٹا۔ یہ واقعہ یوم عیدالضحےٰ ۸۱ھ کا ہے۔" حجاج سے ایک اور غلطی ہوئی بجائے سیدھے بصرہ جانیکے وہ غاویہ زاویہ کیطرف مڑ گیا۔ عبدالرحمٰن سیدھا بصرہ میں داخل ہو گیا اور چونکہ اہل بصرہ حجاج سے ناخوش تھے اسلئے سب نے عبدالرحمٰن کے ہاتھ پر بیعت کرلی اب حجاج کو مہلب کی نصیحت یاد آئی۔ وہ اسکا پچھتایا کہ کیوں اس نے مہلب کے لکھنے کے موجب بصرہ کے لشکر کو بصرہ میں نہ جانے دیا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ یہ واقعہ آخر ماہ ذی الحجہ ۸۱ھ کا ہے۔ شروع محرم ۸۲ھ میں حجاج اور عبدالرحمٰن کے مابین لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہو گیا کبھی حجاج عبدالرحمٰن کو پسپا کر دیتا۔ کبھی عبدالرحمٰن حجاج کو پیچھے دھکیل دیتا۔ لیکن ۲۹ محرم ۸۲ھ کو حجاج نے نہایت سخت حملہ کیا۔ عبدالرحمٰن اور اسکے ہمراہیوں کو شکست فاش ہوئی

عبدالرحمن کچھ لشکر کیساتھ کوفہ کیطرف بھاگا۔ اس معرکہ میں ہزاروں آدمی مارے گئے۔ بصرہ کے ملحقہ دیہات اور قصبات میں قتل و خونریزی کا بازار گرم ہوگیا۔ حجاج نے اہل بصرہ کی ہزیمت کے بعد تقریباً دس ہزار (۱۰۰۰۰) آدمیوں کو تہ تیغ کیا۔ تاریخوں میں یہ جنگ، جنگ زاویہ کے نام سے مشہور ہے۔ عبدالرحمن بن محمد کے کوفہ کیطرف بھاگ جانیکے بعد بقیۃ السیف اہل بصرہ نے عبدالرحمن بن عباس بن ربیعہ بن حرث بن عبدالمطلب کے ہاتھ پر بیعت کرلی حجاج نے اس بقیہ گروہ سے جنگ شروع کردی اور پانچ شب و روز برابر لڑتا رہا۔ جب عبدالرحمن بن عباس کو اپنی کامیابی سے ناامیدی ہوگئی تو وہ بھی اپنے ہمراہیوں کو لیکر کوفہ کیجانب روانہ ہوگیا اور عبدالرحمن بن محمد سے جاملا۔ حجاج نے کوفہ میں عبدالرحمن بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن عامر حضرمی کو کوفہ پر اپنا نائب مقرر کیا تھا جس وقت حجاج باغیوں سے مصروف جنگ تھا۔ اس وقت مطر بن ناجیہ تمیمی نے عبدالرحمن بن عبدالرحمن کوفہ کے عامل کو کوفہ سے نکالکر قصر امارت پر قبضہ کرلیا تھا۔ جب عبدالرحمن بن محمد حجاج کے سامنے سے شکست کھاکر آیا تو اہل کوفہ نے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ عبدالرحمن نے مطر بن ناجیہ کو گرفتار کرکے قید کردیا اور خود قصر امارت پر قبضہ کرلیا۔ جب عبدالرحمن بن عبدالرحمن بھی حجاج کے سامنے سے شکست کھاکر بھاگ آیا تو حجاج بصرہ میں داخل ہوا اور حکیم بن ایوب ثقفی کو بصرہ میں گورنر مقرر کرکے مع لشکر کے کوفہ کی طرف لوٹا اور مقام دیر قرہ میں خیمہ زن ہوا۔ عبدالرحمن بن محمد بھی کوفہ سے نکلکر دیر جماجم میں مقیم ہوا فریقین کی امدادی فوجیں آگئیں اور طرفین نے اپنے اپنے لشکر کے گرد خندق کھود کر مورچے قائم کرلئے سلسلۂ جنگ و پیکار شروع ہوگیا۔ فریقین کی فوجیں روزانہ میدان میں نکلکر سرفروشی کرتیں کبھی ایک فریق دب جاتا کبھی دوسرا اُبھرتا۔ اسی طرح عرصہ گذر گیا لیکن جنگ کا انقطاعی فیصلہ نہ ہوسکا۔ جب عبدالملک نے دیکھا کہ جنگ طول پکڑتی جارہی ہے اور عراق میں شورش و بغاوت کے شعلے تیزی سے بھڑکتے جاتے ہیں تو اس نے اپنے لڑکے عبداللہ اور اپنے بھائی محمد بن مروان کو عظیم الشان لشکر دیکر بھیجا اور ہدایت کی کہ اہل عراق کو میرا یہ پیغام پہنچادو کہ اگر تم شورش و بغاوت سے دستکش ہوجاؤ تو ہم حجاج کو معزول کردینگے اور اہل شام کیطرح تمہارے بھی وظائف مقرر کردیئے جائینگے اور عبدالرحمن

بن معمر جس صوبہ کی گورنری پسند کریگا اُسے دیدی جائیگی :- حجاج کو اس پیغام کے سُننے سے بڑا صدمہ ہُوا۔ اُس نے عبداللہ اور محمد کو اس پیغام پہنچانے سے روک کر عبدالملک کو لکھا کہ :-

آپ جو اہل عراق کا اندازہ کرنے میں غلط فہمی ہُوئی ہے اس پیغام سے عراقیوں کی جرأت بڑھ جائیگی اور وہ کبھی آپکے مطیع نہ ہونگے "۔ عبدالملک خونریزی کو پسند نہ کرتا تھا۔ اس نے حجاج کی رائے کو پسند نہ کیا۔ بالآخر عبداللہ اور محمد نے عبدالملک کا پیغام اہل عراق سے کہا۔ عبدالرحمٰن بن محمد اسے منظور کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ لیکن عبداللہ بن دوب السلمی و عمیر بن تیجان تیار نہ ہُوئے۔ اور ان کے بھڑکانے سے اہل عراق نے بھی انکار کردیا۔ عبداللہ اور محمد نے یہ کیفیت دیکھکر اپنا لشکر حجاج کے پاس چھوڑا اور خود دمشق عبدالملک بن مروان کے پاس چلے گئے۔ اب باغیوں نے تو یہ سمجھ کر عبدالملک کی قوت جواب دے گئی ہے اور حجاج نے یہ سمجھکر کہ اسی فتح و شکست پر موت اور زندگی کا فیصلہ ہے نہایت جوش و خروش سے حملے شروع کیئے۔ ہر معرکہ پہلے سے بڑھکر خون آشام ہوتا تھا اور ہر حملہ میں ہر فریق کو اپنی فتح کا یقین ہو جاتا تھا۔ لیکن سال بھر تک جنگ جاری رہی اور فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہوسکا۔ آخر ۱۵ار جمادی الثانی ۸۳ھ کو فیصلہ کُن جنگ ہُوئی۔ حجاج نے اس شدت سے عبدالرحمٰن بن محمد پر حملہ کیا کہ ہزار کوشش کرنے پر بھی وہ نہ سنبھل سکا۔ شکست کھا کر بصرہ کی طرف بھاگا۔ حجاج کوفہ میں فاتحانہ داخل ہُوا اور لوگوں سے بیعت لی۔ جس نے ذرا بھی بیعت میں حجت کی یا جس پر باغیوں کی اعانت کا جُرم ثابت ہوگیا۔ حجاج نے فوراً اسے قتل کرادیا :-

عبدالرحمٰن بن محمد کوفہ سے شکست کھا کر سیدھا بصرہ گیا اور حجاج کے عامل حکیم بن ایوب ثقفی کو نکال کر بصرہ پر قابض ہوگیا اور اپنی جمعیت کو بڑھا کر پھر حجاج پر حملہ کرنیکا قصد کیا۔ حجاج بھی لشکر کی فراہمی میں مشغول تھا۔ وہ زبردست شامی لشکر لے کر بصرہ کیطرف چلا یکم شعبان ۸۳ھ کو دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوگیا۔ پھر خونریز لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ کئی مرتبہ عبدالرحمٰن بن محمد نے حجاج کو شکست دی لیکن وہ سنبھل گیا :-

اسی طرح حجاج نے بھی عبدالرحمٰن کو چند مرتبہ پسپا کر دیا مگر وہ بھی سنبھلتا رہا۔ اس معرکہ میں مہلب کا بیٹا عبدالملک بھی حجاج کی مدد کیلئے آیا تھا۔ وہ بھی شریک جنگ تھا۔ جب پھر لڑائی نے طول کھینچا اور چودہ روز مسلسل لڑتے گذر گئے تو ایک اعرابی حجاج کے پاس آیا اور اس نے ایسا راستہ بتانیکا وعدہ کیا جس سے عبدالرحمٰن بن محمد کے لشکر کے عقب پر حملہ کیا جا سکے۔ چنانچہ حجاج نے عبدالملک بن مہلب کو چار ہزار سوار دیکر اعرابی کیساتھ کر دیا۔ اور ۱۵ شعبان ۸۳ھ کو صبح کی نماز پڑھتے ہی نہایت سختی سے عبدالرحمٰن بن محمد کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ عبدالرحمٰن نے بھی پُرزور حملہ کیا۔ اور دوپہر کے وقت حجاج کی فوج پسپا ہونا شروع ہوئی ہر چند حجاج نے روکنے کی سعی کی لیکن شامی شکست کھا کر بھاگے۔ عراقی باغیوں نے حجاج کے کیمپ میں پہنچکر لوٹ مار شروع کر دی اور مال غنیمت لیکر اپنے لشکر گاہ میں واپس آئے۔ ابھی وہ دم لینے بھی نہ پائے تھے کہ عبدالملک بن مہلب نے اپنے تازہ دم سواروں سے ان پر حملہ کر دیا۔ اس اچانک حملہ نے عبدالرحمٰن بن محمد اور اسکے ہمراہیوں کو اسقدر سراسیمہ کر دیا کہ وہ بلا مقابلہ ہی بھاگ کھڑے ہوئے عبدالملک بن مہلب اور اسکے ہمراہیوں نے ان کو بیدریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔ ہزاروں باغی اپنی ہی خندقوں میں گر کر ڈوب گئے۔ حجاج جو شکست کھا چکا تھا۔ واپس پلٹا اور پُرزور حملہ کر کے عبدالرحمٰن بن محمد کی فوج کی بڑی تعداد کو قتل کر دیا اور عبدالرحمٰن بن محمد کے کیمپ پر قابض ہو گیا۔ اس طرح عبدالملک بن مہلب کی دلیری سے حجاج کی شکست فتح سے بدل گئی۔ عبدالرحمٰن بن محمد شکست کھا کر سجستان (سیستان) کی طرف بھاگا۔ حجاج نے اسکے تعاقب میں اپنے لڑکے محمد اور ایک افسر عمارہ بن تمیم لخمی کو سواروں کا دستہ دیکر بھیجا۔ مقام سوس میں ان لوگوں نے عبدالرحمٰن کو جا لیا۔ عبدالرحمٰن نے مقابلہ کیا۔ لیکن اپنی قوت کمزور دیکھکر سوس سے سابور کیطرف پسپا ہو کر بھاگا۔ عمارہ اسکے پیچھے لپکا۔ عبدالرحمٰن بن محمد نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے اکراد میں عمارہ کا مقابلہ کیا۔ ایک خونریز جنگ کے بعد عمارہ کو ہزیمت ہوئی لیکن عبدالرحمٰن نے بھاگنے ہی میں عافیت سمجھی اس نے عمارہ کا تعاقب کرنیکے بجائے سابور سے کرمان کا رُخ کیا۔

کرمان کے عامل نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اسکی بڑی مدارات کی چندروز کرمان ہی میں رہ کر
عبدالرحمٰن بن محمد زرنج کیطرف روانہ ہوا۔ زرنج کے عامل نے اُسے دارالامارۃ میں گھسنے دیا۔
چنانچہ وہ زرنج کو چھوڑ کر بست کیطرف چلا۔ جہاں اسکی طرف سے عیاض بن ہمیان مامور تھا۔
عیاض نے خوش ہو کر اس کا استقبال کیا۔ قصر امارت میں لیجا کر ٹھہرایا۔ پُر تکلف دعوت دی۔ مگر جب
رات کو وہ غافل ہو کر سو گیا تو اُسے معہ اُسکے ہمراہیوں کے اسیر کر لیا اور اُسے حجاج کے سپرد کر کے اس
صلہ میں اپنا قصور معاف کرانیکا قصد کیا۔ مگر ترکستان کے بادشاہ رتبیل نے بھی عبدالرحمٰن کے
آنیکی خبر سن لی تھی۔ وہ اس سے ملنے کیلئے بست کے قریب آکر ٹھہرا۔ اُسے عبدالرحمٰن کی گرفتاری کا
حال معلوم ہو گیا۔ اُس نے عیاض کو دھمکی دی کہ یا تو عبدالرحمٰن کو فوراً رہا کر دو۔ ورنہ تم پر حملہ کر کے
تمہیں قتل کر دیا جائیگا۔ عیاض نے ڈر کر عبدالرحمٰن کو رہا کر دیا اور رتبیل اُسے اپنے ساتھ لے کر اپنے
ملک کیطرف چلا گیا۔

عبدالرحمٰن بن محمد کا قتل

عبدالرحمان کے کچھ ہمراہی نواح سجستان میں ہی بستے تھے۔ انہوں نے عبدالرحمان بن عباس
بن ربیعہ بن حرث بن عبدالمطلب کو اپنا پیشوا یعنی نمازوں کا امام بنایا اور اپنے ان ہمراہیوں کو
جو ادھر ادھر بھٹکتے پھر رہے تھے اپنے پاس بلا کر جمع کیا جب انکی جمعیت کافی ہو گئی۔ تو انہوں
نے عبدالرحمٰن بن محمد کو پیغام بھیجا کہ تم واپس چلے آؤ۔ تو ہم تمہارے ساتھ مل کر خراسان پر قبضہ
کر لیں عبدالرحمٰن نے جواب دیا کہ خراسان میں یزید بن مہلب موجود ہے اور اسکی موجودگی میں
خراسان پر قبضہ کر لینا آسان نہیں ہے۔ بلکہ مجھے خوف ہے کہ کہیں اہل خراسان اور اہل
شام ملکر مقابلہ میں نہ آجائیں لیکن ان لوگوں نے اسقدر اصرار کیا کہ مجبور ہو کر عبدالرحمٰن آ گیا۔
جب اس نے اس لشکر کا جائزہ لیا تو بیس ہزار تھا۔ وہ ہرات کیطرف روانہ ہوا۔ یزید بن
مہلب کو جب اسکی لشکر کشی کا حال معلوم ہوا تو وہ شامیوں اور خراسانیوں کا لشکر لیکر عبدالرحمٰن
کے مقابلہ میں آ گیا۔ عبدالرحمٰن کے ہمراہی کچھ ایسے مرعوب اور خوفزدہ ہوئے کہ بغیر لڑے بھڑے
ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ صرف تھوڑے سے اُسکے خاص آدمی اسکے ساتھ رہ گئے۔ یزید نے

ان پر حملہ کر دیا۔ کچھ دیر لڑ کر یہ لوگ بھی پسپا ہو گئے۔ یزید نے ان کا پیچھا کر کے اپنی فوج کو روک دیا اور ان کے لشکر گاہ میں جو کچھ بھی تھا وہ لوٹ لیا۔ کچھ آدمی بھی اسیر کر لئے گئے۔ ان لوگوں میں مشہور لوگ یہ تھے۔ محمد بن سعد بن ابی وقاص۔ عمر بن موسیٰ بن عبید اللہ بن معمر۔ عباس بن اسود بن عوف۔ ہلقام بن نعیم بن قعقاع بن معبد بن زرارہ۔ فیروز بن حصین۔ ابو الفلح (عبید اللہ بن معمر کا آزاد کردہ غلام) عبدالرحمن بن طلحۃ الطلحات۔ اور عبداللہ فضالہ۔ برانی ازدی۔ ان میں سے دو عبدالرحمن بن طلحۃ الطلحات اور عبداللہ فضالہ یزید کے رشتہ دار تھے۔ یزید نے ان دونوں کو رہا کر کے باقیوں کو حجاج کے پاس بھیجدیا۔ یہ لوگ تمام واسطہ میں حجاج کے روبرو پیش ہوئے۔ حجاج نے ان میں سے ہر ایک سے پوچھا کہ تم نے بغاوت میں کیوں حصہ لیا۔ ان لوگوں نے بڑے ہی نامعقول جوابدیئے مثلاً فیروز نے کہا۔ جب فتنہ بلند ہوا تو میں بھی اس میں شریک ہو گیا ہلقام بن نعیم نے کہا میں بجائے تیرے خود امیر بننا چاہتا تھا۔ غرضیکہ اسی قسم کے جوابات دیئے۔ حجاج نے ان سے معذرت کرنیکو کہا۔ انہوں نے معذرت نہ کی۔ اور حجاج نے انہیں سبکو قتل کرا دیا۔ حجاج کو معلوم ہوا کہ ایک بڑا باغی یا باغیوں کا سرغنہ "شعبی" "رے" چلا گیا ہے "رے" میں قتیبہ بن مسلم عامل تھا۔ حجاج نے قتیبہ کو لکھا کہ شعبی کو اسیر کر کے بھیجدو چنانچہ ۸۳ھ میں شعبی گرفتار ہو کر حجاج کے سامنے پیش ہوا۔ حجاج نے اس سے بھی پوچھا کہ تم نے کیوں بغاوت کی۔ اس نے کہا میں حق بات کہونگا حقیقت میں مجھ سے غلطی ہو گئی نہ تو میں قومی فاجر تھا نہ بڑا متقی۔ میں بہک گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم کو فتحیاب کیا۔ اگر تم مجھے سزا دو تو میں اس کا مستحق ہوں اور اگر معاف کر دو تو یہ تمہارا حلم و کرم ہے۔ حجاج نے کہا: مجھے تم اسلئے محبوب ہو کہ تم نے سچ بولا۔ اگرچہ تمہاری تلوار سے ہمارا خون ٹپک رہا ہے لیکن میں نے تم کو امان دی۔ چنانچہ شعبی اسی وقت رہا کر دیا گیا۔ حجاج کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ عبدالرحمان بن محمد بھاگ کر رتبیل کے پاس چلا گیا ہے۔ اس نے رتبیل کو لکھا کہ اگر تم عبدالرحمن کو گرفتار کر کے یا اسے قتل کر کے اس کا سر میرے پاس بھیجدو گے تو میں تمکو دس سال کا خراج معاف کر دونگا

اور اگر تم نے اسکی حمایت کی تو میں اسقدر لشکر بھیجوں گا جو تم کو اسیر کر کے لائینگے یا قتل کر ڈالینگے"
ابیل ابن حکم کو پا کر ڈر گیا۔ اس وقت عبدالرحمٰن اسکے پاس تھا اور سل کے عارضہ میں بیمار تھا
اس نے اس بیمار کا سر اتار کر حجاج کے پاس بھیجدیا۔ یہ واقعہ ۸۴ھ کا ہے :-

شہر واسط کی آبادی

چونکہ حجاج کو اہل عراق پر اطمینان نہ رہا تھا اسلئے اس نے شامی لشکر کو کوفہ میں روک لیا تھا۔ مگر یہ شامی کوفیوں کے ساتھ نامناسب سلوک کرتے انکے گھروں میں گھس جاتے۔ عورتوں کے ساتھ بدعنوانیاں کرتے۔ جب حجاج کو اس کا علم ہوا تو اس نے شامیوں کیلئے علیحدہ چھاؤنی کا انتظام کیا۔ ایک جماعت کو حکم دیا کہ وہ چھاؤنی کیلئے مناسب جگہ تلاش کریں۔ یہ لوگ جگہ ڈھونڈھ رہے تھے کہ ایک دن ایک راہب کو ایک مقام پر کچھ زمین صاف کرتے ہوئے دیکھا انہوں نے راہب سے جگہ صاف کرنیکی وجہ پوچھی تو راہب نے کہا کہ میں نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ اسجگہ مسجد تعمیر ہوگی اور لوگ اللہ کی عبادت کیا کرینگے۔ لہذا میں حصول ثواب کیلئے اس جگہ کو صاف کر رہا ہوں۔ اس جماعت نے یہ کیفیت حجاج سے بیان کی حجاج نے اس جگہ مسجد تعمیر کرا کے اسکے گرد اگرد چھاؤنی قائم کر کے شامیوں کو وہاں چلے جانیکا حکم دیا۔ اس شہر کا نام واسط رکھا گیا۔ یہ شہر ۸۳ھ یا ۸۴ھ میں آباد ہوا :-

مہلب بن ابی صفرہ کی وفات

۸۲ھ میں مہلب بیمار ہوا۔ جب مرض نے طول پکڑا اور اسے اپنے بچنے کی توقع نہ رہی تو اس نے اپنے تمام لڑکوں کو بلا کر وصیت کی۔ کہ میرے بیٹو! میں تمکو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالٰی سے ڈرتے رہنا صلہ رحمی کا خیال رکھنا۔ کیونکہ اس سے عمر بڑھ جاتی ہے مال میں برکت ہوتی ہے اور خاندان میں آدمیوں کی کثرت ہوتی ہے جس نے ان دونوں باتوں کو چھوڑا اس نے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لیا۔ تم پر طاعت امیر اور مسلمین کی جماعت سے اتفاق کرنا فرض ہے تمہارے افعال تمہارے اقوال سے بہتر ہونے چاہئیں جواب دینے میں جلدی نہ کرنا

زبان کو لغزش سے بچانا۔ کیونکہ آدمی پاؤں کی لغزش سے تو سنبھل جاتا ہے اور زبان کی لغزش سے مارا جاتا ہے۔ جن لوگوں کے تم پر حقوق ہیں ان کے حقوق ادا کرنا۔ گپ بازی میں وقت نہ گنوانا۔ خوشامدیوں کی خوشامد میں نہ آجانا۔ کنجوسی نہ کرنا۔ سخاوت کرتے رہنا۔ نیکی کو زندہ رکھنا اور ہمیشہ نیک کام کرنے کی سعی کرنا۔ لڑائی میں ہوشیار رہنا۔ دشمن کے مکر کو نہ چلنے دینا۔ بڑی شجاعت دشمن کے مکر کا جواب ہے۔ جس وقت جنگ ہوتی ہے تو آسمان سے نزول قضا ہوتا ہے اگر آدمی نے جرأت ہمت۔ استقلال اور ہوشیاری سے کام لیا تو فتحیاب ہو گیا اگر بدحواسی چھا گئی تو ناکامیاب رہا لیکن سب پر حکم الٰہی غالب ہے۔ قرأت قرآن اور تعلیم سنت نبویہ اور آداب صالحین اپنے اوپر فرض کر لینا اور اپنی مجلسوں میں بیٹھکر زیادہ گفتگو نہ کرنا۔ یاوہ گوئی کی عادت بری ہوتی ہے!"

اس وصیت کے بعد مہلب نے ایک ترکش منگوایا اور لڑکوں سے کہا کہ اس ترکش کے تمام تیر نکال کر ایک جگہ جمع کر کے توڑ ڈالو۔ لڑکوں نے کوشش کی مگر تیر نہ ٹوٹے۔ تب اس نے کہا۔ اچھا ایک تیر کو علیحدہ کر کے توڑ دو۔ چنانچہ ایک تیر توڑ دیا۔ مہلب نے کہا کہ اتفاق و اجتماع میں یہی برکت ہے۔ ہمیشہ آپسمیں اتفاق رکھنا۔ کوئی تمہارا مقابلہ نہ کر سکیگا اور اگر تم میں نا اتفاقی پیدا ہو گئی تو ایک ایک کر کے سب مار ڈالے جاؤ گے"۔ مہلب نے اپنے بیٹے یزید کو اپنی جگہ خراسان کا امیر اور دوسرے بیٹے حبیب کو نماز کا امام مقرر کیا۔ اس کے فوراً ہی بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ اسے اپنے بیٹے مغیرہ سے بڑی محبت تھی۔ مغیرہ کے انتقال کا اسکو اسقدر صدمہ ہوا تھا کہ اسکے مرنیکے چندہی روز بعد خود بھی بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ مہلب نہایت متقی عبادت گذار۔ اور نیک طینت تھا۔ بہادر اور مدبر بھی تھا۔ تیز بہت اچھے چال چلن کا اور بڑا مستقل مزاج تھا۔ وہ ہمیشہ خلیفہ کا اطاعت گذار۔ وفادار اور ہوا خواہ رہا کبھی اس کا دامن بے وفائی۔ بدعہدی اور بغاوت سے ملوث نہ ہوا۔

یزید بن مہلب کی معزولی

مہلب نے اپنے بیٹے یزید کو خراسان کا گورنر مقرر کیا تھا حجاج نے اس کا تقرر منظور کر کے

عبدالملک بن مروان سے سندگورنری دلوادی تھی۔ حجاج نے دو یا تین مرتبہ یزید کو اپنے پاس بلایا لیکن وہ ملک کے نظم ونسق میں کچھ ایسا مشغول ومصروف رہا کہ ہر مرتبہ عذر لکھ بھیجا اور حاضر نہ ہوسکا۔ حجاج شکی المزاج تھا۔ وہ اس سے مشکوک ہوگیا اور اس نے اسکی شکایت عبدالملک کو لکھی۔ عبدالملک نے جواب لکھا کہ مہلب اور اسکے بیٹے ہمیشہ ہمارے خیرخواہ رہے ہیں وہ رعایت وچشم پوشی کے مستحق ہیں۔ لیکن حجاج نے اس کثرت سے شکایات کیں کہ عبدالملک نے مجبور ہوکر حجاج کو یزید کی معزولی اور جدید گورنر کے تقرر کا اختیار دیدیا۔ حجاج نے فوراً یزید کو لکھا کہ تم گورنری کا چارج اپنے بھائی مفضل بن مہلب کو دے کر میرے پاس آؤ۔ یزید نے اپنے مشیر حصین بن منذر رقاشی سے مشورہ لیا۔ اس نے کہا حجاج تم کو معزول کرنا چاہتا ہے۔ تم ہرگز نہ جاؤ۔ یزید نے کہا یہ نہیں ہوسکتا میرے باپ نے امیر کی اطاعت کی وصیت کی ہے میں اس پر عمل کرونگا۔ اس نے اپنے بھائی مفضل سے کہا۔ مجھے معزول کرکے خراسان کا چارج تمہیں اسلئے دلایا ہے تاکہ میں بغاوت نہ کرسکوں۔ حالانکہ میں بغاوت ہرگز نہ کروں گا۔ مگر میرے بھائی! تم بھی زیادہ دنوں گورنر نہ رہوگے۔" یہ کہکر یزید ربیع الثانی ۸۵ھ میں خراسان سے روانہ ہوگیا۔ یزید کا خیال بالکل درست نکلا۔ حجاج نے نو مہینے کے بعد مفضل بن مہلب کو معزول کرکے قتیبہ بن مسلم کو کوفہ کا گورنر مقرر کردیا:۔

بازغیس اور شومان پر یورش

مفضل نے خراسان کی گورنری کا چارج لیتے ہی اول بازغیس پر چڑھائی کی اور نہایت خونریز جنگ کے بعد بازغیس پر قبضہ کرلیا۔ یہاں اسکے ہاتھ بہت سامال غنیمت آیا جسے اس نے لشکریوں پر تقسیم کردیا۔ اسکے بعد اس نے شومان پر لشکرکشی کی۔ اور دشمنوں کو زبردست شکست دے کر شومان پر قبضہ کرلیا۔ یہاں سے بھی جو کچھ اسکے ہاتھ آیا تمام سپاہیوں پر تقسیم کردیا:۔

موسیٰ بن حازم کا قتل

یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ موسیٰ بن حازم نے ترمذ میں ایک آزاد حکومت قائم کرلی تھی

اور یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ حریث اور ثابت پسران قطنہ مہلب بن ابی صفرہ کے پاس سے بھاگ کر اسکے پاس چلے گئے تھے۔ مہلب نے کبھی موسیٰ بن حازم پر یورش نہ کی بلکہ اس نے اپنے بیٹوں کو بھی یہ نصیحت کی تھی کہ موسیٰ بن حازم سے ہمیشہ درگذر کرنا۔ اگر تم نے اسے مار ڈالا یا نکال دیا تو کوئی اور شخص بنو قیس سے آجائے گا اور تمہیں نقصان پہنچائیگا موسیٰ بن حازم بھی مہلب کا لحاظ کرتا تھا۔ اس نے بھی کبھی اس سے چھیڑ خانی نہیں کی!

جب ہرات کے مقام پر عبدالرحمن بن محمد کو ہزیمت ہوئی تو اسکے ہمراہیوں میں سے بہت سے آدمی بھاگ کر موسیٰ بن حازم کے پاس ترمذ میں پہنچ گئے تھے۔ اور جب محسن کش اتبیل نے عبدالرحمن بن محمد کا سر کاٹکر حجاج کے پاس روانہ کیا تو حجاج کے تمام ہمراہی بھی اتبیل کے پاس سے بھاگ کر ترمذ میں موسیٰ بن حازم کے پاس چلے آئے تھے۔ اس طرح موسیٰ بن حازم کے پاس آٹھ ہزار عرب کی جمعیت فراہم ہو گئی۔ حریث اور ثابت دونوں بھائیوں میں سے ایک فدیر بگیا اور دوسرا اسپہ سالار بن بیٹھا چونکہ یہ دونوں مہلب اور اسکے بیٹوں کیساتھ ناخوش تھے اسلئے جب مہلب مرگیا تو ان دونوں نے موسیٰ کو ابھار کر کہا کہ یزید بن مہلب پر حملہ کر کے خراسان پر قبضہ کرلو! موسیٰ نے کہا مہلب اور اسکے بیٹوں نے میرے ساتھ کبھی برائی نہیں کی ہے میں بھی نہ کروں گا۔ اسکے علاوہ اگر ہم نے یزید کو نکالکر خراسان پر قبضہ کر بھی لیا۔ تو عبدالملک کسی اور کو گورنر بنا کر بھیجے گا اور ہم خراسان پر قبضہ نہ رکھ سکینگے۔ البتہ اس سے یہ بہتر ہے کہ ہم ماوراء النہر کے (ترکستان کے) علاقوں کے عاملوں کو بے دخل کر کے اپنا قبضہ کریں عبدالملک کا اس طرف زور نہ چل سکے گا۔ کیونکہ ترک اور مغل حجاج اور عبدالملک کیخلاف ہیں ہم انہیں آسانی سے اپنی مدد پر آمادہ کرلینگے۔ چنانچہ موسیٰ بن حازم نے ماوراء النہر پر حملہ کر کے عبدالملک کے عاملوں کو یکے بعد دیگرے وہاں سے بے دخل کر کے اس طرف کے تمام علاقے پر قبضہ کرلیا:۔ یہ علاقہ اسکی حکومت میں شامل ہو جانے سے اسکی سلطنت کو بڑی تقویت ہو گئی

ترکوں اور مغلوں کو اسکی حکومت سے بڑا خدشہ پیدا ہوا۔ چنانچہ ترک مغل اور تبتی سب نے ملکر دس ہزار فوج فراہم کی اور موسےٰ بن حازم پر یورش کردی۔ موسےٰ ان کے مقابلہ کے لئے لشکر لیکر ترمذ سے نکلا۔ ترک بادشاہ اپنا لشکر لئے ایک ٹیلہ پر فروکش تھا۔ سب سے پہلے حریث بن قطنہ نے ترکوں پر حملہ کیا اور یہ حملہ اس شدت سے کیا کہ ترک پسپا ہوکر قلعہ کے پیچھے پناہ گزیں ہوگئے۔ اس ہنگامہ میں حریث کی پیشانی میں ایک تیر آکر لگا جس کے صدمہ سے وہ دو دن کے بعد فوت ہوگیا۔ چونکہ اس روز شام ہوگئی تھی اسلئے جنگ ملتوی کردی گئی۔ رات کو موسےٰ نے ترکوں پر شبخون مارا۔ ترکوں کی جمعیت کثیر قتل ہوگئی۔ بہت تھوڑے لوگ جانیں بچاکر لیجا سکے۔ موسےٰ کے ہاتھ بہت سامال غنیمت آیا۔ جب وہ ترمذ میں داخل ہوا۔ تو بعض لوگوں نے ثابت بن قطنہ کی کچھ شکایات موسےٰ سے کرکے اسے قتل کر ڈالنے کی ترغیب دی۔ اس سے پہلے بھی ان دونوں بھائیوں حریث اور ثابت کی شکایات کیگئی تھیں مگر موسےٰ نے اسوقت بھی یہی جواب دیا تھا کہ یہ دونوں وفادار اور خیر خواہ ہیں۔ اب بھی یہی جواب دیا کہ ایک بھائی جان نثاری کرگیا۔ دوسرا جو زندہ ہے وفادار ہے میں اُسے قتل نہیں کرسکتا۔ مگر جب لوگوں کی شکایتوں کا علم ثابت کو ہوا تو وہ ڈرا کہ موسےٰ اسے قتل نہ کرادے۔ چنانچہ وہ وہاں سے بھاگ کر مقام خوشرا میں آٹھہرا اور عرب وعجم کے لوگوں کو اپنے پاس جمع کرکے اتنی طاقت پیدا کرلی جس سے موسےٰ کا مقابلہ کرسکے۔ نیز ساتھ ہی اس نے ترکوں کو اپنی مدد کیلئے لکھا۔ موسیٰ کو اسکی طرف سے اندیشہ پیدا ہوگیا۔ اور وہ اپنی جمعیت لیکر ثابت سے لڑنیکے لئے آیا اور خوشرا کا محاصرہ کرلیا ثابت محصور ہوکر مقابلہ کرنے لگا۔ اسی اثنا میں طرخون جمعیت کثیر لیکر ثابت کی امداد کیلئے آگیا۔ موسیٰ محاصرہ چھوڑکر ترمذ میں لوٹ آیا۔ اب ثابت نے موسےٰ سے فیصلہ کن جنگ کرنیکا قصد کیا۔ چنانچہ اُس نے پھر ترکوں کو اپنی مدد کیلئے لکھا اور طرخون وا ہل بخارا اور اہل نسف واہل کش کی فوجیں اسکی مدد کیلئے آگئیں اسی ہزار کی جمعیت عظیم جمع ہوگئی

ثابت اس عظیم الشان لشکر کو لیکر چلا اور ترمذ کا محاصرہ کر لیا۔ موسیٰ نے نہایت جوانمردی اور بڑے استقلال سے ان کا مقابلہ کیا۔ ایک رات کو موقعہ پاکر موسیٰ نے شبخون مارا۔ اسکے بہادر ہمراہیوں نے ترکوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ بڑی خونریزی کی اور انکی کثیر جماعت موت کے گھاٹ اتار دی۔ ترکوں پر مسلمانوں کا رعب چھا گیا۔ اسی اثناء میں ثابت بن مقنہ مارا گیا۔ جس سے ترکوں کی ہمت ٹوٹ گئی وہ بڑی بدحواسی سے ترمذ کو چھوڑ کر بھاگے گئے موسیٰ کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی جب مفضل امیر خراسان ہوا تو اس نے عثمان بن مسعود کو ایک لشکر دیکر موسیٰ بن حازم پر حملہ کرنیکے لئے مرو سے ترمذ روانہ کیا۔ اور اپنے بھائی مدرک بن مہلب کو جو بلخ کا امیر تھا۔ عثمان کی مدد کرنیکو لکھا۔ وہ پندرہ ہزار ۱۵۰۰۰ جمیعت لیکر نہر عبور کر کے آ گیا۔ مفضل نے طرخون اور ابتیل کو بھی مدد کیلئے لکھا چونکہ وہ موسیٰ سے خار کھائے ہوئے تھے اسلئے بڑی خوشی سے اپنے اپنے لشکر لیکر آ گئے۔ غرضیکہ چاروں طرف سے موسیٰ کے علاقہ میں فوجیں داخل ہوئیں وہ ترمذ میں محصور ہو گیا۔ عثمان اور مدرک طرخون اور ابتیل کے لشکر لیکر ترمذ پہنچے اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ چونکہ عثمان کو معلوم ہو گیا تھا کہ موسیٰ اکثر شبخون مارا کرتے ہیں اسلئے اس نے اپنے لشکر کے گرد خندق کھدوالی تھی

دو ۲ مہینے تک سختی سے محاصرہ جاری رہا موسیٰ نے حصار سے تنگ آ کر اپنے ہمراہیوں سے کہا اب صبر نہیں ہو تا مناسب یہ ہے کہ ہم ترکوں پر اچانک جا پڑیں۔ سب نے اسکی رائے سے اتفاق کیا۔ موسیٰ نے اپنے بھتیجے نظر بن سلیمان کو قلعہ میں اپنا قائم مقام مقرر کر کے ہدایت کی کہ اگر میں مارا جاؤں تو قلعہ عثمان کے سپرد نہ کرنا۔ بلکہ مدرک بن مہلب کے حوالے کرنا۔ موسیٰ نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک تہائی آدمیوں کو عثمان کے مقابلہ پر مامور کر کے ہدایت کی کہ جبتک عثمان حملہ نہ کرے تم ہرگز اس پر حملہ نہ کرنا اور دو تہائی آدمیوں کو لیکر طرخون اور ابتیل کی رکابی فوج پر حملہ کر دیا۔ موسیٰ نے یہ حملہ ایسا پُرزور اور سخت کیا کہ ترک اپنے سپاہیوں کی بے شمار لاشیں میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ موسیٰ نے ان کا دور تک تعاقب کیا اور ان کی لاشوں سے میدان بھر دیا۔ مگر جب قلعہ کیطرف واپس لوٹا تو اہل صغد اور دوسرے ترک

اُسکے اور قلعے کے درمیان میں حائل ہو گئے۔ اس نے اور اس کے ہمراہیوں نے ترکوں کو کثیر تعداد میں قتل کر ڈالا۔ قریب تھا کہ وہ انہیں شکست دیدے کہ عثمان بن مسعود نے اس پر حملہ کر دیا عین اس وقت جب کہ موسیٰ نہایت جانبازی سے لڑ رہا تھا ترکوں نے اسکے گھوڑے کو زخمی کر دیا۔ موسےٰ بھی مجروح ہو گیا تھا۔ وہ گھوڑے سے گرا۔ اس کا ایک آزاد غلام قریب ہی تھا اس نے جلدی سے موسےٰ کو اپنے گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ ترکوں نے اس پر یورش کی عثمان کے لشکری بھی پہنچ گئے۔ واصل بن عنبری نے پیچھے سے حملہ کر کے موسےٰ کو قتل کر ڈالا۔ عثمان نے منادی کرا دی کہ موسےٰ کے ہمراہیوں کو قتل نہ کیا جائے انہیں امان دیدی گئی ہے۔ چنانچہ لوگوں نے قتل و غارتگری سے ہاتھ اٹھا لیا۔ نصر بن سلیمان نے حسب ہدایت با وصیت موسےٰ بن حازم کے قلعہ ترمذ کو مدرک بن مہلب کے سپرد کر دیا۔ مدرک نے عثمان کے حوالہ کر دیا۔ مفضل نے جب اپنے اس کارنمایاں کی اطلاع حجاج کو بھیجی تو وہ اس سے سخت ناخوش ہوا۔ اس نے کہا افسوس مفضل نے قبیلۂ قیس کے اس شیر کو مار ڈالا جو پندرہ برس سے ترکوں کا مقابلہ کر رہا تھا۔ یہ واقعہ ۸۵ھ کا ہے۔ موسیٰ بن حازم نے اپنے قوت بازو سے حکومت قائم کی اور پندرہ سال تک حکومت کرنیکے بعد اس جہان سے رخصت ہوا:۔

ولید اور سلیمان کی ولیعہدی

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ مروان نے لوگوں سے اپنے دونوں بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کیلئے بیعت لی تھی۔ طے یہ ہوا تھا کہ اول عبدالملک خلیفہ ہو اور اسکے انتقال کے بعد عبدالعزیز خلیفہ ہو۔ عبدالملک نے عبدالعزیز اپنے بھائی کو مصر کی گورنری دے رکھی تھی اور وہ مصر میں ہی اقامت پذیر تھا۔ حجاج بن یوسف ثقفی نے عبدالملک کو لکھا کہ اگر آپ عبدالعزیز کو معزول کر کے اپنے بیٹے ولید کیلئے بیعت ولیعہدی لیں تو میں اہل عراق کو اس پر آمادہ کر دوں گا۔

عبدالملک کو ابتک یہ خیال بھی آیا تھا۔ مگر جس طرح امیر معاویہؓ کے دلمیں ابو موسیٰ اشعری نے یزید کی ولیعہدی کا خیال پیدا کیا تھا اسی طرح حجاج نے عبدالملک کے دلمیں اسکے بیٹے

ولید کی ولیعہدی کا خیال پیدا کر دیا۔ چنانچہ اس نے اپنے بھائی عبدالعزیز کو لکھا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آئندہ حکومت تمہارے بھتیجے ولید کے سپرد کی جائے۔ عبدالعزیز نے جواب میں لکھا کہ میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ تمہارے بھتیجے یعنی میرے بیٹے ابوبکر کے سپرد کی جائے۔ عبدالملک نے ناخوش ہو کر عبدالعزیز سے مصر کا خراج طلب کیا۔ عبدالعزیز نے لکھا۔ اے امیرالمومنین میں اور تم دونوں سن رسیدہ ہو گئے ہیں معلوم نہیں کہ پہلے کس کی موت آئے ہم دو تو بھائی ہیں ہمیں آپس میں بگاڑ پیدا نہیں کرنا چاہئے۔ اس مضمون کو پڑھ کر عبدالملک کا دل بھر آیا۔ اس نے پھر عبدالعزیز سے کوئی تعرض نہ کیا۔ [illegible] اتفاق سے ماہ جمادی الاول ۸۵ھ میں عبدالعزیز نے وفات پائی۔ [illegible] اپنے بیٹے عبداللہ بن عبدالملک کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔ اور شروع ماہ [illegible] ۸۵ھ میں عبدالملک نے اپنے تمام عاملوں کو لکھا کہ ولید اور سلیمان کی ولیعہدی [illegible] یکم شوال ۸۵ھ مقرر کی گئی۔ [illegible] بیعت لی۔ مدینے کے عامل ہشام بن اسمٰعیل مخزومی تھا۔ اس نے جب اہل مدینہ سے بیعت لی تو سعید بن مسیب نے انکار کیا۔ ہشام نے سعید کو گرفتار کر کے ان کے کوڑے لگوائے اور تشہیر کرا کر قید کر دیا۔ جب عبدالملک کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ ہشام سے سخت ناخوش ہوا اور اس نے لکھا کہ:-

سعید بن مسیب کے ساتھ سختی کرنے میں تم نے بڑی غلطی کی ہے ابن مسیب میں نہ عداوت ہے نہ مخالفت نہ منافقت۔ ایسے شخص کو تکلیف دینا بڑی حماقت ہے تم اسے رہا کر کے اس سے معذرت چاہو۔ چنانچہ ہشام نے سعید کو رہا کر کے معذرت چاہی۔

عبدالملک بن مروان کی وفات

عبدالملک ماہ رمضان میں پیدا ہوا تھا۔ رمضان ہی میں اس کا دودھ چھڑایا گیا تھا۔ رمضان ہی میں لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اسے یہ خیال ذہن نشین ہو گیا تھا کہ رمضان ہی میں اس کی وفات ہو گی۔ اتفاق سے وہ رمضان ۸۶ھ میں بیمار ہو گیا اس کا وہم اس قدر ترقی کر گیا تھا

کہ اسے پورا یقین ہی رمضان میں اپنے مرنیکا تھا۔ لیکن جب رمضان کا مہینہ گذر گیا تو اُسے قدرے اطمینان اور طمانیت حاصل ہوئی۔ لیکن ماہ شوال میں اس کا مرض درترقی کر گیا۔ جب اسے اپنی زیست کی اُمید نہ رہی تو اس نے اپنے بیٹوں کو بلا کر وصیت کی کہ:۔

میں تمہیں اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ خوف خدا ہی بہترین لباس اور بہترین بچائے پناہ ہے۔ تمہارے بڑوں کو چھوٹوں پر شفقت کرنی چاہیئے۔ اور چھوٹوں کو بڑوں کا احترام کرنا چاہیئے۔ مسلمانوں کی رائے اور مشورہ کی ہمیشہ قدر کرنا۔ کیونکہ یہ ہی وہ اشخاص ہیں جن سے تم نوازتے اور وہی جبارے ہیں جن سے تم جیاتے ہو۔ حجاج کی ہمیشہ عزت کرنا۔ اسی نے تمہارے دشمنوں کو مقہور و مغلوب کیا ہے۔ لڑائی میں آزاد رہنا۔ کیونکہ لڑائی موت کو قریب نہیں لاتی۔ نیکی کے مینار بنانا۔ اسلیئے کہ نیکی کا اجر و خزانہ اور ذکر باقی رہ جاتا ہے عقلمندوں پر احسانات کرنا۔ کیونکہ وہ اسکے مستحق ہیں مجرموں سے جرم نہ کرنے کا عہد وپیمان لیکر انہیں معاف کر دینا۔ اگر وہ اپنے عہد پر قائم رہیں تو ان سے تعرض نہ کرنا۔ اگر پھر جرم کریں تو ضرور انتقام لینا:۔

اس وصیت کے بعد عبدالملک نے ۱۵ شوال ۸۶ھ میں وفات پائی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد اُس نے تیرہ ۱۳ برس تین ۳ مہینے اور تیئیس ۲۳ دن خلافت کی۔ عبدالملک کی کئی بیویاں تھیں ان میں سے ایک یزید بن معاویہ کی بیٹی تھی۔ ایک حضرت علی المرتضےٰ کی بیٹی تھی اور ایک عبداللہ بن جعفر کی بیٹی تھی۔ عبدالملک کے پندرہ سولہ بیٹے اور کئی بیٹیاں تھیں۔ اسکے بیٹے ولید اور سلیمان ولادہ بنت عباس کے بطن سے تھے:۔

عبدالملک کی خلافت پر ایک نظر

حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے سے دور فتن شروع ہو گیا تھا حضرت علیؓ کے زمانہ میں اسے اور ترقی ہوئی۔ معاویہ کا عہد بھی پُر آشوب رہا یزید کا زمانہ بھی ناقص رہا مروان کا دور حکومت

بھی ناکام ثابت ہوا کیونکہ ان میں سے کوئی بھی ممالک اسلامیہ کے تمام فتنوں کا استیصال نہ کرسکا۔ لیکن عبدالملک بن مروان نے ایک ایک کرکے تمام فتنوں کو مٹا دیا۔ اگرچہ اس نے کسی قدر سخت گیری سے کام لیا۔ لیکن اگر وہ سخت گیری نہ کرتا تو مفسد و متفنی بدامنی اور شورش کی آگ کو ہوا دے دیکر اور بھڑکاتے رہتے۔ اس نے تمام افتراق کو دور کرکے عالمگیر اسلامی حکومت قائم کی اور اسے ایسا مضبوط و مستحکم بنا دیا کہ اسکے جلد متزلزل ہونے کا خطرہ نہ رہا بنو امیہ کی حکومت کی بنیادیں کھوکھلی ہوچکی تھیں لیکن عبدالملک نے انکی جڑیں پھر جمادیں مورخ اعتراض کرتے ہیں کہ عبدالملک کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ اس نے حجاج جیسے خونخوار ظالم انسان کو اسکے استحقاق سے زیادہ اختیارات دیکر اسے سخت گیری کیلئے چھوڑ دیا۔ لیکن ان بزرگوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ لوگوں میں تمرد و سرکشی کا ایسا مادہ پیدا ہوگیا تھا کہ وہ شورش و بغاوت پر ہر وقت اور ہر جگہ آمادہ رہتے تھے۔ انہوں نے عالم اسلام کو تہ و بالا کر رکھا تھا۔ اگر حجاج انکے ساتھ سختیاں نہ کرتا تو وہ کبھی سیدھے نہ ہوتے اور ہر فرمانروا کا عہد ایسا ہی ناکام رہتا۔ جیسا کہ حضرت عثمانؓ کے عہد سے لیکر مروان تک کا زمانہ گذرا۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ مفسدوں کو تلوار کی نوک سے سیدھا کیا جاتا۔ حجاج نے ایسا ہی کیا اور یہ اس نے اسلامی حکومت اور مسلمانوں کی فلاح کیلئے کیا۔ اسمیں اس کا ذاتی مفاد نہ کچھ تھا۔ حجاج صرف ظالم و ستمگر ہی نہ تھا بلکہ جیسے لوگوں سے اس کا سابقہ پڑتا تھا وہ انکے ساتھ ویسا ہی سلوک بھی کرتا تھا۔ جو لوگ اسکے مطیع ہو جاتے تھے وہ ان پر مہربانیاں بھی کرتا تھا اور جو لوگ فتنہ پردازی پر اڑے رہتے تھے وہ انکے پیچھے اس وقت تک لگا رہتا تھا۔ جبتک ان کا استیصال نہ کر ڈالتا تھا۔ اس نے اول اول اہل عراق پر زیادہ سخت گیری نہ کی۔ لیکن جب انکی فتنہ پردازی حد سے بڑھ گئی تب اس نے ان پر پورا تشدد کیا۔ عبدالملک کی خوش قسمتی تھی اسے حجاج بن یوسف ثقفی و مہلب بن ابی صفرہ جیسے دلاور اور ہوشیار سپہ سالار ملے جنہوں نے اسکی حکومت کی بنیادیں مضبوط سے مضبوط تر کردیں غرضیکہ عبدالملک کے زمانہ

ہیں تمام اندرونی فرخشے اور سارے فتنے ایک ایک کر کے سب مٹ گئے اور اس نے اپنی تیرہ ۱۳ سالہ دور خلافت میں ایسے کارہائے نمایاں کئے جن سے اس کا شمار نامور اور کامیاب خلفاء میں ہوتا ہے ایک طرف وہ باعظمت و باجبروت خلیفہ تھا۔ دوسری طرف علم و فضل کے اعتبار سے بھی بلند رتبہ رکھتا تھا اسکے ساتھ ہی شجاعت و سپہ گری میں بھی کمال حاصل تھا۔ اسکے عہد ہی سے عالم اسلام میں امن و سکون کا دور دورہ شروع ہوا۔

دوسرا باب (۲)

بنو امیہ کا شاندار دور

ولید بن عبدالملک

ابوالعباس ولید بن عبدالملک بن مروان ۵۰ھ میں پیدا ہوا۔ عبدالملک کے انتقال کے وقت اسکی عمر چھتیس سال کی تھی ۸۶ھ میں وہ تخت نشین ہوا۔ چونکہ اسکی پرورش ناز و نعم میں ہوئی تھی اسلئے علم و فضل سے بے بہرہ رہا۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی جامع مسجد دمشق میں یہ خطبہ دیا: "اے لوگو! جسے اللہ تعالےٰ نے مقدم کر دیا۔ اُسے کوئی مؤخر نہیں کر سکتا اور جسے اس نے مؤخر کر دیا اسے کوئی مقدم نہیں کر سکتا موت اللہ تعالےٰ کے علم قدیم میں تھی جسکو اس نے انبیاء اور صالحین کیلئے بھی لازمی کر دیا ہے۔ عبدالملک ابرار کے مرتبہ پر پہنچ گیا ہے اور اب ایسا شخص تمہارا والی ہوا ہے جو مجرموں پر سختی اور اہل حق اور علم و فضل پر نرمی کریگا جس نے یہ عہد و ارادہ کر لیا ہے کہ حدود شرعیہ کو قائم رکھے گا حج اور دشمنان اسلام پر جہاد کرنے میں کبھی سستی نہ کریگا لوگو! تم پر خلیفۂ وقت کی اطاعت اور مسلمانوں میں اتفاق رکھنا فرض ہے جو جماعت سے علیحدہ ہو جاتا ہے اس کا دوست شیطان بنجاتا ہے یاد رکھو جو تم سے خود رائی اور سرکشی کریگا ہم اس کا سر توڑ دینگے اور جو خاموش رہیگا وہ اپنے مرض میں خود ہی ہلاک ہو جائے گا۔"

اس خطبہ سے ہی لوگوں نے اندازہ کر لیا کہ ولید بن عبدالملک کس دل و دماغ کا خلیفہ ہے چنانچہ لوگوں نے بہ طیب خاطر اسکے ہاتھ پر بیعت کر لی ولید نے اپنے گورنروں کو لکھا کہ!

مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک طرف قیصر روم اور دوسری اطراف ترک مغل ہندی اور چینی بلاد اسلامیہ پر تاخت کرتے رہتے ہیں اب وقت آگیا ہے ان سرکشوں کو سیدھا کر دیا جائے۔ جس عامل کے مقبوضات پر کوئی شخص حملہ کرے فوراً اس پر چڑھائی کر دیجائے اور جبتک اس کا نام کس بل نہ نکال دیا جائے اور وہ عاجزی کر کے صلح کی درخواست پیش نہ کرے ہرگز صلح نہ کیجائے۔

اس حکم کے پہنچتے ہی ہر گورنر جہاد کی تیاری کرنے لگا اور سب نے اپنی سرحدوں کو مضبوط و مستحکم کر لیا۔ اب ہم اس خلیفہ کے اس دور کے حالات قلم بند کرتے ہیں جسکے عہد میں اسقدر فتوحات حاصل ہوئی ہیں کہ اگر ہم مختصراً بھی کچھ لکھیں تو جتنی ضخیم جلد اسوقت قارئین کے ہاتھ میں ہے اتنے حجم والی جلد میں صرف ولید بن عبدالملک کے حالات لکھے جا سکتے ہیں لیکن ہم مختصر لکھنے پر مجبور ہیں اسلیئے انتہائی اختصار سے کچھ حالات قلم بند کیئے جاتے ہیں:۔

قتیبہ بن مسلم باہلی

سنہ ۸۶ھ میں حجاج نے مفضل بن مہلب کو معزول کر کے قتیبہ بن مسلم باہلی[1] کو امیر خراسان مقرر کیا تھا۔ قتیبہ نہایت پُر جوش۔ بڑا جنگجو اور بہت ہی نڈر انسان تھا۔ وہ کسی وقت بھی مطلق نہ گھبراتا تھا۔ ہر مہم کو نہایت استقلال سے اور بڑے عزم صمیم سے کامیاب بناتا تھا جب قتیبہ بن مسلم نے گورنری کا چارج لیا تو اسے معلوم ہوا کہ مغل اور ترک آئے دن سلطنت اسلامیہ پر چھاپے مارتے رہتے ہیں اس نے مرو میں اعلان کر دیا کہ ترکوں اور مغلوں کی گوشمالی کیلیئے تیاری کرو۔ لوگ بڑی خوشی سے تیاریاں کرنے لگے۔ جب کچھ جمعیت فراہم ہو گئی تو

[1] شیخ عطار نے لکھا ہے کہ قتیبہ امرائے سلطنت امیہ کا شیر نر تھا۔ اس نے بلخ و بخارا سے لیکر ترکستان مغولستان اور چین تک کھنڈ ڈالا:۔ (از ابن خلدون جلد سوم صفحہ ۵۹)

قتیبہ نے مرو میں ایاس بن عبداللہ بن عمرو کو صیغۂ جنگ وصیغہ پولیس کا افسر اعلیٰ مقرر کیا اور عثمان بن سعدی کو محکمۂ مال کی افسری دی۔ اور خود فوج لیکر طالقان کیطرف روانہ ہوا طالقان میں پہنچا تو دہقانان بلخ ملنے کو آئے اظہار طاعت کیا اور اسکی خوشنودی مزاج حاصل کرنیکے لئے اسکے ساتھ ہو لیئے۔ جب اس نے نہر کو عبور کیا تو بادشاہ صغانیان (ترکوں کا بادشاہ صغد) تحائف وہدایا لیکر حاضر خدمت ہوا۔ اظہار فرمانبرداری کر کے باجگذاری قبول کی۔ اس بادشاہ پر آخرون۔ اور شومان یعنی بلاد طغارستان کے لوگ چھاپے مارتے رہتے تھے جس سے وہ بڑی مشکلات میں پھنسا ہوا تھا۔ اس بادشاہ نے اپنے ان دشمنوں پر قتیبہ کو حملہ کرنیکی ترغیب دی۔ چنانچہ قتیبہ نے اس طرف چڑھائی کر دی۔

چونکہ اقبال یاور تھا اسلئے آخرون اور شومان کے حکمرانوں نے بھی حاضر ہو کر نہایت عاجزی اور انکسار کا اظہار کیا۔ اور ادائے خراج پر مصالحت کر لی۔ چونکہ یزدجرد کی شاہ چین نے مدد کی تھی۔ اسلئے مسلمانوں کو اسکی وہ حرکت یاد تھی۔ اب اسکی گوشمالی کا وقت آ گیا تھا چنانچہ قتیبہ نے اپنے بھائی صالح کو چین کی مہم پر نامزد کر کے روانہ کیا اور خود مرو میں واپس آ گیا۔

چین میں فتوحات

صالح اپنی جمعیت کیساتھ چین کے دار السلطنت فرغانہ کیطرف بڑھا۔ جونہی چینیوں نے مسلمانوں کی آمد کا حال سُنا۔ وہ مقابلہ کیلئے تیار ہو گئے۔ سب سے پہلے مقام کاشان میں مقابلہ ہوا چینیوں کی عظیم جمعیت مسلمانوں کے سامنے آ گئی صالح نے مسلمانوں کو لیکر اس زور سے حملہ کیا کہ چینیوں کے قدم اکھڑ گئے۔ ہزاروں میدان کارزار میں کام آئے ہزاروں گرفتار ہوئے۔ بہت تھوڑے سے بھاگ کر جانیں بچا لیگئے صالح نے کاشان پر قبضہ کر لیا۔ چینی اسپا ہو کر رشت میں پہنچے۔ پیچھے ہی صالح بھی جا پہنچا۔ چینیوں نے پھر دل کھول کر مقابلہ کیا۔ مگر مسلمانوں کے سامنے ان کی کثرت یا طاقت کی ایک پیش نہ گئی۔ ہزاروں لاشیں میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگے۔ رشت پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ رشت مضافات فرغانہ

میں واقع تھا)۔ اب صالح اخشیکت کی طرف بڑھا جو فرغانہ کا نہایت مشہور اور قدیمی شہر تھا عظیم الشان چینی لشکر اس شہر کو مسلمانوں سے بچانے کے لئے جمع ہو گیا۔ صالح نے جب اس ٹڈی دل لشکر کو دیکھا تو قدرے متردد ہوا۔ لیکن اس نے خدا کا نام لیکر جنگ شروع کر دی۔ کئی معرکے ہوئے لڑائی صبح سے شام تک جاری رہتی دن چھپنے پر دونوں لشکر واپس ہو جاتے آخر ایک دن صالح نے اپنے ہمراہیوں میں خطبۂ جہاد دیا۔ لوگوں میں سرفروشی کا جذبہ پیدا ہو گیا صالح ان پرجوش مجاہدوں کو لیکر چینیوں پر جا ٹوٹا چینیوں نے ہرچند مسلمانوں کو روکا لیکن مسلمان نہ رکے بلکہ ان کی صفیں الٹتے چینی بہادروں کو تہ تیغ کرتے بڑھتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ چینی بدحواس ہو کر بھاگ نکلے۔ انکی بے شمار لاشیں میدان جنگ میں پڑی رہ گئیں مسلمانوں نے اخشیکت پر قبضہ کر لیا۔ ان معرکوں میں صالح کے ساتھ نصر بن سیار بھی تھا۔ جو نہایت ہی بےجگری سے لڑتا تھا۔ غرضیکہ ان پیہم فتوحات سے چینیوں پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی

بلخ کی فتح

۸۶ھ میں قتیبہ نے بخارا پر لشکر کشی کی۔ بخارا میں ایرانی تھے۔ آتش پرستی ان کا مسلک تھا۔ ان میں زیادہ تعداد فارس سے بھاگے ہوئے ایرانیوں کی تھی جنھیں سخت غم و غصہ تھا۔ کہ مسلمانوں نے انکی حکومت کا تختہ الٹ دیا تھا۔ انکے بادشاہ کا چراغ گل کر دیا اور خود ان کو جلاوطن کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ جذبۂ انتقام کے زیر اثر اسلامی ممالک پر حملہ کرتے رہتے تھے قتیبہ نے انکی گوشمالی کیلئے ان پر یورش کی تھی مجوسی بڑے جوش و خروش سے مقابلہ میں آئے نہایت سرفروشی سے لڑے لیکن جب مسلمانوں نے جوابی پرزور حملہ کیا اور انکی تلواروں نے کاٹنا شروع کیا تو مجوسی گھبرا کر بھاگے اور بلخ کے قلعہ میں جا کر پناہ گزین ہوئے قتیبہ نے بلخ کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ نہایت مضبوط تھا۔ محصورین کو اسکی مضبوطی پر بڑا بھروسہ تھا لیکن قتیبہ نے منجنیقوں سے اس کثرت سے سنگباری کرائی کہ فصیل میں دراڑیں کھل گئیں مسلمانوں نے ایکدم حملہ کر دیا۔ مجوسیوں نے تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کی لیکن

مسلمانوں کے قدم نہر کے دراڑ دمیں داخل ہو کر قلعہ میں گھس گئے۔ اور اس جوش سے لڑے کہ تمام اہل سیف مجوسیوں کو قتل کر ڈالا۔ قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔ عورتوں اور مردوں کو کنیزیں اور غلام بنا لیا۔ ان عورتوں میں بلخ کے مشہور آتش کدہ نو بہار کے برمغ[1] کی بیوی بھی تھی اسکے حسن سے متاثر ہو کر قتیبہ کے بھائی عبداللہ بن مسلم نے اسے قتیبہ سے مانگ لیا تھا۔ جب اہل بلخ سے مصالحت ہو گئی تو قتیبہ نے تمام کنیزوں اور غلاموں کو چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن مسلم کو برمغ کی بیوی کو بھی چھوڑنا پڑا۔ لیکن اسے حمل رہ گیا تھا۔ عبداللہ نے اسے چھوڑتے وقت یہ شرط کر لی کہ اس سے جو اولاد ہو گی وہ عبداللہ کے سپرد کر دیجائیگی۔ چنانچہ اسکے لڑکا ہوا۔ جو عبداللہ کے حوالہ کر دیا گیا۔ عبداللہ نے اس کا نام خالد رکھا۔ اسی خالد کا بیٹا یحییٰ اور یحییٰ کا بیٹا جعفر تھا جو خلیفہ ہارون رشید کا وزیر اعظم تھا۔ ان کا نام اپنے اپنے مقامات پر آئیگا :-

مسلم قیدیوں کی رہائی

اس مہم سے فارغ ہونے پر قتیبہ کو معلوم ہوا کہ نیزک طرخان والئی باذغیس کے پاس کچھ مسلمان قیدی ہیں۔ قتیبہ نے نیزک طرخان کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ کچھ مسلمان تمہاری قید میں ہیں اگر تم انہیں ساتھ لیکر فوراً میرے پاس نہ آئے تو میں تمہاری قلمرو کو تاراج کر ڈالونگا نیزک طرخان نے اس خط کو دیکھتے ہی مسلمان قیدی رہا کر کے قتیبہ کے پاس بھیجدیئے۔ قتیبہ نے پھر لکھا کہ تم کو امان دیجاتی ہے۔ تم خود میرے پاس حاضر آؤ۔ نیزک طرخان نے آنے سے انکار کیا۔ قتیبہ نے

[1] برمک لفظ فارسی برمغ کا معرب ہے۔ اصل لفظ برمغ تھا مغ کے معنی آتش پرست اور بر کے معنے پھل کے ہیں لیکن اصطلاحاً اولاد کے معنے ہیں۔ اہل فارس آتشکدہ کے متولی یا مذہبی پیشوا کو مغ کہتے ہیں اور مغ کے مقرر ادنکو موبد۔ برمغ کے معنی مغ کے چیلے یا مغ کے لڑکے کے ہیں جب کسی کو مغ مقرر کیا جاتا تھا تو اسے اپنی بیوی اور اولاد سے کوئی تعلق نہ رہتا تھا سبکو چھوڑ دینا پڑتا تھا۔ مغ بننے سے پہلے جو اولاد ہوتی تھی اسے برمغ یعنی مغ کے چیلے یا لڑکے کہا جاتا تھا برمغ کو عربوں نے اپنی زبان کے سانچہ میں ڈھالکر برمک کر لیا۔ برمغوں کی بڑی عزت و تکریم کیجاتی تھی انکی بڑی بڑی جاگیریں تھیں آتشکدوں پر جو چڑھاوا چڑھتا تھا وہ سب انہیں ہی ملتا تھا۔ (صادق صدیقی) :-

جھلا کر لکھا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم میرے پاس نہ آؤ گے تو میں تم پر جہاد کروں گا اور جہاں پاؤں گا تمہیں ہلاک کر ڈالوں گا۔ خواہ میں اس میں کامیاب ہوں یا اسی جستجو میں مر جاؤں گا یہ خط پڑھکر نیزک طرخان کانپ اٹھا اور قتیبہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ قتیبہ نے کہا میری حکم عدولی موت کو دعوت دیتا ہے۔ تم آ گئے میں نے تمہیں امان دی۔ مگر اقرار کرو کہ پھر مسلمانوں کو قید کر کے نہ لیجاؤ گے۔ نیزک طرخان نے اقرار کیا قتیبہ نے اس سے مصالحت کر لی

بیکند اد کی فتح

۸۶ھ میں قتیبہ نے بیکنداد (بیکند) پر جو نواح بخارا میں ہے نہر کے راستے سے حملہ کیا۔ اہل بیکنداد نے اہل صغد اور گرد و نواح کے دوسرے ترک حکمرانوں سے مدد طلب کی سب نے انہیں مدد دی۔ چنانچہ وہ عظیم الشان جمعیت لیکر آئے اور چاروں طرف سے راستوں کی ناکہ بندی کر کے قتیبہ کو گھیر لیا۔ مگر اس جوانمرد کی تیوری پر بل نہ آیا۔ حالانکہ دو مہینے تک وہ عالم اسلام سے خط و کتابت بھی نہ کر سکا۔ بالآخر قتیبہ نے جان دینے یا جان لینے کی ٹھان لی۔ اس نے نہایت سخت حملہ کیا۔ ترکوں نے مدافعت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا لیکن وہ شیران اسلام کو نہ روک سکے۔ قتیبہ اور اسکے ہمراہی قتل و خونریزی کرتے۔ ترکوں کو دباتے ہٹاتے۔ مارتے کاٹتے اور قید کرتے شہر پناہ تک پہنچ گئے۔ اہل بیکنداد نے مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی۔ ادائی خراج پر صلح ہوئی۔ قتیبہ نے اپنی طرف سے شہر پر ایک عامل مقرر کر دیا۔ لیکن ابھی وہ وہاں سے چل کر بمشکل پانچ فرسخ چلا تھا کہ خبر پہنچی کہ اہل بیکنداد نے بدعہدی کر کے اسکے عامل کو معہ اسکے ہمراہیوں کے قتل کر ڈالا اس خبر کے سننے سے قتیبہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی وہ بگولہ کیطرح لوٹا اور طوفان کیطرح بیکنداد پر جا ٹوٹا۔ مسلمانوں نے اس جوش سے حملہ کیا کہ قلعہ کی بنیادیں تک ہل گئیں۔ مسلمان قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔ انھوں نے چن چن کر جنگ آوروں کو قتل کر ڈالا۔ عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا۔ آلات حرب ظروف نقرئی و طلائی بے شمار ہاتھ آئے۔ اسقدر مال غنیمت ملا۔

کہ ابتک کہیں سے ہاتھ نہ آیا تھا قتیبہ نے شہر پناہ کو منہدم کرکے زمین کے ہموار کر دیا۔ ۸۸ھ میں نومشکت (نومشکت) اور رامسہ (رامیثنہ) پر فوج کشی کی ان دونوں شہر کے حکمرانوں نے ادائے جزیہ پر صلح کرلی:

چینیوں اور ترکوں کی متفقہ یلغار

جب نومشکت اور رامسہ سے قتیبہ واپس آرہا تھا تو ترک اہل صغد اور اہل فرغانہ نے دو لاکھ (۲۰۰۰۰۰) کا جرار لشکر جمع کرکے بادشاہ چین کے ہمشیر زادہ دلعابور کی سرکردگی میں قتیبہ اور اسکے ہمراہیوں کو مٹا ڈالنے کیلئے یورش کی اتفاق سے اس عظیم الشان لشکر سے قتیبہ کے مقدمۃ الجیش کا مقابلہ ہوگیا اس دستہ اول پر عبدالرحمن بن مسلم افسر تھا۔ اس نے دہر تو فوراً اپنے لشکر کو مرتب کیا ادھر قتیبہ کے پاس خبر بھیجدی۔ عبدالرحمٰن بن مسلم نے بڑی جوانمردی سے ترکوں اور چینیوں کے لشکروں کا مقابلہ کیا۔ ابھی جنگ جاری ہی تھی کہ قتیبہ آندھی کیطرح آپہنچا اور آتے ہی اس شدت سے حملہ آور ہوا کہ دم کے دم میں لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا مسلمانوں نے پرجوش حملے کرکے غنیم کی صفوں کو الٹ دیا۔ ترکوں پر چینی اور چینیوں پر ترک گرتے پڑتے بھاگ کھڑے ہوئے قتیبہ اپنے ظفر پیکر لشکر لیکر نہر کو ترمذ کے قریب عبور کرکے مرو میں آگیا۔ ۸۹ھ میں قتیبہ نے وردان خزاہ شاہ بخارا پر دھاوا کیا۔ اس نے نہر کو مقام زم پر عبور کیا۔ مقام مغازہ میں اہل کش صغد اور نسف جمع ہو رہے تھے۔ قتیبہ نے وہیں پہنچکر ان پر حملہ کیا۔ چند ہی گھنٹوں کی جنگ کے بعد دشمن فرار ہوگیا۔ قتیبہ پھر مرو ہی سے واپس آگیا۔ سنہ ۹۰ھ میں قتیبہ نے بخارا پر پھر فوج کشی کی۔ کیونکہ گذشتہ سال کی مہم ناتمام ہی رہ گئی تھی۔ اس مرتبہ قتیبہ نے اپنے ساتھ نیزک طرخاں والئی باذغیس کو ہمراہ لے لیا۔ وردان اخذان بادشاہ بخارا نے گرد و نواح کے سلاطین سے مدد طلب کی اہل صغد و ترک پھر اسکی مدد کو آگئے۔ ان متفقہ فوجوں نے عساکر اسلامیہ کے مقدمۃ الجیش پر حملہ کیا۔ مسلمانوں کے اس دستہ فوج کو شکست ہوئی لیکن فوراً ہی سنبھلکر پھر حملہ آور ہوا ساتھ ہی اسلامی لشکر کے میمنہ و میسرہ نے بھی ترکوں پر حملہ کر دیا۔ ترک پسپا ہو کر اپنے مورچہ کیطرف لوٹے۔ قبیلہ بنو تمیم کے لوگ ترکوں سے لڑتے بھڑتے انکے پیچھے

لگے چلے گئے اور اس سرفروشی سے لڑے کہ ترکوں کو انکے مورچوں سے نکال دیا۔ ترک نہر پار پہنچ گئے بنو تمیم بھی فضائے مبرم کیطرح انھیں مارتے کاٹتے نہر عبور کر گئے۔ جب دوسرے مسلمانوں نے یہ کیفیت دیکھی تو وہ بھی دوڑ پڑے اور نہر پار پہنچکر ترکوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ بیشمار ترک مارے گئے۔ ہزاروں زخمی ہو گئے۔ خاقان اور اس کا لڑکا بھی زخمی ہو کر بھاگے ترکوں کو سخت فاش ہوئی۔ اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی۔ قتیبہ نے فتح کی بشارت حجاج کو لکھ بھیجی اور مرو میں واپس چلا گیا:۔

نیزک طرخان کی بغاوت

نیزک طرخان کی قتیبہ بڑی عزت و تکریم کرتا تھا لیکن مسلمانوں کی مسلسل فتوحات سے نیزک طرخان کو کچھ اپنے لئے اندیشہ پیدا ہو گیا۔ اس نے طخارستان میں پہنچکر علم بغاوت بلند کر دیا۔ طخارستان کا بادشاہ جبغویہ مسلمانوں کا وفادار تھا۔ مگر بے چارہ بوڑھا تھا۔ نیزک طرخان نے اسے دھوکہ سے گرفتار کر کے قتیبہ کے سفیر کو وہاں سے نکال دیا۔ اور اصبہند بادشاہ بلخ۔ باذان شاہ مرو رود اور شاہان طالقان و فاریاب اور جوزجان کو اپنی مدد کیلئے طلب کیا۔ ان سب نے متفقہ سازش کر کے قتیبہ کے عاملوں اور سفیروں کو اپنے اپنے شہروں سے باہر نکال دیا اور ان سب نے مل کر شاہ کابل کو بھی اپنی مدد پر آمادہ کر لیا۔ قتیبہ کو یہ خبریں اس وقت پہنچیں جب موسم سرما شروع ہو چکی تھی اور اسلامی فوجیں رخصت پر گئی ہوئی تھیں لیکن قتیبہ کو چین نہ آیا۔ اس نے فوراً ہی اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن مسلم کو بارہ۱۲ ہزار فوج دیکر روانہ کیا اور حکم دیا کہ موسم سرما ختم ہونے تک مقام بروقان میں قیام کرو اور کسی پر یہ بات ظاہر نہ کرو کہ کس ملک پر لشکر کشی ہو گی۔ جب موسم بہار شروع ہوا تو قتیبہ نے نیشاپور وغیرہ سے اسلامی فوجیں روانہ کیں مقام طالقان پر پہنچکر عبدالرحمٰن بن مسلم نے باغیوں کی متفقہ فوج پر حملہ کیا اور عظیم خونریزی کے بعد طالقان پر تسلط کر کے باغیوں بلوائیوں اور رہزنوں کو گرفتار و قتل کیا۔ جو لوگ زیادہ سرکش تھے انہیں سولی دیدی اور اپنے بھائی محمد بن مسلم کو طالقان کا والی مقرر کر کے فاریاب کیطرف بڑھا۔ شاہ فاریاب نے حاضر ہو کر معذرت کی اور ادائے خراج پر صلح کر لی۔ عبدالرحمٰن جوزجان کیطرف بڑھا۔ جوزجان

کا بادشاہ پہاڑوں میں بھاگ گیا اور اہل شہر نے ادائی جزیہ پر صلح کر لی اب عبدالرحمٰن نے نیزک طرخان
کا تعاقب شروع کیا۔ وہ پہاڑوں سے اتر کر بغلان میں پہنچ گیا عبدالرحمٰن بھی آ پہنچا۔ اسکے پاس قتیبہ کا
حکم پہنچا کہ میرے آنیکا انتظار کرو۔ قتیبہ مرو سے چلکر پہلے بلخ پہنچا۔ بلخ کا بادشاہ اصبہند
باغی ہو ہی گیا تھا۔ اس نے قتیبہ کے پاس حاضر ہو کر نہایت عاجزی سے معذرت کی مطیع و فرمانبردار
رہنے کا اقرار کیا۔ قتیبہ نے اس سے صلح کر لی اور وہاں سے چلکر عبدالرحمٰن سے جا ملا اور ایک گھاٹی
میں ٹھہر کر رہبر کی تلاش کرنے لگا۔ پہاڑ کے دامن میں ایک قلعہ تھا لیکن پہاڑوں سے ایسا
محصور تھا کہ وہاں پہنچنے کا راستہ نہ ملتا تھا۔ آخر ایک عجمی شخص نے راستہ بتایا۔ اسلامی لشکر
سرنگ کھود کر قلعہ میں گھس گیا اور اہل قلعہ کو قتل کر کے قلعہ پر تسلط کر لیا۔ نیزک وہاں سے چین
میں بھاگا اور فرغانہ کو طے کر کے مقام کرز میں پہنچکر قلعہ بند ہو گیا۔ قتیبہ اس کا تعاقب
کئے چلا گیا۔ کرز کا راستہ بیحد دشوار گذار تھا۔ مگر مسلمانوں نے اسے طے کر کے کرز کا محاصرہ
جا کیا۔ طویل محاصرہ کے بعد قلعہ فتح کر کے نیزک طرخان اور اسکے سات سو ہمراہیوں کو قتل کیا
گیا۔ نیزک کا سر قتیبہ نے حجاج کے پاس اور حجاج نے ولید کے پاس بھیجدیا۔ طخارستان کے
بادشاہ جیغوشہ کو جسے نیزک طرخان نے اسیر کر لیا تھا قتیبہ نے اسے رہا کر کے اسکی حکومت اسکے
سپرد کر دی :۔

شومان کی فتح

شومان کا بادشاہ صلح کرنیکے بعد باغی ہو گیا تھا۔ قتیبہ نے اس پر لشکر کشی کی وہ قلعہ بند ہو گیا
قتیبہ نے منجنیقیں نصب کرا کر سنگباری شروع کرا دی۔ شاہ شومان نے جب دیکھا کہ قلعہ فتح ہونے والا
ہے تو اس نے سونا چاندی اور جواہرات ایک عمیق کنوئیں میں ڈلوا دیئے اور اپنے سپاہیوں کو لیکر قلعہ سے
نکلکر مسلمانوں کے مقابلہ میں آیا۔ مسلمانوں نے دم کے دم میں اسے اور اسکے ہمراہیوں کو قتل کر ڈالا۔ قلعہ
میں پہنچکر عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا۔ قتیبہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو شاہ صغد سے خراج
لینے کو بھیجا۔ بادشاہ نے اپنی رعیت کی مرضی کیخلاف خراج ادا کر دیا۔ جب عبدالرحمٰن وہاں سے
واپس آ گیا۔ تو اہل صغد نے اپنے بادشاہ طرخون کو معزول کر کے قید کر دیا اور اسکے بجائے

غورک کو تخت نشین کیا۔ قتیبہ کش اور نسف پر حملہ آور ہوا وہاں کے حکمرانوں نے اطاعت اختیار کر لی اور عبدالرحمن اور قتیبہ فتح و ظفر کے پرچم اڑاتے مرو میں واپس آگئے!

اتبیل کی اطاعت

قتیبہ ۹۲ھ میں سجستان سے ہوتا ہوا اتبیل پر حملہ آور ہوا۔ اتبیل سیستان کے کچھ حصہ حکمران تھا۔ اس نے معافی مانگ کر خراج ادا کر کے صلح کر لی قتیبہ فتحیاب ہو کر مرو میں آگیا:۔

شاہ خوارزم کی اطاعت

۹۳ھ میں شاہ خوارزم نے قتیبہ کو لکھا کہ میرا بھائی خرزاد میری حکومت پر مستولی ہو کر رعایا کو تنگ کر رہا ہے اس سے ملک چھین کر اپنے قبضے میں کر لو۔ قتیبہ نے فوراً لشکر مرتب کر کے خوارزم پر یورش کر دی۔ اسلامی لشکر کو دیکھ کر اہل خوارزم کے حواس جاتے رہے انہوں نے اطاعت اختیار کر لی قتیبہ نے خرزاد اور اسکے مصاحبوں کو گرفتار کر کے شاہ خوارزم کے حوالے کیا شاہ خوارزم نے ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ قتیبہ کا شکریہ ادا کیا اور بڑی بھاری رقم قتیبہ کو اسکے صلہ میں دی ایک لاکھ تو غلام ہی دیئے اسکے علاوہ اپنے بھائی خرزاد اور اسکے مصاحبوں کی تمام دولت بھی دیدی۔

خام جرد کا قتل

قتیبہ نے خوارزم سے اپنے بھائی عبدالرحمن کو خام جرد کی طرف روانہ کیا۔ خام جرد بھی شاہ خوارزم سے دلی عناد رکھتا تھا اس نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ عبدالرحمن نے خام جرد کو مار ڈالا۔ اس کا لشکر بھاگ گیا عبدالرحمن نے اسکے ملک پر قبضہ کر لیا۔

صغد کی فتح

جبکہ قتیبہ اسطرف فتوحات کر رہا تھا۔ اس وقت اہل صغد نے بغاوت کر دی قتیبہ فوراً اس طرف چلا اور سمرقند کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر نے گھبرا کر شاہان شاش اخشاد فرغانہ اور خاقان چین سے مدد طلب کی ان لوگوں نے نامی افسروں اور شہزادوں کی معیت میں لشکر روانہ کیا اس لشکر کا سپہ سالار خاقان چین کے بیٹے کو بنایا اس لشکر نے اسلامی لشکر پر شبخون مارنیکا ارادہ کیا قتیبہ کو کسی طرح اس لشکر کی آمد کی اطلاع ہو گئی اس نے اپنے بھائی صالح بن مسلم کو چھ سو سواروں کے ساتھ اس عظیم الشان لشکر کے روکنے

کیلئے بھیجا صالح کچھ دور جا کر گھاٹ میں چھپ گیا اور رات کے وقت جب خاقان چین کا بیٹا اپنا لشکر مسلمانوں پر شب خون مارنے کیلئے آیا تو صالح نے اچانک کمینگاہ سے نکل کر اس پر حملہ کر دیا۔ نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ خاقان چین کا بیٹا مارا گیا۔ اسکے ہمراہیوں میں سے بہت کم باقی بچکر بھاگ سکے صالح مال غنیمت لیکر واپس آ گئے۔ اب قتیبہ نے قلعہ شکن منجنیقیں قلعہ کے محاذ پر نصب کرا کر سنگباری شروع کرا دی۔ وزنی پتھروں نے فصیل توڑ دی مسلمان قلعہ میں داخل ہونے کیلئے دوڑے۔ قلعہ والوں نے تیروں کا مینہہ برسا دیا۔ مگر مسلمانوں نے پرواہ نہ کی اور قلعہ میں گھس ہی دم لیا۔ مجبور ہو کر اہل قلعہ نے صلح کی درخواست پیش کی تیس ہزار غلام اور بائیس۲۲ لاکھ مثقال پر مصالحت ہو گئی۔ بہت سی عورتیں بھی اس جنگ میں قید ہوئی تھیں ان میں ایک عورت جو نہایت حسین تھی۔ شاہ ایران یزدجرد کی نسل سے تھی۔ قتیبہ نے غلاموں قیدیوں اور مال غنیمت کیساتھ اس عورت کو بھی حجاج کیخدمت میں بھیجدیا۔ حجاج نے اس عورت کو خلیفہ ولید کیخدمت میں روانہ کیا۔ ولید نے اس سے عقد کر لیا۔ اسی کے بطن سے یزید پیدا ہوا۔ جو خلیفہ ہوا۔ اس کا بیان انشا اللہ آئندہ قلم بند ہو گا۔ ترک حکمران بار بار بغاوت کرتے رہتے تھے اور قتیبہ بار بار ان کی سرکوبی کر کے انہیں سیدھا کر دیتا تھا چنانچہ خوارزم۔ بخارا۔ کش اور نسف نے پھر بغاوت کی اور قتیبہ نے پھر انکی گوشمالی کر کے انہیں حلقہ بگوش اسلام کر لیا

ان ترکوں کو بار بار تمرد و سرکشی اور بغاوت و شورش کی اسلئے جرأت ہوتی تھی کہ شاہ چین انکی مدد کرتا رہتا تھا قتیبہ نے سمجھ لیا کہ جبتک شاہ چین کو پورے طور پر مطیع و زیر نہ کیا جائیگا۔ اسوقت تک ترکستان کی بغاوت کا انسداد نہ ہو سکیگا۔ چنانچہ اس نے ایک لشکر تیار کیا اور ۹۶ھ میں مرو سے روانہ ہو کر ترکستان کو فتح کرتا ہوا کاشغر پہنچا اور کاشغر کو بزور شمشیر فتح کر کے مرو سے کاشغر تک اسلامی سلطنت کو وسیع کر دیا۔ یہاں سے اس نے شمرج کنانی کے ہمراہ چند شخصوں کی ایک سفارت خاقان چین کے پاس بھیجی شمرج اور اسکے ہمراہی سروں پر عمامے باندھے زرہ بکتر پہنے اور چار آئینہ لگائے کمر میں تلواریں حمائل کئے۔ کمانیں اور ترکش پشت پر لٹکائے۔ نیزے ہاتھوں

میں لیے عربی گھوڑوں پر سوار تھے پہنچے خاقان چین اور اسکے درباری مسلمانوں کو اس لباس میں دیکھکر مرعوب ہو گئے۔ مگر پھر بھی شاہ چین نے کہا مسلمانو! تم واپس چلے جاؤ۔ ورنہ میں اسقدر لشکر بھیجونگا جو تمام شام و عرب پر چھا جائیگا اور تمام مسلمانوں کو روند ڈالیگا شمرح کنانی نے کہا اے بادشاہ اپنے لوگوں کی کثرت پر نہ جا ہم نے ایران و روم کی سلطنتوں کو الٹ دیا ہے تم نے بلا وجہ ہم سے دشمنی خریدی ہے۔ اب ہم تمہارے ملک پر حملے کے قصد سے آئے ہیں یا تو ہم سب مارے جائینگے یا تیری حکومت کا بھی تختہ الٹ دینگے شاہ چین نے صلح ہی میں عافیت سمجھی اس نے قیمتی تحائف اور ہدایا قتیبہ کیلئے روانہ کئے۔ نہایت عاجزی سے صلح کی درخواست کی قتیبہ نے خراج کی ادائیگی اور ترکوں کی مدد نہ کرنیکا اقرار لیکر خاقان چین سے صلح کر لی مسلمانوں کی ایک جماعت خاقان چین کے دارالسلطنت میں چھوڑ دی کچھ تو ان لوگوں کی اولاد ہوئی۔ کچھ اہل چین اسلام سے واقف ہوکر مسلمان ہوتے چلے گئے۔ غرضیکہ چین میں اسلام اسطرح پہنچا اور آج بھی چین میں مسلمان اور ممالک سے کم نہیں ہیں بلکہ ہندوستان سے زیادہ ہیں خاقان چین کی عقلمندی سے ملک چین اسلامی حکومت میں شامل ہونے سے رہگیا۔ پھر بھی چین کو اسلامی سیادت قبول کرنی پڑی۔ کیونکہ خراج کی ادائیگی پر مصالحت ہوئی:۔

محمد بن قاسم

تاریخوں کا بغور مطالعہ کرنیسے یہ بات صاف طور پر نمایاں ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں نے کسی ملک پر بھی از خود حملہ کرنیکی سعی نہیں کی بلکہ ہر ملک نے خود ہی چھیڑ چھاڑ کی اور آخر مسلمانوں سے ٹکرا کر تباہ ہو گیا جن حکمرانوں نے قوت و سلطنت کے بل بوتہ پر مسلمانوں پر یورش کی مسلمانوں نے انکی سلطنتوں کے تختے الٹ دیئے سب سے پہلے ایرانیوں اور رومیوں نے مسلمانوں کو مٹانیکی سعی کی مسلمانوں نے انکی سلطنتوں کو مٹا دیا پھر ترکستان ابھرا مسلمانوں نے اسے بھی ختم کر دیا۔ چین نے پاؤں نکالے تھے کہ مسلمان وہاں بھی جا دھمکے۔ ہندو سندھ کے لوگ بھی مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور چیرہ دستیاں کرنے لگے مگر مسلمان کچھ دنوں تو خانہ جنگی میں مبتلا رہنے کیوجہ سے اور کچھ عرصہ دیگر ممالک کو تسخیر کرنیکے باعث ہند و سندھ کیطرف کوئی توجہ نہ کر سکے

جس سے ہندیوں کی سرکشیاں بڑھتی رہیں۔ آخر سندھیوں نے وہ مذموم حرکت کی جس کی وجہ سے مسلمانوں کو ہند کیطرف بھی متوجہ ہونا پڑا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مسلمان سوداگر بسلسلہ تجارت مع اپنے اہل عیال کے جزیرہ سراندیپ میں گئے تھے وہ وہاں فوت ہوگئے۔ سراندیپ کا راجہ نیک نہاد تھا اس نے انکے یتیم بچوں اور بیوہ عورتوں کو کشتیوں میں سوار کرا کر حجاج کے پاس روانہ کیا جب یہ کشتیاں خلیج فارس کیطرف بڑھیں تو طوفان نے انہیں سندھ کی بندرگاہ دیبل میں لا ڈالا۔ اسوقت سندھ کا راجہ داہر تھا جس نے اپنی حقیقی بہن سے شادی کی تھی اس نے ان عورتوں اور بچوں کو اسیر کرکے قید کردیا جب حجاج کو اسکی اطلاع ہوئی تو اس نے ولید کو لکھا۔ خلیفہ ولید نے لشکر کشی کا حکم بھیجدیا۔ چنانچہ حجاج نے اپنے چچازاد بھائی محمد بن قاسم بن محمد بن حکم بن ابی عقیل کو چھ ہزار فوج دیکر روانہ کیا۔ محمد بن قاسم حجاج کا صرف چچازاد بھائی ہی نہ تھا۔ بلکہ اس کا داماد بھی تھا اور اسوقت اسکی عمر سترہ سال کی تھی۔ محمد قاسم نے اول صوبہ مکران پر حملہ کیا۔ یہ صوبہ سندھیوں کے قبضہ میں تھا اور اسے فتح کرکے دیبل آیا اسے تسخیر کرکے نیرون اور برہمن آباد کیطرف بڑھا۔ اور انھیں پامال کرتے ہوئے سندھ کے بڑے بڑے شہروں کو فتح کرکے راجہ داہر کو مار کر تمام سندھ پر قابض و متصرف ہوگیا۔ چونکہ تاریخ ہند کے متعلق ہم علیحدہ ایک جلد لکھنے کا ارادہ کر رہے ہیں اسلئے اسمیں محمد بن قاسم کی فتوحات اور ہندیوں کی ہولناک جنگ کے واقعات مفصل لکھینگے یہاں ہم نے برسبیل تذکرہ یہ لکھدیا ہے کہ خلیفہ وقت کے زمانہ میں سندھ بھی مسلمانوں نے فتح کرلیا تھا بلکہ ملتان اور کشمیر تک پہنچ گئے تھے:-

اندلس کی فتح

عہد خلیفہ ولید بن عبدالملک میں حجاج مشرقی ممالک کا سب سے بڑا وائسرائے تھا اسے گورنروں کے معزز و معزول کردینے تک کے اختیارات تھے۔ مگر جس طرح وہ ممالک شرقی کا سب سے اعلیٰ حکمران تھا۔ اسی طرح موسیٰ بن نصیر مغربی ممالک کا وائسرائے تھا۔ اس کا قیام قیروان میں تھا۔ اور براعظم افریقہ اسکے تحت میں تھا۔ اسکے پاس اندلس سے ایک سفارت اندلس کے بادشاہ

رازرق (راڈرک) کی شکایت لیکر آیا اور اسے اندلس پر لشکر کشی کی ترغیب دی اس نے خلیفہ ولید سے اندلس پر چڑھائی کی اجازت طلب کی خلیفہ نے اجازت دیدی ۹۱؁ھ و ۹۲؁ھ میں موسیٰ نے اپنے آزاد کردہ غلام طارق بن زیاد کو سات ہزار فوج دیکر اندلس کی مہم پر روانہ کیا۔ چونکہ راستہ میں سمندر پڑتا تھا۔ اسلئے لشکر چھوٹے جہازوں یا بڑی بڑی کشتیوں میں روانہ ہوا اور جبل الطارق کو عبور کر کے ساحل اندلس پر آ اترا۔ طارق ایسا جوشیلا بہادر اور مستقل مزاج اور اپنی دھن کا پکا جوانمرد تھا کہ اس نے ساحل پر اترتے ہی کشتیوں میں آگ لگا دی اور مسلمانوں سے کہا۔ تمہارے سامنے اندلس کی سرزمین ہے جہاں تک چاہو فتح کرتے بڑھتے چلے جاؤ پشت پر سمندر ہے شکست کی صورت میں سمندر میں ڈوب مرنا ہوگا میں نے وہ ذریعہ ختم کر دیا ہے جس سے تم واپس جانیکا خیال بھی کر سکو۔ رازرق کو جب مسلمانوں کے آنیکی اطلاع ہوئی تو وہ ایک لاکھ کے عظیم الشان لشکر سے مقابلہ پر آیا۔ شدونہ کے علاقہ میں مسلمانوں سے مڈبھیڑ ہوئی عظیم خونریزی کے بعد اہل اندلس کو شکست ہوئی۔ ان کا بادشاہ رازرق مارا گیا۔ طارق فتح کے پرچم اڑاتا ہوا اندلس میں گھستا چلا گیا۔ چونکہ ہم اندلس کے واقعات بھی الگ علیحدہ جلد میں قلمبند کر رہے ہیں اسلئے نہایت ہی اختصار کیساتھ اس معرکہ کا تذکرہ کر دیا ہے ان متذکرہ ممالک کے علاوہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں حسب ذیل شہر اور قلعے اور فتح ہوئے۔ قلعہ بولق قلعہ اخرم قلعہ بولس قلعہ قمیقم (یہ قلعہ جات حدود روم میں واقع تھے) قلعہ سوریہ۔ قلعہ اردولیہ۔ عموریہ۔ ہرقلہ۔ قمولیہ اردن۔ باب۔ سبیطلہ۔ خنجرہ۔ ماشہ۔ حصن الحدید۔ غزالہ۔ ملطیہ۔ طوس۔ کرخ۔ ان کے علاوہ اور بہت سے مقامات فتح ہوئے اگر تمام مقامات کا جغرافیہ ہی لکھا جائے تو کئی صفحات چاہئیں اور اگر جنگ کے حالات لکھے جائیں تو ایک جلد میں سما سکتے ہیں ہم نے اب تک خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانے کے جنگی واقعات ہی قلمبند کئے ہیں اور وہ بھی اس نوعیت سے کہ ایک شخص کی فتوحات کو ایک ہی جگہ لکھکر ختم کر دیا ہے اسی سنہ میں جو دوسروں نے فتوحات کی ہیں نہیں الگ لکھا ہے اس سے ایک ملک کی فتوحات کا سلسلہ نہیں ٹوٹتا اور پڑھنے والوں کے دماغوں پر سمجھنے کیلئے زور نہیں پڑیگا اب

فتوحات کے علاوہ دیگر حالات قلم بند کیے جاتے ہیں:۔

عمر بن عبدالعزیزؒ

مدینہ منورہ میں ہشام بن اسمٰعیل مخزومی تھا اور جس سے اکثر لوگ ناخوش تھے چنانچہ ولید نے اپنے چچازاد بھائی عمر بن عبدالعزیزؒ کو آٹھویں ربیع الاول ۸۷ھ میں ہشام کو معزول کرکے مدینہ کا گورنر مقرر کیا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نہایت متقی نہایت نیک نہایت پاک باطن اور متشرع آدمی تھے انہوں نے مدینہ میں پہنچکر مروان کے مکان میں قیام کیا۔ ایک مجلس مشورہ (جمہوری پارلیمنٹ) قائم کی اور اسمیں دس فقیہوں کو مقرر کیا۔ آپ بغیر انکے مشورے کے کوئی کام نہ کرتے تھے۔ چونکہ اس سے حاجتمندوں اور فریادیوں کی رسائی گورنر تک ہونے لگی اور لوگوں کو ان کا حق ملنے لگا اسلئے عام طور پر اہل مدینہ عمر بن عبدالعزیزؒ سے بہت خوش تھے اور انکے حسن انتظام کیلئے ان کا شکریہ ادا کیا۔

مسجد نبوی کی توسیع

۸۸ھ میں ولید بن عبدالملک نے عمر بن عبدالعزیزؒ کو مسجد نبوی کی توسیع کا حکم دیا اور لکھا کہ امہات المومنین کے حجرے اور نیز ان مکانات کو، جو مسجد کے متصل واقع ہیں خرید کر مسجد میں شامل کر کے توسیع کردو۔ جو شخص اپنا مکان دینے سے انکار کرے ازروئے انصاف اسکی قیمت دیکر مکان منہدم کرادو۔ جب عمر بن عبدالعزیزؒ نے اہل مدینہ کو ولید کے اس حکم سے آگاہ کیا تو لوگوں نے مناسب قیمتیں اپنے مکانوں کی لیکر بڑی خوشی سے دیدیئے۔ مسجد کی تعمیر شروع ہوئی قیصر روم نے ایک لاکھ مثقال سونا، چالیس اونٹ رنگین اور بیش قیمت پتھر کے ٹکڑوں کے اور کچھ کاریگر بھیجے مگر ولید نے ملک شام کے مشہور مشہور صناع بھی مقرر کیئے غرضیکہ مسجد نہایت شان و شوکت سے تیار ہوگئی۔

حجاج کی وفات

حجاج کے حالات اسقدر لکھے جاچکے ہیں کہ اس سے یقین ہے ہر شخص واقف ہوگیا ہوگا۔ یہ ذکر آچکا ہے کہ حجاج نے ولید کے خلیفہ ہوتے ہی یزید بن مہلب کو خراسان کی گورنری سے اور حبیب بن مہلب کو کرمان کی گورنری سے معزول کرکے قید کردیا تھا۔ یزید بن مہلب کسی طرح

قید سے نکلکر معہ اپنے بھائی پہنچے سلیمان بن عبدالملک کے پاس فلسطین میں پہنچگیا اور سلیمان کی سفارش سے ولید نے یزید کا قصور معاف کردیا۔ حجاج کی سخت گیری سے تنگ آکر بہت سے لوگ مدینہ میں پہنچگئے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز نے ولید کو حجاج کی شکایت لکھی حجاج نے عمر بن عبدالعزیز کی یہ شکایت لکھی کہ وہ دشمنوں اور مخالفوں کو مدینہ میں پناہ دے رہے ہیں چنانچہ حجاج کی شکایت پر ولید نے عبدالعزیز کو ماہ شعبان ۹۳ھ میں مدینہ کی گورنری سے معزول کردیا اور انکی جگہ عثمان بن حیان کو گورنر مقرر کیا عثمان نے مدینہ میں جاتے ہی کل اہل عراق کو وہاں سے نکالدیا سعید بن جبیر ایک نیک نہاد اور متقی بزرگ تھے۔ لیکن وہ عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کے ہم آہنگ ہوگئے تھے اور جب عبدالرحمن مارا گیا تو وہ مدینہ میں آگئے تھے۔ حجاج انکی فکر میں تھا عثمان نے انہیں گرفتار کرکے حجاج کے پاس بھیجدیا۔ حجاج نے خود انہیں اپنے ہاتھ سے قتل کیا لیکن جس دن اس نے انہیں قتل کیا۔ اس روز دن بھر دیوانوں کی طرح بکتا جھکتا رہا۔ لوگوں کو احتمال ہوگیا تھا کہیں پاگل نہ ہوجائے۔ اس واقعہ کے بعد جب حجاج سوتا تھا تو سعید بن جبیر کو خواب میں دیکھتا تھا کہ وہ اس کا دامن پکڑ کر کہتے ہیں کہ یاعدو اللہ فیما قتلتنی یعنے اے دشمن خدا تو نے مجھے کس جرم میں قتل کیا؟ حجاج خوفزدہ ہوکر فوراً جاگ اٹھتا اور پھر نہ سوتا۔ غرضیکہ تھوڑے ہی عرصے میں اسکی موت کا بھی پیغام آگیا۔ ماہ شوال ۹۵ھ میں وہ فوت ہوگیا اس نے مرتے وقت اپنے بیٹے عبداللہ بن حجاج کو اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ عراق کی گورنری کے بیسویں برس اس کا انتقال ہوا:۔

ولید بن عبدالملک کی وفات

عبدالملک نے ولید اور اسکے بھائی سلیمان کی خلافت کیلئے عوام سے اس طرح بیعت لی تھی کہ پہلے ولید خلیفہ ہو اور اسکے بعد سلیمان ولید نے اپنے بھائی سلیمان کے بجائے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو خلیفہ بنانا چاہا چنانچہ اس نے اپنے عمال سے اسکے متعلق مشورہ لیا۔ حجاج اور قتیبہ نے اسکی تائید کی لیکن اور عمالوں نے تائید نہ کی اور اسلئے وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوسکا ممکن تھا کہ وہ مزید سعی کرکے لوگوں کو اپنا ہمخیال بنالیتا کہ نصف جمادی الثانی ۹۶ھ میں مقام دمشق میں

اس نے وفات پائی۔

مدت خلافت

اسکی عمر پینتالیس ۴۵ سال اور چند ماہ کی ہوئی۔ نو۹ سال اور آٹھ مہینے خلافت کی۔ انیس ۱۹ بیٹے چھوڑے۔ عمر بن عبدالعزیز نے نماز جنازہ پڑھائی۔

ولید کا عہد خلافت

عہد فاروقی کی طرح ولید بن عبدالملک کا زمانہ بھی موجب خیر و برکت رہا۔ ایک طرف فتوحات کا سلسلہ بڑھتا چلا جا رہا تھا اور دوسری طرف آرام و خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ مسلمانوں کی پیہم فتوحات نے دور فاروقی کو یاد دلا دیا تھا۔ ولید نے رفاہ عام کے بہت سے کام کیے سڑکیں بنوائیں۔ کنوئیں کھدوائے۔ سرائیں تعمیر کرائیں سڑکوں کی حفاظت کا انتظام کیا شفاخانے کھلوائے محتاج خانے قائم کیے۔ مدینہ میں پانی کی قلت تھی۔ مدینہ تک ایک نہر کھدوا کر پانی کی افراط کر دی۔ فقیروں اور فقیہوں کے اسقدر روزینے مقرر کر دیئے جس سے وہ فارغ البالی سے گذر کرنے لگے۔ غرضیکہ ولید کی خلافت کا زمانہ نہایت ہی مبارک رہا! ولید میں ایک خصوصیت یہ بھی کہ وہ ہمیشہ تین روز میں قرآن شریف کی تلاوت ختم کیا کرتا تھا اور رمضان المبارک میں دو۲ روز میں ختم کرتا تھا۔

سلیمان بن عبدالملک

سلیمان ۵۴ھ میں پیدا ہوا تھا وہ اپنے بھائی ولید سے چار۴ سال چھوٹا تھا جس وقت ولید کا انتقال ہوا تو وہ ایلہ میں تھا جس روز ولید نے وفات پائی۔ لوگوں نے اسی روز سلیمان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تخت خلافت پر بیٹھتے ہی اس نے حجاج کے مقرر کردہ قریب قریب تمام عاملوں کو برطرف کر کے نئے عامل مقرر کئے رمضان ۹۶ھ میں مدینے کے عامل عثمان بن حیان کو معزول کر کے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو مامور کیا۔ سلیمان بن عبدالملک کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اسکو یعنی سلیمان کو ولیعہدی سے معزول کرانے کا مشورہ حجاج اور قتیبہ نے دیا تھا اسلئے وہ ان دونوں سے سخت ناخوش تھا۔ حجاج تو مر چکا تھا مگر قتیبہ زندہ تھا۔

قتیبہ [illegible] کا قتل

قتیبہ بھی اس بات کو جانتا تھا کہ سلیمان [illegible] ہے اب جبکہ سلیمان تخت نشین ہوا تو اس نے یہ کوشش کی کہ اہل خراسان اور [illegible] اور پھر سلیمان کی اطاعت سے انکار کر دیں لیکن جو فوج اسکے تحت میں تھی اس میں اہل [illegible] بنو تمیم [illegible] تھے اور بنو تمیم [illegible] وکیع سلیمان کا طرفدار تھا اس نے سلیمان کی بیعت کیلئے جدوجہد کرنی شروع کی قتیبہ نے پہلے درپردہ اور پھر اعلانیہ مخالفت کی لوگ اسکے مخالف [illegible] یہ مخالفت یہاں تک بڑھی کہ فوجی لوگوں نے اس پر یورش کر کے اس کا [illegible] اور اسکے گیارہ عزیزوں کو جنمیں اسکے بھائی اور بیٹے شامل تھے قتل کر ڈالا۔ وکیع نے قتیبہ کا سر اور اسکی انگشتری سلیمان کے پاس بھیجدی۔ اسمیں شبہ نہیں کہ قتیبہ نہایت نامور جنگجو اور اولوالعزم سپہ سالار تھا۔ اس نے سلطنت اسلامیہ کے لئے بڑے بڑے مصائب برداشت کئے کئی مرتبہ جہاد کیا اور فتحیاب ہوا مرو سے بلخ اور بلخ سے کاشغر تک فتح کر لیا لیکن اس نے بڑی نادانی کی کہ سلیمان کی مخالفت شروع کر دی اور اسی مخالفت ہی کی پاداش میں وہ قتل کر دیا گیا:

محمد بن قاسم کی وفات

محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا تھا اور سندھ سے آگے بڑھ کر کشمیر تک قابض ہو گیا تھا۔ وہ نہایت نیک اور رحمدل سپہ سالار تھا۔ اس سے اس کا ہر ایک سپاہی خوش تھا۔ سلیمان کو اس سے یہ کد تھی کہ وہ حجاج کا قریبی رشتہ دار تھا یعنی داماد تھا چنانچہ سلیمان نے محمد بن قاسم کو جو سندھ کا گورنر تھا معزول کر کے یزید بن ابی کبشہ کو سندھ کی سند گورنری دیکر سندھ کیطرف بھیجا اور حکم دیا کہ محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے بھیجدو۔ جب محمد بن قاسم کی فوج کو خلیفہ کے اس حکم کی اطلاع ہوئی تو ہر سپاہی اور ہر افسر نے محمد بن قاسم سے کہا تم خلیفہ کے اس حکم کی ہرگز تعمیل نہ کرو ہم سب تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں سندھ شام سے اسقدر دور و دراز فاصلہ پر ہے کہ سلیمان تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ مگر محمد بن قاسم نے کہا کہ میں خلیفہ کی نافرمانی کر کے مسلمانوں کو آپس میں لڑانا نہیں چاہتا اپنی جان بچانے

لئے دوسروں کی جانیں کیوں ضائع کراؤں۔ چنانچہ اس نے اپنے آپکو یزید بن ابی کبشہ کے حوالے کر دیا۔ اس نے اس مرد صالح کو گرفتار کر کے دمشق میں سلیمان کے پاس بھیجدیا۔ سلیمان نے اسے قید کر کے صالح بن عبدالرحمن کو اس کا محافظ بنا دیا۔ عبدالرحمن نے محمد بن قاسم پر اسقدر سختیاں کیں کہ وہ قید خانہ ہی میں فوت ہوگیا۔

موسیٰ بن نصیر کی بےحرمتی

موسیٰ بن نصیر بھی بڑا بہادر اور نہایت مدبر تھا اس نے بہت تھوڑی سی جمعیت سے اندلس کا تخت الٹ کر اندلس کو سلطنت اسلامیہ میں شامل کر لیا تھا۔ جب فتوحات سے فارغ ہو کر دمشق پہنچے تو خلیفہ ولید کا انتقال ہو چکا تھا اور سلیمان اپنی خلافت کیلئے بیعت لے چکا تھا موسیٰ اندلس سے مال غنیمت لایا تھا۔ کسی مفسد انداز نے سلیمان سے یہ شکوہ کیا کہ موسیٰ نے بیش قیمت سامان علیحدہ کر دیا ہے سلیمان نے موسیٰ کو قید کر دیا اور اس پر ایسا بھاری جرمانہ کیا۔ جسے اس نے عربی سرداروں سے بھیک مانگ کر پورا کیا۔ اس کا سہ لیسی سے آپکی عزت و حرمت خاک میں مل گئی:۔

یزید بن مہلب

حجاج نے اپنی وفات کے وقت عراق پر اپنا قائم مقام اپنے بیٹے عبداللہ بن حجاج کو مقرر کیا تھا۔ ولید بن عبدالملک نے اس تقرر کو جائز رکھا تھا۔ لیکن سلیمان بن عبدالملک نے خلیفہ ہوتے ہی عبداللہ بن حجاج کو معزول کر کے یزید بن مہلب کو عراق کا گورنر مقرر کیا۔ یزید نے کوفہ میں پہنچکر گورنری کا چارج لیا کچھ ہی عرصے کے بعد قتیبہ کے خراسان میں مارے جانے کی خبر سنی اُسے خراسان کی گورنری بھی حاصل کرنے کی تمنا ہوئی۔ چنانچہ اس نے عبداللہ بن الاہیم کے ذریعہ سے سلیمان سے سفارش کرائی۔ اور عبدالملک نے خراسان کی گورنری بھی اُسے دیدی یزید بن مہلب نے واسطہ پر جراح بن عبداللہ حکمی کو۔ بصرہ پر عبداللہ بن ہلال کلابی کو۔ کوفہ پر حرملہ بن عمیر لخمی کو اپنا نائب مقرر کر کے خراسان کیطرف کوچ کر دیا اور وہاں پہنچکر ملک کے نظم و نسق میں مشغول ہوا

قہستان کی فتح

یزید بن مہلب جب خراسان میں آیا تو اُسے معلوم ہوا کہ اہل جرجان اسلامی بلاد پر تاخت کیا

تیاری کر رہے ہیں۔ اس نے سلیمان سے جرجان پر لشکر کشی کی اجازت طلب کی در اجازت ملنے پر عراق شام اور خراسان سے ایک لاکھ لشکر مرتب کر کے جرجان پر چڑھائی کر دی۔ جرجان کے راستہ میں قہستان پڑتا تھا اسلئے پہلے اس کا فتح کرنا ضروری ہوا مگر قہستان ایسے درو میں واقع تھا۔ جنہیں عبور کرنا سخت دشوار تھا۔ مگر یزید نے تمام مشکلوں پر عبور کر کے قہستان کا محاصرہ کر لیا ترکوں کی جمعیت کثیر قلعہ کے اندر محصور ہو گئی۔ اور چونکہ قلعہ پہاڑ کی طرح مضبوط تھا اسلئے بڑی بےفکری سے ترکوں نے محاصرین کا مقابلہ شروع کیا ترک روزانہ کسی چٹان یا گھاٹی میں سے نکلکر مسلمانوں پر حملہ کرتے اور دن چھپے تک لڑ کر واپس لوٹ جاتے۔ ایک مدت اسی طرح سے گذر گئی۔ یہاں تک کہ ان معرکوں میں چودہ ہزار ترک مارے گئے۔ آخر قہستان کے دہقان یعنی حکمران نے صلح کا پیغام بھیجا۔ یزید نے اس شرط پر صلح منظور کی کہ قلعہ کے اندر جسقدر اسباب خزانہ اور قیدی ہیں سب اسکے حوالہ کئے جائیں دہقان نے مان لیا۔ چنانچہ صلح ہو گئی۔ یزید نے فتح کی بشارت کیساتھ مال غنیمت اور قیدی سلیمان بن عبدالملک کیخدمت میں بھیجدیئے!

جرجان کی تسخیر

اہل جرجان نے نیشاپور اور خراسان کا راستہ بند کر دیا تھا۔ یزید نے ان پر چڑھائی کر دی جرجان کوئی شہر یا آبادی نہ تھی۔ بلکہ پہاڑ اور درے تھے اور لوگ خانہ بدوشوں کی طرح پہاڑوں اور دروں میں رہتے تھے۔ لیکن یہ درے ایسے تھے کہ تنہا ایک شخص کسی درے کے دروازہ پر کھڑا ہو کر بڑے سے بڑے لشکر کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ اہل جرجان نے جب سنا کہ مسلمانوں نے قہستان فتح کر لیا ہے تو وہ بھی مرعوب ہو گئے اور انہوں نے ادائی جزیہ پر مصالحت کر لی۔ یزید بن مہلب نے قہستان میں عبداللہ بن معمر یشکری کو چار ہزار سواروں کے ساتھ مامور کیا اور خود طبرستان کیطرف روانہ ہوا۔

طبرستان کی فتح

طبرستان کا دارالسلطنت اصبہبند تھا۔ جب والئی طبرستان نے یزید کی آمد کی خبر سنی تو اس نے صلح کی درخواست کی لیکن یزید نے نامنظور کر کے اپنے لشکر کو اصبہبند کے چاروں طرف

پھیلا کر گھیر ڈالنا شروع کیا۔ والئ اصبہند نے گھبرا کر اہل جیلان اور دیلم سے مدد طلب کی چنانچہ دونوں مقامات سے امدادی لشکر آ گئے۔ اب والئ اصبہند نے میدان میں نکل کر مقابلہ کیا۔ لیکن مسلمانوں کے پہلے ہی حملہ میں لاتعداد مقتولین میدان جنگ میں چھوڑ کر پسپا ہو گیا۔ ابھی اصبہند کی قسمت کا فیصلہ نہ ہوا تھا کہ یزید کو یہ اندوہناک خبر پہنچی کہ اہل جرجان نے بدعہدی کر کے عبداللہ بن معمر اور انکے چار ہزار ساتھیوں کو رات کے وقت اچانک حملہ کر کے شہید کر دیا۔ یزید کو بڑا صدمہ ہوا اس نے قسم کھائی کہ اہل جرجان کے خون کے سیلاب پر پن چکی بنا کر آٹا پسوا کر کھاؤنگا اب اس نے اہل اصبہند سے صلح کی گفتگو شروع کی چنانچہ اہل اصبہان نے سات لاکھ درہم اور چار سو غلاموں پر جنکے ہاتھوں میں ایک ایک ڈھال اور طیلسان اور چاندی کا ایک ایک جام ہو اور لباس ریشمی ہو پر مصالحت کر لی :

یزید کی قسم

یزید جرجان کے دروں پر آیا اور سات مہینے تک اہل جرجان کا محاصرہ کئے پڑا رہا۔ لیکن کوئی سبیل ذہن میں ہسکر ترکوں کے لشکر تک پہنچنے کی نظر نہ آئی ایک روز اسکے لشکر کا ایک عجمی سوار شکار کھیلتا پہاڑ پر چڑھ گیا اور اہل جرجان کے لشکر کی پشت پر جا نکلا۔ وہ فوراً واپس لوٹا اور راستہ کی شناخت کیلئے جگہ جگہ درختوں پر کپڑا لپیٹتا گیا۔ اس نے آکر یزید کو اسکی اطلاع کی یزید نے اپنے بیٹے خالد بن یزید اور عجمی مخبر کو جس کا نام صبہم بن زحر تھا تین سو سوار دیکے ساتھ روانہ کر کے سمجھا دیا کہ کل عصر کے وقت ہم دروں میں داخل ہونگے تم بھی اسی وقت دشمنوں کی پشت پر سے حملہ کرنا۔ اگلے روز یزید نے عصر کی نماز پڑھکر دروں پر حملہ کیا۔ ہر چند ترکوں نے مدافعت اور مزاحمت کی مگر مسلمانوں کے قدم نہ رکے دشمنوں کو مارتے اور ہٹاتے بڑھتے چلے گئے۔ عین اسی وقت خالد نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر اہل جرجان کے عقب پر حملہ کر دیا اہل جرجان کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ وہ بدحواس ہو کر بھاگے لیکن مسلمانوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر کر قتل کرنا شروع کر دیا۔ ساری رات خونریزی ہوتی رہی۔ آخر صبح کے

وقت بقیۃ السیف اہل جرجان نے ہتھیار ڈال دیئے۔ یزید نے ان سب کو گرفتار کرکے قتل کرڈالا۔ اس معرکہ میں چالیس ہزار ترک مارے گئے۔ یزید کو اپنی قسم کا خیال آیا۔ اسی وقت بارش ہونے لگی۔ یزید نے پن چکی تیار کرائی۔ پانی خون میں ملکر اسقدر ابلا کہ پن چکی چل پڑی۔ اس میں آٹا پیسا گیا اس آٹے کی روٹیاں تیار ہوئیں۔ یزید نے کھاکر اپنی قسم پوری کی۔ اہل سیف پر فتح پاکر یزید نے بارہ ہزار ترکوں کو جنہوں نے لڑائی میں کوئی حصہ نہ لیا تھا جلاوطن کر دیا اور انکی عورتوں اور لڑکیوں کو قید کر لیا۔

قسطنطنیہ کا محاصرہ

۹۸ھ میں قیصر روم کا انتقال ہو گیا اور ایک شخص الفون نامی قسطنطنیہ کے رومی درباریوں سے ناخوش ہوکر خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی خدمت میں حاضر ہوا اور قسطنطنیہ پر حملہ کی ترغیب دی چونکہ قیصر روم قسطنطنیہ سے برابر فوجیں مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے بھیجتا رہتا تھا اسلئے سلیمان تیار ہو گیا۔ وہ دمشق سے دابق میں آیا اور ایک عظیم الشان لشکر اپنے بھائی مسلمہ کیساتھ قسطنطنیہ کیطرف روانہ کیا۔ چلتے وقت مسلمہ نے اپنے لشکر کے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ہر سپاہی دو دو مدٌ[1] غلہ اپنے ہمراہ لیتا چلے۔ جب یہ لشکر قسطنطنیہ کے سامنے پہنچا اور سپاہیوں نے غلہ جمع کیا تو پہاڑوں کی طرح انبار لگ گئے۔ چونکہ مسلمہ جانتا تھا کہ قسطنطنیہ کا فتح کرنا آسان نہیں ہے اسلئے اس نے جاتے ہی سپاہیوں کے لئے قسطنطنیہ کے سامنے مکانات تعمیر کرادیئے اور میدان میں غلہ کی کاشت شروع کرادی۔ رومی یہ کیفیت دیکھکر بہت گھبرا گئے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ مسلمان برسوں تک محاصرہ کرنیکا انتظام کرکے آئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے فی نفر ایک دینار جزیہ کی ادائگی پر صلح کا پیغام بھیجا لیکن مسلمہ نے اسے منظور نہ کیا۔ مجبوراً رومیوں نے لفون کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر تم مسلمانوں کو کسی تدبیر سے ٹالدو تو قسطنطنیہ کی حکومت تم کو دیدی جائیگی۔ الفون نے اسے منظور کر لیا اور مسلمہ کو مشورہ دیا کہ اہل قسطنطنیہ اسوقت تک قلعہ سے باہر نکلینگے جبتک کہ نہیں

---

[1] مد اس پیمانہ کو کہتے ہیں جسمیں نہ پڑھ کوک سما جائیں ایک مکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع میں سوا سیر غلہ ہوتا ہے اسطرح ہر ایک مد میں اڑھائی سیر ڈیڑھ چھٹانک اور دو مد میں ایک من سولہ سیر غلہ تھا۔ (صادق صدیقی)

یہ یقین نہ ہو جائیگا کہ آپ فیصلہ کن جنگ کرنے پر مستعد ہو گئے ہیں اسلئے ابھی یہ تدبیر ہے کہ جو غلہ آپکے پاس ہے اور جو جنس کھیتوں میں کھڑی ہے اُسے آپ جلا ڈالیں تاکہ اہل قسطنطنیہ کو آپکی حملہ آوری کا یقین ہو جائے۔ پھر وہ یقین ہے جن شرائط پر آپ چاہیں گے صلح کر لینگے۔ سادہ لوح مسلمہ اسکے اس چکمہ میں آ گئے۔ انہوں نے غلہ کے ذخائر اور کھیتوں میں آگ لگا دی۔ الفون اپنے ہمراہیوں کو لیکر رات ہی کو بھاگ گیا۔ اس سے رومیوں کو بڑی مسرت ہوئی اور وہ سختی سے مدافعت پر تیار ہو گئے۔ غلہ ختم ہو جانیکی وجہ سے مسلمانوں کو بڑی تکلیف ہوئی۔ گھوڑوں۔ مرہ چمڑوں درختوں کے پتوں اور جڑوں کو کھانے لگے۔ اگرچہ سلیمان وابق میں موجود تھا۔ اور ہر قسم کی مدد بھیج رہا تھا لیکن موسم سرما کے آجانیکی وجہ سے غلہ نہ پہنچ سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب گھوڑے اور درخت بھی ختم ہو گئے تو لوگ بھوکے مرنے لگے۔ مسلمانوں کی یہ حالت دیکھکر قیصر روم کے گورنر جرجان نامی نے جو شہر صقالیہ کا گورنر تھا۔ ایک فوج عظیم لیکر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ بھوکے مسلمانوں نے بڑے استقلال سے مدافعت کی اور پرجوش حملہ کرکے رومیوں کو شکست دی۔ ساتھ ہی مسلمہ نے بڑھکر صقلیہ پر قبضہ کر لیا۔ اسی عرصے میں خبر پہنچی کہ سلیمان بن عبدالملک کا انتقال ہو گیا:۔

ولیعہدی

شروع ماہ صفر ۹۹ھ میں سلیمان بیمار ہوا۔ وہ مقام وابق سرزمین قنسرین میں موجود تھا۔ اور قسطنطنیہ پر جو مہم گئی ہوئی تھی اسے مدد بھیج رہا تھا۔ جب مرض بڑھنے لگا تب اس نے اپنے بیٹے داؤد کو اپنا ولیعہد بنانے کا قصد کیا۔ رجاء بن حیات اس کا مشیر تھا۔ سلیمان نے اس سے مشورہ لیا۔ رجاء نے کہا داؤد آپکے بھائی مسلمہ کیساتھ قسطنطنیہ کی مہم پر گیا ہوا ہے۔ خدا جانے اسے وہاں کیا صورت پیش آئے اسکے علاوہ وہ آپکی اہلیت نہیں رکھتا۔ سلیمان نے پوچھا۔ پھر کسے اپنا جانشین مقرر کروں۔ رجاء نے کہا۔ عمر بن عبدالعزیز کو سلیمان نے کہا۔ واللہ عمر بن عبدالعزیز ہی مستحق ہے اور اسکی موجودگی میں لوگ کسی اور کی خلافت

منظور بھی نہ کرینگے:۔ چنانچہ سلیمان نے کاغذ قلم دوات منگوا کر یہ مضمون لکھایا:۔

یہ اللہ کے بندہ سلیمان کا فرمان ہے میں نے عمر بن عبدالعزیز کو اپنا جانشین مقرر کیا اور عمر کے بعد یزید بن عبدالملک والی ہوگا اے لوگو! اس حکم کی طاعت کرو اور اللہ سے ڈرو

اس حکم کو سربمہر کر کے رجاء کو حکم دیا کہ لوگوں سے کہو کہ جس شخص کا نام اس فرمان میں ہے اسکے نام پر بیعت کریں۔ جب رجاء نے لوگوں کو جمع کر کے یہ حکم سنایا تو انہوں نے اعتراض کیا کہ نام بتایا جائے۔ رجائے نے سلیمان سے کہا سلیمان نے کہا صاحب شرط (سپرنٹنڈنٹ پولیس) کو بلا کر کہو کہ وہ لوگوں سے میرے حکم کے مواقف بیعت لے جو بیعت نہ کرے اُس کا سر اڑا دے چنانچہ اس حکم کے سنتے ہی سب نے بیعت لی۔ ہشام بن عبدالملک نے رجائے سے پوچھا کہیں امیر المومنین نے مجھے خلافت سے محروم نہ کردیا ہو۔ اگر ایسا ہے تو مجھے بتادو تاکہ میں اپنے لئے کوئی انتظام کروں۔ رجائے نے بتانیسے انکار کردیا۔ پھر عمر بن عبدالعزیز اسکے پاس پہنچے اور کہا۔ مجھے بڑا ہی خوف معلوم ہورہا ہے کہ کہیں امیر المومنین نے میرے نام پر تو بیعت نہیں لی ہے اگر تمہیں معلوم ہے تو مجھے بتادو تاکہ میں انکے سامنے ہی مستعفی ہوجاؤں کیونکہ میں خلافت کا اہل نہیں ہوں۔ یہ بڑی ذمہ داری کا کام ہے اور میں مصیبت میں پھنس جاؤنگا۔ رجاء نے انہیں بھی کچھ نہ بتایا۔

سلیمان بن عبدالملک کی وفات

سلیمان بن عبدالملک سنہ ۹۸ھ میں قسطنطنیہ کی مہم پر جانا چاہتا تھا لیکن اسکے مشیروں نے اسے روکا اور وہ مقام دابق میں پہنچکر اس مہم کو کامیاب بنانے میں مصروف ہوگیا۔ چونکہ وہ جہاد کی نیت سے دمشق سے نکلا تھا اسلئے مجاہدین کے زمرہ میں شامل تھا۔ اور اسی عالم میں بیسویں صفر سنہ ۹۹ھ میں جمعہ کے روز پینتالیس ۴۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ دو برس آٹھ مہینے پانچ دن خلافت کی۔ عمر بن عبدالعزیز نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

سلیمان کے اخلاق و عادات

سلیمان عادل و منصف تھا۔ جہاد کا بڑا حریص تھا اس نے اپنے چچازاد بھائی

عمر بن عبد العزیز رح کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا تھا۔ اور عمر بن عبد العزیز رح بڑے متقی تھے چنانچہ سلیمان پر بھی ان کا اثر پڑا تھا اور سلیمان نے خلفائے بنو امیہ کی اس رسم کو مٹا دیا تھا کہ وہ نماز عموماً دیر کر کے آخر وقت میں پڑھا کرتے تھے اس نے نمازیں اول وقت پڑھنی شروع کیں۔ راگ رنگ کی محفلیں بند کردیں وہ خوبصورت اور وجیہہ شخص تھا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اسے حجاج اور قتیبہ سے عداوت ہو گئی تھی۔ اور اس نے قتیبہ اور حجاج کے عزیزوں کے ساتھ کچھ سختیاں کیں لیکن اور کوئی لغزش اس سے سرزد نہیں ہوئی۔ اسکے عہد میں فتوحات بھی ہوئیں اور غیر شرعی کاموں کا رواج بھی موقوف ہوا لیکن تمام کاموں سے بڑھکر اس کا یہ زبردست کارنامہ ہے کہ اس نے عمر بن عبد العزیز رح جیسے متقی شخص کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ اس ایک نیکی کے مقابلہ میں اسکی تمام غلطیاں نظر انداز کیجا سکتی ہیں:

حضرت عمر بن عبد العزیز رض

اب ہم اس زاہد و متقی، پرہیز گار و پاکباز، رحمدل و منصف مزاج شخص کے حالات قلم بند کرتے ہیں جس نے ایک مرتبہ پھر خلفائے راشدین کے عہد کی یاد تازہ کردی۔ آنحضور صلعم کا زمانہ یاد دلا دیا۔ جس سے شیطان ڈرتے اور مفسد کانپتے تھے۔ جس نے امور شرعیہ کی ترویج کی اور جو فرشتہ خصلت انسان تھا۔ وہ حضرت عمر بن عبد العزیز رح تھے

نام و نسب و دیگر حالات

آپکا نام عمر تھا۔ ابو حفص کنیت تھی آپکا نسب نامہ اسطرح ہے۔ عمر بن عبد العزیز بن مروان بن حکم آپکی والدہ حضرت عمر فاروق کی پوتی یعنی عاصم بن عمر فاروق رض کی بیٹی تھیں آپکے والد عبد العزیز بن عبد الملک بن مروان کے بعد خلیفہ ہونے والے تھے لیکن ان کا انتقال عبد الملک کے سامنے ہو گیا تھا لہذا خلیفہ نہ ہو سکے۔ اکابر قوم اور عمائے ملت آپکا شمار خلفائے راشدین میں کر کے آپکو پانچواں خلیفہ بتاتے ہیں یعنی ابو بکر رض و عمر رض عثمان رض و علی رض کرم اور عمر بن عبد العزیز رح لیکن مؤرخوں نے حضرت حسن رض کو پانچواں خلیفہ قرار دیا ہے اور اسطرح مورخوں کے نزدیک عمر بن عبد العزیز رح خلفائے راشدین میں چھٹے خلیفہ مانے جاتے ہیں بچپن میں گھوڑے نے آپکے لات ماری تھی جس سے

آپ کے چہرہ پر زخم کا نشان تھا۔ فاروق اعظم فرمایا کرتے تھے کہ میری اولاد میں ایک شخص ہوگا جسکے چہرہ پر داغ ہوگا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ کاش میں اپنے اس اغدار بیٹے کا زمانہ پاتا۔ جب گھوڑے نے آپکے لات ماری تو آپکے والد عبدالعزیز آپکے چہرہ سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اگر تو وہی اغدار بیٹا ہے جسکی بشارت فاروق اعظم نے دی ہے تو تو سعادتمند و مسعود ہے۔ بلالؓ بن عبداللہ بن عمرؓ کے چہرے پر بھی نشان تھا انہیں خوش فہمی تھی کہ شاید وہی حضرت عمر فاروق کی بشارت کے مصداق ہونگے لیکن عمر بن عبدالعزیز کے خلیفہ ہوتے ہی سب کو معلوم ہو گیا کہ فاروقؓ اعظم کی پیشنگوئی آپکے متعلق تھی آپ سے پہلے عام طور پر لوگ کہا کرتے تھے کہ جبتک عمر ثانی پیدا نہ ہوگا اسوقت تک دنیا کا خاتمہ نہ ہوگا۔ حقیقت میں آپ عمر ثانی تھے۔ آپنے مدینہ منورہ میں تکمیل درس کی تھی۔ فقہائے مشاہیر میں آپکا شمار ہوتا تھا۔ آپ جید عالم تھے۔ اگر آپ خلیفہ نہ ہوتے تو مجدد بنتے۔ ایک مرتبہ محمد بن علی بن حسینؓ سے کسی نے عمر بن عبدالعزیز کے متعلق سوال کیا۔ آپنے فرمایا کہ زمانہ حاضرہ کے نہایت بہترین انسان اور بنو امیہ کے نجیب ہیں۔ قیامت میں بصورت امت واحد اٹھینگے میمون بن مہران کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ بہت سے مشہور علماء و فضلا شاگردوں کی طرح رہا کرتے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ میں اور کئی دیگر جید علما حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس اسلئے گئے کہ انہیں کچھ سکھادیں مگر انکے پاس جاکر خود ہمیں ہی ان سے بہت کچھ سیکھنا پڑا:۔

آپکا عقد

جب آپکے والد عبدالعزیز کا انتقال ہوا تو آپ انکے ساتھ مدینہ منورہ میں تھے خلیفہ عبدالملک بن مروان یعنی آپکے چچا نے آپکو مدینہ سے اپنے پاس بلا لیا اور اپنی بیٹی فاطمہ کے ساتھ آپکی شادی کردی:۔

امارت و حکومت

خلیفہ عبدالملک کی وفات کے بعد جب ولید خلیفہ ہوا تو اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو مدینہ منورہ کا گورنر مقرر کیا۔ اور آپ سات سال تک یعنی ۸۶ھ سے ۹۳ھ تک مدینہ کے

گورنر رہے آپ نے دس فقہا کی ایک مجلس شوریٰ بنائی تھی اور انہیں کے مشورہ سے تمام کام انجام دیتے تھے۔ ولید نے حجاج کی شکایت پر آپکو معزول کر کے اپنے پاس بلا لیا تھا۔ جب خلیفہ ولید نے اپنے بھائی سلیمان کو ولیعہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے کو ولیعہد مقرر کرنا چاہا تو آپ نے پر زور مخالفت کی تھی جسکی پاداش میں ولید نے آپکو قید کر دیا تھا تین سال تک آپ قید رہے تھے پھر کسی کی سفارش سے رہا کر دیئے گئے تھے۔ اسی لئے سلیمان بن عبد الملک آپکا شکر گذار تھا اور اس نے خلیفہ ہو کر آپکو اپنا وزیر اعظم بنا لیا تھا:۔

بیعت خلافت

جب سلیمان بن عبد الملک نے وفات پائی تو رجاء بن حیات نے عام مجمع میں سلیمان کا فرمان یا وصیت پڑھکر سنائی۔ جسمیں سلیمان نے اول عمرؓ بن عبد العزیز کو اور اُنکے بعد یزید بن عبد الملک کو خلیفہ نامزد کیا تھا۔ چونکہ ہشام بن عبد الملک سلیمان کا حقیقی بھائی تھا۔ اور اُسے توقع تھی کہ سلیمان اُسے خلیفہ نامزد کریگا لیکن جب اسکی امید کے خلاف ظہور میں آیا تو اس نے کہا ہم ہرگز عمرؓ بن عبد العزیز کے ہاتھ پر بیعت نہ کرینگے۔ رجاء نے فوراً اُسے ڈانٹ دیا اور کہا اگر تمنے ذرا بھی سرتابی کی تو تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ جب رجاء نے سلیمان کا وصیت نامہ سنایا تو عمرؓ بن عبد العزیز اپنا نام خلافت کیلئے سنکر نہایت غمگین ہوئے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے لگے۔ ادھر ہشام اپنا نام نہ ہونیکی وجہ سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ رہا تھا۔ عمرؓ بن عبد العزیز پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ آپ بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ رجاء نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور منبر پر لیجا کر بٹھایا۔ سب سے پہلے ہشام بن عبد الملک نے بیعت کی اسکے بعد سب لوگوں نے برضا و رغبت بیعت کر لی۔ بیعت لینے کے بعد حضرت عمرؓ بن عبد العزیز نے سلیمان بن عبد الملک کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور جب اسکے دفن سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے ایک جلوس ترتیب دیا اور شاہی گھوڑے لا کر پیش کئے تاکہ خلیفہ ان میں سے کسی پر سوار ہو کر چلیں حضرت عمرؓ بن عبد العزیز نے فرمایا مجھے تشہیر کرو میں اپنے خچر پر سوار ہو کر

بغیر خیل وحشم کے چلا جاؤں گا۔ چنانچہ آپنے ایسا ہی کیا۔ جب آپسے کہا کہ آپ قصر شاہی میں تشریف لیچلیں تو آپنے فرمایا۔ وہاں میرے بھتیجے ایوب بن سلیمان کے اہل عیال ہیں میرے جانے سے انہیں تکلیف ہوگی۔ جب تک وہ وہاں رہیں گے میں خیمہ میں رہوں گا۔ آپ جب سلیمان کے کفن دفن سے فارغ ہوکر اپنے خچر پر سوار آرہے تھے تو نہایت غمگین اور افسردہ خاطر تھے آپکے غلام نے کہا کہ آپ اسقدر ملول و حزین کیوں ہیں۔؟ آپنے فرمایا آج دنیا میں مجھ سے زیادہ غمگین کون ہے۔ مجھ پر خلافت کا بوجھ ڈالدیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ قبل اسکے کہ میرا نامۂ اعمال لکھا جائے میں حق والے کو اس کا حق پہنچا دوں:۔

آپنے خلافت کیلئے بیعت لیتے ہی جو خطبہ دیا وہ یہ تھا۔ (حمد وثنا کے بعد) لوگو! قرآن شریف کے بعد کوئی ایسی کتاب نہیں اور آنحضور صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو ہدایت کرسکے۔ میں کسی چیز کو شروع کرنیوالا نہیں بلکہ پورا کرنیوالا ہوں میں کسی حال میں تم سے بہتر نہیں البتہ میری ذمہ داریاں میری جوابدہی اور میرا بوجھ تم لوگوں سے زیادہ ہے۔ جو شخص ظالم بادشاہ سے بھاگ جائے وہ ظالم نہیں ہوسکتا۔ یادرکھو خدا کے احکام کیخلاف اگر تمہیں کوئی حکم دیا جائے تو تم پر اسکی اطاعت فرض نہیں"۔:۔

درویشانہ روش

جب آپ بیعت خلافت لیکر اپنے گھر میں آئے تو بے اختیار آپکے آنسو جاری ہوگئے یہانتک کہ آپکی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ آپکی بیوی فاطمہ نے گھبرا کر پوچھا کیوں خیریت تو ہے۔ آپنے فرمایا کہ خیریت کہاں ہے۔ میری گردن میں امت محمد صلعم کا بوجھ ڈالدیا گیا ہے ننگے۔ بھوکے۔ مظلوم۔ مسافر۔ بیمار۔ قیدی بچے۔ بوڑھے۔ کم حیثیت عیالدار۔ لاولد غرضیکہ سب کا بوجھ میرے سر پر آن پڑا ہے میں اس خوف سے رورہا ہوں کہ کہیں قیامت کے دن انکی طرف سے غفلت کے جرم میں مجھ سے باز پرس نہ ہو! حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ

ہو نیسے پہلے خلفائے بنو امیہ اور امرائے دولت امیہ کیطرح نہایت پر تکلف اور قیمتی لباس پہنا کرتے تھے لیکن خلیفہ ہوتے ہی آپنے وہ لباس اتار کر درویشانہ کپڑے پہن لئے اور اپنی بیوی فاطمہ سے کہا کہ تم اپنے زیورات بیت المال میں داخل کر دو۔ ورنہ میں تم سے علیحدگی اختیار کر لوں گا۔ کیونکہ مجھے یہ ہرگز گوارا نہیں ہے کہ تم تمہارے زیورات اور میں ایک گھر میں رہیں چنانچہ ان کی صالحہ بیوی نے اپنے تمام زیورات اتار کر بیت المال میں بھیجدیئے ان زیورات میں ایک وہ بیش قیمت موتی بھی تھا۔ جو اسکے باپ عبدالملک نے اُسے دیا تھا

عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد جب یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے آپکی بیوی یعنی فاطمہ بن عبدالملک سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو اپنے تمام زیورات بیت المال سے واپس منگالیں کیونکہ وہ آپکی ملک ہیں فاطمہ نے جواب دیا کہ جب کہ میں انکی (عمر بن عبدالعزیز کی) اطاعت حالت حیات میں کرتی رہی ہوں تو ان کے مرنے پر بھی کرونگی۔ جو چیزیں میں نے انکی خوشی کیلئے بیت المال میں داخل کردی تھی اسے واپس نہیں لے سکتی:۔

عبدالعزیز کا خروج

عبدالعزیز بن ولید خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی وفات کے وقت موجود نہ تھا۔ اُسے معلوم ہوا کہ سلیمان نے کسے خلیفہ نامزد کیا ہے۔ چونکہ وہ اپنے آپکو مستحق خلافت سمجھتا تھا اسلئے اس نے علم بغاوت بلند کیا اور فوج لیکر دمشق کیجانب چلا۔ دمشق میں آکر جب اسے معلوم ہوا کہ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے ہیں تو فوراً انکی خدمت میں حاضر ہوا اور معذرت کی عمر بن عبدالعزیز نے کہا۔ اگر تم خلافت و امارت لینے پر مستعد ہو جاتے تو میں ہرگز بھی نہ لڑتا بلکہ گھر میں بیٹھ جاتا عبدالعزیز نے کہا۔ واللہ میں آپکے سوائے کسی دوسرے کو خلافت کا مستحق نہیں سمجھتا۔ یہ کہتے ہی ہاتھ بڑھا کر بعیت کرلی:۔

حضرت علی کرم کی شان میں گستاخی کی ممانعت

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی سب سے پہلا جو حکم جاری کیا

وہ حضرت علی کی شان میں گستاخی کی ممانعت کا تھا۔ جب سے حضرت علی المرتضیٰ نے امیر معاویہ کو اور امیر معاویہ نے حضرت علی المرتضیٰ کو برا کہا تھا۔ اسی وقت سے بنو امیہ عام طور پر حضرت علی کرم کی شان میں ناشدنی الفاظ استعمال کرتے تھے یہاں تک جمعہ کا خطبہ بھی دشنام طرازی سے بھرا ہوتا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے اس کی ممانعت ہوئی:-

یزید بن مہلب کی معزولی و اسیری

عمر بن عبدالعزیز کا یہ خیال تھا کہ حجاج کے متوسلین اب بھی ظلم و ستم کر رہے ہیں اور آپ کسی پر شمہ برابر بیجا سختی کے روادار نہیں تھے چنانچہ آپ نے حجاج کے قائم کردہ اکثر عمال کو معزول کر دیا تھا۔ انہیں ایام میں عمر بن عبدالعزیز کو معلوم ہوا کہ یزید بن مہلب نے جرجان کے مال غنیمت کا خمس بیت المال میں داخل نہیں کیا۔ وہ اس وقت خراسان کا گورنر تھا۔ آپ نے اسے معزول کر کے طلب کیا۔ جب وہ آیا تو اس سے مال غنیمت کا مطالبہ کیا گیا۔ اس نے حیلے حوالے کئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا۔ خدا کے غضب سے ڈرو۔ وہ مال تمام مسلمانوں کا ہے میں اس سے درگذر نہیں کر سکتا چنانچہ قلعہ حلب میں اسے قید کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۰۰ھ کا ہے۔

نو مسلموں سے خراج وصول کرنے کی ممانعت

یزید کو خراسان کی گورنری سے معزول کر کے جراح بن عبداللہ حکمی کو خراسان کا گورنر مامور کیا تھا۔ آپکو اس کی نسبت یہ شکایت پہنچی کہ وہ آزاد کردہ غلاموں کو بلا وظیفہ اور رسد کے جہاد پر بھیجدیتا ہے اور جو لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں ان سے بھی خراج یا جزیہ وصول کر لیتا ہے آپ نے فوراً جراح کے پاس حکم بھیجا۔ کہ جو شخص نماز پڑھتا ہو اسے جزیہ معاف کر دو۔" اس حکم کے خراسان میں پہنچتے ہی لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے۔ جراح کو یہ خیال ہوا کہ وہ لوگ جزیہ سے بچنے کیلئے مسلمان ہو رہے ہیں چنانچہ اس نے ختنوں کے ذریعے امتحان لینا چاہا۔ عمر بن عبدالعزیز کو اسکی اطلاع ہوئی تو آپنے لکھ بھیجا کہ "اللہ جل شانہ نے آنحضور صلعم کو داعی مبعوث کیا ہے نہ کہ خاتن!" اسکے بعد عمر بن عبدالعزیز نے جراح کو طلب کر لیا۔ جراح عبدالرحمٰن بن نعیم قشیری کو

اپنا نائب مقرر کر کے دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ عمر بن عبدالعزیز نے دریافت کیا تم کب سے خراسان روانہ ہوئے ہو؟ جراح نے جواب دیا۔ ماہ رمضان المبارک میں! عمر بن عبدالعزیز نے کہا جس نے تجھے ظالم بتایا وہ سچا ہے۔ تجھ سے یہ نہ ہو سکا کہ ماہ رمضان المبارک ختم کر کے سفر کرتا؟ آپ نے اسی وقت عبدالرحمن بن عبداللہ کو نماز و حرب پر اور عبدالرحمن بن نعیم قشیری کو وصولی خراج پر مامور فرمایا۔ چنانچہ عبدالرحمن قشیری مدت تک خراسان کا گورنر رہا:۔

فتوحات

آذربائیجان کے علاقہ پر دشمنوں نے چھاپہ مار کر مسلمانوں کو قتل کیا اور لوٹا۔ جب یہ خبر عمر بن عبدالعزیز کو پہنچی تو انہوں نے ابن حاتم باہلی کو فوج دیکر حملہ آور لٹیروں کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا۔ ابن حاتم نے ان لٹیروں پر حملہ کر کے انہیں تہ و بالا کر ڈالا۔ دور تک قتل و گرفتار کرتا چلا گیا۔ آخر ان کی خوب گوشمالی کر کے مظفر و منصور واپس لوٹا۔ رومیوں نے بھی مسلمانوں پر یلغار کی ان کی سرکوبی کیلئے بھی لشکر روانہ کیا گیا۔ مسلمانوں نے بڑے جوش و خروش سے اس پر حملہ کیا۔ اور اس تیزی اور پھرتی سے جدال و قتال کیا کہ عیسائیوں کو بھاگتے ہی بنی وہ کچھ ایسے خوفزدہ ہوئے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں پھر انہیں سرکشی اور حملہ کی جرأت نہ ہوئی۔ سندھ کے بعض راجاؤں نے آپ ہی کے عہد میں اسلام قبول کیا تھا:۔

بنو امیہ سے جاگیروں کی واپسی

چونکہ خلفائے بنو امیہ سر پر آرائے حکومت رہے اسلئے بنو امیہ کے لوگوں نے اچھی اچھی جاگیروں پر قبضہ کر رکھا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے رشتہ داروں اور تمام بنو امیہ سے وہ تمام جاگیریں۔ جائیدادیں اور دولت و سامان واپس کرائے جن پر انہوں نے ناجائز طور پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اور چونکہ بنو امیہ زعم حکومت میں عدل و انصاف نہ کرتے تھے اسلئے آپ نے انہیں عہدے دینا بند کر دیئے۔ اور ان میں سے جس عہدہ دار کی ذرا بھی شکایت سنتے اسے فوراً معزول کر دیتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنو امیہ کی امارت خاک میں مل گئی۔ ریاستیں جاتی

رہیں صرف اسقدر آمدنی رہگئی جس سے معمولی طور پر گذر کر سکیں۔ اس سے بنو امیہ آپ سے ناراض ہو گئے۔ مگر چونکہ ان کے زہد و اتقاء سے واقف تھے اسلئے آپکو قابل احترام سمجھتے تھے اور آپ سے بغاوت کی جرأت نہ کر سکے البتہ اپنی معروضات آپکے سامنے پیش کیا کرتے۔ ایک روز اکابر بنو امیہ آپکی خدمتمیں حاضر ہو کر عرض معروض کرنے لگے۔ آپنے فرمایا۔ تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں پھر عہدے دوں اور تم پھر ظلم و زیادتی کرو۔ یاد رکھو میں اسکا کبھی روادار نہیں ہوں کہ تمہارے ناپاک قدم میرے فرش کو آلودہ کریں۔ بعض اشراف نے کہا مگر آپکو ہماری قرابت کا تو خیال رکھنا چاہیئے۔ آپنے فرمایا۔ خاندانی قرابت کوئی چیز نہیں مسلمان سب آپسمیں بھائی ہیں اور اسلئے تم میں اور ایک ادنے طبقہ کے مسلمان میں رتی برابر کا فرق نہیں ہے ایک مرتبہ امرائے بنو امیہ نے اپنی جاگیروں کی واپسی کیلئے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی پھوپھی فاطمہ بنت مروان کو آپکے پاس سفارش کیلئے بھیجا۔ آپ اپنی پھوپھی کا بہت زیادہ ادب و لحاظ کرتے تھے۔ جب فاطمہ نے آپ سے سفارش کی تو آپنے ایسے نرم اور پُر اثر لہجہ میں انہیں سمجھایا کہ وہ بے ساختہ بول اُٹھیں میں تمہارے بھائیوں و رشتہ داروں کے اصرار سے تم کو سمجھانے کیلئے آئی تھی لیکن جب تمہارے خیالات فاروق اعظمؓ جیسے پاک اور نیک ہیں تو میں کچھ نہیں کہتی ان محترمہ نے امرائے بنو امیہ سے جاکر کہا کہ تم نے فاروق اعظم کی پوتی سے رشتہ کیا تھا۔ لہذا اسکی اولاد میں وہی فاروقی رنگ ہے۔ ذرہ برابر فرق نہیں وہ تم کو کچھ بھی نہ دینگے اور کیسے دیں وہ اپنے ہی لئے دو۲ درہم روزانہ لیتے ہیں بیت المال کو مسلمانوں کا مال سمجھتے ہیں تم بھی خاموش ہو جاؤ!

باغ فدک کی واپسی

باغ فدک کی آمدنی آنحضرت صلعم بنو ہاشم کے بچوں کی خبر گیری اور بیوؤں یا ناداروں کے نکاح میں خرچ کیا کرتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے آنحضور صلعم سے یہ باغ مانگا۔ مگر حضور اکرم نے نہ دیا خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ اور خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے بھی اسکی آمدنی انہی مصارف

میں صرف کی جنہیں آنحضور صلعم کرتے تھے لیکن مروان نے اس پر قبضہ کر لیا تھا اور وہ ورثہ میں عمرؓ بن عبدالعزیز کو پہنچا تھا۔ عمرؓ بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ جس باغ کو آنحضرت صلعم نے اپنی صاحبزادی کو نہ دیا میں اس کا وارث و مالک کیسے ہو سکتا ہوں اور اس کی آمدنی مجھے کسطرح حلال ہو سکتی ہے چنانچہ آپ نے باغ فدک کو پھر وقف کر دیا اور اس کی آمدنی بنو ہاشم کے بچوں اور بیواؤں پر خرچ کرنے لگے

خوارج کا اظہار ندامت

حضرت علی المرتضےٰ کے زمانے سے لیکر ابتک خوارج ہر خلیفہ کے دور میں رہے اور ہر خلیفہ نے انہیں تلوار کے زور سے دبانے اور مٹانے کی کوشش کی لیکن یہ طبقہ کچھ ایسا واقعہ ہوا تھا کہ جب کچل دیا جاتا تھا تو روپوش ہو جاتا تھا اور جب ذرا بھی قوت حاصل کر لیتا تھا تو خروج کر کے مقابلہ میں آجاتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے عہد میں بھی خارجیوں نے سر اٹھایا اور شورش برپا کی جب آپکو اس کا علم ہوا تو آپ نے خراسان کے گورنر کو لکھا کہ جبتک خوارج کسی کو قتل نہ کریں اسوقت تک ان سے کوئی تعرض نہ کرو اور خارجی کسی کو قتل کرے تو صرف اس سے ہی قصاص لو۔" یہ بات ملحوظ رہے کہ آپکے عہد میں خراسان کے خوارج نے ہی شورش برپا کی تھی ان خوارج کا سردار بطام نام ایک خارجی تھا فرشتہ خصلت خلیفہ نے بطام کو اس مضمون کا خط لکھا" ہم نے سنا ہے کہ تمہاری بغاوت بغرض احیائے سنت اور تمہاری سرکشی بغرض حمایت اسلام ہے ہمارا بھی یہی کام ہے کہ اسلام کی حمایت کریں اور سنت کیخلاف کوئی عمل ہونے دیں فتنہ وفساد اور قتل و خونریزی سے کوئی فائدہ نہیں بہتر یہ ہے کہ ہم تم اس معاملہ میں مباحثہ اور مناظرہ کریں اگر ہم حق پر ہوں تو تم معہ اپنی جماعت کے ہماری اطاعت کرو اور اگر تم حق پر ہونگے تو ہم اس پر مناسب غور کرینگے"۔ خارجیوں سے آجتک کسی نے مباحثہ کی جرات ہی نہیں کی تھی۔ وہ اس خط کو پڑھکر نہایت خوش ہوگئے چنانچہ بطام نے اپنے فرقہ کے دو زبردست عالم و فاضل مباحثہ کیلئے بھیجدیئے تمام عالم اسلام میں اس مناظرہ کی شہرت ہو گئی اور جم غفیر آجمع ہوا حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے خود ہی مناظرہ شروع کر دیا۔ آپ نے استفسار فرمایا۔ تمہارا مسلک کیا ہے؟ ایک خارجی نے کہا علیؓ اور معاویہؓ

دو نوں نے حصول خلافت کیلئے مسلمانوں کے سر کٹوائے اسلئے دونوں کافر ہوگئے اور دونوں بغیر توبہ کئے مر گئے، تم امیر معاویہ کے جانشین ہو۔ تمہارے پیشرو تمام ظالم تھے تم کافروں کا اتباع کر رہے ہو۔

امیرالمومنین نے کہا، تم لوگ حضرت علی کرم کے طرفدار تھے تم نے جنگ صفین میں جنگ بند کرا کر حکمین کا تقرر منظور کرایا۔ پھر تم ہی حضرت علی المرتضیٰ کو برا کہنے لگے اسی طرح تم اس بات کے بھی حق میں تھے کہ حضرت عثمان کا ان کے قاتلین سے قصاص لیا جائے۔ امیر معاویہ بھی حضرت علی کرم سے یہی کہتے تھے کہ وہ قاتلین عثمان سے پہلے قصاص لیں تب وہ انکے ہاتھ پر بیعت کرینگے پہلے تم نے امیر معاویہ کا ساتھ دیا پھر حضرت علی کرم کے طرفدار ہوئے اور پھر دونوں کو برا کہنے لگے:۔

خارجی۔ ہمنے توبہ کر لی ہے اور اسلئے ہم پاک صاف ہوگئے لیکن انہوں نے توبہ نہیں کی!

امیرالمومنین۔ تم ان دونوں میں سے کس کو حق پر سمجھتے تھے؟

خارجی کسی کو بھی نہیں!

امیرالمومنین لیکن جمیعتہ المسلمین نے کسکو حق پر سمجھکر بیعت کی؟

خارجی۔ کچھ لوگوں نے حضرت علی کرم کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور کچھ نے امیر معاویہؓ کے!

امیرالمومنین:۔ تم ان دونوں جماعتوں سے الگ ہو گئے حالانکہ حق جماعت کیساتھ ہوتا ہے!

خارجی۔ لیکن آپنے خاندان بنو امیہ کے عمال اور امرا کے اعمال کی مخالفت کی اگر وہ ناحق پر ہیں تو کیا ان پر لعنت نہیں کرنی چاہیے:۔

امیرالمومنین۔ میرے خیال میں انہوں نے جو مال ناجائز طریقہ پر جمع کیا تھا وہ میں نے ان سے چھین کر بیت المال میں جمع کرا دیا۔ اب ان پر لعنت اور تبرے کی کیا ضرورت رہی! اگر اہل معاصی پر لعنت ہی فرض ہے تو بتاؤ قرآن شریف کی کونسی آیتہ میں تبرہ کرنے کا حکم ہے؟

خارجی۔ لیکن ہم گنہگاروں کو اسی قابل سمجھتے ہیں

امیرالمومنین:۔ دنیا میں فرعون سے زیادہ بدترین خلائق کوئی کم ہوا ہوگا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور بنی اسرائیل کو سخت اذیتیں دیں کیا تم نے کبھی اس پر بھی لعنت کی ہے؟

خارجی - نہیں! نہ ہم نے ان پر لعنت کی نہ ان پر لعنت کرنا فرض ہے :-

امیر المومنین کسقدر تعجب کی بات ہے کہ خدائی کا دعویدار تو مستحق لعنت نہیں اور جو لوگ خدا کو واحد سمجھتے ہیں۔ صوم و صلوٰۃ کی پابندی کرتے ہیں وہ لعنت کے مستحق ہیں تم نے قرآن شریف پڑھا ہو گا۔ احادیث کا مطالعہ بھی کیا ہو گا۔ اسلام نے مجرم پر حد شرعی جاری کرنیکا حکم دیا ہے لعنت اور تبرہ کا نہیں! کیا یہ سچ نہیں ہے :-؟

خارجی - بے شک سچ ہے ہماری تسلی ہو گئی۔ آپ بے شک مستحق خلافت ہیں آپکے افعال و اقوال کتاب و سنت کے موافق ہیں ہم اپنی آزاد گوئی کی معافی چاہتے ہیں اور آپکے شکر گذار ہیں کہ آپنے بادشاہ اور امیر المومنین ہونیکے باوجود ہماری گستاخانہ باتیں صبر و تحمل سے سنیں :-

ان میں سے ایک خارجی نے تو اسی وقت توبہ کر لی اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح کی خدمت میں رہ گیا دوسرے خراسان جاکر بسطام اور دیگر خوارج سے کہنے لگے کہ عمر بن عبد العزیز رح کی اور پاک باطنی کے مجسمہ ہیں انکے عہد میں اپنی سرگرمیوں کو بالکل بند رکھو۔ چنانچہ اس مناظرہ کے بعد کسی ملک میں حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے عہد میں خوارج نے شورش برپا نہیں کی :-

فضائل و خصائل

جی تو یہ چاہتا ہے کہ اس فرشتہ سیرت خلیفہ کے حالات و واقعات اور فضائل و خصائل قدرے تفصیل سے لکھوں لیکن اس مختصر نامہ میں اسکی گنجائش نہیں کچھ مختصراً تحریر کرتا ہوں جس روز حضرت عمر بن عبد العزیز رح مسند خلافت پر بیٹھے اس روز تمام دن بیعت لیتے رہے۔ پھر خلیفہ عبد الملک کی تجہیز و تکفین میں مصروف رہے۔ رات کو بھی مشغولیت رہی اور سونے کا اتفاق نہ ہوا۔ اگلے دن صبح کے وقت قیلولہ کا ارادہ کیا تو آپکے فرزند عبد الملک نے آکر کہا کہ حقداروں کے حقوق دوسروں کے ہاتھ میں ہیں اور آپ آرام کرنا چاہتے ہیں۔ آپنے فرمایا کہ رات بھر نہیں سویا ہوں۔ تھوڑی دیر سو لوں ظہر کی نماز کے بعد اس طرف توجہ کروں گا۔ فرزند نے عرض کی کیا

آپکو ظہر کی نماز کے بعد تک اپنے زندہ رہنے کا یقین ہے؟ آپنے بیٹے کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اسکی دینی اور اخلاقی جرأت کی تعریف کی اور اسی وقت اٹھکر مہمات ملکی میں مصروف ہو گئے۔ آپنے خلیفہ ہونے ہی اپنا وظیفہ ۲ درہم روزانہ مقرر کرلیا۔ اس سے پہلے آپکے گھر کا خرچ سینکڑوں درہم روزانہ کا تھا۔ آپنے اپنے گھر کے اخراجات اسقدر کم کردیئے کہ ۲ درہم میں گذر ہو سکے۔ گھر والوں نے شکایت کی تو آپنے فرمایا میری تنخواہ جسقدر ہے اسی قدر خرچ کر سکتا ہوں۔ اگر تم چاہو کہ بیت المال میں سے تمہیں کچھ دیدوں تو یہ مجھ سے نہو سکے گا کیونکہ اسمیں تمہارا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا اور مسلمانوں کا۔ آپکو خلافت کی مبارکباد دینے کیلئے اطراف و اکناف سے لوگ آئے انمیں ایک نو عمر حجازی لڑکا بھی تھا۔ امیرالمومنین نے کہا اے کمسن لڑکے کسی اپنے سے بڑی عمر والے کو گفتگو کیلئے پیش کر" لڑکے نے کہا جب خدا کسی بندہ کو زبان گویا عطا کرے تو وہ خود کلام کرنے کا حقدار ہے اور اے امیرالمومنین اگر عمر ہی کے لحاظ سے تمام باتیں ہوں تو آپ سے بڑی عمر والے موجود ہیں اسلئے وہ خلافت کے زیادہ مستحق ہیں:۔

امیرالمومنین۔ اچھا! تو کیا کہنا چاہتا ہے؟

لڑکا۔ میں مبارکباد عرض کرنے آیا ہوں خدا نے ہم پر یہ احسان کیا ہے کہ آپ جیسا منصف و عادل خلیفہ ہم پر مقرر کیا:۔

امیرالمومنین۔ اور کوئی بات؟

لڑکا۔ بہت سے ایسے بادشاہ گذرے ہیں جو مغرور ہوگئے اور نہ سمجھے کہ خدا کی لاٹھی میں بھی آواز ہے ایسے غافل نفس پرور لوگ جلتی آگ کا ایندھن ہیں اے امیرالمومنین ہماری دُعا ہے کہ آپ ایسے لوگوں میں شامل اور داخل نہ ہوں بلکہ خداوند کریم آپکا حشر نیک لوگوں کے ساتھ کرے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب لڑکے کی عمر دریافت کی تو معلوم ہوا کہ صرف گیارہ سال کا ہے جب حسب نسب پوچھا تو پتہ چلا کہ وہ لڑکا حسینؓ ابن علیؓ ابن ابیطالب کی اولاد سے تھا ابونعیم سے روائیت ہے کہ ایک دن رباح بن عبیدہ نے دیکھا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نماز

کیلئے جا رہے ہیں اور ایک بوڑھا انکے شانہ پر ہاتھ رکھے سہارا لئے جا رہا ہے۔ جب نماز سے فارغ ہو کر آپ مکان پر پہنچے تو رباح نے حاضر خدمت ہو کر پوچھا کہ وہ بوڑھا کون تھا جو آپکے ساتھ جا رہا تھا۔ آپنے متعجب ہو کر کہا۔ تم نے بھی اسے دیکھ لیا۔ تم ضرور مرد صالح ہو۔ وہ خضر تھے مجھے عدل و انصاف کی تلقین کرنے آئے تھے۔" ایک دفعہ ایک شخص نے آپکی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ رات میں نے یہ دیکھا ہے کہ آنحضرت صلعم تشریف رکھتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق آنحضور صلعم کے داہنی طرف اور حضرت عمر فاروقؓ بائیں جانب اور آپ یعنے عمر بن عبدالعزیز سامنے بیٹھے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے آپ سے یعنے عمر بن عبدالعزیز سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم اپنے عہد خلافت میں ان دونوں یعنی ابوبکر و عمرؓ کے نقش قدم پر چلنا۔" حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز یہ خواب سنکر رو پڑے اور فرمایا۔ خدا مجھے ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔" حکم بن عمر کہتے ہیں کہ ایک روز میں عمرؓ بن عبدالعزیز کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ داروغہ اصطبل نے حاضر ہو کر گھوڑوں کے لئے خرچ طلب کیا آپنے فرمایا کہ ان گھوڑوں کو فروخت کر کے انکی قیمت مساکین میں تقسیم کر دو۔ میرے لئے میرا خچر ہی کافی ہے۔" آپکی حرم محترم فرماتی ہیں کہ عہد خلافت میں آپکی یہ حالت تھی کہ باہر سے آ کر سجدہ میں سر رکھتے اور فرماتے

خداوندا! خلافت کا بار گراں میرے سر پر آ پڑا ہے میں عاجز بندہ تمام عالم کے مسلمانوں کی دیکھ بھال کیسے کر سکتا ہوں میری غفلت سے درگذر کرنا۔" یہ کہتے ہی کہتے روتے روتے اسی حالت میں سو جاتے اور جب آنکھ کھلتی پھر رونے لگتے۔" ایک روز آپکے مکان سے رونے کی آواز آئی لوگوں نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے تو معلوم ہوا کہ آپنے اپنی کنیزوں سے فرما دیا ہے کہ میرے سر پر ایسا بار (بار خلافت) آ پڑا ہے کہ مجھے ہر وقت اسمیں مشغول رہنا پڑیگا۔ اسلئے مجھے تمہاری خدمات کی ضرورت ہی نہ ہوگی جو تم میں سے رہنا چاہے وہ رہے اور جو آزاد ہونا چاہے وہ آزاد ہے۔" چونکہ کنیزوں کو آپ سے محبت تھی اسلئے وہ رونے لگیں اور آپکو چھوڑنے پر تیار نہ ہوئیں۔ خلفائے سابقین کیطرح آپکی اردل خاص میں سو چوکیدار اور

لوتواں مقرر تھے۔ آپ نے خلیفہ ہوتے ہی ان سے کہا کہ میری حفاظت کیلئے اجل اور قضاء قدر کافی ہے۔ مجھے تمہاری حاجت نہیں تاہم اگر تم میں سے کوئی میرے پاس رہنا چاہیے تو اسے دس دینار تنخواہ ملیگی جو نہ رہنا چاہے وہ اپنے عزیزوں میں چلا جائے۔ ولید بن مسلم کی روایت ہے کہ خراسان کے ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اس سے کہتا ہے کہ جب بنو امیہ کا داغدار آدمی خلیفہ ہو تو تو فوراً اسکی بیعت کر لینا چنانچہ جب کوئی خلیفہ ہوتا تو وہ اس کا حلیہ دریافت کرتا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو اس نے متواتر تین رات تک خواب میں اس شخص کو یہ کہتے سنا کہ جا اب بیعت کر لے۔ جو اسکی بیعت کریگا خدا اسے بخشدیگا چنانچہ اس نے خراسان سے آکر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھ پر بیعت کی:۔

عدل و انصاف

آپ نے اپنے تمام عاملوں کو لکھ دیا تھا کہ عدل و انصاف سے سرمو تجاوز نہ کریں جو ذرا بھی تعدی کریگا اسے سزا دیجائیگی۔ آپ لوگوں کی عرضداشتیں نہایت توجہ سے سنتے اور صحیح فیصلہ کرتے تھے اور جب کسی کو سزا دیتے تو بہت سوچ سمجھکر اوزاعی کی روایت ہے کہ یہ آپکی عادت تھی کہ جب کسی کو سزا دینا چاہتے تو احتیاطاً تین روز تک اسے قید رکھتے۔ تاکہ غصہ کیحالت میں یا جلدی میں کوئی غیر مناسب سزا نہ دیدی جائے۔ بعض عمال نے آپکی خدمت میں عرضداشت بھیجی کہ قلعوں اور راستوں کی مرمت کیلئے کچھ رقم عطا کیجائے! آپنے جواب میں لکھا کہ تم شہر میں عدل قائم کرکے قلعے بناؤ اور راستوں سے ظلم دور کرکے پاک و صاف کر لو! ایک مرتبہ جراح بن عبداللہ خراسان کے گورنر کو لکھا کہ اہل خراسان نہایت سرکش لوگ ہیں یہ بغیر تلوار کے سیدھے نہ ہونگے۔ آپنے جواب میں لکھا کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ عدل و انصاف کرو۔ وہ خود بخود درست ہو جائینگے! ایک مرتبہ آپنے فرمایا کہ اگر میں پچاس برس بھی تم میں ہوں تب بھی مراتب عدل پورے طور پر تم تک نہیں پہنچا سکتا ہیں تمہارے دلوں سے دنیا کی طمع نکالکر عدل و حق رسائی کی خوبی بھرنا چاہتا ہوں۔ کہ تمہارے دل اسکے متحمل ہو سکیں یہ بات مشہور ہے کہ عادل بادشاہ کے عہد میں شیر اور بکری ایک

گھاٹ پانی پیتے ہیں عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں شیر اور بکری تو نہیں لیکن بھیڑیئے اور بکریاں ایک ساتھ چرا کرتے تھے۔ مالک بن دینار کی روایت ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو چرواہے تعجب سے دریافت کرنے لگے کہ یہ کون شخص خلیفہ ہوا ہے کہ بھیڑیئے ہماری بکریوں کو اب کچھ نقصان نہیں پہنچاتے۔ موسیٰ بن اعین کہتے ہیں کہ ہم کرمان میں بکریاں چرایا کرتے تھے تو بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ ساتھ پھرتے رہتے تھے۔ مگر نقصان نہیں پہنچاتے تھے۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بھیڑیا ایک بکری کو اٹھا کر لیگیا۔ میں نے اسی روز کہدیا کہ یقیناً خلیفہ صالح فوت ہوگیا۔ چنانچہ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ جس روز بھیڑیا میری بکری کو اٹھا کر لیگیا تھا خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اسی دن انتقال فرمایا تھا

لباس و طعام

مسلمہ بن عبدالملک کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں عمر بن عبدالعزیز کی عیادت کو گیا تو دیکھا کہ آپ میلا کرتہ پہنے ہوئے ہیں میں نے اپنی ہمشیرہ یعنی انکی بیوی سے کہا کہ تم امیرالمومنین کا کرتہ کیوں نہیں دھو دیا کرتیں انہوں نے کہا کہ ان کے پاس دوسرا کرتہ ہی نہیں ہے کہ اُسے اُتار کر اسے پہن لیں اور میں دھو دوں۔" سعید بن سوید روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب امیرالمومنین عمر بن عبدالعزیز جمعہ کی نماز پڑھانے آئے تو میں نے دیکھا کہ آپکے کرتہ میں سامنے اور پیچھے پیوند لگے ہوئے ہیں ایک شخص نے اسی وقت آپ سے عرض کی۔ یا امیرالمومنین آپکو خدائے تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے پھر آپ کپڑے کیوں نہیں بنواتے آپنے فرمایا۔ تونگری میں میانہ روی اور قدرت میں عفو بڑی چیز ہے

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی حرم محترم نے جو ملکہ عالم تھیں ایک روز آپ سے شکایت کی کہ یا امیرالمومنین عید سر پر آگئی ہے سب لوگ اور انکے بچے نئے کپڑے پہنیں گے لیکن ہمارے بچوں کے لیئے جو خلیفہ وقت کے فرزند ہیں پھٹے پرانے کپڑے ہیں انہیں بھی نئے کپڑے بنوا دیجئے آپنے فرمایا میرے پاس کیا رکھا ہے جو نئے کپڑے بنوا دوں ملکہ نے عرض کی کہ

آپ ایک مہینہ کا پیشگی وظیفہ بیت المال کے خزانچی سے منگالیں آپنے خزانچی کو رقعہ لکھا کہ ہمارا حق خلافت ایک مہینہ کا پیشگی بھیجدو۔ خزانچی نے جواب میں لکھا کہ اگر یہ حکم ہے تو آپ شہنشاہ ہیں اسکی تعمیل مجھ پر فرض ہے لیکن امیر المومنین کو یہ کیسے یقین ہے کہ آپ ایک مہینہ تک زندہ رہ سکینگے اسلئے پیشگی لیکر غریبوں کے مال کے حق کا بار کیوں اپنی گردن پر لیتے ہیں آپنے فرمایا۔ خزانچی کا خیال بالکل درست ہے۔ چنانچہ آپنے اور آپکے بچوں نے پیوند لگے کپڑے پہنکر عید کی۔ چونکہ آپنے اپنا وظیفہ صرف دو دینار یومیہ مقرر کیا تھا۔ اسلئے بڑی عسرت سے گذر ہوتی تھی عام طور پر دونوں وقت مسور کی دال روزانہ پکتی تھی۔ چنانچہ آپکے غلام ابو امیہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے امیر المومنین کی حرم محترم ملکۂ عالم سے عرض کی کہ مسور کی دال کھاتے کھاتے میرا ناک میں دم آگیا ہے انہوں نے فرمایا کہ تمہارے آقا اور خود میں روز یہی دال کھاتے ہیں میں شرمسار ہو کر چپ ہو رہا مسلمہ بن عبد الملک جو قسطنطنیہ کی مہم پر بھیجے گئے تھے اور جنھیں وہاں کی سردی کی کیفیت سنکر حضرت عمر بن عبد العزیز نے واپس بلا لیا تھا۔ انکے مطبخ کا روزانہ خرچ لئی سو درہم تھا ایک روز وہ عمر بن عبد العزیز کیخدمت میں حاضر ہوئے اور گفتگو میں اتنی دیر لگی کہ مسلمہ کو شدت کی بھوک معلوم ہوئی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے دستر خوان بچھانے کا حکم دیا۔ کھانا آیا محض مسور کی دال تھی چونکہ مسلمہ کو خوب بھوک لگی ہوئی تھی اسلئے شکم سیر ہو کر کھایا۔ پھر آپنے کچھ لذیذ قسم کا کھانا منگا کر مسلمہ کے سامنے رکھا وہ شکم سیر ہونیکی وجہ سے نہ کھا سکے۔ آپنے ان سے کہا کہ جب مسور کی دال سے پیٹ بھر سکتا ہے تو لذیذ غذائیں کھا کر فضول خرچی کرنیسے کیا فائدہ مسلمہ نے بھی اسی روز سے اپنے مطبخ کا خرچ کم دیا"۔ ایک روز آپ کا دل انگور کھانیکو چاہا۔ آپنے اپنی بیوی سے کہا کچھ ہو تو دو۔ انگور کھانیکو طبیعت چاہتی ہے منگالوں؟ بیوی نے کہا میرے پاس تو کوڑی بھی نہیں تم کیسے امیر المومنین ہو کہ تمہارے پاس اتنا بھی نہیں کہ انگور ہی منگا کر کھالو! آپنے فرمایا کہ انگوروں کی خواہش دل

میں بیچانا اس سے کہیں اچھا ہے کہ دوزخ میں زنجیروں کی رگڑیں کھاؤں اسی طرح ایک مرتبہ آپکی طبیعت انار کھانیکو چاہی۔ آپکے ایک عزیز کو معلوم ہو گیا۔ اس نے انار بھیج دیا۔ آپنے انار بھیجنے والے کی بڑی تعریف کی لیکن ساتھ ہی اپنے غلام کو انار دیکر کہا کہ اسے بھیجنے والے کو میرا سلام کہکر کہدینا کہ تمہارا تحفہ پہنچگیا۔ جو شکریہ کے ساتھ واپس ہے۔ غلام نے عرض کی مگر یہ تو آپکے قریبی عزیز نے بھیجا ہے اسکے لینے میں کیا مضائقہ ہے۔ آنحضرت صلعم بھی تو ہدیہ قبول فرمالیا کرتے تھے۔ آپنے فرمایا۔ وہ آنحضور صلعم کیلئے ہدیہ تھا۔ مگر ہمارے لئے رشوت ہے:۔

متفرقات

آپکا چراغدان تین لکڑیوں کو کھڑا کرکے اس پر مٹی لگا کر بنایا گیا تھا۔ رات کو جب تک آپ لوگوں سے معاملات سلطنت میں گفتگو کرتے رہتے اسوقت تک بیت المال کا چراغ جلاتے اور جب اس گفتگو کو بند کر دیتے تو اپنا ذاتی چراغ جلا لیتے۔ ایک مرتبہ آپ نے غلام کو پانی گرم کرنیکا حکم دیا۔ وہ شاہی باورچیخانہ سے جا کر گرم کر لایا جب آپکو معلوم ہوا تو اسکے عوض میں ایک درہم کی لکڑیاں بھجوا دیں۔ رجاء بن حیات روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس بیٹھا تھا۔ اتفاق سے چراغ گل ہو گیا۔ وہیں آپکا غلام سو رہا تھا میں نے غلام کو جگانا چاہا آپنے فرمایا۔ کیوں بیچارہ کو تکلیف دیتے ہو۔ تب میں نے خود اٹھکر چراغ جلانا چاہا۔ آپنے مجھے بھی روک کر فرمایا۔ تم مہمان ہو۔ مہمان کو تکلیف دینا مروت سے بعید ہے۔ چنانچہ آپنے خود اٹھکر تیل کا کوزہ اٹھا کر تیل ڈالا اور چراغ جلا کر فرمایا میں اتنا کام کرنے پر بھی امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز ہی ہوں۔ اس سے میرا رتبہ نہیں گھٹا۔ ایک مرتبہ آپنے خطبہ میں فرمایا کہ لوگو! اپنی پوشیدہ باتوں میں اصلاح کر لو۔ ظاہری باتوں میں خود اصلاح ہو جائیگی سفر آخرت کیلئے توشہ جمع کر لو۔ اور یہ بات پیش نظر رکھو کہ تمہارے اب و جد کو موت کھا چکی ہے:۔

وفات

بنی امیہ آپ سے اسلئے ناراض تھے کہ آپنے انکے ناجائز وظائف بند کر دیئے تھے

اور انکی جاگیریں ضبط کر لی تھیں اسلئے انہوں نے آپکے قتل کی سازش شروع کی اگرچہ آپنے اپنی حفاظت کی کوئی احتیاط نہ کر رکھی تھی اور اسلئے آپکا قتل کر ڈالنا کچھ بھی مشکل نہ تھا۔ مگر آپکے تقدس و بزرگی کا یہ رعب تھا کہ کسی کو آپ پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ آپکے غلام کو شریک سازش کر کے زہر دلوا دیا گیا۔ جب اذیت و کرب نے ترقی کی تو لوگوں نے مشورہ دیا۔ آپنے فرمایا۔ موت لابدی ہے اسے ٹالنے کی کوشش کرنا حماقت ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہدے کہ میں اپنے کان کی لو کو چھونے سے اچھا ہو جاؤنگا۔ تو میں اپنے کان کو بھی ہاتھ نہ لگاؤں گا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے مجھ سے پوچھا کہ لوگ میرے متعلق کیا کہتے ہیں؟ میں نے عرض کی کہ لوگوں کا عام طور پر یہ خیال ہے کہ آپ پر جادو کر دیا گیا ہے۔ آپنے فرمایا۔ جادو نہیں کیا بلکہ زہر دیا گیا ہے۔ جب مجھے زہر دیا گیا تھا اسی وقت اسکا علم ہو گیا تھا آپنے اس غلام کو جس نے آپکو زہر دیا تھا بلا کر پوچھا۔ تو نے مجھے کس طمع میں آکر زہر دیا۔ غلام نے عرض کی۔ مجھے اس کام کیلئے ایک ہزار دینار دئیے گئے ہیں اور آزادی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ آپنے فرمایا۔ تو وہ دینار لے آ۔ غلام نے دینار لا کر آپکے حوالہ کر دئیے آپنے انہیں بیت المال میں داخل کر دیا اور غلام سے کہا۔ اب تو یہاں سے بھاگ جا۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ تجھے دیکھکر اذیت دیں۔ چنانچہ غلام بھاگ گیا۔ جب آپکی زیست سے ناامیدی ہو گئی۔ تو لوگوں نے عرض کی کہ یزید بن عبدالملک کیلئے جو آپکے بعد خلیفہ ہونے والے ہیں۔ کچھ نصیحت و وصیت فرما جائیے۔ آپنے فرمایا میں کیا وصیت کروں۔ وہ تو عبدالملک کے خاندان سے ہے۔ پھر سوچکر ایک رقعہ تحریر فرمایا جس کا مضمون یہ تھا۔

امابعد: مجھ سے میرے عہد کے متعلق سوال ہونے والا ہے اور سوال کرنیوالا وہ ہے جو دنیا اور آخرت کا مالک ہے۔ میرا اس سے کوئی عمل پوشیدہ نہیں ہے اگر وہ مجھ سے راضی ہو گیا تو میں فلاح پا گیا ورنہ تباہ ہو جاؤنگا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے بخشدے عذاب دوزخ سے بچالے اور جنت عطا فرمادے تمہیں لازم ہے کہ خدا سے ڈرو

رعیت کی رعایت کرو۔ میرے بعد تم بھی زیادہ دن دنیا میں نہ رہوگے۔ والسلام!
آپ اس وقت جب آپکو زہر دیا گیا علاقہ حمص کے ایک مقام دیر سمعان میں تھے۔ جب آپ پر نزع کا عالم طاری ہوا تو آپنے اپنے پاس بیٹھے ہوئے سب لوگوں کو اٹھا دیا مسلمہ بن عبدالملک اور آپکی بیوی فاطمہ دروازہ پر کھڑے رہے۔ ان دونوں نے سنا کہ آپنے فرمایا۔ بسم اللہ تشریف لائیے! پھر آپنے یہ آیتہ آخر تک تلاوۃ فرمائی۔ تلک الدار الاخرۃ نجعلھا۔ اسکے بعد جب آواز آنی بند ہو گئی تو دونوں اندر آگئے دیکھا تو آپ وفات پا چکے تھے۔ دونوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔ آپکی بیوی نے فرمایا۔ خدا آپکی مغفرت کرے۔ آپنے مسلمانوں کی فلاح کیلئے بڑی زحمتیں اٹھائیں جب آپکی وفات کی خبر لوگوں کو معلوم ہوئی تو ہر شخص بے اختیار رو پڑا۔ ان رونے والوں میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے سازش کرکے آپکو زہر دلایا تھا۔ حضرت امام حسن بصری نے جب آپکی وفات کی خبر سنی تو کہا افسوس! آج دنیا کا سب سے بہتر آدمی اٹھ گیا۔ مسلمان تو مسلمان آپکی وفات کی خبر سنکر یہودیوں اور عیسائیوں نے سر پیٹ لیا اور رو کر کہا۔ افسوس آج دنیا سے عدل اٹھ گیا۔ عدل کا قائم کرنیوالا اور عدل کی حفاظت کرنیوالا دنیا کو خالی کر گیا۔ خارجیوں نے سن کر افسوس کرتے ہوئے کہا۔ ہیہات! آج دین کی وہ شمع گل ہو گئی جس نے ایک مرتبہ پھر دنیا کو روشن کر دیا تھا۔ آپکی وفات پچیسویں ماہ رجب ۱۰۱ھ کو ہوئی۔ یوسف بن مالک کی روایت ہے کہ جب ہم حضرت عمر بن عبدالعزیز کو قبر میں رکھکر مٹی برابر کر رہے تھے اس وقت ایک کاغذ آسمان سے گرا جسمیں لکھا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے عمر بن عبدالعزیز کو آتش دوزخ سے نجات دیدی۔

خلاصۂ کلام

آپکے دور حکومت میں تقریر و تحریر کی عام آزادی ہو گئی۔ ایک مرتبہ پھر لوگوں کی نگاہوں کے سامنے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کا شاندار دور گھومنے لگا۔ آپنے حکومت کی شخصی مطلق العنانی کو دور کرکے جمہوری نشان قائم کر دی۔ آپکے زمانہ میں بیشمار

لوگوں نے دین اسلام قبول کیا۔ آپکی حکومت و سلطنت کے حدود پنجاب، سندھ، بخارا، ترکستان اور چین سے لیکر مراقش، اندلس اور فرانس تک وسیع تھی لیکن اتنی عظیم الشان سلطنت میں بھی آپکے عہد میں ہر جگہ یکساں امن و سکون قائم رہا کہیں کوئی بغاوت نہیں ہوئی آپ نہ صرف بہترین فرمانروا اور بہترین خلیفہ تھے بلکہ آپ نہایت متقی نہایت پاکباز، نہایت نیک اور سچے دیندار تھے۔ یہ بات مشہور ہے کہ آپکا ذکر خیر بھی باعث خیر و برکت ہے۔ یونس بن ابی شبیب کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز کو خلافت سے پہلے جب دیکھا تھا تو اسقدر فربہ اندام تھے کہ پاجامہ کا نیفہ فربہی کیوجہ سے پیٹ میں گھسا ہوا تھا مگر خلیفہ ہونیکے بعد اس قدر لاغر ہو گئے تھے کہ ایک ایک ہڈی گنی جا سکتی تھی:-

ازواج و اولاد

آپکی تین بیویاں تھیں جنمیں سے ایک بیوی جو ایک خلیفہ کی بیوی خلیفہ کی پوتی۔ خلیفہ کی بہن اور خلیفہ (عبدالملک) کی بیٹی تھی یعنی فاطمہ آپ ہی کیطرح متقی اور باخدا تھیں آپنے گیارہ بیٹے چھوڑے ان کے نام یہ ہیں ۱ اسحاق ۲ یعقوب ۳ موسیٰ ۴ عبداللہ ۵ بکر ابراہیم۔ عبدالملک۔ ولید۔ عاصم۔ یزید۔ عبداللہ۔ عبدالعزیز اور ریان تھے:-

ترکہ

عمر بن عبدالعزیز نے جو اسلامی قلمرو کے شہنشاہ تھے کل اکیس ۲۱ دینار ترکہ میں چھوڑے ان میں سے چند دینار آپکی تجہیز و تکفین میں خرچ ہو گئے۔ باقی بیٹوں اور بیٹیوں میں تقسیم ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر کی روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے گیارہ بیٹے چھوڑے اور خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے بھی گیارہ ہی بیٹے چھوڑے۔ لیکن عمر بن عبدالعزیز کے ہر بیٹے کو باپ کے ترکہ میں سے صرف ایک دینار ملا، اور ہشام کے ہر بیٹے کو دس دس لاکھ درہم ترکہ میں ملے مگر میں نے عمر بن عبدالعزیز کے ایک بیٹے کو ایک مرتبہ دیکھا کہ اس نے جہاد کیلئے سو گھوڑے دیئے اور ہشام کے ایک بیٹے کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے صدقہ لے رہا تھا:-

مدت خلافت

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دو برس اور پانچ مہینے خلافت کی :-

یزید بن عبدالملک

یزید بن عبدالملک بن مروان کی کنیت ابوخالد تھی وہ اپنے بھائی سلیمان بن عبدالملک کی وصیت کے بموجب حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا۔ چونکہ اس نے عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ دیکھا تھا اسلیئے نیکی کیطرف مائل تھا۔ چالیس روز تک وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نقش قدم پر چلا۔ لیکن جب بنو امیہ نے دیکھا کہ نئے خلیفہ کے ہونیسے بھی کچھ فائدہ نہ ہوا تو انہوں نے چالیس سفید ریش مولوی صورت لوگوں کو اسکے پاس بھیجا ان بدسرشت لوگوں نے یزید کے دلمیں یہ بات بٹھا دی کہ خلیفہ جو کچھ کرے اس سے اس کا حساب لیا جائیگا اور نہ اس پر عذاب ہوگا۔ چنانچہ یزید بہک گیا اور فسق و فجور کیطرف مائل ہوگیا۔ بنو امیہ کی بن آئی۔ انہوں نے پھر جاگیریں حاصل کرلیں پھر انکے وظائف مقرر ہوگئے پھر عدل و انصاف کا خون ہونے لگا حضرت عمر بن عبدالعزیز سے پہلے حجاج کے بھائی محمد بن یوسف ثقفی نے اہل یمن پر ایک نیا ٹیکس قائم کردیا تھا۔ جسے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے منسوخ کرکے عشر دسواں حصہ قائم کیا تھا اور فرمایا تھا کہ مجھے اس جدید ٹیکس کے قائم کرنیسے یہ زیادہ پسند ہے کہ یمن سے ذرہ برابر بھی خراج نہ آئے۔ بنو امیہ کی تحریک پر یزید بن عبدالملک نے اس ٹیکس کو پھر جاری کردیا۔ اس سے اہل یمن ناخوش ہوگئے۔ انہیں دنوں یزید کا چچا محمد بن مروان جو جزیرہ آذربائیجان کا گورنر تھا۔ فوت ہوگیا۔ یزید نے اسکی جگہ اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو جزیرہ اور آذربائیجان کا گورنر مقرر کردیا۔ اس سے پہلے وہ عراق کے گورنر تھے :-

یزید بن مہلب کا فرار و قتل

یزید بن مہلب کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے قلعہ حلب میں قید کردیا تھا۔ جب اس نے

عمر بن عبدالعزیز کو زہر دیئے جانے کی خبر سنی تو قید خانہ کے محافظوں کو رشوت دیکر فرار ہو گیا اور بھاگتے وقت ایک رقعہ اس مضمون کا لکھا کہ اگر مجھے آپکی زندگی کا یقین ہوتا تو میں ہرگز نہ بھاگتا۔ لیکن مجھے بتایا گیا ہے کہ آپکا بچنا محال ہے اور آپکے بعد یزید خلیفہ ہوگا۔ جو میرا دشمن ہے اور مجھے ضرور قتل کر ڈالے گا۔ اسلئے میں فرار ہو رہا ہوں "! اسکی یہ تحریر عمر بن عبدالعزیز کو انکے آخری وقت میں پہنچی۔ آپنے اسکو پڑھکر فرمایا تھا کہ خدایا اگر یزید مسلمانوں کیساتھ برائی کرنیکے لئے بھاگا ہے تو اسے سزا دے۔ یزید بھاگ کر بصرہ میں پہنچا۔ بصرہ میں اسوقت عدی بن ارطاۃ گورنر تھا۔ یزید بن مہلب کا ساتھ بصرہ والوں نے دیا اور اس نے عدی کو بھی بصرہ سے نکالدیا۔ اور یزید بن عبدالملک کا مقابلہ کرنیکی تیاری کرنے لگا۔ اس وقت بصرہ میں حضرت امام حسن بصری بھی موجود تھے۔ انہوں نے یزید بن مہلب کی مخالفت کی مگر لوگوں کے سمجھانے سے خاموش ہو گئے۔ یزید بن مہلب لشکر فراہم کرکے کوفہ پر قبضہ کرنے کے لئے چلا۔ یزید بن عبدالملک نے اسکے مقابلہ کیلئے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو فوج دیکر بھیجا دونوں لشکروں کا مقام عقر میں مقابلہ ہو گیا۔ ایک خونریز جنگ کے بعد یزید بن مہلب اور اس کا بھائی حبیب دونوں مارے گئے۔ اہل بصرہ بھاگ کھڑے ہوئے یزید کے عزیز و اقارب اس شکست کا حال سنکر بصرہ سے کشتیوں میں سوار ہو کر مشرق کیطرف بھاگے۔ ایک دستۂ فوج انکے تعاقب میں بھیجا گیا۔ اس دستہ نے مقام قندابیل میں ان مفرورین کو جا لیا۔ اور سوائے دو بچوں ابو عتبہ بن مہلب اور عثمان بن مفضل بن مہلب کے باقی تمام خاندان کے لوگوں کو قتل کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۰۲ھ میں ہوا۔ یزید بن مہلب کی مہم کے بعد یزید بن عبدالملک نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو عراق و خراسان کا وائسرائے بنا دیا۔ مسلمہ نے اپنے داماد سعید بن عبدالعزیز بن حرث بن حکیم بن ابی عاص کو خراسان کا امیر بنا دیا۔ یہ شخص عشرت پسند تھا۔ رنگین کپڑے پہنتا تھا۔ لوگوں نے اسے خذینہ کے لقب سے یاد کرنا شروع کر دیا سعید نے اپنی طرف سے سمرقند میں عثمان بن عبداللہ بن مطرف کو حاکم مقرر کیا۔

ترکوں کی بد عہدی

ترکوں نے سعید کو کمزور اور عشرت پسند سمجھکر خاقان چین کی فوج لے ساتھ کور صُول کی سرکردگی میں صغد کیطرف کوچ کر کے قصر باھلی کا محاصرہ جا کیا۔ قصر باھلی میں مسلمانوں کے ایک سو خاندان کے آدمی تھے جنکے ساتھ انکی عورتیں بھی تھیں ترکوں کا عظیم الشان لشکر دیکھکر یہ لوگ محصور ہوگئے اور قصر باھلی کے گرد خندق کھود لی۔ ساتھ ہی عثمان بن عبداللہ کو ترکوں کی یورش کی اطلاع دیکر مدد طلب کی لیکن خود اسی اس خوف سے کہ شاید مدد آنے میں دیر ہو چالیس ہزار درہم پر ترکوں سے مصالحت کر لے اپنے ستر آدمیوں کو بطور ضمانت ان کے حوالہ کر دیا۔ ادھر عثمان بن عبداللہ نے سات سو سواروں کو مسیب بن بشر رباحی کے ساتھ انکی مدد کیلئے روانہ کیا۔ جب یہ لشکر ترکوں کے قریب پہنچا تو ایک دہقان تین سو آدمیوں کے ساتھ انکی مدد کو آگیا اور اس نے بتایا کہ ترکوں نے قصر باھلی کے ان ستر آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ جو بطور ضمانت انکے حوالہ کئے گئے تھے مسیب بن بشر رباحی نے اپنے ہمراہیوں سے کہا۔ دشمن کا لشکر بہت زیادہ ہے ان پر شبخون مار کر ان سے انتقام لو اور قصر باھلی کے مسلم بچوں۔ اپنے بچوں اور عورتوں کو نکال لاؤ" ترکوں نے قصر باھلی کا محاصرہ کر کے خندق کو پانی سے اسلئے لبریز کر دیا تھا تاکہ کوئی ان کی مدد کو نہ جا سکے مسلمانوں نے ترکوں پر شبخون مارا مسیب علم لئے رجز پڑھ رہا تھا مسلمانوں نے زور شور سے حملے کر کے ترکوں کو بیدریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔ بڑے بڑے نامور ترک اس معرکہ میں کام آئے۔ جو باقی بچے وہ بھاگ کھڑے ہوئے مسیب نے اعلان کرادیا کہ بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرو۔ قصر کیطرف بڑھو۔ مسلمان قصر میں گھسکر تمام مسلمان عورتوں بچوں اور مسلمانوں کو نکال لائے صبح کو جب مسلمانوں نے ترک مقتولین کی لاشوں کو دیکھا تو انکی کثرت دیکھکر نہایت متعجب ہوگئے

جنگ صغد

ترکوں کی عہد شکنی اور اہل صغد کی بغاوت و سرکشی کی خبر سنتے ہی سعید حرشی ایک مختصر

فوج لیکر روانہ ہوا اور نہر کو عبور کر کے صغد کیطرف بڑھا۔ ترکوں کے ایک دستہ سے مقابلہ کیا۔ اور مسلمانوں کے پہلے ہی حملہ سے ترک شکست کھا کر بھاگے۔ مسلمانوں کا ایک دستہ انکے تعاقب میں بڑھا چلا گیا۔ ترک گھاٹیوں میں چھپے ہوئے تھے۔ انہوں نے کمینگاہوں سے نکلکر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ تھوڑی دیر تو مسلمان جم کر مقابلہ کرتے رہے پھر ہزیمت اٹھا کر پلٹے۔ اسی وقت سعید اپنا لشکر لیکر پہنچگیا اور ترکوں پر اس شدت سے حملہ کیا کہ دم کے دم میں انکے ہزاروں آدمی کاٹ ڈالے۔ ترک ایکدوسرے پر گرتے پڑتے بھاگے۔ بہت کچھ مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ سعید آگے بڑھا۔

تجندہ کی فتح

ترک تجندہ میں جمع ہو کر مقابلہ کی تیاری میں مصروف ہوگئے۔ سعید نے وہاں پہنچکر ترکوں پر حملہ کیا۔ ترکوں نے کنوئیں کھود کر انہیں خس و خاشاک سے پوشیدہ کر دیا تھا تاکہ وہ عین معرکہ کے وقت شکست کھا کر ہٹیں اور مسلمان ان کنوؤں میں جا پڑیں چنانچہ جنگ ہوتے ہی ترک شکست کھا کر بھاگے لیکن بدقسمتی سے خس پوش کنوؤں کی طرف گھبرا کر بھاگے اور خود ہی کنوؤں میں گر کر گرفتار ہوگئے۔ کچھ بھاگ کر پہاڑوں میں جا گھسے سعید نے محاصرہ کر کے منجنیقیں نصب کرا کر سنگ باری شروع کرادی۔ ترکوں نے گھبرا کر صلح کی درخواست پیش کی سعید نے ان شرائط پر صلح کی کہ (۱) جسقدر مسلمان ان کے پاس قید ہیں انہیں فوراً رہا کردیں (۲) بقایا خراج فوراً ادا کریں۔ (۳) تجندہ کو خالی کردیں۔ (۴) اگر کسی شرط کی خلاف ورزی ہوگی تو تمام ترکوں کو قتل کر دیا جائے گا۔ ترکوں نے تجندہ خالی کر دیا اور مسلمانوں کے پاس آ گئے۔ لیکن کسی ترک افسر نے ایک مسلمان عورت کو جو ابھی قید میں تھی قتل کر دیا سعید کو معلوم ہوگیا۔ اس نے اس ترک سردار کا سر اڑا دیا۔ یہ دیکھکر ترکوں نے بغاوت کردی اور ان کے پاس جو ڈیڑھ سو مسلمان قید تھے انہیں قتل کر دیا۔ مسلمانوں نے جوش میں آکر ان پر حملہ کر دیا اور ایک ایک ترک کو چن چن کر قتل کر ڈالا۔ سات ہزار ترکوں کو جام مرگ پلادیا۔ غرضیکہ سعید حرشی نے ترکوں کی گوشمالی کر کے انہیں پھر مطیع و فرمانبردار بنا کر بدعہدی نہ کرنیکا اقرار لیا۔

رومیوں کی سرکوبی

ادھر رومیوں نے آرمینیہ پر حملہ کی تیاری کی یزید بن عبدالملک نے عمر بن ہبیرہ کو رومیوں کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا۔ عمر بن ہبیرہ فوجی جمعیت لیکر آرمینیہ کے رستے سے روم پر حملہ آور ہوا اور رومی عیسائیوں کو زبردست شکست دیکر ان کے ہزاروں سپاہیوں کو قتل کر کے سات سو عیسائیوں کو گرفتار کر لایا۔ یزید بن عبدالملک کی خاص حرم "حبابہ" تھی یزید کو اس سے بے انتہا محبت تھی وہ اسکی کسی سفارش کو رد نہیں کرتا تھا۔ عمر بن ہبیرہ نے کسی طرح حبابہ تک رسائی حاصل کر لی اور اس سے سفارش کرا کر عراق و خراسان کا والی بنگیا۔

بلنجر کی فتح

عمر بن ہبیرہ کے جزیرہ سے چلے آنے پر ثبیت بہرانی کو امیر عسکر اسلامیہ مقرر کیا گیا۔ اسکے زمانہ میں خزر یعنی ترکمانوں نے مختلف اقوام مثلاً قفچاق وغیرہ کو ساتھ لیکر بلاد اسلامیہ کیطرف کوچ کر دیا۔ ثبیت اسلامی لشکر لیکر ان کے مقابلہ میں بڑھا۔ مقام مرج حجارہ میں صف آرائی ہوئی ترکوں کا جم غفیر تھا۔ مسلمان شکست کھا کر دمشق میں بھاگ آئے۔ یزید بن عبدالملک نے جراح بن عبداللہ حکمی کو آرمینیہ و جزیرہ کا گورنر مقرر کر کے جمعیت کثیر کے ساتھ ترکمانوں کی گوشمالی کیلئے روانہ کیا۔ جراح نہر کو عبور کر کے شہر باب کیطرف روانہ ہوا۔ شہر باب میں ترکمانوں کا جماؤ ہو رہا تھا۔ دونوں لشکر نہایت جوش سے لڑے ترکمانوں کا افسر ان کا شہزادہ تھا جو ہنگام کارزار میں مارا گیا۔ ترکمان شکست کھا کر بھاگ گئے شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ جراح نے وہاں سے تمام ترکمانوں کو جلاوطن کر دیا۔ شہر باب سے بڑھکر جراح نے شہر برغوا پر چڑھائی کی اور چھ روز کے محاصرہ کے بعد اسے بھی فتح کر لیا اور وہاں کے لوگوں کو بھی نکال دیا۔ اب وہ بلنجر پر حملہ آور ہوا ترکوں اور ترکمانوں نے بڑی بہادری سے بلنجر پر مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن مسلمانوں کی تلواروں اور نیزوں نے انہیں کاٹ ڈالا۔ ہزاروں ترک مارے گئے۔ آخر انہیں شکست ہوئی مسلمانوں نے قلعہ پر قبضہ کر کے جو کچھ ہاتھ آیا لوٹ لیا۔ قلعہ بلنجر جراح نے والئی قلعہ ہی کو واپس دیدیا اور اسکے اہل و عیال کو بھی قید سے

چھوڑ دیا۔ اسی قلعہ مسلمانوں کا بڑا نقصان ہوا۔

عبدالرحمن بن ضحاک کی معزولی

عبدالرحمن بن ضحاک حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ سے حجاز کی گورنری پر مامور تھا اسکے دل میں شوق پیدا ہوا کہ حضرت حسینؓ کی پوتی سے شادی کروں چنانچہ اس نے حضرت حسینؓ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو پیغام دیا کہ وہ اپنی لڑکی کی شادی اسکے ساتھ کر دیں انہوں نے انکار کر دیا ابن ضحاک نے دھمکی دی کہ اگر شادی نہ کی تو تمہارے لڑکے پر شراب خوری کا الزام لگا کر درے لگواؤں گا

حضرت فاطمہ بنت حسینؓ نے ایک قاصد کے ذریعہ سے یزید بن عبدالملک کے پاس شکایت کی۔ یزید اس خبر کو سنکر نہایت برافروختہ ہوا۔ اس نے عبدالواحد بن عبدالملک قسری کو اپنے ہاتھ سے حکم لکھا کہ میں نے تجھے حجاز کا گورنر مقرر کیا تو عبدالرحمن بن ضحاک کو معزول کر کے اس سے چارج لیلے اور ہم نے اس پر اس جرم میں کہ اس نے بنت حسینؓ کو دھمکی دی چالیس ہزار دینار جرمانہ کیا ہے اس سے وصول کرو اور اسے اسقدر اذیت دے کہ میں اسکے درد و کرب کی آواز اپنے بستر استراحت پر سنوں۔ عبدالواحد نے حجاز میں پہنچکر یزید بن عبدالملک کے حکم کی تعمیل کی ماہ شوال سنہ ۱۰۴ھ میں عبدالرحمن بن ضحاک کو معزول کر کے اس پر اسقدر سختی کی کہ وہ دانہ دانہ کو محتاج ہو گیا اور گدائی کرتا ہوا پھرنے لگا۔ اس نے انصار کو بھی اپنے عہد گورنری میں بہت کچھ ستایا تھا۔ انصاری شاعروں نے اسکی ہجو میں قصیدے لکھے!

ولیعہدی

یزید بن عبدالملک نے اپنے بعد اپنے بیٹے ولید کو خلیفہ بنانا چاہا لیکن ارکان سلطنت نے سمجھایا کہ ولید کی عمر صرف گیارہ سال کی ہے اس وقت اس کا ولی عہد ہونا مناسب نہیں ہے بلکہ پہلے اپنے بھائی ہشام کو اور اسکی وفات کے بعد اپنے بیٹے ولید کو خلافت کیلئے نامزد کر جائیے! چنانچہ یزید نے ایسا ہی کیا:۔

وفات

یزید بن عبدالملک نے اڑتیس ۳۸ سال کی عمر پا کر چار سال اور ایک ماہ خلافت کر کے ۲۵ شعبان ۱۰۵ھ

کو بمقام بلقا مرض سل میں وفات پائی۔ اسکی وفات کے وقت اس کا بھائی ہشام مقام حمص میں تھا چنانچہ اُسے فوراً اطلاع دی گئی اور یزید کا عصا اور انگوٹھی اسکے پاس بھیجے گئے:۔

ہشام بن عبدالملک

ہشام بن عبدالملک کی کُنیت ابوالولید تھی وہ ۷۲ھ میں پیدا ہوا تھا۔ اور ۱۰۵ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا اسوقت اسکی عمر تینتیس سال کی تھی اسکی والدہ عائشہ بنت ہشام بن سمعیل مخزومی تھی۔ وہ اپنے بھائی یزید کی وفات سُنکر فوراً دمشق میں واپس آیا اور لوگوں سے اپنے لئے بیعت خلافت لی تخت نشین ہوتے ہی ہشام بن عبدالملک نے عمر بن ہبیرہ کو عراق اور خراسان کی گورنری سے معزول کر کے اسکی جگہ خالد بن عبداللہ قسری کو گورنر مامور کیا۔ اس سے پہلے عمر بن ہبیرہ نے مسلم بن سعید کو خراسان کا حاکم مقرر کیا تھا اور مسلم ترکوں کی جنگی تیاری کی خبر سُنکر ان پر لشکر کشی کی تیاری کر رہا تھا:۔

ترکوں سے جنگ

۱۰۶ھ میں خالد بن عبداللہ قسری نے مسلم کو جہاد کی تاکید کی اسی وقت مسلم بن سعید نے سنا کہ ترک خاقان چین کے ساتھ بڑھے چلے آرہے ہیں مسلم بن سعید معہ اپنے مختصر لشکر کے نہر کو عبور کر کے ترکوں کیطرف بڑھا تین ہی منزل چلنے پایا تھا کہ ترکوں کے جم غفیر سے مقابلہ ہو گیا نہایت خونریز جنگ ہوئی ایک تو ترک بڑی جنگجو قوم تھی دوسرے مسلمان بہت تھوڑے تھے اسلئے مسلمان پسپا ہو کر پیچھے ہٹے۔ ترک مسلمانوں کے کیمپ میں آگھسے اس ناگہانی واقعہ میں سیب بن بشر ریاحی اور براء جیسے بہادر اسلامی افسر کام آئے یہ دیکھکر مسلمانوں کو جوش آگیا۔ انکی طبیعتوں میں جذبۂ انتقام نے ہیجان پیدا ہو گیا۔ انہوں نے سنبھلکر اس سختی سے حملہ کیا کہ ترکوں کی کثیر تعداد نذر اجل ہو گئی اور وہ بھاگ کر مسلمانوں کی لشکر گاہ سے نکل گئے۔ مسلم نے نجندہ کا رخ کیا۔ ترک اسکے لشکر کے ساتھ جنید کرتے چلے گئے۔ آٹھ روز تک اسلامی لشکر متواتر چلتا رہا۔ نویں شب کو قیام کا ارادہ کیا۔ ترکوں نے مزاحمت کی مسلم نے پھر کوچ کر دیا۔ صبح

ہوتے ہی نہر پر پہنچا۔ اہل فرغانہ اور شاش نے بڑھکر راستہ روک دیا۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کردیا وہ مسلمانوں کی تلوار کی چمک دیکھتے ہی گھونگھٹ کھا گئے۔ مسلم نے لب نہر قیام کردیا۔ رات بسر کرکے صبح کو نہر عبور کرگیا۔ جبکہ اسلامی لشکر نہر کو پار کر رہا تھا۔ اس وقت خاقان چین کے بیٹے نے اپنی فوج کیساتھ حمید بن عبداللہ جو ساقہ میں تھا حملہ کردیا۔ حمید اور اسکے ہمراہی نہایت مردانگی سے لڑے۔ ترکوں اور اہل صغد کے نامی نامی سرداروں کو گرفتار کرلیا۔ اتفاق سے حمید کی پیشانی میں ایک تیر لگا جسکے صدمے سے وہ مرگیا لیکن اسلامی لشکر بغیر کسی مزید نقصان کے تجندہ میں جا پہنچا۔

مسلم بن سعید کی معزولی

ابھی مسلم کی ترکوں سے معرکہ آرائی جاری تھی کہ ہشام بن عبدالملک نے خالد بن عبداللہ قسری کو لکھا کہ مسلم بن سعید کو معزول کردیا گیا ہے تم اسکی جگہ اپنے بھائی اسد بن عبداللہ قسری کو گورنر خراسان مقرر کرکے حکم دو کہ وہ مسلم سے چارج لیلے۔ چنانچہ خالد نے اپنے بھائی اسد کو خراسان کی گورنری پر مامور کرکے بھیجا۔ مسلم نے نہایت خندہ پیشانی سے اس حکم کی تعمیل کی اسد کو گورنری کا چارج دے دیا۔

غور پر لشکر کشی

اسد بن عبداللہ قسری نے ۱۰۷ھ میں جبال ہرات (غور) پر جہاد کیا۔ اہل ہرات بیا تو بلاد اسلام پر تاخت کی تیاری کررہے تھے یا مسلمانوں کی آمد کی خبر سنکر روپوش ہوگئے اور اپنی تمام دولت پہاڑ کی کھوہ میں چھپادی اس کا حال اسد کو بھی معلوم ہوگیا۔ چونکہ جن غاروں میں خزانہ چھپایا گیا تھا وہ نہایت عمیق تھے اسلئے اسد نے صندوق تیار کرائے اور ان میں سپاہیوں کو بٹھا کر زنجیروں کے ذریعے سے کھوہ میں اتارا۔ مسلمانوں نے خزانہ کی بڑی مقدار برآمد کرلی اور بے شمار مال غنیمت حاصل کرکے لوٹ آئے۔ ۱۰۸ھ میں اسد نے پھر لشکر کشی کی خاقان چین اسکے مقابلہ میں آیا۔ مگر دونوں لشکر دور دور ہی رہے۔ مقابلہ کی نوبت نہیں آئی۔ اسد نے اسی سنہ میں پھر غور پر چڑھائی کی اسکے ساتھ نصر بن سیار اور مسلم بن اعواہی تھے۔ اہل غور بڑے جوش و خروش سے مقابلہ میں آئے مسلمانوں نے بھی بڑی

جوانمردی اور دلیری سے مقابلہ کیا۔ نصر بن سیار اور مسلم بن احور نے اس جنگ میں ایسی جانبازی دکھائی کہ دونوں مشہور ہو گئے۔ اہل غور کو شکست ہوئی اور مسلمان فتحیاب ہو کر لوٹے :-

اسد بن عبد اللہ کی معزولی

اسد بن عبد اللہ کے دماغ میں خراسان کا گورنر ہوتے ہی حکم بے جا کا نشہ ایسا چڑھا کہ اس نے لوگوں پر تشدد شروع کر دیا۔ کسی کے درّے لگوائے کسی کی داڑھی منڈوا دی لوگ اس سے متنفر ہو گئے۔ اس کی شکائیتیں خلیفہ ہشام تک پہنچیں چنانچہ ہشام نے اسے معزول کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۰۹ھ کا ہے :

اشرس بن عبد اللہ سلمی کی گورنری

ہشام نے خود ہی اشرس بن عبد اللہ سلمی کو خراسان کی گورنری پر مامور کر کے بھیجا یہ نہایت نیک اور بڑا صالح آدمی تھا۔ اہل خراسان اسکے آتے ہی خوش ہو گئے۔ اشرس نے آنیسے پہلے یہ سن لیا تھا کہ اس علاقہ میں آئے دن بغاوتیں ہوتی رہتی ہیں ترک نہ خود آرام سے بیٹھتے ہیں نہ مسلمانوں کو بیٹھنے دیتے ہیں۔ ہر وقت جنگ و پیکار کا بازار گرم رہتا ہے چنانچہ اس کا یہ خیال ہوا کہ اگر ترکوں میں اسلام کی تبلیغ کیجائے اور وہ مسلمان ہو جائیں تو یہ روز روز کی خونریزی رک جائے۔ چنانچہ اشرس نے ۱۱۰ھ میں ابو الصیداء۔ وصالح بن طریف (بنو ضبیہ کے آزاد غلام) اور ربیع بن عمران تمیمی کو سمرقند اور ما وراء النہر کیطرف دعوت اسلام کی غرض سے روانہ کیا۔ ان تینوں بزرگوں نے اس نرمی اور سہولیت سے دعوت اسلام دی کہ لوگ جوق جوق مسلمان ہونے لگے۔ جو لوگ مسلمان ہوتے اشرس ان کا جزیہ معاف کر دیتا اس کا یہ اثر ہوا کہ ترکوں کی بڑی جماعت حلقہ بگوش اسلام ہو گئی اسوقت وزیر مال حسن بن عمرطہ کندی تھا۔ اس نے خالد بن عبد اللہ قسری کو لکھا کہ لوگوں کے کثرت مسلمان ہونیکی وجہ سے جزیہ کی رقم بیحد کم ہو گئی ہے۔ خالد نے لکھا کہ نومسلموں سے بھی جزیہ وصول کرو۔ اشرس نے بھی یہی لکھا لیکن حسن بن عمرطہ نے اسے خلاف شرع سمجھ کر اس حکم

کی تعمیل میں تامل کیا۔ اشرس نے حسن کو معزول کر کے ہانی بن ہانی کو اس عہدہ پر مامور کیا۔ ہانی نے نومسلموں سے جزیہ وصول کرنا چاہا۔ ابوالصیداء نے جن کی کوشش سے یہ لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ جزیہ کے وصول کرنے سے روکا۔ ہانی نے بھی اشرس کو لکھا کہ ان لوگوں نے مسجدیں بنالی ہیں نمازیں پڑھتے ہیں ان سے کیسے جزیہ وصول کیا جائے لیکن اشرس کو ضد ہوگئی اس نے لکھا کہ ان سے جزیہ ضرور وصول کیا جائے۔ ابوالصیداء کو یہ بڑا ناگوار گذرا۔ وہ سات ہزار نومسلموں کی جمعیت لیکر سمرقند سے چند میل کے فاصلے پر مقیم ہو کر مقابلہ کی تیاری کرنے لگے چونکہ وہ حق پر تھے اسلئے بہت سے مسلمان سردار سمرقند کے حاکم سے کنارہ کشی کر کے ان کے پاس چلے گئے۔ اشرس نے سمرقند کی حکومت پر مجشر بن مزاحم سلمی کو مامور کیا۔ مجشر نے فریب کا جال بچھا کر ابوالصیداء اور چند سربرآوردہ لوگوں کو صلح کے بہانے سے بلا کر قید کر کے اشرس کے پاس بھیجدیا۔ نومسلموں نے ابو فاطمہ کو اپنا سردار منتخب کر کے جنگ کی دھمکی دی۔ آخر مجبور ہو کر اشرس نے نومسلموں کے جزیہ کی معافی کا اعلان کیا۔ مگر یہ بھی فریب تھا۔ جب نومسلموں کی جمعیت متفرق و منتشر ہوگئی تو ان پر سختیاں شروع کر دیں اور ایسا تشدد کیا کہ وہ مرتد ہو کر باغی ہوگئے انہوں نے ترکوں اور خاقان سے مدد طلب کی ترک بھی آگئے اور خاقان بھی لشکر لیکر آگیا۔ اشرس دس ہزار کی جمعیت سے انکے مقابلہ کیلئے نکلا۔ نہر کو عبور کرتے ہی ترکوں کا سامنا ہو گیا۔ نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ ترک پسپا ہوگئے۔ اشرس اپنی فوج لیکر بیکند پر پہنچا اہل شہر نے پانی بند کر دیا۔ مسلمان پیاس سے بیتاب ہو کر بھاگے۔ اثنائے راہ میں پھر ترکوں سے مقابلہ ہو گیا۔ پھر جنگ ہوئی پیاسے مسلمانوں نے ترکوں کو مار ہٹایا۔ مسلمانوں کے کئی بڑے افسر اس معرکہ میں کام آئے۔ اشرس بخارا کیجانب لوٹا۔ خاقان نے شہر کمرجہ کا جو صوبہ خراسان کا ایک بڑا شہر تھا محاصرہ کر لیا۔ اس لشکر کے ساتھ یزدجرد شاہ ایران کا بیٹا خسرو بھی تھا۔ اس نے اہل شہر سے کہا۔ خاقان میری سلطنت مجھے واپس دلانے کیلئے آیا ہے تم کیوں اپنی جانیں دیتے ہو میں تمہارے لئے خاقان سے امان حاصل کرونگا۔ اہل شہر نے اسے برا بھلا کہا

خاقان ساٹھ روز تک محاصرہ کئے رہا۔ آخر مسلمانوں نے تنگ آ کر شہر خاقان کے حوالے کر دیا اور خود وہاں سے سمرقند میں ترک سکونت کر آئے۔ اس جنگ کا آغاز محض اس بنا پر ہوا کہ خلاف شرع ہشام بن عبدالملک کے حکام نومسلموں سے بھی جزیہ وصول کرنا چاہتے تھے۔ یہ ایک زبردست احمقانہ غلطی تھی۔ کسی قرن میں بھی نومسلموں سے جزیہ وصول نہیں کیا گیا۔ ان بیوقوفوں نے آمدنی کی کمی کو ملحوظ رکھ کر یہ فعل قبیح کیا۔ اس سے ایک نومسلموں کی بھاری تعداد مرتد ہو گئی۔ دوسرے جنگ میں مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا۔ جو لوگ مسلمانوں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے وہ دیکھیں اور غور کریں کہ مسلمانوں کے بعض احمق حکمرانوں نے شمشیر کو اشاعت اسلام کے روکنے میں صرف کیا ہے

اشرس کی معزولی اور جنید کی تقرری

ہشام بن عبدالملک نے اشرس بن عبداللہ کو خراسان کی گورنری سے معزول کر کے ۱۱۱ھ میں جنید بن عبدالرحمن بن عمرو بن الحرث بن خارجہ بن سنان بن ابی حارثہ مری کو خراسان کی گورنری پر مامور کیا۔ جب جنید خراسان کے دارالصدر شہر مرو میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ اشرس ترکوں سے مصروف جنگ ہے اور مرو میں اس کا نائب خطاب بن محرز سلمی موجود ہے جنید نے ایک روز قیام کیا۔ اگلے روز خطاب کو ہمراہ لیکر روانہ ہوا اور روانہ ہونے سے پہلے اپنی جانب سے مرو میں مجشر بن مزاحم سلمی کو اور بلخ پر سودہ بن البحری التمیمی کو مامور کیا۔ جنید اشرس سے جا ملا اور اسلامی لشکر کو لیکر خاقان کے لشکر پر حملہ آور ہوا خاقان نے ساقہ پر حملہ کیا جس کا افسر قطن بن قتیبہ تھا قطن نے خاقان کو ہزیمت دیکر اسکے بھائی کو گرفتار کر لیا جسے جنید نے ہشام بن عبدالملک کے پاس بھیجدیا۔ خاقان اس وقت ٹل گیا۔ اور جنید بھی مرو میں واپس آ گیا۔ یہ معرکہ ۱۱۱ھ میں ہوا۔ مرو میں واپس آتے ہی جنید نے قطن بن قتیبہ کو بخارا پر ولید بن قعقاع عبسی کو ہرات پر حبیب بن مرہ عبسی کو افسر پولیس اور مسلم بن عبدالرحمن باہلی کو بلخ پر مامور کیا لیکن مسلم کی اس حماقت سے ناراض ہو کر کہ اس نے نصر بن سیار کو جو بلخ کا گورنر تھا۔ گرفتار کر کے بھیجا تھا معزول کر کے یحییٰ بن جنیفہ کو مقرر کیا۔ ۱۱۲ھ طخارستان سے بغاوت کی

خبریں موصول ہونے پر جنید نے عمارہ بن حریم کو ایک طرف سے اٹھارہ ہزار کی جمعیت کیساتھ اور ابراہیم بن بسام کو دوسری طرف سے دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ کیا۔ خود بھی اسی طرف روانگی کی تیاری کر رہا تھا کہ ترکوں نے عظیم الشان لشکر تیار کر کے خاقان کو اپنا سپہ سالار بنا کر سمرقند پر چڑھائی کر دی سمرقند میں سودہ بن الحبر عامل تھا اس نے جنید کو تمام کیفیت لکھکر مدد طلب کی۔ جنید نے اس طرف کوچ کرنیکا ارادہ کیا مجشر بن مزاحم سلمی اور ابن بسطام ازدی نے مشورہ دیا کہ خاقان کے مقابلہ میں اہل سمرقند کی مدد کیلئے کم سے کم پچاس ہزار لشکر لیکر جانا چاہیے ترک بڑی جنگجو قوم ہے اس کا مقابلہ آسان نہیں ہے اور آپکا زیادہ لشکر طخارستان کیطرف گیا ہوا ہے۔ جنید نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرے بھائی سودہ بن الحبر اور سمرقند کے مسلمانوں کی جان پر بنی ہو اور میں پچاس ہزار کی جمعیت فراہم ہونیکے انتظار میں یہاں بیٹھا رہوں چنانچہ اس نے تھوڑے ہی لشکر سے کوچ کر دیا:۔

ترکوں سے خونریز جنگ

جنید نے نہر عبور کر کے سمرقند کیطرف بڑھنا شروع کیا۔ خاقان نے جنید کی آمد کی خبر سنکر سمرقند کیطرف لشکر بڑھا دیا اور ایک دستہ مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے روانہ کیا۔ جنید نے نصر بن سیار کو ایک مختصر دستہ کے ساتھ آگے روانہ کیا۔ ترکوں کا جو دستہ مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے آرہا تھا۔ نصر نے اس پر حملہ کر دیا۔ ترک بڑی جوانمردی سے لڑے لیکن مسلمانوں نے اس جوش سے جنگ کی کہ ترک مقابلہ نہ کر سکے۔ پسپا ہوئے نصر نے تاک تاک کر ترک سرداروں اور سورماؤں کو قتل کر ڈالا ایک اور ترک لشکر سامنے سے آگیا جنید بھی اپنا لشکر لیکر آپہنچا۔ نہایت گھمسان کا معرکہ ہوا اور مسلمانوں کی تلواریں بیکار ہوگئیں ان کے غلاموں نے درختوں کے ڈالے کاٹ لئے اور ان سے حملہ آور ہوئے مسلمان اور ترک ایسے گتھ گئے کہ کبھی کبھی اللہ اکبر کی دل ہلا دینے والی آواز اسلام و کفر کا تفرقہ پیدا کر دیتی تھی۔ جب یہ حشر نما جنگ ہو رہی تھی خاقان کے لشکر کا ایک اور حصہ نمودار ہوا۔ جنید نے فوراً اعلان کیا۔ الارض۔ الارض! مسلمان یہ سنتے ہی پیادہ ہوگئے۔ کچھ لوگ لڑتے رہے اور

کچھ نے خندق کھود لی۔ مسلمان اب بھی موت کی لڑائی لڑ رہے تھے۔ جنید نے ایک تیز رو قاصد سمرقند سودہ بن الحجبر کے پاس بھیجا اور کہلا دیا کہ میں تم سے صرف ۲ منزل کے فاصلے پر ترکوں سے مصروف جنگ ہوں۔ تم شہر سے نکلکر نہر کے کنارہ کنارہ آ کر خاقان کے لشکر کی پشت پر حملہ کر دو مگر نہر کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ سودہ نے سمرقند میں موسےٰ بن اسود حنظلی کو اپنا نائب مقرر کر کے بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ کی جمعیت سے کوچ کر دیا۔ لیکن غلطی یہ کی کہ نہر کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کیا۔ جب اس اسلامی لشکر بہت ہی تھوڑی مسافت پر رہ گیا تو خاقان کو اسکی آمد کی اطلاع ہو گئی وہ لشکر لیکر اسکے مقابلہ میں پہنچا اور جس جنگل کو طے کر رہے تھے اس میں مسلمانوں کی پشت کی طرف آگ لگا دی۔ سامنا لشکر سے روک دیا۔ مسلمان تلواریں سونت کر ٹوٹ پڑے۔ میدان جنگ کے غبار اور دھوئیں سے سارا عالم تیرہ و تار ہو گیا۔ مسلمانوں کے تین اطراف آگ کے شعلے بلند تھے سامنے ترکوں کے پرے تھے۔ دھوئیں سے آنکھیں بند ہوئی جاتی تھیں اسی چپقلش میں سودہ گھوڑے سے گرا اور اسکی ران ٹوٹ گئی۔ مسلمانوں کی کثیر جمعیت نذر اجل ہو گئی۔ غورک والئی سغد نے کچھ مسلمانوں کو امان دیکر گرفتار کر لیا۔ مگر اس خاقان چین کے سامنے جب ان مسلمانوں کو پیش کیا تو اُس نے امان وہی منظور نہ کر کے سب کو بڑی بیدردی سے قتل کرا دیا۔ جنید نے جوش میں آکر نہایت سختی سے ترکوں پر حملہ کیا۔ مسلمانوں کے غلاموں نے بڑی جان نثاری کی۔ آخر ترک پسپا ہوئے جنید نے سمرقند میں داخل ہو کر مسلمانوں کے اہل عیال کو ساتھ لیا اور انہیں مرو میں روانہ کر دیا۔ ساتھ ہی ہشام بن عبدالملک کو جنگ کی تمام کیفیت اور سودہ کے غلط راستہ اختیار کرنے کے باعث مسلمانوں کے نقصان کی اطلاع دیکر کمک طلب کی۔ ہشام نے فوراً کوفہ اور بصرہ کے حکام کو لکھا کہ دونوں جگہ سے دس ۱۰ ہزار لشکر جنید کی مدد کیلئے روانہ کرو۔ ساتھ ہی تیس ۳۰ ہزار نیزے اور تیس ۳۰ ہزار تلواریں بھیجیں۔ جنید سمرقند میں مقیم تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ خاقان پھر فوجیں جمع کر کے بخارا پر حملہ کرنیوالا ہے۔ جنید کو خوف ہوا کہ کہیں اہل بخارا کا بھی وہی حشر نہ ہو جو اہل سمرقند کا ہو چکا ہے۔ چنانچہ اُس نے عثمان بن عبداللہ کو چار سو سوار

اور چار سو پیادوں کے ساتھ سمرقند میں چھوڑا اور ان کے لئے کافی سامان رسد فراہم کر کے خود بخارا کیطرف روانہ ہوا۔ بخارا ابن قطن بن قتیبہ عامل تھا۔ جنید دشمنوں کی زد سے بچتا ہوا یکم ماہ رمضان المبارک ۱۱۲ھ کو طواویس کے قریب مقام کرمینیہ میں جا پہنچا۔ یہاں خاقان کے لشکر سے مقابلہ ہو گیا۔ مسلمانوں نے پہلے ہی حملہ میں ترکوں کو پسپا کر دیا۔ اگلے روز مسلمان بخارا کیطرف بڑھے خاقان نے مسلمانوں کے ساقہ پر حملہ کر دیا۔ جنید نے میمنہ کو ساقہ کی مدد پر بھیجا۔ مسلمانوں نے پُرزور جنگ کر کے ترکوں کو ہٹا دیا۔ اس معرکہ میں ترکوں کے نامور ہیں سے ابن احوز مارا گیا۔ خاقان گھبرا کر واپس لوٹا۔ جنید معہ اپنے لشکر کے بخارا میں داخل ہو گیا۔ عین اسی وقت بصرہ اور کوفہ کی امدادی فوجیں بھی آگئیں۔ جنید نے ان فوجوں سے خاقان پر حملہ کر کے اسے متواتر شکستیں دیکر بھگا دیا اور تمام سرکش ترکوں کو پسپا کر کے خراسان میں امن وامان قائم کر دیا:۔

جنید کی معزولی

۱۱۶ھ میں جنید نے فاضلہ بنت یزید بن مہلب سے عقد کر لیا۔ چونکہ ہشام بن عبدالملک کو یزید بن مہلب کے خاندان سے عداوت تھی اُسے جنید کا یزید کی بیٹی سے عقد کرنا ناگوار گذرا چنانچہ اس نے جنید کو معزول کر کے عاصم بن عبداللہ بن یزید ہلالی کو خراسان کا گورنر مقرر کر کے بھیجا۔ جس روز عاصم مرو میں داخل ہوا اسی روز جنید نے مرض استسقا میں وفات پائی عاصم نے جنید کے عاملوں کو معزول کر کے نئے عامل مقرر کیئے۔

بلاد خضر و آرمینیہ میں فتوحات

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ جراح بن عبداللہ حکمی کو یزید بن عبدالملک نے سرزمین آرمینیہ میں امن قائم کرنے کے لئے روانہ کیا تھا اور اس نے ترکوں پر چڑھائی کر کے شہر باب اور قلعہ بلنجر کو فتح کر لیا تھا۔ اور بلنجر کا قلعہ والئ قلعہ کے سپرد کر دیا تھا۔ ۱۱۱ھ میں ترکوں نے پھر سرکشی کی جراح پھر انکی سرکوبی کیلئے تقلیس کیطرف سے ترکستان میں داخل ہوا اور متعدد شہروں پر قبضہ کرتا ہوا شہر بیضاء پر قبضہ کر کے کامیابی کیساتھ واپس آیا۔ ۱۱۲ھ میں ترکوں نے

پھر اپنی فوجیں مرتب کر کے منفقہ طور پر بلاد اسلام پر یورش کی جراح بھی ان کے مقابلہ کیلئے نکلا۔ مقام مرج اردبیل میں دونوں لشکروں کی ٹکر ہو گئی۔ اگرچہ مسلمان بہت ہی تھوڑے تھے مگر بڑی جوانمردی سے لڑے۔ اثنائے جنگ میں جراح معہ اپنے چند ہمراہیوں کے شہید ہو گیا۔ اس نے مرنے سے پہلے ہی اپنے بھائی حجاج بن عبداللہ حکمی کو اپنا نائب مقرر کر دیا تھا۔ ترکمانوں کے حوصلے بڑھ گئے وہ مسلمانوں کو پسپا کرتے ہوئے موصل تک بڑھ آئے۔ جب اس کی اطلاع ہشام بن عبدالملک کو ہوئی تو اس نے سعید حرشی کو بلا کر کہا کہ مجھے بڑا تعجب اور افسوس ہے کہ جراح ترکوں سے شکست کھا گیا۔ سعید نے کہا۔ جراح کے دل میں خدا کا خوف اسقدر ہے کہ وہ شکست نہیں کھا سکتا میرا خیال ہے کہ وہ شہید ہو گیا :-

ہشام۔ میں یہ مہم تمہارے سپرد کرنا چاہتا ہوں!

سعید۔ مجھے ان شرائط کے ساتھ منظور ہے کہ سر دست میں صرف چالیس آدمیوں کے ساتھ روانہ ہونگا۔ آپ میری روانگی کے بعد چالیس آدمی روزانہ بھیجتے رہیں اور اس نواح کے تمام عاملوں کو حکم دیں کہ وہ میری مدد کرتے رہیں :-

ہشام نے اسے منظور کر لیا سعید چالیس آدمیوں کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ وہ جس شہر میں جاتا لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتا۔ لوگ اسکے ساتھ ہو لیتے۔ مقام از دوار (زدن) میں پہنچا تو جراح کے کچھ آدمی آملے جو ہزیمت اٹھائے آرہے تھے سعید نے انہیں بھی ہمراہ لے لیا مقام خلاط میں پہنچا تھا کہ ترکوں سے مقابلہ ہو گیا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی ترک پسپا ہوئے اور کافی مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ سعید نے شہروں اور قلعوں کو فتح کر کے برذعہ میں قیام کیا۔ اسے معلوم ہوا کہ ترکوں نے ابن خاقان کی سرکردگی میں ورثان کا محاصرہ کر رکھا ہے ورثان میں مسلمان تھے سعید نے ایک قاصد تو اہل ورثان کے پاس اپنے آنے کی اطلاع دیکر بھیجا اور ترکوں کو یہ دھمکی دی کہ ورثان سے محاصرہ اٹھالو ورنہ میں طوفان کیطرح آرہا ہوں۔ ترکوں نے ڈر کر محاصرہ اٹھا لیا۔ سعید نے بڑھکر اہل ورثان سے ملاقات کی اس سے اگلے دن سعید نے ترکوں کا تعاقب کیا اور اردبیل تک ان کا

پیچھا کیے چلا گیا۔ یہاں جا کر قیام کیا۔ قیام کرتے ہی ایک جاسوس نے اطلاع دی کہ لشکر اسلام سے
چار کوس کے فاصلہ پر ترکمانوں کا دس ہزار لشکر پڑا ہے جس کے ہمراہ پانچ ہزار مسلمان قیدی ہیں!
یہ سنتے ہی سعید کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس نے رات تک اپنے جوش کو روکا اور رات ہوتے
ہی کوچ کر کے ترکوں پر شبخون مارا اور چاروں طرف سے انہیں نرغہ میں لیکر اس جوش و خروش
سے جنگ کی کہ دس ہزار ترکوں میں سے ایک کو بھی زندہ نہ جانے دیا سب کو مار ڈالا۔ اور پانچ ہزار
مسلمانوں کو انکی قید سے چھڑا لیا۔ صبح کو وہاں سے کوچ کر کے باجروان کیطرف روانہ ہوا۔ ایک اور جاسوس
نے باجروان پہنچنے پر اطلاع دی کہ ترکوں کا ایک اور لشکر قریب ہی خیمہ زن ہے اور اسکے پاس بھی
مسلمان اسیر ہیں۔ سعید نے اسی وقت کوچ کر دیا اور ان ترکوں پر حملہ کر کے ان سب کو قتل کر ڈالا
اور مسلمان قیدیوں کو چھڑا لیا۔ انہیں قیدیوں میں جراح کے اہل و عیال بھی تھے جنھیں ترک
اسیر کر کے لیجا رہے تھے۔ ترکوں نے اتفاق کر کے ایک بڑا لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے تیار
کیا۔ سعید اس لشکر کی تیاری کی خبر سنکر آگے بڑھا۔ مقام زرند میں دونوں لشکروں کا مقابلہ
ہو گیا۔ اس ترک لشکر کے پاس بھی مسلمان قیدی تھے۔ جسوقت زور و شور سے جنگ ہو رہی
تھی اسوقت مسلمان قیدیوں نے چلا چلا کر اللہ اکبر کے نعرے لگانے اور دعائے فتح کرنی
شروع کی۔ سعید اور اسکے ہمراہیوں نے ان مسلمانوں کی آواز سن لی۔ انکے دل جوش ہمدردی
سے لبریز ہو گئے۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ ہر مسلمان نے اس جوش سے حملہ کیا کہ ترکوں کی لاشوں
کے ڈھیر لگا دیئے۔ آخر ترکوں کو شکست ہوئی۔ سب سے پہلے قیدی چھڑائے گئے اور انھیں
باجروان بھیجدیا گیا۔ پھر مال غنیمت فراہم کیا اور اسکے بعد ترکوں کا تعاقب کر کے نہر ارس
تک انہیں دھکیل دیا۔ ترکوں کے اس لشکر کے ساتھ اہل فزاح کا شہزادہ تھا۔ اسے اپنی ہزیمت
سے بڑی ندامت ہوئی۔ اس نے پھر فوجیں جمع کیں اور نہر بیقان میں جم گئے۔ سعید نے آگے
بڑھکر ان پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے اس جوش سے جنگ کی کہ ترک شکست کھا کر بھاگے۔ مسلمانوں
نے تعاقب کیا۔ ترک گھبرا کر نہر میں کود گئے۔ اتنے ترک میدان کارزار میں نہیں مارے گئے جتنے نہر

ہیں کود کر ڈوب گئے۔ سعید نے مال غنیمت جمع کیا اور مظفر و منصور حرّان کیطرف لوٹ آیا۔ یہاں اس نے مال غنیمت لشکر میں تقسیم کیا اور نامۂ بشارت فتح مال غنیمت کے خمس کیساتھ دارالخلافہ دمشق کیطرف روانہ کیا۔ جب ترک سیدھے ہو گئے اور بلاد حضر و آرمینیہ میں امن قائم ہو گیا تب ہشام بن عبدالملک نے سعید کو واپس اپنے پاس بلا لیا اور اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو آرمینیہ اور آذربائیجان کا گورنر مقرر کر کے بھیجا۔

مروان بن محمد کی گورنری

مسلمہ بن عبدالملک دور اندیش اور صلح کل تھا۔ اس نے ترکوں کے ساتھ نرمی سے برتاؤ کیا جب ترکوں نے پھر اسلامی ممالک پر چڑھائی کیلئے اپنی فوجیں فراہم کیں تو مسلمہ خطرناک علاقہ کو چھوڑ کر مقام دربند میں چلا آیا۔ اس سے ترکوں کی جرأت بڑھ گئی۔ مسلمانوں کو مسلمہ کی یہ حرکت ناگوار گذری بخصوصاً مروان بن محمد کو اسقدر شاق ہوا کہ وہ چپکے دربند سے روانہ ہو کر ہشام بن عبدالملک کیخدمت میں پہنچا اور مسلمہ کی شکایت کی۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگر ایک لاکھ بیس ہزار لشکر مجھے دیا جائے تو میں ترکوں کو ایسا سیدھا کر دوں کہ پھر انہیں بغاوت کی جرأت ہی نہ ہو۔ چنانچہ ہشام بن عبدالملک نے اسے ایک لاکھ بیس[۱۲۰۰۰۰] ہزار لشکر دیکر روانہ کیا۔ جب وقت مروان بن محمد یہ عظیم الشان لشکر لیکر دربند میں پہنچا تو مسلمہ بن عبدالملک بیمار ہو کر فوت ہو چکا تھا۔ مروان بن محمد نے ۱۱۴ھ میں ترکوں کے بادشاہ خزر پر حملہ کیا۔ ترک فرمانروا پسپا ہو کر اپنے ملک کے آخری حصہ کیطرف چلا گیا۔ مروان قتل و غارت اور قید و مال غنیمت جمع کرتا بڑھا چلا گیا۔ اسکے ساتھ ہی اس نے ترکوں کے دوسرے بادشاہ سریر پر بھی دھاوا کر دیا اور اسکے بھی کئی قلعہ جات فتح کر لئے۔ آخر سریر کے فرمانروا نے پانچسو[۵۰۰] غلاموں پانچسو کنیزوں اور ایک لاکھ درہم پر مصالحت کر لی۔ تومان کے ترکوں نے بھی ایک سو غلام اور بیس[۲۰۰۰۰] ہزار درہم پر صلح کر لی۔ اسکے بعد مروان بن محمد سرزمین وردکران میں داخل ہوا اور اس علاقے کے لوگوں سے بھی مصالحت ہو گئی۔ پھر حمیرن کا رخ لیا اور بزور شمشیر اسے فتح کر کے سبدان پر حملہ آور ہوا

اہل سمدان نے بھی صلح کر لی۔ پھر اس نے قلعہ لکز پر چڑھائی کی لکز کا فرمانروا بادشاہ خزر کے پاس جانیکے لئے پچھ لشکر لیکر روانہ ہوا۔ راستہ میں مسلمانوں کے ایک دستہ سے مقابلہ ہو گیا۔ جنگ شروع ہو گئی۔ اثنائے جنگ میں شاہ لکز کے ماتھے میں ایک تیر لگا جسکے صدمہ سے وہ ہلاک ہو گیا۔ لکز والوں نے مصالحت کر لی۔ مروان لکز سے سروان پہنچا۔ اہل سروان نے بھی صلح کر لی تب اس نے رودانیہ پر چڑھائی کی وہاں کے ترکوں نے مقابلہ کیا۔ مسلمانوں نے خونریز جنگ کے بعد انہیں شکست دی۔ اسطرح مروان بن محمد نے آرمینیا اور سواحل بحر خضر کے تمام علاقوں کے سرکشوں کو مطیع کر کے ہر طرف امن و سکون قائم کر دیا۔

حرث بن شریح کا خروج

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد سے بنو عباس نے اپنی خلافت کی سعی شروع کر دی تھی۔ مگر یہ کوشش بڑی ہی احتیاط اور رازداری کے ساتھ کیجا رہی تھی۔ جب فاطمیوں اور علیوں نے اسکی اطلاع پائی تو انہوں نے اپنی اپنی خلافتوں کیلئے سعی شروع کی۔ یہ تحریکیں خراسان میں نشوونما پا رہی تھیں کیونکہ اتیاب شورش یہیں سے شروع ہوئی تھی۔ خراسان میں قبیلۂ ازد کا ایک نامور سردار حرث بن شریح علیوں اور فاطمیوں کا طرفدار اور شیدائی تھا۔ اس نے ۱۱۶ھ میں سیاہ کپڑے پہنے اور لوگوں کو اتباع کتاب و سنت اور امام رضاؓ کی بیعت کی دعوت دی اور فاریاب میں پہنچکر اس کام کو شروع کیا۔ چار ہزار لوگوں کی جمعیت اسکے پاس جمع ہو گئی وہ ان لوگوں کو لیکر بلخ کیطرف چلا۔ اس وقت بلخ میں نصر بن سیار عامل تھا۔ وہ دس ہزار کی جمعیت سے حرث کے مقابلہ میں آیا۔ حرث نے شبخون مار کر نصر کی فوج کو منتشر کر دیا۔ اور بلخ پر قبضہ کر لیا اور سلیمان بن عبداللہ بن حازم کو بلخ پر اپنی طرف سے مامور کر کے جرجان پر چڑھائی کی۔ بغیر کسی مقابلہ کے جرجان پر اس کا قبضہ ہو گیا۔ اب وہ مرو کیطرف متوجہ ہوا۔ اسوقت اسکی جمعیت ساٹھ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ اسوقت مرو میں عاصم بن عبداللہ حکمران تھا۔ اس نے لوگوں کو جمع کر کے حرث سے جنگ کرنیکی ترغیب دی مگر حرث نے

خط و کتابت کرکے وہاں کے لوگوں کو بھی اپنا ہمنوا بنالیا تھا۔ انہوں نے حامی نہ بھری اس عرصہ میں حرث اپنی ساٹھ ہزار جمعیت لیکر آپہنچا۔ عاصم نے جو لشکر اسکے پاس تھا۔ اس سے حرث کا مقابلہ کیا۔ نہ معلوم کیسے محمد بن مثنیٰ قبیلۂ ازد کے دو ہزار آدمیوں کو اور حماد بن عامر حمانی قبیلہ تمیم کے دو ہزار آدمیوں کو ہمراہ لیکر حرث سے کٹکر عاصم کے لشکر میں جا ملے۔ جب مقابلہ ہوا تو حرث ہزیمت اٹھا کر بھاگا۔ اور نہر عبور کرکے گرتا پڑتا مقام رھبان تک پہنچا۔ اسوقت اسکے پاس صرف تین ہزار سوار رہ گئے تھے۔ ہشام بن عبدالملک کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے عاصم بن عبداللہ سے جواب طلب کیا کہ اس واقعہ کی فوراً ہی اُسے اطلاع کیوں نہیں دیگئی اور حرث کا تعاقب کیوں نہیں کیا۔ عاصم نے جوابدیا کہ حرث اچانک حملہ آور ہوا۔ خراسان کا تعلق براہ راست دمشق سے ہے یہ انتظام مناسب نہیں ہے بلکہ جیسا پہلے وہ عراق کے ماتحت تھا ایسا ہی اب بھی عراق کے تحت میں رکھا جائے۔ ہشام بن عبدالملک نے اسکی یہ تجویز تو مان لی لیکن عاصم کو حکومت سے معزول کرکے خالد بن عبداللہ قسری کو لکھا کہ تم اپنے بھائی اسد بن عبداللہ کو پھر خراسان کا والی بنا کر بھیجدو۔ عاصم کو بھی اپنی معزولی کی اطلاع ہوگئی۔ اس نے جلدی سے حرث کو لکھا کہ مجھے تمہاری تحریک سے اتفاق ہے۔ آؤ ہم تم ملکر اس تحریک کو کامیاب بنائیں اور ہشام بن عبدالملک کو لکھیں کہ وہ کتاب و سنت پر عمل کرے۔ اگر وہ انکار کرے تو ہم دونوں اس پر چڑھائی کریں۔ مگر رؤسائے خراسان نے کچھ ایسی باتیں پیش کیں کہ جنکو حرث نے تسلیم نہ کیا۔ اور اس سے عاصم اور حرث میں ان بن ہوگئی۔ یا تو یہ دونوں مل گئے تھے یا تلواریں کھنچ گئیں۔ جنگ ہوئی اور حرث کو ہزیمت ہوئی۔ اسکے اکثر ہمراہیونکو عاصم نے گرفتار کرکے قتل کرڈالا اور ہشام کی خوشنودی حاصل کرنیکے لئے اسے فتح کا بشارت نامہ لکھا۔ لیکن اسد بن عبداللہ نے جو خراسان کا گورنر ہوکر آیا تھا عاصم کو گرفتار کرلیا

۱۱۷ھ میں اسد نے ایک لشکر تیار کرکے حرث پر لشکر کشی کی حرث کو ہر معرکہ میں شکست

ہوئی۔ آخر اس کی حالت نہایت نازک ہوگئی۔ وہ تباہ ڈھونڈنے لگا!

حرث کا مال و اسباب طخارستان کے ایک قلعہ میں محفوظ تھا۔ اسد نے اس قلعہ پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ جنگ آوروں کو مار ڈالا اور عام قیدیوں کو بلخ میں لیجا کر فروخت کر دیا اور مال و اسباب سب لوٹ لیا۔ اسکے بعد اسنے طخارستان اور علاقہ جیونہ پر جہاد کیا جس طرف گیا فتح حاصل ہوئی۔ بیشمار مال غنیمت اور ہزاروں قیدی لے کر آیا۔

بلاد ختل میں جنگ

۱۱۹ھ میں اسد بن عبداللہ سرزمین ختل میں داخل ہوا بہت سے قلعے فتح کر لئے مال غنیمت اور قیدیوں کی بھاری تعداد جمع ہوگئی۔ یہ دیکھکر والئی ختل ابن سایجی نے خاقان چین سے مدد طلب کی۔ خاقان جمعیت عظیم لیکر روانہ ہوگیا۔ اسد کو جب خبر ہوئی تو وہ مال و اسباب باربرداریوں میں لادکر روانہ ہوا۔ سامان ابراہیم بن عاصم عقیلی کے ساتھ جو بحستان کا حاکم تھا۔ روانہ کیا پھر ایک دستہ فوج کا اسکے پیچھے بھیجا۔ بعد اسکے خود روانہ ہوا۔ ابراہیم بن عاصم جو مال لئے جا رہا تھا نہر عبور کر رہا تھا کہ خاقان مع ترکوں کا لشکر آپڑا۔ ترکوں نے مسلمانوں کو منہدم کر دیا۔ اسد بھی آگیا ترک اسکے لشکر سے لڑنے لگے۔ ابراہیم سامان لیکر روانہ ہوگیا۔ اسنے نہر عبور کر کے خندق کھودلی اور یہ خیال کر کے کہ خاقان نہر عبور نہ کریگا لشکر کو کمریں کھولنے کا حکم دیدیا۔ خاقان نے نہر عبور کر کے شام کے وقت مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ تمام رات جنگ جاری رہی صبح کو ترک غائب ہوگئے نصر بن سیار نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ خاقان ابراہیم کے تعاقب میں مال و اسباب لوٹنے کی غرض سے گیا ہے اس کا تعاقب کرو۔ اسد کی سمجھ میں یہ بات آگئی وہ تیزی سے روانہ ہوا۔ نصر کا خیال صحیح نکلا۔ خاقان ابراہیم کے عقب میں گیا تھا۔ ابراہیم کو اطلاع ہوگئی اس نے اپنے لشکر کے گرد خندق کھدوالی۔ خاقان نے آتے ہی اہل صغد کو پسپا کر دیا۔ خاقان ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اس نے کچھ لشکر کو حکم دیا کہ جنگل میں ہوکر مسلمانوں کی پشت کیطرف پہنچکر

حملہ کرو۔ ترکوں نے اس حکم کی تعمیل کی مسلمانوں نے اس ترکی لشکر سے جنگ شروع کر دی سامنے سے خاقان
نے یورش کر کے ابراہیم کیساتھ جو مال و اسباب تھا اس پر قبضہ کر لیا۔ مسلمان دو پاٹوں میں آ گئے۔ قریب تھا
کہ وہ شکست کھا جائیں کہ دور پر گرد اڑتی نظر آئی اور جب دامن غبار چاک ہوا تو اسد آتا ہوا نظر آیا
اس سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے وہ جم کر لڑنے لگے۔ خاقان نے بھی اسد کو آتے ہوئے دیکھ لیا وہ مال و اسباب
اور کچھ مسلمان اسیر انکو لیکر پہاڑ کیطرف چلا گیا۔ مسلمانوں نے اس کا تعاقب کرنیکا قصد کیا مگر اسد نے
روکدیا اور بلخ میں واپس چلا آیا۔ حرث بن شریح طخارستان سے خاقان کے پاس چلا گیا اور اسے بلخ پر
فوج کشی کرنے کی ترغیب دی۔ خاقان لشکر لیکر بلخ کیطرف روانہ ہوا۔ رستہ میں اس نے ماوراء النہر
طخارستان اور صرنہ سے بھی لشکر لیا اور تیس ہزار کی جمعیت سے چلا۔ اسد نے بھی لشکر کشی کی خبر سن کر
تیاری کی اور تمام لشکر کیساتھ جمعہ مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور سب نے فتح کی دعا مانگی پھر بلخ
سے نکلکر چلے۔ اتفاق سے خاقان کے لشکر کے ہراول سے مقابلہ ہو گیا۔ مسلمانوں نے اس دستہ کے ہزار
کو گرفتار کر لیا۔ ترک بدحواس ہو کر بھاگے۔ اسد رات بھر چل کر جرجان سے دو کوس کے فاصلہ پر خیمہ زن
ہو گیا۔ صبح کے وقت خاقان بھی اپنا لشکر لیکر آ گیا۔ دونوں لشکر بھڑ گئے۔ نہایت خونریز جنگ
ہوئی ترکوں نے اسلامی لشکر کے میسرہ کو قلب تک ہٹا دیا۔ مگر مسلمانوں کے میمنہ نے ترکوں پر
اس شدت سے حملے کئے۔ کہ انکی صفیں الٹ گئیں خاقان اور حرث بن شریح معہ اپنے لشکر کے
بھاگ کھڑے ہوئے مسلمانوں نے تیس کوس تک ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل و گرفتار کیا
بہت کچھ مال غنیمت جسمیں ایک لاکھ بکریاں اور بے شمار بار برداری کے جانور تھے مسلمانوں کے
ہاتھ آئے۔ خاقان نے اصل رستہ چھوڑ کر پہاڑی رستہ اختیار کیا۔ مسلمانوں کے ہمراہ والئی جرجان
بھی تھا وہ ان پہاڑی رستوں سے واقف تھا اس نے اسد سے خاقان کے تعاقب کی اجازت لی اور
عثمان بن عبداللہ کیساتھ ایک قریب ترین راستہ سے روانہ ہوا اور خاقان کے سر پر جا پہنچا۔ خاقان
کا لشکر مسلمانوں کو دیکھ کر ایسا بدحواس ہوا کہ پکتی ہوئی ہانڈیاں چھوڑ کر بھاگا۔ خاقان اپنے ہمراہ
ان عرب قیدیوں کو مسلمانوں کے سامنے قتل کرنیکے لئے لایا تھا جنہیں وہ پہلی مرتبہ لیگیا تھا۔

مسلمانوں نے ان مسلم قیدیوں کو رہا کرایا۔ خاقان کی بیگم پیچھے رہ گئی تھی اسے اسی کے ایک خواجہ سرا نے قتل کر ڈالا۔ مسلمانوں کے ہاتھ بیشمار مال غنیمت اور ترکوں کی عورتیں اور کنیزیں ہاتھ آئیں اسد نے اس میدان میں پانچ روز تک قیام کیا پھر واپس لوٹ آیا:

خاقان کا قتل

خاقان نے بھاگ کر طخارستان میں صوبہ خرخجی کے پاس جا کر دم لیا۔ وہاں سے اپنے ملک میں روانہ ہوا راستہ میں جب اشروسنہ پہنچا تو خرالعزہ (افشین کا دادا) نے کچھ تحائف پیش کئے جو خاقان نے لے لئے اور اپنی دارالحکومت میں پہنچکر پھر لشکر کی فراہمی میں مشغول ہوا اور جمعیت فراہم کر کے پھر سمرقند پر چڑھائی کر دی۔ حرث بن شریح بھی پانچہزار کی جمعیت سے شریک ہو گیا سمرقند کے قریب پہنچکر قیام کیا۔ ایک روز خاقان اور کو اصول نرد کھیل رہے تھے کہ دونوں میں کچھ جھگڑا ہو گیا کو اصول نے خاقان کا ہاتھ اس زور سے جھٹکا کہ ٹوٹ گیا۔ خاقان نے اس کا ہاتھ توڑ ڈالنے کی قسم کھالی کو اصول نے رات کے وقت خاقان کے لشکر پر شب خون مارا اور خاقان کو قتل کر دیا۔ ترک بدحواس ہو کر بھاگ گئے سنہ ۱۲۰ھ میں اسد بن عبداللہ قسری کا پیام اجل آ پہنچا۔ اس نے جعفر بن حنظلہ بہرانی کو اپنا جانشین مقرر کیا اور فوت ہو گیا:

یوسف بن عمر ثقفی کی گورنری

سنہ ۱۲۰ھ میں خالد بن عبداللہ گورنر عراق کے مخالفوں نے خالد کی متعدد شکایات ہشام بن عبدالملک سے کیں چنانچہ ہشام نے خالد کو معزول کر کے یوسف بن عمر ثقفی کو عراق کی گورنری پر مامور کیا۔ یوسف بن عمر ثقفی عابد و زاہد ضرور تھا۔ لیکن سفاک اور احمق بھی تھا:۔

نصر بن سیار کی گورنری اور جہاد

ہشام بن عبدالملک نے اسد بن عبداللہ کے مرنے کی خبر سنتے ہی نصر بن سیار کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ نصر نہایت ہوشیار اور بڑا جنگجو آدمی تھا اس نے گورنری کا چارج لیتے ہی نو مسلموں کا جزیہ معاف کر دیا اور انکی آمدنی پر عشر قائم کیا یعنی دسواں حصہ آمدنی کا لینے لگا۔ اس سے محاصل کی

آمدنی میں کمی ہوگئی۔ اس نے ان غیر مسلموں پر جن پر جزیہ کی مقدار کم تھی زیادہ جزیہ قائم کرکے آمدن پوری کردی۔ ان نومسلموں سے منسوخی جزیہ کا یہ اثر ہوا کہ ترکوں میں بڑی سرعت سے اسلام پھیلنا شروع ہوا۔ اس نے رفاہ عام کیلئے ہزارہا عمارتیں تعمیر کرائیں۔ اسکے عہد میں بھی ترکوں نے بغاوت وسرکشی کی۔ خاقان کے مرنے کے بعد ترکوں نے کوصول کی سرکردگی میں شاہ بخارا کے ساتھ اہالیان سمرقند کش اور نسف سے بتیس ہزار کی جمعیت لیکر چڑھائی کی اور نہر شاش پر خیمہ زن ہو گئے۔ نصر انکے مقابلہ کیلئے بڑھا۔ کوصول نصر کے لشکر اور نہر کے درمیان حائل ہو گیا۔ عاصم بن عمیر والئی سمرقند بھی سمرقند سے اسلامی لشکر لیکر نصر کی مدد کیلئے آگیا اور کوصول کے لشکر پر حملہ کرکے کوصول کو معہ اسکے چند سرداروں کے گرفتار کرلایا اور نصر کے سامنے پیش کردیا نصر نے کوصول اور اسکے ہمراہیوں کو نہر کے کنارے پر مصلوب کردیا۔ ترکوں کو اس کا بڑا صدمہ ہوا۔ اسکے بعد نصر نے فرغانہ پر یورش کی اور وہاں سے ایک ہزار ترکوں کو قید کرلایا۔ اسوقت اسکے پاس ہشام بن عبدالملک کا فرمان پہنچا کہ حرث پر حملہ کرو۔ چنانچہ اس نے حرث پر لشکر کشی کی۔ حرث نے شکست کھا کر شاش کے بادشاہ کے پاس پناہ لی نصر نے شاش پر یورش کی شاش کے بادشاہ نے صلح کی درخواست کی نصر نے کہا پہلے حرث کو نکالدو اسنے حرث کو نکالدیا۔ نصر نے اس سے صلح کرلی۔ اب پھر نصر نے فرغانہ پر چڑھائی کی فرغانہ کا بادشاہ کانپ اٹھا۔ اس نے اپنی والدہ کو نصر کے پاس صلح کی غرض سے بھیجا۔ نصر نے اسکی بڑی عزت کی اور اسکے حسب خواہش صلح کرلی۔ یہ واقعہ ۱۲۳ھ کا ہے:۔

زید بن علے کا ظہور

۱۲۳ھ میں زید بن علے بن ابیطالب نے بنوامیہ کی حکومت الٹ کر اپنی خلافت قائم کرنیکی کوشش شروع کی انہوں نے خفیہ ہی خفیہ اعلان کیا کہ اہل بنوامیہ نے لوگوں کے حقوق غصب کر رکھے ہیں محرومین کو ان کے حقوق دلائے جائینگے مظلومین کی حق رسی کیجائیگی زید بن علے اور انکے چچازاد بھائی جعفر بن حسن بن حسن بن علے میں کسی موقوفہ اراضی پر نزاع تھا ایک روز دونوں مدینے کے عامل خالد بن عبدالملک بن الحرث کے پاس گئے وہاں ایسا جھگڑا ہوا

کہ دو توں آپسمیں گتھ گئے زید بن علی مدینہ سے دمشق پہنچکر ہشام بن عبدالملک سے ملے ہشام نے کہا میں نے سنا ہے کہ آپ خروج کرنا چاہتے ہیں لیکن خروج کا انجام اچھا نہیں ہے لیکن اگر آپنے ارادہ ہی کر لیا ہے تو بسم اللہ خروج کیجئے۔ زید بن علی نے کہا۔ ہاں میں ایسا خروج نہ کروں گا۔ جو تمہیں جبر نہ گذرے! ہشام خاموش ہو گیا۔ زید دمشق سے کوفہ کیطرف چلے آئے۔ اہل کوفہ نے آپکو بلایا تھا۔ جب آپ دمشق سے کوفہ کیطرف چلے تو محمد بن عمر بن علی بن ابیطالب نے آپکو خدا کا واسطہ دیکر کہا۔ آپ کوفہ میں ہرگز نہ جائیں۔ کوفیوں کے قول و فعل کا اعتبار نہیں ہے۔ انہوں نے ہمارے اور تمہارے اب و جد لیساتھ کیا کچھ نہیں کیا۔ مگر زید نہ مانا۔ محمد بن عمر بن علی واپس مدینہ چلے گئے اور زید نے کوفہ میں آکر لوگوں سے بیعت لینی شروع کی۔ تقریباً پندرہ ہزار شیعان علی نے آپکے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ سلمہ بن کہیل زید بن علی کا ہوا خواہ تھا۔ اُس نے آپکو خروج سے روکا اور کہا کہ کوفیوں کے وعدوں کا اعتبار نہ کیجئے وہ آپکو فریب دینگے۔ زید نے فرمایا نہیں اس مرتبہ کوفیوں نے پختہ عہد کیا ہے امام ابو حنیفہ بھی زید کے ہم نوا تھے انہوں نے زید سے کہا کہ آپ سر دست خروج کا ارادہ ملتوی کر دیں۔ لیکن آپنے کسی کی بھی نہ سُنی اور کوفہ میں خروج کر دیا۔ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ عراق کا عامل یوسف بن عمر ثقفی تھا اس نے زید بن علی کی بغاوت فرو کرنیکی کوشش شروع کی اور زید کو تلاش کرانے لگا۔ اہل کوفہ ڈر گئے۔ شیعان علی جنہوں نے زید کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ زید کے پاس آئے اور آپ سے پوچھا۔ آپ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ زید نے فرمایا۔ میں نے اپنے خاندان میں سے کسی کو ان دونوں کو برا کہتے نہیں سُنا شیعان علی نے کہا تو کیا انکی خلافت درست تھی۔ زید نے جواب دیا۔ ہاں درست تھی۔ انہوں نے اپنے عہد خلافت میں حق و انصاف سے کام لیا!—

شیعان علی۔ پھر آپ ہمیں بنو امیہ کے خروج پر کیوں مجبور کرتے ہیں!

زید۔ اسلئے کہ یہ لوگ انکی طرح نہیں ہیں انہوں نے انصاف کیا اور یہ بے انصافی کر رہے ہیں

غرضیکہ شیعان علی زید بن علی سے کج بحثی کر کے الگ ہو گئے اور بیعت فسخ کر دی اور زید کو زید رافضہ کہنے لگے۔ زید بن علی المرتضیٰ نے انہیں رافضی کا خطاب دیدیا۔ زید بن علی المرتضیٰ کے ساتھ صرف دو سو بیس آدمی رہ گئے۔ ادھر یوسف بن عمر ثقفی اپنا لشکر لیکر آگیا زید بن علی شیعان علی المرتضیٰ سے ایک ایک کے دروازہ پر گئے۔ انہیں آواز دی۔ انکے وعدے یاد دلائے۔ لیکن کوئی بھی گھر سے باہر نہ نکلا۔ کچھ شیعان علی مسجد میں جمع تھے آپ مسجد کیطرف چلے لوگوں نے آپ پر اینٹ اور پتھر برسائے۔ آپ لوٹ آئے مجبوراً آپ یوسف بن عمر ثقفی کے لشکر کے مقابلہ میں اپنے چند ساتھیوں کو لیکر آئے اور بڑی بہادری سے جنگ کی اثنائے جنگ میں آپکی پیشانی میں ایک تیر لگا اور آپ اسی کے صدمے سے شہید ہو گئے۔ یوسف نے آپ کا سر لٹا کر دمشق میں ہشام بن عبدالملک کے پاس بھجوا دیا۔ ہشام نے زید کے سر کو دمشق کے دروازہ پر لٹکوا دیا۔ زید بن علی کے صاحبزادے یحییٰ بن زید نینوا کیطرف جا کر روپوش ہو گئے زید بن علی کے ساتھ بھی وہ معاملہ پیش آیا۔ جو حسین ابن علی کے ساتھ پیش آیا تھا۔ انہوں نے بھی امام حسین کیطرح بنو امیہ کی خلافت کا تختہ الٹنا چاہا کوفیوں نے حضرت حسین کی طرح انہیں بھی دھوکا دیا۔ مگر انکے واقعہ سے کسی نے بھی اتنا اثر نہیں لیا جتنا کہ حضرت حسینؓ کے واقعے سے لیا۔

عباسیوں کی سازش

حرث اور زید بن علی کی سازشوں اور خروج کا حال لکھا جا چکا ہے اور اب دیگر سازشوں کا حال سنو۔ یہ سازشیں خلافت بنو امیہ کو الٹنے کیلئے کیجا رہی تھیں ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن علی ابن ابیطالب کی اگرچہ سلیمان بن عبدالملک وغیرہ خلفائے بنو امیہ بڑی عزت کرتے تھے۔ مگر ابو ہاشم بھی بنو امیہ کی حکومت مٹانے اور بنو ہاشم کی خلافت قائم کرنیکی فکر میں تھے۔ وہ اپنے دوستوں میں نہایت رازداری کیساتھ اسکی تبلیغ فرما رہے تھے ان کے ہم خیال دوستوں کا جال عراق۔ خراسان اور حجاز میں پھیلا ہوا تھا۔ محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بھی بنو امیہ کی حکومت مٹانے اور بنو عباس کی خلافت قائم

کرنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ حالانکہ خلفائے بنو امیہ انکی بھی مدارات و تکریم کرتے تھے ایک مرتبہ سلیمان بن عبد الملک کے عہد خلافت میں ابو ہاشم عبد اللہ بن محمد سلیمان کے پاس دمشق گئے وہاں سے واپسی میں علاقہ بلقاء کے مقام حمیمہ میں محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس کے پاس ٹھہرے اور وہیں بیمار ہو کر فوت ہو گئے۔ مرتے وقت آپ نے محمد بن علی کو وصیت کی کہ بنو ہاشم کی خلافت کی کوشش کرنا۔ اس وصیت سے محمد بن علی کو یہ فائدہ ہوا کہ ابو ہاشم کے جو معتقد تھے۔ انہوں نے بھی مخفی طور پر آ کر محمد بن علی کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔"

سنہ ۱۰۰ھ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد میں محمد بن علی عباسی نے اپنے چند نقیب یمن۔ حجاز۔ عراق اور خراسان کیطرف عباسی خلافت کی تبلیغ کیلئے بھیجے ان میں میسرہ عراق میں اور ابو محمد صادق خراسان میں عباسیوں کی خلافت کی دعوت دینے لگے سنہ ۱۰۲ھ میں ابو محمد صادق خراسان سے چند آدمیوں کو لیکر محمد بن علی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ محمد بن علی کے لڑکا پیدا ہوا تھا۔ جسکی عمر صرف پندرہ روز کی تھی۔ محمد بن علی اپنے اس لڑکے کو لوگوں کے سامنے لائے اور کہا کہ یہی تمہارا سردار ہوگا (یہی لڑکا عبد اللہ بن سفاح تھا جس نے عباسی خلافت قائم کی) بکیر بن ماہان بھی سندھ سے آ کر اس تحریک میں شریک ہو گیا اور محمد بن علی نے اسے کوفہ اور خراسان کا افسر مبلغ بنا دیا۔ بکیر نے ابو عکرمہ ابو محمد صادق۔ محمد حنیس اور عمار عبادی وغیرہ چند شخصوں کو خراسان کیطرف خلافت عباسیہ کی دعوت کیلئے روانہ کیا۔ اس زمانہ میں خراسان کا گورنر اسد بن عبد اللہ قسری تھا۔ اتفاق سے اسے ان لوگوں اور ان کے ارادوں کا علم ہو گیا۔ اس نے انہیں گرفتار کر کے قتل کرا دیا صرف ایک شخص عمار نے بھاگ کر بکیر کو اطلاع دی۔ بکیر نے محمد بن علی کو لکھا۔ محمد بن علی نے جواب دیا کہ خدا کا شکر ہے کہ تمہاری دعوت کامیاب ہو رہی ہے۔ تمہیں بھی اپنے قتل کا انتظار کرنا چاہیئے۔ بکیر نے عمار بن زید ایک نصرانی کو جو مسلمان ہو گیا تھا خراسان کی طرف تبلیغ دعوت خلافت عباسیہ کیلئے روانہ کیا۔ عمار نے وہاں جا کر اپنے آپکو خراش کے

نام سے مشہور کیا۔ جب لوگ اسکے مطیع ہونے لگے۔ تو اُس نے عجیب عجیب عقائد کی تبلیغ شروع کردی۔ نکاح کی ضرورت نہ رکھی۔ عورتوں کو مباح کر دیا۔ دعوت خلافت کو روزہ نماز پر ترجیح دی۔ حج کی بھی ممانعت کر دی۔ جب محمد بن علی کو اسکی اطلاع ہوئی تو وہ فراش سے ناخوش ہو گئے۔ اسد قسری نے ۱۱۸ھ میں فراش کو گرفتار کرکے قتل کر دیا۔ اب محمد بن علی نے خراسان میں خود نقیب بھیجے اور ان نقیبوں کو اپنے عصاء نقیبی کی سرداری کی علامت کے طور پر دیئے۔ کچھ عرصہ کے بعد محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس قید کر لئے گئے اور ۱۲۴ھ میں قید ہی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ مرتے وقت وہ اپنے بیٹے ابراہیم کو اپنا جانشین مقرر کر گئے اور اپنے معتقدوں اور مریدوں کو وصیت کر گئے کہ ابراہیم کو امام مان کر اسکی اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ بکیر بن ماہان ابراہیم کیخدمت میں آیا اور ان سے ہدایات حاصل کرکے خراسان روانہ ہو گیا۔ اس نے خراسان میں پہنچکر محمد بن علی کی وفات کی خبر سنا کر ابراہیم بن محمد کی ہدایات بیان کیں۔ بنو عباس کے ہوا خواہوں نے جو کچھ زر نقد ان کے پاس تھا لاکر جمع کر دیا۔ بکیر اس زر نقد کو لیکر ابراہیم کیخدمت میں آگیا۔ اب ابراہیم بن محمد نے ابو مسلم کو خراسان روانہ کیا۔ یہ واقعہ ۱۲۴ھ کا ہے ابومسلم اور امام ابراہیم کے بقیہ حالات آئندہ بیان کیئے جائینگے۔

ہشام بن عبدالملک کی وفات

ہشام بن عبدالملک کے زمانہ کے قابل تذکرہ حالات مختصر طور پر بیان کیئے جاچکے ہیں اسکے عہد میں کافی فتوحات ہوئیں۔ خاقان اور کورصول دو زبردست دشمن اسکے زمانہ میں مارے گئے اس کا عہد خلافت بھی کامیاب رہا۔ عبدالملک کی وصیت کے موافق ہشام کے بعد ولید بن یزید ولیعہد تھا۔ لیکن ہشام کی خواہش ولید کو معزول کرکے اپنے بیٹے کو ولیعہد بنانے کی تھی۔ مگر ارکان سلطنت نے اسے پسند و منظور نہ کیا۔ اس سے ولید کے دل میں اسکی طرف سے رنجش پیدا ہو گئی۔ آخر ساڑھے انیس ۱۹ سال خلافت کرنے کے بعد ۶ ربیع الثانی ۱۲۵ھ میں ہشام بن عبدالملک نے وفات پائی۔

ولید بن یزید بن عبدالملک

ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان بن حکم کی کنیت ابوالعباس تھی۔ وہ ۹۰ھ میں پیدا ہوا تھا۔ اسکی ماں حجاج بن یوسف ثقفی کی بھتیجی اور محمد بن یوسف ثقفی کی بیٹی تھی ولید بن یزید ابتدائے عمر ہی سے عیش پرستی میں مصروف رہتا تھا۔ اسکے افعال نہایت ہی قابل اعتراض تھے۔ اسی بات کو دیکھکر ہشام نے اُسے معزول کرنا چاہا لیکن امرائے سلطنت کی عاقبت نا اندیشی سے مجبور رہا۔ اگر ولید خلیفہ نہ ہوتا بنو امیہ کا قصر خلافت اتنی جلدی متزلزل نہ ہوتا جتنی جلدی ہو گیا:۔

یحییٰ بن زید کا قتل

ولید بن یزید کو معلوم ہوا کہ یحییٰ بن زید بن علی بن حسین بن علی کرم اللہ وجہہ بن ابیطالب بنو امیہ کی خلافت کے خلاف سازش کر رہے ہیں اُس نے نصر بن سیار کو جو خراسان کا گورنر تھا لکھا کہ یحییٰ کو گرفتار کر کے بھیجدو۔ نصر نے انہیں گرفتار کر کے ان سے یہ اقرار لیکر کہ وہ ولید کے پاس دمشق چلے جائینگے چھوڑ دیا۔ یحییٰ خراسان سے روانہ ہوئے مگر کچھ دور چلکر پھر خراسان لوٹ آئے۔ انکے گرد انکے معتقدین کی جمعیت فراہم ہو گئی۔ نصر نے انکے مقابلہ کیلئے فوج بھیجی۔ اثنائے جنگ میں یحییٰ بھی اپنے باپ زید کیطرح پیشانی پر تیر کھا کر شہید ہو گئے۔ ان کے تمام ہمراہی بھی مار ڈالے گئے یہ واقعہ ۱۲۵ھ میں مقام جرجان میں ہوا یحییٰ کا سر کاٹ کر ولید کے پاس دمشق میں بھیجدیا گیا اور لاش جرجان میں صلیب پر لٹکا دی گئی۔ جو سات برس تک لٹکتی رہی اور جسے ابو مسلم خراسانی نے اتار کر دفن کیا

ولید کی اپنے اہل خاندان پر سختیاں

ولید نے خلافت حاصل کرتے ہی اپنے خاندان والوں پر تشدد و جبر شروع کر دیا کسی کا وظیفہ بند کر دیا کسی کی تشہیر کی کسی کو قید کر دیا اور کسی کو قتل کرا دیا۔ اس نے اپنے چچازاد بھائی سلیمان بن ہشام کو کوڑوں سے پٹوا کر اسکی داڑھی منڈوائی اور پھر اسکی تشہیر کرایا یزید بن

ہشام اور ولید بن عبدالملک کے کئی بیٹوں کو قید کر دیا۔ اسکی اس حرکت سے اسکے اہل خاندان ہی اسکے دشمن ہوگئے۔ اسکے بعد اس نے ہشام بن اسمٰعیل مخزومی والئی مدینہ کے لڑکوں اور خالد بن عبداللہ قسری سابق گورنر کو پکڑ کر یوسف بن عمر ثقفی والئی عراق کے حوالہ کر کے حکم دیا کہ انہیں اذیتیں دیکر مار ڈالے۔ چنانچہ اس نے ان شرفاء کو تکلیفیں دے دیکر مار ڈالا۔

ولیعہدی

اُس نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے بیٹوں عثمان اور حکم کیلئے ولیعہدی کی بیعت لی چونکہ لوگ اس سے خوش نہ تھے اسلیئے انہوں نے بکراہت بیعت کی۔

عہد بنو امیہ میں صوبوں کی تقسیم

بنو امیہ کے عہد میں عالم اسلام چند صوبوں میں تقسیم تھا۔ اور ہر صوبہ میں نائب السلطنت مقرر تھا۔ جو موجودہ زمانے کے وائسرائے کے مانند ہوتا تھا۔ ان نائب السلطنتوں کو امیر کہا جاتا تھا۔ ہر صوبہ کی چھوٹی چھوٹی تقسیمیں تھیں اور امیر یا نائب السلطنت اپنی طرف سے ان چھوٹے صوبوں میں نائب مقرر کرتے تھے۔ جنھیں عامل یا حاکم کہا جاتا تھا۔ گویا عامل امیر کے اور امیر خلیفہ کے محکوم ہوتے تھے بڑے بڑے صوبے یہ تھے۔ حجاز۔ عراق۔ جزیرہ۔ آرمینیا۔ شام و مصر افریقہ اندلس اور خراسان۔ حجاز کے صوبہ میں مکہ۔ مدینہ۔ طائف اور یمن کے چھوٹے چھوٹے صوبے شامل تھے۔ جو ولائتیں کہلاتی تھیں شام میں اردن۔ حمص۔ دمشق اور قنسرین کی ولائتیں تھیں

متذکرۂ بڑے بڑے صوبوں میں بھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ ایک صوبہ کسی دوسرے صوبہ کے ماتحت کر دیا جاتا تھا۔ جیسے افریقہ کبھی مصر کے صوبہ میں شامل کر دیا جاتا تھا کبھی مصر سے علیحدہ کر دیا جاتا تھا۔ ایسے ہی خراسان کبھی عراق میں شامل ہو جاتا تھا اور کبھی عراق سے علیحدہ صوبہ بنجاتا تھا۔ ہر صوبہ کا امیر اپنے صوبہ کے سیاہ و سفید کا مالک ہوتا تھا۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ کسی صوبہ میں وصول خراج اور جزیہ کیلئے دربار خلافت سے کوئی افسر علیحدہ مقرر کر دیا جاتا اور وہ صوبہ دار یا امیر کا ماتحت نہیں سمجھا جاتا تھا۔ لیکن ہر حالت میں ملک میں امن و امان کا

ذمہ دار فوج کا سپہ سالار صوبہ کا امیر ہی ہوتا تھا۔ اسی طرح کبھی کبھی صوبہ کا امیر شریعت بھی دربار خلافت سے مقرر کر دیا جاتا تھا۔ جو قاضی اعظم یعنی موجودہ زمانہ کے مطابق چیف جسٹس ہوتا تھا۔ لیکن نمازوں کا امام ہمیشہ امیر ہی ہوتا تھا۔ گویا اس طرح افسر اعلےٰ جو ہوتے تھے وہ یہ تھے افسر مال جو جزیہ یا خراج وصول کرتا تھا۔ امیر شریعت جو مقدمات کے فیصلے کرتا تھا۔ اور نمازوں کا امام جو امیر کہلاتا تھا۔ گویا امیر کے ذمہ نمازوں کی امامت کرنا فرض تھا:۔

نصر بن سیار کی معزولی

یوسف بن عمر ثقفی نے ولید کو ہموار کر کے نصر بن سیار کو خراسان کی گورنری سے معزول کرا دیا۔ ایک طرف سے ولید نے اور دوسری طرف سے یوسف نے نصر بن سیار کو لکھا کہ تم معہ اپنے اہل و عیال اور اموال و تحائف کے چلے آؤ۔ نصر کو کھٹکا ہوا کہ آخر یہ طلبی کس مصلحت سے ہے۔ اس نے جانے سے انکار کر دیا۔ اور جب اسے اپنی معزولی کی اطلاع ہوئی تو اس نے خود مختاری کا اعلان کر دیا:۔

ولید کا قتل

ولید کی احمقانہ غلطیوں اور غیر شرع حرکتوں نے نہ صرف عوام کو بلکہ سب سے زیادہ خود اسکے اہل خاندان کو برہم کر دیا۔ چنانچہ ولید کا چچازاد بھائی یزید بن ولید بن عبدالملک جو خاندان بنو امیہ میں سب سے زیادہ نیک اور باخدا ہونیکی وجہ سے ہر دلعزیز تھا۔ ولید سے اسکی حرکات کیوجہ سے اس درجہ ناخوش ہوا کہ اسکے خلاف مصروف کار ہو گیا۔ اس نے عام طور پر ولید کی شکایات کر کے لوگوں کو ولید کے معزول کرنے پر برانگیختہ کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ رؤسائے شہر۔ ارکان سلطنت اور سرداران لشکر نے ولید کو معزول کرنے پر یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ولید کا اسکے خاندان والوں میں سے کوئی بھی مددگار نہ رہا تھا۔ ہاں یزید ہی کا بھائی عباس اب بھی اس کا حامی تھا۔ عباس کو جب معلوم ہوا کہ یزید۔ ولید کیخلاف سازش کر رہا ہے تو اس نے یزید کو ڈانٹا۔ یزید نے دمشق چھوڑ کر مقام بادیہ میں رہائش اختیار کر لی اور اسلامی صوبوں میں اپنے نقیب بھیجد یئے جب یزید نے اپنا انتظام درست کر لیا تب ۲۷ جمادی الثانی ۱۲۶ھ جمعہ کے روز

عشا کی نماز کے بعد دمشق میں داخل ہو کر اول کوتوال شہر کو گرفتار کیا۔ پھر اسلحہ خانہ پر قبضہ کر لیا
ولید دارالامارۃ میں محصور ہو گیا۔ اسوقت اہل دمشق جوق در جوق آنے اور یزید کے ہاتھ پر
بیعت کرنے لگے ولید نے اس گڑبڑ میں نکلنا چاہا۔ لیکن پھر یزید کو معلوم ہو گیا اور اس نے
دمشق سے باہر قصر نعمانی میں پھر محصور کر لیا۔ ولید دمشق جانا چاہتا تھا لیکن نہ جاسکا۔ یزید کا
حقیقی بھائی عباس ولید کی مدد کیلئے چلا۔ لیکن یزید کے فوجی افسر نے اسے گرفتار کر کے
یزید کے سامنے پیش کیا۔ جب ولید نے دیکھا کہ نجات کی کوئی صورت نہیں ہی تو بولا جیسا
وقت حضرت عثمان غنی پر آیا تھا۔ ویسا ہی میرے لئے بھی آگیا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف کھولکر
پڑھنے بیٹھ گیا۔ یزید کے آدمیوں نے قصر میں داخل ہو کر ولید بن یزید کا سر کاٹ لیا۔ منصور بن
جمہور نے سر یزید کے سامنے پیش کیا۔ یزید نے حکم دیا کہ اس سر کی تشہیر کر کے ولید کے بھائی
سلیمان کو دیدیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ولید ایک سال تین ماہ حکومت کر کے
۲۸ جمادی الثانی ۱۲۶ھ شنبہ کے روز مقتول ہوا۔ بنو امیہ کے خاندان میں یہ ایسی نا اتفاقی
ہوئی جس سے یہ خاندان مسلسل مبتلائے مصائب رہکر تباہی اور بربادی کیطرف بڑھتا رہا۔

یزید بن ولید بن عبدالملک

یزید بن ولید بن عبدالملک بن مروان بن حکم کی کنیت ابو خالد تھی اسے یزید ثالث اور یزید
ناقص بھی کہتے ہیں ثالث اسلئے کہتے ہیں کہ اس سے پہلے ۲ یزید خلیفہ گذر چکے تھے اور یزید
ناقص اسلئے کہتے ہیں کہ اس نے فوجوں کی تنخواہوں کو کم کر دیا تھا۔ ولید بن یزید نے خلیفہ ہو کر ہر شخص
کی تنخواہ میں دس درہم کا اضافہ کر دیا تھا۔ یزید نے خلیفہ ہو کر اس اضافہ کو موقوف کر دیا اور
وہی تنخواہیں مقرر کیں جو اضافہ سے پہلے خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں ملا کرتی تھیں
یزید نے خلیفہ ہو کر مجمع عام میں کہا۔ ولید بد عقیدہ اور بد اعمال تھا اسلئے مارا گیا۔ میں
کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کیخلاف نہ کرونگا۔ تمہارے ساتھ سلوک ہوتا ہوگا۔ تمہاری
تنخواہیں وقت مقررہ پر دونگا۔ عدل و انصاف کرونگا۔ ممالک اسلامیہ کو مضبوط کرونگا اپنے

دروازہ پر دربان رکھونگا تاکہ ہر شخص میرے پاس آسکے۔ اگر میں غلط راستہ اختیار کروں تو تم کو حق و اختیار ہے کہ مجھے معزول کردو۔ اسکے بعد یزید نے اکابر قوم کے کہنے سے اپنے بھائی ابراہیم بن ولید اور اسکے بعد عبدالعزیز بن حجاج بن عبدالملک کی ولیعہدی کیلئے بیعت لی

اہل حمص کی بغاوت

ولید بن یزید کے قتل کی خبر سنکر اہل حمص نے بغاوت کی اور یزید بن خالد بن یزید بن معاویہ کو اپنا سردار بناکر ولید کے خون کا بدلہ لینے کی غرض سے دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ یزید بن ولید نے سلیمان بن ہشام بن عبدالملک کو فوج دیکر انکے مقابلہ میں روانہ کیا۔ اول سلیمان نے انہیں صلح کی دعوت دی۔ جب وہ نہ مانے تو حملہ کردیا۔ یزید بن خالد گرفتار ہوگیا۔ اہل حمص بہت سے مارے گئے اور باقی بھاگ گئے۔

اہل فلسطین کی بغاوت

اہل فلسطین نے بھی ولید کے خون کا قصاص لینے کے ارادہ سے بغاوت کی یزید بن سلیمان بن عبدالملک کو اپنا سردار بنالیا۔ اہل اردن نے یہ سنا تو انہوں نے بھی محمد بن عبدالملک کو اپنا حکمران بناکر اہل فلسطین کیساتھ خروج کیا۔ دونوں جگہ کی فوجیں ملکر دمشق کیطرف بڑھیں ان مقامات کے لوگ پہلے ولید بن یزید کے مخالف اور یزید بن ولید کے موافق ہوگئے تھے۔ مگر اب بغاوت و سرکشی کی۔ یزید نے سلیمان بن ہشام کو ان کے مقابلہ کیلئے بھیجا۔ سلیمان نے انہیں شکست دیکر یزید کی بیعت پر مجبور کیا اور انہوں نے بیعت کرلی:۔

اہل خراسان میں اختلاف

یزید نے یوسف بن عمر ثقفی کو عراق و خراسان کی امارت سے معزول کرکے اسکی جگہ منصور بن جمہور کو عامل مقرر کرکے بھیجا۔ یوسف بغیر باقاعدہ اپنے عہدہ کا چارج دیئے خفیہ طور پر دمشق کیطرف روانہ ہوا۔ یزید بن ولید کو علم ہوگیا۔ اس نے اسے گرفتار کراکر قید کردیا اور جب اس نے پھر بھاگنے کی کوشش کی تو قتل کردیا گیا۔ منصور بن جمہور نے خراسان پر اپنے بھائی کو عامل مقرر کرکے روانہ کیا لیکن وہاں نصر بن سیار عامل تھا۔ اس نے چارج دینے سے انکار کردیا۔ ابھی یہ معاملہ

طے نہ ہوا۔ کہ یزید نے منصور کو معزول کر کے عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو عراق کا امیر بنا کر بھیجدیا۔ عبداللہ نے عراق کی امارت کا چارج لیکر نصر بن سیار کو بدستور خراسان کی گورنری پر بحال رکھا۔ خراسان میں ایک شخص جدیع بن علی کرمانی تھا۔ وہ باغی ہو گیا۔ دراصل وہ ازدی تھا۔ لیکن کرمان میں پیدا ہونیکی وجہ سے کرمانی کہلاتا تھا۔ ایک زمانہ میں جبکہ اسد بن عبداللہ امیر تھا۔ تو کرمانی کا طوطی بول رہا تھا۔ اس وقت اس نے نصر بن سیار پر کچھ احسانات کئے تھے۔ مگر جب نصر بن سیار خراسان کا گورنر ہوا تو اس نے کرمانی کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا اسلئے کرمانی نصر سے کشیدہ خاطر ہو گیا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز نے نصر کو اسکے عہدہ پر بحال رکھا تو اس نے اپنے دوستوں سے کہا۔ لوگ فتنہ میں پڑ رہے ہیں تم اپنے کاموں کے لئے کسی کو امیر منتخب کر لو۔ لوگوں نے اسی کو امیر منتخب کر لیا۔ نصر نے اسے گرفتار کر لیا۔ اور جب وہ سامنے آیا تو کہا۔ تمہیں یوسف بن عمر نے قتل کرنیکا حکم دیا تھا مگر میں نے بچایا۔ تمہارے عوض تاوان ادا کیا۔ تمہارے لڑکے کو سرداری دی ان احسانات کا یہی معاوضہ تھا کہ تم بغاوت کرو۔ کرمانی نے کہا میں نے آپکے ساتھ اس سے زیادہ احسانات کئے ہیں۔

نصر نے اسے درّوں سے پٹوا کر ۲۷ رمضان ۱۲۶ھ میں قید کر دیا۔ مگر کرمانی چندہی روز کے بعد نقب لگا کر قیدخانہ سے نکل بھاگا اور تین ہزار کی جمعیت اپنے پاس جمع کر لی نصر نے ایک سردار کو اسکی سرکوبی کیلئے روانہ کیا لیکن خراسان کے چند سربرآوردہ لوگوں نے درمیان میں پڑ کر مصالحت کرادی نصر نے کرمانی کو حکم دیا کہ وہ خانہ نشین ہو جائے چندروز تو کرمانی گھر میں بیٹھا رہا۔ مگر پھر نکلکر بغاوت کی۔ پھر ابن سیار نے اسے گرفتار کر کے تنبیہہ کرنیکے بعد رہا کر دیا غرضیکہ اسی طرح کئی مرتبہ کرمانی نے بغاوت کی آخر تنگ آکر نصر نے اسے جرجان کی طرف جلاوطن کر دیا جبکہ نصر اور کرمانی کے درمیان کشمکش ہو رہی تھی اسوقت نصر کو یہ خدشہ ہوا کہ کہیں کرمانی حرث بن شریح کو جو بلاد ترکستان میں تھا بلوا کر اپنا مددگار نہ بنالے حرث کا رسوخ خراسان میں کافی تھا۔ وہ بارہ تیرہ سال سے ترکستان میں مقیم تھا اور چونکہ اس نے بغاوت کی تھی اسلئے

خراسان میں دخل نہیں ہو سکتا تھا نصر نے یزید بن ولید اور عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز سے حرث کی سفارش کر کے امان حاصل کی اور مقاتل بن حیانی نبطی کو حرث کو بلانیکے لئے بھیجا حرث فوراً آ گیا۔ نصر نے اسکی بڑی مدارات کی اور پچاس درہم روزانہ مقرر کر کے مرو میں ٹھہرا دیا۔ نصر نے اس سے یہ بھی کہا کہ اگر وہ چاہے تو اُسے کسی شہر کی امارت دیدیجائے لیکن اُس نے کہا میں حکومت و دولت کا خواہشمند نہیں ہوں۔ مگر حرث نے خفیہ طور پر کرمانی سے کہلا بھیجا کہ اگر نصر نے کتاب و سنت پر عمل کیا تو میں اسکے ساتھ ہوں اور اگر کتاب و سنت پر عمل نہ کیا تو پھر میں اُسکے خلاف ہو کر تمہارا شریک کار ہو جاؤں گا۔ اور اسکے فوراً ہی بعد حرث نے خفیہ خفیہ اپنی امارت کی تبلیغ کر کے تین ہزار آدمیوں سے بیعت لے لی :-

مروان بن محمد کی بغاوت

آرمینیا میں مروان بن محمد بن مروان اور جزیرہ میں عبد بن سلح غسانی حکمران تھے جب ولید بن یزید مقتول ہوا تو عبد غسانی جزیرہ سے شام کیطرف چلا گیا۔ مروان کے بیٹے عبدالملک نے فوراً جزیرہ میں پہنچکر اس پر اپنا تسلط کر کے اپنے باپ مروان کو لکھا کہ اب ہماری قوت بڑھ گئی ہے اسوقت موقعہ ہے کہ یزید بن ولید کے خون کا بدلہ لینے کیلئے خروج کرو۔ مروان بن محمد فوراً آمادہ ہو گیا۔ وہ عظیم الشان لشکر لیکر یزید بن ولید سے لڑنیکے لئے چلا۔ یزید اسکی آمد کی خبر سُنکر گھبرا گیا۔ اُس نے مروان کو لکھا کہ تم میری بیعت کر لو تو میں تمہیں جزیرہ۔ موصل اور آذربائیجان کی بھی حکومت دیدوں۔ مروان نے راضی ہو کر بیعت کر لی۔ یزید نے حسب وعدہ اسے سند گورنری بھیجدی۔ پہلے مروان محض آرمینیا کا حاکم تھا اب جزیرہ۔ موصل اور آذربائیجان کا بھی امیر ہو گیا۔

یزید ثالث کی وفات

یزید بن ولید نہایت خوش اخلاق پرہیزگار اور قابل حکمران تھا۔ افسوس اسکی عمر نے وفا نہ کی اور اس نے ۲۰ ماہ ذی الحجہ ۱۲۶ھ میں کچھ دن کم چھ مہینے خلافت کر کے پینتیس سال کی عمر میں مرض طاعون میں وفات پائی :-

ابراہیم بن ولید بن عبدالملک

ابراہیم بن ولید بن عبدالملک کی کنیت ابو اسحاق تھی وہ اپنے بھائی یزید بن ولید کی وصیت کے موافق تخت نشین ہوا۔ مگر اُسے عام طور پر خلیفہ تسلیم نہ کیا گیا بعض لوگوں نے اسکی بیعت سے انکار کر دیا۔ مروان بن محمد بن مروان جو آرمینیا۔ جزیرہ۔ موصل اور آذر بائیجان کا امیر تھا۔ اسی ہزار لشکر لیکر دمشق کیطرف چل پڑا اور قنسرین اور حمص کو فتح کرکے آگے بڑھا۔ ابراہیم نے اسکے مقابلہ کیلئے سلیمان بن ہشام کو ایک لاکھ بیس ہزار کی جمعیت سے بھیجا۔ دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی۔ سلیمان کے ستر ہزار آدمی مارے گئے اور وہ شکست کھا کر بھاگ گیا۔ ولید بن یزید کے دو بیٹے حکم و عثمان قید تھے۔ لوگوں نے ابراہیم بن ولید کو ڈرایا کہ مروان بن محمد دمشق میں آکر حکم اور عثمان کو رہا کر دے گا اور یہ دونوں اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینگے اسلئے انہیں قتل کرا دیا جائے۔ ابراہیم نے حکم اور عثمان کو قتل کرا دیا اور ابراہیم اور سلیمان دمشق چھوڑ کر تدمر کیطرف بھاگ گئے۔ جب مروان دمشق میں داخل ہوا تو اسکے سامنے حکم اور عثمان کی لاشیں پیش کیگئیں۔ اُسے بڑا افسوس ہوا۔ اس نے نماز جنازہ پڑھکر انہیں دفن کرا دیا۔ اب لوگوں نے مروان بن محمد کے ہاتھ پر خلافت کیلئے بیعت کر لی۔ اور چند رؤسا نے درمیان میں پڑھکر ابراہیم اور مروان کے مابین صلح کرا دی۔ ابراہیم خلافت سے دستبردار ہو گیا۔ مروان نے اسے امان دیدی۔ ابراہیم اور سلیمان تدمر سے معہ اپنے بھائیوں۔ لڑکوں اور عورتوں کے دمشق میں آگئے اور سب نے مروان کے ہاتھ پر بیعت کر لی ابراہیم کی خلافت نہیں۔ البتہ حکومت صرف دو مہینے اور چند روز رہی۔ ۲۴ صفر ۱۲۷ھ میں ابراہیم نے دمشق میں آکر مروان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی:۔

مروان بن محمد

مروان بن محمد بن مروان بن الحکم بنو امیہ کا آخری خلیفہ ہے اس خلیفہ کیساتھ ہی

بنو امیہ کی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ مروان کو لوگ "حمار" کہتے تھے۔ اہل عرب حمار کو بڑا صابر سمجھتے ہیں۔ چونکہ مروان بن محمد کی خلافت کا تمام زمانہ لڑائیوں اور تکلیفوں میں بسر ہوا اسلئے اسے صعوبت کش اور صابر ہونیکی وجہ سے لوگ اسے حمار کہنے لگے وہ ۲۷ھ یا ۷۲ھ میں مقام جزیرہ میں پیدا ہوا تھا۔ اسکی ماں کردستان کی ایک پرستار تھی جو پہلے ابراہیم اشتر کے پاس تھی اسکے قتل کے بعد مروان کے باپ نے لی تھی اسکے بطن سے مروان پیدا ہوا تھا۔

اہل حمص کی بغاوت

یکم شوال ۱۲۷ھ عین عیدالفطر کے روز مروان بن محمد کو خبر پہنچی کہ اہل حمص نے بغاوت کی۔ وہ ابراہیم (معزول خلیفہ) اور سلیمان کو ہمراہ لیکر ۳ شوال کو حمص کے سامنے پہنچے۔ اہل حمص نے قلعہ کا پھاٹک بند کر لیا۔ مروان نے پکار کر کہا تم نے میری بیعت کیوں توڑ دی؟ شہر والوں نے جواب دیا۔ ہم نے بیعت نہیں توڑی۔ چنانچہ انہوں نے شہر کے دروازے کھولدیئے مروان شہر میں داخل ہوا۔ اسکے مخالفوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ وہ شہر کے دروازہ پر چڑھ گیا اور مخالفین کا مقابلہ کر کے انہیں شکست دی اور تین سو گز شہر پناہ ڈھا کر زمین کے ہموار کر دی اور اہل شہر سے اپنی بیعت لی:

اہل غوطہ کی سرکشی

ابھی مروان اس مہم سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ اہل غوطہ نے بغاوت کر کے یزید بن خالد قسری کی سرکردگی میں دمشق کا محاصرہ کر لیا ہے۔ دمشق کا عامل زامل بن عمر تھا۔ مروان نے فوراً ابوالورد بن کوثر بن زفر بن حرشا و رعمر بن وحناح کو دس ہزار فوج دیکر دمشق کیطرف بھیجا۔ دمشق کے قریب پہنچکر ابوالوا د نے باہر سے اور اہل شہر نے اندر سے حملہ کیا اہل غوطہ کو شکست ہوئی۔ یزید بن خالد مارا گیا۔ اس کا سر کاٹکر مروان کے پاس بھیجدیا:۔

ثابت بن نعیم کی بغاوت

ثابت بن نعیم نے اہل فلسطین کو جمع کر کے طبریہ کا محاصرہ کر لیا اس زمانہ میں طبریہ کا

امیر ولید بن معاویہ بن مروان بن حکم تھا۔ اس نے مروان کو اطلاع دی۔ مروان نے ابوالورد کو اس طوفان بغاوت کو فرو کرنے کے لئے روانہ کیا۔ ابوالورد کے پہنچتے ہی اہل طبریہ نے شہر سے نکل کر ثابت بن نعیم پر حملہ کر دیا ادھر سے ابوالورد نے حملہ بول دیا۔ اہل فلسطین شکست کھا کر بھاگے ابوالورد نے ثابت کے تین لڑکے اسیر کر کے مروان کے پاس بھیج دیئے مروان نے فلسطین پر ماحس بن عبدالعزیز کنانی کو مامور کر کے ثابت کی گرفتاری کا حکم دیا۔ اس نے اسے تلاش کر کے گرفتار کیا اور مروان کے پاس بھیج دیا مروان نے ثابت اور اسکے تینوں بیٹوں کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر مصلوب کر دیا۔

عبداللہ و عبیداللہ کی ولیعہدی

اس مہم سے جب فراغت ہو گئی تب مروان نے مقام دیر ایوب میں اپنے بیٹوں عبداللہ اور عبیداللہ کی ولیعہدی کیلئے بیعت لی اور ہشام بن عبدالملک کی لڑکیوں سے ان دونوں کا عقد کر دیا۔

اہل تدمر کی اطاعت

اب صرف تدمر ہی ایک ایسا مقام رہ گیا تھا جو ابھی تک خود مختار تھا اور اہل تدمر نے ابھی اطاعت اختیار نہیں کی تھی۔ چنانچہ مروان خود اپنے وزیر ابرش کلبی کو ہمراہ لیکر تدمر کیطرف روانہ ہوا اور تدمر کے قریب پہنچکر اپنے وزیر ابرش کو تدمر میں بھیجا۔ ابرش کے کہنے سننے سے اہل تدمر نے اطاعت کر کے مروان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ابرش نے شہر پناہ کو منہدم کرا دیا۔

سلیمان بن ہشام کی بغاوت

مروان کو اطلاع ہوئی کہ ضحاک شیبانی خارجی نے خروج کر کے کوفہ پر تسلط کر لیا ہے اس نے یزید بن عمر بن ہبیرہ کو ضحاک کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا اور اسے امدادی فوجیں بھیجنے کیلئے خود قرقیسیا میں آ ٹھہرا۔ اسکے قرقیسیا میں آنے سے پہلے سلیمان بن ہشام علالت طبع کا بہانہ کر کے کچھ دنوں آرام کرنے کیلئے مقام رصافہ میں آ ٹھہرا اہل شام کا ایک زبردست گروہ جو عمر بن ہبیرہ کے ساتھ عراق کیطرف جا رہا تھا اس سے جدا ہو کر

رصافہ میں سلیمان بن ہشام کے پاس آگیا اور اسے ترغیب دی کردہ خود خلیفہ بنجائے اس نے منظور کرلیا۔ اور ان لوگوں کو لیکر قنسرین پہنچا۔ یہاں سے اس نے اہل شام کو خطوط لکھے اہل شام بادل کی طرح سے اسکے پاس اُمڈ آئے۔ جب مروان نے یہ خبر سنی تو عمر بن ہبیرہ کو عراق کیطرف جانیسے روکدیا اور خود لشکر لیکر قرقیا سے سلیمان کے مقابلہ کیلئے قنسرین کیطرف روانہ ہوا۔ دونوں لشکروں کا قنسرین کے قریب مقام حناف میں مقابلہ ہوا صبح سے عصر کے وقت تک جنگ جاری رہی آخر سلیمان کو شکست ہوئی۔ اس معرکہ میں سلیمان بن ہشام کا لڑکا اور خالد بن مخزومی جو ہشام بن عبدالملک کا ماموں تھا دونوں مارے گئے۔ سلیمان بھاگ کر حمص میں پہنچا اور لشکر فراہم کرکے مقابلہ کی تیاری کی۔ مروان بھی حمص میں آگیا۔ دس مہینے تک محاصرہ کئے رہا۔ اسی منجنیقیں نصب کراکر شب و روز ان سے سنگ باری کرا رہا تھا۔ آخر تنگ آکر اہل حمص نے امان طلب کی سلیمان حمص سے تدمر میں چلا گیا۔ چونکہ ضحاک خارجی کی قوت بڑھتی جاتی تھی اسلئے مروان نے اسکی طرف توجہ کی۔ یزید بن عمر بن ہبیرہ کو کوفہ کیطرف بڑھنے کا فرمان بھیجا اس نے عین التمر میں پہنچکر قیام کیا۔ ضحاک خارجی نے مثنیٰ کو اسکے مقابلہ میں بھیجا یزید بن عمر بن ہبیرہ نے مثنیٰ پر پرزور حملہ کرکے اسے مع اسکے مشہور سرداروں کے مار ڈالا۔ اس کا لشکر شکست کھا کر بھاگ گیا۔ لیکن خارجیوں نے دوبارہ اپنا لشکر ترتیب دیکر مقابلہ کیا اور پھر شکست کھائی۔ یزید بن عمر بن ہبیرہ نے پہلے کوفہ پر اور پھر تمام عراق پر قبضہ کرلیا۔ اس نے بھی نصر بن سیار کو بدستور خراسان کی گورنری پر قائم رکھا۔ نصر نے مروان بن محمد کی بیعت کرلی:۔

خراسان میں بدامنی

حرث بن شریح خراسان میں موجود تھا۔ وہ امارت و حکومت کے خواب دیکھا کرتا تھا اس کے گردہ میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا۔ جب مروان خلیفہ ہوا تو وہ خراسان پر قبضہ کرنیکی فکر کرنے لگا۔ آخر اس نے بغاوت کا اعلان کردیا۔ نصر نے اسے ہر چند سمجھایا لیکن اسکے سر پر

حکومت کا جن سوار تھا اس نے نہ مانا۔ آخر جنگ ہوئی۔ خراسان کے دار السلطنت مرو میں خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ ادھر کرمانی بھی کافی قوت حاصل کر چکا تھا۔ نصر نے حرث کا مقابلہ کرنیکے لئے بلایا۔ وہ خود یہ چاہتا تھا کہ نصر اور حرث کا خاتمہ ہو جائے تو خراسان پر اس کا قبضہ ہو جائے اسلئے اس نے آنیسے انکار کر دیا۔ مگر جب حرث نے کرمانی کو بلایا تو وہ آگیا اور ان دونوں حرث اور کرمانی نے ملکر نصر کو مرو سے نکال باہر کیا۔ لیکن چونکہ حرث اور کرمانی دونوں میں خود غرضی تھی اسلئے چند روز بھی آپسمیں اتفاق قائم نہ رہ سکا۔ دونوں لڑ پڑے۔ حرث مارا گیا اور تنہا کرمانی مرو پر قابض ہو گیا۔ یہ واقعہ ۱۲۸ھ کا ہے۔ جب تنہا کرمانی رہگیا تو نصر نے اسکے مقابلہ میں لشکر بھیجنے شروع کئے لیکن ہر معرکہ میں کرمانی نے نصر کے سرداروں کو شکست دی آخر نصر بن سیار زبردست جمعیت کے ساتھ مرو پر حملہ آور ہوا۔ کرمانی نے بھی پوری قوت سے مقابلہ کیا۔ جنگ کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ اس وقت ابو مسلم خراسانی نے جو اپنے آپکو ابراہیم امام کا نقیب بتاتا تھا اور جس کا کچھ تذکرہ پہلے بھی کیا جا چکا ہے ایک طرف تو کرمانی کو اور دوسری طرف نصر کو لکھا کہ میں تمہارا ہمدرد ہوں اگر تم امام ابراہیم کی بیعت کر لو تو میں تمہارا ساتھ دوں۔ ابو مسلم کے پاس بھی کافی جمعیت تھی۔ اس کا منشاء یہ تھا کہ کرمانی اور نصر ان دونوں میں سے جو کوئی بھی اس کا شریک کار ہو جائے وہ اسکی مدد کرکے دوسرے کو ختم کرا دے۔ ابھی کرمانی اور نصر نے کوئی جواب اسے نہ دیا تھا کہ وہ خود ہی لشکر لیکر دونوں کے مورچوں کے درمیان مقیم ہو گیا۔ نصر اور کرمانی دونوں یہ اندازہ نہ کر سکے کہ وہ کسکی مدد کیلئے آیا ہے لگے روز اس نے کرمانی سے کہلا بھجوایا کہ میں تمہاری مدد کروں گا۔ نصر کو بھی اس کا علم ہو گیا اس نے کرمانی کو لکھا کہ ابو مسلم تم کو دھوکہ دینا چاہتا ہے اگر تم چاہو تو میں اور تم دونوں ملکر اس کا مقابلہ کریں۔ کرمانی نے منظور کر لیا۔ شرائط طے کرنیکے لئے دونوں کی ملاقات کی ٹھہری ایک طرف سے نصر اور دوسری طرف سے کرمانی دو سو۲۰۰ آدمیوں کی جمعیت لیکر نکلے۔ نصر کے آدمیوں کے

موقعہ پاکر اچانک کرمانی پر حملہ کرکے اسے قتل کر دیا۔ کرمانی کا بیٹا علی بھاگ کر ابومسلم کے پاس چلا گیا اور اسکے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہی۔ ابومسلم نے یہ کہکر ٹال دیا کہ بغیر امام ابراہیم کے حکم کے بیعت نہیں لے سکتا۔ اسکے بعد ابومسلم نے نصر پر حملہ کرکے اسے شکست دی اور مرو پر قبضہ کر لیا۔ ابومسلم نے خارجیوں کے سردار شیبان خارجی کو بھی دم دلاسا دیکر اپنے ساتھ کر لیا۔ کرمان کا بیٹا علی اسکے ساتھ تھا ہی اور اسطرح اسکی قوت بڑی مستحکم ہوگئی۔ نصر نے شیبان خارجی کو لکھا کہ ابومسلم شیعہ ہے وہ موقعہ پاتے ہی تم کو قتل کر دیگا۔ شیبان ابومسلم سے الگ ہوگیا مگر ابومسلم نے پھر جوڑ توڑ لگا کر اسے اپنے میں شامل کر لیا۔ غرضیکہ اسی طرح کبھی خوارج ابومسلم سے الگ ہو جاتے اور کبھی ملجاتے اسی طرح کبھی علی بن کرمانی ابومسلم سے جدا ہو جاتا کبھی پھر آشامل ہوتا۔ اس طرح اب ابومسلم خوارج علی بن کرمان اور نصر بن سیار کے چار گروہ ہوگئے جو تمام خراسان میں ایک دوسرے کے پیچھے لگے پھر رہے تھے ان میں سے ابومسلم اور نصر دونو سیاستدان تجربہ کار اور چالاک تھے۔ آخر ابومسلم نے ۱۳۰ھ میں علی بن کرمانی اور ۱۳۱ھ میں شیبان خارجی کو دھوکہ سے قتل کرا دیا۔ اسی ۱۳۱ھ میں نصر بن سیار بیمار ہوکر فوت ہوگیا اور ابومسلم کا خراسان میں کوئی مد مقابل باقی نہ رہا۔

حجاز یمن اور حضرموت میں بغاوت

ابوحمزہ مختار بن طوف ازدی نے علم بغاوت بلند کرکے حجاز یمن اور حضرموت میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا دی۔ حضرموت کا رئیس عبداللہ بن یحییٰ بھی اس کا شریک ہو گیا مروان بن محمد نے ابن عطیہ سعدی کو انکے مقابلہ میں بھیجا۔ ابوحمزہ مدینہ پر قبضہ کرکے شام کیطرف بڑھا۔ وادی القریٰ میں ابوحمزہ اور ابن عطیہ کا مقابلہ ہو گیا۔ ابوحمزہ مارا گیا۔ اس کا لشکر بھاگ گیا۔ ابن عطیہ یمن میں پہنچا۔ وہاں عبداللہ بن یحییٰ سے مقابلہ ہو گیا۔ دونوں میں لڑائی ہوئی عبداللہ بن یحییٰ مارا گیا۔ ابن عطیہ نے اس کا سر مروان بن محمد کے پاس بھیجدیا۔

امام ابراہیم کی گرفتاری اور وفات

امام ابراہیم نے ایک خط ابومسلم کو لکھا تھا جسمیں تحریر کیا تھا کہ خراسان میں ایک بھی عربی قتل

شخص کو زندہ نہ چھوڑو سب کو مار ڈالو۔ خراسان کے اصلی باشندے جو مسلمان ہو گئے ہیں ہمارے لئے سب سے زیادہ کار آمد ہی ہیں۔ انہیں پر بھروسہ رکھنا چاہیئے اور انہی کو اپنا شریک کار بنانا چاہیئے یہ خط مروان کے ہاتھ آگیا۔ اسی خط سے مروان پر یہ راز بھی کھلا کہ بنو عباس نے بنو امیہ کیخلاف عرصے سے سازش کا جال پھیلا رکھا ہے اور اس سازش کے سرغنہ امام ابراہیم ہیں جو سرزمین بلقاء کے مقام حمیمہ میں اقامت گزین ہیں۔ مروان نے فوراً بلقاء کے امیر کو لکھا کہ ابراہیم اور انکے حاشیہ نشینوں کو گرفتار کر کے بھیجدو۔ چنانچہ ابراہیم بن محمد اور انکے سید اہل خاندان اور ہم خیال گرفتار کر کے مروان کے پاس بھیجے گئے۔ مروان نے انہیں عام حران میں قید کر دیا۔ حران میں اسی جگہ سعید بن ہشام بن عبدالملک اور اسکے دونوں بیٹے عثمان اور مروان اور عباس بن ولید بن عبدالملک اور عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز اور ابو محمد سفیانی بھی قید تھے۔ چند ہی روز کے بعد حران میں طاعون پھیل گیا۔ ابراہیم بن محمد اور عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز اور عباس بن ابو لبید تینوں اسی مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے۔ سعید بن ہشام معہ دیگر قیدیوں کے جیلخانہ توڑ کر نکلے اور داروغہ جیل کو قتل کر کے بھاگے لیکن اہل حران کو ان کے فرار کا حال معلوم ہو گیا۔ انہوں نے انہیں گرفتار کر کے مار ڈالا صرف ابو محمد سفیانی جیلخانہ میں باقی رہ گیا تھا۔ اسے مروان نے رہا کر دیا:۔

ابو العباس سفاح

ابراہیم بن محمد نے وفات سے پہلے یہ وصیت کی تھی کہ میرا جانشین میرا بھائی عبداللہ بن محمد المعروف ابو العباس سفاح ہوگا۔ سفاح کو سرزمین بلقاء میں سکونت نہیں کرنی چاہیئے بلکہ کوفہ میں جا کر قیام کرنا چاہیئے۔ چنانچہ سفاح معہ اپنے اہل و عیال کے کوفہ میں آگیا تھا۔

ابو مسلم کا خروج

ابراہیم بن محمد نے اپنی گرفتاری سے پہلے ابو مسلم خراسانی کو سپہ سالار اعظم مامور کر کے اسے کل اختیارات دیئے تھے۔ اور اسکے چند روز بعد ہی وہ قحطبہ بن شبیب کو سیاہ علم دیکر ابو مسلم کے پاس روانہ کر کے ہدایت کر چکے تھے کہ خراسان پر خروج کر کے ملکوں پر قبضہ کرنا شروع کر دو چنانچہ

ابومسلم نے ۱۳۰ھ میں خراسان میں خروج کر کے ۱۳۱ھ میں تمام خراسان پر قبضہ کر لیا اور فوراً قحطبہ بن شبیب کو فوج دیکر کوفہ پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا قحطبہ نے نہایت آسانی سے کوفہ پر قبضہ کر کے ابو العباس سفاح کے ہاتھ پر بیعت کر لی:۔

مروان کی شکست

جب مروان کو واقعات کا علم ہوا تو وہ ایک لاکھ بیس ہزار فوج لیکر ابو العباس سفاح کے مقابلہ کیلئے چلا۔ سفاح نے کچھ فوج اپنے چچا عبداللہ بن علی کی سرکردگی میں روانہ کی تھی۔ مروان کے عظیم الشان لشکر کا مقابلہ عبداللہ کی چھوٹی سی جمعیت سے مقام نہر زاب کے کنارہ پر ہو گیا جنگ شروع ہو گئی۔ قریب تھا کہ مروان عبداللہ کو ہزیمت دیدے کہ عین معرکہ کارزار کے وقت مروان کی فوج نے لڑنے سے انکار کر دیا۔ ہر چند مروان نے تہدید کی اور ترغیب دی مگر کوئی بھی لڑنے کو تیار نہ ہوا۔ ادہر عبداللہ نے سختی سے حملہ کر دیا۔ مروان نے یہ غلطی کی کہ اپنا تمام خزانہ فوج کے سامنے ڈال کر کہا۔ لوٹ لو۔ اور لڑو۔ تمام لشکر خزانہ لوٹنے میں مصروف ہو گیا۔ اس سے اور بھی بدنظمی اور افراتفری پھیل گئی۔ مروان نے اپنے بیٹے عبداللہ کو لوگوں کو سمجھانے کیلئے بھیجا اُسے دیکھتے ہی تمام سپاہی ہوا ہو گئے۔ اور مروان کو تنہا میدان کارزار میں چھوڑ گئے۔

مروان کو انکی بے وفائی اور کم ہمتی پر رنج بھی ہوا اور غصہ بھی آیا۔ وہ وہاں سے بھاگ کر موصل میں پہنچا۔ مروان کو نہر زاب کے کنارہ پر ۱۳۲ھ جمادی الثانی شنبہ کے دن شکست ہوئی تھی۔ موصل کے لوگوں نے مروان پر فقرے چست کئے اور آوازے کسے۔ مروان موصل سے چلکر حران میں پہنچا۔ حران میں اس کا بھتیجہ ابان بن یزید عامل تھا۔ ابھی مروان کو حران میں آئے صرف بیس روز ہی ہوئے تھے کہ عبداللہ بن علی کے آنیکی خبر سنی وہ وہاں سے نکلکر حمص کیطرف بھاگا حران کے عامل ابان بن یزید نے تاب مقاومت نہ دیکھکر اطاعت ہی میں عافیت سمجھی چنانچہ اس نے بھی عبداللہ بن علی کیطرح سے سیاہ کپڑے پہن لئے اور سیاہ علم لیکر عبداللہ کے استقبال کو حران کے قلعہ سے نکلا اور عبداللہ کے ہاتھ پر سفاح کی خلافت کی بیعت کر لی۔ مروان جب حمص

میں پہنچا تو پہلے تو وہاں کے لوگوں نے اظہار اطاعت و فرمانبرداری کیا۔ لیکن جب انہوں نے مروان کے ساتھ جمعیت کم دیکھی تو تمرد و سرکشی کرنے لگے۔ مروان نے یہ کیفیت دیکھکر حمص میں تین روز کے قیام کے بعد کوچ کر دیا لیکن اہل حمص نے اس کا مال و اسباب چھیننے کا ارادہ کیا مروان نے انہیں سمجھایا مگر وہ باز نہ آئے۔ مجبوراً مروان کے آدمیوں نے اہل حمص پر حملہ کر دیا اہل حمص بھاگ نکلے۔ مروان وہاں سے چلکر دمشق میں آیا۔ دمشق میں اس کا چچازاد بھائی ولید بن معاویہ عامل تھا۔ لیکن دمشق کو بھی غیر محفوظ سمجھکر مروان ولید کو عبداللہ بن علی سے لڑنے کی ہدایت کر کے فلسطین کیطرف چلا گیا اور فلسطین میں پہنچکر خاموش زندگی بسر کرنیکے ارادہ سے ٹھہر گیا

بنو عباس کی فتوحات

عبداللہ بن علی نے حران میں پہنچکر وہ قید خانہ جسمیں ابراہیم بن محمد قید کئے گئے تھے مسمار کر دیا اور وہاں سے دمشق کیطرف کوچ کیا۔ ابھی وہ راستہ ہی میں تھا کہ اس کا بھائی عبدالصمد بن علی آٹھ ہزار کی جمعیت لیکر آگیا۔ یہ لشکر ابوالعباس سفاح نے عبداللہ بن علی کی مدد کیلئے بھیجا تھا۔ دونوں بھائی قنسرین اور بعلبک ہوتے ہوئے دمشق میں پہنچے۔ ولید بن معاویہ حاکم دمشق نے قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیا۔ ابوالعباس سفاح کے لشکر نے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ اور چند روز کے بعد ۵ رمضان ۱۳۲ھ چہارشنبہ کے روز دمشق فتح کر لیا۔ عبداللہ اور عبدالصمد کے ہمراہیوں نے دمشق میں داخل ہو کر قتل عام شروع کر دیا۔ دمشق کی گلیوں اور راستوں میں خون کے دریا بہا دیئے۔ اثنائے معرکہ میں دمشق کا حاکم ولید بن معاویہ بھی مارا گیا۔ عبداللہ اور عبدالصمد دونوں پندرہ ۱۵ روز دمشق میں ٹھہرنیکے بعد فلسطین کیطرف روانہ ہوئے جب وہ فلسطین کی سرحد پر پہنچے تو شروع ذیقعد ۱۳۲ھ میں عبداللہ کے پاس ابوالعباس سفاح کا یہ فرمان پہنچا کہ مروان کے تعاقب میں اپنے بھائی صالح بن علی کو بھیجو۔ چنانچہ عبداللہ بن علی نے مروان کے تعاقب میں صالح بن علی کو روانہ کیا:۔

مروان بن محمد کا قتل

مروان صالح کی آمد کی خبر سنکر شام چھوڑ کر مصر چلا آیا۔ صالح بھی فلسطین ہوتا ہوا مصر
کیطرف روانہ ہوا۔ مروان نے نیل کیطرف فرار کیا۔ وہاں سے بھی کیطرف نکل گیا۔ صالح بھی پیچھے ہی لگا
رہا۔ یہانتک کہ اس نے فسطاط میں پہنچکر قیام کیا۔ اور اپنی فوجی دستے مروان کے تعاقب اور
سراغ میں روانہ کئے۔ اتفاق سے صالح کے ایک دستہ کا مقابلہ مروان کے کچھ سواروں سے ہوگیا۔ مروان کے
سوار رات دن کی تکلیفوں سے عاجز آگئے تھے۔ انہیں اب فتح کی امید ہی نہ تھی اسلئے وہ بغیر
مقابلہ کئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ صالح کے سپاہیوں نے ان کے چند سرداروں کو گرفتار کرکے
اپنے لشکر کے سردار ابوعون کے سامنے پیش کیا۔ اس نے سرداروں سے مروان کا پتہ پوچھا انہوں نے
بتادیا کہ مروان قصبہ بوصیر میں مقیم ہے۔ ابوعون نے اپنی جمعیت لیکر اس قصبہ بوصیر پر شبخون
مارا۔ مروان شور سنکر گھر سے باہر نکلا۔ ایک شخص برچھی ہاتھ میں لئے کھڑا تھا اس نے مروان پر
برچھے کا وار کیا۔ وہ گرا۔ ابوعون کے ہمراہیوں نے دوڑ کر اس کا سر کاٹ لیا اور ابوالعباس سفاح
کے پاس بھیجدیا۔ یہ واقعہ ۲۸ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲ھ مطابق ۵ اگست سنہ ۷۵۰ء میں ہوا۔ مروان
بنوامیہ کا آخری خلیفہ تھا۔ اسکے مرتے ہی خلافت بنوامیہ کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ مروان نے دمشق کو
دارالسلطنت نہیں رکھا بلکہ حران میں اقامت اختیار کرکے حران ہی کو دارالسلطنت بنا لیا تھا
مروان کے قتل کے بعد اسکے لڑکے عبداللہ اور عبیداللہ جن کی خلافت کی مروان کے حکم سے
بیعت لی گئی تھی سرزمین حبشہ کیطرف بھاگ گئے۔ اہل حبشہ نے انہیں امان دی۔ عبیداللہ
حبشیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ عبداللہ بھاگ کر فلسطین میں آچھپا اور مہدی کی خلافت کے
زمانہ میں فلسطین کے عامل نے اسے گرفتار کرکے مہدی کے دربار میں بھیجا اور مہدی نے
اسے قید کردیا۔ مروان بڑا جفاکش بہادر اور اولوالعزم تھا اس نے پانچ سال اور گیارہ مہینے
خلافت کی لیکن یہ تمام زمانہ اس نے گھوڑے کی پشت پر بسر کیا۔ اس مدت میں اسے ایک
روز بھی آرام سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ عام طور پر بنوامیہ کی خلافت کی تباہی کا ذمہ دار اسے ہی

سمجھا جاتا ہے مگر حقیقت یہ نہیں ہے اس نے بنو امیہ کی خلافت کو مضبوط بنانے میں اپنی جان تک لگا دی لیکن اسکے بیشتر خلفاء ایسے تھے کہ ان میں بہت سی خرابیاں پیدا کر گئے تھے کہ وہ ان کو دور نہ کر سکا۔ اسکے عہد میں لقا پر تو جہاد کا موقعہ نہیں ملا البتہ سلمانوں کا خون بڑی بیدردی سے بہایا۔

خلافت بنو امیہ پر سرسری نظر

خلفائے بنو امیہ میں سے صرف حضرت امیر معاویہؓ عبدالملک بن مروان ولید بن عبدالملک اور ہشام بن عبدالملک یہ چار خلفا خلافت و ملکداری کی اہلیت رکھتے تھے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت تو بالکل خلافت راشدہ کے نمونہ کی ہی اسکے علاوہ جتنے خلفاء ہوئے وہ سب کم ہمت عیش پرست ظالم اور بے صبر ہوئے وہ فرمانروائی کے اہل ہی نہ تھے انہوں نے خلاف شرع باتیں کیں اور لوگ ان سے متنفر ہونے لگے۔ حکومت و سلطنت کی خواہش نے ان میں نا اتفاقی پیدا کر دی اور اپنے ہی خاندان والوں کو مارنے اور مٹانے لگے۔ اسلام نے جمہوریت قائم کی تھی۔ سلطنت میراث نہیں سمجھی جاتی تھی لیکن امیر معاویہؓ نے اس بدعت کی ابتدا کر کے گویا سنگ نفاق نصب کر دیا تھا۔ خاندانی حکومت ہی نفاق و شقاق کا باعث ہوتی ہے خاندان بنو امیہ سے حکومت اسی لئے نکل گئی کہ ان میں نا اتفاقی اسلئے پیدا ہوئی کہ سلطنت میراث سمجھی گئی تھی۔ جس قوم یا ملک میں جمہوریت ہو۔ فرمانروا کا انتخاب رائے عامہ سے کیا جاتا ہو۔ وہاں سے سلطنت کیلئے بھگڑا ہونے قتل کی نوبت نہیں آتی لیکن جس ملک میں خاندانی حکومت ہو اور سلطنت میراث سمجھی جائے وہاں قتل و خونریزی لازمی ہے اسی لئے بنی نوع انسان کیلئے شخص اور خاندانی حکومت موجب لعنت اور جمہوریت موجب رحمت ہوتی ہے سلطنت خاندانی میراث ہونیکی وجہ سے بنو امیہ میں ایسے لوگ خلیفہ ہوتے رہے جنہیں جہانبانی و جہانداری کی مطلق بھی لیاقت نہیں تھی۔ اسی لئے رفتہ رفتہ سلطنت کو ضعف ہو نے لگا گھر گھر میں پھوٹ پڑ گئی سلطنت و حکومت کیلئے بھائی نے بھائی کو قتل کر ڈالا۔ اسی سے گھر والے بھی دشمن بن گئے اور نا اتفاقی اور عشرت پسندی کیوجہ سے قصر خلافت

متزلزل ہوتے ہوتے آخر گرہی پڑا۔ لیکن باوجود بہت سی ان خرابیوں کے جو خلافت بنوامیہ میں پیدا ہوگئی تھیں آئندہ خلافتوں کے واقعات و حالات کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا پڑتا ہے کہ بنوامیہ کی خلافت پھر بھی غنیمت تھی۔ مابعد کی خلافتیں اس خلافت سے بھی بُری اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے مضرت رساں ثابت ہوئیں مگر یہ تمام خرابیاں اسی وجہ سے ہوئیں کہ سلطنت خاندانی میراث بنگئی تھی۔ ہر تاجدار بے خوف تھا اور جو کچھ وہ کرتا تھا سمجھتا تھا کہ ٹھیک کر رہا ہے۔ اسکے علاوہ خلافت بنوامیہ کے مٹنے کی ایک اور وجہ یہ بھی ہوئی کہ اسلام نے مسلمانوں کو سادہ زندگی بسر کرنیکی ہدایت کی تھی۔ خلافت راشدہ کا زمانہ تکلفات سے بری اور سادہ زندگی کا قابل تقلید نمونہ تھا۔ ہر مسلمان سپاہی اور مجاہد تھا۔ دلیری اور بہادری ذریعۂ فخر و مباہات تھی۔ عہد بنوامیہ میں سامان عیش کی فراوانی ہوگئی۔ زرق برق لباس، پُرتکلف ایوانات اور زیب زینت کے سامان ضروریات زندگی میں داخل ہوگئے نتیجہ یہ ہوا کہ بہادری اور شجاعت مٹنے لگی۔ خود غرضی اور حرص بڑھ گئی اور آخر خلافت بنوامیہ کا دور ختم ہوگیا۔

بنوامیہ کے رقیب

جب سے بنوامیہ کی خلافت عالم وجود میں آئی تھی اسی وقت سے بنوہاشم اسکے رقیب بنگئے تھے انہوں نے اس خلافت کے مٹانیکے لئے ہر ممکن کوشش شروع کر دی تھی چنانچہ سب سے پہلا معرکہ کربلا میں پیش آیا۔ اور حضرت امام حسینؓ نے علانیہ بنوامیہ کی خلافت کو مٹانیکی سعی کی دوسرا حادثہ فتنہ مختار کا تھا جو کہتا تھا کہ میں محمد بن الحنیفہ کو برسر خلافت لانے کی جدوجہد کر رہا ہوں عبداللہ بن زبیرؓ نے بھی خلافت بنوامیہ کو الٹنے میں بڑی سرگرمی دکھائی۔ لیکن یہ تینوں ناکام رہے اور بنوہاشم نے اس سے یہ اچھی طرح سمجھ لیا کہ تلوار کے زور سے بنوامیہ کی خلافت کو الٹ دینا آسان نہیں ہے۔ چنانچہ اب انہوں نے سازشیں کرنا شروع کیں ہاشمیوں کے دو گھرانے مقتدر تھے ایک حضرت علی المرتضیٰ کی اولاد جو علوی کہلاتے تھے اور دوسرے آنحضرت صلعم کے چچا حضرت عباسؓ کی اولاد جو عباسی تھے یہ دونوں گھرانے اہل بیت

میں شمار ہوتے تھے اور اسلئے عام طور پر انکی عزت و عظمت کیجاتی تھی علویوں کے بھی دو گروہ تھے ایک وہ جو حضرت امام حسین کو اسلئے زیادہ مستحق خلافت سمجھتے تھے کہ حضرت امام حسین اسی جدو جہد میں شہید ہو گئے تھے۔ اس طبقہ میں زیادہ جوش و زیادہ سرگرمی تھی یہ گروہ حسینی یا فاطمی کہلاتا تھا۔ یہ گروہ اسلئے زیادہ محبوب و مکرم تھا کہ اس کو آنحضرت صلعم کی عزیز بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا کی اولاد ہونے کا شرف حاصل تھا۔ اسکے علاوہ اس گروہ میں حضرت امام حسین کی اولاد شامل تھی۔ دوسرا گروہ حضرت زید بن علی کو مستحق خلافت سمجھتا تھا اور اسمیں حضرت زید کی اولاد بھی شامل تھی یہ گروہ زیدی کہلاتا تھا۔ ایک اور گروہ بھی تھا جو حضرت محمد بن الحنیفہ کو سب سے زیادہ خلافت کا حقدار سمجھتا تھا بعض مؤرخوں کا خیال ہے کہ زیدی فاطمیوں کی ہی شاخ تھی اور فاطمیوں کی ایک دوسری شاخ بھی ہو گئی تھی جو اسمٰعیلی کہلاتی تھی۔ اسمٰعیلی وہ تھے جنھوں نے حضرت اسمٰعیل بن جعفر صادق کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اس طرح پر علوی۔ فاطمی حسینی۔ زیدی۔ اسمٰعیلی۔ حنفوی اور عباسی یہ ساتوں گروہ خلافت بنو امیہ کے رقیب تھے اور خلافت بنو امیہ کو الٹنے کی سازشیں اور کوششیں کر رہے تھے حضرت زید بن علی اور یحییٰ نے بھی امویوں کے خلاف خروج کیا تھا۔ اور وہ بھی ناکام رہے تھے عباسیوں نے کبھی خروج نہ کیا بلکہ وہ علویوں اور فاطمیوں کی ناکامی دیکھکر زیادہ احتیاط اور دور اندیشی سے کام لینے لگے انہوں نے بنو امیہ کے حکمرانوں کے عیوب اور انکی خلافت کی برائیاں خفیہ طور پر بیان کرنا شروع کیں رفتہ رفتہ بنی ہاشم کے تمام گروہ متفق و متحد ہو کر سرگرم عمل ہو گئے وہ اہل بیت کی محبت اور اہل بیت سے بنو امیہ کی مخالفت و دشمنی کی تبلیغ کرنے لگے۔ انہوں نے عالم اسلام میں اپنے نقیب بھیجدئیے اور ان نقیبوں نے بڑی احتیاط کیساتھ بنو ہاشم کے اغراض بیان کر کرکے لوگوں کی ہمدردی حاصل کرنا شروع کی۔ چونکہ خوارج کا گروہ بھی زور دار تھا اور یہ گروہ اگرچہ بنو امیہ اور علویوں کو کافر کہتا تھا اور دونوں کے یکساں خلاف تھا۔ مگر ہاشمیوں نے خوارج کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ یہ بیان

کیا جا چکا ہے کہ ابو ہاشم بن محمد علوی تھے اور وہ بنو امیہ کی خلافت کو مٹا کر علوی خلافت قائم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور اسی زمانے سے سرزمین بلقاء کے مقام حمیمہ میں محمد بن علی عباسی، عباسیوں کی خلافت کیلئے جدوجہد کر رہے تھے۔ ابو ہاشم ان کے پاس پہنچکر فوت ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے اپنے معتقدوں کو وصیت کر دی تھی کہ محمد بن علی عباسی کیساتھ ملکر کام کریں اس سے عباسیوں کی قوت بڑھ گئی تھی اور وہ زیادہ ہمت اور زیادہ جوش سے کام کرنے لگے تھے سنہ ۱۲۴ھ میں اس سازشی جماعت کے امام محمد بن علی کا انتقال ہو گیا۔ اور انکے بیٹے امام ابراہیم انکے جانشین ہوئے۔ انہوں نے خراسان دیار شام اور حجاز میں اپنے نقیب بھیجکر اپنے مقاصد کی اشاعت کی۔ حسن اتفاق سے انکو ابومسلم ایک بڑا کارگذار شخص ہاتھ آ گیا۔ (ہم ابومسلم کے حالات قدرے تفصیل سے آئندہ تحریر کرینگے) انہوں نے ابومسلم کو خراسان کا مہتمم اعلیٰ مقرر کرکے اہل خراسان کو ہدایت کر دی کہ اسکے یعنی ابومسلم کے احکام کی تعمیل کریں اس سے یہ فائدہ ہوا کہ امام ابراہیم عام طور پر لوگوں سے نہ ملنے کیوجہ سے بنو امیہ کے حکام کی نظروں سے پوشیدہ رہے انہیں جو احکام صادر کرنے ہوتے وہ ابومسلم کے پاس بھیجدیتے اور ابومسلم شیعان عباسیہ میں انکی اشاعت کر دیتا جب امام ابراہیم بھی فوت ہو گئے اور انکے جانشین عبداللہ ابوالعباس سفاح ہوئے تو عباسی تحریک بڑے عروج پر پہنچ چکی تھی اور خلافت بنو امیہ کی بربادی یقینی نظر آنے لگی تھی۔ چونکہ اب یہ طے کرنا ضروری ہو گیا کہ بنو ہاشم میں سے خلیفہ کسے مقرر کیا جائے اس مسئلہ کو طے کرنیکے لئے ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۰ھ میں حج کے ایام میں بنو ہاشم کے اکابر جمع ہوئے ان میں ابوالعباس سفاح کا بھائی ابوجعفر منصور بھی تھا۔ جب یہ معاملہ پیش ہوا تو ابوجعفر منصور نے تحریک پیش کر دی کہ حضرت علی المرتضیٰ کی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر لینا چاہیئے چنانچہ اتفاق رائے سے محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حسنؓ بن علی کرم جو نفس زکیہ کے نام سے مشہور تھے خلیفہ منتخب کر لئے گئے اس طرح سے یہ اہم مسئلہ بغیر کسی اختلاف کے حل ہو گیا اور شیعان علی کو شیعان عباسی نے متحد و متفق ہو کر اور بھی سرگرمی سے کام شروع کر دیا۔ اگر ان میں اسوقت نااتفاقی پیدا ہو جاتی

تو اختلاف کی لہریں مکہ سے خراسان تک اٹھ کھڑی ہوتیں اور انکی تحریک خلافت ناکامی پر ختم ہو جاتی لیکن نفس ذکیہ کا خلافت کیلئے انتخاب محض برائے بیعت تھا۔ اسمیں عباسیوں کی یہ چال تھی کہ شیعان علی بددل ہو کر بنوامیہ کی خلافت کی سازش سے دستکش نہ ہو جائیں چنانچہ شیعان علی اور شیعان عباس نے ملکر جدوجہد کی اور آخر ابومسلم کی سرگرم کوششوں نے بنوامیہ کا تخت خلافت الٹ دیا اور ۱۳۲ھ میں مروان مارا گیا۔ جسکے مرنے پر بنوامیہ کی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ اب ضرورت لاحق ہوئی کہ عالم اسلام کیلئے ایک خلیفہ کا انتخاب کیا جائے۔ ابومسلم خراسان میں عباسیوں کا حامی تھا اور کوفہ میں ابوسلمہ علویوں کا معاون تھا اگرچہ ابوسلمہ کو امام ابراہیم نے کوفہ میں اپنا قائم مقام کر کے اپنی تحریک کا مہتمم مقرر کیا تھا لیکن وہ شیعان علی میں سے تھا اور اسلئے اولاد علی میں سے کسی کو خلیفہ بنانے کی فکر میں تھا۔ ابھی اسکی کوشش بارآور نہ ہوئی تھی کہ ابوالعباس سفاح ابو ہاشم کی وصیت کے بموجب کوفہ میں آگیا۔ کوفہ کے شیعان علی کو معلوم تھا کہ ابو ہاشم نے محمد بن علی عباسی کو اپنی تحریک کا امام بنا دیا تھا اور ابوالعباس سفاح محمد بن علی کا بیٹا تھا۔ اسلئے شیعان علی نے ابوالعباس کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ ابوسلمہ کو فکر ہوا کہ کہیں ابوالعباس کے ہاتھ پر لوگ بیعت نہ کرلیں جس سے بجائے علویوں کے عباسیوں کی خلافت قائم ہو جائے۔ چنانچہ اس نے حضرت علی کرم کی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کرنا چاہا لیکن ابوجہیم نے جو شیعان علی میں سے تھا اسے یہ کہکر روک دیا کہ ابھی جلدی نہ کرو اس سے اختلاف پیدا ہو جائے گا۔

تیسرا باب (۳)

بنو عباس

ابوالعباس عبداللہ سفاح کی خلافت

ابوسلمہ نے یہ کوشش کی کہ لوگ ابوالعباس سفاح سے زیادہ خلا ملا نہ کریں کوفہ میں

شیعان علی اور شیعان عباس دونوں موجود تھے عباسیوں کے طرفداروں نے ابو العباس کے پاس آنا جانا شروع کر دیا۔ شیعان علی بھی آنے جانے لگے۔ ابو سلمہ نے ابو العباس کو نہ تو کوفہ کے دار الامارۃ میں ٹھہرنے دیا۔ نہ انکی مدارات کی۔ اس سے بہت سے شیعان علی کو ابو العباس سے ہمدردی پیدا ہو گئی اور اہل کوفہ عام طور پر ابو العباس سفاح کے ہواخواہ ہو گئے۔ چونکہ خلافت بنو امیہ کے ختم ہونے اور مروان کے مارے جانے سے عالم اسلام میں بدامنی پیدا ہو گئی تھی اسلئے نئے خلیفہ کا انتخاب جلد ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲ھ مطابق ۳۰ اکتوبر ۷۴۹ء جمعہ کے روز لوگوں نے جمع ہو کر ابو العباس سفاح کو ہمراہ لیا۔ پہلے دار الامارۃ میں پہنچے اور وہاں سے جمعہ مسجد میں آئے۔ ابو العباس سفاح بیمار تھا۔ اس نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا۔ اور ابو العباس کا چچا داؤد منبر کے نیچے زینہ پر کھڑا ہو گیا۔ ابو العباس نے اس روز جو خطبہ دیا وہ نہایت فصیح و بلیغ تھا۔ ہم اس کا اقتباس ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

جمیع ستائش اس اللہ کیلئے ہے جو خالق جزو کل ہے اور جس نے اسلام کو برگزیدہ کیا۔ آنحضور صلعم کو فخر الانبیا بنا کر مبعوث کیا۔ قرآن پاک جسمیں نصیحت اور موعظت ہے نازل فرمایا۔ جسکی ہم تم اور سب مسلمان تلاوت کرتے ہیں اللہ تعالے نے اہل بیت سے ناپاکی دور کر دی۔ مال غنیمت کے پانچویں حصہ میں ہمارا حصہ بھی مقرر کیا۔ ہماری فضیلت واضح کر دی۔ اللہ تعالے نے بڑی بزرگی اور عظمت والا ہے۔ شامی گمراہوں نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ انکے سوائے ریاست و سیاست و خلافت کا کوئی حقدار نہیں ہے لیکن آج خدا نے انکے چہرے خاک آلودہ کر دیئے۔ اے حاضرین! اللہ تعالیٰ نے ہماری ذات سے گمراہوں کو ہدایت دی اور انہیں ہلاکت سے بچا لیا۔ حق غالب آیا اور باطل مغلوب ہو گیا۔ ہم نے دشمنی اور اختلاف کو دور کر دیا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو نبی مبعوث فرمایا۔ اور جب انہیں اپنے پاس بلا لیا تو خلفائے

راشدین کے ہاتھوں میں زمام حکومت آئی۔ انہوں نے عدل و انصاف سے کام لیا۔ ہر کام مشورہ سے کیا۔ ہر ایک کے مرتبہ کا لحاظ رکھا جس کا جو حق تھا اُسے دیا۔ وہ زمانہ خیر و برکت کا زمانہ تھا۔ انکے بعد بنو امیہ کود پڑے۔ انہوں نے خلافت پر تصرف کر کے اُسے ذاتی ملکیت بنا کر توریث جاری کر دی۔ دولت و حکومت حاصل کرنیکے لئے ظلم جبر اور سختی و نا انصافی سے کام لیا۔ لوگوں کو اسقدر ستایا کہ وہ تنگ آ گئے آخر اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ سے ان سے انتقام لیا ہمارے حقوق ہمارے پاس لوٹا دیئے اب ہم ناتوانوں اور مظلوموں پر احسان کرینگے۔ تم پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا۔ اب تمہاری بہتری کا زمانہ آ گیا ہے میں تمہارے وظیفوں میں سو سو درہم کا اضافہ کرتا ہوں اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ میرا نام ابوالعباس عبداللہ سفاح ہے میں بڑا خونریز اور بڑے زور و شور سے بدلہ لینے والا ہوں"۔

اسقدر تقریر کرنیکے بعد ابوالعباس سفاح تھک کر بیٹھ گیا۔ اسکے بعد اسکے چچا داؤد نے خطبہ دیا۔ اسکے خطبہ کا اقتباس بھی ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد "اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے دشمنوں کو ہلاک کیا اور ہم کو ہماری میراث مرحمت فرما دی۔ اب دنیا کی تاریکیاں دفع ہو گئیں آفتاب اور ماہتاب نے بدلی سے نکلکر زمین و آسمان کو روشن کر دیا۔ اے لوگو! ہم نے اسلئے خروج نہیں کیا ہے کہ ہم اپنی ثروت۔ دولت۔ عزت۔ عظمت اور سلطنت کو بڑھائیں عالیشان ایوانات بنائیں زرق برق لباس پہنیں بلکہ ہم نے اسلئے حکومت حاصل کی ہے کہ جنہوں نے ہمارے حقوق چھین لئے تھے اور ہمارے چچا کے لڑکوں کو ستایا تھا ان سے انتقام لیں ہم اطمینان دلاتے ہیں کہ ہم کتاب و سنت پر عمل کرینگے۔ بنو اُمیہ نے بے خلقی کی ظلم کیا۔ دُنیا کو آخرت پر ترجیح دی۔ خلاف شرع افعال کے مرتکب ہوئے۔ معاصیت کو رواج دیا۔ ہم ایسا نہ کرینگے۔ آج بنو اُمیہ کی حکومت تو پارہ پارہ ہو گئی ہے اُنکے غرور نے اُنہیں نیچا دکھایا۔ اب حق آ گیا ہے اور باطل مٹ گیا!"

اے لوگو تم نے میرے بھتیجے ابوالعباس سفاح کو خلیفہ منتخب کیا ہے وہ تمہارے خون کی نگہداشت کریگا۔ اسوقت وہ بیمار ہے اسکی صحت کی دعا کرو۔

چنانچہ سب نے ہاتھ اٹھا کر ابوالعباس سفاح کی صحت کی دعا کی جمعہ کی نماز پڑھکر لوگ بیعت ہونے شروع ہوئے۔ ابوالعباس تھک کر داؤد کے ساتھ قصر امارت میں چلا گیا اور اس کا دوسرا چچا یعنی داؤد کا بھائی ابوجعفر منصور رات تک لوگوں سے بیعت لیتا رہا۔ رات کو ابوسلمہ کے لشکر میں گیا۔ اسکے ساتھ اس کا حاجب (لالہ) جہم بن عبداللہ بن بسام ساتھ تھا۔ رات اس نے ابوسلمہ کے خیمہ میں بسر کی ابوسلمہ نے اسکے ہاتھ پر بیعت تو کرلی لیکن دل سے اسکی بیعت پر رضامند نہ ہوا۔ ابوالعباس سفاح نے کوفہ کے مضافات کی نیابت اپنے چچا داؤد کو دی اور اپنے دوسرے چچا عبداللہ بن علی کو ابوعون بن یزید کی مدد پر شہر کی جانب بھیجا اور اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کو حسن بن قحطبہ کی کمک پر روانہ کیا۔ جو واسطہ میں ابن ہبیرہ کا محاصرہ کئے پڑا تھا اور یحییٰ بن جعفر بن تمام بن عباس کو حمید بن قحطبہ کی امداد پر مدائن اور ابوالیقظان عثمان بن عروہ بن محمد بن عمار بن یاسر کو بسام بن ابراہیم بن بسام کی مدد پر اہواز میں سلمہ بن عمرو بن عثمان کو مالک بن طواف کی کمک کیلئے روانہ کیا۔ ابومسلم جو تحریک خلافت عباسیہ کا روح رواں تھا خراسان میں تھا۔ ابوالعباس سفاح ہر معاملہ میں اس سے مشورہ طلب کیا کرتا تھا اور اسی کے مشورہ کے مطابق عملدرآمد کرتا تھا:۔

ابومسلم خراسانی

ابومسلم کا اصل نام ابراہیم بن عثمان بن بشار تھا یہ ایرانی النسل تھا عام طور پر مشہور ہے کہ وہ بزرجمہر کی اولاد سے تھا۔ اصفہان میں پیدا ہوا تھا۔ اسکے ماں باپ غریب تھے جو کوفہ کے قریب ایک گاؤں میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ ابھی ابومسلم کی عمر سات ہی سال کی تھی کہ اس کا باپ فوت ہو گیا۔ اس نے مرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ اس کا دوست عیسیٰ بن موسیٰ سراج اسکی پرورش اور تربیت کرے۔ عیسیٰ کوفہ میں رہتا تھا وہ ابومسلم کو بھی کوفہ میں لے آیا اور اسے چارجامہ دوزی کا کام سکھادیا۔ عیسیٰ بن موسیٰ چارجاموں کی تجارت کیا کرتا تھا اس سلسلہ میں اسے خراسان

جزیرہ اور موصل کے علاقوں میں جانا پڑتا تھا۔ اسکی نسبت یہ شبہ ہو گیا کہ وہ علویوں اور بنو ہاشم کا نقیب ہے۔ جو تجارت کے بہانے سے لوگوں میں تبلیغ کرتا پھرتا ہے۔ چنانچہ کوفہ کے گورنر یوسف بن العمر نے عیسےٰ بن موسےٰ۔ اسکے چچازاد بھائی ادریس بن معقل اور ان دونوں کے چچا عاصم بن یونس عجلی کو قید کر دیا۔ اس قید خانہ میں ایسے لوگوں کی کثرت تھی جو بنو امیہ سے سخت نفرت کرتے تھے۔ ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جو بنو عباس اور بنو فاطمہ کے نقیب تھے۔

ابو مسلم عیسے سے ملنے اکثر جیلخانہ میں جاتا تھا۔ وہ جب عباسی اور فاطمی نقیبوں کی باتیں سنتا تو اسکے دل پر بڑا اثر ہوتا۔ اگرچہ وہ کم سن تھا۔ مگر نہایت دانشمند اور بڑا ہوشیار تھا۔ اتفاق سے قحطبہ بن شبیب جو امام ابراہیم کیطرف سے خراسان میں کام کرتا تھا۔ خراسان سے حمیمہ کیطرف جا رہا تھا۔ وہ کوفہ کے ان قیدیوں سے بھی ملا۔ اُسے لوگوں سے معلوم ہوا کہ ابو مسلم جو عیسے کا خادم ہے نہایت ہوشیار اور قابل نوجوان ہے۔ اس نے عیسے سے ابو مسلم کو مانگ لیا اور اسے ہمراہ لیکر امام ابراہیم کیخدمت میں مقام حمیمہ میں پہنچا۔ امام ابراہیم نے ابو مسلم سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے اس نے جواب دیا۔ میرا نام ابراہیم بن عثمان بن بشار ہے "۔

امام ابراہیم۔ نہیں آج سے تمہارا نام عبدالرحمن ہے اور کنیت ابو مسلم ہے!

اسی روز سے اس کا نام عبدالرحمن اور کنیت ابو مسلم ہو گئی۔ امام ابراہیم نے اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ چند ہی روز میں ابراہیم امام کو اسکی خداداد قابلیت اور استعداد و فطرت کا پتہ چل گیا۔ انھوں نے اسے اپنانے کیلئے اپنے مشہور نقیب ابو نجم عمران بن اسمٰعیل کی حسین بیٹی سے عقد کر دیا۔ اور کچھ دنوں بعد امام ابراہیم نے ابو مسلم کو خراسان کی طرف لوگوں کو بنو ہاشم کی خلافت پر آمادہ کرنیکے لئے روانہ کیا۔ اور اس علاقہ کے تمام نقیبوں کو اطلاع دیدی کہ وہ ابو مسلم کی فرمانبرداری کریں۔ اس وقت خراسان میں سلیمان بن کثیر ایک پختہ کار نقیب متعین تھا۔ جب ابو مسلم خراسان میں پہنچا تو سلیمان نے اسے نوعمر و ناتجربہ کار سمجھکر واپس لوٹا دیا۔ ابو داؤد خالد بن ابراہیم بھی اس خفیہ سازش کا نقیب تھا۔ جب اسکے پاس امام ابراہیم کا

خط ابومسلم کی تقرری کے متعلق پہنچا تو وہ خراسان میں آیا۔ اور اس نے آتے ہی ابومسلم کو دریافت کیا۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ سلیمان بن کثیر نے ابومسلم کو نوعمر سمجھکر لوٹا دیا ہے تو اُسے بڑا افسوس ہوا۔ اس نے لوگوں سے کہا۔ یہ تم نے کیا غلطی کی امام ابراہیم نے ابومسلم کی قابلیت و ذہانت کا امتحان کر کے ہی بھیجا ہوگا۔ اس تقریر کو سنکر سب افسوس کرنے لگے۔ فوراً آدمی بھیجا گیا۔ اور وہ ابومسلم کو راستہ ہی سے لوٹا لایا۔ سب نے دعوت و تبلیغ کا اسے مہتمم بنا دیا۔ اس نے نقیبوں کو اطراف ملک میں پھیلا دیا اور ملک خراسان میں اس تحریک کو ترقی دینے لگا لیکن اُسکے دل میں سلیمان بن کثیر کی طرف سے جس نے اُسے لوٹا دیا تھا۔ رنجش پیدا ہوگئی اور وہ اس سے کبیدہ خاطر رہنے لگا۔ سنہ ۱۲۹ھ تک خفیہ طور پر لوگوں میں تبلیغ کیجاتی رہی۔ آخر ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۲۹ھ میں امام ابراہیم نے ابومسلم کو لکھا کہ اب لوگوں کو علانیہ دعوت دو۔ اور جو لوگ بیعت کر چکے ہیں اُنہیں جمع کر کے اگر کوئی تمہاری مزاحمت و مخالفت کرے تو اسکے مقابلہ میں قوت کا استعمال شروع کردو۔ جب ابومسلم کو علانیہ دعوت کی اجازت ملی ہے اس وقت خراسان میں۔ کرمانی اور نصر بن سیار کی لڑائیوں کا سلسلہ جاری تھا۔ چنانچہ یہ ذکر کیا جا چکا کہ ابومسلم کرمانی اور نصر کے لشکروں کے درمیان پہنچکر دونوں کو اپنی طرف کھینچنے لگا۔ (اسکے بعد جو حالات پیش آئے پہلے بیان ہو چکے ہیں) غرضیکہ ابومسلم وہ شخص تھا۔ کہ ابوالعباس سفاح بغیر اسکے مشورہ کے کوئی کام نہ کرتا تھا:۔

علویوں کی ناراضی

جس وقت ابوالعباس سفاح نے زمام خلافت ہاتھ میں لی اس وقت ممالک اسلامیہ کے ہر صوبہ میں لڑائیاں ہو رہی تھیں فسادات برپا تھے۔ بڑی بدامنی پھیلی ہوئی تھی حجاز۔ مصر۔ جزیرہ۔ آرمینیہ۔ بصرہ۔ یمامہ اور یمن غرضیکہ ہر شہر اور ہر صوبہ میں غدر مچا ہوا تھا۔ لیکن ابوالعباس سفاح مطلق نہیں گھبرایا۔ اُس نے ہر جگہ امن و امان قائم کرنے کیلئے فوجیں بھیجنا شروع کر دیں۔ اسکے سرداروں نے بتدریج باغیوں کو مغلوب کر کے بغاوتوں کو فرو کر دیا

لیکن یزید بن عمر ہبیرہ واسط میں قابض و متصرف رہا اور اُسے کوئی سزا بھی زیر نہ کر سکا مجبور ہو کر ابو جعفر منصور نے اس سے صلح کر لی لیکن تکمیل صلح نہ ہوئی تھی کہ ابو مسلم نے خراسان سے ابو العباس سفاح کو لکھا کہ یزید بن عمر بن مہلب قابل اعتبار و اعتماد آدمی نہیں ہے بلکہ سخت خطرناک ہے اسے جس طرح بھی ممکن ہو قتل کرا دو۔ چنانچہ ابو جعفر منصور نے دھوکہ سے یزید کو بلا کر قتل کرا دیا۔ علویوں نے جو عباسیوں کا ساتھ دیا تھا وہ اس اُمید پر کہ خلافت و حکومت انہیں ملیگی۔ لیکن وہ دیکھتے ہی رہ گئے۔ اور عباسیوں کا خلافت پر قبضہ بھی ہو گیا۔ مگر ممالک اسلامیہ کی بدامنی دیکھکر انہیں توقع رہی کہ شاید بنو امیہ کیطرح بنو عباس کا بھی تختہ الٹ جائے لیکن جب رفتہ رفتہ ہر طرف امن و امان ہونے لگا تو علویوں میں ناراضی کی لہر دوڑ گئی مگر وہ عباسیوں کا کچھ نہ کر سکے اور مجبور ہو کر خاموش ہو گئے بلکہ شیعان علی کرم کی ایک بڑی جمعیت شیعوں سے علیحدہ ہو کر عباسیوں میں شامل ہو گئی جس سے علویوں اور فاطمیوں کی رہی سہی امید بھی ٹوٹ گئی۔ اور وہ غیظ و غضب سے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر رہ گئے:۔

ابو سلمہ کا قتل

ابو سلمہ اب بھی اسی بات کی کوشش کر رہا تھا کہ علویوں سے ہی کسی کو خلیفہ بنوا دے چونکہ عباسی شیعان علی اور علویوں کی مخالفت کرنا نہ چاہتے تھے اسلئے ابو العباس نے ابو سلمہ سے کوئی تعرض نہ کیا۔ مگر جب دیکھا کہ وہ حد سے گذرا جا رہا ہے تو سفاح نے تمام حالات ابو مسلم کو لکھے۔ ابو مسلم نے جواب میں لکھا کہ ابو سلمہ بیحد خطرناک آدمی ہے اسے بلا کسی توقف کئے فوراً قتل کرا دو۔ اس پر ابو العباس سفاح نے ابو مسلم کو پھر لکھا کہ ابو سلمہ کا اثر شیعان علی کرم پر بہت زیادہ ہے اگر ہم نے اسے علانیہ قتل کرا دیا تو احتمال ہے کہ کہیں بغاوت نہ ہو جائے اسلئے تم وہاں سے کسی شخص کو بھیجدو اور وہ ہوشیاری سے ابو سلمہ کا کام تمام کر دے چنانچہ ابو مسلم نے خراسان سے مراد بن انس کو ابو سلمہ کے قتل پر مامور کر کے بھیجدیا۔ مراد کوفہ میں آکر موقعہ کی تاک میں رہا آخر اسے ایک روز موقعہ مل گیا۔ ابو سلمہ تنہا ایک کوچہ میں سے گذر رہا تھا۔ مراد نے پیچھے سے آکر تلوار کا

وار کیا۔ ابوسلمہ ڈھیر ہو گیا۔ مرد بھاگ گیا۔ شیعوں نے بڑا غل مچایا لیکن ابوالعباس سفاح نے یہ مشہور کرا دیا کہ ابوسلمہ کو کوئی خارجی قتل کر گیا۔ شیعہ کچھ روز شور مچا کر خاموش ہو گئے!

سلیمان بن کثیر کا قتل

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ابومسلم کو سلیمان بن کثیر سے اس وجہ سے عداوت ہو گئی تھی کہ سلیمان نے اسے نوعمر، ناتجربہ کار سمجھ کر خراسان سے واپس لوٹا دیا تھا۔ جب ابومسلم برسر اقتدار ہو گیا تو اس نے دھوکے سے سلیمان کو قتل کرا دیا اور صرف سلیمان ہی نہیں بلکہ ہر اس شخص کو مروا ڈالا جس کی بابت اسے ذرا بھی شبہ ہوا کہ وہ اس کی مخالفت کر سکتا ہے:۔

بنو امیہ کا قتل عام

دنیا کا یہ آئین ہے کہ جب کوئی طبقہ کسی دوسرے طبقہ پر یا کوئی قوم کسی دوسری قوم پر تسلط و تصرف حاصل کر لیتی ہے تو مغلوب طبقہ یا مغلوب قوم کو اس قدر کچل دیتی ہے کہ صدیوں میں بھی اسے سانس نہیں آتا۔ تاریخ عالم کے مطالعہ سے ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً بخت نصر نے بنی اسرائیل کو بڑی سفاکی سے قتل کیا۔ اس کی کوشش بنی اسرائیل کو صفحہ ہستی سے مٹا ڈالنے کی تھی۔ لیکن وہ انتہائے بیرحمی سے کام لینے پر بھی انہیں نہ مٹا سکا۔ ایسے ہی جب آریہ ہندوستان میں آئے تو انہوں نے ہندوستان کے اصلی باشندوں کو چن چن کر قتل کیا۔ یہ آریہ لوگ ایران و خراسان کے رہنے والے تھے۔ ان کا بھی نظریہ یہی تھا کہ وہ ہندوستان کے قدیم باشندوں کو قتل و غارت کر کے فنا کر دیں لیکن کوہ ہمالیہ اور بندھیاچل کے جنگلوں اور راجپوتانہ کے ریگستان نے قدیم ہندوستان کے مظلوموں کو پناہ دی اور ان کا وجود آج بھی ہندوستان میں موجود ہے۔ بالکل اسی طرح بنو عباس کے خراسانی کارندوں نے جو بڑے ہی سنگدل اور بیرحم تھے پہلے بنو امیہ کو قتل کیا اور پھر بنو امیہ کے بہانے سے عام عربوں کا قتل عام کر دیا۔ اس قدر خونریزی مسلمانوں کی مسلمانوں کے ہاتھوں سے شاید ہی کسی اور زمانہ میں ہوئی ہو جیسی کہ ان بے دردوں نے کی۔ خراسان میں چھ سات لاکھ عربی النسل

مسلمان آباد ہوگئے تھے۔ انہوں نے خراسان اور ایران کا تمدن اور معاشرت عربی بنادی تھی۔ ایرانی تہذیب وہاں سے مٹنے لگی تھی۔ لیکن ابو مسلم خراسانی نے اپنے حکم سے چھ لاکھ عربوں کو تہ تیغ کرا دیا۔ اس عظیم الشان خونریزی سے خراسان اور ایران سے عربی معاشرت عربی تمدن اور عربی زبان سب ناپید ہوگئے۔ اور ایرانی معاشرت۔ ایرانی تمدن اور ایرانی زبان جو مردہ ہوچکے تھے پھر زندہ ہوگئے۔ چنانچہ ایران اور خراسان میں آج بھی فارسی زبان مادری زبان ہے۔ ادھر ابو العباس سفاح نے اپنے تمام افسروں کو حکم دیا کہ بنو امیہ کا ایک فرد بھی زندہ باقی نہ چھوڑا جائے۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس انقلاب میں بنو عباس کا ساتھ دیا ہے لیکن ابو مسلم چاہتا تھا کہ بنو امیہ کا تخم سوخت کر دیا جائے جس نے عباسیوں کی مدد بھی کی ہے اور جو ان کے ہمدرد و خیر خواہ ہیں انہیں بھی مار ڈالا جائے۔ چنانچہ ابو مسلم نے ان شاعروں اور مصاحبوں کو جو عباسی خلیفہ اور عباسی سرداروں کے درباروں میں رسوخ اور آمد و رفت رکھتے تھے رشوتیں دیکر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ایسے اشعار پڑھیں اور ایسی باتیں بیان کریں جس سے بنو عباس کا غصہ بھڑکے اور وہ اشتعال میں آکر بنو امیہ کو قتل کر ڈالیں ایک روز ابو العباس سفاح کے پاس سلیمان بن ہشام بن عبد الملک بیٹھا تھا سلیمان ابو العباس کا ہمدرد تھا۔ اور ابو العباس نے اسے پناہ دیدی تھی۔ اتفاق سے سدیف بن مامون شاعر آگیا اور اس نے ذیل کے اشعار پڑھے:۔

قد اتتک الوفود من عبد شمس	مستعدین یوجعون المطیا
تمہارے پاس بنو امیہ کے مہمان آئے ہیں	تیار ہو کر اپنی سواریوں کو تکلیف دیتے ہوئے
عنوۃ ایہا الخلیفۃ لا عن	طاعۃ بل تخوف المشرفیا
اے خلیفہ وہ دھوکہ دینے آئے ہیں	فرمانبرداری کی وجہ سے نہیں بلکہ تلوار کے خوف سے
لا یغرنک ما تری من رجال	ان بین الضلوع داء دویا
تم انہیں دیکھ کر نازاں نہ ہوجانا	انکے دلوں میں تمہاری طرف سے غبار بھرا ہوا ہے

فضع السیف و ارفع السوط حتی	لا ترى فوق ظهرها امویا
چشم مروت نکرو انہیں کو تلوار کے گھاٹ اتار دو	یہانتک کہ سواریوں کی پشت پر کوئی بنو امیہ نظر نہ آئے

سلیمان نے کہا۔ اے چچا تم نے میرے قتل کا سامان کر دیا۔ عین اسوقت ابو العباس سفاح نے اشارہ کیا اور سلیمان کو قتل کر دیا گیا۔ اس واقعہ کے چند ہی روز بعد نہر ابی فطرس کے کنارہ پر عبداللہ بن علی انسی یا نوے بنو امیہ کے جوانوں کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھا کھانا کھا رہا تھا یہ تمام بنو امیہ اپنے خلیفہ مروان کیخلاف بنو عباس کے طرفدار رہے تھے اتفاق سے بنو ہاشم کا آزاد غلام شبل بن عبداللہ آ گیا۔ اس نے آتے ہی یہ اشعار پڑھے :-

اصبح الملک فی ثبات الاساس	بالبہالیل من بنی العباس
تم استقلال اور استحکام سے بادشاہ بنگئے	محض بنو عباس کے جوانمردوں کی وجہ سے
لا تقیلن عبد شمس عثارا	فاقطعن کل اقلة وغراس
تم ہرگز بنو امیہ سے انتقام لینے سے درگذر نہ کرنا	ان کے ہر درخت اور ہر پودے کو کاٹ ڈالنا
فلقد غاضنی وغاض سوائی	قربھم من منابر وکراسی
بیشک مجھے اور دوسرے لوگوں کو غصہ آجاتا ہے	جب بنو امیہ منبروں اور کرسیوں کے قریب آتے ہیں
واذکروا مصرع الحسین و زیدا	وقتیلا بجانب المھراس
حسینؑ اور زید کے قتل ہونے کا واقعہ یاد کرو	اور اسکے قتل کو یاد کرو جو مہراس میں مارا گیا

ان اشعار کے سنتے ہی عبداللہ بن علی کی آنکھیں سرخ ہوگئیں اس نے فوراً خادموں کو بنو امیہ کے قتل کر ڈالنے کا حکم دیا۔ خادموں نے تمام امویوں کو مار ڈالا۔ ان میں سے بعض سسک رہے تھے اور کراہ رہے تھے ان کی لاشوں پر دسترخوان بچھوا کر عبداللہ بن علی اور اسکے ہمراہیوں نے بڑے اطمینان سے کھانا کھایا۔ یہانتک کہ جب وہ کھانے سے فارغ ہوگئے تو بنو امیہ بھی تڑپ تڑپ کر ٹھنڈے ہو گئے۔ ان مقتولین میں محمد بن عبدالملک بن مروان۔ معمر بن یزید عبد الواحد بن سلیمان۔ سعید بن عبدالملک۔ ابو عبیدہ بن ولید بن عبدالملک تھے بعض مؤرخوں کا

قول ہے کہ ان میں معزول خلیفہ ابراہیم بن ولید بن عبدالملک بھی تھا۔ اس واقعہ کے کچھ عرصے کے بعد سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس نے بصرہ میں بنو امیہ کے ایک گروہ کو قتل کر کے ان کی لاشیں راستوں میں پھنکوادیں۔ جنہیں مدتوں تک کتے کھاتے رہے۔ ابوالعباس سفاح نے دمشق میں آکر بنو امیہ کا قتل عام کیا۔ اسقدر خونریزی کی کہ راستوں میں خون پانی کی طرح بہنے لگا۔ اس نے بنو امیہ کی قبروں تک کو کھدا ڈالا۔ عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس نے خلفائے بنو امیہ کی قبریں کھدوائیں تو امیر معاویہؓ کی قبر سے کچھ نہ نکلا۔ اور عبدالملک کی قبر سے اسکی کھوپڑی برآمد ہوئی۔ بعض بعض قبروں سے بعض بعض اعضا برآمد ہوئے ہشام بن عبدالملک کی لاش سالم نکلی صرف ناک کی اونچائی جاتی رہی تھی عبداللہ بن علی نے لاش پر کوڑے لگوا کر صلیب پر چڑھا دیا۔ پھر اسے جلا کر راکھ ہوا میں اڑادی ایسی ہی سفاکیوں اور خونریزیوں کی وجہ سے ابوالعباس عبداللہ کا لقب "سفاح" ہوا۔

بنو عباس اور انکے ہم دردوں و ہوا خواہوں نے چن چن کر بنو امیہ کو قتل کیا۔ کوئی شہر کوئی قصبہ کوئی گاؤں حتیٰ کہ کوئی گھر بھی جائے امن نہ رہا۔ ابوالعباس سفاح کے آدمی روزانہ صبح ہوتے گھر سے نکلتے اور رات تک بنو امیہ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرتے اس خونریزی سے بچنے کیلئے کچھ لوگ بھیس بدل بدل کر خراسان سے سندھ۔ کوہ سلیمان اور کشمیر کیطرف بھاگ گئے۔ وہاں سے پنجاب میں آکر پناہ گزین ہوگئے۔ چونکہ وہ بنو عباس سے خائف تھے اسلئے کبھی انہوں نے عربی النسل اموی ہونیکو ظاہر نہ کیا۔ یہانتک کہ آج بھی ان کی اولاد ہندوستان میں موجود ہے لیکن اپنے عربی نژاد ہونے کو بھول چکی ہے۔ اس عام خونریزی سے حجاز، شام، مصر اور خراسان وغیرہ میں سوائے شیر خوار بچوں کے یا ان لوگوں کے جو وہاں سے بھاگ گئے اور کوئی متنفس زندہ اور باقی نہ بچا۔ ہاں ایک شخص عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام اپنے چند اعزہ و اقارب کے ہمراہ مصر و قیروان ہوتا ہوا اندلس کیطرف نکل گیا۔ انشاء اللہ ہم اسکے حالات واقعات اندلس میں تحریر کرینگے یہ نامور

ہنتی ہوئی ہے جس نے اندلس میں بنو امیہ کی زبردست سلطنت و خلافت پھر قائم کرلی

عمال کی معزولی و تقرری

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ سفاح نے اپنے چچا داؤد کو کوفہ کا عامل مقرر کیا تھا۔ اسکے بعد اُسے حجاز، یمن اور یمامہ کی امارت بھی دیدی گئی مگر کچھ عرصہ کے بعد داؤد کو کوفہ سے نکال کر سفاح نے عیسےٰ بن موسےٰ بن محمد کو کوفہ پر امیر مامور کردیا۔ ۱۳۳ھ میں داؤد کا انتقال ہوگیا۔ اب سفاح نے اپنے ماموں یزید بن عبید اللہ بن عبد المدان حارثی کو حجاز و یمامہ پر اور محمد بن یزید بن عبد اللہ بن عبد المدان یعنی اپنے ماموں زاد بھائی کو یمن پر گورنر مقرر کیا۔ ۱۳۲ھ میں سفیان بن عیینہ مہلبی کو بصرہ کا امیر بنایا تھا مگر ۱۳۳ھ میں اسے معزول کرکے اسکی جگہ اپنے چچا سلیمان بن علی کو بصرہ کا عامل مقرر کیا اور بحرین اور عمان کی حکومت بھی اُسے ہی دیدی۔ سفاح نے ۱۳۲ھ میں اپنے ایک چچا اسمٰعیل بن علی کو اہواز کا اور دوسرے چچا عبد اللہ بن علی کو شام کا اور ابو عون عبد الملک بن یزید کو مصر کا۔ ابو مسلم خراسانی کو خراسان اور جبال کا گورنر مقرر کردیا تھا۔ اور خالد برمک کو دیوان الخراج یعنی محکمہ مالگذاری کی افسری دیدی تھی۔ ۱۳۳ھ میں ابو مسلم نے محمد بن اشعث کو فارس پر امیر مامور کرکے روانہ کیا۔ اسی وقت سفاح نے اپنے چچا عیسےٰ بن علی کو فارس ہی کا گورنر بنا کر بھیجا۔ محمد بن اشعث پہلے پہنچ چکا تھا۔ عیسےٰ بن علی بعد میں پہنچا۔ محمد بن اشعث نے عیسےٰ کو فارس کی حکومت سپرد کرنے سے انکار کردیا۔ مگر پھر کچھ سوچکر عیسےٰ سے یہ اقرار لیکر کہ کبھی منبر پر کھڑا ہو کر خطبہ نہ دے گا۔ اور سوائے جہاد کے موقعہ کے کبھی تلوار نہ اٹھائیگا۔ برائے نام حکومت اسکے سپرد کردی۔ مگر حقیقتاً خود ہی حاکم رہا۔ جب محمد بن اشعث فوت ہوگیا تو سفاح نے اپنے چچا اسمٰعیل بن علی کو فارس کی سند حکومت دیکر بھیجا اور محمد بن صول کو موصل کی گورنری عطا کی۔

موصل میں قتل عام

اہل موصل بنو عباس سے منحرف تھے۔ انھوں نے محمد بن صول کو موصل میں داخل ہونے دیا

سفاح نے برہم ہوکر اپنے بھائی یحییٰ بن محمد بن علی کو بارہ ۱۲۰۰۰ ہزار کی جمعیت دیکر روانہ کیا یحییٰ نے موصل کے دارالامارۃ میں قیام کیا اور موصل کے بارہ سربرآوردہ آدمیوں کو دہوکہ سے بلاکر قتل کردیا۔ ابھی اس حرکت سے غضبناک ہوکر اہل موصل برسر مقابلہ آگئے یحییٰ نے بھی اپنی فوج کو کمر بستہ کردیا اور منادی کرادی کہ جو لوگ جمعہ مسجد میں چلے آئینگے انہیں امان دیدی جائیگی۔ یہ ندا سنتے ہی اہل موصل جمعہ مسجد کیطرف دوڑ پڑے یحییٰ نے پہلے ہی سے اپنے کچھ فوجی آدمیونکو مسجد کے دروازوں پر کھڑا کر رکھا تھا۔ جو مسجد میں داخل ہوتا قتل کردیا جاتا۔ صرف مسجد ہی میں گیارہ ۱۱۰۰۰ ہزار آدمیونکو قتل کیا گیا۔ اسکے بعد یحییٰ نے اپنی فوج شہر میں پھیلادی اور سپاہیوں نے نہایت بیدردی سے اہل موصل کا قتل عام کیا۔ راتکو جب یحییٰ سونیکے لئے پڑا تو اسکے کانوں میں ان عورتوں اور بچوں کے رونے کی آواز آئی جنکے شوہر، باپ، بھائی اور بیٹے قتل کئے گئے تھے۔ صبح اٹھتے ہی یحییٰ نے عورتوں اور بچوں کے قتل عام کا بھی حکم دیدیا اور تین دن تک کیلئے فوج والونکو اہل شہر کا خون مباح کردیا۔ اس حکم کے صادر ہوتے ہی فوجیوں نے چن چن کر عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا شروع کردیا۔ نہ کسی کی جان محفوظ رہی نہ آبرو۔ یحییٰ کے لشکر میں چار ۴۰۰۰ ہزار زنگی تھے۔ ان زنگیوں نے بڑی بے دردی سے عورتوں کو قتل کیا۔ انکی عصمت دری کی اور ہزارہا عورتوں کو پکڑ کرلے گئے۔ چوتھے روز جب طوفان بدتمیزی میں کچھ کمی ہوئی تو یحییٰ گھوڑے پر سوار ہوکر شہر کے گشت کیلئے نکلا۔ ایک عورت نے جان پر کھیل کر ہمت کرکے یحییٰ کے گھوڑے کی باگ پکڑلی اور کہا۔ اے آل عباس کیا تم آنحضور صلعم کے چچا کی اولاد میں سے نہیں ہو؟ کیا تم نے مسلمان عورتوں کو زنگیوں کے لئے مباح کردیا ہے۔ کیا تم نے زنگیوں کو یہ اجازت دیدی ہے کہ وہ مومنات کی عصمت دری کریں انہیں جبراً اپنی خواہشات پوری کرنیکے لئے اٹھالیجائیں ہم تو سمجھے تھے کہ تمہارا زمانہ امن و راستی کا زمانہ ہوگا مگر تم نے تو بنوامیہ کو بھی بھلادیا تم سے تو وہی اچھے تھے؟ یحییٰ نے کوئی جواب دیا اور نکلا

چلا گیا۔ اگلے روز اس نے زنگیوں کو تنخواہ تقسیم کرنیکے بہانے سے بلایا اور ان سبکو دھوکہ سے قتل کرادیا۔ جب سفاح کو ان واقعات کا علم ہوا تو اس نے یحییٰ کو فارس میں بدل دیا۔ اور اسکی جگہ اسمٰعیل بن علی کو موصل کا گورنر مقرر کرکے بھیجدیا۔

بغاوتوں کی ابتداء

بنو عباس کی سفاکی اور خونریزی دیکھکر لوگوں نے بغاوتیں شروع کردیں بنو عباس نے فوج کا سیاہ علم و سیاہ لباس بنوایا تھا۔ باغیوں نے سفید لباس اور سفید علم بنائے ابوالواد نے قنسرین میں بغاوت کی۔ عبداللہ بن علی اسکے مقابلہ کو روانہ ہوا۔ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو گیا۔ اتفاق سے عبداللہ کا بھائی عبدالصمد بن علی بھی دس ہزار فوج کی جمعیت سے آپہنچا۔ ابوالواد میدان کارزار میں مارا گیا۔ اہل قنسرین نے دولت عباسیہ کی اطاعت قبول کرلی۔ جبکہ عبداللہ بن علی اہل قنسرین سے مصروف جنگ تھا۔ اس وقت اہل دمشق نے بغاوت کردی۔ اہل دمشق نے عثمان بن عبدالاعلی بن سراقہ کو اپنا سردار بنا کر عبداللہ کے عامل ابوغانم اور اسکے لشکر کو شکست دیکر دمشق سے نکالدیا۔ اور ابوغانم کے جو فوجی اہل دمشق کے ہاتھ آئے انہیں مار ڈالا۔ عبداللہ جب قنسرین والوں پر فتح پاکر واپس لوٹا اور دمشق کے قریب آیا تو اہل دمشق نے پھر عبداللہ بن علی کے ہاتھ پر بیعت کرکے دولت عباسیہ کی اطاعت اختیار کرلی۔

یزید بن ہبیرہ کی موت

یزید بن ہبیرہ واسط میں مقیم تھا کہ سفاح نے اپنے بھائی ابوجعفر منصور کو اسکے مقابلہ کیلئے روانہ کیا۔ ابوجعفر منصور نے واسط کا محاصرہ کرلیا۔ مدتوں تک ہنگامہ کارزار گرم رہا۔ رفتہ رفتہ ابن ہبیرہ کی قوت کم ہونے لگی سفاح نے ابن ہبیرہ کے ساتھیوں کے پاس امان نامے بھیجدیئے چنانچہ جن لوگوں کے پاس امان نامے پہنچے وہ یزید بن ہبیرہ کا ساتھ چھوڑ چھوڑ کر ابوجعفر منصور کے پاس چلے آئے۔ یہانتک کہ کچھ عرصہ کے بعد

ابن ہبیرہ کیساتھ اسکے خادموں اور ملازموں کے علاوہ اور کوئی نہ رہا سفاح نے ان کو بھی دولت کا لالچ دیا۔ مگر جب لڑائیوں نے طول کھینچا تو ابوجعفر منصور نے صلح کی سلسلۂ جنبانی شروع کی۔ یزید بن ہبیرہ نے ایک عہدنامہ مرتب کر کے ابوجعفر منصور کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ اگر اس عہدنامہ کی پابندی کا اقرار کرو تو صلح ہوسکتی ہے ابوجعفر نے وہ عہدنامہ سفاح کے پاس بھیج دیا۔ سفاح نے اسے منظور کر کے اسکے مطابق صلح کرنیکی اجازت دے دی چنانچہ ابوجعفر منصور نے صلح کر لی سفاح نے یزید بن ہبیرہ کی صلح کا واقعہ ابوسلم کو لکھا۔ اس نے فوراً جواب دیا کہ راستہ میں اگر کوئی پتھر آجائے تو اسے توڑ ڈالنا چاہئیے۔ یزید بن ہبیرہ کبھی سیدھے راستہ پر نہیں چل سکتا اپنی سلامتی کے لئے اس کا قتل کر ڈالنا ضروری ہے سفاح نے اپنے بھائی ابوجعفر کو لکھا کہ ابن ہبیرہ کا سر اتار کر میرے پاس بھیجدو"۔

ابوجعفر منصور عہدنامہ کا پاس کر کے متامل ہوا سفاح نے اسے سختی اور درشتی سے لکھا مجبوراً ابوجعفر نے یزید بن ہبیرہ کیساتھ بدعہدی اور دہوکہ کیا اور آخر یزید بن ہبیرہ میدان جنگ میں مارا گیا اور اس کا سر سفاح کے پاس بھیجدیا گیا۔

رومیوں کا ملطیہ و قالیقلا پر قبضہ

جبکہ ابوالعباس سفاح نہایت بیرحمی اور سفاکی سے سلمانوں کو قتل کر رہا تھا۔ اس وقت قسطنطین شہنشاہ روم نے بلاد اسلامیہ پر حملہ کر دیا۔ ۱۳۳ھ میں اس نے ملطیہ پر یورش کی۔ ملطیہ میں ان دنوں موسیٰ بن کعب بن اسان عامل تھا۔ اس نے قلعہ میں محصور ہو کر اپنے مقدور بھر رومیوں کا مقابلہ کیا لیکن سفاح مسلمانوں کا خون بہانے میں مصروف تھا اس نے اہل ملطیہ کی کچھ مدد نہ کی۔ مجبوراً ملطیہ والوں نے رومی عیسائیوں سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ جسقدر سامان اپنے ہمراہ لیجا سکیں لیکر جلاوطن ہوجائیں صلح کے بعد مسلمان اپنی تمام املاک چھوڑ کر ضروری اور بیش قیمت سامان لیکر ملطیہ سے جزیرہ میں چلے آئے۔ عیسائیوں نے ملطیہ پر قبضہ کر کے اسے ویران کر دیا اب رومیوں نے قالیقلا کا رخ کیا اور مرج خصی پر پہنچکر پڑاؤ ڈالدیا۔ قسطنطین نے ایک اور لشکر اپنے نامور سپہ سالار کوشان ارمنی کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ کوشان نے قالیقلا کا محاصرہ کر لیا۔

(قالیقلا اطراف ماروین میں واقع تھا) شہر کے اندر ارمنی بھی موجود تھے۔ ایک ارمنی نے کوشان سے سازش کرکے شہر پناہ کی دیوار توڑ کر رات کے وقت کوشان کو معہ اسکی جمعیت کے قلعہ میں داخل کرلیا۔ عیسائیوں نے قلعہ میں گھستے ہی مسلمانوں کا قتل عام شروع کردیا ہزاروں مسلمان مرد عورتیں اور بچے مار ڈالے گئے۔ اس طرح کوشان نے قالیقلا پر قبضہ کرلیا۔

عام بغاوتیں

سنہ ۱۳۳ھ میں مثنیٰ بن یزید بن ہبیرہ نے یمامہ میں بغاوت کی۔ سفاح کے عامل عبیداللہ بن عبدالمدان نے جو حجاز کا گورنر تھا مدینہ سے ایک لشکر ابراہیم بن حیان سلمی کی ماتحتی میں یمامہ کیطرف روانہ کیا۔ ابراہیم نے یمامہ میں پہنچکر مثنیٰ اور اسکے تمام ہمراہیوں کو مار ڈالا۔ اسی سنہ میں شریک بن شیخ مہری نے بخارا میں بغاوت کی تیس ہزار (۳۰۰۰۰) کی جمعیت اسکے پاس جمع ہوگئی۔ ابومسلم نے زیاد بن صالح خزاعی کو شریک کے مقابلہ میں بھیجا۔ شریک میدان جنگ میں مارا گیا اور اسکی جمعیت منتشر ہوگئی :

بلاد ختل پر چڑھائی

مسلمان توسفاح کے مظالم سے تنگ آکر بغاوت کرہی رہے تھے کہ غیر مسلموں نے بھی بغاوتیں شروع کردیں سب سے پہلے ختل کے بادشاہ حبش بن شبل نے بغاوت کی اسکی سرکوبی کیلئے ابوداؤد خالد بن ابراہیم روانہ ہوا۔ بادشاہ بھاگ کر قلعہ میں جا چھپا۔ دہقانیوں نے مقابلہ کیا ابوداؤد خالد نے انہیں شکست دیکر قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ ایک عرصہ کے مقابلہ کے بعد حبش کچھ دہقانیوں کو ہمراہ لیکر رات کو قلعہ سے نکل کر بھاگا اور فرغانہ اور فرغانہ سے چین چلا گیا۔ ابوداؤد نے قلعہ پر قبضہ کرکے جن لوگوں کو قلعہ میں پایا معہ مردوں عورتوں اور بچوں کے گرفتار کرکے مال غنیمت کے ساتھ ابومسلم کے پاس بھیجدیا :

شاہ چین سے جنگ

سنہ ۱۳۳ھ میں فرغانہ کے بادشاہ اخشید اور شاش کے بادشاہ میں جنگ کی ٹھہر گئی اخشید نے شاہ چین سے مدد طلب کی شاہ چین ایک لاکھ فوج لیکر آگیا اور اخشید کیساتھ

مل کر شاش کا محاصرہ کر لیا۔ شاش کا بادشاہ قلعہ سے نکلکر چلدیا۔ شاہ چین یا اخشید نے اس سے کوئی تعرض نہ کیا بلکہ ان دونوں نے بلاد اسلامیہ پر تاخت کا قصد کیا۔ ابو مسلم کو خبر لگ گئی اس نے زیاد بن صالح کو ان دونوں کے مقابلہ کیلئے روانہ کیا۔ نہر طراز پر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوگیا۔ نہایت خونریز جنگ ہوئی مسلمانوں نے پچاس ہزار چینیوں اور ترکوں کو مار ڈالا اور بیس ہزار کو گرفتار کر لیا۔ باقی جو رہے وہ چین کیطرف بھاگ گئے۔ یہ واقعہ ذی الحجہ ۱۳۳ھ کا ہے۔ ۱۳۴ھ میں بسام بن ابراہیم بن بسام نے جو خراسان کا نامور سپہ سالار تھا علم بغاوت بلند کر کے مدائن کیطرف روانہ ہوا۔ سفاح کو جب خبر ہوئی تو اس نے خازم بن خزیمہ کو بسام کے مقابلہ کیلئے روانہ کیا۔ دونوں میں لڑائی ہوئی۔ بسام شکست کھا کر بھاگ گیا۔ خازم کچھ دور تک تعاقب کر کے لوٹ آیا۔ راستہ میں جب وہ مقام ذات المطامیر کیطرف سے گذرا تو وہاں سفاح کے ماموں بنو عبدالمدان کا خاندان مقیم تھا جسمیں ستر آدمی تھے کسی نے خازم سے یہ کہدیا کہ بسام کا ایک ہمراہی مغیرہ ان لوگوں میں مقیم تھا۔ خازم نے ان سب کو قتل کر کے ان کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ انکے گھروں کو منہدم کرا دیا۔ اس واقعہ کی اطلاع سفاح کو بھی ہوگئی۔ سفاح نے خازم کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ خازم کے طرفداروں موسیٰ بن کعب ابو الجہم بن عطیہ نے کہہ سنکر خازم کی جان بخشی کرائی اور خازم کو عمان اور جزیرہ کیطرف خوارج سے لڑنیکے لئے بھیجدیا۔ خازم نے جزیرہ میں پہنچکر شیبان خارجی سے جنگ کی۔ شیبان شکست کھا کر عمان کیطرف بھاگا۔ خازم نے عمان میں پہنچکر اس سے لڑائی شروع کر دی۔ شیبان اور اسکے ہمراہی مارے گئے۔ خازم نے ان کے سر سفاح کے پاس بھیجدیئے۔ کش کا بادشاہ ذمی تھا۔ اسکا نام اخرید تھا۔ ابو داؤد خالد بن ابراہیم نے اس پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ اہل کش کو بڑی بیدردی سے قتل کیا۔ اور ان کا تمام سامان لوٹ لیا جسمیں قیمتی قیمتی ظروف ریشمین کپڑے سامان آرائش اور ایسا نفیس چینی اسباب تھا۔ جو کسی آنکھ نے نہ دیکھا تھا۔ یہ سب سامان ابو داؤد خالد نے ابو مسلم کے پاس سمرقند میں بھیجدیا۔ اور کش میں اخرید کے بھائی طاران کو تخت نشین کر کے

بلخ میں لوٹ آیا۔ اسی سال ابومسلم نے صغد بخارا اور سمرقند میں بلا کسی وجہ کے مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ اور وہاں کا حاکم زیاد بن صالح کو بنا کر شہر سمرقند کی شہر پناہ بنانے کا حکم دیکر مرو میں واپس آ گیا
اسی سال سفاح کو اطلاع ہوئی کہ سندھ میں منصور بن جمہور نے بغاوت کی سفاح نے افسر پولیس موسیٰ بن کعب کو اس مہم پر روانہ کیا منصور کے ساتھ بارہ ۱۲ ہزار فوج تھی لیکن وہ موسیٰ سے شکست کھا کر بھاگا۔ اور ریگستان میں پیاس کی شدت سے مر گیا۔ منصور کا گورنر جو سندھ میں تھا منصور کے مارے جانیکا حال سنکر اپنے اہل و عیال لے ساتھ بلاد خزر کی طرف بھاگ گیا۔ اسی سال یعنی ۱۳۴ھ میں ابو العباس سفاح مقام انبار میں آیا اور مقام انبار کو دار الخلافہ بنایا۔ ۱۳۵ھ میں زیاد بن صالح نے جسے ابومسلم نے سمرقند صغد اور بخارا کا عامل بنایا تھا بغاوت کی۔ ابومسلم اس سے جنگ کرنے کیلئے مرو سے روانہ ہوا۔ ادھر ابوداؤد خالد بن ابراہیم نے نصر بن راشد کو ترمذ کیطرف اسلئے بھیجا تاکہ ترمذ کو زیاد کی دستبرد سے بچائے۔ نصر بن راشد ترمذ میں پہنچا ہی تھا کہ چند لوگوں نے طالقان سے نکلکر اسے مار ڈالا۔ ابوداؤد خالد نے یہ سنکر عیسیٰ بن ماہان کو قاتلین نصر بن ماہان کے تعاقب میں بھیجا۔ عیسیٰ نے نصر کے قاتلوں کو چن چن کر قتل کر ڈالا۔ اسی اثنا میں ابومسلم مقام آمد میں پہنچ گیا۔ اسکے ساتھ سباع بن نعمان ازدی بھی تھا سفاح۔ ابومسلم سے کھٹکنے لگا تھا۔ چنانچہ سفاح نے زیاد بن صالح اور سباع بن نعمان کو یہ سمجھا کر بھیجا تھا کہ موقعہ پاکر ابومسلم کو قتل کر ڈالنا زیاد نے ابومسلم کیخلاف اسی تحریک پر بغاوت کی تھی مقام آمد میں پہنچکر ابومسلم کو کسی ذریعے سے یہ اطلاع ہو گئی کہ سباع بن نعمان اسکے قتل کی فکر میں ہے اسنے سباع کو قید کر دیا۔ اور آمد کے گورنر کو اسکے قتل کر ڈالنے کا حکم دیدیا۔ ابومسلم آمد سے بخارا کیطرف روانہ ہوا۔ راستہ میں اسے زیاد بن صالح کے چند سپہ سالار ملے جو اس سے منحرف و ناراض ہو کر ابومسلم کے پاس آ رہے تھے جب ابومسلم بخارا میں داخل ہوا تو زیاد اسکا مقابلہ نہ کر سکا اور ڈر کر ایک دہقان کے گھر میں جا گھسا۔ دہقان نے اسے قتل کر ڈالا اور اسکا سر ابومسلم کے سامنے پیش کر دیا۔ ابومسلم نے زیاد کے

قتل کی خبر ابوداؤد کو لکھ بھیجی۔ ابوداؤد ان دنوں مہم طالقان میں مصروف تھا۔ بعد چندے اس مہم سے فارغ ہو کر کش میں آیا۔ اور عیسیٰ بن ماہان کو بسام سے لڑنے کیلئے روانہ کیا لیکن اسے کچھ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اور عیسیٰ بن ماہان نے چند خطوط ابومسلم کے ہمراہیوں کے پاس بھیجے جن میں ابوداؤد کی برائیاں لکھی تھی۔ یہ خطوط ابومسلم کے ہاتھ آگئے۔ ابومسلم نے ابوداؤد کے پاس بھیجدیئے۔ ابوداؤد نے عیسیٰ کو طلب کر کے پٹوایا۔ اور پھر قید کر دیا۔ چند روز کے بعد عیسیٰ کو رہا کر کے فوجی سپاہیوں کو ابھار دیا۔ لشکری عیسیٰ پر ٹوٹ پڑے اور اسے مار ڈالا۔ ابومسلم زیاد کی مہم سے فارغ ہو کر مرو میں واپس آگیا۔

ابوجعفر منصور اور ابومسلم کا حج

ابوجعفر منصور اور ابومسلم میں کشیدگی تھی۔ یہ کشیدگی اس وقت سے پیدا ہوئی تھی۔ جب کہ سفاح نے خلیفہ ہو کر ابوجعفر منصور کو بیعت خلافت لینے کیلئے خراسان بھیجا تھا۔ اسی وقت ابوجعفر ہی کے ہاتھ ابومسلم کیلئے خراسان کی سند گورنری بھی بھیجی تھی چونکہ ابومسلم یہ سمجھتا تھا کہ سفاح کو اسی نے خلیفہ بنایا ہے اور سفاح اس کا ممنون احسان ہے اسلئے اس نے ابوجعفر کی قدر و منزلت اسکے شایان شان نہ کی بلکہ ابومسلم کی حرکتیں خود سری اور مطلق العنانی کی حد تک پہنچی ہوئی تھیں۔ اسلئے ابوجعفر اس سے کشیدہ خاطر ہو گیا تھا اور اس نے سفاح سے ابومسلم کی شکایت کی تھی۔ سفاح بھی اسی وقت سے ابومسلم سے کھٹک گیا تھا۔ اور جوں جوں ابومسلم زور و قوت حاصل کرتا جاتا تھا سفاح کو فکر ہوتا جاتا تھا۔ مگر وہ علانیہ اسکے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنا چاہتا تھا۔ البتہ خفیہ طور پر اسے قتل کرانے کی فکر کر رہا تھا۔ ابومسلم کو بھی اسکے ارادہ کی اطلاع ہو گئی تھی وہ زیادہ احتیاط کرنے لگا تھا اور اپنا اثر و اقتدار بڑھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے خراسان کے علاوہ عراق و حجاز میں بھی اپنا اثر پیدا کرنا ضروری سمجھا تاکہ اگر ضرورت پڑے تو عباسیوں کو بھی اسی طرح کچل ڈالے جس طرح بنوامیہ کو پیس ڈالا تھا۔ اس نے اس مقصد کے پیش نظر ۱۳۶ھ میں حج کرنے کا ارادہ کیا۔ سا

ہی یہ بھی لحاظ رکھا کہ امیر حج بنکر حج کرے تاکہ آپکی سرداری و امارت کی اچھی طرح نمائش ہو
اور لوگ اسکے طرفدار بنجائیں۔ مگر وہ اتنا نہ سمجھا کہ تمہارا امویوں سے بھی مخالفت ہو گئی تھی
اور بنو عباس متفق تھے۔ اسکے علاوہ بنو عباس کی سلطنت کا بانی ابو مسلم ہی تھا اور ابو مسلم حجاز
میں بنو عباس کا شاگرد تھا۔ چنانچہ جس وقت ابو مسلم نے حج کرنیکی اجازت سفاح سے طلب کی تو
سفاح نے فوراً سمجھ لیا کہ وہ اہل حجاز کو اپنا ہمدرد و ہوا خواہ بنانے کیلئے حج کرنیکے بہانے سے
یہ سفر کرنا چاہتا ہے ساتھ ہی سفاح یہ بھی سمجھ گیا کہ ابو مسلم امیر حج بننے کی بھی درخواست کریگا
چنانچہ اس نے اپنے بھائی ابوجعفر منصور کو خفیہ طور پر لکھ بھیجا کہ وہ بھی امسال حج کرنیکی درخواست
پیش کرے ابوجعفر نے فوراً درخواست بھیجدی سفاح نے دونوں کی درخواستیں منظور کرلیں
اور ابو مسلم کو لکھ بھیجا کہ پانچسو آدمیوں کے ساتھ حج کرنیکے ارادہ سے چلے آؤ۔ ابو مسلم نے لکھا کہ
چونکہ میں نے دولت عباسیہ کے قیام و استحکام کی وجہ سے بہت زیادہ خونریزی کی ہے اسلئے
لوگ میرے دشمن ہوگئے ہیں مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے اتنے تھوڑے آدمی حفاظت نہ کرسکینگے
سفاح نے لکھا کہ ہر طرف بنو عباس کی دھاک بیٹھ گئی ہے اسلئے کوئی خطرہ نہیں ہے مگر تم
پانچسو آدمی کم سمجھتے ہو تو ایکہزار سواروں کے ساتھ چلے آؤ۔ اس سے زیادہ آدمیوں کا ساتھ ہونا
سخت تکلیف کا باعث ہوگا۔ کیونکہ مکہ کے سفر میں سامان رسد کی فراہمی دشوار ہوجائیگی۔

ابو مسلم آٹھ ہزار فوج کے ساتھ مرو دار الصدر خراسان سے بہت کچھ ساز و سامان اور دولت
لیکر روانہ ہوا اور خراسان کی سرحد پر پہنچکر فوج کو رے در نیشاپور میں چھوڑا اور ایکہزار سوار
کو ساتھ لیکر دار الخلافہ انبار کیطرف بڑھا سفاح نے اسکے آنیکی خبر سنکر اپنے نامی نامی
سپہ سالاروں کو اسکے استقبال کیلئے بھیجا اور جب ابو مسلم دربار میں حاضر ہوا تو اسکی
بہت زیادہ تعظیم کی ابو مسلم نے امیر حج ہو کر جانے کی استدعا کی سفاح نے کہا اگر اس سال میرے
بھائی ابوجعفر منصور کا ارادہ حج کرنیکا نہ ہوتا تو میں یقیناً تم کو ہی امیر حج مقرر کرتا۔ اسطرح ابو مسلم
کی امیر حج بننے کی آرزو پوری نہ ہو سکی اور اسکی چالاکی ابوالعباس سفاح کے سامنے نہ چلی ابوجعفر منصور

نے سفاح سے یہ اجازت حاصل کرلی کہ راستہ میں اگر موقعہ ملے تو ابومسلم کو مار ڈالا جائے غرضیکہ ابومسلم اور ابوجعفر منصور دونوں حج کیلئے روانہ ہوئے۔ ابومسلم خراسان سے اپنے ساتھ بیشمار دولت لایا تھا۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ وہ اہل حجاز کو دولت دیکر انہیں اپنا طرفدار بنالے لیکن ابوجعفر کی موجودگی میں وہ ایسا نہ کرسکتا تھا۔ اسلئے اُسے ابوجعفر کی موجودگی گراں گذر رہی تھی۔ مگر پھر بھی اس نے حجاز کو دام زر میں لانے کی یہ تجویز کی کہ اس نے مکہ کے راستہ میں ہر منزل میں کنوئیں کھدوائے سرائیں تعمیر کرائیں غربا کو کپڑے تقسیم کئے مفلسوں کے لئے لنگر خانے جاری کئے۔ لوگوں کو بے دریغ انعامات دیئے غرضیکہ لوگوں کے دلوں پر اپنی سخاوت و بخشش کا سکہ بٹھادیا۔ خاص مکہ معظمہ میں سب سے زیادہ داد و دہش کی حج سے فارغ ہوکر ابوجعفر منصور کی روانگی سے پہلے ابومسلم مکہ سے روانہ ہوگیا۔ ابوجعفر کو اسکے اسطرح یکایک چلے جانیکا ملال ہوا۔ راستہ میں ابومسلم کو ابوالعباس سفاح کے مرنیکی خبر پہنچی جو قاصد یہ خبر لیکر ابوجعفر کے پاس مکہ جارہا تھا وہ ابومسلم سے ملا اور ابومسلم نے دو روز تک اسے اپنے پاس روکے رکھا۔ تیسرے روز روانہ کیا۔ ابوجعفر کو جب یہ اطلاع ہوئی کہ ابومسلم نے قاصد کو دو روز تک روکے رکھا تو وہ اور بھی ابومسلم سے کشیدہ ہوگیا:۔

ابوالعباس سفاح کی وفات

ابوالعباس سفاح شروع ماہ ذی الحجہ ۱۳۶ھ میں بیمار ہوا اور ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۶ھ کو انتقال کرگیا۔ اس نے چار سال آٹھ مہینے خلافت کی وہ ۱۰۴ھ میں مقام حمیمہ علاقہ بلقاء میں پیدا ہوا تھا۔ وہیں اس نے پرورش پائی تھی ۱۳۴ھ میں اس نے مقام انبار کو دارالخلافہ بنالیا تھا۔ ابوالعباس سفاح کی ماں ربطہ بنت عبیداللہ بن عبداللہ عبدالمدان کی لڑکی تھی۔ اسی وجہ سے بہ اعتبار نسبت کے سفاح کو ابن حارثیہ بھی کہا جاتا تھا۔ ابوالعباس سفاح نے مرنے سے پہلے اپنے بھائی ابوجعفر منصور اور اسکے بعد عیسٰی بن موسٰی اپنے بھتیجہ کی ولیعہدی کا عہدنامہ لکھکر ایک کپڑے میں لپیٹ کر اور اس پر مہر لگاکر عیسٰی بن موسٰی کے سپرد

کر دیا تھا۔ چونکہ ابوجعفر منصور مکہ میں تھا۔ اسلئے عیسےٰ بن موسےٰ نے ایک قاصد ابوجعفر منصور کو بلانیکے لئے بھیجدیا تھا۔ اسی قاصد کو منصور کے پاس جانے سے روک کر ابومسلم نے دو روز تک اپنے پاس ٹھہرائے رکھا تھا۔ ابوالعباس سفاح کے جنازہ کی نماز عیسےٰ بن موسےٰ نے پڑھائی اور اسے انبار میں دفن کر دیا۔ اور اسی وقت عیسےٰ نے ابوجعفر منصور کی خلافت کیلئے لوگوں سے بیعت لی:۔

سفاح کی خلافت پر سرسری نظر

ابوالعباس سفاح نہایت سفاک اور ظالم فرمانروا تھا۔ اسکے عہد میں مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہایا گیا۔ ناموس ملت کی دھجیاں اڑ گئیں اس نے بنوامیہ کو چن چن کر قتل کرا دیا۔ اس نے تلوار اور دولت دونوں سے کام لیا۔ بنوامیہ کو تو تلوار کے گھاٹ اتار دیا اور بنوہاشم کو دولت دیکر خاموش کر دیا۔ علویوں کو جب بنوعباس میں خلافت آجانے سے ملال ہوا تو اس نے انہیں خاموش اور رام کرنیکے لئے انہیں اسقدر دولت دی کہ وہ اسکے خلاف زبان تک نہ ہلا سکے۔ ہم تمثیلاً ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ جب کوفہ میں سفاح کو خلیفہ منتخب کیا گیا تو عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی نے سفاح سے کہا کہ خلافت ہمارا حق ہے تم نے اس پر کیسے قبضہ کر لیا۔ سفاح نے اسی وقت انہیں خاموش کرنے کیلئے بیس لاکھ درہم انکی خدمت میں پیش کر دیئے۔ حالانکہ اس وقت اتنی کثیر رقم سفاح کے پاس موجود نہ تھی اس نے ابن مقرن سے قرض لیکر دی تھی۔ اسی وقت ایک جگہ سے کچھ مال غنیمت آیا تھا جسمیں قیمتی جواہرات اور زیورات تھے سفاح نے وہ مال غنیمت بھی عبداللہ بن حسن مثنیٰ کو دیدیا تھا۔ اور عبداللہ بن حسن مثنیٰ نے اس مال غنیمت کو ایک سوداگر کے ہاتھ اسی ہزار درہم میں فروخت کر دیا تھا۔ غرضیکہ ابوالعباس سفاح نے علویوں پر سیم و زر کی اسقدر بارش کی کہ وہ لب تک نہ ہلا سکے۔ اگر سفاح اس طرح بیدریغ دولت خرچ نہ کرتا تو یقیناً علوی اسکی علانیہ مخالفت کرتے اور عباسی خلافت کا قائم رہنا دشوار ہو جاتا۔ ابوالعباس نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا جو امیر معاویہ نے اموی خلافت

قائم کرنے کیا تھا۔

ابو جعفر منصور

ابو جعفر منصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب ۹۵ھ میں پیدا ہوا تھا۔ اسکی ماں سلامہ بربریہ ایک لونڈی تھی۔ اسی لئے اسمیں بربری خون شامل تھا اور وہ بعض مرتبہ وحشیانہ حرکتیں کر بیٹھتا تھا۔ وہ بڑا شجاع اور بہادر تھا۔ لہو ولعب سے سخت متنفر تھا۔ ادب فقہ کا عالم تھا۔ اسکے زمانہ میں امام ابو حنیفہ تھے اس نے امام ابو حنیفہ کو منصب قضا پیش کیا تھا مگر ان کے انکار کرنے پر انہیں قید کر دیا تھا۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے ابو جعفر منصور کے خلاف خروج کرنے کا فتوٰی دیدیا تھا اور اسلئے ابو جعفر منصور نے امام ابو حنیفہ کو قید خانہ میں زہر دیکر مروا ڈالا تھا۔ اس نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی کہ بادشاہ بغیر رعایا کی طاعت کے قائم نہیں رہ سکتا اور رعایا بغیر عدل کے اطاعت نہیں کر سکتی۔ ابو جعفر منصور اپنے بھائی سفاح کے مرنے کی خبر سنتے ہی مکہ سے روانہ ہو کر ۱۳۷ھ میں کوفہ میں پہنچا اور وہاں سے انبار میں آیا۔ اسکے آنے سے پہلے ابو مسلم انبار میں آچکا تھا۔ عیسٰے بن موسٰے نے اسکے آتے ہی خزانوں کی چابیاں پیش کر دیں اور ابو جعفر منصور باضابطہ تخت نشین ہوا!

عبداللہ بن علی کی بغاوت

عبداللہ بن علی ابو جعفر منصور کا چچا تھا۔ ابو العباس سفاح نے اسے اپنی حیات میں خراسانی اور شامی لشکر کے ساتھ صائفہ کیطرف روانہ کیا تھا۔ اور اس سے یہ وعدہ کر لیا تھا کہ اپنے بعد اپنا جانشین اسے ہی مقرر کریگا۔ مگر جب عبداللہ بن علی کو سفاح کے مرنے اور ابو جعفر منصور کے خلیفہ ہونیکی خبر پہنچی تو اس نے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ جب ابو العباس نے حران پر لشکر کشی کرنا چاہی تو اس طرف تجانیکی کسی کو ہمت نہ ہوئی حتٰی کہ اسکے بھائیوں نے بھی انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ سفاح نے کہا تھا کہ جو اس مہم پر جائیگا وہی میرا جانشین اور ولیعہد ہوگا۔ میں نے اس مہم کا بیڑا اٹھایا تھا۔ میں نے ہی کامیابی حاصل کی میں ہی

مروان اور اسکے سپاہیوں کو شکست دی۔ خلافت کا مستحق میں ہوں نا کہ کوئی اور؟ لوگوں
نے اس بات کی تصدیق کی اور سب نے عبداللہ بن علی کے ہاتھ پر بیعت کرلی جنہیں حمید بن حکیم
بن قحطبہ اور خراسان، شام و جزیرہ کے نامی نامی افسر تھے۔ بیعت لینے کے بعد عبداللہ
بن علی نے حران پہنچکر مقاتل بن حکیم کا محاصرہ کرلیا۔ چالیس دن تک محاصرہ کئے پڑا رہا
اس اثناء میں وہ کچھ خراسانیوں سے مشکوک ہو گیا اور ان سب کو قتل کرادیا۔ اسی عرصہ
میں حمید بن حکیم بن قحطبہ کو حلب کا امیر مقرر کرکے ایک خط والی حلب زفر بن عاصم
کے نام دیکر اسمیں لکھا تھا کہ "حمید کو پہنچتے ہی قتل کر ڈالنا" حمید نے راستہ ہی میں خط
کھول کر پڑھ لیا اور بجائے حلب جانے کے عراق کی طرف چل دیا۔ ابوجعفر منصور نے
جب عبداللہ بن علی اپنے چچا کے خروج کی خبر سنی تو ابومسلم سے کہا مجھے سب سے زیادہ
خطرہ اپنے چچا عبداللہ بن علی سے تھا۔ آخر انہوں نے خروج کر ہی دیا۔ ابومسلم ابوجعفر منصور
کے ہاتھ پر بیعت کرچکا تھا۔ وہ اس بات کا خواہشمند تھا کہ کوئی کام انجام دیکر منصور
کو بھی ممنون احسان بنالے۔ چنانچہ اس نے فوراً ہی کہا میں اسکے لئے کافی ہوں اسکے
لشکر میں عام طور پر خراسانی ٹھہرے ہوئے ہیں اور وہ سب میرے مطیع ہیں غرضیکہ ابومسلم
عبداللہ بن علی کی سرکوبی کیلئے روانہ ہوا۔ حمید بن حکیم بن قحطبہ عبداللہ بن علی سے
ناراض ہوکر حلب چلا گیا تھا جب اس نے ابومسلم کی لشکر کشی کی خبر سنی تو حلب سے آکر ابومسلم سے
مل گیا۔ حمید کے مقدمۃ الجیش کا سردار مالک بن ہیثم خزاعی تھا۔ عبداللہ بن علی نے
ابومسلم کی آمد کی خبر سنی تو مقاتل بن حکیم کو امان دیکر اس سے صلح کرلی اور حران پر
قبضہ کرلیا۔ ساتھ ہی مقاتل کو ایک خط دیکر عثمان بن عبدالاعلی والی رقہ کے پاس
روانہ کیا۔ خط میں عثمان بن عبدالاعلی کو لکھا تھا کہ مقاتل کو فوراً قتل کردینا چنانچہ
اس نے قتل کرڈالا اور اسکے دو لڑکوں کو قید کردیا جب کچھ دنوں کے بعد عبداللہ بن
علی کو ابومسلم نے ہزیمت دی تو عثمان نے مقاتل کے لڑکوں کو بھی مرواڈالا۔ ابوجعفر منصور

تھے ابومسلم کو عبداللہ بن علی کے مقابلہ میں روانہ کرتے ہی محمد بن صول والی آذر بائیجان کو طلب کر کے عبداللہ بن علی کو دھوکہ دیکر اپنے پاس لے آنیکے لئے بھیجا۔ چنانچہ محمد بن صول نے عبداللہ بن علی کے پاس جا کر کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ سفاح نے آپکو اپنا جانشین بنانے کیلئے ارشاد فرمایا تھا" عبداللہ بن علی نے کہا۔ تو جھوٹا اور مکّار ہے میں تیرے فریب کو سمجھ گیا" یہ کہتے ہی اُس نے محمد بن صول کا سر کاٹ لیا۔ اور فوراً ہی حران سے کوچ کر کے نصیبین میں آکر قیام کیا اور خندق کھود کر مورچہ قائم کر لیا۔

ابوجعفر منصور نے ابومسلم کو روانہ کرتے ہی حسن بن قحطبہ والئی آرمینیا کو بھی لکھا تھا کہ وہ آکر ابومسلم کے ساتھ شرکت کرے چنانچہ وہ موصل کے مقام پر ابومسلم سے آملا تھا۔ ابومسلم اور حسن دونوں کوچ کرکے جب نصیبین کے قریب پہنچے تو ابومسلم نے نصیبین کا راستہ چھوڑ کر شام کے راستہ پر پڑاؤ ڈالا اور یہ مشہور کیا کہ مجھے عبداللہ بن علی سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ مجھے تو شام کی گورنری دی گئی ہے اور میں ملک شام میں جا رہا ہوں۔ عبداللہ بن علی کے ساتھ جو شامی تھے انکے اہل و عیال ملک شام میں تھے انہیں یہ سُنکر بڑی پریشانی ہوئی۔ انہوں نے عبداللہ بن علی سے کہا۔ ہمارے اہل عیال ملک شام میں ہیں اور وہ سب ابومسلم کے پنجۂ تصرف میں گرفتار ہو جائینگے آپ ہمارے ساتھ شام کیطرف چلئے اور ابومسلم کو شام جانیسے روکئے۔ عبداللہ بن علی نے کہا۔ ابومسلم ہمارے ہی مقابلہ کیلئے آیا ہے۔ چونکہ ہم اپنے مورچہ پر قابض ہیں اسلئے وہ اسجگہ پر قبضہ کرنے کے لئے دھوکہ دے رہا ہے۔ ہر چند عبداللہ بن علی نے لوگوں کو سمجھایا لیکن کسی نے نہ سُنا مجبور ہو کر انہوں نے ملک شام کیطرف کوچ کر دیا۔ ابومسلم نے فوراً عبداللہ بن علی کے پڑاؤ پر جا کر قیام کیا۔ عبداللہ بن علی نے لوگوں سے کہا۔ کیوں میں نے کیا کہا تھا۔ آخر وہی ہوا نہ! لوگ نادم ہو گئے۔ عبداللہ بن علی نے لوٹ کر اسجگہ قیام کیا۔ جہاں ابومسلم کا لشکر پہلے ٹھہرا تھا۔ اب دونو لشکروں میں لڑائی کا سلسلہ جاری

ہو گیا۔ کئی خونریز معرکے ہوئے۔ آخر، جمادی الثانی ۱۳۷ھ کو ابو مسلم نے عبداللہ بن علی کو شکست دی۔ عبداللہ بن علی میدان سے فرار ہو کر اپنے بھائی سلیمان بن علی کے پاس بصرہ میں جا چھپا اور ایک مدت تک وہیں چھپا رہا۔

ابو مسلم کا قتل

ابو مسلم نے فتح کا بشارت نامہ ابو جعفر منصور کی خدمت میں روانہ کیا اور لکھا کہ مال غنیمت بھی خوب ہاتھ آیا ہے۔ ابو جعفر منصور نے اپنے خادم خاص ابو حصیب کو مال غنیمت کی فہرست تیار کرنے کیلئے روانہ کیا۔ ابو مسلم کو یہ بات سخت ناگوار گذری۔ اس نے کہا، ابو جعفر منصور نے میرا اعتبار نہ کیا اور اپنا آدمی فہرست مرتب کرنے کیلئے بھیجا۔ جب ابو جعفر منصور کو ابو مسلم کی برہمی کی اطلاع ملی تو اسے خوف ہوا کہ کہیں ابو مسلم خراسان میں جا کر بغاوت نہ کر دے۔ چنانچہ اس نے اسے خراسان میں جانے سے روکنے کیلئے یہ تدبیر کی کہ مصر و شام کی سند گورنری لکھ کر ابو مسلم کے پاس بھیجدی اس سے ابو مسلم کو اور بھی ملال ہوا اور وہ یہ سمجھ گیا کہ منصور مجھے خراسان سے علیحدہ کر کے بے دست و پا بنانا چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ جزیرہ سے نکلکر خراسان کیطرف روانہ ہوا۔ منصور نے یہ سنکر انبار سے کوچ کیا اور مدائن میں قیام کر کے ابو مسلم کو اپنے پاس طلب کیا۔ ابو مسلم نے آنے سے انکار کر کے لکھ بھیجا کہ میں دور ہی سے آپکی اطاعت کروں گا۔ میں نے آپکے دشمنوں کو مغلوب کر دیا ہے اب آپکو میری ضرورت نہیں رہی ہے کیونکہ آپکے تمام خطرے دور ہو چکے ہیں لیکن اگر آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دینگے تو میں آپکی اطاعت سے کبھی باہر نہ ہونگا اور اپنی بیعت پر قائم رہونگا بلکہ غلام بنا رہوں گا اور اگر میرے درپے آزار ہونگے تو میں خلع بیعت کا اعلان کر کے آپکی مخالفت پر آمادہ ہو جاؤنگا۔ ابو مسلم کے اس خط کے جواب میں منصور نے نہایت نرمی کے الفاظ میں جواب لکھا!

"معلوم تمہارے دل میں شیطان نے کیا وسوسہ پیدا کر دیا ہے۔ مجھے تمہاری وفاداری اور جاں نثاری پر پورا بھروسہ ہے تم خاندان بنو عباس کے خیرخواہ اور دولت عباسیہ کے سب سے بڑے رکن ہو ہمیں تمہارے مخلص ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے ہم تمہاری تسلی خاطر کیلئے عیسے ابن موسے کے ہاتھ یہ خط بھیج رہے ہیں تم بلا تکلف اور بغیر کسی اندیشے کے ہمارے پاس چلے آؤ۔"

یہ خط منصور نے بجائے عیسےٰ بن موسےٰ کے اپنے آزاد غلام ابو حمید مرو الرودی کو دے کر کہا
کہ انتہائی نرمی اور ملاطفت سے گفتگو کر کے منت و سماجت کیساتھ سمجھا کر اسے اپنے ساتھ لانا
اور اگر وہ آنے پر تیار نہ ہو تو یہ کہدینا کہ امیر المومنین نے قسم کھائی ہے کہ تیری مہم پر وہ خود آوینگے
اور اگر تو اُن سے بچنے کیلئے پانی میں غوطہ لگاوے گا تو وہ بھی تیری جستجو میں پانی میں غوطہ لگاوینگے
اور اگر تو جلتی آگ میں کود پڑے گا تو وہ بھی کود پڑینگے یہانتک کہ یا تو تجھے قتل کر ڈالینگے یا اپنی
جان دے دینگے۔" ابو حمید نے ابو مسلم کے پاس پہنچکر خط دیا۔ نہایت نرمی۔ ملاطفت اور منت و سماجت
سے گفتگو کی۔ ابو مسلم نے مالک بن ہیثم سے مشورہ کیا۔ اُس نے کہا۔ تم ہرگز منصور کے پاس نہ جانا وہ
تمہیں فوراً قتل کر دے گا۔ ابو مسلم نے ابو داؤد گورنر خراسان سے جو ابو مسلم کیطرف سے خراسان
میں مامور تھا مشورہ لیا۔ ابو داؤد کو منصور نے خفیہ طور پر لکھ بھیجا تھا کہ اگر تم کسی تدبیر سے
ابو مسلم کو میرے پاس بھیجدو تو میں خراسان کی حکومت مستقلاً تمہیں دیدوں گا چنانچہ ابو داؤد نے
کہا کہ امیر المومنین کی مخالفت تباہ کر دے گی انکی طاعت ہی میں عافیت ہے۔ ابو مسلم کی سمجھ
میں یہ بات آگئی مگر اُس نے دربار کیحالت اور منصور کی کیفیت معلوم کرنیکے لئے اپنے وزیر
اسحاق خالد بن عثمان کو جس پر اُسے بڑا اعتبار اور اعتماد تھا بھیجا منصور نے اسحاق کا بڑا تپاک
خیر مقدم کیا اور اُسے یہ لالچ دیا کہ اگر تم ابو مسلم کو دم دلاسا دے کر میرے پاس لے آؤ
تو میں تمہیں خراسان کی حکومت دیدوں گا۔ اسحاق اس پٹی میں آگیا۔ وہ ابو مسلم کے پاس واپس
آیا اور وہاں کی باتیں ایسے پیرایہ میں بیان کیں جنہیں سُنکر ابو مسلم کے شکوک جاتے رہے
اور وہ انبار کیطرف روانہ ہوگیا۔ اس نے اپنا لشکر مالک بن ہیثم کی ماتحتی میں حلوان میں چھوڑا
اور صرف تین ہزار فوج کے ہمراہ مدائن میں پہنچا۔ منصور نے ابو مسلم کے ایک عزیز کو یہ سکھا کر
بھیجا کہ منصور سے سفارش کر کے مجھے کسکر کی حکومت دلا دیجئے۔ اور ابو ایوب وزیر اعظم
سلطنت سے امیر المومنین ناخوش ہوگئے ہیں انکی بھی سفارش کر دیجئے۔ اس نے ابو مسلم کے
پاس جا کر یہی کہدیا۔ ابو مسلم کے رہے سہے شکوک بھی دور ہوگئے۔ اور وہ خوش ہو کر مدائن سے

انبار کی طرف چل پڑا۔ جب دارالخلافہ کے نزدیک پہنچا تو منصور نے بنو ہاشم کے سرداروں اور ارکین سلطنت کو اس کے استقبال کیلئے بھیجا۔ اس کا شاہانہ استقبال کیا گیا۔ اس نے منصور دربار منصور کی دست بوسی کی اور آرام کیجئے۔ پھر اپنے قیام گاہ پر چلا گیا۔ دوسرے دن منصور نے اپنے حاجب ... عثمان بن نہیک، شبیب بن رواح اور ابو حنیفہ حرب بن قیس اور چار آدمیوں کے ساتھ پردہ کے پیچھے بٹھا کر ہدایت کر دی کہ جب میں ہاتھ پر ہاتھ ماروں تم فوراً پردے کے پیچھے سے نکل کر ابو مسلم کو قتل کر ڈالنا۔ یہ انتظام کر کے منصور نے ابو مسلم کو بلایا۔ ابو مسلم حاضر ہوا۔ منصور نے اس سے ان تلواروں کا حال پوچھا جو اسکے چچا عبداللہ بن علی سے اسے ملی تھیں اتفاق سے ابو مسلم اس وقت ان تلواروں میں سے ایک اپنی کمر سے لگائے ہوئے تھا۔ اس نے وہ تلوار کمر سے کھول کر منصور کو دیتے ہوئے کہا ان تلواروں میں سے ایک یہ ہے۔ منصور نے تلوار ہاتھ میں لیتے ہی سختی سے لعنت ملامت شروع کر دی اور کہا۔ ابو مسلم اب کا جواب دو کہ تم سفر حج میں میرے آگے آگے کیوں رہتے تھے؟ ابو مسلم نے جواب دیا مجھے یہ بات پسند نہ آئی کہ میں اور آپ ایک جگہ جمع ہوں"۔

منصور۔ سفاح کے مرنے کی جو خبر قاصد لیکر گیا تھا۔ تم نے اسے دو روز تک اپنے پاس کیوں روکے رکھا؟

ابو مسلم۔ وہ غمناک خبر لایا تھا۔ میں دو روز تک مغموم و ملول رہا اور قاصد کو رخصت کرنا بھول گیا

منصور۔ تم نے میرے آنے کا کیوں انتظار نہ کیا۔ یا میرے پاس کیوں نہ پہنچے

ابو مسلم۔ لوگوں کو نفع پہنچانے اور آپ سے پہلے کوفہ پہنچکر آپکے لئے راستہ صاف کرنیکے خیال سے نہ میں نے انتظار کیا نہ آپ کے پاس واپس گیا"۔

منصور۔ تم نے میری حکم عدولی کیوں کی میرے پاس آنیکے بجائے خراسان کیوں جارہے تھے؟

ابو مسلم۔ میں آپکے خوف سے خراسان جا رہا تھا اور وہ یہ تھا کہ وہاں جا کر عذر و معذرت کر کے صفائی کر لوں گا"۔

منصور نے ترش رو ہو کر کہا۔ تو سنباط بن عبداللہ بن عباس کا بیٹا ہے ایک ایرانی النسل مجوسی کی اولاد۔ تو نے ہمارے زیرِ تحت ترقی کی اور ہم سے بغاوت کا ارادہ کیا اچھا یہ بتا تو نے کثیر بن سلیمان کو کیوں قتل کیا۔ وہ ہمارا بڑا خیر خواہ تھا اور وہ ہمارا اس وقت سے شریک تھا جب تو شریک بھی نہیں ہوا تھا۔

ابو مسلم۔ میری اس سے مخالفت تھی۔ اسلئے میں نے اسے قتل کر دیا!

منصور کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ ابو مسلم نے کہا۔ یہ میری ان کارگزاریوں کا صلہ ہے جو میں اس وقت تک کرتا رہا۔ ابو جعفر منصور نے تیز ہو کر کہا۔ اے شیطان کے بچے تو نے بھی ہمارے ساتھ گلچھرے اڑائے ہیں۔ اسکے بعد منصور نے اسے گالیاں دینا شروع کیں ابو مسلم نے بے رنگ دیکھ کر کہا۔ میں خدا کے سوائے کسی سے نہیں ڈرتا۔" منصور نے ہتھیلی بجائی۔ عثمان حاجب معہ اپنے ہمراہیوں کے پردے کے پیچھے سے نکل آئے اور ان سب لوگوں نے ملکر ابو مسلم کو قتل کر ڈالا۔ یہ واقعہ ۲۵ شعبان ۱۳۷ھ کا ہے۔ ابو مسلم کے مارے جانے کے بعد ابو جہیم وزیر نے باہر آ کر ابو مسلم کے ہمراہیوں کو یہ کہکر لوٹا دیا کہ اس وقت امیر ابو مسلم امیر المومنین کی خدمت ہی میں رہیں گے۔ اسکے تھوڑی ہی دیر کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ ابو مسلم کو دریافت کرتا ہوا آیا اور جب ابو مسلم کی لاش دیکھی تو بے ساختہ کہہ اٹھا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون"۔ منصور کو برا معلوم ہوا اس نے کہا۔ یہ وہ دشمن تھا جسکی موجودگی میں تم حکمران شمار نہیں کئے جاتے تھے۔ منصور نے جعفر بن حنظلہ کو بلا کر ابو مسلم کے قتل کا مشورہ کیا۔ جعفر نے اسکے قتل کی رائے دی۔ منصور نے کہا خدا تجھے جزائے خیر دے۔ اسکے بعد منصور نے جعفر کو ابو مسلم کی لاش دکھائی۔ لاش دیکھتے ہی جعفر نے خوش ہو کر کہا۔ امیر المومنین آج سے آپکی خلافت شمار کیجائے گی۔ منصور مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ منصور نے ابو مسلم کے ہمراہیوں کو انعام و اکرام دے کر رضامند کر لیا۔ ان میں سے صرف اسحاق کو ایک لاکھ درہم ملے۔

مالک بن ہیثم

منصور نے مالک بن ہیثم کو شہر روز کی سند امارت دے کر روانہ کیا اور ساتھ ہی زبیر بن ترکی گورنر ہمدان کو لکھا کہ مالک بن ہیثم کو گرفتار کر کے بھیجدو۔ مالک بن ہیثم حلوان میں تھا وہ وہاں سے ہمدان ہو کر خراسان پہنچنے کیلئے روانہ ہو گیا تھا۔ جب وہ ہمدان میں پہنچا۔ تو زبیر بن ترکی نے دعوت کے بہانے سے اُسے بلا کر گرفتار کر لیا۔ لیکن فوراً ہی دوسرا قاصد مالک کے نام شہر روز کی سند گورنری لے کر پہنچا۔ زبیر نے مالک کو فوراً رہا کر دیا۔ مالک وہاں سے چلکر سیدھا منصور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ منصور نے اُسے ابو مسلم کو خراسان جانے کا مشورہ دینے پر ملامت کی۔ مالک نے عرض کی کہ جب میں ابو مسلم کے پاس تھا تو اُسے نیک مشورے دیتا تھا۔ اب آپکی خدمت میں ہوں آپکو نیک مشورے دوں گا۔ منصور نے اسے موصل کی گورنری پر بھیجدیا:۔

سنباد کا خروج

ابو مسلم کے ہمراہیوں میں ایک مجوسی فیروز نامی جو سنباد کے نام سے مشہور تھا مسلمان ہو کر ابو مسلم کی فوج میں شامل ہو گیا تھا۔ جب اُس نے ابو مسلم کے قتل کی خبر سُنی تو اسکے خون کا معاوضہ طلب کرنے کیلئے خروج کیا۔ اکثر پہاڑی لوگ اسکے ساتھ ہو گئے۔ نیشاپور اور رے پر قبضہ کر لیا۔ اور وہاں کے مال و اسباب اور خزائن کو لے گیا۔ اس میں ابو مسلم کا وہ خزانہ بھی تھا۔ جو وہ حج کے لئے روانہ ہوتے وقت رے اور نیشاپور میں چھوڑ گیا تھا مردوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے غلام اور لونڈی بنایا۔ مگر سوداگروں کو نہیں چھیڑا ساتھ ہی مرتد ہو کر یہ اعلان کیا کہ میں خانہ کعبہ کو منہدم کرنے جا رہا ہوں۔ تو مسلم ایرانی بھی اسکے ہمراہ ہو لئے جب ابو جعفر منصور کو اس فتنہ کا حال معلوم ہوا تو اس نے جمہور بن مرار عجلی کو سنباد کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا سنباد اپنی عظیم الشان جمعیت سے مقابلہ میں آیا۔ ہمدان اور رے کے درمیان ایک لق و دق میدان میں دونوں لشکروں نے

صف آرائی کی۔ اگرچہ مسلمانوں کی جمعیت بہت ہی کم تھی لیکن ان بیجگری سے لڑے کہ مرتدوں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے سنباد کے ساٹھ ہزار آدمی مارے گئے۔ وہ شکست کھا کر بھاگا۔ اسکی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا۔ اس نے طبرستان میں جا کر پناہ لی۔ مگر طبرستان میں بھی اسکی جان نہ بچی۔ طبرستان کے عامل کے ایک ملازم نے اسے قتل کر کے جو کچھ اسکے پاس تھا چھین لیا۔ انہیں ابومسلم کی بھی دولت تھی جو سنباد نے نیشاپور اور رے سے لوٹی تھی۔ اس دولت پر عامل طبرستان نے قبضہ کر لیا۔ اور جب منصور نے اس سے یہ مال طلب کیا تو وہ مکر گیا تھا۔ منصور نے اسکی گوشمالی کیلئے ایک لشکر روانہ کیا۔ طبرستان کا عامل یہ سنتے ہی وہاں سے دیلم کیطرف بھاگ گیا۔ ادھر ابومسلم کے خزانہ میں سے جمہور کے ہاتھ بھی کچھ دولت آئی تھی اس نے یہ مال غنیمت منصور کے پاس بھیجا اور خلع خلافت کا اعلان کر کے "رے" میں جا کر قلعہ بند ہو گیا۔ منصور نے جمہور کے مقابلہ پر محمد بن اشعث کو لشکر دیکر روانہ کیا۔ جمہور اس لشکر کی آمد کی خبر سنکر رے کو چھوڑ کر اصفہان چلا گیا۔ محمد نے "رے" پر قبضہ کر کے اصفہان کیطرف کوچ کیا۔ جمہور نے اصفہان سے نکلکر مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر آذربائیجان پہنچا۔ اور اسی کے ہمراہیوں میں سے کسی نے اسے قتل کر کے اس کا سر منصور کے پاس بھیجدیا یہ واقعہ ۱۳۸ھ کا ہے:۔

عبداللہ بن علی کا قتل

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ عبداللہ بن علی ابومسلم کے سامنے سے ہزیمت اٹھا کر بصرہ میں اپنے بھائی سلیمان بن علی کے پاس جا چھپا تھا۔ جب منصور کو اسکی خبر ہوئی تو اس نے ۱۳۹ھ میں سلیمان کو بصرہ کی حکومت سے معزول کر کے اپنے پاس طلب کیا اور اسے لکھا کہ میں عبداللہ بن علی کو امان دیتا ہوں۔ اسے اپنے ہمراہ لے کر میرے پاس چلے آؤ۔ چنانچہ سلیمان اپنے ساتھ عبداللہ کو لے کر آ گیا۔ منصور نے اپنے چچا عبداللہ بن علی کو قید کر دیا اور ۱۴۹ھ میں عبداللہ کو قید خانے سے نکالکر عیسےٰ بن موسےٰ کے حوالہ کر دیا اور اسے قتل کر دیا

بحکم دیگر حج کے لئے چلا گیا سفاح نے یہ وصیت کی تھی کہ ابوجعفر منصور کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ خلیفہ ہو اور منصور اعیسیٰ کو معزول کر کے اپنے بیٹے المہدی محمد بن منصور کو ولیعہد بنانا چاہتا تھا۔ اُس نے یہ سوچا کہ عیسیٰ تو عبداللہ بن علی کو مار ڈالے اور اُسکے قصاص میں عیسیٰ کو مروا دیا جائے۔ تاکہ ابوالمہدی محمد کی ولیعہدی میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔

عیسیٰ نے منصور کے کاتب (سکریٹری) یونس بن فروہ سے عبداللہ بن علی کے قتل میں مشورہ لیا۔ یونس نے کہا۔ تم عبداللہ کو ہرگز قتل نہ کرو۔ ورنہ منصور حج سے واپس آتے ہی اسکے قصاص میں تم کو قتل کر ڈالے گا۔ عیسیٰ نے عبداللہ کو اپنے مکان میں چھپا لیا۔ جب منصور حج سے واپس آیا تو اس نے معلوم کر لیا کہ عیسیٰ نے عبداللہ کو مار ڈالا۔ چنانچہ اُس نے اپنے خادموں کو عبداللہ بن علی کے اقرباء کے پاس بھیجا کہ عبداللہ کی رہائی کی سفارش کرو۔ لوگوں نے منصور سے آکر سفارش کی۔ منصور نے عیسیٰ کو بلا کر عبداللہ بن علی کو طلب کیا۔ عیسیٰ نے کہا میں نے آپکے حکم کے بموجب اسے قتل کر دیا۔ منصور نے کہا میں نے اُسے قتل کرنیکا حکم نہیں دیا تھا۔ اور لوگوں سے کہا۔ عبداللہ بن علی کے قصاص میں اسے قتل کر ڈالو۔ لوگ عیسیٰ کو اسیر کر کے لیچلے اور قصر شاہی سے نکلکر اسے قتل کرنے پر تیار ہو گئے۔ عیسیٰ نے جب دیکھا کہ جان پر آبنی ہے تو اُس نے کہا کہ عبداللہ بن علی زندہ ہے۔ چنانچہ عیسیٰ نے عبداللہ بن علی کو منصور کے سامنے حاضر کر دیا۔ منصور نے عبداللہ کو ایسے مکان میں قید کر دیا کہ جسکی بنیادوں میں نمک بھرا ہوا تھا۔ اُس کی بنیادوں میں پانی ڈالنے کا حکم دیا۔ پانی پڑتے ہی نمک گھل گیا۔ اور دیواریں گر پڑیں۔ عبداللہ بن علی دبکر مر گیا۔

فرقہ راوندیہ کی جنگ

فرقہ راوندیہ کو فرقہ شیعان میں شمار لیا جاتا ہے مگر حقیقت میں وہ ایران اور خراسان کے جاہل لوگوں کا ایک گروہ تھا۔ انہیں اسلام سے کچھ بھی واسطہ نہ تھا یہ گروہ علاقہ راوند میں رہتا تھا۔ یہ فرقہ ان لوگوں سے نکلا تھا جنہیں ابومسلم خراسانی نے تیار کیا تھا۔ خود ابومسلم

اسلام کا پابند نہ تھا وہ سیاسی اغراض کیلئے کسی جائز و ناجائز کی پرواہ نہ کرتا تھا۔ فرقہ راوندیہ تناسخ اور حلول کا قائل تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ آدم کی روح نے عثمان بن نہیک میں جبرئیل کی روح نے ہیثم بن معاویہ میں اور اللہ جل شانہ نے ابوجعفر منصور میں حلول کیا ہے چنانچہ یہ لوگ خلیفہ منصور کو خدا سمجھکر اسکی زیارت کرتے اور اسکی زیارت کو عین عبادت سمجھتے تھے۔ یہ لوگ دارالخلافہ انبار میں آکر اپنے ناشدنی عقائد کا اعلان کرنے لگے۔ منصور نے ان میں سے دو سو آدمیوں کو پکڑ کر قید کر دیا۔ انبار میں انکی پانچ چھ سو کی تعداد موجود تھی۔ وہ سب اپنے ساتھیوں کی گرفتاری پر مشتعل ہو گئے۔ انہوں نے قید خانہ پر دھاوا کر کے اپنے ساتھیوں کو چھڑا کر منصور کے محل کا محاصرہ کر لیا۔ اتفاق سے اس وقت سرکاری سپاہی موجود نہ تھے صرف قصر کے پہرہ دار تھے۔ انہوں نے مقابلہ کیا۔ منصور بھی پاپیادہ قصر سے نکلکر لڑائی میں مشغول ہو گیا۔ تعجب یہ ہے کہ راوندیہ کا یہ گروہ منصور کو خدا بھی کہتا تھا اور اپنے خدا کے خلاف لڑ بھی رہا تھا۔ فرقہ راوندیہ بالکل ایسا ہی تھا جیسا فرقۂ نصیری۔ نصیری حضرت علی المرتضےٰ کو خدا کہتے تھے اور راوندیہ ابوجعفر منصور کو خدا کہتے تھے۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ یزید بن عمر بن ہبیرہ کے ساتھیوں میں معن بن زائدہ شیبانی ایک نامور شخص تھا۔ چونکہ وہ یزید کے ساتھ ہو کر عباسیوں سے لڑ چکا تھا اسلئے منصور اسکی تلاش میں تھا تاکہ اسے گرفتار کر کے قتل کر ڈالے۔ معن بن زائدہ انبار میں آکر روپوش ہو گیا تھا۔ جب بمذہب راوندیوں نے منصور کے محل کا محاصرہ کر لیا اور منصور محل سے نکلکر ان سے جنگ کرنے لگا تب معن بن زائدہ بھی کمینگاہ سے نکلکر منصور کی حمایت میں بلوائیوں سے جنگ کرنے اور انہیں مار مار کر ہٹانے لگا۔ اور بڑھکر منصور کی حفاظت کرنے اور بڑے جوش و خروش سے جنگ کرنے لگا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر معن بن زائدہ اس وقت سرفروشی نہ کرتا تو بہت ممکن ہے کہ منصور مارا جاتا اور قصر پر بلوائیوں کا قبضہ ہو جاتا۔ منصور اسے اجنبی سمجھکر اسکی بہادری اور کارگذاری کا تاریخ

ہو گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں کچھ مدد آ گئی اور تمام بلوائی قتل کر ڈالے گئے۔ جب یہ ہنگامہ فرو ہوا اب اس نے معن بن زائدہ کو بلا کر پوچھا۔ تم کون ہو؟ معن نے اپنی تلوار سامنے پیش کر کے سر جھکا کر کہا۔ معن بن زائدہ جو کبھی آپ سے باغی ہو گیا تھا حاضر ہے۔ یہ تلوار حاضر ہے آپ اپنے ہاتھ سے میرا سر اڑا دیجئے۔ منصور نے کہا نہیں تم نے میری جان بچائی ہے میں نے تمہیں امان دی۔ چنانچہ منصور نے اسکی بڑی عزت و تکریم کی اور ولایت یمن کی اسے گورنری دیدی۔

اہل خراسان کی بغاوت

خراسان پر ابو داؤد خالد بن ابراہیم ذہلی حاکم تھا۔ ۱۴۰ھ میں اسکے لشکریوں نے جنمیں خراسانی تھے بغاوت کی اور باغیوں نے اسکے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ ابو داؤد خالد رات کے وقت باغیوں کو دیکھنے کیلئے مکان کی چھت پر چڑھا اتفاق سے پاؤں پھسل کر گر پڑا اور مر گیا۔ اس کا پولیس افسر عصام اس کا قائم مقام بنگیا۔ عصام نے منصور کو اطلاع دی۔ منصور نے عبد الجبار بن عبد الرحمٰن کو خراسان کا گورنر بنا کر بھیجا۔ مگر اسکے آنے سے پہلے عصام نے بغاوت فرو کر دی تھی۔

عبد الجبار کی بغاوت اور قتل

عبد الجبار نے زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی ایک آفت برپا کر دی بڑے بڑے معزز اور سپہ سالاروں کو اس جرم میں کہ وہ دولت علویہ کی دعوت دیتے تھے بے عزت کر کے قید کر دیا۔ بعض کو قتل کر ڈالا۔ سارے ملک میں ہلچل مچا دی۔ جب اسکی شکایت منصور تک پہنچی تو منصور نے اپنے وزیر اعظم ابو ایوب سے کہا۔ عبد الجبار تو ہمارے ہوا خواہوں کو فنا کئے دیتا ہے۔ ابو ایوب نے کہا۔ اس کا ارادہ بغاوت کرنے کا معلوم ہوتا ہے آپ اسے لکھیں کہ وہ کچھ لشکر جہاد روم کے لئے روانہ کرے۔ جب وہ لشکر بھیجدے تو پھر کسی کو خراسان بھیجدیجئے۔ وہ اسکے دماغ کی گرمی نکال دے گا۔ چنانچہ منصور نے عبد الجبار کو لکھا کہ کچھ لشکر جہاد روم کے لئے فوراً روانہ کر دو۔ عبد الجبار بڑا چالاک تھا۔ وہ سمجھ گیا اور اس نے

جواب میں لکھا۔ کہ ترک سرکشی پر آمادہ ہیں۔ اگر میں نے خراسان سے کچھ لشکر روم کیطرف بھیجدیا تو خراسان ہاتھ سے نکل جائیگا۔ منصور نے ابو ایوب سے مشورہ کر کے لکھا کہ خراسان مجھے بہت زیادہ عزیز ہے میں ایک عظیم الشان لشکر خراسان کی حفاظت کیلئے بھیجتا ہوں عبدالجبار نے فوراً جواب دیا کہ اس ملک کی آمدنی اتنے بڑے لشکر کے اخراجات کی متحمل نہ ہوسکے گی۔ آپ ہرگز لشکر نہ بھیجیں" منصور نے سمجھ لیا کہ عبدالجبار بغاوت پر آمادہ ہے اس نے فوراً بلاتوقف اپنے بیٹے مہدی کو ایک زبردست فوج دیکر روانہ کیا۔ مہدی رَے میں پہنچکر خیمہ زن ہوگیا۔ اور اس نے وہاں سے خازم بن خزیمہ کو عبدالجبار سے جنگ کرنیکے لئے آگے بھیجا۔ عبدالجبار بھی مقابلہ میں آگیا۔ دونوں لشکروں میں لڑائی چھڑ گئی عبدالجبار شکست کھا کر بھاگا اور مقطنہ میں پہنچکر چھپ رہا۔ مجشر بن مزاحم اہل مرورود کو لیکر مقطنہ میں آیا اور عبدالجبار کو اسیر کر کے خازم بن خزیمہ کے پاس حاضر ہوا۔ خازم نے عبدالجبار کے کپڑے اتروا کر ایک بالوں کا جبہ پہنایا۔ اور اونٹ کے دم کیطرف منہ کر کے سوار کرا کر اُسے تمام شہر میں تشہیر کیا۔ پھر اسے معہ اسکے اہل و عیال اور ہمراہیوں کے منصور کے پاس بھیجدیا۔ منصور نے اُسے قید کر کے اسلئے ایذائیں دیں کہ وہ غبن شدہ مال حوالہ کر دے۔ چنانچہ عبدالجبار نے تمام مال حاضر کر دیا تب ۱۴۲ھ میں منصور نے اسکے ہاتھ پاؤں کٹوا کر قتل کر ڈالا۔ اس مہم کے بعد مہدی نے خراسان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی اور ۱۴۹ھ تک خراسان ہی کی گورنری پر مامور رہا

عینیہ بن موسےٰ کی بغاوت

۱۴۲ھ میں عینیہ بن موسےٰ نے جو سندھ کا گورنر تھا۔ بغاوت کی۔ عینیہ اپنے باپ موسےٰ بن کعب کے بعد سندھ کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ منصور عینیہ کی بغاوت کی خبر سنتے ہی دارالخلافہ انبار سے چلکر بصرہ میں آیا اور عمر بن حفص بن ابی صفوۃ عتکی کو سندھ و ہند کی گورنری عطا کر کے بصرہ سے عینیہ کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا۔

عمر بن حفص نے سندھ پہنچکر عیینیہ سے جنگ شروع کردی عیینیہ بھاگ گیا۔ عمر بن حفص نے سندھ پر قبضہ کر لیا۔

والئی طبرستان کی سرکشی

اسی سال ۱۴۲ھ میں اصبہند والئی طبرستان نے بھی سرکشی کی۔ اس نے ان مسلمانوں کو جو طبرستان میں مقیم تھے بے جرم و خطا قتل کر ڈالا منصور نے اسکی اطلاع پاتے ہی اپنے خادم ابوالخصیب اور خازم بن خزیمہ اور روح بن حاتم کو لشکر دے کر روانہ کیا۔ ان لوگوں نے طبرستان میں پہنچکر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور جوش و خروش سے جنگ کر کے قلعہ میں گھس گئے۔ جو سامنے آیا اُسے قتل کر ڈالا عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا۔ اصبہند نے یہ کیفیت دیکھکر زہر کھا کر خودکشی کر لی۔

بنو عباس اور علوی

یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ مکہ معظمہ میں بنو امیہ کی خلافت کے آخری ایّام میں ایک مجلس منعقد ہوئی تھی۔ اسمیں منصور بھی شریک تھا اور منصور ہی کی تحریک سے محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی کو خلیفہ منتخب کر کے تمام بنو ہاشم نے انکے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ مگر بنو عباس نے خود خلافت حاصل کر لی اور علوی دیکھتے ہی رہ گئے۔ ابوالعباس سفاح نے خلیفہ ہوتے ہی علویوں کو اسقدر انعام و اکرام دیئے کہ وہ اسکی مخالفت نہ کر سکے بلکہ اس سے خوش رہے۔ مگر جب منصور خلیفہ ہوا تو اس نے اس سخاوت و بخشش سے کام نہ لیا جس سے سفاح لیا کرتا تھا۔ اس سے علوی اس سے ناراض ہو گئے۔ اسکے ساتھ ہی منصور نے یہ بھی غلطی کی کہ محمد بن عبداللہ کو اسیر کرنیکی فکر میں لگ گیا۔ علویوں کو اس کا علم ہو گیا۔ انہوں نے محمد بن عبداللہ کو روپوش کر دیا۔ محمد بن عبداللہ کو محمد مہدی کہا جاتا تھا۔ محمد مہدی کے ساتھ ہی ان کے بھائی ابراہیم بھی چھپ گئے۔ منصور نے ان دونوں کی تلاش و جستجو میں بلاد اسلامیہ کا چپہ چپہ ڈھونڈ ڈالا اور ان کے تفحص میں اسقدر مبالغہ کیا کہ ہر شخص کو یہ معلوم ہو گیا کہ منصور انکی فکر میں ہے۔ جب ان دونوں کا پتہ نہ چلا تو منصور نے انکے باپ عبداللہ بن حسن مثنیٰ کو مجبور کیا کہ وہ اپنے بیٹوں کو حاضر کرے

عبداللہ بن حسن مثنیٰ نے منصور کے چچا سلیمان بن علی سے اس باب میں مشورہ کیا۔ سلیمان نے کہا
کہ اگر منصور درگذر کرنیوالا ہوتا تو اپنے چچا عبداللہ بن علی سے درگذر کرتا۔ یہ سنتے ہی عبداللہ بن حسن
مثنیٰ اور بھی محتاط ہوگئے اور انہوں نے منصور سے صاف کہدیا کہ انہیں اپنے بیٹوں کا کچھ بھی حال معلوم
نہیں ہے۔ منصور نے حجاز کے چپہ چپہ میں اپنے جاسوس پھیلا دیئے اور جاسوسوں نے کوئی دقیقہ
تلاش و تجسس کا باقی نہیں رکھا۔ مگر وہ ان دونوں بھائیوں میں سے کسی کا بھی سراغ نہ لگا سکے
جب کسی طرح انکی تلاش میں کامیابی نہ ہوئی تو اب منصور نے اور چال چلی اس نے خود ہی
محمد مہدی کے طرفداروں کی جانب سے ایک خط محمد مہدی کے نام لکھا جسمیں تحریر کیا کہ منصور آپکی
تلاش میں ہے۔ ہم مطیع و فرمانبردار ہیں جسقدر جلد ممکن ہو خروج کیجئے۔ یہ خط اپنے ایک جاسوس
کو دیکر کچھ مال و اسباب اور تحائف بھی دیئے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ سب سامان انکے ہواخواہوں
کے پاس سے آیا ہے لیکن منصور کا ایک کاتب یعنی سکرٹری درپردہ محمد مہدی کا ہواخواہ تھا۔ اس نے
محمد مہدی کے باپ عبداللہ بن حسن مثنیٰ کو خط کے ذریعہ سے منصور کی اس چالاکی کی اطلاع
دیدی۔ جاسوس نے محمد مہدی کو بہت کچھ تلاش کیا۔ لیکن پتہ نہ چلا۔ غرضیکہ اسی طرح منصور نے
کئی خطوط لکھے۔ لیکن ناکامی ہوئی۔ آخر اس نے حج کے بہانے سے مکہ میں پہنچکر ان دونوں کو خود
بھی تلاش کرنا شروع کیا۔ محمد مہدی اس وقت حجاز ہی میں تھے۔ وہ منصور کے آنیکی خبر سنکر
وہاں سے بصرہ میں چلے آئے اور بنو مرہ اور بنو راہب میں مقیم ہوگئے۔ منصور کو پتہ چل گیا۔ وہ فوراً
مکہ سے بصرہ آگیا۔ مگر اسکے آنیسے پہلے ہی محمد مہدی اور ابراہیم دونوں بھائی بصرہ سے عدن
چلے گئے لیکن وہاں بھی خطرہ دیکھکر سندھ پہنچے اور جب سندھ میں بھی عافیت نظر نہ آئی تو کوفہ
میں آکر چھپ گئے اور کوفہ سے پھر مدینہ منورہ چلے آئے سنہ ۱۴۰ھ میں منصور پھر حج کرنے آیا
اس وقت بھی دونوں بھائی مکہ میں موجود تھے۔ ابراہیم نے ارادہ کیا کہ منصور کو قتل کر ڈالیں مگر
محمد مہدی نے روکدیا۔ منصور کو اس مرتبہ بھی ان دونوں کا کچھ سراغ نہ ملا۔ اس نے ان کے باپ
عبداللہ بن حسن مثنیٰ کو مجبور کیا کہ وہ اپنے دونوں بیٹوں کو حاضر کرے۔ اور جب عبداللہ نے ان کے

پتہ سے لاعلمی ظاہر کی تو منصور نے انہیں قید کرنا چاہا۔ مدینے کے گورنر زیاد نے انکی ضمانت کی تب چھوٹے۔ مگر اس ضمانت کرنے سے منصور زیاد سے ناخوش ہو گیا۔ اور دار الخلافہ میں آتے ہی محمد بن خالد بن عبداللہ قسری کو مدینہ کا امیر بنا کر بھیجا اور زیاد کو معہ اسکے دوستوں کے گرفتار کرا کر اپنے پاس بلوا کر قید کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۴۱ھ کا ہے۔ محمد بن خالد قسری نے گورنری کا چارج لیتے ہی محمد مہدی اور ابراہیم دونوں کی تلاش بڑی سرگرمی سے شروع کی۔ زیاد کے زمانہ کا بچا ہوا خزانہ اسی ہزار دینار بیت المال میں موجود تھا۔ محمد قسری نے وہ تمام خزانہ ان دونوں کی تلاش میں صرف کر دیا۔ منصور دولت جمع کیا کرتا تھا۔ خرچ بہت کم کیا کرتا تھا۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ محمد قسری نے بیت المال کا تمام زر نقد خرچ کر ڈالا تو اُسے سخت ناگوار گذرا۔ اُس نے اسے معزول کر کے رباح بن عثمان بن حیان مزنی کو مدینہ کا عامل مقرر کر کے بھیجا۔ رباح نے مدینہ میں پہنچتے ہی ہلچل مچا دی۔ عبداللہ بن حسن مثنٰی کو بہت تنگ کیا اور جب محمد مہدی کا پتہ نہ چلا تو غضبناک ہو کر حسب ذیل علویوں کو گرفتار کر لیا۔ یہ سب محمد مہدی کے قریبی رشتہ دار تھے:۔

۱۔ عبداللہ بن حسن مثنٰی بن حسن بن علی (محمد مہدی کے باپ)
۲۔ ابراہیم بن حسن مثنٰی بن حسن بن علی (محمد مہدی کے چچا)
۳۔ جعفر بن حسن مثنٰی بن حسن بن علی (محمد مہدی کے چچا)
۴۔ عباس بن حسن مثنٰی بن حسن بن علی (محمد مہدی کے چچا)
۵۔ علی بن حسن مثنٰی بن حسن بن علی (محمد مہدی کے چچا)
۶۔ موسیٰ بن عبداللہ بن حسن مثنٰی بن حسن بن علی (محمد مہدی کے حقیقی چچا)
۷۔ سلیمان بن داؤد بن حسن مثنٰی بن حسن بن علی (محمد مہدی کے چچازاد بھائی)
۸۔ محمد بن ابراہیم بن حسن مثنٰی بن حسن بن علی (محمد مہدی کے چچازاد بھائی)
۹۔ عبداللہ بن داؤد بن حسن مثنٰی بن حسن بن علی (محمد مہدی کے چچازاد بھائی)
۱۰۔ اسمٰعیل بن ابراہیم بن حسن مثنٰی بن حسن بن علی (محمد مہدی کے چچازاد بھائی)

اسحٰق بن ابراہیم بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی (محمد مہدی کے چچازاد بھائی)
ان لوگوں کو گرفتار کر کے ریاح نے منصور کو اطلاع دی۔ منصور نے لکھا کہ ان لوگوں کے
ساتھ محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان معروف دیباج کو بھی گرفتار کر لو۔ یہ عبداللہ
بن حسن مثنیٰ بن حسن کے اخیافی بھائی تھے۔ کیونکہ ان دونوں کی ماں فاطمہ بنت حسینؓ ایک تھیں۔ چنانچہ
ریاح نے محمد بن عبداللہ بن عمرو کو بھی قید کر دیا تھا۔ انہی ایام میں گورنر مصر نے محمد مہدی کے
بیٹے علی بن محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی کو گرفتار کر کے منصور کے پاس بھیجا
اور منصور نے انہیں قید کر دیا۔ یہ اپنے باپ محمد مہدی کی طرف سے مصر میں دعوت و تبلیغ کے
لئے بھیجے گئے تھے۔ انہوں نے اپنے باپ محمد مہدی کے ہوا خواہوں میں سے عبدالرحمان بن
ابی الموالی و ابو جبیر کے نام بتا دیئے تھے منصور نے ان دونوں کو گرفتار کر کے پٹوایا اور قید
کر دیا:-

علویوں کا قتل

حضرت حسنؓ کی اولاد میں سے کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا تھا جو یا تو گرفتار ہو گیا ہو یا
جان بچانے کے لئے چھپا نہ پھرتا ہو۔ منصور محمد مہدی اور ابراہیم دونوں کی تلاش سرگرمی سے
کرتا رہا۔ اور دونوں بھائی غیر معروف مقامات میں روپوش رہے اور جلد جلد اپنی جائے قیام
کو بدلتے رہے ۱۴۴ھ میں منصور حج کرنے آیا اور اولاد حسن کے پاس محمد بن عمران بن ابراہیم
بن طلحہ اور مالک بن انس کو عبداللہ بن حسن مثنیٰ کے پاس جیلخانہ میں یہ پیغام دیکر بھیجا کہ اپنے
دونوں بیٹوں ابراہیم اور محمد مہدی کو ہمارے حوالہ کر دو۔ انہوں نے لاعلمی ظاہر کی اور منصور سے ملنے
کی اجازت چاہی۔ منصور نے کہلا دیا کہ جب تک اپنے بیٹوں کو حاضر نہ کرو اس وقت تک میں
تم سے نہیں مل سکتا۔ منصور حج سے فارغ ہو کر عراق کی طرف ربذہ کے قصد سے روانہ
ہوا۔ اور ریاح کو حکم دیا کہ اولاد حسنؓ یعنی علویوں کو عراق بھیجدو۔ ریاح نے قیدیوں کو جیلخانہ
سے نکالا اور ہتھکڑیاں۔ طوق اور بیڑیاں پہنا کر بغیر کجاوہ کے اونٹوں پر سوار کرا کر عراق کی طرف
روانہ کیا۔ جعفر صادق گرفتار نہیں ہوئے تھے۔ اور وہ پردہ کی آڑ سے یہ سب معاملات دیکھتے

جانے اور پڑتے جاتے تھے۔ دوران سفر میں محمد مہدی و ابراہیم بدوؤں کے لباس میں اکثر آتے
اور اپنے باپ عبداللہ سے خروج کی اجازت طلب کرتے۔ عبداللہ کہا ہے کہ میرے نور چشمو عجلت
نہ کرو۔ اگر ابوجعفر منصور تمہاری کریمانہ زندگی کا مخالف ہو تو تم بھی کریمانہ موت مرنا۔ جب
منصور ربذہ میں پہنچا تو محمد بن عبداللہ عثمانی کو اپنے سامنے طلب کرکے انہیں گالیاں
دیں اور ڈیڑھ سو ۱۵۰ درے لگوائے۔ محمد بن عبداللہ عثمانی کا اثر ملک شام میں بہت زیادہ تھا
منصور اسی لیئے ان کا دشمن تھا۔ محمد مہدی نے اپنے بھائی ابراہیم کو عراق و خراسان
کیطرف تبلیغ کیلیئے روانہ کیا۔ اور خود حجاز میں چلے گئے۔ ابراہیم نے خراسان میں پہنچکر
لوگوں کو دعوت دینی شروع کی۔ خراسان میں ابوعون عامل تھا۔ اُس نے منصور کو اطلاع
دی کہ خراسان میں عظیم پیمانہ پر سازش ہو رہی ہے اور یہ لوگ محمد مہدی کے ظہور کا انتظار
کر رہے ہیں۔ منصور نے محمد بن عبداللہ عثمانی کا سر اتروا کر خراسان میں چند لوگوں
کو دیکر بھیجا۔ ان لوگوں نے قسم کھا کر اہل خراسان کو یقین دلایا کہ یہ سر محمد مہدی کا ہے اور
ان کی دادی حضرت فاطمہؓ بنت آنحضور صلعم تھیں۔ منصور معہ قیدیوں کے ربذہ سے کوفہ
میں آیا اور قیدیوں کو قصر ابن ہبیرہ میں قید کر دیا اور ان قیدیوں میں سے محمد بن ابراہیم بن
حسن کو زندہ ایک ستون میں چنوا دیا۔ اور ان کے بعد عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی
اور علی بن حسن بن حسن کو بڑی بے دردی سے قتل کیا۔ پھر ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی
اور عباس بن حسن بن حسن بن علی سخت اذیتیں دینے کے بعد قتل کیئے گئے۔ غرضیکہ
منصور نے علویوں کو بڑی قساوت قلبی اور بے رحمی سے مروا ڈالا۔ سادات کا قتل ۱۴۵ھ
میں ہوا۔ تعجب انگیز یہ امر ہے کہ بنو عباس اور علوی دونوں بنو ہاشم سے تھے۔ دونوں
میں قریبی رشتہ تھا اور ان دونوں خاندانوں میں کبھی مخالفت نہیں ہوئی تھی بلکہ دونو
مل کر بنوامیہ کے خلاف کوششیں کرتے رہے تھے۔ اور دونوں نے بنوامیہ کی سلطنت
اُلٹ کر امویوں کا قتل عام کیا تھا۔ دو تو ایک دوسرے کے قوت بازو تھے مگر بنو عباس نے

علویوں کو مٹانے کی مہم شروع کردی تھی۔ پھر ایسی حالت میں جبکہ علویوں نے بنو عباس کی مخالفت میں خروج بھی نہ کیا تھا۔ یہاں یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہیئے کہ بنو امیہ نے انہیں علویوں کو قتل کیا جنھوں نے ان کے خلاف خروج کیا۔ ساری تاریخ پڑھ جایئے لیکن کوئی ایسا واقعہ نہ ملیگا جسمیں بنو امیہ نے کسی ایک بھی علوی کو بغیر اسکے خروج کے قتل کیا ہو یا قید کیا ہو سب سے زیادہ مجرم یزید کو بتایا جاتا ہے کیونکہ اسکے عہد میں حضرت امام حسینؓ شہید کئے گئے لیکن حضرت امام حسینؓ نے اسکی سلطنت چھیننے کیلئے خروج کیا اور وہ معہ اپنے عزیزوں کے عین میدان کارزار میں شہید ہوئے۔ قید کرکے نہیں مارا گیا اور یزید نے جسے مردود خلائق بنایا جاتا ہے۔ حضرت زین العابدینؒ کو اسقدر دولت دی اور اتنا ممنون احسان بنایا کہ وہ زندگی بھر یزید کے ہوا خواہ رہے۔ یزید کے عہد میں حضرت امام حسینؓ اور ان کے بہتر ساتھی قتل ہوئے مگر عباسیوں نے اولاد حسنؓ کے نامور لوگوں کو بڑی بے دردی۔ بے رحمی اور قساوت قلبی سے بلاوجہ قتل کیا۔ اور علویوں کا نام و نشان مٹانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ مگر اس پر بھی بنو عباس کو بنو امیہ کی طرح برا اور قابل لعنت نہیں بتایا جاتا حالانکہ ایک انصاف بین شخص کی نظر میں بنو امیہ سے زیادہ بنو عباس برے ہونے چاہئیں کیونکہ بنو امیہ نے بلاوجہ اور بغیر خروج کئے کسی علوی کو قتل نہیں کیا اور بنو عباس نے بغیر خروج کے علویوں کی نامور ہستیوں کو سخت اذیتیں دے دیکر مروا ڈالا :-

حقیقت یہ ہے کہ یزید اتنا قصوروار نہیں ہے جتنا منصور مگر منصور عباسیہ کے قابل ملامت فعل پر کوئی بھی اس پر لعنت نہیں بھیجتا۔ لیکن یزید کو ضرور قابل ملامت سمجھا جاتا ہے کیا یہ بیجا تعصب اور اندھی تقلید نہیں ہے۔ یا اولاد حسنؓ کے خون کی کوئی قیمت و وقعت نہیں تھی اور صرف اولاد حسینؓ ہی معزز و متفخر تھی۔ یا بنو عباس کو اسلئے برا کہنا جائز نہیں سمجھا جاتا کہ وہ بنو ہاشم تھے۔ اور بنو امیہ کو اسلئے سزاوار لعنت سمجھا جاتا ہے کہ وہ بنو ہاشم نہ تھے ایک ظالم خواہ وہ کسی طبقہ سے تعلق رکھتا ہو ضرور ظالم ہے اور حقیقت یہ ہے کہ منصور کا قتل سادات کا گناہ یزید بن معاویہ کے

قتل حسینؓ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے اگر کوئی لعنت کا مستحق ہو سکتا ہے تو منصور تھا۔ جس نے سادات کا نام مٹانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور وہ بنو عباس سے تھا مگر واقعات بتلاتے ہیں کہ حصول سلطنت و دولت ہی دنیا طلبی ہے اور دنیا کو طلب کرنے میں انسان اندھا ہو جاتا ہے وہ نہ باپ کو سمجھتا ہے نہ بھائی کو نہ بیٹے کو ہر اس کانٹے کو دور کرنے کی فکر میں رہتا ہے جو اس کی راہ میں حائل ہو۔

محمد مہدی نفس ذکیہ کا خروج

محمد مہدی مدینہ منورہ میں چھپے ہوئے تھے۔ وہ رباح سے جو مدینہ کا عامل تھا بچنے کی انتہائی کوشش کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رباح کے آدمیوں نے انہیں گھیر لیا اور وہ جلدی سے کنوئیں کے اندر ڈول کیطرح لٹک گئے اس طرح گرفتاری سے بال بال بچے ایک مرتبہ انکی بیوی بھی ان کے ساتھ تھی دونوں پہاڑ پر سے رات کے وقت اتر رہے ان کی بیوی گر پڑیں جسکے صدمے سے حمل ساقط ہو گیا۔ اسی دوران میں محمد مہدی کو اپنے باپ چچاؤں اور چچازاد بھائیوں کے قتل کئے جانے کی اطلاع ہوئی۔ انہوں نے یہ سمجھ کر لوگ ان بیگناہوں کے قتل سے متاثر ہو کر ان کا ساتھ دینگے۔ مدینہ منورہ میں خروج کیا۔ رباح کو کسی ذریعہ سے یہ اطلاع ہو گئی۔ کہ آج محمد مہدی نفس زکیہ خروج کرنے والے ہیں۔ اس نے جعفر بن محمد بن حسین اور حسین بن علی اور چند دیگر قریشیوں کو جنمیں اسمٰعیل بن ایوب بن سلمہ بن عبد اللہ بن ولید بن مغیرہ اور اس کا لڑکا خالد تھے بلا کر کہا کہ واللہ اگر محمد مہدی نے خروج کیا تو میں تمہیں قتل کر ڈالوں گا ابھی یہ لوگ جواب بھی نہ دینے پائے تھے کہ تکبیر کی آواز آئی اور معلوم ہوا کہ محمد مہدی نے خروج کر دیا۔ رباح گھبرا گیا۔ محمد مہدی نے صرف ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ خروج کیا اور سیدھے قید خانہ پہنچے۔ وہاں سے محمد بن خالد بن عبد اللہ قسری اور اسکے بھتیجے نذیر بن یزید بن خالد اور ان لوگوں کو جو اسکے ساتھ قید تھے رہا کیا اور دار الامارہ پر آکر رباح اور اسکے بھائی عباس اور مسلم کو گرفتار کر کے قید کر دیا اسکے بعد مسجد میں آئے

اور خطبہ دیا جس میں منصور کی سفاکی، بُری عادات اور مجرمانہ افعال کا ذکر کرکے لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف کا وعدہ کیا۔ لوگوں سے امداد کی اپیل کی۔ اسی وقت مدینہ کے عہدۂ قضا پر عثمان بن محمد بن خالد بن زبیر کو، الحصہ خزانہ پر عبدالعزیز بن مطلب بن عبداللہ مخزومی کو محکمۂ پولیس پر عثمان بن عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر بن خطاب کو مقرر کیا۔ یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ علویوں کے ساتھ شیخین یا یعنی خلفائے راشدین کی اولاد بھی تھی

چنانچہ محمد بن عبداللہ عثمانی محمد مہدی کے باپ عبداللہ کے ساتھ قید کئے گئے اور منصور نے سب سے پہلے انہیں کا سر اتروایا۔ اب محمد مہدی نے حضرت عمر فاروق کی اولاد میں سے عثمان کو محکمۂ پولیس کا جو سب سے زیادہ ذمہ داری کا محکمہ ہے سپرد کیا۔ اس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ خلفائے ثلاثہ یا انکی اولاد سے علویوں کو کوئی شکایت نہ تھی آج ہم سنی اور شیعہ جن باتوں پر لڑتے ہیں۔ وہ محض حماقت و جہالت اور بے جا تعصب پر مبنی ہیں محمد مہدی کے خروج کے وقت لوگوں نے امام مالک سے محمد مہدی کا ساتھ دینے کے متعلق استفتا طلب کیا۔ انہوں نے فتوے دیدیا کہ منصور کی بیعت پر جبر واکراہ کیگئی تھی اسے فسخ کرکے محمد مہدی کی بیعت کرو۔ چنانچہ عام طور پر لوگوں نے بیعت کرلی۔ مگر جب اسمٰعیل بن عبداللہ سے جو ایک معمر آدمی تھے بیعت کیلئے کہا گیا تو انہوں نے یہ کہکر انکار کردیا کہ پیارے بھتیجے تم ضرور مارے جاؤگے۔ میں تمہاری بیعت کیسے کروں

محمد مہدی کے ظہور کے نویں دن منصور کو ان کے خروج کی اطلاع ہوئی۔ وہ یہ سنکر سخت پریشان ہوا۔ اسے خوف ہوا کہ کہیں اہل کوفہ بھی باغی نہ ہو جائیں چنانچہ فوراً کوفہ میں آیا اور کوفہ سے ایک خط بطور امان نامہ کے محمد مہدی کے نام لکھکر روانہ کیا اس خط کا مضمون یہ تھا:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بے شک وہ لوگ سزا کے مستحق ہیں جو اللہ اور اسکے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے

؎ ابن خلدون نے اس خط کو نظر انداز کردیا۔ مگر ابن اثیر کامل میں یہ خط موجود ہے۔ صادق صدیقی

دنیا اور آخرت کا عذاب ہے۔ میرے اور تمہارے درمیان اللہ اور اسکے رسول کا عہد و میثاق ہے اور ذمہ ہے کہ میں تمہارے خاندان والوں کو اور ان لوگوں کو جنھوں نے تمہاری پیروی کی ہے ان کی جان ان کے مال اور ان کے اسباب کو امان دیتا ہوں اور یہ وعدہ کرتا ہوں کہ تم یا تمہارے متبعین نے اسوقت تک جو خونریزی کی ہو یا کسی کا مال لیا ہو۔ اسکے متعلق تم سے یا کسی سے کوئی بازپرس نہ کروں گا۔ میں تمہیں ایک لاکھ درہم دیتا ہوں اسکے علاوہ تمہاری جو حاجت ہو گی وہ پوری کر دیجائیگی۔ تم جس شہر میں رہنا پسند کرو گے وہیں مقیم کئے جاؤ گے۔ تمہارے اہل خاندان جو ابھی تک میرے پاس قید میں رہا کر دیئے جائینگے۔ میں اسے بھی امان دیتا ہوں جس نے تمہاری بیعت کی ہو یا تمہارے کسی کام میں شرکت کی ہو۔ اسے کبھی کوئی مواخذہ نہ کروں گا۔ اگر تم ان امور میں اطمینان کرنا چاہتے ہو تو اپنے کسی معتمد کو میرے پاس بھیجکر مجھ سے امان عہد اور اقرار جس پر تمہیں وثوق ہو لے لو۔ اور ہر طرح مطمئن ہو جاؤ:۔

محمد بن عبداللہ نے اس خط کے جواب میں لکھا کہ:۔

طسم۔ یہ آیتیں کھلی ہوئی کتاب کی ہیں فرعون بڑا ظالم اور مغرور تھا۔ کمزوروں کو ستاتا تھا۔ لیکن خدا نے اسے انہیں کمزور لوگوں سے جنہیں وہ مٹانے کا تہیہ کر چکا تھا۔ پچھڑوا دیا۔ ہم تمہارے لئے بھی ویسا ہی امان نامہ پیش کرتے ہیں۔ جیسا تم نے ہمارے لئے پیش کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت ہمارا حق ہے۔ تم ہماری ہی وجہ سے اسکے مدعی ہوئے اور ہمارے ہی گروہ والے بنکے تم حکومت حاصل کرنیکے لئے نکلے۔ ہماری ہی بدولت تم کامیاب ہوئے۔ ہمارا باپ علی وصی اور امام تھا تم اسکی ولایت کے کیسے وارث ہو گئے۔ حالانکہ اسکی اولاد موجود ہے۔ تم یہ بات بھی بخوبی جانتے ہو کہ ہم

جیسے شریف و نجیب لوگوں نے حکومت کی خواہش نہیں کی ہم مردودوں اور ملعونوں کی اولاد نہیں ہیں بنو ہاشم میں افضل ترین قرابت ہماری ہے۔ ایام جاہلیت میں ہم فاطمہ بنت عمرو کی اولاد سے ہیں یہ فاطمہ آنحضور صلعم کی دادی تھیں اور اسلام آنحضور صلعم کی بیٹی کی نسل سے ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں تم سے برگزیدہ اور برتر بنایا ہے۔ ہمارے نانا آنحضور صلعم ہیں جو نبیوں میں سب سے افضل ہیں ہمارے باپ علی ہیں جو سب سے پہلے اسلام لائے ہیں (یہ استبا پر طنز ہے کہ حضرت عباس نے ایک عرصے کے بعد اسلام قبول کیا تھا) بیبیوں میں (ازواج مطہرات میں) سب سے پہلے خدیجہ طاہرہ نے پہلے قبلہ کی طرف نماز پڑھی۔ بیٹیوں میں سب سے بہترین بیٹی سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا ہیں مولودین اسلام میں حسن اور حسین جوانان جنت کے سردار ہیں ہاشم سے علی کا عبدالمطلب سے حسن کا اور آنحضور صلعم سے میرا دوہرا رشتۂ قرابت ہے میں باعتبار نسب کے بہترین بنی ہاشم ہوں میرا باپ بنی ہاشم کے مشاہیر میں سے ہے نہ مجھ میں کسی عجمی کا خون شامل ہے نہ کسی لونڈی باندی کا اثر ہے۔ (یہ استبا پر طعنہ دیا ہے کہ ابو جعفر منصور کی ماں بربریہ لونڈی تھی) میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اگر تم میری اطاعت قبول کر لو تو میں تمہاری جان اور تمہارے مال کی امان دیتا ہوں اور ہر ایک بات جو تم سے سرزد ہو گئی ہو اس سے درگذر کرنے کا وعدہ کرتا ہوں مگر حدود اللہ اور حقوق العباد کا میں ذمہ دار نہ ہوں گا کیونکہ تم سمجھ سکتے ہو کہ میں اس معاملہ میں مجبور ہوں۔ پھر میں کہوں گا کہ میں تم سے زیادہ حقدار خلافت ہوں اور اپنے عہد و اقرار کا پورا کرنے والا ہوں یاد کرو۔ تم نے مجھ سے پہلے بھی چند لوگوں کو قول و امان دیا تھا تم مجھے کونسی امان دیتے ہو۔ آیا امان ابن ہبیرہ

کی یا امان ابومسلم کی یا امان اپنے چچا عبداللہ بن علی کی۔ اپنے اشتہار پڑھنے کی تھی کہ منصور نے ابن ہبیرہ۔ ابومسلم اور اپنے چچا عبداللہ بن علی کو امان دیکر نیتوں کو دھوکے سے قتل کرا دیا تھا)۔

جب ابوجعفر منصور کے پاس یہ نوک جھونک کا خط پہنچا تو اسے پڑھتے ہی اس کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ اس نے اسی وقت حالت تیج وتاب میں اس خط کا جواب لکھکر محمد مہدی کے پاس روانہ کیا:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد میں نے تمہارا خط پڑھا۔ تمہارے تفخر کا دارومدار عورتوں کی قرابت پر ہے اس سے جاہل اور بازاری لوگ دھوکہ کھا سکتے ہیں اللہ تعالے نے عورتوں کو باپوں، چچاؤں اور ولیوں کی طرح نہیں بنایا ہے۔ باپ کی عدم موجودگی میں چچا کو قائم مقام بنایا ہے ماں کو نہیں اگر اللہ تعالے عورتوں کی قرابت کا لحاظ کرتا۔ تو آمنہ آنحضور صلعم کی والدہ جنت میں عورتوں کی سردار ہوتیں خدا نے جسے چاہا برگزیدہ کیا۔ تم نے فاطمہ ام ابی طالب کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالے نے اسکے کسی لڑکے اور کسی لڑکی کو اسلام نصیب نہیں کیا ہے اور اگر اللہ تعالے فردوس میں سے کسی کو بوجہ قرابت کے برگزیدہ کرتا تو آنحضور صلعم کے باپ ابو طالب کو کیونکہ وہ بہترین انسان تھے۔ لیکن خدا نے جسے اپنے دین کیلئے پسند کیا منتخب کر لیا۔ پروردگار نے آنحضور صلعم سے فرمایا تھا بے شک تو جسکو چاہے ہدایت نہیں کر سکتا مگر اللہ جسکو چاہے ہدایت کر سکتا ہے۔ اللہ تعالے نے آنحضور صلعم کو نبی مبعوث فرمایا۔ اس وقت آپکے چار چچا تھے۔ جب خدائے تعالیٰ نے آیۂ کریمہ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ یعنی تم اپنے قریب ترین عزیزوں کو ڈراؤ۔ نازل فرمائی۔ تو

آنحضور صلعم نے اپنے چچاؤں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا۔ ان میں سے ۲ دو نے اسلام قبول کر لیا۔ ان میں سے ایک میرا باپ تھا یعنی عباس بن عبد المطلب اور دوسرے حمزہ تھے اور دو نے دین حق قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ان میں سے ایک تمہارا باپ تھا یعنی ابو طالب اور دوسرا ابو لہب تھا۔ لہذا اللہ تعالے نے آنحضور صلعم سے ان [illegible] سلسلہ ولایت منقطع کر دیا۔ آپ میں اور ان دونوں میں کوئی عزیزداری اور میراث قائم نہ رہی۔ پھر تمہارا دوہرا رشتۂ قرابت کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ تم نے فخر کیا ہے کہ تم بہترین بنی ہاشم ہو۔ تمہارے ماں باپ مشاہیر میں سے ہیں تم میں عجمیوں کا میل نہیں ہے نہ کسی کنیزک کا لگاؤ ہے۔ تم پر تف ہے کل تم خدا کو کیا جواب دوگے تم نے حد سے زیادہ اپنی تعریف کی تم نے اپنے آپکو اس سے بڑھا دیا۔ جو تم سے ذات و صفات میں کہیں بہتر ہے یعنی ابراہیم ؓ آنحضور صلعم کے صاحبزادے۔ خود تمہارے باپ کی اولاد میں کنیزک زادوں سے کوئی بہتر و افضل نہیں ہوا۔ آنحضور صلعم کی وفات کے بعد تم میں کوئی زین العابدین سے بہتر و افضل شخص پیدا نہیں ہوا اور وہ ایک کنیز کے لڑکے تھے اور تمہارے دادا حسن بن حسن سے بہتر ہیں ان کے بعد محمد بن علی سے بہتر تم میں کوئی شخص پیدا نہیں ہوا۔ انکی دادی لونڈی تھی اور وہ تمہارے باپ سے بہتر ہیں ان کے لڑکے جعفر تم سے کہیں افضل ہیں اور ان کی دادی بھی کنیز تھی۔ تمہارا یہ خط قطعی غلط ہے کہ تم آنحضور صلعم کے بیٹے ہو کیونکہ اللہ تعالے نے اپنی کتاب میں فرمایا۔

لہ حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے حضرت ماریہ کو نجاشی نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں تحفتہً بھیجا تھا اور آپنے ان سے نکاح کر لیا تھا۔ (صادق صدیقی)

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ ۔ یعنی محمد تم لوگوں میں سے کسی کے باپ نہ تھے
ہاں تم انکی لڑکی کے لڑکے ہو اور بیشک قرابت قریب ہے لیکن اسکو میراث نہیں
پہنچ سکتی نہ ولایت کی وارث ہوسکتی ہے نہ اسکو امامت جائز ہے پھر اس قرابت
کے ذریعہ سے تم کیسے وارث ہوسکتے ہو۔ تمہارے باپ نے خلافت وحکومت کی آرزو
کی تھی۔ فاطمہ کو بیماری کی حالت میں دن میں نکالا اور اسکو دفن کیا۔ مگر لوگوں نے سوائے
شیخین (حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ) کے کسی کو خلیفہ منظور نہ کیا۔ اس مسئلہ میں کسی
مسلمان کو بھی اختلاف نہیں ہے کہ نانا۔ ماموں اور خالہ مورث نہیں ہوتے۔ تم نے
علی کرم کے سابق الاسلام ہونے کا فخر کیا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے
وفات کے وقت دوسرے کو (حضرت ابوبکرؓ) کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا علی کرم
کو نہیں بعد ازاں لوگ ایک کے بعد دوسرے کو امام بناتے گئے اور انہیں منتخب
نہ کیا۔ حالانکہ وہ ان چھ شخصوں میں سے تھے جنمیں سے امام منتخب ہوا لیکن سبھوں
نے انہیں اس امر کے قابل نہ سمجھکر چھوڑ دیا۔ اور انہیں اس کا اہل اور حقدار
نہ سمجھا۔ عبدالرحمنؓ نے ان پر عثمان کو ترجیح دی اور وہ اس معاملہ میں متہم بھی
ہیں۔ طلحہؓ اور زبیرؓ ان سے لڑے سعد نے انکی بیعت نہ کی۔ بعد میں انہوں نے معاویہ
کی بیعت کرلی۔ (حضرت علی کرم نے معاویہ سے مصالحت کی تھی بیعت نہیں)
اسکے بعد تمہارے باپ نے پھر خلافت کی تمنا کی اور لڑے انکے مصاحبین ان سے
الگ ہوگئے۔ اور حکم مقرر کرنے سے پہلے ہی انکے ہوا خواہ ان کے مستحق خلافت
ہونیکے شبہ میں پڑگئے پھر انہوں نے اپنی رضامندی سے حکم مقرر کیئے۔ انکو اللہ کا
عہد و میثاق دیا۔ دونوں حکمین نے انہیں معزول کردیا۔ لیکن انہوں نے اس فیصلہ کو
نہ مانا۔ پھر حسنؓ خلیفہ ہوئے انہوں نے خلافت کو کپڑوں درہم کے عوض فروخت کرڈالا
اور حکومت نااہل کو سونپ دی اور بلا کسی استحقاق کے اس سے مال لے لیا لہذا اگر تمہارا

خلافت میں کوئی حق بھی تھا تو تم اسے فروخت کر چکے اور قیمت وصول کر لی اس کے بعد تمہارے چچا حسینؓ نے ابن مرجانہ (ابن زیاد) پر خروج کیا۔ لوگوں نے تمہارے چچا کے خلاف ابن مرجانہ کا ساتھ دیا۔ یہاں تک کہ تمہارے چچا کو قتل کر ڈالا اور ان کا سر کاٹ کر اسکے سامنے پیش کر دیا۔ پھر تم لوگوں نے بنو امیہ پر خروج کیا انہوں نے تمہیں قتل کیا۔ کھجوروں کی ڈالیوں پر سولی دی۔ آگ میں جلایا۔ اور شہر بدر کر دیا۔ یحییٰ بن زید کو خراسان میں قتل کیا۔ تمہارے مردوں کو قتل کیا اور عورتوں اور بچوں کو قید کر کے بغیر فرش اور پردہ کے اونٹوں پر سوار کر کے تجارتی لونڈیوں کی طرح ملک شام میں بھیجدیا۔ یہاں تک کہ ہم نے ان پر خروج کیا۔ ہم نے تمہارا معاوضہ طلب کیا۔ چنانچہ ہم نے ان سے تمہارے خونوں کا بدلہ لے لیا۔ اور ہم نے تمہیں ان کی املاک و جائیداد کا مالک بنا دیا۔ ہم نے تمہارے بزرگوں کو فضیلت دی اور معزز بنایا۔ اب تم ہمیں ملزم بنانا چاہتے ہو۔ شاید تمہیں یہ دھوکا ہوا ہے کہ ہم تمہارے باپ کا ذکر حمزہ۔ عباس اور جعفر پر مقدم ہونیکی وجہ سے کیا کرتے تھے تم مغالطہ میں پڑ گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ دنیا سے ایسے صاف ہو گئے کہ سب لوگ ان کے فرمانبردار تھے۔ مگر تمہارے باپ نے خونریزی کی۔ بنو امیہ ان پر اسی طرح لعنت بھیجتے تھے۔ جیسے کفار پر نماز فرائض میں کیجاتی ہے لیکن ہم نے بنو امیہ پر سختی کی اور انہیں سزا دی تم اچھی طرح جانتے ہو کہ زمانہ جاہلیت میں ہم لوگوں کی بزرگی حجاج کو پانی پلانیکی وجہ سے تھی اور یہ منصب عباس کے بھائیوں میں سے صرف عباس ہی کو حاصل تھا۔ تمہارے باپ نے اسکے متعلق بھی جھگڑا کیا لیکن عمر فاروق نے ہمارے حق میں فیصلہ دیا۔ اسلئے اسکے مالک جاہلیت اور اسلام میں ہم ہی رہے ہے۔ جن ایام میں مدینہ منورہ میں قحط پڑا تھا تو عمر فاروق نے اللہ تعالےٰ سے عباس ہی کے توسل سے پانی مانگا تھا اللہ تعالےٰ نے خوب پانی برسایا

تھا۔ حالانکہ تمہارے باپ اسوقت موجود تھے مگر ان کا توسل حاصل نہیں کیا۔ تم اس
بات سے بھی واقف ہو کہ جب آنحضور صلعم نے وفات پائی تو اسوقت بنی عبدالمطلب
میں سے سوائے عباس کے کوئی اور شخص باقی نہ تھا۔ اسلئے بھی وراثت چچا کی
طرف منتقل ہو گئی۔ اگرچہ بعد میں کئی شخصوں نے خلافت کی خواہش کی مگر سوائے
عباس کی اولاد کے کوئی کامیاب نہ ہوا سقایت تو انکی تھی ہی نبی کی میراث بھی
انہی کی طرف ہی منتقل ہو گئی اور خلافت مستحقین میں آ گئی۔ غرضیکہ دنیا، آخرت اور
جاہلیت و اسلام کا کوئی شرف ایسا باقی نہ رہا جسکے وارث و مورث عباس
نہ ہوئے ہوں۔ جب اسلام کی اشاعت ہوئی تو عباس ابو طالب اور انکی اولاد کے
کفیل بنے ہوئے تھے قحط کے ایام میں انکی دستگیری کر رہے تھے اگر معرکۂ بدر
میں عباس نہ جاتے تو ابیطالب اور عقیل بھوکے مر جاتے اور عتبہ و شیبہ کے جھوٹے
برتن چاٹتے رہتے۔ لیکن عباس انہیں کھانا کھلا رہے تھے۔ انہوں نے تمہاری
آبرو رکھی تم کو غلامی سے بچایا جب بدر میں عقیل قید کر لئے گئے تو انہیں فدیہ
دیکر چھڑایا۔ تم ہم سے کیا دن کی لیتے ہو ہم نے تمہارے بزرگوں کی ایام جاہلیت
میں بھی خبر گیری کی۔ تمہارا فدیہ دیا۔ تمہارے بزرگوں کے ناموس کو بچایا خاتم الانبیا
کے ہم ہی وارث ہوئے اور ہم نے ہی تمہارا بدلہ بھی لیا اور جس چیز سے تم عاجز ہو
گئے تھے ہم نے اسے حاصل کیا۔ والسلام و رحمۃ اللہ:۔

ہم نے خطوط کو بجنسہ اپنی زبان میں لکھ دیا ہے بعض مؤرخوں کا خیال ہے کہ منصور جواب
لکھنے میں اعتدال سے گذر گیا۔ لیکن اسکے پاس جس قسم کا طعنہ آمیز خط بھیجا گیا تھا اس کا
جواب مفصل اور مدلل لکھنے کیلئے وہ مجبور تھا منصور کو کنیزک زادہ بتا کر اسکی توہین کی گئی تھی
اس نے واقعات کی روشنی میں معقول جواب دیا ہے بعض مؤرخ کہتے ہیں کہ اس نے حضرت علی کرم
پر یہ اتہام لگایا کہ انہوں نے خلافت کی خواہش کی افسوس ہے کہ انہوں نے تاریخ کا بغور مطالعہ نہیں کیا

ورنہ انہیں صاف معلوم ہو جاتا کہ شروع ہی سے انہیں خلافت کی خواہش تھی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضرت ابوبکرؓ صدیق کے خلیفہ ہونے سے ناخوش ہو کر کچھ عرصہ کے بعد بیعت نہ کرتے جنگ جمل اور جنگ صفین کی نوبت نہ آنے دیتے۔ وہی کرتے جو انکے بیٹے حسنؓ نے کیا عظیم خونریزی کے بعد بھی وہ تمام عالم اسلام کے خلیفہ نہ ہو سکے۔ ان واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ انہیں خلافت کی خواہش تھی۔ مگر پوری نہ ہوئی۔ یہ اور بات ہے کہ وہ نہایت صاف باطن سادہ لوح۔ پرہیزگار اور بزرگ و قابل احترام تھے۔ مگر کچھ باتیں منصور نے اپنے خط میں ضرور غلط لکھیں اور اسلئے وہ دروغگوئی کے الزام سے نہ بچ سکا۔ اُس نے یہ غلط لکھا کہ حضرت علی المرتضےٰ نے حضرت فاطمہؓ کو خلافت حاصل کرنیکی خواہش میں گھر سے نکالا یہ اسکا افترا ہے۔ اس نے یہ بھی جھوٹ بولا کہ حضرت حسنؓ نے خلافت کو فروخت کر دیا تھا۔ انہوں نے فروخت نہیں کیا۔ بلکہ آنحضور صلعم کی اس پیشگوئی کو پورا کیا۔ جو آپ نے فرمائی تھی کہ میرا بیٹا دو گروہوں میں اتفاق کرائیگا۔ امیر معاویہؓ اپنے بعد انہیں خلیفہ بنانے پر آمادہ تھے۔ مگر انہوں نے اسکو پسند نہ کیا اور صاف کہدیا تھا کہ خلافت اور نبوت ہمارے گھر میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ یہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ محمد مہدی نے اپنے خط میں طعنہ آمیزی کی ابتداء کی اور منصور نے اس کا جواب سخت لہجہ میں دیا۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ایک علوی کو ایک عباسی نے جواب دیا۔ اور یہ دونوں بنو ہاشم سے تھے۔ کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ جھگڑے امامت و حکومت کے نہیں تھے اور ان جھگڑوں کی ابتداء حضرت علی المرتضےٰ کے زمانہ سے نہیں ہو گئی تھی۔ اگرچہ حضرت علی المرتضیٰ بنو ہاشم تھے اور حضرت امیر معاویہؓ بنو امیہ تھے۔ مگر ان لڑائیوں میں بنو امیہ اور بنو ہاشم کی رقابت کا کچھ واسطہ نہ تھا۔ بلکہ سلطنت و حکومت حاصل کرنے پر جھگڑا تھا۔ چنانچہ جبتک بنو امیہ میں زور رہا وہ اپنے ہر ایک مد مقابل کو دباتے رہے۔ جب بنو عباس خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بنو امیہ کو کچل کر علویوں کو پیس دیا۔ یہ سب کچھ محض اسلئے ہوا کہ سلطنت و حکومت اور تخت خلافت

کو میراث بنا دیا گیا۔ اگر خلفائے راشدین کی تقلید کی جاتی تو اسقدر خونریزی نہ ہوتی جسقدر ہوئی اور اسلامی فتوحات کا سیلاب ایکدم نہ رُک جاتا۔ یہ بدعت امیر معاویہ نے شروع کی اور اس کا الزام انہیں کے سر ہے۔

محمدؒ مہدی کی جنگ

محمد مہدی نے مدینہ پر تسلط کرنے کے بعد مکہ معظمہ پر محمد بن حسن بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کو یمن پر قاسم بن اسحٰق کو اور شام پر موسےٰ بن عبداللہ کو اپنی طرف سے عامل مقرر کر کے بھیجا۔ محمد بن حسن جب مکہ کیطرف روانہ ہوئے تو انکے ہمراہ قاسم بن اسحاق جو یمن پر مامور کئے گئے تھے وہ بھی روانہ ہوئے۔ اس وقت منصور کیطرف سے مکہ کا عامل سری بن عبداللہ تھا۔ اس نے مقام بطن اذاخر میں محمد بن حسن کا مقابلہ کیا اور خفیف سی ہی جھڑپ کے بعد بھاگ کھڑا ہوا۔ محمد بن حسن نے مکہ پر قبضہ کر لیا۔ ادھر منصور نے عیسےٰ بن موسےٰ کو محمد مہدی سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اور اسکے ساتھ محمد بن سفاح۔ کثیر بن حصین عبدی اور حمید بن قحطبہ کو بھی روانہ کیا۔ روانگی کے وقت منصور نے عیسےٰ کو ہدایت کی کہ اگر تمہیں محمد مہدی پر کامیابی حاصل ہو جائے تو انہیں قتل نہ کرنا۔ امان دے دینا۔ اور اگر وہ روپوش ہو جائیں تو اہل مدینہ ان کے جائے قیام سے واقف ہونگے انہیں گرفتار کر لینا آل ابیطالب میں سے جو لوگ تم سے ملنے کیلئے آئیں ان کے نام مجھے لکھ بھیجنا۔ اور جو ملنے نہ آئیں ان کا مال و اسباب ضبط کر لینا۔ عیسےٰ بن موسےٰ روانہ ہوکر مقام فید میں قیام پذیر ہوا۔ اس نے مدینہ کے سربرآوردہ لوگوں کو خطوط لکھکر اپنے پاس طلب کیا۔ چنانچہ عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابیطالب اور انکے بھائی عمر بن محمد بن عمر بن علی بن ابیطالب اور ابو عقیل محمد بن عبداللہ بن محمد بن عقیل مدینہ سے نکلکر عیسےٰ سے ملنے کیلئے چلے آئے۔ محمد مہدی نے عیسےٰ بن موسےٰ کے آنیکی خبر سنکر اپنے مصاحبوں سے لڑائی کے متعلق مشورہ کیا۔ ان میں اختلاف رائے ہو گیا۔ محمد مہدی نے آنحضرت صلعم کی پیروی اور

اقتدائے کے خیال سے اسی خندق کو کھودنے کا حکم دیا جسے آنحضور صلعم نے غزوۂ احزاب
میں کھدوایا تھا۔ اسی اثنا میں عیسٰے بن موسٰے بڑھ کر مقام اعوص میں آٹھہرا۔ محمد مہدی
نے اہل مدینہ کو مدینہ سے باہر نکلنے کی ممانعت کر دی۔ لیکن بعد میں اجازت دے دی
اہل مدینہ کا ایک جم غفیر معہ اہل و عیال کے مدینہ سے نکلکر پہاڑوں کی طرف چلا گیا۔ مدینہ
میں بہت ہی تھوڑے سے آدمی محمد مہدی کے پاس رہ گئے۔ اس وقت انہیں اپنی غلطی
کا احساس ہوا۔ انہوں نے ابوالغلمش کو لوگوں کو واپس بلانے کے لئے بھیجا۔ مگر ان میں سے
کوئی بھی واپس نہ آیا۔ عیسٰے بن موسٰے نے مقام اعوص سے کوچ کر کے مدینہ منورہ سے
چار میل کے فاصلے پر قیام کیا۔ اور فوج کا ایک دستہ مکہ معظمہ کے راستہ پر متعین کر دیا
تاکہ محمد مہدی ہزیمت اٹھا کر مکہ کیطرف نہ جا سکیں اس انتظام کے بعد اس نے محمد مہدی
کے پاس پیغام بھیجا کہ خلیفہ ابوجعفر منصور تمہیں امان دیتے اور کتاب و سنت کے فیصلہ
کیطرف بلاتے ہیں اور بغاوت کے انجام سے ڈراتے ہیں۔ محمد مہدی نے جواب میں
کہلا بھجوایا کہ میں ایسا شخص ہوں۔ جو موت کے خوف سے کبھی نہیں بھاگا ہے۔ یہ سنکر
عیسٰے بن موسٰے بارہویں رمضان ۱۴۵ھ کو مقام جرف میں جا اترا اور ۱۴ رمضان ۱۴۵ھ
کو اس نے ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر آواز سے پکار کر کہا۔ اے اہل مدینہ! اگر تم میرے
اور محمد مہدی کے درمیان میں حائل نہو تو میں تمہیں امان دیتا ہوں۔ مدینہ والوں نے اسے
گالیاں دیں اور وہ واپس لوٹ آیا۔ اس سے اگلے دن وہ پھر اسی مقام پر لڑائی کے ارادہ
سے گیا۔ اور اس نے اپنے سپہ سالاروں کو فوجی دستوں کے ساتھ مدینہ کے چاروں طرف
پھیلا دیا۔ محمد مہدی بھی اپنا لشکر لے کر میدان کارزار میں آ گئے۔ ان کا علم عثمان بن محمد
بن خالد بن زبیر کے ہاتھ میں تھا۔ اور ان کا شعار احد احد تھا۔ محمد مہدی کیطرف سے
سب سے پہلے ابوغلمش نے میدان میں نکلکر اپنے ہم نبرد کو طلب کیا۔ اسد کا بھائی اسکے مقابلہ
کیلئے نکلا۔ ابوغلمش نے آتے ہی اسے مار ڈالا پھر دوسرا آدمی آیا اسے بھی موت کے گھاٹ

اتار دیا۔ اور جوش مردانگی میں آکر پکار اُٹھا۔ اَنَا ابنُ الفَارُوقِ یعنی میں آل فاروق سے ہوں۔ اسکے بعد جنگ مغلوبہ شروع ہوئی۔ طرفین کے بہادروں نے دلیری کے خوب خوب جوہر دکھائے۔ محمد مہدی بھی بڑی جرأت سے لڑے۔ بڑے بڑے نرغوں میں مبتلا ہوئے خوب جدال وقتال کیا۔ تنہا انہوں نے ستر آدمیوں کو مار ڈالا۔ عیسےٰ بن موسیٰ نے حمید بن قحطبہ کو سو پیادوں کے ہمراہ خندق کیطرف روانہ کیا۔ حمید نے دھاوا کر دیا۔ محمد مہدی کے ہمراہیوں نے تیروں کی بارش کی۔ مگر اس نے بڑھکر خندق کی دیوار توڑ ڈالی اور خندق کو عبور کر کے محمد مہدی کے سپاہیوں سے دست بدست جنگ شروع کر دی۔ عیسےٰ بھی اپنی ہمرکاب فوج کو لیکر خندق پر جا پہنچا۔ سواروں نے عرق گیر۔ زین پوش اور دوسرا سامان ڈال ڈال کر خندق کو پاٹ دیا۔ اور راستے بنا کر خندق کو طے کر کے محمد مہدی کی فوج سے جا بھڑے۔ گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ محمد مہدی نے اعلان کر دیا کہ میرے ساتھ جو مبتلائے مصیبت ہو جس کا جی چاہے چلا جائے۔ صبح سے عصر کے وقت تک جنگ ہوتی رہی۔ اگرچہ محمد مہدی کے ساتھ بہت ہی کم جمعیت تھی۔ مگر انہوں نے بڑی دلیری سے مقابلہ کیا۔ عصر کے وقت مہدی کے ظہر کی نماز پڑھی (ظہر اور عصر کی ساتھ) عیسےٰ بن خضیر نے۔ جو محمد مہدی کے ہمراہیوں میں سے تھا دارالامارۃ میں جا کر وہ رجسٹر جلا دیا جسمیں بیعت کرنیوالوں کے نام لکھے تھے۔ اور وہاں سے قید خانہ میں جا کر ریاح بن عثمان اور اسکے بھائیوں کو قتل کر ڈالا۔ محمد بن قسری نے دروازہ بند کر لیا اور وہ بچ گیا۔ عیسےٰ بن خضیر وہاں سے لوٹ کر پھر میدان جنگ میں آیا اور لڑنے لگا۔ اس وقت محمد مہدی کے ساتھ صرف تین سو آدمی باقی رہگئے تھے۔ بقیہ یا تو مارے گئے یا بھاگ گئے۔ ان لوگوں نے اپنے نیام توڑ ڈالے اور سواریوں کے پیر کاٹ ڈالے اور مرنے اور مارنے پر قسمیں کھا کر نہایت سختی سے حملہ آور ہوئے ایسا سخت حملہ کیا کہ عیسےٰ بن موسےٰ کے سپاہیوں کے پیر اکھڑ گئے۔ لیکن اسکے کچھ فوجی پہاڑ پر چڑھکر دوسری طرف سے مدینہ میں داخل ہو گئے اور

ایک عباسیہ عورت کی سیاہ اوڑھنی لیکر مسجد کے منارہ پر پھریرا کیطرح اڑادیا۔ اس پھریرا کو دیکھتے ہی محمد مہدی کے ہمراہی بدحواس ہوگئے اور یہ سمجھکر کہ عیسٰے کی فوج نے مدینہ پر قبضہ کرلیا ہے۔ پیچھے ہٹے یہ دیکھکر عیسٰے کے مفرور سپاہی لوٹ پڑے اور ان کا ایک دستہ بنو غفار کے محلہ کیطرف سے مدینہ میں داخل ہوگیا۔ اس سے محمد مہدی کے ہمراہیوں کے دل اور بھی بجھ گئے۔ محمد مہدی نے آگے بڑھکر حمید بن قحطبہ کو مقابلہ کیلئے طلب کیا۔ مگر اسے مقابلہ میں آنیکی جرأت نہ ہوئی۔ محمد مہدی کے ہمراہیوں نے پھر جم کر سختی سے حملہ کیا۔ عیسٰے بن خضیر نہایت جانبازی اور بہادری سے لڑرہا تھا۔ عیسٰے بن موسٰے نے اسے آواز دیکر کہا۔ میں تمہیں امان دیتا ہوں تم لڑائی سے باز آجاؤ۔ لیکن عیسٰے بن خضیر نے اس کا کہا نہ مانا۔ لڑتا رہا یہانتک کہ زخموں سے چور ہوکر گرپڑا۔ محمد مہدی اسکی لاش کے قریب آکر لڑنے لگے:۔

محمد مہدی کا قتل

چونکہ لڑائی کا عنوان بدلتا جارہا تھا اسلئے محمد مہدی کے ہواخواہوں نے انھیں مکہ یا بصرہ کیطرف نکلجانے کا مشورہ دیا۔ لیکن انہوں نے صاف کہدیا کہ میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو اپنی جان بچاکر بھاگ جاؤں۔ انھوں نے بڑے استقلال اور جوانمردی سے ایسے پُرزور حملے کئے کہ دشمنوں کو تاب مقابلہ نہ رہی۔ اس ہنگامہ میں ایک شخص نے ان کی پشت کیطرف سے آکر نیزہ مارا۔ وہ جھکے۔ انکے جھکتے ہی حمید بن قحطبہ نے لپک کر سینہ پر برچھا مارا۔ وہ چکرا کر گرے۔ حمید بن قحطبہ نے دوڑکر ان کا سر کاٹ لیا اور عیسٰے بن موسٰے کے روبرو لاکر پیش کیا۔ عیسٰے نے محمد مہدی کا سر معہ دوسرے سروں کے بشارت نامہ کے ساتھ محمد بن ابی الکرام بن عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن جعفر اور قاسم بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابیطالب کے ہاتھ منصور کیخدمت میں روانہ کیا۔ یہ حادثہ ۱۴ رمضان ۱۴۵ھ میں عصر اور مغرب کے درمیان واقع ہوا۔ محمد مہدی کی لاش کو معہ ان کے ہمراہیوں

کی لاشوں کو ثنیتہ الوداع اور مدینہ منورہ کے درمیان سولی پر چڑھا دیا۔ محمد مہدی کی بہن زینب نے اجازت حاصل کر کے اپنے بھائی کی لاش کو بقیع میں دفن کرا دیا۔ اس معرکہ میں یہ بات تعجب خیز نظر آتی ہے کہ بہت سے علوی منصور کے طرفدار تھے۔ خود محمد مہدی کے بھائی موسیٰ بن عبداللہ منصور کے حامی تھے۔ حسین اور علی پسران زید بن علی بن حسین اسکے مددگار تھے۔ علی و زید پسران حسن بن زید بن حسن تو محمد مہدی کے ساتھ تھے اور ان دونوں کے باپ حسن بن زید منصور کے ساتھ تھے۔ اسی طرح اور بھی بہت آدمی تھے۔ کسی کا بیٹا اگر محمد مہدی کے ساتھ تھا تو باپ منصور کے ہمراہ تھا اور باپ محمد مہدی کے طرفداروں میں تھا تو بیٹے منصور کے مددگار تھے۔ اس طرح علویوں میں پورے طور پر اتفاق نہ تھا۔ اگر حضرت حسنؓ کے گھرانے کے تمام لوگوں میں اتفاق ہو جاتا۔ تو ممکن تھا کہ خلافت و سلطنت ان کے گھرانے میں آ جاتی۔ دراصل محمد مہدی نے خروج میں جلدی کی اگر وہ اپنے بھائی ابراہیم کو بھی ہمراہ لے لیتے تب بھی کامیابی عین ممکن تھی :۔

ذوالفقار علی کرم

محمد مہدی کے قبضہ میں ذوالفقار علی تھی جسکو انہوں نے ایک سوداگر کے پاس رہن رکھدیا تھا۔ اس ہنگامہ کے بعد جب جعفر بن سلیمان مدینہ منورہ کا امیر مقرر ہوکر آیا تو اس نے زر قرضہ سوداگر کو ادا کر کے اس سے ذوالفقار لے لی جب اسکی اطلاع خلیفہ المہدی کو ہوئی تو اس نے جعفر بن سلیمان سے حاصل کر لی اور اس طرح رفتہ رفتہ ذوالفقار علی المرتضےٰ ہارون الرشید تک پہنچی۔ ہارون رشید اسے اپنی کمر سے باندھا کرتا تھا۔ اسمیں اٹھارہ ۱۸ فقارہ تھے :۔

تعمیر بغداد

ابوالعباس سفاح نے انبار کو اپنا دارالسلطنت بنایا تھا اور چند ہی روز کے بعد انبار کے قریب اپنا ایک عالیشان محل تعمیر کرایا تھا۔ رفتہ رفتہ وہاں اور ارکان سلطنت

نے بھی حویلیاں بنالیں جس سے اس نئی آبادی کی صورت ایک چھوٹی سی بستی کی ہوگئی
اس بستی کا نام ہاشمیہ رکھا گیا۔ یہ ہاشمیہ ایک مشہور ایرانی شہر "حیرہ" اور کوفہ کے درمیان
دریائے فرات کے شرقی کنارہ پر واقع تھا۔ شیخین کے زمانہ میں دارالخلافہ مدینہ منورہ
تھا۔ حضرت علی المرتضےٰ نے کوفہ کو دارالحکومت بنایا۔ بنو امیہ نے دمشق قائمقام
بنایا۔ ابو العباس سفاح نے انبار میں پایۂ تخت قائم کیا۔ ابو جعفر منصور کے زمانہ میں
جب فرقۂ راوندیہ نے ہاشمیہ میں قصر امارت کا محاصرہ کرلیا تھا۔ تب ہی منصور نے
دارالخلافہ بدلنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ چنانچہ وہ دارالخلافہ کیلئے موزوں جگہ کی تلاش
میں پھر رہا تھا کہ اس کا ایک سرسبز و شاداب زمین میں گذر ہوا۔ جو دریائے دجلہ کے کنارہ
پر تھی۔ اس میں عیسائیوں کے نسطورا فرقہ کے بہت سے دیر تھے اور ان دیروں میں راہب رہتے
تھے۔ راہبوں نے منصور کو بتایا کہ یہ سرزمین ان تمام زمینوں سے جنھیں دریائے دجلہ
سیراب کرتا ہے بہتر ہے نہ اس جگہ ندیاں آتی ہیں نہ مچھر ہیں گرما میں راتیں سرد اور
موسم سرما میں خوشگوار ہوتی ہیں ایک راہب نے یہ بھی کہا کہ ہماری پرانی کتابوں میں یہ
پیشین گوئی لکھی ہے کہ کسی زمانہ میں نہر فرات اور دریائے دجلہ کے مابین ایک شخص
ایک عظیم الشان شہر آباد کریگا اور اس کا نام "مقلاص" ہوگا۔ منصور نے کہا۔ واللہ
مقلاص میرا نام ہے۔ میری دایہ مجھے اسی نام سے پکارا کرتی تھی۔ اس نام کی وجہ تسمیہ
اس نے یہ بتائی کہ جن دنوں ایک مشہور ڈاکو مقلاص کی شہرت تھی ان ایام میں
میں چھوٹا سا تھا۔ میں نے ایک روز اپنی دایہ کا کاتا ہوا سوت چرا کر بیچدیا۔ دایہ کو پتہ
چل گیا۔ اسی روز سے وہ مجھے مقلاص کہنے لگی تھی منصور کو اس جگہ کا نام "باغ داد"
معلوم ہوا۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ کسی زمانے میں یہاں ایک باغ تھا۔ اور ایران
کا بادشاہ نوشیروان عادل اسی باغ میں آکر مقدمات کے فیصلے کیا کرتا تھا
چونکہ اس جگہ لوگوں کی دادرسی کی جاتی تھی۔ اس لئے اس باغ کا

نام باغ داد[1] مشہور ہو گیا۔ المنصور کو یہ جگہ بہت پسند آئی۔ اس نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کو جو اس زمانہ میں انجنیری کے کام میں بڑی مہارت رکھتے تھے چیف انجنیئر مقرر کیا۔ بابل، موصل، شام اور فارس سے مشہور مشہور کاریگر اور صناع بلوائے گئے۔ ریاضی دان مقرر کئے تاکہ عمارتیں اصول ہندسہ کے لحاظ سے تیار ہوں۔ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے شاہی محل اور شہر کا ایک بڑا نقشہ تیار کر کے منصور کے سامنے پیش کیا۔ منصور نے بہت ہی پسند کیا تو ۱۴۵ھ مطابق ۷۶۲ء میں منصور نے خود اپنے ہاتھ سے سنگ بنیاد رکھا اور پتھر کے رکھتے وقت یہ آیۃ پڑھی :- اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُہَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ یعنے کل زمین خدا کی ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ ایک لاکھ مزدور اور کاریگر شہر کی تعمیر پر لگائے گئے تین سال متواتر کام ہوتا رہا۔ ۱۴۹ھ میں شہر تعمیر ہو کر آباد ہوا۔ اگرچہ منصور نے اس کا نام مدینۃ الاسلام رکھا تھا بلکہ عوام میں اس نام کو شہرت حاصل نہ ہوئی۔ سرکاری کاغذات اور ٹکسال ہی تک محدود رہا۔ شہرت اسے بغداد ہی کے نام سے ہوئی اور آج بھی جبکہ اسے آباد ہوئے بارہ سو سال گذر چکے ہیں بغداد ہی کے نام سے مشہور ہے۔

تدوین علوم

یہ سہرا بھی خلیفۂ منصور ہی کے سر بندھا کہ اس نے مصنفین کی حوصلہ افزائی

---

[1] بعض تاریخوں میں بغداد کی وجہ تسمیہ یہی لکھی ہے المامون اور البرامکہ میں یہی تشریح ہے لیکن بعض تاریخوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ باغ ایک بت کا نام تھا اور داد کے معنی عطیہ کے ہیں اسلئے باغ داد کے معنی باغ کا عطیہ کے ہوئے عربی مورخوں کا زیادہ اسی پر اتفاق ہے بلکہ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ چونکہ اس کے معنے بت پرستی پر محمول تھے اسلئے منصور نے اس کا نام مدینۃ الاسلام رکھا تھا۔ سرکاری دفاتر میں یہی نام لکھا جاتا تھا۔ عہد عباسیہ کے سکوں سے بھی اسی نام کا پتہ چلتا ہے مگر یہ نام مشہور نہ ہوا بلکہ اس کا وہی پرانا نام زبان زد خلائق رہا بعض اصحاب کا خیال ہے کہ اس کا نام مغ دادہ تھا اور یہ قیاس آرائی کرتے ہیں کہ مغ آتش پرستوں کے پجاری یا پیشوا کو کہتے ہیں اس بستی کو کسی مغ نے بسایا تھا اور وہ مغ داد یا مغ دادہ یعنی مغ کا عطیہ کے نام سے مشہور ہو گئی

کرکے انہیں علوم دین کے تدوین کی تحریص خاص طور پر دلائی۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی یہ کچھ لوگوں نے احادیث کیطرف توجہ کی تھی لیکن حکومت وقت نے انہیں کوئی دلچسپی نہ لی اسلئے یہ نیک کام شروع ہو کر درمیان ہی میں رہ گیا۔ المنصور نے تدوین علوم کیطرف توجہ فرمائی چنانچہ لوگ فقہ اور احادیث پر کتابیں لکھنے میں مصروف ہو گئے۔ پھر کسی ایک ہی جگہ نہیں بلکہ متعدد مقامات پر صاحب علم لوگ مشغول کار ہو گئے۔ ابن جریج نے مکہ میں۔ مالک نے مدینہ میں اوزاعی نے شام میں۔ ابن ابی عروبہ اور حماد بن سلمہ نے بصرہ میں معمر نے یمن میں۔ سفیان ثوری نے کوفہ میں احادیث کی کتابیں لکھنے کا کام شروع کیا۔ ابن اسحاق نے مغازی پر ایک کتاب لکھی اسلام میں سب سے پہلا مؤرخ یہی ہے۔ اسی نے سب سے پہلے مجاہدین کے کارنامے قلم بند کئے۔ ابو حنیفہ نے فقہ پر کتابیں لکھیں اس سے پہلے احادیث اور جنگی کارنامے سینہ بہ سینہ چلے آتے تھے اور ان کا انحصار زبانی روایات پر تھا۔ جب ایک دفعہ یہ سلسلہ شروع ہو گیا تو پھر ترقی ہی کرتا رہا۔ مگر تدوین علم میں سب سے زیادہ جدوجہد بغداد اور قرطبہ ہی کے درباروں نے کی اور وہی قابل تحسین ہیں ابو جعفر منصور نے تدوین علوم کا کام بھی سنہ ۱۴۵ھ سے ہی شروع کر دیا تھا:

ابراہیم بن عبداللہ کا خروج

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ محمد مہدی نے اپنے بھائی ابراہیم کو عراق و خراسان میں تبلیغ و دعوت کیلئے بھیجا تھا۔ ابراہیم نے اپنا کام شروع کر دیا تھا لیکن وہ کسی ایک جگہ قیام نہ کرتے تھے بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے تھے۔ کبھی فارس میں کبھی کرمان میں کبھی جبل میں کبھی عراق میں۔ اس متواتر منتقلی کی وجہ یہ تھی کہ منصور نے انکی سراغرسانی کیلئے بیشمار جاسوس مقرر

بقیہ صفحہ ۳۷۲ لیکن البرامکہ کا ہی قول صحیح معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ باغ تھا جہیں نوشیروان عدالت کیا کرتا تھا اور اسکے عدل کی وجہ سے اس کا نام باغ داد مشہور ہو گیا تھا۔ کیونکہ البرامکہ نے سب سے پہلے اس شہر کی وجہ تسمیہ لکھی ہے۔)

(صادق صدیقی)

کر رکھے تھے۔ کسی ملک کا کوئی شہر اور کسی شہر کا کوئی گوشہ خالی نہ تھا۔ مگر باوجود اسکے وہ ایسے دلیر اور ہوشیار تھے کہ ایک مرتبہ موصل میں منصور مقیم تھا۔ ابراہیم بن عبداللہ بھی وہاں پہنچ گئے اور یہ جسارت کی کہ منصور کے ساتھ دستر خوان میں شریک ہوئے باتیں کیں اور باتیں سنیں مگر کوئی بھی نہ پہچان سکا اور وہ چلے آئے۔ دوسری مرتبہ جب منصور بغداد کا سنگ بنیاد رکھنے دریائے دجلہ پر آیا تو ابراہیم بھی اسکے ساتھیوں میں موجود تھے اور لطف یہ کہ کسی جاسوس کو بھی انکی موجودگی کی اطلاع ہوگئی۔ اس نے منصور سے کہا۔ منصور نے تلاش شروع کرادی ابراہیم اسکے لشکریوں ہی میں مل جل گئے۔ اور کوئی بھی انہیں شناخت نہ کرسکا۔ دونوں مرتبہ وہ بھیس بدل کر گئے تھے۔ بغداد سے وہ سیدھے کوفہ میں چلے آئے اور اپنے دوست سفیان بن حبان قمی کے مکان میں چھپ گئے۔ منصور کو ان کے کوفہ میں آنے کی اطلاع ہوگئی اس نے کوفہ کے ہر مکان پر ایک ایک جاسوس متعین کردیا۔ یہ بات مشہور تھی کہ سفیان ابراہیم کا گہرا دوست ہے اسلئے اسکے مکان کی خاص طور پر نگہداشت شروع ہوئی۔ سفیان گھبرا گیا۔ مگر اس نے حق دوستی ادا کیا۔ اور ابراہیم کو کسی حالت میں بھی منصور کے حوالے کرنے پر تیار نہ ہوا بلکہ اس نے انکے وہاں سے نکال دینے کی یہ تدبیر کی کہ منصور سے جاکر کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابراہیم بصرہ میں موجود ہیں آپ مجھے اور میرے غلاموں کو پروانۂ راہداری لکھ دیں میں انہیں گرفتار کرکے لاؤں گا۔ منصور اسکی چال میں آگیا۔ اس نے پروانۂ راہداری لکھ دیا۔ سفیان نے ابراہیم کو غلاموں کا لباس پہنا کر اپنے غلاموں کے زمرہ میں شامل کیا اور کوفہ سے بصرہ کیطرف چلا گیا۔ وہاں اس نے اپنے غلاموں کو ان لوگوں کے مکانوں پر جن سے منصور مشکوک تھا۔ دو دو چار چار کرکے مقرر کیا۔ اور جب ابراہیم تنہا رہ گئے تو انھیں اہواز کیطرف روانہ کرکے خود بھی روپوش ہوگیا۔ ابراہیم اہواز میں پہنچکر حسن بن حبیب کے مکان پر مقیم ہوگئے اور لوگوں کو دعوت دیتے رہے۔ جاسوسوں کو انکی موجودگی کا علم ہوگیا مگر یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کس مکان میں مقیم ہیں انہوں نے امیر اہواز کو اطلاع دی اہواز کے امیر نے انہیں ہر چند

تلاش کیا۔ لیکن سراغ نہ چل سکا۔ یہاں تک کہ ۱۴۵ھ میں ابراہیم کو بصرہ سے یحییٰ بن زیاد بن حیان نبطی نے بصرہ میں آنیکی دعوت دی اور وہ اسکے پاس بصرہ میں چلے آئے۔ یحییٰ نے بڑی سرگرمی سے لوگوں کو ان کی بیعت کی طرف رغبت دلائی۔ لوگ جوق در جوق بیعت کرنے لگے باا ثر اور اہل علم لوگوں کی ایک بڑی جماعت نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بیعت کے رجسٹر میں چار ہزار نام بصرہ والوں کے لکھے گئے۔ اسی عرصہ میں اُنکے بھائی محمد مہدی نے مدینہ میں خروج کیا اور ابراہیم کو لکھا کہ تم بھی فوراً بصرہ میں خروج کرو منصور کو پہلے ہی سے کھٹکا تھا۔ کہ ابراہیم بصرہ سے خروج کرینگے۔ چنانچہ اُس نے جب عیسےٰ بن موسےٰ اور حمید بن قحطبہ کو محمد مہدی کے مقابلہ کیلئے مدینہ منورہ کیطرف بھیجا تو اپنے چند نامور سرداروں کو احتیاطاً بصرہ کیطرف بھی بھیجدیا تھا تاکہ اگر وہاں بھی بغاوت پھوٹ نکلے تو وہ بصرہ کے عامل سفیان بن معاویہ کی امداد کریں۔ اگر اس وقت ابراہیم بھی محمد مہدی کے کہنے کے بموجب خروج کرتے تو یقیناً صورت حال بدل جاتی اور منصور کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے۔ مگر مشیت ایزدی یہ نہ تھی۔ اس وقت ابراہیم بصرہ میں بیمار ہو گئے اور جب وقت خروج کرنے کا تھا۔ اس وقت خروج نہ کر سکے بلکہ کچھ عرصہ کے بعد یعنی یکم رمضان ۱۴۵ھ میں جب انہیں آرام ہو گیا۔ تب انہوں نے بصرہ میں خروج کر کے بصرہ کے عامل سفیان بن معاویہ کو اور اسکی مدد کیلئے جو سردار آئے تھے انہیں گرفتار کر کے قید کر دیا۔ جعفر و محمد پسران سلیمان بن علی یعنی منصور کے چچازاد بھائی چھ سو سواروں کی جمیعت سے بصرہ کے باہر مقیم تھے۔ ان دو بھائیوں نے ابراہیم کے خروج کا حال سنتے ہی بصرہ پر حملہ کیا۔ ابراہیم نے ان کے مقابلہ کے لئے صرف پچاس سوار بھیجے اور ان پچاس سواروں نے اُن چھ سو کو شکست دیکر بھگا دیا۔ ابراہیم نے بصرہ پر قبضہ کرتے ہی امان کی منادی کرا دی اور عام لوگوں سے بیعت لی۔ پھر بیت المال (خزانہ) کھول کر بیس ہزار درہم نکالے اور اپنے ہمراہیوں میں سے ہر ایک کو پچاس پچاس درہم دیدیئے اسکے فوراً ہی بعد انہوں نے مغیرہ کو کچھ پیادوں

کے ساتھ اہواز کیطرف روانہ کیا۔ اہواز کا گورنر محمد بن حصین چار ہزار فوج سے مقابلہ میں آیا لیکن مغیرہ نے ایک سو پیادوں سے ہی اُسے ہزیمت دیکر بھگا دیا اور اہواز پر قبضہ کرلیا۔ ادھر ابراھیم نے عمرو بن شداد کو فارس کیطرف بھیجا فارس کے گورنر اسمٰعیل بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب اور اسکے بھائی عبدالصمد نے مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی اور عمرو بن شداد نے فارس پر تسلط کرلیا۔ اسی طرح ابراھیم نے ہارون بن شمس عجلی کو واسط کی طرف روانہ کیا۔ واسط میں ہارون بن حمید ایادی منصور کیجانب سے گورنر تھا۔ وہ بھی شکست کھا کر بھاگ گیا اور ہارون بن شمس عجلی نے واسط پر قبضہ کرلیا۔ غرضیکہ ۱۴ رمضان سنہ ۱۴۵ھ تک جس روز مدینہ میں محمد مہدی شہید ہوئے بصرہ۔ فارس۔ واسط۔ اہواز اور عراق کا بڑا حصہ منصور کے قبضہ سے نکل چکا تھا۔ ابراھیم کے ہمراہیوں میں بڑا جوش تھا اور وہ فتوحات پر فتوحات حاصل کررہے تھے۔ مگر اسی دوران میں محمد مہدی کے شہید ہوجانیکی خبر پہنچی جس سے ابراھیم کے ہمراہیوں کا جوش سرد پڑ گیا اور منصور کے سرداروں میں نئی امنگ اور نئی ہمت پیدا ہوگئی۔ بصرہ والوں نے تو محمد مہدی کی شہادت کی خبر سنتے ہی ابراھیم کو خلیفہ تسلیم کرکے انکے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ کچھ لوگ کوفہ سے بھی آگئے تھے۔ وہ بھی بیعت ہوگئے لیکن اب دارالخلافہ بنانے پر کچھ چپقلش شروع ہوگئی۔ بصرہ والے چاہتے تھے کہ بصرہ کو دارالخلافہ بنایا جائے اور اہل کوفہ مصر تھے کہ کوفہ دارالحکومت قرار دیا جائے۔ آخر ابراھیم نے اہل کوفہ کی بات مان لی۔ بصرہ میں اپنے بیٹے حسن کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود ایک لاکھ لشکر کے ساتھ کوفہ کیجانب روانہ ہوئے۔

ابو جعفر منصور کا اضطراب

جس وقت منصور کو ابراھیم کے خروج اور ان کی جمعیت کی اطلاع پہنچی تو وہ سخت مضطرب و بدحواس ہوا لیکن اس نے حوصلہ نہیں ہارا بلکہ فوراً تدابیر میں مصروف ہوگیا۔ سب سے پہلے اس نے ایک تیز رو قاصد عیسٰے بن موسےٰ کیطرف روانہ کیا جو حجاز سے مظفر و منصور واپس آرہا تھا۔ اُسے لکھا کہ جسقدر جلد ممکن ہو کوفہ میں پہنچو۔ وہ خود بھی انبار سے کوفہ میں

آگیا۔ کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ سادات کو کوفہ ہی سے مدد مل رہی ہے اگر کوفہ کی حفاظت نہ کیگئی تو اس کا ہاتھوں سے نکلجانا یقینی ہے اور کوفہ کے نکلتے ہی خلافت عباسیہ کا خاتمہ ہے چنانچہ اُس نے کوفہ میں آتے ہی قرار واقعی بندوبست کرلیا۔ خراسان کے گورنر کو لکھا کہ فوراً فارس پر حملہ کردو۔ سالم کو لکھا کہ ابراہیم کیطرف بڑھو۔ اپنے بیٹے المہدی کو لکھا کہ خازم بن خزیمہ کو اہواز پر بھیجو۔ مسلم بن قتیبہ کو بصرے کیطرف بڑھنے کو لکھا۔ غرضیکہ اپنے ہر ایک عامل کو مناسب ہدایات روانہ کردیں اور خود پچاس۵۰ روز تک مصلے پر بیٹھا۔ فتح و کامرانی کی دعائیں مانگتا رہا۔ اس پچاس۵۰ روز کے عرصہ میں اُس نے ایک مرتبہ بھی کپڑے نہیں بدلے۔ جب کسی ضرورت سے قصر سے باہر آتا تھا۔ تو ان میلے کپڑوں پر ہی سیاہ شاہی کپڑے پہن لیتا اور جب اندر پہنچتا تو انہیں اتار ڈالتا۔ جب وہ سونے لگتا تو تکیہ ہاتھ میں لیکر کہتا۔ میں نہیں جانتا کہ یہ تکیہ میرا ہے یا ابراہیم کا۔

منصور کے پاس فوجیں جمع ہونے لگیں چند روز میں ایک لاکھ کا عظیم الشان لشکر اسکے پاس بھی جمع ہوگیا۔ اسی عرصہ میں عیسٰے بن موسٰے اس کا بھتیجہ بھی آگیا۔ اس نے عیسٰے کو ابراہیم کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ حمید بن قحطبہ کو مقدمتہ الجیش بنایا۔ ابھی ابراہیم کوفہ سے تیس۳۰ یا چالیس۴۰ میل کے فاصلے پر ہی تھے کہ عیسٰے ان کے سامنے پہنچگیا۔ ابراہیم کو ان کے مشیروں نے مشورہ دیا کہ لشکر کے گرد خندق کھدوادیں مگر انہوں نے پسند نہ کیا بلکہ ان کے لشکریوں نے کہدیا کہ اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے منصور ہمارے سامنے ہے اور ہمارے قبضہ میں آنے والا ہے۔ پھر کچھ لوگوں نے کہا۔ فوج کے کئی دستے کرلیجئے اور ایک دستہ دوسرے دستہ کے بعد حملہ آور ہو۔ لیکن انہوں نے اس رائے کو بھی نہ مانا اور تمام لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دیدیا۔ عیسٰے بھی ساری فوج لیکر مقابلہ میں آگیا:۔

ابراہیم کا قتل

لڑائی شروع ہوگئی۔ ابراہیم کے ہمراہیوں نے اس زور سے حملہ کیا کہ حمید بن قحطبہ

شکست کھا کر بھاگا۔ ہر چند عیسٰی نے اسے روکنا چاہا لیکن نہ رکا۔ عیسٰی کے بھی کچھ ہمراہی بھاگ کھڑے ہوئے مگر وہ ڈٹا رہا اور اس نے ایک دستۂ فوج اسلئے رستاہ کیا کہ وہ چکر کھا کر ابراہیم کے لشکر کی پشت پر حملہ آور ہو۔ یہ لشکر جعفر و محمد پسران سلیمان یعنی منصور کے چچازاد بھائیوں کے ساتھ بھیجا گیا۔ انہوں نے ابراہیم کے لشکر کے عقب میں پہنچکر حملہ کر دیا۔ ابراہیم کے ہمراہی گھبرا گئے۔ ادھر سے عیسٰی نے پرزور حملہ لیا۔ حمید بن قحطبہ بھی یہ کیفیت دیکھکر لوٹ آیا اور اس نے پرزور حملہ کیا۔ ان پیہم حملوں سے ابراہیم کے ہمراہیوں کی ہمتیں پست ہو گئیں وہ لشکر میں سے نکل نکلکر بھاگنے لگے صرف چارسو آدمی باقی رہ گئے۔ اثنائے جنگ میں ابراہیم کے گلے میں ایک تیر آکر لگا۔ جو نہایت کاری تھا۔ ان کے ہمراہیوں نے انہیں گھوڑے سے اتار لیا اور انکے گرد حلقہ قائم کر کے لڑنے لگے

حمید بن قحطبہ نے اپنا فوجی دستہ لیکر اس سختی سے حملہ کیا کہ ابراہیم کے ساتھی مغلوب و منتشر ہو گئے اور اس نے ابراہیم کا سر اتار کر عیسٰی کی خدمت میں پیش کر دیا عیسٰی نے منصور کیخدمت میں بھیجدیا۔ یہ حادثہ ۲۵ ذیقعد ۱۴۵ھ میں پیش آیا۔

جس وقت ابراہیم کا سر منصور کے سامنے پیش ہوا تو منصور نے رو کر کہا۔ واللہ میں نہ چاہتا تھا کہ تم قتل ہو مگر اتفاق ہی کچھ ایسا پیش آیا کہ ہم اور تم دونوں اس میں مبتلا ہو گئے۔ اسکے بعد ابراہیم کے بیٹے حسن بھی بصرہ سے گرفتار کر کے منصور کے سامنے پیش کیے گئے اور منصور نے انہیں قید کر دیا۔ حسن کے ساتھ ہی یعقوب بن داؤد کو بھی قید کر دیا گیا

عبداللہ اشتر

جب محمد مہدی نے خروج کیا اس وقت سندھ کا والی گورنر عمر بن حفص بن عثمان بن قبیصہ بن ابی صفرہ تھا۔ جو ہزار مرد کے نام سے مشہور تھا۔ محمد مہدی نے اپنے بیٹے عبداللہ اشتر بن محمد مہدی کو بصرہ کیطرف اپنے بھائی ابراہیم کے پاس بھیجا تھا۔ ابراہیم نے اپنے بھتیجے عبداللہ اشتر کو ایک تیز رفتار اونٹنی دیکر سندھ کیطرف عمر بن حفص

سندھ کے گورنر سے مدد حاصل کرنیکے لئے بھیجا۔ عمر بن حفص میں شیعیت تھی وہ علویوں کا طرفدار تھا۔ عبداللہ اشتر نے جب سندھ میں پہنچکر عمر بن حفص کو دعوت دی اُس نے فوراً محمد مہدی کی خلافت تسلیم کر کے عباسیوں کے سیاہ لباس اور نشانات کو چاک کر کے علویوں کے سے سفید کپڑے پہنے! اور خطبہ میں محمد مہدی کا نام داخل کر دیا۔ اسی عرصہ میں محمد مہدی کے مارے جانیکی خبر پہنچی۔ عمر بن حفص نے عبداللہ اشتر کے پاس جا کر تعزیت کی۔ عبداللہ اشتر نے کہا۔ "اب تو مجھے بھی اپنی جان کا خطرہ ہے"۔ عمر بن حفص نے کہا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں سندھ کے جو راجہ مسلمان ہوئے ہیں ان میں سے فلاں راجہ آنحضور صلعم سے بڑی عقیدت رکھتا ہے اور ایفائے عہد میں بھی مشہور ہے"۔

عبداللہ اشتر رضامند ہو گئے۔ عمر بن حفص نے اس راجہ سے خط و کتابت کر کے عبداللہ اشتر کی حفاظت کا وعدہ لیکر انہیں اسکے پاس بھیجدیا۔ سندھ کے اس بادشاہ یا راجہ نے عبداللہ اشتر کی شادی اپنی بیٹی سے کر دی۔ ۱۵۱ھ تک عبداللہ اشتر سندھ میں رہے اور اس عرصے میں اُنکے پاس تقریباً چار سو عرب آ آ کر جمع ہو گئے۔ جب منصور کو یہ واقعات معلوم ہوئے تو اُس نے سندھ کے گورنر عمر بن حفص کو سندھ سے بصرہ میں بدل دیا۔ اور ہشام بن عمر وتغلبی کو سندھ کا گورنر مقرر کر کے حکم دیا کہ عبداللہ اشتر کو سندھ کے بادشاہ سے طلب کرنا اگر وہ دینے سے انکار کرے تو فوراً اس پر چڑھائی کر دینا اتفاقاً جب ہشام نے گورنری کا چارج لیا تو سندھ میں بغاوت ہو گئی ہشام نے اپنے بھائی سفیح کو بغاوت فرو کرنے پر مامور کیا اور سندھ کے بادشاہ کو عبداللہ اشتر کو حوالہ کر دینے کیلئے لکھا۔ وہ رضامند نہوا۔ سفیح بغاوت کو فرو کرتا ہوا بادشاہ سندھ کے علاقہ کیطرف نکل گیا۔ عبداللہ اشتر ایک روز دس سواروں کیساتھ دریائے مہران کی طرف سیر کیلئے روانہ ہوئے۔ انھیں اس طرح میں سفیح کے آنیکی اطلاع نہ تھی۔ سفیح اور اسکے سپاہیوں نے انہیں دیکھ لیا۔ فوراً سفیح ایک دستہ لیکر انہیں گرفتار کرنیکے لئے دوڑا

عبداللہ اشتر نے لڑائی شروع کردی آخر عبداللہ اشتر اور انکے تمام ہمراہی مارے گئے۔
ہشام تغلبی نے اس واقعہ کی اطلاع منصور کو دی منصور نے اس کا شکریہ ادا کرکے لکھ بھیجا
کہ جس بادشاہ کے پاس عبداللہ اشتر مقیم تھے اس پر چڑھائی کی جائے۔ چنانچہ ہشام نے
اس بادشاہ پر چڑھائی کرکے فتح پائی اور عبداللہ اشتر کی بیوی کو معہ انکے لڑکے کے اسیر
کرکے منصور کے پاس بھیجدیا منصور نے ان دونوں کو مدینہ میں بھیجکر عبداللہ اشتر کے
خاندان والوں کے سپرد کردیا:۔

مہدی بن منصور کی ولیعہدی

سفاح نے مرتے وقت اپنے بھائی منصور کو اور اسکی وفات کے بعد اپنے بھتیجے
عیسےٰ بن موسےٰ کو ولیعہد مقرر کیا تھا جب تک منصور کو محمد مہدی اور ابراھیم کے خطرات
پیش رہے وہ بہ ظاہر سفاح کی وصیت پر کاربند نظر آتا رہا مگر ان خطرات کے دور ہوتے ہی
اس نے عیسےٰ بن موسےٰ کو ولیعہدی سے معزول کرکے اپنے بیٹے مہدی بن منصور کو ولیعہد
مقرر کرنا چاہا۔ سب سے پہلے اس نے عیسےٰ سے کہا کہ وہ خود ہی ولیعہدی سے استعفےٰ دیدے مگر اس
نے انکار کیا۔ منصور اس سے ناراض ہوگیا۔ عیسےٰ ایک عرصے سے کوفہ کا گورنر چلا آتا تھا
منصور نے اسے کوفہ کی گورنری سے معزول کرکے محمد بن سلیمان کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ اور
اپنے بیٹے مہدی بن منصور کی ولیعہدی کے لئے لوگوں سے بیعت لیلی منصور نے خالد برمک
کے ذریعہ سے عوام میں یہ مشہور کرادیا کہ عیسےٰ بن موسےٰ خود ہی ولیعہدی سے دستبردار ہوگیا
ہے منصور نے اپنی عادت کیخلاف اپنے بیٹے مہدی کی ولی عہدی کی تقریب پر لوگوں کو
انعام و اکرام دینے میں گیارہ لاکھ درہم صرف کردیئے عیسےٰ بن موسےٰ گورنری سے معزول
ہونیکے بعد موضع رحبہ علاقہ کوفہ میں سکونت پذیر ہوکر خاموش زندگی بسر کرنے لگا:۔

استادسیس کا خروج

سنہ ۱۵۰ھ میں استادسیس نامی ایک شخص نواح خراسان میں ظاہر ہوکر مدعی نبوت
ہوا۔ خراسان کے ہزاروں آدمیوں نے اسے نبی مان لیا۔ ہرات باذغیس اور سیستان وغیرہ

کے بیشمار لوگ اسکے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے۔ اس نے خراسان کے کثیر حصے پر قبضہ کر لیا
مرو رود کا گورنر۔ جو منصور کیطرف سے متعین تھا بغیر استادسیس کی طاقت کا اندازہ کئے اس سے
جا بھڑا۔ اور شکست کھا کر بھاگ گیا بعض مؤرخ لکھتے ہیں کہ میدان جنگ میں مارا گیا۔ جب
منصور کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ ان دنوں مقام برواق (راذان) میں مقیم تھا
اس نے خازم بن خزیمہ کو بارہ ۱۲۰۰۰ ہزار کی جمعیت دیکر اپنے بیٹے مہدی کے پاس جو
خراسان کا گورنر تھا بھیجا اور مہدی نے خازم کو تیس ۳۰ ہزار کی جمعیت دیکر استادسیس
کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ استادسیس کے پاس اس وقت تقریباً ایک لاکھ کی جمعیت ہوگئی
تھی۔ خازم نے استادسیس کے قریب پہنچکر اپنے لشکر کے گرد کئی خندقیں کھدوائیں اور
انہیں سرنگ کے ذریعہ سے ایک کو دوسری سے ملا دیا۔ استادسیس نے خازم پر حملہ کر دیا اور
ایک جماعت کو پھاوڑے اور کدالیں دیکر خندق کی دیواریں منہدم کر کے راستے پاٹنے
پر مامور کر دیا۔ لڑائی شروع ہوگئی۔ استادسیس کے ٹڈی دل لشکر نے جوش میں آکر حملہ کیا
اور خندقوں کو مسمار کر کے پاٹتے مسلمانوں کی طرف بڑھنے لگے مسلمانوں نے بھی جم کر مقابلہ
کیا۔ نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ استادسیس کے ستر ہزار آدمی میدان جنگ میں کام آئے اور
چودہ ۱۴ ہزار مسلمانوں نے اسیر کئے۔ بہت تھوڑی جمعیت کے ساتھ استادسیس بھاگ کر
پہاڑوں میں جا گھسا۔ خازم نے پہاڑ کا محاصرہ کر لیا۔ استادسیس نے تنگ آکر اپنے آپکو
خازم کے حوالے کر دیا۔ خازم نے فتح کا بشارت نامہ مہدی کے پاس بھیجا۔ اور مہدی نے
منصور کیخدمت میں کامیابی کا حال لکھکر روانہ کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ استادسیس مراجل کا
باپ تھا۔ اور مراجل المامون کی ماں تھی۔ گویا خلیفہ ہارون رشید نے استادسیس کی
بیٹی مراجل سے عقد کیا تھا۔ اور مراجل کے بطن سے المامون پیدا ہوا تھا۔ اس
طرح المامون کا نانا استادسیس تھا۔ اور استادسیس کا لڑکا غالب المامون کا ماموں تھا
جس نے فضل بن سہیل کو قتل کیا۔ یہ تمام واقعات انشاء اللہ اپنے موقعہ پر بیان کئے جائینگے

رصافہ کی تعمیر

استاد سیس کی مہم سے فارغ ہو کر جب مہدی خراسان سے منصور کو مبارکباد دینے کیلئے آیا تو مہدی کے اس لشکر میں جو استاد سیس کی مہم پر گیا تھا عربی لوگ زیادہ تھے۔ انہوں نے انعام و اکرام کا مطالبہ کیا اور کچھ ایسی سرکشی ظاہر کی کہ جس سے منصور کو فکر لاحق ہو گیا کہ وہ کسی وقت بغاوت نہ کر دیں منصور کی فوج میں عربوں کا عنصر غالب تھا۔ ابو سفاح نے بھی اسے بھانپ لیا تھا کہ عرب آزاد رہنے کی وجہ سے سرکش قوم ہے چنانچہ اس نے ابو مسلم کے ذریعہ سے بیشمار عربوں کو قتل کرا دیا تھا اور اپنا وزیر اعظم بجائے کسی عرب کو مقرر کرنے کے خالد برمکی کو مقرر کیا تھا۔ خالد برمکی بلخ کے آتشکدہ نو بہار کا مغ زادہ اور نومسلم تھا۔ لیکن پھر کسی مصلحت سے سفاح نے خالد برمک کو کسی ولایت کی گورنری دیکر ابو ایوب کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا مگر اب منصور نے پھر خالد برمک کو ہی اپنا وزیر اعظم بنایا تھا اور صوبوں کی بہت سی حکومتیں مجوسی النسل نومسلموں کو دیدی تھیں اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ عربوں کی قوت کمزور ہو جائے۔ بالکل یہی طریقہ ہندوستان میں اکبر بادشاہ نے پٹھانوں کی طاقت توڑنے کیلئے ہندوؤں کو عہدے دیکر اختیار کیا تھا۔ چنانچہ عربوں کی سرکشی دیکھکر قثم بن عباس بن عبید اللہ بن عباس نے منصور کو مشورہ دیا کہ عربوں کے دو قبائل ربیعہ اور مضر زور آور ہیں ان دونوں قبیلوں کو الگ الگ کر کے ان میں رقابت پیدا کر دو۔ منصور کو یہ تجویز پسند آگئی۔ اس نے قبیلہ ربیعہ کو اپنے پاس رکھا اور قبیلہ مضر کو مہدی کے تحت میں دیکر بغداد کے شرقی جانب ایک نیا شہر آباد کرایا اور اس شہر کا نام رصافہ رکھا۔ شہر رصافہ کی تعمیر ۱۵۱ھ سے شروع ہوئی۔

معن بن زائدہ کا قتل

منصور نے سجستان میں معن بن زائدہ کو گورنر مقرر کیا تھا۔ اتبیل نے سالانہ خراج روک لیا تھا معن نے سجستان میں پہنچکر اتبیل سے خراج طلب کیا۔ اتبیل نے

کچھ تھوڑا سا سامان بھیجا اور اس کی قیمت زیادہ لگا کر خراج کی رقم پوری کر دی معن کو یہ بات ناگوار گزری اس نے فوراً اس پر چڑھائی کر دی اور اپنے لشکر کے مقدمتہ الجیش پر اپنے بھتیجے یزید بن مزید بن زائدہ کو افسر مقرر کیا معن نے رخج کو فتح کر کے وہاں کے جنگجو مردوں کو قتل کر ڈالا اور عورتوں اور بچوں کو اسیر کر لیا معن بن زائدہ اس مہم سے واپس لوٹ کر مقام بست میں آ گیا یہاں خوارج نے اسکے خلاف خروج کیا اور اسکے گھر میں گھس کر اسے قتل کر ڈالا معن کی جگہ اس کا بھتیجہ یزید بن مزید گورنر ہوا۔ اس نے معن کے قاتلوں کو چن چن کر قتل کر دیا۔

ترکوں کی یلغار

جبکہ منصور محمد مہدی اور ابراہیم کے معاملات میں الجھا ہوا تھا اس وقت یعنی ۱۴۶ھ میں ترکوں نے جنکے ساتھ اہل خزر بھی تھے۔ باب الابواب میں علم بغاوت کیا۔ چونکہ ان کے مقابلہ کیلئے اسلامی لشکر نہ جا سکا لہٰذا وہ قتل و غارت کا بازار گرم کرتے ہوئے آرمینیا تک بڑھ آئے اور آرمینیا میں مسلمانوں کی کثیر جماعت کو قتل کر کے واپس لوٹ گئے ۱۴۷ھ میں اشترخان خوارزمی نے ترکوں کو پھر جمع کر کے آرمینیا پر چھاپہ مارا اور وہاں کے ذمیوں اور مسلمانوں کی ایک جماعت کو گرفتار کر کے لیگئے۔ بہت کچھ لوٹ مار بھی کی اور مقام تفلیس میں جا کر ٹھہرے۔ ان دنوں حرب بن عبداللہ دو ہزار کی جمیعت سے موصل میں مقیم تھا منصور نے ایک مختصر لشکر جبرئیل بن یحیٰی کو دیکر حکم دیا کہ حرب بن عبداللہ کو ہمراہ لیکر ترکوں پر چڑھائی کرے۔ جبرئیل اور حرب دونوں کثیر التعداد ترکوں سے جا لڑے۔ نہایت پرجوش جنگ ہوئی۔ میدان جنگ میں حرب بن عبداللہ معہ کچھ سپاہیوں کے شہید ہو گیا۔ بقیہ مسلمان شکست کھا کر واپس لوٹ آئے۔ اس شکست کا حال سنکر مالک بن عبداللہ خثعمی فلسطین کے مسلمانوں کی ایک جماعت لیکر ترکوں پر جا چڑھا۔ چونکہ ترکوں کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے اسلئے مقابلہ میں فوراً ہی آ گئے

نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ مسلمانوں نے ترکوں کی صفیں الٹ دیں ان کے بڑے بڑے سرداروں کو مار ڈالا۔ بالآخر ترک شکست کھا کر بھاگے بیشمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ مالک بن عبداللہ خثعمی نے مقام داب حرث میں پہنچکر مال غنیمت تقسیم کیا۔ یہ واقعہ ۱۴۷ھ میں ہوا۔

روم پر حملے

۱۴۹ھ میں عباس بن محمد حسن بن قحطبہ اور محمد بن اشعث نے رومیوں پر چڑھائی کر دی شہنشاہ روم بھی بلاد اسلامیہ پر آئے دن لشکر کشی کرتا رہتا تھا۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کو پے در پے ہزیمتیں دیں اور انکو سرحد پار بھگا دیا۔ متواتر دو سال تک مسلمان عیسائیوں سے لڑتے رہے۔ آخر جب عیسائی اپنے ملک میں جا گھسے تب مسلمان ۱۵۱ھ میں واپس لوٹے۔ واپسی کے وقت راستہ میں محمد بن اشعث نے وفات پائی۔ اسلامی لشکر کے سرحد سے ہٹتے ہی عیسائیوں نے پھر سرحد پر جمع ہونا شروع کر دیا۔ چنانچہ ۱۵۲ھ میں زفر بن عاصم نے عیسائیوں پر یورش کی اور انہیں شکست دیکر ملک میں دھکیل دیا۔ اور آگے بڑھکر بلاد روم پر بھی حملہ کر دیا جس طرف بھی اس کا رخ ہو گیا فتح کرتا ہوا بڑھتا چلا گیا۔ آخر قیصر روم نے ۱۵۵ھ میں جزیہ دیکر صلح کر لی۔

ابو جعفر منصور کی وفات

ماہ شوال ۱۵۸ھ میں منصور نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ میں ماہ ذی الحجہ میں پیدا ہوا۔ ذی الحجہ ہی میں خلیفہ ہوا اور میرا خیال ہے کہ اسی سنہ کے ماہ ذی الحجہ میں ہی مر جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ چونکہ منصور کو اپنی موت کا یقین سا تھا اسلئے اس نے حج کا ارادہ کیا۔ بغداد سے روانہ ہونے سے پہلے اس نے اپنے بیٹے مہدی کو جسے اس نے ولیعہد بنایا تھا طلب کیا اور کہا۔ برخوردار میں نہیں جانتا کہ حج کر کے زندہ واپس آؤں گا یا نہیں میں تجھے چند وصیتیں کرتا ہوں اگر تو نے ان پر عمل کیا تو تیرے ہی لئے بہتر ہو گا۔ عمل نہ کرے گا تو پچھتائیگا۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تو میری وصیتوں پر عمل نہ کریگا۔ مہدی نے کہا آپ فرمائیے میں ضرور عمل کروں گا۔ چنانچہ منصور نے یہ وصیت کی:۔

یہ صندوقچہ جو میرے پلنگ کے سرہانے رکھا ہے بڑے کام کی چیز ہے اسمیں میری وہ بیاضیں محفوظ ہیں جنمیں میں نے حکمت و موعظت بھر دی ہے اب سے اور قیامت تک بادشاہوں کو جو خطرات پیش آسکتے ہیں ان سب کا رد ان میں موجود ہے جب تمہیں کوئی پریشانی لاحق ہو۔ کوئی خطرہ پیش آئے۔ ان بیاضوں میں تلاش کرنا۔ تمہیں ضرور مقصود مل جائیگا۔ اس شہر بغداد کی پوری حفاظت کرنا اور یہاں سے دارالخلافہ کہیں اور منتقل نہ کرنا۔ اس شہر کا شرقی حصہ نہ بنوانا کیونکہ تم اسکی تکمیل نہ کرسکو گے۔ میں نے تمہارے لئے اسقدر دولت خزانہ میں جمع کردی ہے کہ اگر دس سال تک بھی تمہیں ایک حبہ تک کی آمدنی نہ ہو تو تم اپنے تمام مصارف چلاسکتے ہو اور فوجوں کی تنخواہیں دے سکتے ہو۔ اپنے خاندان والوں سے ہمیشہ نیک سلوک کرنا۔ انکی عزت بڑھانا۔ انہیں عہدے دینا۔ اہل خراسان کے ساتھ بھی یہی کا برتاؤ کرنا۔ وہ تمہارے قوت بازو ہیں انھوں نے اپنی جان اور اپنا مال اسی سلطنت کے قائم کرانے میں خرچ کیا ہے ان پر لطف و کرم کرنا۔ ان کی خطاؤں سے درگذر کرنا۔ بنو سلیم کے کسی شخص سے کبھی مدد طلب نہ کرنا۔ عورتوں کو اپنے کاموں میں دخل نہ دینے دینا نور چشم امت آنحضور صلعم کی حفاظت کرنا۔ خداوند عالم تمہاری حفاظت کریگا۔ ہمیشہ حدود الٰہی کی پابندی کرتے رہنا۔ خونریزی ہرگز نہ کرنا۔ خدا خونریزی کو پسند نہیں کرتا۔ کافروں اور ملحدوں پر جہاد کرنا۔ غنیمت لشکریوں میں تقسیم کردیا کرنا۔ اعتدال سے آگے کبھی قدم نہ بڑھانا۔ سرحدوں کی پوری پوری حفاظت و نگرانی کرنا۔ راستوں میں امن قائم رکھنا۔ عوام کو فساد اور بلوہ سے روکنا رعیت کے مال پر نظر نہ رکھنا۔ جسقدر سوار اور پیادے ممکن ہوں ہر وقت تیار رکھنا آج کا کام کل پر نہ چھوڑنا۔ حوادث و مصائب آنے سے پہلے انکی روک تھام کرنا کاہل ہرگز نہ بننا۔ عاملوں سے حسن ظنی کرنا۔ اور نہ بدظنی کرنا۔ لوگوں پر حاضری دربار کو

آسان کرنا۔ دربانوں کی نگہداشت رکھنا کہ وہ تمہارے پاس آنے جانے والوں پر سختی نہ کریں کسی ایسے عامل کو مقرر نہ کرنا جو سخت گیری کرے۔ بس یہی میری وصیتیں ہیں۔ میرے بعد اللہ تعالیٰ تمہارا محافظ ہو۔"

اسکے بعد منصور بغداد سے روانہ ہوا۔ کوفہ میں پہنچکر حج و عمرہ کا احرام باندھا۔ قربانی کے جانوروں پر نشانی لگا کر آگے روانہ کیا۔ ابھی منصور کوفہ سے دو تین ہی منزلیں طے کرنے پایا تھا کہ بیمار ہو گیا۔ اُسے درد لاحق ہؤا جو رفتہ رفتہ بڑھتا رہا۔ لیکن برابر سفر کئے چلا گیا۔ حتیٰ کہ بیر میمون تک پہنچ گیا۔ جو مکہ کے قریب ہے۔ یہاں آ کر طبیعت ایکدم خراب ہو گئی۔ اس وقت اسکے ساتھ اسکے خاص خدام اور اس کا مصاحب خاص ربیع جو اس کا آزاد غلام تھا موجود تھے آخر ۷ ذی الحجہ ۱۵۸ھ کو منصور نے وفات پائی۔ اسکے خدام نے اسکی وفات کو اس روز چھپایا اور اگلے روز عیسیٰ بن علی اور عیسیٰ بن موسیٰ۔ عباس بن محمد۔ محمد بن سلیمان۔ ابراہیم بن یحییٰ۔ قاسم بن منصور۔ حسن بن زید علوی۔ موسیٰ بن مہدی بن منصور (یہ ولیعہد مہدی کا بیٹا تھا)۔ علی بن عیسیٰ بن ماہان وغیرہ کو۔ جو اس سفر میں ساتھ تھے دربار میں جمع کیا اور خلیفہ کے وفات کی خبر سنائی۔ ربیع نے ایک کاغذ جو خلیفہ ابو جعفر منصور کا لکھا ہؤا تھا لوگوں کو پڑھکر سنایا۔ اسمیں لکھا ہؤا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے بندہ منصور کیطرف سے پسماندگان بنی ہاشم اور اہل خراسان اور عامتہ المسلمین کے نام۔ اما بعد! میں اس عہدنامہ کو اپنی دنیوی زندگی کے سب سے آخری دن اور آخرت کے سب سے پہلے دن میں لکھ رہا ہوں میں تمہیں سلام کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈالے نہ تمہیں کئی فرقوں میں متفرق کرے نہ تم کو باہمی خونریزی کا مزہ چکھائے۔ تم میرے بیٹے مہدی کی اطاعت کا اقرار کر چکے ہو۔ اس پر قائم رہو اور بدعہدی اور بے وفائی سے اجتناب کرو۔

ربیع نے یہ کاغذ پڑھنے کے بعد مہدی کے بیٹے موسےٰ بن مہدی سے کہا کہ وہ لوگوں سے اپنے باپ یعنی مہدی کی خلافت کیلئے بیعت لے اور سب سے پہلے حسن بن زید علوی سے کہا کہ اٹھو اور بیعت کرو۔ چنانچہ انہوں نے موسےٰ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ بعدازاں تمام حاضرین نے یکے بعد دیگرے بیعت کی لیکن عیسےٰ بن موسےٰ نے جسے سفاح نے منصور کے بعد ولیعہدی کی وصیت کی تھی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ علی بن عیسےٰ بن ماہان نے فوراً کہا۔ واللہ اگر تم بیعت نہ کروگے تو میں تمہارا سر اتار لوں گا۔ چنانچہ عیسےٰ بن موسےٰ نے بھی بیعت کرلی۔ تکمیل بیعت کے بعد موسےٰ بن مہدی نے منصور کی وفات اور بیعت لینے کی اطلاع معہ آنحضور صلعم کی چادر، عصا اور خاتم خلافت کے بغداد میں مہدی کے پاس بھیجدی۔ یہ خبر مہدی کے پاس بغداد میں ۱۵ ذی الحجہ ۱۵۸ھ کو پہنچی اہل بغداد نے بھی حاضر ہوکر مہدی کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ ادھر منصور کے جنازہ کی نماز عیسےٰ بن موسےٰ نے پڑھائی اور حجون اور بیر میمون کے درمیان مقبرۂ معلاۃ میں منصور کو دفن کر دیا منصور گندم گوں نحیف الجثہ اور طویل القامت تھا۔ اس نے ایک ہفتہ کم بائیس سال خلافت کی اور ترسیٹھ ۶۳ سال کی عمر پائی۔ اس نے دس بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی بیٹوں کے نام یہ ہیں ابو جعفر مہدی محمد ۱ جعفر اکبر ۲ (ان دونوں کی ماں ام موسےٰ اروی بنت منصور ہمشیرۂ یزید بن منصور حمیری تھی) صالح ۳ (اسکی ماں ایک رومیہ لونڈی تھی) سلیمان ۴ ۔ عیسےٰ ۵ ۔ یعقوب ۶ ۔ (ان تینوں کی ماں فاطمہ بنت محمد طلحہ بن عبداللہ کی اولاد سے تھیں) جعفر اصغر ۷ ۔ قاسم ۸ ۔ عبدالعزیز ۹ اور عباس ۱۰ تھے بیٹی کا نام عالیہ تھا۔ جسکی شادی اسحٰق بن سلیمان بن علی کے ساتھ ہوئی تھی منصور زبردست عالم تھا۔ اس نے جب حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کو موطا کی تالیف پر آمادہ کیا تو ان سے کہا کہ آپ اچھی طرح سے بخوبی واقف ہیں کہ اس وقت اسلام میں مجھ سے اور آپ سے زیادہ شریعت کا جاننے والا کوئی نہیں رہا ہے میں تو خلافت و سلطنت کے جھگڑوں میں پھنسا ہوا ہوں۔ آپ کو فرصت حاصل ہے لہٰذا آپ ایک ایسی کتاب لکھیں جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں

اس کتاب میں ابن عباسؓ کے جواز اور ابن عمرؓ کے تشدد و احتیاط کو نہ بھرو بلکہ لوگوں کیلئے تصنیف تالیف کا ایک نمونہ قائم کردو۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ خود منصور نے یہ باتیں کیا کہیں تصنیف ہی سکھا دی۔ منصور کے اخلاق و عادات۔ اعمال و افعال اور کارہائے نمایاں عبدالملک اموی سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں وہ بھی خاندان مروان کا دوسرا خلیفہ تھا اور منصور بنو عباس میں دوسرا خلیفہ تھا۔ عبدالملک بھی عالم و فقیہہ اور محدث تھا اور منصور بھی عالم و فقیہہ اور محدث تھا۔ عبدالملک بھی کفایت شعار تھا اور منصور بھی کفایت شعار تھا۔ عبدالملک نے بھی خلافت امویہ کو برباد ہونے سے بچایا اور منصور نے بھی محمد مہدی اور ابراہیم کے ہاتھوں سے خلافت عباسیہ کو بچایا۔ البتہ صرف ایک یہ بات منصور میں تھی کہ وہ امان دینے کے بعد بھی لوگوں کو قتل کر دیتا تھا اور اپنے عہد کی زیادہ پاسداری نہ کرتا تھا۔ اور عبدالملک جو اقرار کرتا تھا اسے پورا کرتا تھا۔

مہدی بن منصور

اس کا نام محمد المہدی تھا کنیت ابو عبداللہ تھی۔ اسکی ماں کا نام ام موسیٰ اروی بنت منصور حمیری تھا۔ وہ ۱۲۶ھ میں بمقام ایدج میں پیدا ہوا تھا۔ محمد المہدی نہایت سخی ہر دلعزیز۔ عالم۔ رعایا کا خیر خواہ اور صادق الاعتقاد تھا۔ وجیہہ شکیل اور ملیح صورت تھا اسے بہت سے علماء کی شاگردی کا شرف حاصل تھا۔ بہادر اور مدبر بھی تھا۔ منصور نے اُسے اس وقت جبکہ اسکی عمر صرف پندرہ سال کی تھی ۱۴۱ھ میں عبدالجبار بن عبدالرحمٰن کی بغاوت فرو کرنیکے لئے خراسان کیطرف بھیجا تھا۔ ۱۴۲ھ میں جب وہ خراسان سے واپس آیا تو منصور نے اسکی شادی اپنی بھتیجی یعنی ابوالعباس سفاح کی بیٹی سے کر دی اور ۱۴۷ھ میں اسے ولیعہد بنا کر خراسان کے جنوبی و مغربی حصہ کا عامل بنا کر رے کیطرف روانہ کیا تھا۔ ۱۵۳ھ میں اسے امیر الحج بنایا تھا۔ ۱۵۸ھ میں وہ اپنے باپ منصور کی وفات کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا۔ جب لوگوں نے اسکے ہاتھ پر بیعت کر لی تو اس نے منبر پر چڑھکر یہ خطبہ دیا۔

امیر المومنین بھی خدا کا بندہ ہوتا ہے۔ خدا ہی اسکی حفاظت کرتا ہے میں خدا ہی سے مہمات خلافت انجام دینے کیلئے مدد طلب کرتا ہوں جس طرح تم اپنی زبان سے میری اطاعت کا اظہار کرتے ہو۔ اسی طرح دل سے بھی میری فرمانبرداری کرو تاکہ دین و دنیا کی بہتری کے امیدوار بن سکو۔ جو شخص عدل و انصاف پھیلائے تم اسکی مخالفت نہ کرو میں تم پر سے بے جا پابندیاں اور سختیاں اٹھاؤں گا اور تم پر اپنی ساری عمر احسان کرتا رہوں گا۔ مجرموں کو سزا دونگا اور حق والے کو اس کا حق دلاؤں گا۔"

محمد المہدی نے خلیفہ ہوتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ منصور کے زمانہ کے تمام قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ سوائے انکے جو باغی یا غاصب یا خونی تھے۔ رہا ہونے والے قیدیوں میں یعقوب بن داؤد بھی تھا۔ اور جو قیدی رہا نہیں کئے گئے۔ ان میں حسن بن ابراہیم بن عبداللہ بن حسن مثنٰی بن حسن تھا۔ ابراہیم کے قتل کے بعد حسن اور یعقوب دونوں بصرہ سے گرفتار کر کے لائے گئے تھے۔ اور ساتھ ہی قید کئے گئے تھے۔ انکی گرفتاری کا ذکر اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ یعقوب کا باپ داؤد بنی سلیم کے آزاد غلاموں میں سے تھا۔ وہ خراسان میں نصر بن سیار کا میر منشی یعنی سکرٹری تھا۔ داؤد کے دو بیٹے یعقوب اور علی تھے دونوں بڑے عالم و فاضل اور عاقل و ہوشیار تھے۔ لیکن خلافت عباسیہ میں ان دونوں کی کوئی قدر و منزلت نہیں کیگئی۔ حالانکہ وہ عزت افزائی کے مستحق تھے۔ جب محمد مہدی اور ابراہیم نے بنو عباس کیخلاف لوگوں کو دعوت دینی شروع کی۔ ....

.... تو یعقوب اس دعوت میں شریک ہو کر لوگوں کو بنو عباس کیخلاف برانگیختہ کرتا رہا۔ آخر حسن بن ابراہیم کے ساتھ گرفتار کر کے قید کر دیا گیا تھا۔ یعقوب کو قید خانہ ہی میں یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ حسن کے دوست اسے رہا کرانے کے لئے سرنگ لگا رہے ہیں اس نے محمد المہدی کو اسکی اطلاع دیدی اور المہدی نے حسن کو دوسرے قید خانہ میں تبدیل

کر دیا۔ لیکن وہ وہاں سے بھی نکل بھاگا۔ المہدی کو بڑا فکر ہوا کیونکہ حسن کے باپ ابراہیم اور چچا محمد مہدی نے خروج کرکے منصور کو سخت پریشان و مضطرب کر دیا تھا۔ اسلئے محمد المہدی کو خوف ہوا کہ کہیں حسن بھی خروج کرکے مبتلائے مصیبت نہ کرے اسلئے اس نے یعقوب سے مشورہ لیا۔ یعقوب نے کہا۔ آپ اسے امان مرحمت فرمائیں میں اسے حاضر کر دوں گا۔ المہدی نے امان نامہ لکھدیا۔ یعقوب نے حسن کو حاضر کر دیا۔ المہدی نے حسن کی بڑی عزت اور مدارات کی۔ اُسے دربار میں حاضری کی اجازت دیدی۔ وہ آنے لگا اور سرحدی معاملات۔ تعمیر قلعہ جات اور دوسرے امور میں مشورے دینے لگا۔ مہدی نے حسن کو اپنانے کیلئے اپنا دینی بھائی بنالیا اور ایک لاکھ درہم اسے عطا کئے۔ حسن مہدی کا طرفدار اور خیر طلب ہو گیا۔ ادھر مہدی نے اپنے وزیر اعظم ابو عبداللہ کو جو اسکے باپ کے وقت سے وزیر چلا آتا تھا معزول کرکے یعقوب کو وزیر اعظم بنالیا۔ یعقوب اور حسن کی تالیف قلوب کرنے سے ان دونوں کی بغاوت کا اندیشہ مٹ گیا۔ مہدی نے بغیر تیغ و تبر کے محض منصف مزاجی اور قدر شناسی سے ایک بڑے خطرہ کو دور کر دیا۔

حکیم مقنع کا ظہور

مہدی ۱۵۸ھ میں تخت نشین ہوا۔ تخت نشینی کے اگلے ہی سال یعنی ۱۵۹ھ میں مرو کا ایک باشندہ جو حکیم اور ہاشم کے نام سے مشہور تھا۔ مگر جس کا اصل نام مقنع تھا ظاہر ہو کر خدائی کا مدعی ہوا۔ وہ تناسخ کا قائل تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالےٰ نے اول حضرت آدم کو پیدا کیا اور اسمیں حلول کیا۔ پھر ہاشم میں اور اب مجھ میں یعنی مقنع میں حلول کیا ہے۔ دراصل اس کا عقیدہ وہی تھا جو فرقہ راوندیہ کا تھا۔ سچ یہ ہے کہ ابو مسلم نے بنو ہاشم کی خلافت قائم کرنیکے لئے لوگوں میں عجیب عجیب خیالات پھیلا دیئے تھے۔ انہیں خیالات کا یہ اثر تھا کہ اہل راوندیہ نے منصور کو خدا مان کر سجدہ کیا۔ اب مقنع کا ظہور ہوا اور وہ خدائی کا مدعی بن بیٹھا۔ لوگوں کی طبیعتیں بھی جدت پسند اور جدت پرست واقع ہوئی ہیں بعض اللہ کے

بندے ذرا بھی عقل سے کام لیکر یہ نہیں سوچتے کہ خدائی کا مدعی اپنے دعادی میں کہاں تک سچا ہے آنکھیں بند کرکے اسکی تقلید شروع کردیتے ہیں۔ آج اسلام میں جو اتنے فرقے نظر آرہے ہیں۔ یہ سب کم عقیدگی اور عجائب پرستی کی بدولت ہیں۔ جہاں کسی نے کوئی اعلان کیا اور لوگ اسکی طرف رجوع ہوئے۔ کسی کو ولی کامل بنادیا۔ کسی کو نبی مان لیا۔ اگر مسلمان اپنے مذہب کے پورے طور پر واقف ہوں، عقیدہ میں پختگی ہو تو ایک شخص بھی نہیں بہک سکتا قرآن شریف نے صاف طور پر بتادیا ہے کہ حضرت محمد صلعم پیغمبر آخرالزماں تھے۔ اب مسلمان سمجھ لیں کہ جو کوئی نبوت کا دعوے کرتا ہے وہ جھوٹا ہے پھر قرآن شریف ہی میں یہ بھی ہے کہ قیامت میں ہر شخص کے اعمال کام آئینگے۔ خود آنحضرت صلعم نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ سے فرمایا تھا کہ تم یہ فخر نہ کرنا کہ نبی کی بیٹی ہو حشر کے دن نیک اعمال ہی نجات دلائینگے پھر ولیوں اور پیروں کی قدمبوسی کرنے سے کیا حاصل ہر انسان کو وہی ملتا ہے جو اسکی قسمت میں ہے۔ کوئی ولی یا پیر قسمت سے زیادہ نہیں دلاسکتا۔ پھر ولیوں کے دروں کی خاک چھاننا کہاں کی عقلمندی ہے۔ تجربہ اور واقعات یہ بتاتے ہیں کہ جو حقیقت میں اولیا اللہ ہیں وہ لوگوں کا اپنے پاس آنا بھی تو گوارا نہیں کرتے نہ بغیر خدا کے حکم کے لب کشائی کرتے ہیں۔ نہ انھیں دنیا سے کچھ غرض ہے نہ وہ کسی سے کچھ لیتے ہیں مگر جو انکے سوا ہیں وہ ان احمقوں کو جو انکے پاس جاتے ہیں دونوں ہاتھوں سے خوب لوٹتے ہیں۔ لوگ لٹتے ہیں لیکن پھر انکی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ اگر تم دین اور دنیا میں سرخروئی حاصل کرنا چاہتے ہو تو خدا کو خوش کرو۔ اسکے احکام کی تعمیل کرو۔ اسکی عبادت کرو۔ وہ تم پر مہربانی کرے گا اور تمہاری آرزوئیں پوری ہو جائینگی۔ کسی کے پاس بھی مت جاؤ۔ سچے اور پکے مسلمان بنجاؤ۔ تم ہی ولی کامل ہو جاؤگے۔ غرضیکہ مقنع نے الوہیت کا دعوے کیا۔ لوگ اُسے سجدہ کرنے لگے۔ اُس نے ایک سونے کا چہرہ بنواکر اپنے منہ پر لگالیا تھا اور لوگوں کو وہ یہ دہوکہ دیتا تھا کہ جو کوئی میرا چہرہ دیکھ لیگا وہ میری

تجلی سے جل کر خاک ہو جائیگا بعض مورخوں کا قول ہے کہ در اصل وہ کریہہ المنظر تھا اور اسلئے وہ اپنا چہرہ چھپاتا تھا۔ اس کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ یحییٰ بن زید مارے نہیں گئے بلکہ روپوش ہو گئے ہیں اور عنقریب ظاہر ہو کر لوگوں سے اپنا بدلہ لینگے مقنع کے ظہور پر اہل خراسان کی کافی جمعیت اسکی مطیع ہو گئی۔ مقنع نے ناوساتیغ کش کے قلعہ بسیام و سنجردہ میں جو ماوراء النہر میں تھا قیام کیا۔ سفید پوش اہل بخارا اور اہل صغد اسکے مددگار بنگئے۔ یہ ملحوظ رہے کہ عباسیوں کا لباس سیاہ تھا اور علویوں نے عباسیوں کی ضد پر سفید لباس اختیار کر لیا تھا۔ بہت سے ترکوں نے بھی اسکی اعانت کی۔ یہ ایک زبردست گروہ خلافت عباسیہ کے خلاف میدان عمل میں اتر آیا۔ اور اس نے اس نواح کے مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ اس طرف کے مہدی کے عاملوں ابو النعمان۔ جنید لیث بن نصر بن سیار نے مقابلہ کیا۔ لیث کا بھائی محمد بن نصر اور بھتیجہ حسان بن تمیم اس جنگ میں مارے گئے جب یہ خبر مہدی کو پہنچی تو اس نے جبرئیل بن یحییٰ کو اپنے عاملوں کی مدد کیلئے کچھ لشکر دیکر بھیجا۔ اور جبرئیل کے بیٹے یزید کو بخارا اور صغد کے باغیوں کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا یزید نے بخارا اور صغد پر حملہ کر دیا۔ چار مہینے تک متواتر لڑائیاں ہوتی رہیں۔ آخر مسلمانوں نے بخارا اور صغد کے قلعوں کو فتح کر لیا۔ سات سو باغی مارے گئے باقی مقنع کے پاس بھاگ گئے۔ مہدی نے یزید اور جبرائیل کو روانہ کرنے کے چند ہی روز بعد ابو عون کو بھی مقنع سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا تھا لیکن جب مقنع جبرائیل اور ابو عون وغیرہ کا مقابلہ کرتا رہا ان سے مغلوب نہ ہوا تب مہدی نے ایک اور لشکر معاذ بن مسلم کو دیکر روانہ کیا۔ معاذ کے مقدمۃ الجیش کا افسر سعید حرشی تھا۔ اسکے بعد مہدی نے عقبہ بن مسلم کو بھیجا۔ ان سرداروں نے پرزور حملے کر کے مقنع کی فوج کو شکست دے کر مقنع کی فوج کو میدان کارزار سے بھگا دیا اور آگے بڑھ کر قلعہ بسیام کا جس میں مقنع موجود تھا محاصرہ کر لیا۔ اثنائے محاصرہ میں معاذ اور سعید میں کچھ ان بن ہو گئی سعید نے

مہدی کو معاذ کی شکایت لکھ بھیجی اور استدعا کی کہ مقنع کی مہم کو وہ تنہا سر انجام دے لیگا چنانچہ مہدی نے معاذ کو اس مہم سے علیحدہ کر دیا اور سعید کو اسکی درخواست کے بموجب مامور کر دیا۔ لیکن معاذ نے موقعہ کی نزاکت کو ملحوظ رکھکر اپنے بیٹے کو سعید کی مدد کیلئے بھیجدیا۔ سعید قلعہ شکن آلات لیکر حملہ آور ہؤا۔ اس وقت مقنع کے پاس قلعہ کے اندر بتیس ہزار آدمیوں کی جمیعت تھی۔ سعید کے شدید حملہ سے گھبرا کر مقنع کے ہمراہیوں نے خفیہ طور پر سعید سے امان طلب کی اس نے امان دیدی۔ اسی وقت تیس ہزار آدمی قلعہ کا دروازہ کھولکر نکل آئے۔ صرف دو ہزار جنگجو قلعہ میں باقی رہ گئے۔ سعید نے محاصرہ میں اور سختی کر دی۔ مقنع کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ اس نے اپنے اہل و عیال کو آگ میں ڈالکر جلا دیا۔ اور پھر خود بھی آگ میں پھاند پڑا۔ عین اسی وقت مسلمانوں نے قلعہ فتح کر لیا۔ اور مقنع کی نیم مردہ لاش آگ میں سے نکالکر اس کا سر کاٹکر مہدی کی خدمتمیں روانہ کیا۔ یہ سر المہدی کے پاس حلب میں ۱۶۳ھ میں پہنچا۔

ہادی کی ولیعہدی

سفاح نے اول منصور کو اور پھر عیسے بن موسے کو ولیعہد مقرر کیا تھا لیکن منصور نے عیسے کو معزول کر کے اپنے بیٹے مہدی کو ولیعہد بنایا۔ مگر مہدی کے بعد عیسے بن موسے کیلئے ولیعہدی کی ہدایت کر گیا۔ مہدی کے تخت نشین ہونیکے دوسرے سال یعنی ۱۶۰ھ میں مہدی کے ہمدردوں نے اسے یہ مشورہ دیا کہ وہ عیسے بن موسے کی جگہ اپنے بیٹے ہادی کو ولیعہد مقرر کریں۔ عیسے کوفہ کے قریب موضع رحبہ میں خاموش زندگی بسر کر رہا تھا مہدی نے اسے طلب کیا۔ اس نے آنے سے انکار کر دیا۔ لیکن مہدی نے اپنے چچا عباس اور دوسرے لوگوں کو یکے بعد دیگرے بھیجا۔ آخر مجبور ہو کر عیسے بغداد میں آکر محمد بن سلیمان کے مکان میں فروکش ہؤا۔ مہدی نے اس سے ولیعہدی سے دستکش ہونیکے لئے کہا۔ عیسے نے یہ عذر کیا کہ وہ عہد کر چکا ہے اور اب قسم کی خلاف ورزی کیسے کر سکتا ہے

مہدی نے علمائے سے فتوے طلب کیا۔ علماء نے یہ فتوے دیا کہ عیسٰے قسم کا کفارہ دیدے مہدی نے عیسٰے کو دس ہزار درہم اور زاب اور کسکر میں جاگیریں دیکر ولی عہدی سے دستبردار ہونے پر رضامند کر لیا۔ چنانچہ ۲۶ محرم ۱۶۰ھ کو عیسٰے نے اپنے ولیعہدی سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ اور ہادی کی ولیعہدی کی بیعت کر لی۔ اس سے اگلے دن مہدی نے مسجد میں لوگوں کو جمع کر کے عیسٰے کی دستبرداری اور ہادی کی ولیعہدی کی لوگوں کو اطلاع دی عیسٰے نے اُسکے بیان کی تصدیق کی۔ لوگوں نے ہادی کی ولیعہدی کی بیعت کر لی :۔

باربد پر لشکر کشی

۱۵۹ھ میں خلیفہ مہدی نے عبدالملک بن شہاب مسمعی کی سرکردگی میں ایک لشکر دیکر ہندوستان کیطرف روانہ کیا۔ اس لشکر میں زیادہ تر رضاکار (والنٹیر) شامل تھے۔ یہ لشکر خلیج فارس سے کشتیوں میں سوار ہو کر ساحل ہند کیطرف روانہ ہوا اور ہندوستان میں پہنچکر اہل باربد سے لڑائی شروع کر دی۔ بہت سے ہندی مارے گئے۔ بقیہ فرار ہو گئے۔ مسلمان صرف بیس شہید ہوئے۔ جب مسلمانوں نے واپس لوٹنا چاہا تو دریا میں طوفان آگیا۔ وہ دریا کا جوش فرو ہونیکے انتظار میں ٹھہر گئے۔ سلتفاق سے مسلمانوں میں وبا پھیل گئی۔ ایک ہزار آدمی وبا کی نذر ہو گئے۔ دریا کے ساکن ہو جانے پر مسلمان کشتیوں میں سوار ہو کر فارس کیطرف روانہ ہوئے۔ جب فارس کے ساحل کے قریب پہنچے تو رات کے وقت ایسا زور و شور کا طوفان آیا کہ کئی کشتیاں موجوں سے ٹکرا کر ٹوٹ گئیں اور مسلمانوں کی ایک جماعت دریا میں غرق ہو گئی :۔

مہدی کا حج

۱۶۰ھ میں مہدی نے حج کی تیاری کی۔ بغداد میں اپنے بیٹے ہادی کو اپنا نائب بنا کر ہادی کے ماموں یزید بن منصور کو مدار المہام مقرر کیا اور اپنے دوسرے بیٹے ہارون کو معہ خاندان خلافت کے چند لوگوں کے ہادی کی مصاحبت پر مامور کیا اور خود معہ اپنے

وزیر یعقوب بن داؤد کے مکہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ مکہ میں پہنچکر خانہ کعبہ کا وہ غلاف جسے ہشام بن عبدالملک نے چڑھایا تھا اور جو قیمتی اور نفیس دیبا کا تھا۔ اتروا کر دوسرا عمدہ اور بیش قیمت غلاف چڑھایا۔ لاکھوں درہم خیرات کئے۔ ڈیڑھ لاکھ کپڑے غریبوں میں تقسیم کئے۔ مسجد نبوی کو اور وسیع کیا اور انصار کے پانچسو خاندانوں کو عراق میں لاکر آباد کیا۔ ان کی معقول تنخواہیں مقرر کیں جاگیریں دیں اور اپنی محافظت پر انہیں مامور کیا۔ واپسی میں ۱۶۱ھ میں مکہ کے راستہ میں ہر مقام پر مکانات تعمیر کرائے (یہ مکانات ان مکانات سے بڑے شاندار تھے۔ جو منصور نے زبالہ سے قادسیہ تک بنوائے تھے) ہر مکان میں حوض اور کنوئیں بنوائے) یہ تمام مکانات یقطین بن موسیٰ کے اہتمام میں تعمیر کرائے۔ بصرہ کی مسجد کو بھی وسیع کرایا۔ اور اس مسجد کے منبر کو بقدر منبر آنحضور صلعم کے چھوٹا کرادیا:۔

اندلس پر چڑھائی

خلیفہ منصور کے زمانہ ہی میں اندلس میں بنوامیہ کی خلافت قائم ہوگئی تھی عباسی اس خلافت کو بھی اُلٹنے کی فکر میں تھے چنانچہ خلیفہ مہدی کے اشارہ سے اسکے صوبہ افریقیہ کے گورنر عبدالرحمٰن بن حبیب فہری نے بربریوں کی ایک جمعیت لیکر اندلس پر چڑھائی کردی اور اندلس کے ساحل مرسیہ میں اتر کر اندلس کے صوبہ سرقسطہ میں پہنچکر سرقسطہ کے گورنر سلیمان بن یقظن کو خلافت عباسیہ کی دعوت دی سلیمان نے عبدالرحمٰن بن حبیب فہری کی اس بیہودہ تحریر کا کوئی جواب نہ دیا۔ عبدالرحمٰن فہری نے سرقسطہ پر حملہ کردیا سلیمان نے اُسے شکست دیکر پیچھے ہٹادیا۔ اندلس کا فرمانروا اس وقت عبدالرحمٰن تھا۔ وہ عبدالرحمٰن فہری کے حملہ آور ہونے کی خبر سُنکر اندلسی سپاہیوں کی فوج لیکر آپہنچا اور اس نے سب سے پہلے وہ کشتیاں جلوا دیں جنمیں عبدالرحمٰن فہری اپنی فوج لیکر آیا تھا اور جو مرسیہ ساحل پر پڑی ہوئی تھیں اس طرح عباسی فوج کی واپسی دشوار ہوگئی۔ پھر عبدالرحمٰن فرمانروائے اندلس عبدالرحمٰن فہری کے تعاقب میں چلا۔ عبدالرحمٰن فہری گھبرا کر بلنسیہ کے پہاڑ پر چڑھ گیا۔ عبدالرحمٰن فرمانروائے اندلس نے اعلان کردیا کہ جو کوئی عبدالرحمٰن کا سر کاٹکر لادیگا۔ ایکہزار دینار انعام ملیگا۔ اسکی اطلاع فہری

ہمراہیوں کو بھی ہوگئی چنانچہ ایک بربری عبدالرحمن فہری کا سر کاٹکر امیر عبدالرحمن والئی اندلس کے پاس لے آیا اور ایک ہزار دینار انعام لیکر چلتا ہوا۔ یہ واقعہ ۱۶۴ھ کا ہے امیر عبدالرحمن کو عباسیوں کی اس فوج کشی سے اشتعال پیدا ہوا۔ اس نے ملک شام پر جواباً حملہ کرنے کا قصد کیا مگر اسی وقت حسین بن یحیٰی بن سعید بن عثمان انصاری نے سرقسطہ میں علم بغاوت بلند کیا اور امیر عبدالرحمن اس بغاوت کو فرو کرنے میں مشغول ہوگیا اور اس طرح عباسیوں کو ان کی گستاخی کی سزا نہ دے سکا۔ امیر عبدالرحمن کا ذکر اندلس کے واقعات میں مفصل بیان کیا جائے گا!

جنگ روم

۱۶۳ھ میں مہدی نے خراسان اور اپنے ممالک محروسہ کے تمام صوبوں سے لشکر فراہم کرکے جہاد روم پر جانے کا قصد کیا۔ ۳۰ جمادی الثانی ۱۶۳ھ کو اسکے چچا عیسٰی بن علی کا انتقال ہوگیا۔ اسلئے اس روز روانگی ملتوی کرکے یکم رجب ۱۶۳ھ کو بغداد سے کوچ کیا ہادی کو بغداد میں اپنا نائب مقرر کیا اور دوسرے بیٹے ہارون کو ہمراہ لیکر چلا۔ موصل اور جزیرہ میں پہنچکر وہاں کے گورنر عبدالصمد بن علی کو معزول کرکے قید کر دیا۔ (۱۶۶ھ میں عبدالصمد کو قید سے رہا کیا تھا)۔ اور اپنے بیٹے ہارون کو آذربائیجان۔ آرمینیہ اور کل بلاد مغرب کا والی مقرر کیا اور جزیرہ کی گورنری عبداللہ بن صالح کو دی۔ مہدی نے رومیوں پر اسلئے چڑھائی کی تھی کہ ۱۶۲ھ میں رومیوں نے سلطنت اسلامیہ پر لشکر کشی کرکے بعض شہروں کو ویران کر دیا۔ اسلئے اسکے جواب میں ۱۶۳ھ میں مہدی نے خود روم پر چڑھائی کی۔ اس سفر میں مہدی جب مسلمہ بن عبدالملک کے قصر کے مقابل پہنچا تو مہدی کے چچا عباس بن علی نے مہدی کو یاد دلایا کہ ایک مرتبہ جب آپکے دادا محمد بن علی اس طرف سے گذر رہے تھے تو مسلمہ نے انکی دعوت کی تھی اور ایکہزار دینار نذر کئے تھے۔ مہدی نے یہ سنتے ہی مسلمہ کے لڑکوں اور غلاموں کو طلب کرکے انہیں بیس ہزار دینار مرحمت کئے اور انکے وظائف مقرر کر دیئے۔ مہدی حلب میں پہنچکر ٹھہر گیا اور ہارون کو آگے روانہ کیا۔ اسکے ساتھ عیسٰی بن موسٰی۔ عبدالملک بن صالح حسن بن قحطبہ ربیع بن

یونس اور یحیٰی بن خالد بن برمک جیسے مشہور افسروں کو کر دیا۔ ہارون نے اپنی سرحد کو عبور کر کے رومیوں کے ملک میں پہنچکر قلعہ سمالو کا محاصرہ کر لیا۔ چالیس ۴۰ روز کے بعد اہل قلعہ نے اطاعت اختیار کی۔ ہارون نے انھیں امان دیکر قلعہ پر قبضہ کر لیا اور آگے بڑھکر چند اور قلعوں کو بزور شمشیر فتح کیا۔ جبکہ ہارون رومی ممالک میں فتح وظفر کے پرچم لہرا رہا تھا۔ اس وقت مہدی نے زندیقوں کو چن چن کر قتل کرنا شروع کر دیا۔ جب ہارون فتح ونیرزی کے بعد واپس آیا تو مہدی ہارون کو ساتھ لیکر بیت المقدس کی زیارت کو گیا۔ مسجد قصطی میں جا کر نماز پڑھی۔ پھر بغداد میں واپس چلا آیا۔ اسی سال ۱۶۳ھ میں خالد بن برمک کا انتقال ہوا۔ مہدی نے خالد کو ہارون کا وزیر خارجہ مقرر کیا تھا:۔

رومیوں پر دوسرا جہاد

۱۶۴ھ میں عبدالکبیر بن عبدالرحمن نے رومیوں کے حملہ کی خبر سنکر ان پر فوج کشی کی رومیوں کے دو نامور سردار بطریق میکائیل اور بطریق طارہ ارمنی نے نوے ۹۰۰۰۰ ہزار کی جمعیت سے اسلامی لشکر کا مقابلہ کیا۔ عبدالکبیر رومیوں کا ٹڈی دل لشکر دیکھکر بلا مقابلہ واپس آگیا۔ اس واقعہ سے مسلمانوں کا وہ رعب جو ۱۶۳ھ میں ہارون نے قائم کیا تھا۔ رومیوں کے دلوں سے اٹھ گیا۔ مہدی نے جب یہ سنا تو اس نے عبدالکبیر کو قید کر دیا اور ۱۶۵ھ میں اپنے بیٹے ہارون کو پھر جہاد پر روانہ کیا۔ اور اسکے ساتھ اپنے امیر صاحب (لارڈ چیمبرلین) ربیع کو کر دیا۔ ہارون بھی تقریباً ایک لاکھ کا لشکر جرار لیکر رومیوں کے ملک پر حملہ آور ہوا۔ رومیوں نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ ان کا نامور سردار بطریق نقیط عظیم الشان لشکر لیکر سامنے آیا۔ نہایت خونریز لڑائی ہوئی۔ مسلمانوں نے رومیوں کو شکست دی چھپن ۵۶ ہزار رومی قتل کئے اور پانچہزار چھ سو گرفتار کر لئے اس شکست سے رومیوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ ہارون انھیں ہزیمتیں دیتا اور قلعوں پر قلعے فتح کرتا رومیوں کے دار السلطنت قسطنطنیہ تک پہنچ گیا۔ اسوقت قسطنطنیہ کے تخت پر ملکہ ایرینی لیو کی بیگم عنسط اپنے نابالغ بیٹے کیطرف سے حکمران تھی اس نے ستر ہزار دینار سالانہ جزیہ کی ادائگی پر تین سال کیلئے مسلمانوں سے صلح کر لی ہارون نے صلحنامہ میں یہ شرط قائم کی کہ مسلمانوں کو قسطنطنیہ میں

تجارت کرنے اور آنے جانے کی اجازت ہو گئی۔ ہارون مظفر و منصور واپس لوٹ آیا۔ مگر رومیوں نے ۱۶۸ھ میں جبکہ صلحنامہ کی مدت میں کچھ مہینے باقی تھے عہد شکنی کی چنانچہ علی بن سلیمان والئی جزیرہ نے یزید بن بدر بن بطال کو کچھ لشکر دیکر رومیوں کو شکست دیکر بہت سامان غنیمت لیکر واپس آگیا:۔

ہارون کی ولی عہدی

خلیفہ مہدی نے ۱۶۶ھ میں اپنے بیٹے ہادی کے بعد اپنے بیٹے ہارون کو خلیفہ مقرر کرنے کیلئے ولیعہدی کی بیعت لی۔ ہارون کو الرشید کا خطاب دیا:۔

زنادقہ کا خروج

۱۶۷ھ میں عیسےٰ بن موسےٰ نے کوفہ میں وفات پائی۔ اسی سال زندیقوں نے جا بجا خروج کیا۔ علاقہ بصرہ میں یمامہ اور بحرین کے درمیان زندیقوں نے بڑا زور باندھا۔ وہ مرتد ہو کر نمازیں چھوڑ بیٹھے۔ احکام شرعیہ کا پاس و لحاظ اٹھا دیا۔ لوٹ مار پر آمادہ ہو کر رہزنی کرنے لگے۔ خلیفہ مہدی نے اول انھیں بحث و مباحثہ کر کے راہ راست پر آنے کی دعوت دی لیکن وہ مباحثہ پر تیار نہ ہوئے تب مہدی نے انکے قتل عام کا حکم دے دیا۔ چنانچہ زندیقوں کو قتل کیا جانے لگا اور مہدی ایسا انکے پیچھے پڑا کہ ایک بیخکنی ہی کر کے چھوڑی مہدی کے نمایاں کارناموں میں سب سے بڑا کارنامہ زندیقوں کا استیصال ہے اسی سال مہدی نے مسجد حرام میں توسیع کی اور ارد گرد سے مکانات خرید کر مسجد کے احاطہ میں شامل کر دیئے:۔

یعقوب کا زوال

یعقوب بن داؤد کو مہدی نے وزیر اعظم بنا دیا تھا۔ وہ علویوں کا طرفدار تھا اور اس نے اکثر مہدی سے علویوں کو دیئے تھے ایک مرتبہ مہدی نے کسی علوی کو اسکے کسی جرم میں قتل کا حکم دیا اور یعقوب کے سپرد قتل کیلئے کر دیا۔ یعقوب نے اُسے چھوڑ دیا۔ مہدی کو علم ہو گیا۔ اس نے اس علوی کو پھر اسیر کرا لیا اور اسے پردہ کے پیچھے چھپا کر یعقوب کو طلب کر کے اس علوی کا حال

پوچھا۔ یعقوب نے کہا۔ میں نے اسے قتل کر ڈالا۔ مہدی نے پردہ کے پیچھے سے نکالکر یعقوب کے سامنے کر دیا۔ یعقوب شرمندہ ہو گیا۔ خلیفہ مہدی نے اُسے قید کر دیا۔ ہادی کے زمانہ میں بھی وہ قید رہا۔ ہارون رشید نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اُسے رہا کر دیا۔ اس وقت وہ آنکھوں سے معذور ہو گیا تھا۔ ہارون رشید سے اجازت لیکر وہ مکہ معظمہ میں سکونت پذیر ہو گیا:۔

جرجان پر ہادی کی یورش

۱۶۷ھ میں اہل طبرستان کے والیان ونداد ہرمز اور شیروین نے علم بغاوت بلند کیا۔ خلیفہ مہدی نے اپنے ولی عہد ہارون کو باغیوں کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا۔ ہارون کے لشکر کا علم محمد بن جمیل کے ہاتھ میں تھا۔ ہارون نے یزید بن مزید کو اپنے کل لشکر پر سپالار مقرر کر کے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ہارون کے اس لشکر نے باغیوں پر یورش کر کے انہیں قرار واقعی سزائیں دیں اور باغیوں کو مطیع کر کے واپس ہوا!

مہدی کی وفات

خلیفہ مہدی کو تجربہ سے معلوم ہوا کہ ہادی کے مقابلہ میں ہارون رشید زیادہ قابل اور امور سلطنت کے انصرام کی زیادہ قابلیت رکھتا ہے اسلئے اس نے ہادی کو معزول کر کے ہارون رشید کو ولیعہد بنانا چاہا۔ ہادی ان دنوں جرجان میں مقیم تھا۔ مہدی نے اسے طلب کیا۔ اُسے کسی طرح پتہ چل گیا۔ اُس سے یہ شوخ چشمی کی کہ قاصد کو پٹوا کر نکالدیا۔ یہ کیفیت معلوم کر کے مہدی خود جرجان کیطرف روانہ ہوا۔ لیکن ابھی راستہ ہی میں تھا اور مقام باستدان میں ٹھہرا ہوا تھا۔ کہ اس کا امرود کھانے کو جی چاہا۔ اتفاق سے دو لنیزوں میں چشمک تھی۔ ایک کنیز نے ایک امرود میں ایک زہر داخل کر کے دوسری کنیز کو کھلانے کیلئے تیار کیا۔ مگر وہ بھول گئی کہ کس امرود میں زہر داخل کیا تھا۔ مہدی کے طلب کرنے پر اُس نے وہی سم آلود امرود دیدیا۔ امرود کو کھاتے ہی مہدی کی طبیعت بگڑ گئی اور اس نے ۲۲ محرم ۱۶۹ھ مطابق ۷۸۵ء کو وفات پائی۔ ہارون رشید ساتھ تھا۔ اس نے اپنے

بھائی ہادی کو باپ کے مرنے کی اطلاع دی اور جو لشکری اسکے ساتھ تھے۔ ان سے اپنے بھائی ہادی کیلئے بیعت لی اور واپس بغداد چلا آیا۔ اہل بغداد سے بھی ہادی کیلئے بیعت لی اور ایک گشتی اطلاع خلیفہ مہدی کے فوت ہونے اور ہادی کے خلیفہ ہونے کی تمام صوبہ کے گورنروں کے پاس روانہ کی بیس۲۰ روز کے بعد ہادی جرجان سے روانہ ہوکر بغداد میں آیا اور تخت خلافت پر جلوس کر کے ربیع کو وزیر اعظم مقرر کیا مگر ربیع چند ہی روز کے بعد فوت ہو گیا مہدی عباسی خلفاء میں نہایت نیک طینت۔ خوش مزاج۔ عادل متقی سخی اور بہادر تھا اس نے لوگوں پر اسقدر لطف و کرم کیا تھا کہ وہ دل سے اسکے ہواخواہ بنگئے تھے۔ جبر و تشدد اور قہر و غضب کو وہ نہایت ہی برا سمجھتا تھا۔ اس نے یہ عہد کر لیا تھا کہ اپنی زندگی میں کسی علوی کو قتل نہ کریگا۔ چنانچہ مرتے دم تک اس پر کاربند رہا۔ جب کوئی علوی زیادہ شورش کرتا تھا۔ تو اسے قید کر دیتا تھا۔ مہدی ۱۲۷ھ میں پیدا ہوا ۱۵۸ھ میں تخت نشین ہوا اور ۱۶۹ھ میں وفات پائی۔ اسکی بیالیس ۴۲ سال کی عمر ہوئی اور اس نے دس سال چند مہینے خلافت کی:۔

ہادی بن مہدی

ہادی بن مہدی کا اصل نام موسیٰ تھا۔ ابو محمد کنیت تھی یہ ایک بربری کنیز خیزران کے بطن سے مقام رے میں ۱۴۷ھ میں پیدا ہوا تھا۔ ہارون اس کا حقیقی بھائی تھا اور خیزران ہی کے بطن سے تھا۔ مہدی نے خیزران سے ہادی اور ہارون کے پیدا ہونیکے بعد ۱۵۹ھ میں نکاح کر لیا تھا۔ اسکی ماں خیزران نہایت ہوشیار اور امور سلطنت سے بخوبی واقف تھی مہدی ہی کے زمانے سے خیزران حکومت کے کاروبار میں دخیل تھی لیکن ہادی نے اسے سیاسی معاملات میں حصہ لینے سے روکدیا تھا۔ ہادی ۱۶۹ھ میں تخت نشین ہوا اور تخت نشین ہوتے ہی اس نے بھی اپنے باپ مہدی کیطرح زندیقوں کو قتل کر کے ان کا استیصال کر دیا ہادی کی تخت نشینی کے وقت صوبوں کے عامل اس تفصیل سے تھے۔ مدینہ منورہ میں عمر بن عبدالعزیز بن عبید اللہ بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب۔ مکہ و طائف پر عبداللہ بن قثم

یمن پر ابراہیم بن مسلم بن قتیبہ۔ یمامہ و بحرین پر سوید قائد خراسانی۔ عمان پر حسن بن تسلیم حواری کوفہ پر موسیٰ بن عیسیٰ۔ بصرہ پر ابن سلیمان۔ جرجان پر حجاج (خلیفہ ہادی کا آزاد غلام) قومس پر زیاد بن حسان۔ طبرستان و رویان پر صالح بن عمیرہ اسدی۔ موصل پر ہاشم بن سعید بن خالد۔ خلیفہ ہادی نے ہاشم کو اس کی کج خلقی کی وجہ سے معزول کر کے اس کے بجائے عبدالملک بن صالح بن علی ہاشمی کو مامور کیا تھا۔

حسین بن علی علوی کا خروج

منصور نے علویوں کو ابھرنے کے قابل ہی نہ چھوڑا تھا۔ لیکن مہدی کے درگذر نے ان میں پھر حرکت پیدا کر دی۔ ایک روز مدینہ منورہ میں ابو رافت حسن بن محمد بن عبداللہ بن حسین اور مسلم بن جندب ہزلی شاعر اور عمر بن سلام آل عمر کا غلام تینوں بیٹھے نبیذ[1] پی رہے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز مدینہ کے گورنر نے انہیں گرفتار کر کے پٹوایا اور ان کے گلوں میں رسی بندھوا کر مدینے کے بازار میں تشہیر کرایا۔ پھر اس نے ان پر حد شرع جاری کرنی چاہی۔ حسین بن علی بن حسن مثلث بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی بن ابی طالب اور ان کے چچا یحییٰ بن عبداللہ بن حسن نے ان کی سفارش کی اور اپنی ضمانت دے کر چھڑا لیا۔ لیکن عمر بن عبدالعزیز ان کی روزانہ حاضری لیا کرتے تھے۔ اتفاق سے حسن بن محمد کہیں چلا گیا دو روز تک حاضری پر نہ پہنچا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس کے ضامنوں حسین بن علی اور یحییٰ بن عبداللہ سے سختی کے ساتھ باز پرس کی۔ علوی خروج کی سازش کر رہے تھے۔ لیکن انہوں نے ایام حج ۱۶۹ھ میں خروج کا عہد و پیمان کر رکھا تھا۔ اور یہ واقعہ حج سے پہلے پیش آگیا اسلئے انہوں نے رات کے وقت سازشیوں کو جمع کر کے رات ہی کو خروج کر دیا۔ مدینے کے عامل عمر بن عبدالعزیز کے مکان کا محاصرہ جا کیا اور صبح ہوتے باغیوں نے مسجد میں جمع ہو کر حسین بن علی کے

---

[1] نبیذ کھجور کی ناڑی کو کہتے ہیں۔ اس میں نشہ ہوتا ہے اہل عراق اسے شراب کی بجائے پیتے تھے علمائے عراق نے اس کی اباحت کا فتویٰ دیدیا تھا اور یہ فتوے معن اور خود خلیفہ کو خوش کرنے کیلئے دیا گیا تھا۔ (صادق)

ہاتھ پر بیعت کرلی اتفاق سے اسی وقت خالد بریدی دو سو آدمیوں کی جمعیت سے آپہنچا۔ ادھر عمر بن عبدالعزیز بھی ایک مختصر جمعیت کے ساتھ اپنے مکان سے نکلے اور مسجد کی طرف چلے جو لوگ مسجد میں بیعت کر رہے تھے انہوں نے مقابلہ کیا یحییٰ و ادریس پسران عبداللہ نے مل کر خالد بریدی کو مار ڈالا۔ اسکے مارے جاتے ہی عباسی لشکر کو شکست ہو گئی۔ حسین بن علی کی جماعت نے بیت المال کا دروازہ توڑ کر سرکاری خزانہ لوٹ لیا۔ اگلے روز بنو عباس کے حامیوں نے پھر جمع ہو کر مقابلہ کیا کئی روز تک لڑائی قائم رہی۔ آخر حسین بن علی کے بنو عباس کے تمام ہوا خواہوں کو خارج کر کے مدینہ پر قبضہ کر لیا۔ اکیس ۲۱ روز تک مدینہ میں رہ کر مکہ کیجانب کوچ کیا اور مکہ معظمہ میں پہنچکر منادی کرادی کہ جو غلام ہمارے پاس چلا آئے گا ہم اسے آزاد کر دینگے۔ اس ندا کو سنتے ہی غلاموں کی ایک جماعت حسین بن علی کے پاس آکر جمع ہو گئی۔ اسی سال یعنی ۱۶۹ھ میں خاندان خلافت عباسیہ کے کچھ لوگ حج کرنے کے ارادہ سے آئے تھے ان میں سلیمان بن منصور محمد بن سلیمان بن علی عباس بن محمد بن علی اور موسےٰ و اسمٰعیل پسران عیسےٰ بن موسےٰ وغیرہ تھے ان لوگوں کے بغداد سے روانہ ہوتے ہی خلیفہ ہارون رشید کے پاس حسین بن علی کے خروج کی خبر پہنچی ہادی نے فوراً محمد سلیمان کے پاس یہ فرمان بھیجا کہ تم معہ اپنے ہمراہیوں کے حسین بن علی کا مقابلہ کرو۔ محمد بن سلیمان چونکہ شہزادہ تھا اسلئے اسکے ساتھ کچھ تھوڑا سا لشکر تھا۔ محمد بن سلیمان نے مقام ذی طوٰی میں پہنچکر لشکر کو باقاعدہ ترتیب دیا اور مکہ معظمہ میں پہنچکر عمرہ ادا کیا کیونکہ انہوں نے حج کا احرام باندھ لیا تھا۔ مکہ معظمہ میں مختلف ملکوں اور صوبوں سے جو عباسی سردار حج کے لئے آئے تھے۔ محمد بن سلیمان نے ان سب کو جمع کرکے یوم الترویہ کو مقام فخ میں صف آرائی کی۔ حسین بن علی نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر بھاگا تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک خراسانی شخص حسین بن علی کا سر لیکر خوشخبری۔ خوشخبری چلاتا ہوا آیا۔ محمد بن سلیمان نے مقتولین کے سر جمع کرائے تقریباً سو سر جمع ہوئے انہیں سروں میں سلیمان بن

عبداللہ کا سر بھی تھا۔ جو محمد مہدی اور ابراہیم کا بھائی تھا۔ (ان ہی محمد مہدی اور ابراہیم کا بھائی جنھوں نے منصور کے عہد میں خروج کیا تھا اور قتل ہوئے تھے) ہزیمت یافتہ علوی حاجیوں میں شامل ہوگئے۔ محمد بن سلیمان نے امان کی منادی کرادی اتفاق سے امان کی منادی کے بعد حسن بن محمد بن عبداللہ علوی باغی کو گرفتار کر کے موسےٰ بن عیسےٰ عباسی نے قتل کر دیا۔ محمد بن سلیمان موسےٰ سے اس بات پر ناراض ہوا اور اس نے موسےٰ کی شکایت ہادی کو لکھ بھیجی ہادی نے موسےٰ بن عیسےٰ کا مال ضبط کر کے اُسے سزا دی۔

اس ہنگامہ میں ادریس بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابیطالب جو محمد مہدی کا بھائی تھا بھاگ کر مصر پہنچا وہاں صالح بن منصور کا آزاد غلام واضح محکمہ ڈاک کا افسر تھا۔ اُسے آل ابیطالب سے ہمدردی تھی۔ اس نے ادریس کو تیز رفتار گھوڑے پر سوار کرا کر بلاد مغرب کیطرف روانہ کر دیا۔ ادریس شہر ولیلہ مضافات طنجہ میں جا پہنچا اور بربریوں کو دعوت دینی شروع کر دی۔ ادریس اور اسکی اولاد کے حالات اپنے موقعہ پر آئندہ بیان کیے جائینگے۔ خلیفہ ہادی کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ واضح نے ادریس کو مغرب کیطرف بھگا دیا ہے چنانچہ ہادی نے واضح اور اسکے ہمراہیوں کو اسیر کر کے سولی پر چڑھا دیا۔ ادریس بن عبداللہ کا دوسرا بھائی یحییٰ بن عبداللہ مقام فخ سے فرار ہو کر دیلم میں پہنچ گیا:۔

خلیفہ ہادی کی حریفانہ کوشش

مہدی اپنے دونوں بیٹوں پہلے ہادی اور اس کے بعد ہارون رشید کو ولیعہد مقرر کر گیا تھا۔ لیکن ہادی نے تخت نشین ہوتے ہی ہارون کو معزول کر کے اپنے بیٹے جعفر کو جو نابالغ تھا ولیعہد مقرر کرنا چاہا۔ یزید بن مزید، علی بن عیسےٰ اور عبداللہ بن مالک جو مشیر سلطنت تھے ہادی کے ہم خیال ہوگئے۔ لیکن یحییٰ بن خالد بن برمک ہارون رشید کا مدار المہام تھا وہ ہارون کا طرفدار تھا۔ اس نے ہادی کو سمجھایا کہ آپ کا لڑکا جعفر ابھی نابالغ ہے یا تو آپ ذرا انتظار کیجئے کہ وہ جوان ہو جائے یا ہارون کے بعد اسے ولیعہد مقرر فرمائیے

ہادی کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور وہ خاموش ہوگیا۔ مگر اسکے ارکان سلطنت نے اسکے ایسے کان بھرے کہ اُس نے یحییٰ کو قید کر دیا۔ یحییٰ نے حاضری کی اجازت طلب کی۔ ہادی نے اُسے خلوت میں بلا لیا۔ یحییٰ نے کہا۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ ہارون رشید سیاسی معاملات کو خوب سمجھتے ہیں اگر خلیفہ مہدی انہیں ولیعہد نہ بناجاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کی قابلیت اور ذہانت خداداد کو دیکھکر آپ خود انہیں ولیعہد مقرر کرتے۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ہارون کو معزول کرادیں ان کا منشائے یہ ہے کہ خلافت آپکے خاندان سے نکل جائے بہر دست مصلحت وقت یہی ہے کہ آپ اپنے بھائی ہارون کو ولیعہد بنائے رکھئے میں اسکا وعدہ کرتا ہوں کہ جب جعفر جوان ہوجائے گا میں ہارون کو اسبات پر آمادہ کروں گا کہ وہ خود ولیعہدی سے دستبردار ہوکر جعفر کی ولیعہدی کی بیعت کرلیں ہادی نے اسکی باتیں مان لیں اور اسے رہا کر دیا۔ مگر جو ارکین سلطنت ہارون کی معزولی کا مشورہ دیچکے تھے وہ اس خوف سے کہ ہارون خلیفہ ہوکر انھیں نقصان نہ پہنچائے۔ پھر ہادی کو جعفر کی ولیعہدی پر اُبھارنے لگے۔ اب ہادی نے ہارون کو مجبور کرنا شروع کیا۔ یحییٰ نے ہارون کو مشورہ دیا کہ وہ ہادی سے شکار کی اجازت حاصل کرکے کہیں دُور چلا جائے۔ ہارون نے خلیفہ ہادی سے شکار کی اجازت حاصل کرلی اور قصر مقاتل کیطرف چلا گیا۔ ہادی نے ارکین سلطنت کے کہنے سے ہارون کو واپس بلا یا لیکن اُس نے بیماری کا بہانہ کر دیا اور حاضر نہ ہوا

ہادی کی وفات

ہادی سے اسکی والدہ خیزران اسوجہ سے ناخوش و ناراض ہوگئی تھی کہ ہادی نے اُسے سیاسی معاملات میں حصّہ لینے سے روک دیا تھا۔ خیزران نہایت دانشمند اور دوراندیش عورت تھی۔ وہ معاملات سلطنت کی نگرانی کرتی رہتی تھی درباری امراء اور فوجی سرداروں کی درخواستوں پر مناسب احکام صادر کرتی تھی۔ صبح اور شام اسکے محل پر لوگوں کا ہجوم رہتا تھا ہادی نے سختی سے لوگوں کو خیزران کے پاس جانے سے منع کر دیا تھا۔ یہ امر خیزران کو اور بھی ناگوار گذرا۔ اسی اثناء میں اُسے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہادی ہارون کو ولیعہدی سے معزول کرکے اپنے

بیٹے جعفر کو ولیعہد بنانا چاہتا ہے۔ خیزران کو ہارون سے بڑی محبت تھی وہ ہادی کے سخت خلاف ہوگئی اور ہادی کو اس بد ارادہ سے روکنے کی کوشش کرنے لگی یحییٰ ہارون کا حامی تھا ہی خیزران بھی ہارون کی حامی تھی۔ ادھر جب ہارون ہادی کے بلانے سے نہ آیا تو ہادی خود ہی بلاد موصل کیطرف ہارون کو اپنے ساتھ لانیکے لئے روانہ ہوا۔ موصل میں ہارون اسکی خدمت میں حاضر ہوگیا اور ہادی ہارون کو ساتھ لیکر واپس لوٹا۔ راستہ میں ہادی بیمار ہوگیا اور تین ۳ ہی روز بیمار رہ کر ۱۴ ربیع الاول ۱۷۰ھ مطابق ۷۸۶ء یکشنبہ کے دن مقام عیسے باد میں فوت ہوگیا۔ بعض مورخوں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ خیزران اور ہادی میں عداوت تھی۔ ایک روز خیزران کیلئے ہادی نے سم آلود پلاؤ بھیجا۔ چونکہ خیزران ہادی سے کھٹکی تھی اسلئے اس نے کچھ پلاؤ کتے کے آگے ڈالدیا۔ جو کھاتے ہی مرگیا۔ خیزران نے غصہ میں آکر ہادی کی دوا میں اپنی کنیز سے زہر ڈلوادیا اور ہادی مرگیا۔ مگر یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کیونکہ جبکہ خیزران اور ہادی میں عداوت تھی۔ تو دونوں ایک دوسرے سے ہوشیار رہتے ہونگے اور اسلئے ایک لونڈی کو زہر دینے کا موقعہ نہیں مل سکتا تھا۔ غالباً مورخوں کا یہ خیال اسوجہ سے ہوا کہ ہادی تین روز ہی بیمار رہ کر فوت ہوگیا تھا۔ ہارون رشید نے ہادی کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور دفن کرادیا۔ ہادی نے بائیس ۲۲ سال کی عمر میں ایک سال تین مہینے خلافت کر کے وفات پائی۔ اس نے نو ۹ اولادیں چھوڑیں سات بیٹے جعفر۔ عباس۔ عبداللہ۔ اسحاق۔ اسمٰعیل سلیمان اور موسےٰ اور دو لڑکیاں ام عیسے اور ام عباس تھیں:۔

ہارون الرشید بن مہدی

نام ہارون۔ کنیت ابو جعفر اور لقب الرشید تھا۔ اس طرح پر اس کا پورا نام ابو جعفر ہارون الرشید بن مہدی بن منصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس تھا لیکن مشہور ہارون الرشید کے نام سے ہے ہارون رشید ۲۹ ذی الحجہ ۱۴۷ھ یا یکم محرم ۱۴۸ھ مطابق ۱۵ فروری ۷۶۶ء مقام شہر رے میں خیزران کے بطن سے پیدا ہوا تھا اور بائیس ۲۲ سال کی عمر

میں شب یک شنبہ ۱۴ ربیع الاول ۱۷۰ھ کو اپنے بھائی ہادی کی وفات پر تخت خلافت پر بیٹھا۔ اور اسی رات کو اس کا بیٹا مامون پیدا ہوا۔ کیا عجیب اتفاق کی بات ہوئی کہ ایک ہی رات میں ایک خلیفہ (ہادی) مرا دوسرا خلیفہ (ہارون رشید) تخت نشین ہوا اور تیسرا خلیفہ (المامون) پیدا ہوا۔ ہارون رشید کی ولادت سے ایک ہفتہ پہلے یحییٰ بن خالد برمکی کا بیٹا فضل بن یحییٰ پیدا ہوا تھا۔ ہارون کی ماں خیزران نے فضل کو اور فضل کی ماں نے ہارون کو دودھ پلایا تھا۔ ہارون رشید کشیدہ قامت۔ موزوں اعضاء، صبیح اور خوبصورت تھا۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی یحییٰ بن خالد برمکی کو جو اس کا مدار المہام اور اتالیق تھا وزیر اعظم بنایا۔ قلمدان وزارت کے ساتھ خاتم خلافت بھی اسکے سپرد کر کے اسے مہمات سلطنت کا مختار کل بنا دیا۔ ہارون رشید یحییٰ کا اسلئے ممنون احسان تھا کہ اس نے خلیفہ ہادی کے زمانہ میں اسوقت جبکہ ہادی ہارون کو ولیعہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے جعفر کو اپنا ولیعہد مقرر کرنا چاہتا تھا ہارون رشید کی طرفداری کی تھی ہارون کی ماں خیزران جسے ہادی نے سلطنت کے کاروبار سے معطل کر دیا تھا۔ اب یحییٰ بن خالد کے ساتھ پھر امور سلطنت انجام دینے لگی تھی۔ گو ہارون رشید نے خیزران اور یحییٰ کو حکومت سلطنت کے جمیع اختیارات دیئے اور خود ان دونوں کے کاموں کی نگرانی کرنے لگا۔ اگرچہ ہارون کم سن تھا صرف بائیس ۲۲ سال کی عمر تھی۔ مگر اسکی دانائی اور انتہائی قابلیت ایک اسی بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ اس نے وزارت کیلئے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا جو اس منصب جلیلہ کیلئے ہر طرح موزوں اور قابل ثابت ہوا۔

عمال کا عزل و نصب

ہارون رشید نے تخت نشین ہوتے ہی عمال کے عزل نصب میں بھی مناسب تبدیلیاں کر دیں۔ اس نے عمر بن عبدالعزیز عمری کو مدینہ منورہ کی گورنری سے معزول کر کے اسحاق بن سلیمان کو مقرر کیا۔ افریقہ کی گورنری پر روح بن حاتم کو مامور کیا اور سرحدی علاقہ کو جزیرہ اور قنسرین سے علیحدہ کر کے ایک الگ صوبہ عواصم کے نام سے بنا دیا۔ ۱۷۰ھ میں جب حج کا زمانہ

آیا تو حج کرنے کیلئے گیا اور حرمین شریفین میں اسقدر سخاوت کی کہ مفلسوں کو تونگر بنا دیا :-

ادریس بن عبداللہ کی وفات

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ادریس بن عبداللہ شہر ولیلہ مضافات طنجہ میں پہنچکر بربریوں کو اپنی امامت کی دعوت دینے لگا تھا۔ اسلیے رفتہ رفتہ مراقش میں اپنی سلطنت قائم کر لی اور ۱۷۲ھ میں شہر ولیلہ کے اندر خروج کر کے علانیہ بعیت لینی شروع کی۔ اس طرح ادریس نے علویوں کی سب سے پہلی حکومت مراقش میں قائم کر لی۔ اندلس سلطنت عباسیہ کے دور حکومت سے اس سے پہلے ہی الگ ہو گیا تھا اور وہاں بنو امیہ کی مستقل خلافت قائم ہو چکی تھی۔ اب افریقہ کا مغربی حصہ مراقش بھی خلافت عباسیہ سے نکل گیا۔

جب ادریس کے خروج کی خبر خلیفہ ہارون رشید کو پہنچی تو اس نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ اس پر لشکر کشی کر کے مسلمانوں کا خون بہائے بلکہ اس نے اس مدعی خلافت و حکومت ادریس ہی کو ٹھکانے لگانے کی کوشش کی چنانچہ ہارون رشید نے اپنے آزاد غلام سلیمان بن جریر کو جو شماخ کے نام سے مشہور تھا۔ مراقش کی جانب تنہا روانہ کیا اور اسے ہدایت کی کہ جس طرح بھی ممکن ہو ادریس بن عبداللہ کا کام تمام کر کے آئے۔ چنانچہ شماخ نے شہر ولیلہ میں پہنچکر ادریس بن عبداللہ کے ہاتھ پر بعیت کر لی اور ہارون رشید کی برائیاں بیان کر کر کے ادریس کی نگاہوں میں اپنا اعتماد قائم کر لیا۔ اور موقعہ کا منتظر رہا۔ آخر اُسے موقع مل گیا اور وہ ۱۷۷ھ میں زہر کے ذریعہ سے ادریس بن عبداللہ کا کام تمام کر کے بغداد میں واپس چلا آیا۔ لیکن ادریس کے مرنے پر بھی مراقش کی سلطنت بدستور قائم رہی۔ ادریس بن عبداللہ کی وفات کے بعد اسکی کنیز سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ بربریوں نے اس لڑکے کا نام بھی ادریس ہی رکھا اور اسے اپنا امام بنا کر علوی حکومت کو مستحکم بنانے میں مصروف ہو گئے اس ادریسی سلطنت کے واقعات آئندہ قلم بند کئے جائینگے :-

۱۷۳ھ میں محمد بن سلیمان گورنر بصرہ نے وفات پائی ہارون رشید نے اس کا مال و اسباب

ضبط کر کے بیت المال میں اسلئے داخل کر دیا کہ محمد بن سلیمان کے بھائی جعفر بن سلیمان نے ہارون رشید سے یہ شکایت کی تھی کہ محمد بن سلیمان نے مسلمانوں کا مال غصب کر کے سامان جمع کیا ہے مگر اب جبکہ محمد بن سلیمان نے وفات پائی تو اسکے بھائی جعفر نے اسکا وارث بنکر خلیفہ ہارون رشید سے اس کا سامان طلب کیا۔ ہارون رشید نے کہا کہ جبکہ تم خود ہی کہتے تھے کہ محمد بن سلیمان نے لوگوں کا مال غصب کیا ہے پھر اسمیں تمہارا کیا حق ہے جعفر بن سلیمان شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔

امین کی ولی عہدی

ہارون رشید کی تخت نشینی کے روز ۱۷۰ھ میں اس کا بیٹا مامون ایک مجوسی النسل پرستار مراجل کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اسی سال اس کا دوسرا بیٹا محمد امین اسکی بیوی زبیدہ بنت جعفر بن منصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

ہارون رشید نے امین کا اتالیق فضل بن یحییٰ بن خالد برمکی کو مقرر کیا تھا۔ مامون کا اتالیق جعفر بن یحییٰ برمکی تھا۔ یحییٰ بن خالد برمکی کے بیٹے تو آٹھ یا نو تھے لیکن اسکے دو بیٹے زیادہ مشہور ہیں ایک فضل جو ہارون رشید کا رضاعی بھائی تھا اور دوسرا جعفر ان میں سے ایک فضل امین کا اور دوسرا جعفر مامون کا اتالیق تھا۔ فضل چاہتا تھا کہ امین ولیعہد ہو اور جعفر کی کوشش مامون کو ولیعہد بنانے کی تھی۔ لیکن ہارون رشید پر اسکی بیوی زبیدہ خاتون کا زیادہ اثر تھا۔ فضل کے ساتھ زبیدہ خاتون کی کوششیں بھی شامل تھیں اور جعفر تنہا کوشاں تھا۔ اسلئے فضل اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا اور خلیفہ ہارون رشید نے ۱۷۵ھ میں جبکہ امین کی عمر صرف پانچ سال کی تھی۔ لوگوں سے امین کی ولی عہدی کی بیعت لی۔ اسی سال یعنی ۱۷۵ھ میں ہارون رشید نے عباس بن جعفر بن محمد بن اشعث کو خراسان کی گورنری سے معزول کر کے خالد بن عطاء کندی کو گورنر مقرر کیا۔

یحییٰ بن عبداللہ کا خروج

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ یحییٰ بن عبداللہ بن حسن برادر محمد مہدی نفس زکیہ جنگ فخ سے فرار ہو کر دیلم میں پہنچ گیا تھا۔ اس نے وہاں پہنچ کر خفیہ طور پر اپنی دعوت دینی شروع کی۔ جب کچھ جمعیت فراہم ہو گئی تو ۱۷۵ھ میں اپنے خلافت عباسیہ کے خلاف خروج کیا۔ لوگوں نے چاروں طرف سے آ آ کر جمع ہونا شروع کر دیا۔ چند روز میں ہی جمعیت کثیر جمع ہو گئی۔ جب یہ خبر خلیفہ ہارون رشید کو پہنچی تو وہ گھبرا گیا۔ وہ اصل ہادی کی طرح ہارون بھی علویوں کو قتل کرنا چاہتا تھا لیکن علوی سلطنت و حکومت حاصل کرنے کے لئے موقعہ پاتے ہی بغاوت کر دیتے تھے۔ ہارون رشید نے اس فتنہ کو فرد کرنے کے لئے فضل بن یحییٰ برمکی کو متعین کیا۔ اسے جرجان، طبرستان اور رے کی گورنری دی اور پچاس ہزار فوج کے ساتھ یحییٰ بن عبداللہ کے مقابلہ کیلئے دیلم کی طرف روانہ کیا اور یہ ہدایت کی کہ حتی الامکان جنگ سے گریز کرنا۔ فضل بن یحییٰ معہ عظیم الشان لشکر کے بغداد سے چل کر خراسان کے ایک مشہور شہر طالقان میں پہنچکر مقیم ہو گیا۔ اور وہاں سے یحییٰ بن عبداللہ کو ایک ایسا خط لکھا جس میں نرمی، ملاطفت اور تہدید سب کچھ تھا۔ خلیفہ ہارون رشید کے رعب و داب اور سلطنت عباسیہ کے شاہانہ جاہ و جلال کو خاص طور پر ظاہر کیا تھا۔ یہ خط پڑھ کر یحییٰ پر ہارون رشید کی ہیبت چھا گئی۔ بھائیوں کا انجام آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ صلح کو جنگ پر ترجیح دی۔ فضل کو جواب میں لکھا کہ اس شرط پر صلح منظور ہے کہ صلحنامہ کا مسودہ میں بھیج رہا ہوں خلیفہ ہارون رشید اسے منظور کر کے اپنے قلم سے لکھدے اور اس پر تمام بنی ہاشم، مشائخ، قضاۃ، فقہا کے دستخط ہوں۔ فضل نے اس شرط کو منظور کر لیا۔ خلیفہ ہارون رشید کو تمام واقعات کی اطلاع دی۔ اور یحییٰ نے جو مسودہ صلحنامہ کا بھیجا تھا وہ بھی بھیجدیا۔ ہارون رشید خونریزی کو پسند نہ کرتا تھا۔ اس نے یحییٰ کے

... وہ کو منظور کرے ... سے لکھ کر روانہ کیا اور یحییٰ کیلئے قیمتی ہدایا اور
تحائف بھی بھیجے۔ فضل نے صلحنامہ اور تحائف یحییٰ کے پاس روانہ کیے۔ یحییٰ فضل کے
پاس آ گیا اور فضل اُسے لیکر ہارون رشید کے حضور میں حاضر ہوا۔ ہارون رشید نے
یحییٰ کی شاہانہ طریقہ پر مدارات کی، فضل کے ساتھ بھی شاہانہ فیاضیاں کی گئیں۔ کچھ دنوں
کے بعد ہارون رشید نے یحییٰ کو ایک گراں قدر رقم نقد دی اور ایک جاگیر عطا کی اور
فضل بن یحییٰ ہی کے سپرد کر دیا۔ مگر کچھ ہی عرصہ کے بعد ہارون رشید کو اطلاع ملی کہ
یحییٰ بغاوت کیلئے پھر سازش کر رہا ہے۔ ہارون رشید نے علماء سے یحییٰ کے متعلق
فتویٰ لیا۔ تمام علماء نے یحییٰ کو قصور وار بتایا مگر امام محمد بن الحسن شیبانی جو امام
ابو حنیفہ کے شاگرد رشید تھے۔ انہوں نے اس بنا پر زور مخالفت کی کہ یحییٰ بن عبداللہ
کی عہد شکنی ظاہر نہیں ہوئی ہے۔ لیکن ہارون رشید خوب سمجھتا تھا کہ یحییٰ کی سازش
کا حال ظاہر ہوتے ہی بغاوت پھوٹ نکلے گی اور پھر اس کا انسداد دشوار ہو جائے گا۔
چنانچہ ہارون رشید نے یحییٰ بن عبداللہ کو جعفر کے سپرد کر کے اسے نظر بند رکھنے کا حکم دیا

موسیٰ بن عیسیٰ گورنر مصر کی معزولی

۱۷۶ھ میں ہارون رشید کو اطلاع ملی کہ مصر میں بغاوت رونما ہونے والی
ہے۔ مصر پر خلیفہ ہارون رشید کے باپ کا چچا زاد بھائی موسیٰ بن عیسیٰ گورنر تھا۔ یہ
موسیٰ اس عیسیٰ بن موسیٰ کا بیٹا تھا جسے ہارون رشید کے باپ خلیفہ مہدی نے
ولیعہدی سے معزول کر کے ہادی اور ہارون کی ولیعہدی کی بیعت لی تھی۔ تحقیقات
کرنے پر ہارون رشید کو یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ موسیٰ بن عیسیٰ علویوں کا طرفدار ہو کر
بغاوت کی آگ میں پھونکیں مار رہا ہے۔ ہارون رشید نے فوراً موسیٰ بن عیسیٰ کو ملک
مصر کی گورنری سے معزول کر کے فضل کے چھوٹے بھائی جعفر بن یحییٰ برمکی کے
ایک مصر کی گورنری کا انتظام سپرد کر دیا۔ جعفر بن یحییٰ خود مصر نہیں گیا بلکہ اس نے

اپنی حاذقہ سے عمر بن مہران کو جنکی کنیت ابو حفص تھی اور جو نہایت سادہ وضع میں رہتا تھا مصر کا گورنر مقرر کیا۔ ابو حفص نے مصر کی گورنری اس شرط پر منظور کی کہ میں جب مصر میں نظم و نسق اور امن و امان قائم کر چکوں اور بقایا مالگزاری و خراج بھی وصول کر کے داخل خزانہ کردوں تو پھر جب چاہوں مصر سے واپس چلا آؤں اجازت حاصل کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے۔ جعفر بن یحییٰ برمکی نے خلیفہ ہارون رشید سے سفارش کر کے اسکی یہ شرط منظور کرادی۔ ابو حفص اپنے ایک غلام کو اپنی سواری پر پیچھے بٹھا کر مصر کیطرف روانہ ہو گیا۔

ابو الحفص عمر بن مہران کی گورنری

ابو الحفص مصر پہنچکر سیدھا موسےٰ بن عیسےٰ گورنر مصر کے مکان پر گیا۔ اس وقت مصر کا دار الصدر قاہرہ تھا۔ اور موسےٰ بن عیسےٰ کے دربار میں جو لوگ بیٹھے تھے ان سب کے اخیر میں جا کر بیٹھ گیا۔ جب سب حاضرین چلے گئے تو موسےٰ نے ابو الحفص سے پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ ابو الحفص نے خلیفہ کا پروانہ جسمیں موسےٰ کی معزولی اور ابو الحفص کی تقرری کا حکم تھا نکال کر اسے دیا۔ موسےٰ نے پوچھا۔ ابو الحفص کہاں ہیں۔ ابو الحفص نے کہا میرا ہی نام ابو الحفص ہے۔ موسےٰ نے کہا خدا فرعون پر لعنت کرے اس نے مصر کی حکومت پر خدائی کا دعوےٰ کیا تھا۔ اسکے بعد فوراً ابو الحفص کو گورنری کا چارج دے دیا۔ ابو الحفص نے اپنے معتمد (پرائیویٹ سکرٹری) کو حکم دیا کہ جو لوگ میرے لئے تحائف یا نذرانے لائیں ان سے زر نقد لے لینا اور باقی سب واپس لوٹا دینا۔ چنانچہ جب ملکی افسر فوجی سردار اور شہر کے رؤسا نئے گورنر کیلئے تحائف لائے تو ابو الحفص کے معتمد نے صرف زر نقد اور قیمتی کپڑے تو رکھ لئے اور دیگر نذرانے جنمیں گھوڑے۔ غلام اور لونڈیاں تھیں قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ابو الحفص نے اس نقدی اور کپڑوں کو بہ احتیاط رکھا اور ان پر دینے والے کے نام کی چٹ لگادی

مصر کے لوگ خراج اور مالگذاری کبھی وقت پر ادا نہیں کیا کرتے تھے ابو الحفص نے اعلان کر دیا کہ مالگذاری وقت پر وصول کی جائیگی سب سے پہلے ایک شخص کو ادائے مالگذاری کیلئے طلب کیا۔ اس نے ابو الحفص کو دھوکہ دینا چاہا کہا کہ میں خود بغداد جا کر خلیفہ کے خزانہ میں مالگذاری داخل کر دوں گا۔ ابو الحفص نے منظور کر لیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس شخص نے مصر ہی میں مالگذاری داخل کرنی چاہی لیکن ابو الحفص نے کہدیا کہ بغداد میں جا کر داخل کرو۔ اسکے بعد کسی شخص نے ابو الحفص کو دھوکہ دینے کی کوشش نہ کی مصر کی مالگذاری تین قسطوں میں وصول ہوتی تھی پہلی اور دوسری قسط تو وصول ہو گئی۔ مگر تیسری قسط لوگ ناداری کی وجہ سے ادا نہ کر سکے۔ ابو الحفص نے وہ نذرانے اور تحائف جو لوگوں نے اُسے دیئے تھے منگوا کر ان کے نام سے مالگذاری میں جمع کر دیئے۔ اب جو خفیف رقمیں لوگوں کے ذمہ باقی نکلیں ان کا مطالبہ کیا۔ اہل مصر ابو الحفص کی یہ دیانت داری دیکھکر اس درجہ متاثر ہوئے کہ انہوں نے بقایا مال گذاری فوراً ادا کر دی۔ اور یہ عہد کر لیا کہ ایسے نیک اور دیانت دار عامل کو وقت پر مال گذاری ادا نہ کر کے دقت میں نہ ڈالیں گے۔ چنانچہ ہر فصل پر وقت کے اندر مال گذاری ادا کر دیتے تھے۔ ابتدائے آفرینش عالم سے انسان کی یاد میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ مصر کی مال گذاری وقت پر داخل خزانہ سرکار ہوئی۔ چند روز میں ابو الحفص نے مصر کا معقول انتظام کر دیا۔ باغیوں اور سرکشوں کو رام کر لیا۔ جب ہر طرح امن و امان ہو گیا تو وہاں سے واپس بغداد چلا آیا خلیفہ ہارون رشید نے اسحاق بن سلیمان کو مصر کی گورنری پر مامور کر کے روانہ کیا۔

ملک شام میں بد امنی

۱۷۶ھ میں ملک شام کے اندر مضریہ اور یمانیہ قبائل میں خانہ جنگی ہو گئی اور اس باہمی عناد نے بغاوت کی صورت اختیار کر لی۔ قبیلۂ مضری کا سر گروہ عامر بن عمارہ تھا

جو ابوہیدام کی کنیت سے مشہور تھا۔ اسکے بغاوت کرنیکی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جب مضریہ اور یمانیہ قبائل میں خانہ جنگی ہو رہی تھی۔ اس وقت ابوہیدام کا بھائی مارا گیا۔ ابوہیدام نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ یمانیہ والوں سے اسکے بھائی کا قصاص لے اس وقت دمشق کا گورنر عبدالصمد بن علی تھا۔ اُس نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی اور ابوہیدام باغی ہو گیا۔ خلیفہ ہارون رشید نے عبدالصمد کو معزول کر کے ابراہیم بن صالح کو گورنر مقرر کر کے بھیجا۔ لیکن اس سے بھی کوئی انتظام نہ ہو سکا۔ بلکہ اسکے زمانہ میں ابوہیدام نے دمشق پر قبضہ کر لیا۔ ہارون رشید نے مجبور ہو کر جعفر بن یحییٰ برمکی کو ملک شام کیطرف فتنہ و فساد روکنے کیلئے بھیجا۔ جعفر برمکی نے ابوہیدام کے ایک بھائی کو ملا کر اُسکے ذریعہ سے دہوکہ سے ابوہیدام کو گرفتار کر لیا اور سنہ ۱۸۰ھ میں ملک شام میں امن وامان قائم کر کے واپس آ گیا۔ خلیفہ ہارون رشید نے ابوہیدام کا قصور معاف کر کے اُسے رہا کر دیا۔

شہر دبیسہ کی فتح

سنہ ۱۸۱ھ میں رومیوں نے بلاد اسلامیہ پر تاخت کی۔ خلیفہ ہارون رشید نے فوراً افواج صائفہ کے سردار عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن صالح کو رومیوں کی سرکوبی پر روانہ کیا۔ عبدالرحمٰن نے بڑھکر رومیوں پر پُر زور حملہ کیا۔ رومی بھی بڑی دلیری سے لڑے لیکن ہزیمت اٹھا کر بھاگے۔ عبدالرحمٰن تعاقب میں بڑھتا چلا گیا۔ رومی شہر دبیسہ میں جا کر ٹھہرے۔ وہاں ان کیلئے کمک پہنچ گئی اور انہوں نے مسلمانوں پر نہایت سختی سے حملہ کیا۔ مسلمانوں نے بڑے صبر و استقلال سے مقابلہ کیا۔ نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ لیکن انجام کار رومیوں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے شہر دبیسہ پر قبضہ کر لیا۔

عطاف بن سفیان کی بغاوت

سنہ ۱۸۲ھ میں عطاف بن سفیان ازدی نے جو شہر موصل کے سرداروں میں بڑا

مقتدر اور طاقتور تھا۔ موصل میں بغاوت کی اور موصل کے گورنر محمد بن عباس کو دارالامارہ میں محصور کر کے چار ہزار جنگ آوروں کو لیکر موصل کا خراج وصول کرنا شروع کر دیا دو سال تک وہ شہر موصل پر قابض رہا۔ اس کی سرکوبی کیلئے ہارون رشید خود موصل پر آ پہنچا۔ عطاف بن سفیان موصل سے آرمینیہ کی طرف بھاگ گیا۔ ہارون رشید نے موصل کی شہر پناہ منہدم کرا دی اور فضل بن یحییٰ برمکی جو گرگان طبرستان اور رے کا گورنر تھا خراسان کا بھی گورنر مقرر کیا۔ عطاف بن سفیان آرمینیہ سے شہر رقہ میں واپس چلا آیا اور یہیں سکونت اختیار کر کے خاموش زندگی بسر کرنے لگا :

مصر میں بغاوت

۱۷۷ھ میں مصر میں قبائل ہوقیہ نے سرکشی کی مصر کے گورنر اسحاق بن سلیمان نے بغاوت کو دبانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا اور ۱۷۸ھ میں باغیوں نے علم بغاوت بلند کر دیا اور اسحاق بن سلیمان کو شکست دیکر بھگا دیا ہارون رشید نے فلسطین کے گورنر ہرثمہ بن اعین کو مصر کے باغیوں کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا۔ ہرثمہ بن اعین نے مصر پہنچکر باغیوں کو مغلوب کر کے مطیع بنالیا۔ جب مصر میں امن و امان ہو گیا۔ تب ہارون رشید نے اسحاق بن سلیمان کو معزول کر کے عبدالملک بن صالح کو مصر کا گورنر مقرر کیا :۔

بلاد روم پر فوج کشی

اسی سال یعنی ۱۷۷ھ میں عبدالرزاق بن حمید تغلبی نے بلاد روم پر فوج کشی کی رومیوں نے بڑی جوانمردی سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن مسلمانوں نے ہر معرکہ میں رومیوں کو شکست دی اور انہیں حدود اسلامیہ سے دور بھگا کر واپس آ گئے !

خوارج کا خروج

۱۷۸ھ میں خراسان میں قیس بن ثعلبہ کے آزاد غلام حصین خارجی نے خوارج کی جمعیت فراہم کر کے علم بغاوت بلند کیا۔ خراسان کے گورنر خالد بن عطاء کندی نے

داؤد بن یزید سیستان کے عامل نے لکھا کہ وہاں خوارج کا فتنہ فرو کرنے کے لئے داؤد نے عثمان بن عمارہ کو حصین خارجی کے مقابلہ کیلئے بھیجا۔ حصین خارجی نے عثمان کو شکست دیکر باذغیس، بوشنج اور ہرات کو لوٹ مار کرکے تاخت و تاراج کر دیا۔ خالد بن عطاء کندی نے بارہ ہزار کا لشکر حصین کے مقابلہ کیلئے بھیجا۔ حصین خارجی نے صرف چھ سو آدمیوں سے ان بارہ ہزار کو شکست دیکر بھگا دیا۔ جب ان واقعات کی اطلاع خلیفہ ہارون رشید کو ہوئی تو اس نے داؤد بن یزید کو سیستان کی امارت سے معزول کرکے روح بن حاتم کو عامل مقرر کیا۔ روح بن حاتم نے اپنے بھائی یزید کو خوارج کی سرکوبی پر مامور کیا۔ یزید نے خارجیوں کے سرداروں کو چن چن کر قتل کر ڈالا اور ایک معرکہ میں حصین خارجی کو بھی مار ڈالا۔ حصین کے مرتے ہی خوارج نے اطاعت قبول کر لی اور تمام خراسان میں امن و امان ہو گیا۔

بلاد روم پر یورش

خلیفہ ہارون رشید نے زفر بن عاصم کو بلاد روم پر جہاد کیلئے روانہ کیا۔ جونہی زفر حدود روم میں داخل ہوا۔ رومیوں نے اس کا مقابلہ کیا لیکن زفر نے ہر معرکہ میں انہیں شکست دے کر بھگا دیا اور بہت کچھ مال غنیمت اور قیدی لے کر واپس آیا۔

خلیفہ ہارون رشید کا حج

۱۷۹ھ کے ماہ رمضان المبارک میں خلیفہ ہارون رشید نے عمرہ ادا کیا اور اسی احرام سے حج کیا۔ مکہ معظمہ سے عرفات تک پا پیادہ سفر کیا۔ اسی سال ماہ شعبان میں معتصم باللہ بن خلیفہ ہارون رشید پیدا ہوا۔ اسی سال یعنی ربیع الثانی ۱۷۹ھ میں حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے چوراسی سال کی عمر میں وفات پائی اور اسی سال ماہ ذی قعدہ ۱۷۹ھ میں امام ابو حنیفہ کے بیٹے حماد نے وفات پائی۔

ولید شیبانی کی بغاوت

ملک الجزیرہ میں ولید بن طارف شیبانی نے علم بغاوت بلند کیا اور جو چھوٹے چھوٹے لشکر اسکی سرکوبی کیلئے بھیجے گئے ولید نے انہیں شکست دیکر بھگا دیا۔ خلیفہ ہارون رشید نے ولید کی سرکوبی کیلئے یزید بن مزید کو روانہ کیا۔ یزید کا تعلق بھی قبیلہ شیبانی سے تھا اس نے ولید کی چشم نمائی میں توقف کیا۔ برمکیوں نے خلیفہ ہارون رشید کو توجہ دلائی کہ یزید بن مزید ولید کی پاسداری کر رہا ہے۔ خلیفہ ہارون رشید نے مزید کو تہدیدی فرمان لکھا۔ یزید نے اس عتاب نامہ کے پہنچتے ہی ولید پر زبردست حملہ کیا۔ ہنگام جنگ میں ولید مارا گیا۔ باغی منتشر ہو گئے۔

لیلیٰ خواہر ولید کی جنگ

ولید کے قتل ہو جانے کے بعد اسکی بہن لیلے نے جو مشہور شاعرہ تھی ایک فوج جمع کر کے یزید بن مزید کے لشکر پر حملہ کیا۔ لیلے مردانہ لباس میں تھی مگر میدان جنگ میں یزید نے اُسے پہچان لیا۔ وہ گھوڑا دوڑا کر لیلے کے پاس گیا اور اس سے مخاطب ہو کر کہا تو اپنے گھر میں جا کر بیٹھ کیوں اپنی قوم کو بدنام کرنے آئی ہے لیلی شرما کر میدان جنگ سے ہٹ گئی۔ اس کا لشکر بھی بھاگ گیا۔ لیلے نے اپنے بھائی کا مرثیہ لکھا تھا۔ وہ اب تک کتابوں میں موجود ہے :-

خراسان کی گورنری اور یحیی کی مخالفت

خراسان میں آئے دن بغاوتیں ہوتی رہتی تھیں اسکی وجہ یہ تھی کہ خلیفہ ہارون رشید نے خراسان کی امارت بھی فضل بن یحیی کو دے دی تھی اور فضل خراسان میں اپنی طرف سے ایسے عامل مقرر کرتا تھا۔ جو نرم مزاج ہوتے تھے اہل خراسان ایسے عاملوں سے دبتے نہ تھے چنانچہ سنہ ۱۸۰ھ میں خلیفہ ہارون رشید نے خراسان کی گورنری پر علی بن عیسے بن ماہان کو مامور کیا۔ علی بن عیسے سخت گیر تھا۔ یحیی بن خالد برمکی خلیفہ ہارون رشید کے وزیر اعظم نے علی بن عیسے کی تقرری کی مخالفت کی کیونکہ یحیی کو یہ گوارا نہیں تھا کہ کوئی شخص اس کے

ہم وطنوں پر تشدد کرے لیکن ہارون رشید نے یحییٰ برمکی کا کہنا نہ مانا اور علی بن عیسےٰ کو گورنر خراساں مقرر کر کے بھیجدیا۔ یہ بات یحییٰ برمکی کو ناگوار گذری علی بن عیسےٰ نے خراسان میں پہنچکر تمام سرکشوں اور فتنہ پردازوں کو دُرست اور سیدھا کر دیا۔ اسی سال یعنی ۱۸۰ھ میں سخت زلزلہ آیا جس کے صدمے سے اسکندریہ کے بلند مینار گر پڑے

اسی سال یعنی ۱۸۰ھ میں ابو بشر عمرو بن عثمان ملقب بہ سیبویہ جو علم نحو کا امام اور فارس کے مشہور شہر بیضا کا رہنے والا تھا۔ چالیس۴۰ سال کی عمر میں فوت ہوا

اسی سال یعنی ۱۸۰ھ میں خلیفہ ہارون رشید نے ماوراالنہر کیطرف ترکوں اور مغلوں پر جہاد کرنے کے لیئے فوجیں روانہ کیں اور مسلمانوں نے ہر معرکہ میں ترکوں اور مغلوں کو شکستیں دیکر انہیں منہدم کر دیا۔

ٹیونس میں بغاوت

ہارون رشید نے فضل ابن روح کو افریقیہ کا گورنر مقرر کیا فضل نے اپنے بھتیجے مغیرہ کو ٹیونس پر اپنا نائب مقرر کر کے بھیجا۔ لیکن مغیرہ کے طرز عمل سے اہل ٹیونس نے ناراض ہو کر بغاوت کر دی اور ابن جارود کو اپنا سردار مقرر کر لیا۔ فضل نے اپنے چچازاد بھائی عبداللہ بن یزید بن حاتم کو روانہ کیا۔ ابن جارود نے کچھ فوج عبداللہ کے مقابلہ پر بھیجی لڑائی میں عبداللہ بن یزید مارا گیا۔ خلیفہ ہارون رشید نے ابن جارود کی سرکوبی کیلئے ہرثمہ بن اعین کو افریقیہ کی گورنری پر مقرر کر کے بھیجا ہرثمہ نے افریقیہ میں پہنچکر باغیوں کو زیر کر کے ابن جارود کو گرفتار کیا اور بغداد میں خلیفہ کیخدمت میں بھیجدیا خلیفہ ہارون رشید نے ابن جارود کو قید کر دیا۔

انقرہ (انگورہ) کی فتح

ترک آئے دن بلاد اسلامیہ پر چھاپے مارتے رہتے تھے۔ ادھر رومی عیسائی سلطنت اسلامیہ پر چڑھائیاں کرتے رہتے تھے اسلیئے ۱۸۱ھ میں خلیفہ ہارون رشید خود عظیم الشان لشکر لیکر ممالک روم کیطرف جہاد کرنے کے قصد سے روانہ ہوا ایک لشکر ایک طرف

خشکی کی طرف سے اور دوسری طرف بحری راستے سے روانہ ہوا۔ یونانی امیر البحر تھیوفیلوس نے اسلامی بحری فوج کا نہایت جانبازی سے مقابلہ کیا۔ قبرس میں نہایت خونریز معرکہ ہوا مسلمانوں نے بے شمار رومی کے جہاز ڈبو دیئے اور تمام رومی بحری فوج کو قابو میں کر کے باقی گرفتار کر لیا یا مار ڈالا۔ رومی امیر البحر تھیوفیلوس کو بھی گرفتار کر لیا۔ اور خلیفہ ہارون رشید کے حضور میں اسے پیش کیا۔ چونکہ تھیوفیلوس نے دوران جنگ میں بہت سے مسلمانوں کو قتل کرا دیا تھا اسلئے خلیفہ نے اسے قتل کرا دیا۔ عربوں نے آگے بڑھکر بٹ پر بھی قبضہ کر لیا اور خلیفہ ہارون رشید نے یونانیوں کے مشہور شہر صفصاف پر قبضہ کر کے عبد الملک بن صالح کو آگے روانہ کیا۔ عبد الملک فتوحات کے پرچم اڑاتا ہوا رومیوں کو شکستیں دیتا ہوا انقرہ جا پہنچا۔ رومیوں نے یہاں مسلمانوں کا زبردست مقابلہ کیا لیکن ہزیمت اٹھائی اور مسلمانوں نے انقرہ پر بھی قبضہ کر لیا:۔

قیدیوں کا تبادلہ

خلیفہ ہارون رشید ایک سال حج کرتا تھا اور ایک سال ترکوں یا رومیوں پر جہاد کرتا تھا۔ جس سے خود جہاد پر نہ جا سکتا تھا اپنے کسی نائب کو بھیج دیتا تھا۔ رومیوں سے ہر سال لڑائی ہونے کی وجہ سے رومیوں نے مسلمانوں کو اور مسلمانوں نے رومیوں کو قید کر رکھا تھا۔ اس سال یعنی ۱۸۱ھ میں رومیوں اور مسلمانوں میں یہ تحریک ہوئی کہ دونوں فریق اپنے اپنی قوم کے قیدیوں کا تبادلہ کریں اسکی ابتداء رومیوں کی طرف سے ہوئی خلیفہ ہارون رشید نے منظور کر لیا۔ خلیفہ ہارون رشید نے تمام عیسائی قیدیوں کو اپنے بیٹے قاسم معروف بہ مؤتمن کے ساتھ تیس ۳۰ ہزار فوج کی معیت میں علمائے کرام اور اعیان سلطنت کی ہمراہی میں روانہ کیا۔ مقام لامس میں جو طرطوس سے بارہ ۱۲ فرسخ کے فاصلے پر ہے تبادلہ کی مجلس منعقد ہوئی۔ ادھر سے مؤتمن پہنچا ادھر سے رومی اپنی فوج اور مسلمان قیدیوں کو لیکر آ گئے۔ تین ہزار سات ۳۷۰۰ سو مسلمان قیدی تھے۔ رومیوں نے ان مسلمانوں کو رہا کر دیا مؤتمن

نے اسی قدر عیسائی قیدی چھوڑ دیئے۔ یہ سب سے پہلی صلح عیسائیوں اور مسلمانوں میں بلکہ یہ کہیے کہ رومی حکومت اور سلطنت عباسیہ کے درمیان ہوئی۔ اسی سال یعنی ۱۸۱ھ میں ہرثمہ بن اعین نے افریقیہ کی گورنری سے استعفے دیدیا اور خلیفہ ہارون رشید نے اسے اپنے رکابی فوج کے ایک دستہ کا افسر مقرر کردیا اور محمد بن مقاتل اپنے رضاعی بھائی کو افریقیہ کی گورنری پر مامور کیا:

ابراہیم بن اغلب

محمد بن مقاتل سے افریقیہ کے باغیوں کا انتظام نہ ہوسکا۔ ہرثمہ بن اعین کے وہاں سے ہٹتے ہی پھر بغاوت رونما ہوئی۔ باغیوں نے مخلد بن مرہ کو مار ڈالا۔ باغیوں نے تمام بن یتیم کو سردار بنالیا اور محمد بن مقاتل کو محصور کرکے اس شرط پر اسے رہائی دی کہ وہ افریقیہ سے چلا جائے۔ ابراہیم بن اغلب صوبہ زاب کا عامل تھا۔ اس نے خلیفہ ہارون رشید کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی کہ اگر اسے صوبہ افریقیہ کا گورنر مقرر کردیا جائے تو وہ چار لاکھ دینار سالانہ خراج داخل خزانہ سرکار کرے گا۔ حالانکہ اہل افریقیہ کی بغاوت کی وجہ اس صوبہ کے انتظام میں افریقیہ کی تمام آمدنی خرچ ہوجاتی تھی۔ بلکہ ایک لاکھ دینار سالانہ خلیفہ ہارون رشید کو سرکاری خزانہ سے اور دینے پڑتے تھے۔ ہارون رشید نے ابراہیم بن اغلب کی درخواست منظور کرلی اور اسے صوبہ افریقیہ کا مستقل گورنر مقرر کرکے بھیجدیا۔ ابراہیم بن اغلب نے افریقیہ میں پہنچتے ہی تمام باغی اور سرکش سرداروں کو چن چن کر قتل کر ڈالا اور بعض کو گرفتار کرکے بغداد بھیجدیا۔ اسکی اس کاروائی سے افریقیہ کی شورش یکایک فرو ہوگئی

ابراہیم بن اغلب نے ۱۸۴ھ میں قیروان کے قریب ایک نیا شہر آباد کیا اور اس کا نام شہر عباسیہ رکھا۔ اسی شہر کو اس نے دارالحکومت بنایا۔ ابراہیم بن غالب کی نسل میں عرصہ دراز تک افریقیہ کی حکومت رہی۔ جس کا حال آئندہ بیان ہوگا!

مامون کی ولیعہدی

خلیفہ ہارون رشید نے اپنے بیٹے امین کو جو زبیدہ کے بطن سے تھا ۱۷۵ھ میں ولیعہد مقرر کیا تھا۔ اس وقت امین اور مامون کی عمر پانچ پانچ سال کی تھی ہارون رشید سے پہلے کسی خلیفہ نے اپنے نابالغ بیٹے کو ولیعہد مقرر نہ کیا تھا۔ یہ بدعت خلیفہ ہارون رشید نے شروع کی۔ اب ہارون رشید نے ۱۸۲ھ میں اپنے دوسرے بیٹے مامون کو جو مراجل کے بطن سے تھا اور جس کی عمر بارہ ۱۲ سال کی تھی ولیعہد بنایا اور لوگوں سے استصواب بیعت لی کہ امین کے بعد مامون تخت خلافت اور سلطنت و حکومت کا مالک ہوگا۔ امین کا اصل نام محمد تھا اور مامون کا اصل نام عبداللہ تھا امین کے طرفدار تمام عرب تھے۔ کیونکہ وہ زبیدہ کے بطن سے تھا۔ اور زبیدہ ہارون کے چچا جعفر بن منصور کی بیٹی تھی اور مامون کے طرفدار تمام اہل عجم تھے۔ کیونکہ اس کی ماں مراجل بھی اہل عجم تھی۔ برمکی خاندان بھی مامون ہی کا طرفدار تھا۔ تمام اہل عجم مامون کو اپنا بھانجہ سمجھتے تھے۔ ہارون رشید نے مامون کو ولیعہد ثانی مقرر کرکے خراسان اور اس کا تمام علاقہ یعنی ہمدان تک کی سند گورنری اُسے عطا کر دی اور علی بن عیسیٰ گورنر خراسان کو طلب کرکے اسے مامون کیطرف سے خراسان کی حکومت تفویض کرکے روانہ کیا:

امام ابو یوسف کی وفات

اسی سال امام ابو یوسف نے جن کا نام یعقوب تھا۔ ۲۷ رجب ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔ امام ابو یوسف امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید، بغداد کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے

حمزہ بن اترک خارجی کا خروج

جب کہ علی بن عیسیٰ گورنر خراسان خلیفہ ہارون رشید کی طلبی پر مامون کی ولیعہدی کی تقریب کے سلسلہ میں خراسان سے بغداد آیا۔ اس وقت ابو خصیب وہب بن عبداللہ نسائی نے علم بغاوت بلند کرکے خراسان کے شہروں میں لوٹ مار شروع کر دی لیکن

جب علی بن عیسے خراسان میں واپس آیا تو وہب نے خوفزدہ ہو کر امان طلب کیا۔ عیسے نے اُسے امان دے دی اور وہ نہایت سکون سے زندگی بسر کرنے لگا۔ مگر اس واقعہ کے فوراً ہی بعد حمزہ بن اترک خارجی نے خوارج کی جمعیت فراہم کر کے علاقہ باذغیس میں خروج کیا ان دنوں ہرات میں عمرویہ بن یزید ازدی عامل تھا۔ وہ چھ ہزار کی جمعیت سے حمزہ کے مقابل ہوا۔ حمزہ نے اُسے شکست دیکر اسکے بہت سے ساتھیوں کو مار ڈالا اثنائے ہنگامہ میں عمرویہ بھی کچل کر مر گیا۔ جب یہ اطلاع علی بن عیسے کو پہنچی تو اس نے اپنے بیٹے حسن بن علی کو دس ہزار فوج دیکر حمزہ کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ مگر حسن تاب مقاومت نہ دیکھکر حملہ کرنے میں متأمل ہوا علی بن عیسے نے یہ دیکھکر اپنے دوسرے بیٹے عیسے بن علی کو مامور کیا۔ عیسے نے حمزہ پر حملہ کیا۔ مگر حمزہ نے عیسے کو شکست دی۔ علی بن عیسے نے اپنے بیٹے عیسے بن علی کو مزید تازہ دم فوج دے کر پھر روانہ کیا مقام نیشاپور میں حمزہ سے مقابلہ ہوا۔ عیسے بن علی نے حمزہ کو شکست دی دس ہزار آدمی حمزہ کے میدان جنگ میں کام آئے صرف چالیس آدمی بچے۔ حمزہ ان بقیۃ السیف کے ہمراہ قہستان کی طرف بھاگ گیا۔ عیسے بن علی نے اوق جوین اور اس علاقہ میں اپنے لشکر کے کئی دستے بھیجے جو حمزہ کی مدد کرتے تھے ان فوجی دستوں نے اس نواح کے خوارج کو چن چن کر قتل کر ڈالا۔ تقریباً تیس ہزار آدمی مارے گئے۔ چونکہ حمزہ کو اہل کابل اور زابلستان نے بھی مدد دی تھی اسلئے عیسے بن علی نے کابل و زابلستان پر بھی چڑھائی کر دی اور وہاں کے باغیوں اور سرکشوں کو سیدھا کر کے واپس لوٹا۔ مگر اس عرصہ میں حمزہ بن اترک نے پھر کچھ جمعیت فراہم کر کے دیہات پر چھاپے مارتے اور راستے لوٹنے شروع کر دیئے۔ ابوخصیب وہب بن عبداللہ نسائی بھی عہد شکنی کر کے باغی ہو گیا اور اُس نے مرو کا محاصرہ کر لیا علی بن عیسے نے اس کا مقابلہ کیا اور ۱۸۶ھ میں وہب نسائی کو قتل کر ڈالا۔ اسکے

مرنے کے بعد خراسان میں امن و امان قائم ہوا۔

رومی سلطنت کی باجگذاری

رومی سلطنت کا قسطنطنیہ میں قسطنطین بادشاہ تھا وہ مسلمانوں پر آئے دن یورش کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ اُس نے ۱۸۲ھ میں بلاد اسلامیہ پر چڑھائی کی تیاری کی خلیفہ ہارون رشید کو بروقت اطلاع ہو گئی اُس نے عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن صالح کو لشکر صائفہ کے ساتھ جہاد کیلئے بلاد روم کیطرف روانہ کیا۔ اتفاق سے قسطنطین کی ماں ایرینی اپنے بیٹے قسطنطین کے خلاف ہو گئی اور اول اُس نے اپنے بیٹے قسطنطین کی آنکھیں نکلوا دیں۔ اور اسکے بعد اُسے مروا ڈالا۔ رومیوں نے ملکہ ایرینی کو تخت نشین کر کے اسے عطشہ کا لقب دیا۔ ایرینی مسلمانوں سے جنگ کرنے کی تیاری کر رہی تھی کہ اُسے خبر ملی کہ فرانس کا بادشاہ شارلمین اٹلی کا ملک فتح کر کے مغربی روم پر قابض ہو گیا ہے اور اب شرقی روم یعنی قسطنطنیہ پر حملہ کرنیکی تیاری کر رہا ہے۔ ادھر اسلامی لشکر عبدالرحمٰن بن عبدالملک کی سرکردگی میں بڑھا چلا آ رہا تھا۔ ملکہ ایرینی نے یہ کیفیت دیکھکر مسلمانوں سے صلح کرنی ضروری سمجھی۔ چنانچہ اُس نے اپنے سفیر براہ راست خلیفہ ہارون رشید کے دربار میں بھیجے۔ خلیفہ ہارون رشید خود یہ چاہتا تھا کہ رومیوں سے صلح ہو جائے تاکہ روز روز کی لڑائی سے چھٹکارا ملے۔

چنانچہ اُس نے ملکہ ایرینی کی صلح کی درخواست اس شرط پر منظور کی کہ وہ سلطنت عباسیہ کو خراج ادا کیا کرے۔ ملکہ ایرینی نے ارکین دربار کے مشورہ سے خراج کی ادائیگی منظور کر لی۔ چار سال کیلئے معاہدہ ہو گیا۔ ملکہ ایرینی نے ایک سال کا خراج پیشگی ادا کر دیا۔ اور سالانہ خراج ادا کرنے کا معاہدہ لکھدیا:-

صوبہ آرمینیہ میں فساد

۱۸۳ھ میں چین کے بادشاہ خاقان چین کی لڑکی فضل بن یحییٰ کے حرم

میں داخل ہونیکے لئے چین سے روانہ ہوئی۔ اتفاق سے وہ لڑکی مقام بردعہ میں پہنچکر
فوت ہوگئی۔ اسکے ہمراہیوں نے واپس جاکر خاقان چین سے کہدیا کہ مسلمانوں نے اس
لڑکی کو مار ڈالا۔ شاہ خزر یہہ سنکر عظیم الشان لشکر لیکر بلاد اسلامیہ پر حملہ آور ہوا۔ اس
نے صوبہ آرمینیہ پر حملہ کیا۔ اس وقت آرمینیہ کا گورنر سعید بن مسلم تھا۔ اس نے
خاقان چین کی ٹڈی دل فوجوں کا مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھا گیا۔ خاقان نے
صوبۂ آرمینیہ میں داخل ہوکر مسلمانوں کا قتل عام شروع کردیا۔ تقریباً ایک لاکھ
مسلمانوں کو بڑی بے رحمی سے مار ڈالا۔ عورتوں اور بچوں کو اسقدر اذیتیں دیں
کہ سننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہوگئے کئی ہزار مسلمانوں اور انکی عورتوں اور
بچوں کو اسیر کرکے ان پر اسقدر تشدد کیا کہ وہ سسک سسک کر مرگئے۔ اس
حادثۂ جانکاہ کی جب خلیفہ ہارون رشید کو خبر ہوئی تو اس نے فوراً یزید بن مزید
کو جو صوبۂ آذربائیجان کا گورنر تھا صوبہ آرمینیہ کی بھی گورنری تفویض کردی اور اسے
خاقان کے مقابلہ پر بھیجا ادھر خزیمہ بن حازم کو جو نصیبین کا گورنر تھا۔ یزید کی مدد
کرنے کو لکھا۔ ساتھ ہی خود بھی بغداد سے عظیم الشان لشکر لے کر آرمینیہ کیطرف
روانہ ہوا۔ جب یزید بن مزید اور خزیمہ بن حازم اپنے اپنے لشکر لیکر آرمینیہ میں
پہنچے تو شاہ خزر نے مقابلہ کیا۔ مگر ان دونوں جوانمردوں نے پُرزور حملے کرکے
خاقان کی فوجوں کو شکست دینی شروع کی۔ ابھی خاقان یزید اور خزیمہ سے لڑ ہی
رہا تھا کہ اسے خلیفہ ہارون رشید کے آنیکی اطلاع ہوئی۔ وہ حواس باختہ ہوکر
بھاگ کھڑا ہوا یزید اور خزیمہ نے اسکا تعاقب کرکے بے شمار کافروں کو تہ تیغ کردیا
خاقان کی بہت کم فوج بھاگ کر اپنی جانیں بچا سکی۔ یزید نے تمام صوبہ آرمینیہ
پر دوبارہ تسلط کرکے امن وامان قائم کیا۔

امام موسیٰ کاظم کی وفات

امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق علوی اچھے چونکہ وہ باثر تھے اسلئے خلیفہ ہارون رشید انہیں بغداد سے باہر جانے دیتا تھا کیونکہ اُسے خوف تھا کہ کہیں وہ علویوں کے کہنے میں آکر خروج نہ کریں امام موسیٰ کاظم بغداد ہی میں مقیم تھے انہوں نے ۲۵ رجب ۱۸۳ھ کو وفات پائی۔ اور بغداد میں دفن ہوئے۔ امام موسیٰ کاظم شیعوں کے ساتویں امام ہیں ان کی اور امام تقی کی قبریں ایک ہی گنبد کے نیچے بغداد میں موجود ہیں۔ جو کاظمین کے نام سے مشہور ہیں۔

شیعوں کے بارہ امام

شیعان علی المرتضیٰ بارہ بزرگ ہستیوں کو اپنا پیشوا اور امام سمجھتے ہیں ان میں سے دو حسنین یعنی حسنؓ اور حسین رضوان اللہ تعالےٰ ہیں اور باقی انکی اولاد میں سے ہیں۔ ان میں سے گیارہ امام ان کے عقیدہ کے بموجب ہو چکے ہیں اور ایک پیدا ہونیوالے ہیں گویا شیعان علی علاوہ آنحضرت صلعم اور حضرت فاطمہؓ کے بارہ اور شخصوں کو پیشوا مانتے ہیں سُنّی بھی ان بزرگوں کو بزرگ ہی سمجھتے ہیں انکے نام ادب سے لیتے اور ان کا احترام کرتے ہیں واقفیت عامہ کیلئے ان بزرگوں کے نام اور مختصر حالات درج کئے جاتے ہیں پہلے امام حضرت علی المرتضیٰ ہیں جو خلیفہ چہارم ہیں ان کے مفصل حالات پہلی جلد میں لکھے جا چکے ہیں وہ آنحضور صلعم کے داماد تھے عبدالرحمن بن ملجم نے انھیں ۴۰ھ میں شہید کیا تھا۔ دوسرے امام حضرت حسنؓ بن علی ہیں یہ ۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۰ھ میں انہیں زہر دیا گیا نہایت نیک اور بڑے بزرگ تھے تیسرے امام حضرت حسینؓ بن علی المرتضیٰ ہیں جو سید الشہداء کہلاتے ہیں ۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۱ھ میں معرکہ کربلا میں شہید ہوگئے۔ چوتھے امام علی (زین العابدین) بن حسینؓ ہیں ۳۷ھ یا ۳۸ھ میں پیدا ہوئے ۹۵ھ میں وفات

پائی۔ بڑے عابد و زاہد تھے۔ پانچویں امام محمد بن علی تھے ان کا لقب باقر اور کنیت
ابو جعفر تھی ۵۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۶ھ میں وفات پائی۔ بڑے ذی علم تھے اور
متبحر عالم ہونیکی وجہ سے باقر لقب تھا۔ چھٹے امام جعفر بن محمد تھے جن کا لقب
صادق اور کنیت ابو عبداللہ تھی ۸۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۸ھ میں وفات پائی
یہ خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ میں تھے۔ ساتویں امام موسےٰ بن جعفر تھے ان کا
لقب کاظم اور کنیت ابو ابراہیم تھی ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے ۱۸۳ھ میں وفات پائی
ان کی خصوصیت یہ تھی کہ عمر بھر کبھی انہیں غصہ نہیں آیا۔ اسی لئے ان کا لقب کاظم
ہوا۔ خلیفہ ہارون رشید ان کی بڑی عزت کرتا تھا۔ آٹھویں امام علی بن موسےٰ
تھے ان کا لقب رضا اور کنیت ابو الحسن تھی ۱۴۸ھ میں پیدا ہوئے ۲۰۳ھ میں
وفات پائی۔ مامون ان کی اس قدر عزت و عظمت کرتا تھا کہ انہیں اپنا ولیعہد
مقرر کیا تھا لیکن ارکین سلطنت نے انہیں حسد سے زہر دے دیا۔ نویں امام محمد بن
علی تھے۔ ان کا لقب تقی جواد اور کنیت ابو جعفر ثانی تھی ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور
۲۲۰ھ میں وفات پائی۔ مامون نے ان سے اپنی لڑکی کی شادی کر دی تھی ایک روز
مامون سے اسکی بیٹی نے اپنے شوہر کی شکایت کی کہ محمد بن علی نے ایک اور عورت سے
نکاح کر لیا ہے۔ مامون نے کہا میں تیری خاطر سے یہ نہیں کر سکتا کہ اللہ نے جو
چیز ان کیلیے حلال کی ہے میں حرام کر دوں۔ دسویں امام علی بن محمد تھے ان کا
لقب ہادی اور کنیت ابو الحسن تھی ۲۱۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵۴ھ میں وفات
پائی۔ گیارہویں امام حسن بن علی تھے ان کا لقب زکی یا عسکری اور کنیت ابو محمد
تھی ۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۶۰ھ میں وفات پائی۔ بارہویں امام محمد مہدی
کو کہتے ہیں۔ انہیں مہدیٔ آخر الزمان بتاتے ہیں۔ عام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ
یہ پیدا ہونگے اور مسلمانوں کی اصلاح کرینگے لیکن شیعہ کہتے ہیں کہ پیدا ہو چکے ہیں ان کا

ظہور باقی ہے شیعوں میں بھی کئی ضمنی تقسیمیں ہیں جنہیں سے ۲ دو اثنا عشریہ اور اسمٰعیلیہ زیادہ مشہور ہیں۔

نئے گورنروں کا تقرر

۱۸۲ھ میں خلیفہ ہارون رشید نے یمن اور مکہ میں عماد بربری کو گورنر مقرر کیا سندھ کی امارت داود بن یزید بن حاتم کو دی قہستان کی حکومت پر یحییٰ حرشی کو بھیجا اور طبرستان پر مہرویہ رازی کو عامل مقرر کر کے بھیجا۔ ۱۸۵ھ میں اہل طبرستان نے بغاوت کر کے مہرویہ رازی کو مار ڈالا۔ خلیفہ ہارون رشید نے عبداللہ بن سعید حرشی کو طبرستان میں گورنر مقرر کر کے روانہ کیا۔ عبداللہ حرشی نے وہاں جاتے ہی امن قائم کر دیا۔ اسی سال یزید بن مزید شیبانی نے جو آذربائیجان اور آرمینیہ کا گورنر تھا وفات پائی۔ خلیفہ ہارون رشید نے اسکے بیٹے اسد بن یزید کو وہاں کا عامل مقرر کر دیا۔

برمکیوں کی سازش

خراسان میں خلیفہ ہارون رشید نے یحییٰ برمکی کی مرضی کے خلاف علی بن عیسےٰ کو گورنر مقرر کیا تھا یحییٰ نے اپنے ۲ دو چھوٹے بیٹوں موسےٰ اور محمد کو جن کا اہل خراسان میں کافی اثر و رسوخ تھا خراسان روانہ کیا۔ ان دونوں ہی کے اکسانے سے ابوخصیب وہب بن عبداللہ نسائی اور حمزہ بن اترک خارجی نے بغاوت کی تھی اور حمزہ پورے چار سال شورش و فساد برپا کرتا رہا تھا لیکن علی بن عیسےٰ نے خراسان کے تمام باغیوں اور سرکشوں کو بزور شمشیر سیدھا کر دیا۔ یحییٰ کو یہ بات اور بھی ناگوار گذری اور اس نے اہل خراسان کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ وہ علی بن عیسےٰ کے فرضی مظالم کی شکایت خلیفہ کے پاس بھیجیں چنانچہ جب تیر و تلوار کے ہنگامے ختم ہو گئے تو کاغذی جہاد شروع ہوا۔ خراسان کے گوشہ گوشہ سے

علی بن عیسےٰ کی شکایت میں دربار خلافت میں عرضیاں آنی شروع ہوئیں یحییٰ برمکی نے خلیفہ ہارون رشید کو ان شکایتی عرضیوں پر توجہ دلا کر علی بن عیسےٰ کی معزولی پر زور دیا لیکن خلیفہ سمجھ گیا تھا کہ یہ ہنگامہ کیوں برپا کیا جا رہا ہے اسلئے اس نے ان شکایتی عرضیوں پر کوئی توجہ نہ دی یحییٰ برمکی اپنی اس تدبیر میں کامیابی نہ دیکھکر دوسری چال چلا۔ اس نے کئی عرضیاں اس مضمون کی خلیفہ کیخدمت میں بھجوائیں کہ علی بن عیسےٰ بغاوت کی تیاری کر رہا ہے وہ تخت خلافت کے الٹ دینے کی تدابیر میں مصروف ہے اس نے علویوں سے ساز کر لیا ہے ان عرضیوں سے خلیفہ ہارون رشید کو قدرے تشویش ہوئی۔ مگر اس نے پھر بھی علی بن عیسےٰ کو معزول نہ کیا بلکہ واقعہ کی تفتیش اور اصلیت معلوم کرنے کے خیال سے بغداد سے کوچ کر کے مقام رے میں پہنچا۔ علی بن عیسےٰ مرو سے چلکر معہ تحائف کے حاضر خدمت ہوا اور خلیفہ ہارون رشید کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری اور یحییٰ برمکی اور اسکے بیٹوں کی مخالفانہ کوششوں اور کاروائیوں کا یقین دلایا۔ خلیفہ ہارون رشید پہلے ہی سے یہی بات سمجھتا تھا۔ اس نے نہ صرف علی بن عیسےٰ کو خراسان کی گورنری پر بدستور قرار رکھا۔ بلکہ رے۔ طبرستان۔ نہاوند۔ قومس اور ہمدان کی ولایتوں کی حکومت بھی اسی کے سپرد کر دی

ہارون رشید کا قابل تذکرہ حج

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ خلیفہ ہارون رشید ایک سال حج کو جاتا تھا اور ایک سال جہاد کرتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اُسے حج کرنے کا بڑا ہی شوق تھا کسی اور خلیفہ نے اس قدر حج نہیں کئے جسقدر خلیفہ ہارون رشید نے کئے ہیں ۱۸۶ھ میں بھی وہ حج کرنے کیلئے مکہ معظمہ میں پہنچا اور اہل مکہ اور اہل مدینہ کو اپنی داد و دہش سے مالا مال کر دیا اس نے اپنی اور اپنے بیٹوں کیطرف سے ایک کروڑ پانچ لاکھ اشرفیاں غربا اور محتاجوں میں خیرات کیں اسکی اس فیاضانہ سخاوت کا اہل حجاز میں عرصہ دراز تک تذکرہ رہا۔ سچ پوچھو تو مکہ اور مدینہ میں ایک بھی مفلس نہ رہا:

مؤتمن کی ولی عہدی

یہ حج اسلئے قابل تذکرہ ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے اسی حج کے موقعہ پر اپنے تیسرے بیٹے قاسم کو موتمن کا خطاب دیکر تیسرا ولی عہد بنایا اور حج کے اختتام پر لوگوں سے اسبا کی بعیت لی کہ ہارون رشید کے بعد امین امین کے بعد مامون اور مامون کے بعد موتمن کو خلیفہ مانیں۔ خلیفہ ہارون رشید نے ایک عہدنامہ مرتب کر دیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اول امین خلیفہ ہوگا اور مامون اور موتمن اسکی فرمانبرداری کرینگے۔ امین کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ مامون یا موتمن میں سے کسی کو ولیعہدی سے معزول کرے یا جو ممالک جن ولیعہد کو دیدیئے گئے۔ ان کی امارت سے ان دونوں میں سے کسی کو علیحدہ کر دے۔ امین کے بعد مامون خلیفہ ہوگا۔ اگر مامون موتمن کو خلافت کے لائق نہ قابل سمجھے تو ولیعہدی سے اسے معزول کرکے کسی اور کو اپنا جانشین مقرر کرے۔ مگر جو ممالک موتمن کی حکومت میں دیئے گئے ہیں۔ ان سے اسے علیحدہ کرنے کا مامون کو حق نہ ہوگا۔ اس عہدنامہ میں ان ممالک کی تخصیص کر دیگئی تھی جو جس ولیعہد کو دیئے گئے تھے۔ امین کی حکومت میں عراق شام اور عرب دیئے گئے تھے۔ مامون کو ممالک مشرقیہ دیئے تھے۔ ان میں خراسان اور فارس وغیرہ شامل تھے اور موتمن کو جزیرہ۔ ثغور اور عواصم کے صوبے سپرد کئے گئے تھے۔ اس عہدنامہ پر خلیفہ ہارون رشید نے امین مامون موتمن اکابر علما مشاہیر مشائخ سرداران لشکر اور ارکین سلطنت کے دستخط کرا کر خانہ کعبہ کے دروازہ پر آویزاں کرا دیا تھا۔ ابھی اس تدبیر سے خلیفہ ہارون رشید نے آئندہ جھگڑاوں اور فتنوں کی روک تھام کی مگر وہ یہ نہ سمجھا کہ اسکی اسی تدبیر نے آئندہ فتنوں کا دروازہ کھولدیا ہے اس سے پہلے اسکے پیش رو خلفانے دو دو ولیعہد مقرر کئے تھے۔ لیکن پہلے ولیعہدوں نے دوسروں کو معزول کرکے اپنے بیٹوں کو ولیعہد بنایا تھا۔ اور اس ولیعہدی ہی کی بدولت بنوامیہ کی حکومت کا تختہ الٹ دیا تھا۔ اسی حج سے واپسی پر مقام انبار میں پہنچکر خلیفہ

ہارون رشید نے جعفر بن یحییٰ برمکی کو ماہ محرم ۱۸۷ھ میں قتل کرایا تھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خاندان برامکہ کی مختصر تاریخ قلم بند کرنے کے بعد جعفر برمکی کے قتل کا واقعہ تحریر کیا جائے

خاندانِ برمک

ہم اس سے قبل برمک کی تشریح کر چکے ہیں اور ہم اب اسے دوہرانے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ البتہ مختصراً یہ لکھنا مناسب سمجھتے ہیں کہ مغ آتش پرستوں کے اس پیشواء کو کہتے تھے جو کسی آتشکدہ کا متولی ہوتا تھا اور "بر مغ" یعنی مغ کے چیلے کہلاتے تھے عربوں نے "برمغ" کو معرب کر کے "برمک" کر لیا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ اصل میں یہ لفظ "میکانک" تھا مگر عربوں نے اسے منجنیق بنا لیا۔ یا "خندق" جو دراصل "کندہ" تھا لیکن عربوں نے اسے خندق بنا لیا۔ خاندان برمک کا سلسلہ گشتاسف سے ہوتا ہے۔

یشتاسف کا بیٹا "جاماس" تھا اور جاماس کا بیٹا جعفر تھا۔ جعفر ہی وہ شخص ہے جو بلخ کے آتشکدہ "نوبہار" کا متولی ہوا۔ یوں تو عام طور پر کسی آتشکدہ کے متولی کی ایرانیوں میں جو مجوسی تھے۔ بڑی وقعت کی جاتی تھی لیکن آتشکدہ نوبہار کے متولی کی وہ عزت و عظمت ہوتی تھی کہ اس کے سامنے سلاطین فارس کی گردنیں جھک جاتی تھیں۔[1]

آتشکدۂ نوبہار

آتشکدۂ نوبہار کو فارس کے بادشاہ منوچہر نے بلخ میں ماہتاب کے نام پر تعمیر کرایا تھا

---

[1] لوگوں کا یہ خیال غلط ہے کہ آتشکدوں کی ابتداء زردشت کے ظہور سے ہوئی کیونکہ تاریخوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فریدون شاہ فارس نے سب سے اول ایک آتشکدہ کی بنیاد ڈالی اس کے بعد سجستان اور رے میں آتشکدے بنائے گئے اور جب زردشت کا ظہور ہوا تو اس وقت ملک میں دس آتشکدے موجود تھے۔ عہد فریدون بادشاہ سے اہل فارس آگ کو نور مجسم سمجھ کر پوجتے تھے اور سمجھتے تھے کہ خالق و مخلوق میں آگ ایک واسطہ ہے۔ وہ تمام دنیا کی ابتداء آگ سے ہوئی ہے بعض اہل فارس کا خیال تھا کہ آگ تجلی الٰہی ہے وہ آتشکدوں میں اعتکاف کرتے تھے اور آگ کو بجھنے نہ دیتے تھے۔ بہت سے آتشکدے تھے اصطخر میں ایک آتشکدہ ہماد ختر بہمن نے اور ارض بیعہ (عراق) میں پوران بنت کسریٰ نے ایک آتشکدہ بنایا تھا۔ (صادق صدیقی)

اسکی عمارت نہایت مضبوط اور رفیع الشان تھی۔ اسکی چھت پر لمبے اونچے نیزے گڑے ہوئے تھے جنمیں سو سو گز لمبے حریر سبز کے پھریرے اڑا کرتے تھے۔ جب کوئی پھریرا کسی نیزہ سے الگ ہو جاتا تھا۔ تو کئی کئی میل کے فاصلہ پر جا کر ٹھہرتا تھا۔ امیر کبیر وزیر اور بادشاہ اس آتشکدہ پر چڑھاوے چڑھاتے تھے جو نہایت بیش قیمت ہوتے تھے۔ اکثر بڑی بڑی رقمیں آتی تھیں اسلئے اس آتشکدہ کا متولی بڑا امیر کبیر بنجاتا تھا۔ چنانچہ جعفر بھی نہایت متمول تھا اور اسکی عظمت و عزت کا یہ عالم تھا کہ اکثر شاہ فارس اسکے سلام کو حاضر ہوا کرتا تھا۔ غرضیکہ جعفر بن جاماس نہایت متمول اور بڑا ذی عزت شخص تھا۔ ۸۶ھ میں خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد خلافت میں جب قتیبہ بن مسلم باہلی نے بلخ فتح لیا تو اعلے خاندان کی تمام عورتیں اسیر کر کے مسلمانوں کی ملک ہو گئیں ان میں جعفر بن جاماس کی بیوی بھی تھی جسے قتیبہ کے بھائی عبداللہ بن مسلم نے لے لیا تھا۔ جب چند روز کے بعد مسلمانوں اور مجوسیوں میں صلح ہو گئی تو تمام لونڈیاں واپس کیگئیں چنانچہ عبداللہ بن مسلم کو بھی جعفر بن جاماس کی بیوی کو واپس کرنا پڑا۔ لیکن چلتے وقت اس عورت نے کہا۔ اے عرب مجھے تیرا حمل رہ گیا ہے۔ عبداللہ نے اس سے یہ اقرار لے لیا کہ اگر لڑکا ہوا تو میرا ہوگا۔ عورت جعفر بن جاماس کے حوالہ کر دی گئی اور بلخ میں جا کر اس عورت کے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام جعفر نے خالد رکھا۔ چونکہ خالد جعفر کے گھر جا کر پیدا ہوا اسلئے بعض مورخوں نے اسے جعفر کا بیٹا ہی سمجھا۔ لیکن دراصل خالد جعفر کا بیٹا نہ تھا بلکہ عبداللہ بن مسلم باہلی کا فرزند تھا اور وہ ۹۰ھ میں پیدا ہوا تھا۔ تاریخ طبری کبیر ابن خلدون و ابن اثیر کی یہی روایت ہے جو ہم نے تحریر کی:۔

خالد برمکی

یہ بات کس تاریخ سے واضح نہیں ہوتی کہ خالد کب اور کیسے ملک شام میں آیا مگر اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ جب ابوالعباس سفاح نے دعوت بنو عباس کیلئے لوگوں کو منتخب کیا تو ان میں سے ایک خالد بھی تھا۔ خالد کی کنیت ابوعون تھی۔ خالد نے بڑی تندہی سے کام کیا۔ جب

سفاح نے خروج کیا تو خالد کو ایک دستہ فوج کا سردار مقرر کیا۔ خالد نہایت سرفروشی سے لڑا
سفاح کے دلیں اسکی طرف سے بڑی جگہ ہوگئی۔ چنانچہ جب سفاح خلیفہ ہُوا تو اُس نے
خالد کو اسکی قابلیت دیکھکر جنگی محکمہ (ملٹری ڈیپارٹمنٹ) سے ملکی محکمہ (سول سروس)
میں منتقل کردیا اور چندہی روز کے بعد اسے وزیر بنالیا اور وہ سفاح کے عہد خلافت میں برابر
وزیر رہا۔ جب ۱۳۶ھ میں سفاح نے وفات پائی اور ابوجعفر منصور خلیفہ ہُوا۔ تب بھی
ایک سال ایک ماہ تک خالد وزیر رہا۔ اسکے بعد ابو ایوب وزیر مقرر ہُوا اور خالد کو موصل کی
گورنری پر بھیجدیا گیا۔ چندروز کے بعد منصور نے خالد کو افسر مال (دیوان الخراج)
مقرر کردیا۔ اور چونکہ خالد نہایت قابل و ہوشیار شخص تھا۔ اسلئے منصور اکثر اس سے
مشورہ لیا کرتا تھا۔ خالد کا شمار معززین سلطنت میں ہوتا تھا۔ منصور نے خالد کو اپنے
بیٹے مہدی کی اتالیقی پر مامور کیا۔ ایک مرتبہ خالد نے بیت المال (خزانہ سرکاری) میں
کچھ تغلب کرلیا تھا۔ حساب کی جانچ پڑتال کرنے پر تیس لاکھ درہم اسکے ذمہ برآمد
ہوئے تھے۔ ایک اعرابی عمارہ بن حمزہ نے ستائیس لاکھ درہم اسکی طرف سے داخل کئے
تھے اور تین لاکھ منصور نے معاف کردیئے تھے۔ غرضیکہ خالد نے حسن خدمات کے
صلہ میں عہدے بھی حاصل کیا۔ جاگیریں بھی حاصل کیں اور عزت و شہرت بھی پائی۔

یحییٰ بن خالد برمکی

خالد برمکی کا نامور اور بلند اقبال بیٹا یحییٰ برمکی شروع ۱۲۰ھ میں عہد خلافت
ہشام بن عبدالملک میں پیدا ہُوا تھا۔ جب جوان ہوا تو خالد کی سفارش سے خلیفہ
وقت نے یحییٰ کو آذربائیجان کا ۱۵۸ھ میں گورنر مقرر کردیا۔ جب خلیفہ مہدی کا
دور خلافت آیا تو خالد نے ازرہ دور اندیشی یحییٰ کو شہزادہ ہارون رشید کا اتالیق مقرر کرا
دیا۔ اس سے پہلے خالد مہدی کا اتالیق رہ چکا تھا اب یحییٰ ہارون رشید کا اتالیق ہُوا اسلئے
خلافت عباسیہ میں برامکہ کی اتالیقی موروثی ہوگئی۔ ۱۶۳ھ میں جب مہدی نے روم

پر جہاد کیا تو ہارون کی فوج کا سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ اس وقت ہارون رشید کی عمر پندرہ ۱۵ سال کی تھی یحییٰ اسکے ساتھ تھا ہارون رشید کو فتح عظیم حاصل ہوئی یحییٰ نہایت صاحب رائے۔ حلیم۔ عالی حوصلہ۔ خوش اخلاق۔ شجاع۔ فصیح البیان۔ عقیل۔ دانشمند اور فیاض تھا یحییٰ نے زرخیز جاگیریں حاصل کرلی تھیں ان جاگیروں کی آمدنی کروڑوں درہم سالانہ تھی اور یحییٰ نے اسقدر عروج حاصل کرلیا تھا کہ غیر ممالک کے سفراء اور اسلامی ممالک کے گورنروں کے وکلاء جب آتے تھے تو پہلے یحییٰ سے ملتے تھے اور پھر خلیفہ تک رسائی ہوتی تھی یحییٰ علم دوست تھا۔ شاعروں کو انعام واکرام سے مالامال کردیا کرتا تھا شریف مفلسوں کی بڑی دریادلی سے مالی مدد کیا کرتا تھا۔ اسکی سخاوت اور فیاضی کی بے شمار داستانیں تاریخوں میں لکھی ہوئی ہیں ہم ان میں سے چند لکھتے ہیں

ایک شاعر کو صلہ

اسحٰق موصلی روایت کرتا ہے کہ یحییٰ کا دستور تھا کہ جب گھوڑے پر سوار ہوتا تو جو شخص اسکے سامنے آجاتا اسے دو ۲۰۰ سو درہم دیا کرتا۔ ایک روز ایک مفلس شاعر نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے :۔

یَا سَمِیَّ الحُصُورِ یَحْیٰی اُتِیحَتْ
اے یحییٰ (پیغمبر) کے ہم نام تیرے لئے

لَکَ مِنْ فَضْلِ رَبِّنَا جَنَّتَانِ
خدا نے اپنی مہربانی سے دو جنتیں مقرر کی ہیں

کُلُّ مَنْ مَرَّ فِی الطَّرِیْقِ عَلَیْکُمْ
جو شخص تمہارے سامنے راستہ میں آجاتا ہے

فَلَهُ مِنْ نَوَالِکُمْ مِائَتَانِ
اسے تم فیاضی سے دو ۲ سو درہم دیتے ہو

مِائَتَا دِرْهَمٍ لِمِثْلِی قَلِیْلٌ
دو ۲ سو درہم مجھ جیسے کے لئے تھوڑے ہیں

هِیَ مِنْکُمْ لِلْقَابِسِ الْعَجْلَانِ
اتنی تھوڑی تعداد اسکے لئے کافی ہے جو آگ لینے کی جلدی میں آتا ہے

یحییٰ نے اسکی حاجت پوچھی شاعر نے کہا کہ میں نے نکاح کیا اور نکاح میں تین شرائط کیں ایک یہ کہ چار ہزار درہم مہر ادا کروں دوسری یہ کہ خانہ داری کا تمام سامان مہیا کروں

تیسری یہ کہ اگر یہ دونوں باتیں نہ کرسکوں تو عورت کو طلاق دوں۔ چنانچہ یحییٰ نے چار ہزار درہم مہر کیلئے چار ہزار درہم سامان خانہ داری کیلئے اور چار ہزار دیگر اخراجات کیلئے اسی وقت دیدیئے:۔

فیاضی کا خاص طریقہ

اسحاق موصلی اپنے باپ ابراہیم کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ ایک روز اس کا باپ ابراہیم یحییٰ کے پاس اپنی تنگ دستی کی شکایت لیکر گیا۔ یحییٰ نے کہا کہ گورنر مصر کا وکیل مجھے تحفہ دینا چاہتا ہے۔ تمہارے پاس ایک کنیز ہے تم اس وکیل سے کہو کہ یحییٰ مجھ سے اس کنیز کو خریدنا چاہتا تھا۔ مگر میں نے اس وقت انکار کردیا تھا۔ اب فروخت کرتا ہوں تم اسے خرید کر یحییٰ کے سامنے ہدیۃً پیش کردو۔ مگر اس کنیز کی قیمت تیس ہزار درہم سے کم نہ لینا۔ چنانچہ ابراہیم واپس آگیا۔ اس وقت وکیل کا آدمی آیا اور کنیز کا سودا کرنے لگا تو معلوم ہوا کہ اس نے وہ کنیز بیس ہزار میں بیچ ڈالی۔ یحییٰ کو جب معلوم ہوا تو اس نے کہا۔ تم نے کم قیمت لی۔ اچھا اس کنیز کو لاؤ اور فارس کے گورنر کا وکیل آیا ہے اسکے ہاتھ تیس ہزار کو بیچ ڈالو۔ ابراہیم نے ایسا ہی کیا۔ وکیل فارس سے اس کنیز کے پچاس ہزار درہم لیے۔ یحییٰ نے وہ کنیز پھر ابراہیم ہی کو واپس کردی۔ اس طرح یحییٰ نے ابراہیم کو پچاس ہزار درہم دلا دیئے:۔

علم موسیقی کی قدردانی

اسحاق موصلی علم موسیقی کا بڑا ماہر تھا اور روایت کرتا ہے کہ ایک روز یحییٰ نے مجھے طلب کیا۔ اس وقت میں نہایت ہی تنگ مکان میں رہتا تھا۔ اتفاق سے جس وقت مجھے یحییٰ نے طلب کیا۔ اسی وقت میرا ہمسایہ آیا اور اپنا مکان فروخت کرنے کی باتیں کرنے لگا۔ مجھے اس سے باتوں میں دیر ہوگئی۔ جب یحییٰ کے پاس پہنچا تو دن چڑھ آیا تھا۔ یحییٰ نے پوچھا۔ اتنی دیر آنے میں کیوں کی۔ میں نے صورت حال عرض کی: یحییٰ نے کہا۔ افسوس میں تمہارے حال سے بے خبر رہا۔ مجھ سے گانا سنا میں نے

چندراگنیاں ایجاد کی تھیں جب وہ سنائیں تو یحییٰ پر وجد کا عالم طاری ہو گیا۔ اس نے بعد سماع ایک گھوڑا مطوق اور ایک لاکھ درہم انعام دیئے اور اپنے وکیل کو بلا کر حکم دیا کہ اسحاق کے مکان میں جا کر بالاخانہ سے دیکھو۔ جس قدر مکانات گرد و پیش نظر آئیں سب کو خرید کر اسحاق کیلئے قصر تعمیر کرا دو۔ چنانچہ خواجہ حامد وکیل میرے ساتھ آیا اور میرے ہمسایہ کے لوگوں کو بلا کر ان کے مکانات معاوضہ دیکر خرید لئے لوگوں نے اپنے مکانوں کے دام دو چند اور سہ چند لئے اور منہ مانگی قیمت لیکر دعائیں دیتے چلے گئے۔ اسی روز سے عمارت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ تیسرے دن میں نے چاہا کہ اور مکانات بھی خرید لوں۔ مگر معلوم ہوا کہ ابو نصر احمد اصفہانی نے انہیں خرید لیا ہے اور اس نے بھی عمارت تعمیر کرنی شروع کر دی۔ ابو نصر نے یہ بھی کیا کہ میرا قصر تعمیر کرنے میں جو صناع کام کر رہے تھے۔ انہیں زیادہ اجرت دیکر اپنے پاس بلا لیا اس نے نہایت ہی شاندار اور بڑی خوبصورت عمارت تعمیر کرائی۔ جو دیکھتا تعریف کرتا میرے محل سے وہ قصر کہیں بہتر تھا۔ آخر جب خواجہ حامد کی نگرانی میں میرا مکان تیار ہو گیا تو ابو نصر احمد کے مکانات بھی بن گئے۔ یحییٰ نے حکم دیا کہ میرا مکان شاہانہ طریقہ پر آراستہ کیا جائے۔ چنانچہ ہر قسم کے ظروف نقرئی شیشہ کے آلات۔ زر بفت کے پردے اور اس قدر لونڈیاں و غلام جو شاہی مہمانان کے لئے کافی ہوں آ گئے اور مکان دولہن بنا دیا گیا۔ مجھے تو نمونۂ فردوس معلوم ہونے لگا۔ یحییٰ نے وہ سب مجھے عطا کر دیا اور ایک روز میری دعوت قبول کر کے میرے مکان پر آیا۔ میرا گانا سنا ابو نصر احمد کا قصر دیکھکر پوچھا یہ کس کا عالی شان محل ہے۔ میں نے عرض کی کہ ابو نصر احمد اصفہانی کا ہے اور اس نے جو زیادتیاں کی تھیں وہ بھی میں نے بیان کر دیں۔ یحییٰ نے حکم دیا کہ ابو نصر احمد کے قصر کی دیوار توڑ کر دروازہ بناؤ۔ میں حیران ہوں کہ یہ کیسا انوکھا حکم ہے۔ مگر اس حکم کی تعمیل کیگئی دروازہ بنایا گیا اور یحییٰ مجھے

اور دُوسرے لوگوں کو لیکر اس عالی شان قصر میں پہنچا۔ میں اس قصر کی زیب و زینت دیکھکر حیران رہگیا۔ غلام اور کنیزیں پشمین لباس پہنے خدمت پر مامور تھے محل جگمگا رہا تھا۔ یحییٰ نے وہاں بیٹھکر کھانا کھایا اور مجھ سے گانا سنا۔ پھر کہا اسحاق تم حیران ہو رہے ہو کہ میں دوسرے کے مکان میں کیوں گھس آیا۔ مگر یہ کسی غیر کا مکان نہیں ہے میرا ہی ہے۔ ابونصر بھی میرا ہی وکیل ہے یہ قصر بھی تمہارے ہی لئے تعمیر کرایا گیا ہے یہ قصر اور اس کا تمام مال و اسباب لونڈی۔ غلام سب تم ہی کو مبارک ہوں۔ میں ششدر و حیران رہگیا۔ اظہار شکر گذاری کے لئے یحییٰ کے قدموں پر گر پڑا۔ یحییٰ نے اپنے بیٹوں فضل اور جعفر سے خطاب کر کے پُوچھا۔ تم اسحاق کیلئے کیا ہدیہ لائے ہو۔ دونوں بیٹوں نے کہا۔ جو ارشاد ہو تعمیل کیجائے۔ یحییٰ نے کہا۔ تم دونوں مل کر بتیس۲ ہزار دینار دو۔ چنانچہ ان دونوں نے بتیس۲ ہزار دینار پیش کئے اور میں یحییٰ کی فیاضی سے امیر کبیر بنگیا:۔

یحییٰ کا عُروج

ہادی کی وفات کے بعد ہارون رشید خلیفہ ہوا۔ ہارون رشید یحییٰ کو باپ کہا کرتا تھا۔ اور چونکہ یحییٰ نے ہادی کی رائے کی مخالفت کی تھی اور ہارون رشید کی خلافت کیلئے کوشاں رہا تھا۔ اسلئے ہارون رشید نے یحییٰ کو اپنا وزیر اعظم مقرر کر کے اسے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا تھا۔ شروع شروع میں ہارون رشید کی والدہ خیزران بھی یحییٰ کے ساتھ امور سلطنت میں دخیل رہی۔ مگر خیزران کا ۱۷۳ھ میں انتقال ہو گیا۔ اور اسکے بعد یحییٰ صرف وزارت ہی کا نہیں بلکہ جملہ امور خلافت کو انجام دینے لگا۔ مورخوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یحییٰ خود مختار وزیر اعظم تھا۔ تمام ملکی اور سیاسی معاملات میں جو چاہتا کرتا۔

یحییٰ کی اولاد

یحییٰ کے نو بیٹے تھے۔ انکے نام یہ ہیں فضل [1] محمد [2] جعفر [3] موسیٰ [4] عباس [5] احمد [6]
خالد [7] عبداللہ [8]۔ نویں بیٹے کا نام کسی تاریخ سے بھی نہیں معلوم ہوا۔ ان میں سے
اول الذکر چار مشہور اور نامور ہیں یحییٰ کو علمی شوق و شغف زیادہ تھا۔ شاعری سے
بھی لگاؤ تھا۔ علم نجوم کا بڑا ماہر تھا۔

فضل بن یحییٰ برمکی

فضل بن یحییٰ ۲۳ ذی الحجہ ۱۴۷ھ میں پیدا ہوا تھا اسکی پیدائش کے ایک ہفتہ
بعد ہارون رشید کی ولادت ہوئی۔ فضل کی ماں کا نام زبیدہ تھا اور ہارون رشید کی
ماں کا نام خیزران تھا۔ زبیدہ اور خیزران میں بڑی محبت تھی۔ اسی محبت کے باعث
زبیدہ نے ہارون رشید کو اور خیزران نے فضل کو دودھ پلایا تھا۔ اس طرح سے
فضل اور ہارون رشید دودھ شریک بھائی تھے۔ فضل کی پرورش ہارون رشید کے
ساتھ مثل شہزادہ کے ہوئی۔ جب فضل جوان ہوگیا تو یحییٰ نے اُسے شریک وزارت
کر لیا تھا چنانچہ وزارت کا کام انجام دینے کیوجہ سے وہ چھوٹے وزیر کے نام سے
مشہور ہوگیا تھا۔ خلیفہ ہارون رشید نے فضل کو امین کا اتالیق مقرر کیا تھا اور
جب یحییٰ زیادہ بوڑھا ہوگیا تو خود یحییٰ نے ۱۷۸ھ میں فضل کو وزیر اعظم مقرر
کر دیا۔ لیکن فضل اپنے باپ یحییٰ کے مشورہ سے امور وزارت انجام دینے لگا۔ جب
۱۷۶ھ میں فضل یحییٰ بن عبداللہ بن حسن مجتبیٰ بن حسین بن علی بن ابیطالب کو
جنہوں نے دیلم کی بغاوت کی تھی سمجھا بجھا کر اپنے ساتھ لایا۔ تو ہارون رشید نے فضل
کی بڑی عزت و عظمت کی تھی اور اس کارگذاری کے سلسلہ میں متعدد صوبوں کی
حکومت فضل کو دیدی تھی۔ فضل بھی نہایت عقیل و فہیم۔ ذکی شجاع۔ عالم
مدبر اور سخی تھا۔ اسکی فیاضی نے دنیائے اسلام میں اسے مشہور کر دیا تھا۔ اسکے

دروازہ پر صبح ہی حاجت مندوں۔ سائلوں مسکینوں مسافروں اور شاعروں کی بھیڑ آلگتی تھی۔ اور وہ سبھی کی حاجت براری کرتا تھا:۔

فضل بن یحییٰ کی فیاضی کی ایک مثال

اسحاق بن سلیمان نے یعقوب بغدادی سے روائت کی ہے کہ ایک مرتبہ محمد بن ابراہیم عباسی جو بڑا امیر کبیر تھا۔ گردش زمانہ سے اسقدر تنگ دست ہوا کہ خاندانی جواہرات کو فروخت کرنے کے لئے آمادہ ہوگیا۔ اور جوہریوں سے ان جواہرات کی قیمت دس لاکھ دینار طلب کئے۔ مگر جوہریوں نے جواہرات خریدنے سے انکار کردیا۔ مجبور ہوکر ابن ابراہیم عباسی فضل کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ گرانمایہ جواہر جو وہ فروخت کرنا چاہتا تھا فضل کے سامنے پیش کرکے اپنی حالت بیان کی۔ فضل اسکے ساتھ تعظیم و اخلاق سے پیش آیا۔ جواہرات رکھ لئے اور دوسرے دن صبح کو دس لاکھ دینار اور جواہرات کے ساتھ ابن ابراہیم کے پاس بھیجدیئے رقعہ میں لکھا کہ:۔ "آپکی بات کا رد کرنا کمال بے ادبی تھی اسلئے کل جواہرات رکھ لئے تھے۔ اب واپس کرتا ہوں اگر آپ قبول فرمائیں تو میری کمال عزت افزائی ہوگی دس لاکھ دینار بھی بھیج رہا ہوں۔" یہ میری طرف سے ہدیہ ہے۔")

محمد بن ابراہیم نے دونوں چیزیں رکھ لیں اور فضل کا اس درجہ مشکور ہوا کہ اس نے یہ ارادہ کرلیا کہ روزانہ فضل کو جاکر سلام کیا کروں گا۔ فضل بھی سمجھ گیا تھا کہ ابراہیم ادائے شکریہ کیلئے ضرور آئیگا۔ چنانچہ وہ اگلے روز صبح ہوتے ہی دربار خلافت میں چلا گیا اور خلیفہ ہارون رشید سے سفارش کرکے ابن ابراہیم کے وظیفہ کو پچاس ہزار درہم سے بڑھوا کر ایک لاکھ کرا دیئے۔ اور ساتھ ہی ایک جاگیر بھی دلادی۔ محمد بن ابراہیم اس سے اور بھی مشکور ہوا اور اب اس نے اور بھی ادائے شکریہ

کے خیال کو مستحکم کر کے روزانہ فضل کے مکان پر جانا شروع کیا لیکن فضل قصداً ٹل جاتا۔ کبھی یحییٰ کے پاس کبھی اپنے چھوٹے بھائی جعفر کے پاس کبھی دربار خلافت میں چلا جاتا۔ ایک روز کسی نے محمد سے کہدیا کہ فضل اسلیئے قصداً ٹلجاتا ہے کہ اس کا مقولہ ہے کہ اُسے یہ منظور نہیں کہ آپ جیسا معزز شخص اس کا شرمندۂ احسان ہو کر شکریہ ادا کرے۔" محمد بن ابراہیم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اس نے کہا۔ اچھا فضل سے یہ کہدینا کہ سخاوت کا تم پر خاتمہ ہے

جعفر بن یحییٰ برمکی

کہا جاتا ہے کہ جعفر بن یحییٰ برمکی ۱۵۰ھ میں پیدا ہوا تھا اسکی ماں کا نام فاطمہ تھا جعفر کی پرورش بھی شاہانہ طریقہ پر ہوئی تھی۔ جعفر بھی نہایت سیرت۔ بہادر۔ عاقل اور سخی تھا۔ تاریخوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اسے علم ادب۔ فقہ نجوم اور فلسفہ میں کمال حاصل تھا

جعفر کا اقتدار

خلیفہ ہارون رشید کو جعفر سے بے حد محبت تھی وہ جعفر کو وزیر اعظم بنانا چاہتا تھا مگر یحییٰ نے وزارت کا کام از خود فضل کے سپرد کر دیا تھا اور چونکہ ہارون رشید یحییٰ کا بہت ہی ادب و احترام کرتا تھا اسلیئے خاموش رہا مگر فضل کی وزارت کے ایک ہی سال بعد خلیفہ ہارون رشید نے یحییٰ سے جعفر کی وزارت کیلیئے سفارش کی اور یحییٰ نے فضل سے وزارت کا چارج جعفر کو دلادیا۔ ساتھ ہی خلیفہ ہارون رشید نے مامون کا جعفر کو اتالیق مقرر کیا۔

خلیفہ ہارون رشید اور جعفر کا بے مثل اتحاد

خلیفہ ہارون رشید اور جعفر دونوں حقیقی بھائیوں کی طرح رہتے تھے۔ جعفر ہارون رشید کو اور ہارون رشید جعفر کو بھائی کہا کرتے تھے۔ اکثر دونوں کے کپڑے ایک ہی قسم کے ہوتے تھے۔ ایک ہی بستر پر سو جاتے تھے۔ غرضیکہ دونوں میں بڑا اتحاد تھا۔ ہم ان کے اتحاد کی صرف دو مثالیں پیش کرتے ہیں:۔

اتحاد کی پہلی مثال

ایک روز جعفر برمکی نے بزم طرب آراستہ کی۔ اسکے خاص خاص ہم مشرب شریک جلسہ تھے۔ رقص و سرود کی محفل گرم تھی اور نبیذ کے جام گردش کر رہے تھے۔ جعفر برمکی نے مکان کے پہرہ والوں کو یہ ہدایت کر دی تھی کہ سوائے ہمارے ندیم خاص عبدالملک بن بحران قہرمانہ کے کسی اور کو اندر نہ آنے دینا۔ اتفاق سے اس وقت عبدالملک بن صالح ہاشمی آ گئے۔ پہرہ دار نے نام کی مناسبت سے دھوکہ کھا کر انہیں بزم طرب میں جانیکی اجازت دیدی وہ پردہ اٹھا کر مجلس میں جا پہنچے۔ جعفر ان کی عزت کیا کرتا تھا۔ وہ زاہد خشک تھے اور اس وقت وہاں مجلس رندانہ گرم تھی۔ ایک خوبصورت کنیز عود بجا کر گا رہی تھی عبدالملک کو دیکھتے ہی جعفر شرمسار ہو گیا۔ اس سے پہلے ہارون رشید نے کئی مرتبہ یہ آرزو کی تھی کہ عبدالملک بن صالح ہاشمی اسکے بزم رقص و سرود میں شامل ہو جائیں لیکن انہوں نے منظور نہ کیا تھا۔

جعفر کو نادم دیکھکر عبدالملک نے کہا میں بار خاطر بننے نہیں آیا۔ جعفر خوش ہو گیا فوراً عبدالملک کیلئے حریر ریشم کا لباس منگوایا۔ خوشبو لگائی اور محفل میں شامل کر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جعفر نے عرض کی کہ حضرت میں آپ پر فدا ہوں۔ یہ فرمائیے کہ اسوقت تکلیف کرنے کا باعث کیا ہے۔ کوئی حاجت ہو تو ارشاد فرمائیے؟ عبدالملک نے کہا۔ میں تین خواہشیں لیکر آیا ہوں۔ پہلی یہ کہ امیرالمومنین خلیفہ ہارون رشید کے دل میں میری طرف سے جو کدورت ہے وہ جاتی رہے اور آئندہ وہ مجھ سے مہربانی کے ساتھ پیش آئیں دوسری یہ کہ میں چار ہزار دینار کا مقروض ہوں میرا قرضہ شاہی خزانہ سے ادا کر دیا جائے۔ تیسری یہ کہ میرے بیٹے محمد ابراہیم کی شادی امیرالمومنین کی دختر عالیہ کیساتھ ہو جائے اور شادی کے بعد مجھے کوئی عہدہ دیا جائے۔ جعفر نے کہا امیرالمومنین آپ سے خوش ہیں و انشاءاللہ آپکی تینوں خواہشیں پوری ہو جائینگی۔ جعفر کے ہم مشربوں کو تعجب ہوا کہ ایک وزیر کو یہ کب حق ہے کہ وہ بادشاہ کی دختر کی شادی کا وعدہ کرے۔ اگلے روز جبکہ دربار خاص لگا ہوا تھا

ابو یوسف۔ محمد بن الحسن اور دیگر آئمہ کبار اور ارکان سلطنت بیٹھے تھے اور ہارون رشید تخت خلافت پر متمکن تھا۔ جعفر نے عبدالملک بن صالح کے آنے اپنی آرزوئیں ظاہر کرنے اور اپنا ان سے وعدہ کر لینے کا تمام حال کہہ سنایا۔ ہارون رشید نے کہا تم نے بہت اچھا کیا کہ وعدہ کر لیا۔ اسی وقت عبدالملک بن صالح بھی آ گئے۔ خلیفہ ہارون رشید نے ان پر اپنی خوشنودی مزاج ظاہر کی۔ اسی وقت ان کا قرضہ ادا کرا دیا مصر کی گورنری دیدی اور اپنی بیٹی عالیہ کا عقد ان کے بیٹے محمد ابراہیم سے کر دیا۔ اس اتحاد کی بے نظیر مثال کو دیکھکر تمام درباری حیرت زدہ ہو گئے۔ اس سے جعفر کے لامحدود اختیارات اور ہردلعزیزی کی عام شہرت ہو گئی۔

اتحاد کی دوسری مثال

خلیفہ ہارون رشید نے اہل بغداد کو رات کے وقت بجرہ میں بیٹھ کر دریائے دجلہ کے سیر کی ممانعت کر رکھی تھی۔ ایک روز خلیفہ خود جعفر وزیر اعظم اور اپنے خادم مسرور کے ہمراہ رات کے وقت دریائے دجلہ کیطرف جا نکلا۔ اس نے ایک خوبصورت بجرہ جسمیں چند آدمی سوار تھے دریا میں واں دیکھا چونکہ یہ تینوں عام آدمیوں کا سا لباس پہنے ہوئے تھے اسلئے کوئی انہیں پہچان نہ سکتا تھا! ہارون رشید نے ملاحوں سے پوچھا کہ یہ سامنے بجرہ کس کا جا رہا ہے؟ ملاح نے جواب دیا: امیر المومنین کا ہارون رشید کو بڑی حیرت ہوئی۔ وہ جعفر اور مسرور کے ساتھ ایک کشتی میں سوار ہو کر اس بجرہ کے تعاقب میں چلا۔ بجرہ کچھ دور چلکر رک گیا لب ساحل ایک عالیشان مکان تھا۔ بجرہ کے بیٹھنے والے اس مکان میں داخل ہو گئے۔ خلیفہ ہارون رشید بھی جعفر اور مسرور کے ساتھ مکان کے دروازہ پر پہنچا مکان کے پاسبانوں نے ان تینوں کو اسیر کر کے مالک مکان کے روبرو پیش کر کے کہا کہ یہ تین آدمی ایک کشتی میں بیٹھکر دریائے دجلہ کو پار کر کے آئے ہیں؟ مالک مکان خلیفہ ہارون رشید بنا ہوا تھا۔ چونکہ اسوقت گانے کا انتظام ہو رہا تھا اسلئے مصنوعی خلیفہ نے ان لوگوں کیطرف کوئی توجہ نہ کی البتہ انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور یہ تینوں شخص ایک طرف بیٹھ گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک خادم نے ہاتھی دانت کی مرصع کرسی لا کر بچھائی اور فوراً ہی ایک ماہ طلعت

پری پیکر کنیز آئی اور کرسی پر بیٹھکر عود بجانا شروع کیا۔ اس نے چوبیس ۲۴ گتیں بجائیں ہر گت پر عقل حیران ہو تی تھی۔ جب اُس نے گایا تو غضب کی خوش آواز تھی اور در و دیوار وجد کرنے لگے۔ جب وہ گا کر رخصت ہوئی تو مصنوعی خلیفہ نے دوسرا لباس بدلا اور پھر ایک کنیز آئی جو پہلی سے زیادہ حسین اور شیریں آواز تھی۔ جب گانا ختم ہوا تب مصنوعی خلیفہ نے ہارون رشید کو دیکھا، وہ اسے پہچان کر چونک پڑا اور جلدی سے ہارون رشید کے قدموں پر آ پڑا اور بولا۔ للہ میری جاں بخشی کیجئے۔ میں مجرم ہوں ہارون رشید نے اسے تسلی دیکر پوچھا۔ تم کون ہو؟ اور رات کو ہمارے حکم کی خلاف ورزی کیوں کرتے ہو؟ مصنوعی خلیفہ نے کہا۔ میں مختصراً اپنی تمام داستان عرض کرتا ہوں۔ میرا اصل نام علی ہے محمد جوہری کا بیٹا ہوں عوام میں نورالدین کے نام سے مشہور ہوں میں ایک روز اپنے والد کی وفات کے بعد اپنی دکان پر بیٹھا تھا کہ ایک عورت بیش قیمت لباس پہنے چند سہیلیوں اور خادموں کے ساتھ ایک خچر پر سوار میری دکان پر آئی اور موتیوں کی لڑیاں دیکھیں ایک سلک مروارید دیکھکر پسند کیا اور کہا۔ مکان پر چلکر قیمت لے لو۔ میں دکان بند کر کے اسکے ساتھ ہو لیا۔ وہ ایک عالی شان مکان میں داخل ہو گئی۔ میں باہر رک گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک کنیز آئی اور مجھے اندر لیگئی۔ میں مکان اور اسکی تزئین دیکھکر حیران رہ گیا مجھے ایک ایوان میں کرسی پر بٹھایا گیا۔ میرے سامنے ایک سرخ ریشمی پردہ پڑا ہوا تھا کنیز نے وہ پردہ کھینچ دیا میں نے دیکھا کہ وہی بی بی جو موتیوں کی مالا خرید کر لائی تھی ایک چاندی کی کرسی پر بیٹھی ہے۔ گلے میں موتیوں کی مالا پہنے تھی۔ میں اسکا حسن و جمال دیکھکر حیران رہ گیا۔ اس نے کہا۔ نورالدین! تم ہمارے پاس ہو۔ میں نے منظور کر لیا۔ اس نے اخفای راز کا وعدہ لیکر مجھے بتایا کہ وہ یحییٰ برمکی کی بیٹی اور جعفر کی بہن دنیا ہے اس نے اسی وقت قاضی کو طلب کر کے میرے ساتھ نکاح کر لیا۔ مہر میں موتیوں کی لڑی ٹھہری اسکی خوش گلو کنیزوں نے حاضر ہو کر مبارکباد کے ترانے گائے۔ جب دس ۱۰ لڑکیاں گا چکیں تب

اُس نے خود عُود بجا کر گایا۔ ایسی خوش آواز اور شیریں سخن تھی کہ میں ششدر رہ گیا۔ ایک مہینہ تک میں اسکے پاس رہا۔ نہ وہ کہیں جاتی تھی نہ میں کہیں جاتا تھا۔ بدقسمتی سے ایک روز وہ حمام میں غسل کرنے گئی اور مجھے ہدایت کر گئی کہ میں کمرے سے باہر قدم نہ رکھوں اسکے جاتے ہی ایک کہن سال عورت آئی اور مجھ سے کہا کہ تمہیں یحییٰ کی بیوی زبیدہ نے طلب کیا ہے میں ڈر گیا۔ اُس نے تسلی دی میں اسکے ساتھ ہو لیا اور ایک ایوان میں داخل ہوا۔ زبیدہ نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا۔ تمہارا ہی نام نورالدین ہے دنیا نے تم سے ہی شادی کی ہے میں نے اقرار کیا۔ اُس نے کہا تم آدمی دلچسپ ہو۔ تھوڑی دیر گفتگو کرنیکے بعد میں رخصت ہو کر جب دنیا کے قصر میں آیا تو میرے آنے سے پہلے وہ آ چکی تھی اور جس تخت پر ہم بیٹھا کرتے تھے اس پر تنہا پڑی سو رہی تھی میں بھی اسکے پیروں کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ جاگ گئی اور اُس نے پاؤں سمیٹ کر میرے ایک لات ماری اور کہا۔ عہد شکن دور ہو جا۔ میں نے ہر چند خوشامد کی لیکن اس کا غصہ کم نہ ہوا۔ اس نے اپنے غلام صواب کو بلا کر میری مشکیں کس لینے کا حکم دیا صواب نے مجھے باندھ لیا اور قتل کرنے لے چلا لیکن اسکی کنیزیں جو مجھ سے مانوس ہو گئی تھیں۔ میری سفارش کرنے لگیں بڑی دیر کے بعد اُس نے میری جاں بخشی کی لیکن میری پیشانی داغدی میں گھر چلا آیا طبیعت بہلانے کیلئے ایک بجرہ تیار کرایا۔ اور اب حضرت کو سیر کرا رہا ہوں۔ میری خطا معاف کیجائے۔ خلیفہ نے اس کا قصور معاف کر دیا اور جعفر کو حکم دیا کہ کل نورالدین کو دربار میں حاضر کرنا۔ حسب الحکم جعفر نے دوسرے دن نورالدین کو دربار میں پیش کیا۔ خلیفہ ہارون رشید نے جعفر سے اس کی بہن دنیا کو بلوایا اور جب وہ آگئی تو ہارون رشید نے اس سے پوچھا۔ تم اس نوجوان کو پہچانتی ہو؟ دنیا نے جواب دیا۔ امیرالمومنین کیا عورتیں بھی مردوں کو پہچانتی ہیں۔ خلیفہ ہارون رشید نے ہنس کر کہا۔ میں اس جوان سے تمام داستان سُن چکا ہوں۔ دنیا نے شرما کر کہا۔ میں معافی کی خواستگار ہوں۔ خلیفہ ہارون رشید نے اسی وقت قاضی کو بلوا کر دوبارہ دنیا کا عقد نورالدین کیساتھ کر دیا

ہم نے برامکہ کے حالات ذرا تفصیل سے اسلئے قلم بند کئے ہیں تاکہ قارئین کرام یہ سمجھ لیں کہ برامکہ نے دولت عباسیہ کے زیر سایہ کسقدر ترقی کی تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ خلیفہ ہارون رشید برائے نام خلیفہ تھا اور حکومت وسلطنت کی باگ ڈور در اصل برامکہ کے ہاتھوں میں تھی۔ تو کچھ بے جا نہ ہوگا۔ ایک طرف تو برامکہ حکومت کے ہر شعبہ پر چھائے ہوئے تھے۔ اور دوسری طرف انہوں نے لوگوں کو داد و دہش کے ذریعہ سے اسقدر اپنا گرویدہ کر لیا تھا کہ ہر کہ دمہ انھیں کا دم بھرتا تھا۔

جعفر برمکی کا قصر

جعفر نے قصر شاہی کے سامنے اپنے لئے ایک عالی شان محل تعمیر کرایا تھا۔ اس محل کی تعمیر و تزئین میں دو کروڑ درہم صرف ہوئے تھے حالانکہ ابو جعفر منصور نے جب شہر بغداد کو آباد کیا تو اس نے سارے شہر کی تعمیر میں صرف دو کروڑ درہم ہی خرچ کئے تھے۔ گویا جعفر نے اتنی دولت ایک محل کی تیاری میں خرچ کر دی تھی جسقدر بانی بغداد نے شہر آباد کرنے میں کی تھی۔ یہ محل شاہی محل کے سامنے تھا جسے خلیفہ ہارون رشید روزانہ دیکھا کرتا تھا۔ خلیفہ کو تعجب تھا کہ جعفر نے ایک محل کی تیاری میں اتنا روپیہ خرچ کر دیا ہے۔

بارعہ کنیز

ایک مرتبہ ایک کنیز بکنے کیلئے بغداد میں آئی۔ اس کا نام بارعہ تھا۔ نہایت حسین تھی فن موسیقی حساب اور خوشنویسی میں کمال دستگاہ رکھتی تھی۔ اسکے مالک نے اسکی قیمت ایک لاکھ درہم مقرر کی تھی۔ خلیفہ ہارون رشید کو بارعہ کنیز پسند آگئی تھی اور وہ اُسے خریدنا چاہتا تھا۔ مگر خزانہ جعفر وزیر اعظم کے تحت میں تھا اسلئے خلیفہ کو جعفر سے کہنا پڑا۔ جعفر نے یحییٰ سے مشورہ کیا اور کہا کہ اگر ہارون رشید اسطرح خرچ کرتا رہا تو خزانہ بالکل خالی ہو جائیگا یحییٰ نے مشورہ دیا کہ خزانہ سے توڑے نکالکر خلیفہ کے راستہ میں پھیلا دے۔ چنانچہ جعفر نے ایسا ہی کیا۔ خلیفہ کی نظر جب نقدی کے اس انبار پر پڑی تو اس نے پوچھا یہ روپیہ کیسا بکھرا ہے

خزانچی نے جواب دیا - بارعہ کنیز کی خریداری کیلئے نکالا گیا ہے۔ ہارون رشید نے کنیز کی خریداری ملتوی کردی اور ایک مکان علیحدہ بنوایا اور اس کا نام "بیت المال عروس" رکھکر وہ روپیہ اسمیں رکھا دیا۔ اسکے بعد ہی جب ہارون رشید نے خزانہ کی جانچ کرائی تو معلوم ہوا کہ برامکہ نے خزانہ خالی کر دیا ہے۔ مگر ہارون رشید نے جعفر سے اس کا تذکرہ نہ کیا:۔

محمد بن لیث کی شکایت

محمد بن لیث ایک متبحر عالم تھے۔ انہوں نے خلیفہ ہارون رشید کو ایک طولانی خط برامکہ کی شکایت میں لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "

امیرالمومنین قیامت کے روز خدا کو کیا جواب دیں گے۔ تم نے یحیٰی بن خالد برمکی اور اسکی اولاد کو مسلمانوں پر حاکم مقرر کر رکھا ہے جو کام اہل اسلام کا تھا وہ زندیقوں کے سپرد کر دیا ہے!"

خلیفہ نے یحیٰی سے پوچھا کہ محمد بن لیث کیسے آدمی ہیں؟ یحیٰی نے کہا - امیرالمومنین وہ خوش گفتار اور شیریں بیان ضرور ہے لیکن منافق اور مرتد ہے" اسکے اس جواب سے خلیفہ کے دل میں برامکہ کیطرف سے یہ شبہ پیدا ہو گیا کہ وہ مذہب میں کامل نہیں ہیں:۔

ذراوہ کی گمشدگی

خلیفہ ہارون رشید کے خاص مصاحبوں میں ذراوہ محمد ایک مشہور شخص تھا ایک روز ذراوہ محمد اور جعفر دونوں خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوئے جب دونوں رخصت ہونے لگے تو خلیفہ نے ذراوہ محمد کو روک لیا۔ جعفر چلا گیا۔ خلیفہ نے ذراوہ سے جعفر کے متعلق دیر تک باتیں کیں۔ جونہی ذراوہ محمد خلیفہ سے رخصت ہو کر اپنے مکان میں پہنچا تو جعفر اس سے ملنے آیا اور کہا کہ آج جو تمہاری گفتگو خلیفہ سے ہوئی ہے میں اُسے سننا چاہتا ہوں۔ ذراوہ نے کہا میرے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ میں امیرالمومنین کا راز دوسروں پر ظاہر کروں۔ جعفر چلا گیا۔ ذراوہ اسی وقت خلیفہ کے حضور میں پہنچا اور

جعفر کے آنے اور اسرار کی باتیں دریافت کرنے کا حال کہہ سنایا۔ ہارون رشید کو جعفر کی اس حرکت پر ملال ہوا جعفر کو بھی اس بات کا علم ہو گیا کہ ذراوہ نے خلیفہ سے اسکی شکایت کر دی۔ جعفر نے تمام حجاب اور خدام سے کہدیا کہ جب ذراوہ حاضر ہو تو اسکی اطلاع خلیفہ سے نہ کریں چونکہ تمام لوگ اسکے مرہون احسان تھے اسلئے اسکے اس حکم کی تعمیل کیگئی اور جعفر نے خلیفہ کے مصاحبوں سے یہ کہدیا کہ اگر ہارون رشید ذراوہ کو دریافت کرے تو کہدیا جائے کہ وہ مہلک مرض میں مبتلا ہے کیا عجب کہ دو چار روز میں مر جائے! مصاحبوں نے ایسا ہی کیا اور آخر ایک دن خلیفہ کے یہ گوشگذار کر دیا گیا کہ ذراوہ فوت ہو گیا، خلیفہ کو بڑا افسوس ہوا اس نے اسکے اہل و عیال کے واسطے وظیفہ مقرر کر دیا۔ اب جعفر نے یہ فکر کی کہ ذراوہ کو قتل کرا دے تاکہ اس کا جھوٹ ظاہر نہ ہو جائے۔ مگر ابھی وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہوا تھا کہ اتفاق سے اس سازش کا حال عبداللہ ہاشمی کو معلوم ہو گیا۔ اس نے ذراوہ سے کہا اور یہ طے پایا کہ ہارون رشید سے اسکی شکار گاہ میں ملاقات کرائی جائے۔ چنانچہ ذراوہ شکار گاہ میں گیا اتفاق سے ہارون رشید بھی آیا ہوا تھا۔ ہارون رشید ذراوہ کو دیکھکر کمال حیران ہوا۔ جب ذراوہ نے جعفر کی سازش کا حال بیان کیا تو ہارون رشید جعفر سے بدگمان ہو گیا۔

یحییٰ بن عبداللہ کی رہائی

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ یحییٰ بن عبداللہ نے بغاوت کی تھی۔ چنانچہ فضل برمکی نے حکمت عملی سے اسے رام کر لیا تھا۔ اسوقت وہ جعفر کے پاس ہی نظر بند تھا۔ یحییٰ نے حصول خلافت کیلئے بغاوت کی تھی۔ اب بھی ملک میں اسکے ہزاروں ہوا خواہ اور طرفدار موجود تھے۔ اسکی رہائی دولت عباسیہ کیلئے سخت خطرناک تھی لیکن جعفر نے اس خطرہ کا مطلق احساس نہ کیا۔ اور اسے رہا کر دیا۔ فوراً ہی اسکی رہائی کی اطلاع خلیفہ ہارون رشید کو بھی ہو گئی۔ یہ نہایت تکلیف دہ اور رنج آگین بات تھی ایک روز خلیفہ نے جعفر سے

پوچھا کہ یحییٰ بن عبداللہ حسینی کا کیا حال ہے؟ جعفر نے کہا۔ امیرالمومنین وہ بدستور قید ہے
ہارون رشید نے کہا۔ کیا تم میری قسم کھا کر کہہ سکتے ہو کہ یحییٰ قید ہے؟ جعفر سمجھ گیا کہ
خلیفہ کو یحییٰ کی رہائی کی اطلاع ہو گئی ہے۔ اس نے مجبوراً کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے
یحییٰ کی طرف سے یہ اطمینان کر کے کہ اس کی ذات سے اب کوئی گزند نہ پہنچے گا رہا کر دیا ہے
اگرچہ خلیفہ کو اس باغی ملزم کے چھوڑ دینے کا سخت افسوس ہوا لیکن وہ جانتا تھا
کہ اگر ذرا بھی جعفر کو سرزنش کی یا کچھ بھی اظہار ناراضگی ہوا تو برامکہ بگڑ کر تخت خلافت
کو الٹ دینگے۔ اسلئے اس نے بہ ظاہر خوش ہو کر کہا۔ تم نے یہ خوب کیا میرا بھی یہی ارادہ تھا
خلیفہ نے جعفر کو خوش کرنے کے لئے دو خوش جمال اور خوش گفتار غلام دیئے۔ اگرچہ
یہ خلیفہ کا عطیہ تھا۔ مگر حقیقت میں یہ دونوں خلیفہ کے جاسوس تھے۔ خلیفہ نے
ان دونوں غلاموں کو ہدایت کر دی تھی کہ جعفر خلیفہ کے متعلق جو کچھ کہتا اور کرتا ہو
اسکی اطلاع دیتے رہیں۔ جب جعفر چلا گیا تو ہارون رشید بے چین ہو گیا۔ اس نے آہستہ سے
کہا۔ جعفر! تو نے یحییٰ کو اسلئے چھوڑ دیا کہ وہ میرا تخت الٹ دے:۔

گمنام خطوط

خلیفہ ہارون رشید کے پاس خاندان بنو عباس کے ہوا خواہوں نے بہت سے
گمنام خطوط بھیجے۔ جن میں لکھا تھا کہ عباسی خلافت رُو بہ زوال ہے۔ ہارون رشید
برائے نام خلیفہ ہے درصل حکومت وسلطنت کے مالک تو برامکہ ہیں" ایک منظوم خط
بھی خلیفہ کو اسی مضمون کا موصول ہوا تھا۔ اس کا خلاصہ یہ تھا کہ:۔

خدا کی زمین کا جو امانت دار ہے اور جو حل و عقد کا مالک ہے اس سے کہدو کہ
یحییٰ کا بیٹا تیری طرح مالک بن بیٹھا ہے تیرا کہنا اسکے حکم سے رد ہو جاتا
ہے مگر اس کا حکم تیرے کہنے سے رد نہیں ہو سکتا۔ اس نے ایسا قصر بنایا ہے
جس کا جواب فارس اور ہندوستان میں نہیں ہے ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ عنقریب وہ

آپکے ملک کا وارث ہو جائے گا:۔

ہارون رشید کا اظہار ملال

حکیم جبرئیل بن بخت یشوع جو ایک مسیحی طبیب تھا اور جسے ہارون رشید کا تقرب حاصل تھا بیان کرتا ہے کہ ایک روز ہارون رشید قصر الخلد میں بیٹھا تھا۔ دریائے دجلہ کا خوشنما منظر سامنے تھا۔ جعفر کا فلک شکوہ محل بھی نظر آ رہا تھا۔ وہاں لوگوں کا اسقدر اژدہام تھا کہ سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ ہارون رشید نے کہا میرے وزیر کے گھر پر لوگوں کا مجمع ہر وقت لگا رہتا ہے میرے دروازہ پر کوئی بھی نہیں آتا۔ حقیقت میں خلافت یحیٰی اور جعفر کر رہے ہیں میں تو برائے نام خلیفہ ہوں"۔ جبرئیل بخت یشوع کا بیان ہے کہ میں اسی دن سمجھ گیا تھا کہ خاندان برامکہ کا زوال قریب ہے:۔

بہترین جاگیرات

اسمٰعیل بن یحیٰی ہاشمی روایت کرتا ہے کہ ایک دن میں خلیفہ ہارون رشید کیساتھ تھا خلیفہ مواضعات کا دورہ کر رہا تھا۔ شاہی سواری تھوڑی ہی دور گئی تھی کہ جعفر کی سواری سامنے سے نمودار ہوئی۔ مگر جعفر خلیفہ کے پاس نہ آیا بلکہ دوسری طرف چلا گیا۔ خلیفہ نے اسمٰعیل سے کہا تم نے دیکھا اب جعفر میرے ساتھ رہنا کسر شان سمجھتا ہے۔ اسمٰعیل نے عرض کی کہ جعفر نے شاید حضور کو دیکھا نہیں۔ خلیفہ چپ ہو گیا۔ تھوڑی دور چلکر ایسی جگہ پہنچے جہاں مویشی بکثرت تھے اور خوبصورت مکانوں کا سلسلہ دور تک چلا گیا تھا۔ جس کی زمین سرسبز و شاداب تھی۔ خلیفہ نے پوچھا کہ یہ کسکی جاگیر ہے؟ اسمٰعیل نے کہا آپکے بھائی جعفر کی"۔ خلیفہ آگے بڑھا اس طرف جتنے بھی گاؤں آئے سب سرسبز و شاداب تھے۔ خلیفہ ہر گاؤں کو دیکھکر پوچھتا۔ کہ یہ کسکی جاگیر ہے اسمٰعیل کہدیتا کہ آپکے بھائی کی۔ جب خلیفہ دورہ سے واپس آیا تو اس نے اسمٰعیل سے کہا کہ اسمٰعیل تم دیکھتے ہو کہ برامکہ نے تمام زرخیز جاگیریں

پر قبضہ کر کے اپنا گھر دولت سے بھر لیا ہے اور میری اولاد و خاندان کو فقیر بنا دیا ہے میں اب تک
بڑی غفلت میں پڑا رہا۔ اسمٰعیل نے کہا کہ برامکہ کی دولت بھی تو حضور ہی کی ہے!
خلیفہ نے قہر آلود نظروں سے دیکھ کر کہا۔ یہ بات نہیں ہے وہ بنو عباس کو اپنا غلام سمجھتے
ہیں۔ پھر اسمٰعیل سے کہا۔ دیکھو افشائے راز نہ کرنا! اسمٰعیل کہتا ہے کہ میں اپنے گھر
چلا آیا اور یہ سمجھ گیا کہ خاندان برامکہ پر عنقریب عتاب نازل ہونے والا ہے۔

جعفر برمکی کا غرور

اسمٰعیل متذکرہ واقعہ کے تیسرے دن جعفر کی خدمت میں حاضر ہوا اور تخلیہ میں جبکہ
جعفر کے پاس ان غلاموں میں سے جو خلیفہ ہارون رشید نے جعفر کو عطا کئے تھے ایک غلام
موجود تھا۔ اسمٰعیل نے جعفر سے کہا۔ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ آپکے پاس بہت کافی
جاگیریں ہیں اگر آپ ان میں سے چند امیر المومنین کیطرف منتقل کردیں تو نہایت ہی اچھا
ہو۔ جعفر نے پوچھا کیا ہارون رشید کی یہ خواہش ہے؟ اسمٰعیل نے جواب دیا نہیں جعفر
نے کہا۔ اسمٰعیل اس بات کو ملحوظ رکھو کہ ہارون رشید کو میرے طفیل سے روٹی ملتی ہے
سلطنت عباسیہ کا قیام میری ذات سے ہے۔ میں نے ہی شاہی خزانہ دولت سے پُر کر دیا ہے
اس پر بھی ہارون رشید کو صبر نہیں آتا۔ اب ان چیزوں پر تاک لگائی ہے جنھیں میں نے
اپنی اولاد کیلئے ذخیرہ کیا ہے۔ خدا کی قسم اگر ہارون رشید نے مجھ سے ایک چیز بھی
طلب کی تو اس پر جلد وبال نازل ہوگا۔ اسمٰعیل نے کہا۔ خدا کی قسم امیر المومنین نے مجھ سے
ایک حرف بھی نہیں کہا بلکہ یہ میری ذاتی رائے تھی۔ اسکے بعد اسمٰعیل اپنے گھر چلا آیا اور
اس نے سمجھ لیا کہ خلیفہ کا غلام ضرور اس گفتگو کو خلیفہ تک پہنچا دیگا اور خاندان
برامکہ کا زوال بڑی تیزی سے انکے دروازہ پر چلا آرہا ہے۔ چنانچہ اسمٰعیل کا خیال
صحیح نکلا۔ جاسوس غلام نے جعفر کی تمام گفتگو خلیفہ ہارون رشید کو لکھ بھیجی:۔

ہاروں رشید کی یحییٰ سے برہمی

یحییٰ کا دستور تھا کہ وہ بلا اجازت ہاروں رشید کے پاس چلا آتا تھا۔ مگر جب ہارون کے دلمیں جعفر کیطرف سے شبہ پڑ گیا تو اسے یحییٰ اور دوسرے لوگوں کی باتیں اور حرکتیں ناگوار گذرنے لگیں۔ اتفاق سے ایک روز یحییٰ حسب دستور بغیر اجازت کے ہاروں رشید کے پاس چلا آیا اسوقت ہاروں رشید کے پاس جبرئیل بن بختیشوع حکیم بیٹھا تھا۔ ہاروں کو یحییٰ کا آنا سخت ناگوار گذرا۔ جب یحییٰ نے سلام کیا تو ہاروں رشید نے دھیمی آواز سے سلام کا جوابدیا اور جبرئیل سے مخاطب ہو کر کہا۔ کیا تمہارے مکان میں کوئی شخص بلا اجازت آسکتا ہے۔ جبرئیل نے کہا نہیں۔ ہاروں رشید نے یحییٰ سے پوچھا کہ تم بلا اجازت کیوں آئے۔ یحییٰ نے جوابدیا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ میں ہمیشہ سے بلا اجازت آتا رہا ہوں لیکن اب مجھے معلوم ہو گیا کہ امیر المومنین کے دلمیں میری پہلی سی وقعت نہیں رہی۔ اب احتیاط رکھوں گا۔ ہاروں رشید کچھ نادم ہو کر چپ ہو گیا:۔

یحییٰ کی اہانت

یحییٰ جب دربار خلافت میں آتا تو حاجب دربان اور خدام اسکی تعظیم کیلئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ مگر ہاروں رشید کی شکر رنجی کے بعد خلیفہ ہاروں رشید کے اشارہ سے خلیفہ کے خادم خاص مسرور نے سب کو یحییٰ کی تعظیم کی ممانعت کر دی۔ چنانچہ جسوقت یحییٰ آتا تو وہ ان سے منہ پھیر لیتے تھے:۔

یحییٰ کی نیک صلاح

جب یحییٰ برمکی کو خلیفہ کی حرکات سے اسکی برہمی مزاج کا یقین ہو گیا تو وہ نہایت پریشان ہوا۔ آدمی دانا تھا۔ سمجھ گیا کہ مصیبت کا وقت قریب آگیا ہے اس نے ایک روز اپنے تمام اہل خاندان کو جمع کر کے کہا کہ خلیفہ ہم لوگوں سے ناراض ہو گیا ہے اور اسکی ناراضگی یا تو ہمیں ہلاک کر ڈالیگی یا مصیبت میں گرفتار کر دیگی۔ ہمیں اسکی خفگی کی وجہ معلوم نہیں ہے لیکن میرا خیال ہے کہ ہاروں رشید اس خیال سے ہم سے آزردہ ہو گیا ہے کہ ہمارے پاس زرخیز جاگیریں ہیں اور ہم انکی آمدنی سے شاہانہ شان سے رہتے ہیں ہمارے لئے یہ مناسب ہے کہ ہم املاک البیت کی فہرست تیار کریں اور

تمام سامان معہ سب جاگیروں کے خلیفہ کی نذر کردیں شاید اس سے اس کا غصہ دھیما ہو جائے"!
فضل نے فوراً ہی کہا۔ نہیں یہ بڑی غلطی ہوگی اس سے خلیفہ کی طمع اور بڑھیگی اور وہ ہم سے زیادہ کا طالب ہوگا یحییٰ خاموش ہو گیا۔ مورخوں کا خیال ہے کہ اگر برامکہ اپنی جاگیریں واپس کردیتے تو بہت ممکن تھا کہ ہارون رشید کے قہر و غضب کی بجلی ان کے گھروں پر نہ گرتی۔ لیکن ان مورخوں نے اسباب پر غور نہ کیا یہ سیاسی گتھی ایسی پڑ گئی۔ جو کسی طرح سلجھ ہی نہ سکتی تھی :-

جعفر کا قتل

جب خلیفہ ہارون رشید حج کر کے واپس ہوا۔ (اس حج کا مفصل تذکرہ پہلے کیا جا چکا ہے) تو جعفر فضل اور یحییٰ بھی ساتھ تھے۔ ہارون رشید جعفر کے ساتھ بہ تلطف پیش آتا تھا۔ لیکن جعفر خلیفہ کی مہربانیاں دیکھ دیکھ کر سہم رہا تھا۔ اس نے خراسان جانے کی تیاری کی اور ایک روز خلیفہ سے کہہ ہی دیا کہ آج میں خراسان روانہ ہو جاؤں گا۔ خلیفہ نے کہا آج کا دن کچھ اچھا نہیں ہے کل چلے جانا۔" چنانچہ جعفر رک گیا۔ خلیفہ ہارون رشید نے اس روز جعفر سے بڑی نرمی اور محبت سے گفتگو کی۔ جب رات ہوئی تو خلیفہ ہارون رشید نے اپنے خادم خاص مسرور کو طلب کیا اور کہا۔ آج میں نے تجھے جس کام کیلئے طلب کیا ہے اسکے کرنیکی قابلیت نہ امین میں ہے نہ مامون میں ہے اور نہ موتمن میں ہے۔ مسرور نے عرض کی کہ اگر حکم ہو تو میں تلوار اپنے سینہ میں مار کر پشت کے پار کردوں :-

ہارون رشید۔ ہاں! مجھے تجھ سے ایسی ہی امید ہے تو جانتا ہے کہ میں نے آج جعفر کو کس اعزاز سے رخصت کیا ہے!

مسرور۔ امیر المومنین میں جانتا ہوں!

ہارون رشید۔ اچھا تو ابھی کچھ سرہنگوں (سپاہیوں) کو ہمراہ لیکر جا اور جعفر کا سر کاٹ کر میرے روبرو پیش کر:-

مسرور یہ انوکھا حکم سنکر کانپ اٹھا۔ اس نے کہا۔ امیر المومنین یہ کام سخت دشوار ہے اسکی

بجا آوری پر کسی اور کو مامور کیجئے ۔ ہارون رشید نے برہم ہو کر کہا نہیں یہ کام تجھے ہی انجام دینا ہوگا جعفر اس وقت مجلس طرب میں بیٹھا ہوگا ۔ اسے علیحدہ بلا اور سر کاٹ لا ۔ مجبوراً مسرور حماد بن سلام ابو علمہ اور ہرثمہ بن اعین کو ہمراہ لیکر سوڈان کے حبشیوں کی ایک مختصر گارد کے ساتھ روانہ ہوا اور جعفر کے خیمہ پر پہنچا ۔ جعفر واقعی بزم رقص و سرود میں بیٹھا گانا سن رہا تھا ۔ مسرور خیمہ کے اندر داخل ہوا ۔ جعفر کو اس کا بغیر اطلاع کے چلا آنا ناگوار گذرا ۔ چنانچہ اس نے کہا ۔ مسرور تم بغیر اجازت کیسے آئے ۔ مسرور نے کہا ۔ ایک ضروری کام سے آیا ہوں ۔ اسکے بعد مسرور جعفر کو اٹھا کر خیمہ سے باہر لایا ۔ چاندنی رات تھی ۔ جعفر حبشیوں کو دیکھ کر کھٹکا ۔ مسرور نے کہا ۔ خلیفہ ہارون رشید نے تمہارا سر طلب کیا ہے ۔ جعفر رونے لگا ۔ لیکن مسرور نے اپنا کام کیا اور جلدی سے اس کا سر اتار کر خلیفہ ہارون رشید کے سامنے پیش کر دیا ۔ جعفر ماہ صفر ۱۸۷ھ میں سنیچر کے روز چاندنی رات میں چھتیس ۳۶ برس کی عمر میں سترہ ۱۷ برس سات مہینے گیارہ ۱۱ دن وزارت کر کے قتل ہوا :-

جعفر کا سر

ایک مؤرخ لکھتا ہے کہ جب جعفر کا سر خلیفہ ہارون رشید کے سامنے پیش کیا گیا تو ہارون رشید اسکے دانتوں پر چھڑی مارتا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے جعفر میں نے تجھے کیسا رتبہ دیا اور تو اس کا کیا عوض دینا چاہتا تھا ۔ افسوس تو نے میرے مراحم خسروانہ کا کچھ لحاظ نہ کیا تو نے اپنے اور میرے دونوں کے حق میں برا کیا ۔ پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا ۔ یہی وہ جعفر تھا جس کے جرائم کی فہرست بہت لمبی ہے جو مار آستین تھا :-

خاندان برامکہ کا زوال

خلیفہ ہارون رشید نے جعفر کے قتل ہوتے ہی یحیٰی فضل اور موسیٰ کی گرفتاری کے احکام جاری کئے ۔ چنانچہ یہ تینوں فوراً گرفتار کر لئے گئے ۔ زبیدہ بنت منیر یحیٰی برمکی کی بیوی اور فضل بن یحیٰی برمکی کی والدہ اور دنانیر یحیٰی برمکی کی کنیز کو بھی حراست میں لے لیا گیا ان میں سے زبیدہ وہ تھی جس کا ہارون رشید نے دودھ پیا تھا اور دنانیر نہایت خوبصورت اور علم موسیقی میں یکتائے فن

کنیز تھی۔ اگرچہ اس سفر میں محمد بن یحییٰ برمکی بھی ساتھ تھا۔ مگر وہ اسلئے گرفتار نہیں لیا گیا کہ وہ کسی سازش میں شریک نہ تھا۔ خلیفہ ہارون رشید کو نہ اس پر کسی قسم کی بدگمانی تھی نہ اس پر کوئی سختی کیگئی تھی۔ یحییٰ فضل اور موسیٰ کے علاوہ حسب ذیل اور لوگ بھی گرفتار لئے گئے عبدالملک یحییٰ اور خالد پسران جعفر۔ عاصی فرید۔ خالد اور معمر پسران فضل ابراہیم مالک جعفر۔ عمر اور معمر پسران خالد بن یحییٰ!

ضبطی جاگیرات

خلیفہ ہارون رشید نے سندی بن شاہک کو حکم دیا کہ ابھی بغداد کیطرف روانہ ہو جاؤ اور وہاں پہنچکر برامکہ کا تمام مال و اسباب اور جاگیرات ضبط کرلو لیکن محمد بن یحییٰ کا مال و اسباب ضبط نہ کرنا۔ وہ ہمارا خیر خواہ ہے۔ چنانچہ سندی بن شاہک نے برامکہ کا تمام مال و اسباب ضبط کرلیا۔ کل نقدی اور سامان کی قیمت تین کروڑ چھ لاکھ چھہتر ہزار دینار ہوئی۔

عبرت

جعفر کی لاش کے دو ٹکڑے کرکے ایک ایک ٹکڑا بغداد کے پلوں پر لٹکا دیا گیا اور سر جسر اوسط پر آویزاں کر دیا گیا۔ کیا خدا کی شان ہے کہ جس سر کے سامنے بڑے بڑے مغرور و متکبر لوگ سر جھکاتے تھے جس کا اعزاز خلیفہ کے برابر ہی تھا آج وہ سر بغداد کے ایک پل پر لٹکا ہوا تھا:۔

قیدیوں کیساتھ سلوک

خلیفہ ہارون رشید نے عبدالملک بن صالح ہاشمی کو قیدیوں کی نگرانی پر مامور کرکے ہدایت کردی کہ کسی قیدی پر کسی قسم کی سختی نہ کیجائے۔ وہ محض نظر بند رکھے جائیں اور ہر قیدی کے خدمتگار اور کنیزیں ان کے پاس رہیں اور قیدیوں کی ضرورت کے تمام سامان مہیا کئے جائیں:۔

اسیران برامکہ کا بغداد میں داخلہ

خلیفہ ہارون رشید اسیران برامکہ کو لے کر بغداد میں پہنچا۔ اس نے مرد قیدیوں کو حبس زنادقہ میں جسے منصور نے زندیقوں کیلئے تعمیر کرایا تھا اور عورتوں کو باقوقہ کے قصر میں

(عباسہ خلیفہ ہارون رشید کی بہن کا نام تھا) میں قید کر دیا اور تمام ملک میں منادی کرادی کہ کوئی شخص برامکہ کی تعریف نہ کرے نہ ان کے مرثیے لکھے ورنہ سخت تعزیر کا سزاوار ہوگا۔

جعفر کے قتل پر سرسری نظر

ہم نے خاندان برامکہ کے عروج و زوال اور جعفر کے قتل کے مفصل واقعات قلمبند کر دیئے ہیں اور ان واقعات کے لکھنے میں کوئی رائے زنی نہیں کی ہے۔ البتہ اب ہم مختصر تبصرہ کرتے ہیں۔ علامہ ابن خلدون برامکہ کے متعلق لکھتا ہے کہ رفتہ رفتہ برامکہ کا اقتدار اور جاہ و جلال حکومت و سلطنت میں اسقدر بڑھ گیا تھا کہ خلیفہ کا نام ہی نام رہ گیا تھا۔ خلافت اور سلطنت کے سیاہ و سفید کے وہی مالک تھے۔ حقیقت بھی یہی ہے ہم واقعات کی روشنی میں اس پر بحث کرتے ہیں۔ خاندان برامکہ میں خالد بن برمک ابو مسلم خراسانی کے پاس آیا اور ۱۲۴ھ میں جبکہ ابراہیم عباسی نے ابو مسلم کو اپنی خلافت کی دعوت کیلئے خراسان بھیجا تو ابو مسلم نے خالد کو اپنے ساتھ لے لیا۔ جب سفاح خلیفہ ہو گیا تو ابو مسلم نے ایک شخص کو بھیجکر ابو سلمہ خلال معروف بہ وزیر آل محمد کو قتل کرا کر سفاح کو لکھا کہ آپ خالد برمکی کو وزیر بنا لیں۔ چنانچہ سفاح نے اسے وزیر بنا لیا۔ منصور جب خلیفہ ہوا اور اس نے ابو مسلم کو قتل کرا دیا تو خالد کو ابو مسلم کی موت کا بڑا صدمہ ہوا۔ منصور نے خالد کو ایک بغاوت کے فرو کرنے کے بہانہ سے ٹال کر ابو ایوب کو وزیر بنایا لیکن خالد منصور کے بیٹے مہدی کا اتالیق مقرر ہو گیا۔ جب مہدی خلیفہ ہوا تو خالد کی عزت و عظمت اور بڑھ گئی۔ خالد نے کوشش کر کے اپنے بیٹے یحییٰ کو ہارون رشید کا اتالیق مقرر کرایا۔ بعض مورخوں کا یہ خیال بالکل درست ہے کہ خالد ابو مسلم خراسانی کا انتقام لینے اور ایرانی سلطنت کو پھر قائم کرنے کی فکر میں تھا۔ مگر اسکی موت نے اسے اسکی مہلت نہ دی اور وہ ۱۶۳ھ میں ستتر سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔ یحییٰ نے ہارون رشید پر اسقدر اپنا اثر قائم کر لیا تھا کہ ہارون رشید اسے باپ کہتا تھا۔ خالد کیطرح یحییٰ بھی بڑا گہرا تھا اگرچہ مطلب اس کا بھی وہی تھا جو خالد کا تھا

لیکن وہ رفتہ رفتہ عوام میں اپنا اثر و رسوخ پیدا کر کے لوگوں کو اپنی سخاوت سے اسقدر متاثر کرنا
چاہتا تھا کہ کوئی بھی اسکی مخالفت کرنیوالا باقی نہ رہے۔ چنانچہ یحییٰ نے اپنے عہد وزارت میں
سلطنت کے بڑے بڑے عہدوں اور سارے صیغوں پر اپنے اہل خاندان اور طرفداروں کو مقرر کر کے
اپنا اسقدر اقتدار پیدا کر لیا تھا کہ سلطنت کا مالک اور اصل فرمانروا ہی سمجھا جانے لگا تھا۔ صوبوں
کے گورنر، فوجوں کے افسر، خزانہ کے مہتمم وہی مقرر کرتا تھا۔ اُس نے بہترین جاگیریں
اپنی اولاد کو دیدی تھیں۔ یحییٰ نے فضل کو اپنا جانشین اسلئے مقرر کیا تھا کہ وہ خراسان
جانا چاہتا تھا مگر ہارون رشید فضل کے بجائے جعفر سے زیادہ مانوس تھا اسلئے اس نے
جعفر کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ جعفر یحییٰ کی طرح گہرا اور خالد کی طرح مستقل مزاج نہ تھا۔ وہ خلیفہ
ہارون رشید کی مخالفت اور اسکی منشاء کیخلاف کام کرنے لگا۔ ہارون رشید کو سب سے پہلے یہ بات
کھٹکی کہ جب اس نے علی بن عیسیٰ کو خراسان کا گورنر مقرر کیا تو یحییٰ نے اسکی مخالفت کی اسوقت
ہارون رشید کو یہ احساس ہوا کہ وہ خلیفہ ہونے پر بھی اسقدر بے دست و پا ہے کہ کسی کو اپنے
حکم سے مقرر اور برطرف بھی نہیں کر سکتا ہے اس نے یحییٰ کی مرضی کیخلاف علی بن عیسیٰ کو
گورنر خراسان مقرر کر دیا یحییٰ نے اپنے بیٹوں عبداللہ اور محمد کو خراسان میں بھیجکر بغاوت
کرادی مگر جب علی بن عیسیٰ نے بغاوت فرو کر دی تو اُس نے علی کی شکایات کرائیں اور
ہارون رشید کو یہ باور کرانے کی سعی کی کہ علی بن عیسیٰ خود بغاوت کی تیاری کر رہا ہے۔"
چنانچہ ہارون رشید خود تحقیق حال کیلئے خراسان کیطرف روانہ ہوا اور "رے" میں اس سے علی بن
عیسیٰ نے حاضر ہو کر بتایا کہ اہل برامکہ کی سازش سے خراسان میں فتنے پیدا ہوئے ہیں یہ ۱۸۶ھ کا
واقعہ ہے ہارون رشید اہل برامکہ سے اور بھی کھٹک گیا۔ جب ہارون رشید "رے" سے واپس آیا تو
فضل بن ربیع نے جو برامکہ کا دیرینہ دشمن تھا یہ وحشتناک خبر سنائی کہ جعفر نے یحییٰ بن عبداللہ
حسینی کو اسلئے رہا کر دیا ہے کہ وہ پھر بغاوت کرے حالانکہ ہارون رشید نے جعفر کو سخت تاکید کر دی
تھی کہ یحییٰ بن عبداللہ کو رہا نہ کرے۔ ہارون رشید نے جب جعفر سے دریافت کیا تو اس نے یہ سمجھ کر

افشائے راز ہو چکا۔ قتل ہادی کا اقرار کیا۔ حالانکہ وہ پہلے انکار کر چکا تھا یہ بات ہارون رشید کو
سخت ناگوار گذری اور اس نے جان لیا کہ اسکی خلافت برائے نام ہے اہل برامکہ جو چاہتے ہیں
ہیں کر گذرتے ہیں وہ اس سے مشورہ لینا بھی ضروری نہیں سمجھتے۔ مگر پھر بھی اس نے جلد بازی سے
کام نہ لیا اور اہل برامکہ کو فوراً ہی سرزنش نہ کی بلکہ اس نے انکے خیالات معلوم کرنیکے لئے
جاسوس مقرر کئے۔ چنانچہ اس کے ایک جاسوس نے اسمٰعیل اور جعفر کی وہ تمام گفتگو لکھ بھیجی جو
جاگیرات کے متعلق ہوئی تھی اور جسمیں جعفر نے بڑے زور اور دعوے کیساتھ کہا تھا کہ
ہارون رشید کو میرے ہی طفیل سے روٹی ملتی ہے سلطنت عباسیہ کا قیام میری ذات سے ہے
میں نے شاہی خزانہ دولت سے پُر کر دیا ہے۔" اس پر بھی ہارون رشید کو صبر نہیں آتا اگر اس نے مجھ سے
کوئی چیز طلب کی تو اس پر جلد وبال نازل ہوگا"۔ جعفر کی اس گفتگو سے بھی اسکے آئندہ
عزم و ارادہ کا پتہ چلتا تھا اور یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہارون رشید کی کوئی وقعت
اور حیثیت نہ سمجھتا تھا۔ حالانکہ ہارون رشید کے خزانہ اور اس پر تصرف کا یہ حال تھا کہ جب
ہارون رشید نے ایک کنیز بادعہ کو خریدنا چاہا تھا تو جعفر کو یہ ناگوار گذرا کہ ایک کنیز ایک لاکھ
درہم میں خریدی جائے اور جب ہارون رشید نے خزانہ کے حساب کی پڑتال کی تو اسے معلوم
ہوا کہ برامکہ نے خزانہ خالی کر دیا ہے اسکے مقابلہ میں برامکہ سخاوت و فیاضی کے بہانے سے لاکھوں
درہم دینار لوگوں کو بے تکلف دیدیتے تھے ادھر خلیفہ ہارون رشید کے دل میں برامکہ کیطرف سے
شبہات پیدا ہو گئے تھے ادھر لوگوں نے برامکہ کیخلاف خطوط بھیجنے شروع کئے ان خطوں سے
ہارون رشید کا شبہہ اور بڑھتا گیا۔ ان تمام باتوں کے علاوہ ایک اور اہم بات تھی جس سے معلوم ہوتا ہے
کہ جعفر نے ہارون رشید کے قتل کی سازش شروع کر دی تھی یہ واقعہ ابن خلکان صفحہ ۱۴۴ پر
اس طرح لکھا ہے کہ جعفر کے قتل کے بعد خلیفہ ہارون رشید نے جعفر کے ایک رازدار خاص جس کا
نام عیسیٰ پسر فیروز تھا طلب کیا یہ عیسیٰ جعفر کا آزاد تھا اور خلیفہ ہارون رشید نے جعفر کے قتل کے
بعد اسے اسکے عہدہ سے الگ کر دیا تھا۔ ہارون رشید نے اس سے پوچھا کہ عیسیٰ تو جعفر کا رازدار تھا

تجھے خدا کی قسم ہے سچ سچ بتا کہ جعفر نے میرے قتل کی کوئی تدبیر سوچی تھی آیا زہر دینے کی
نیت تھی یا تلوار سے سر جدا کرنا منظور تھا۔ عیسٰی نے کہا میں بحلف کہتا ہوں کہ جعفر کا
امیر المومنین کیساتھ برائی کرنے کا ارادہ تھا۔ ہارون رشید نے کہا۔ ممکن ہے۔ تجھے معلوم
نہ تھا۔ مجھے جعفر کے قتل کا افسوس ہے لیکن اسوقت ملکی مصلحت یہی تھی اسکے بعد خلیفہ
ہارون رشید نے جعفر کو یاد کیا اور روتا رہا اور عیسٰی کو اسکے پہلے عہدہ پر بحال کر دیا۔ ہارون رشید
کو یہ پختہ یقین ہو گیا تھا کہ جعفر ہارون رشید کو قتل کرنے کی فکر میں ہے اور وہ خود
حکومت و سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جعفر کی بعض حرکتوں سے بھی ہارون رشید کو
اسکی تصدیق ہو گئی تھی اسلئے ہارون رشید نے جعفر کو قتل کرایا۔ اس کا قتل بالکل اسی طرح
مصلحت پر مبنی تھا جس طرح منصور نے ابومسلم کو قتل کرایا۔ چونکہ جعفر کے قتل کی کئی
وجوہات عام طور پر لوگوں کو معلوم نہ ہوئیں اسلئے ہر شخص نے اپنے خیال کے مطابق
ایک رائے قائم کر لی سچ پوچھو تو یہ ہارون رشید کی بڑی دور اندیشی تھی کہ اس نے برامکہ
کی سازشوں اور جعفر کی غداری کو عوام پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ اگر ہارون رشید کوئی بیان
شائع کرتا اور لوگوں کو اصل واقعات کا علم ہو جاتا تو برامکہ کے ہوا خواہ پھر سازشیں شروع
کر دیتے اور ہارون رشید کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ چونکہ برامکہ کو اہل بیت کی محبت کا
دعویٰ تھا۔ وہ علویوں کے طرفدار تھے۔ آل ابیطالب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے تھے
اسلئے شیعان علی و شیعان حسینؓ کو جعفر کے قتل اور برامکہ کی بربادی کا خاص طور پر صدمہ
ہوا۔ اور اسی طبقہ نے ہارون رشید اور جعفر کے متعلق عجیب عجیب روائتیں گھڑ لیں
لیکن ان روایات کو اصلیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ برمکی خاندان مجوسی النسل تھا
اس نے دین اسلام اور ملت اسلامیہ کی کوئی نمایاں خدمت انجام نہیں دی البتہ خلافت
بنو امیہ کو الٹنے اور خلافت عباسیہ کے قائم کرنے میں مدد دی۔ خلافت بنو عباس میں ترقی کی
اور اسقدر اقتدار حاصل کیا کہ خلافت عباسیہ کے الٹنے کی سازش کرنے لگے جو آپ نے پہلے پڑھا ہے

زمانہ اسے ٹھکرا دیتا ہے۔ عروج کے بعد زوال لازمی ہے اسلئے خاندان برامکہ پر بربادی آئی اور یہ خاندان تباہ ہو گیا۔ اگر ابو مسلم زندہ رہتا یا خاندان برامکہ پر زوال نہ آتا تو بہت ممکن تھا کہ سلطنت کا کوئی حصہ اسلامی حکومت سے نکل جاتا۔ دنیا کا یہی قاعدہ ہے کہ اپنے اور اپنے خاندان کی بقا کیلئے ان لوگوں یا اس خاندان کو برباد کر دیا جاتا ہے جس سے مخالفت یا دشمنی کا اندیشہ ہو ہارون رشید کو اپنی سلطنت اور اپنی جان کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا اسلئے اس نے نہایت دانشمندی سے برامکہ کا استیصال کر کے تمام خطرات پر قابو حاصل کر لیا۔

ایک سفید جھوٹ

جعفر برمکی کے قتل کے متعلق ایک نہایت ہی بے بنیاد اور سفید جھوٹ یہ سننے میں آتا ہے کہ ہارون رشید کو جعفر سے غایت درجہ محبت تھی اور وہ اپنی چھوٹی ہمشیرہ عباسہ کو بھی بہت چاہتا تھا۔ رات کو جب رقص و سرود کی محفلیں گرم ہوتیں اور شراب کے دور چلتے تو ہارون رشید عباسہ اور جعفر دونوں کو اس بزم طرب میں بلا لیتا۔ مگر چونکہ جعفر نامحرم تھا اسلئے عباسہ نقاب ڈالکر شریک مجلس ہوتی ہارون رشید نے ان دونوں کا عقد اسلئے کر دیا کہ جعفر کے سامنے عباسہ بے نقاب آسکے مگر جعفر اور عباسہ کو یہ بات سمجھا دی کہ زن و شوہر کے تعلقات قائم نہ ہوں۔ لیکن جعفر اور عباسہ اس حکم امتناعی کے پابند نہ رہ سکے۔ ہارون رشید نے عباسہ و جعفر دونوں کو قتل کرا دیا اور خاندان برامکہ کو برباد کر دیا۔ اس بے بنیاد سفید جھوٹ کا مخرج طبری کی ایک روایت ہے ہم اس روایت کا بجنسہٖ ترجمہ پیش کرتے ہیں:- "احمد بن زہیر نے اپنے چچا زاہر بن حرب سے روایت کی ہے کہ جعفر برمکی کے قتل اور خاندان برامکہ کی بربادی کا یہ سبب ہے کہ خلیفہ ہارون رشید کو اپنی بہن عباسہ اور وزیر جعفر کے بغیر دم بھر صبر نہ آتا تھا جب مے نوشی کے جلسے ہوتے تو یہ دونوں بھی شریک ہوا کرتے اسلئے جعفر سے خلیفہ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں کا عقد کر دوں تاکہ شرعاً ایک دوسرے کا دیکھنا مباح ہو جائے مگر زن و شوہر کے تعلقات نہ ہوں

اور اسی شرط پر جعفر کا نکاح عباسہ سے کر دیا۔" قبل اسکے کہ ہم طبری کی اس روایت پر تنقیحات قائم کر کے اس پر تنقید کریں یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ طبری نے یہ روایت جعفر کے قتل کے سو برس بعد تصنیف کی ہے حالانکہ اس طبری نے جب آگے چل کر جعفر کے قتل کے اسباب پر بحث کی ہے تو دوسرے اسباب بیان کئے ہیں اور وہ وہی ہیں جنھیں ہم اوپر لکھ آئے ہیں طبری کی اس تحریر سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اس نے جعفر اور عباسہ کے عقد کی روایت کو خود بھی تسلیم نہیں کیا ہے ورنہ صرف اسی ایک سبب کو جعفر کے قتل کا موجب قرار دیتا۔ سچ یہ ہے کہ طبری سے زہیر نے بیان کر دیا اور اس نے بغیر کسی تحقیق کے اس روایت کو اپنی تاریخ میں لکھ ڈالا اور باوجود بڑا مؤرخ ہونیکے اس واقعہ پر تنقید نہیں کر سکا۔ اب ہم اس روایت پر تنقیحات قائم کر کے قدرے تفصیل سے بحث کرتے ہیں:۔ (۱)۔ کیا ہارون رشید شرع کا پابند تھا؟ (۲) کیا وہ شراب پیتا تھا۔ (۳) کیا عباسہ سے جعفر کا عقد ہوا؟ (۴) جعفر کے قتل کے اسباب کیا تھے:۔ تنقیح نمبر۱ کے متعلق تو یہ امر واضح اور صاف ہے کہ ہارون رشید ایک سال حج کو جاتا تھا اور ایک سال جہاد کرتا تھا۔ تمام تاریخوں سے یہ بات ثابت ہے نیز یہ بات بھی ثابت ہے کہ خلیفہ غازی تھا علمائے کرام کی صحبت میں رہتا تھا۔ قاضی ابو یوسف جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید تھے اکثر خلیفہ سے ملنے آتے تھے اور کبھی کبھی خلیفہ بھی ان سے ملنے جاتا تھا یہ ظاہر ہے کہ جو شخص نمازی ہو بزرگوں کی صحبت میں جاتا ہو ایک سال حج اور ایک سال جہاد کرتا ہو وہ یقیناً شرع کا پابند ہوگا کسی تاریخ میں بھی یہ نہیں لکھا کہ ہارون رشید شرع کا پابند نہ تھا۔ اسلئے یہ ماننا پڑیگا کہ خلیفہ ہارون رشید شرع کا پابند تھا۔ تنقیح نمبر۲۔ جو شخص شرع کا پابند ہو وہ شراب ہرگز نہیں پی سکتا ہارون رشید بھی شراب نہ پیتا تھا ہم اسکے متعلق صرف ایک واقعہ جو متعدد تاریخوں میں مرقوم ہے لکھتے ہیں ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید کے دستر خوان پر ایک ثابت سالم مچھلی رکھی

گئی اتفاق سے اسی وقت جبرئیل بن بخت یشوع طبیب آگیا۔ اس نے خلیفہ کو مچھلی کے کھانے سے منع کیا اور ایک خادم کو اشارہ کر دیا کہ مچھلی حکیم کے کھانے پر لگا دے اتفاق سے خلیفہ نے یہ اشارہ دیکھ لیا۔ جب حکیم چلا گیا اور خلیفہ کھانا کھا چکا تو جس خادم سے حکیم اشارہ کر گیا تھا۔ اس نے مچھلی حکیم کے دستر خوان پر پہنچا دی۔ خلیفہ نے اپنے ایک خادم کو بھیجا کہ وہ دیکھے کہ حکیم کیا کر رہا ہے۔ خادم نے حکیم کے کمرہ میں پہنچکر دیکھا کہ حکیم جبرئیل نے مچھلی کے تین برابر حصے کیئے ایک حصہ کا ٹکڑا ایک پیالہ میں رکھا۔ اسمیں شراب کا ایک گلاس ڈالا اور کہا یہ حکیم جبرائیل کی خوراک ہے۔ دوسرے پیالہ میں ایک ٹکڑا رکھکر اسمیں پانی کا گلاس ڈالا اور کہا یہ امیر المومنین کی خوراک ہے۔ خدا انکی عمر و دولت میں برکت عطا فرما دے۔ تیسرے پیالہ میں اس نے تیسرا ٹکڑا رکھکر مختلف قسم کے گوشت کی بوٹیاں مٹھائی۔ ترکاری، اور چٹنی وغیرہ ڈالی اور ان سب چیزوں پر برف کا پانی ڈالا۔ پھر کہا! یہ بھی امیر المومنین کا حصہ ہے۔ بشرطیکہ وہ علاوہ مچھلی کے کچھ اور کھانا چاہیں شراب کے پیالہ والی مچھلی حکیم نے کھائی اور کئی گلاس شراب کے پیئے۔ مخبر خادم نے خلیفہ کو ان باتوں کی اطلاع دی۔ خلیفہ نے حکیم کو بلا کر دریافت کیا۔ تم نے ہمیں مچھلی کھانے سے کیوں منع کیا۔ اور خود کیوں کھائی۔ حکیم نے کہا۔ اس کا جواب ابھی عرض کرتا ہوں۔ یہ کہکر اس نے تینوں پیالے منگا کر خلیفہ کو ملاحظہ کرائے۔ جس پیالہ میں مچھلی اور شراب تھی وہ مچھلی کا ٹکڑا گل کر منجمد ہو گیا تھا۔ اور جس پیالہ میں برف کا پانی تھا۔ اس کا مچھلی کا ٹکڑا پھول کر دگنی جسامت کا ہو گیا تھا تیسرا پیالہ جسمیں بہت سی چیزیں اور مچھلی کا ٹکڑا تھا سڑ گیا تھا۔ جبرئیل نے کہا۔ چونکہ امیر المومنین شراب نہیں پیتے اسلیئے مچھلی نقصان دیتی۔ خلیفہ نے حکیم کو انعام دیا۔ اس واقعہ سے یہ بات صاف ہو گئی کہ خلیفہ شراب نہ پیتے تھے۔ البتہ اکثر تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ ہارون رشید نبیذ پی لیتا تھا وہ بھی کبھی کبھی علمائے عراق نے نبیذ کی حلت کا فتوے دیدیا تھا۔

غرضیکہ یہ امر بالکل یقینی ہے کہ ان ایام کا شیوہ شراب پینا تھا۔ (تنقیح نمبر ۳) جعفر اور عباسہ
کے عقد کی یہ وجہ بیان کیجاتی ہے کہ ہارون رشید کو ان دونوں سے اسقدر محبت تھی کہ انھیں ہر وقت
اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا اور چونکہ جعفر اور عباسہ نامحرم تھے اسلئے اس نے شرعی مباح کے
خیال سے ان دونوں کا عقد کر دیا تھا اور زن و شوہر کے تعلقات کی انہیں ممانعت کر دی تھی
یہ صحیح ہے کہ ہارون رشید کو اپنی ہمشیرہ عباسہ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ اس محبت کیوجہ یہ تھی کہ عباسہ
ہادی کے عہد خلافت میں ہارون رشید کی طرفدار تھی اور وہ ہادی سے ہارون رشید کی خلافت اور
ولیعہدی کیلئے کہتی رہتی تھی مگر اس بڑھی ہوئی محبت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہارون رشید ہر وقت
ہی اسے اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ کیونکہ یہ بات کسی تاریخ سے بھی واضح نہیں ہوتی ہے کہ ہارون رشید
سفر و حضر میں عباسہ کو اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ اسی طرح جعفر بھی ہر وقت اسکے ساتھ نہ رہتا
تھا اور جبتک یہ بات ثابت نہ ہو جائے کہ جعفر اور عباسہ دونوں ہر وقت ہارون رشید کے ساتھ
رہتے تھے اسوقت تک یہ خیال کرنا ہی غلطی ہے کہ ہارون رشید نے شرعی رکاوٹ دور کرنیکے لئے
ان دونوں کا عقد کیا۔ اسکے علاوہ ہارون رشید عباسی تھا اور عباسی خاندان کو اپنے نسب پر بڑا
فخر تھا وہ اپنی خاندانی عظمت ہی کی بدولت بنو امیہ کے مقابلہ میں کامیاب ہوئے تھے اسکے
علاوہ عربوں میں ایسا اتفاق اسوقت تک نہ ہوا تھا کہ کسی عرب نے اپنی لڑکی کسی غیر عرب کے نکاح میں
دیدی ہو جعفر مجوسی النسل تھا مسلمانوں میں اسکے خاندان کی کوئی وقعت اسکے نسب کی وجہ سے
نہ تھی۔ البتہ اسکے جود و سخا کیوجہ سے لوگ اسکے خاندان اور اسکی قدر و منزلت کرتے تھے
خلیفہ ہارون رشید کبھی یہ گوارا نہ کرسکتا تھا کہ وہ ایک مجوسی النسل شخص کے ساتھ اپنی عزیز بہن کا
عقد کر دیتا۔ پھر طبری کی روایت سے یہ بات بھی واضح نہیں ہوتی کہ شادی کس مہینہ اور کس سن میں
ہوئی تاکہ یہ معلوم ہو سکتا کہ جس زمانہ میں جعفر کیساتھ شادی کا افسانہ بیان کیا جاتا ہے اس وقت
عباسہ دوشیزہ تھی یا بیوہ یا شادی شدہ تھی یہ بات بہت سی تاریخوں سے ثابت ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے
عباسہ کی شادی محمد بن سلیمان سے جو اپنے ہی کفو سے تھا کی تھی جب محمد بن سلیمان فوت ہو گیا۔ تو

ہارون رشید نے اپنی بیوہ ہمشیرہ عباسہ کی شادی ابراہیم بن صالح بن علی سے کر دی۔ جو خلیفہ کا قریبی رشتہ دار تھا۔ ان وجوہات سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ جعفر اور عباسہ کی شادی کا واقعہ قطعی فرضی اور من گھڑت ہے:۔

میرا خواب

میں تو اس واقعہ کو اسلئے بھی غلط سمجھتا ہوں کہ میں نے [illegible] میں ایک خواب دیکھا جس میں ایک بزرگ نے آ کر مجھے آنحضرت صلعم کی سوانحعمری لکھنے کی ہدایت کی تھی چنانچہ میں نے آفتاب عالم لکھی جو بفضلہ تعالیٰ مقبول عام ہوئی۔ آج شب کو میں نے خواب میں عباسہ کو دیکھا تھا وہ سیاہ ریشم کا لباس پہنے تھی اور مجھ سے کہہ رہی تھی کہ میری شادی کا افسانہ غلط ہے اسکی تردید کرو۔ چنانچہ میں نے شہزادی عباسہ ناول لکھا۔ غرضیکہ جب واقعات کو درایت کی کسوٹی پر رکھکر پرکھا جائے تو صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ واقعہ سراسر لغو اور قطعی غلط ہے

تنقیح نمبر ۴۔ جعفر کے قتل کے واقعات وہ سب ہی تھے جو ہم نے اوپر بیان کئے ان تمام تنقیحات کی تنقید کا خلاصہ یہ ہوا کہ ہارون سختی سے شرع کا پابند تھا۔ وہ ہرگز رقص و سرود کی محفلوں میں شرکت کی غرض سے اپنی ہمشیرہ عباسہ کی شادی جعفر سے نہیں کر سکتا تھا نہ شہزادی عباسہ جو غیور، پاکباز اور عصمت مآب تھی جسکی رگوں میں عباسی خون دوڑ رہا تھا ایک مجوسی النسل شیعہ سے شادی کرنے آمادہ ہو سکتی تھی۔ واقدی رحمتہ اللہ علیہ کو غیر محتاط مورخ کہا جاتا ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ طبری سے زیادہ غیر محتاط کوئی مورخ بھی نہیں گذرا۔ اس سے ایک مجہول شخص نے ایک غلط روایت کی اور اس نے درایت کی کسوٹی پر پرکھے بغیر اُسے درج تاریخ کر دیا یہ تک بھی تحقیق نہ کیا کہ راوی خاندان برامکہ کا مداح تو نہیں ہے اور جب یہ غلط روایت اس زمانے کے لکھنے جاہلوں کے ہاتھ آئی تو انہوں نے افسانے لکھ ڈالے اور ایک غلط بات کو مشہور کر دیا:۔

رومیوں پر یورش

۱۸۷ھ میں رومیوں نے بلاد اسلامیہ کیطرف رخ کیا۔ ہارون رشید نے اپنے بیٹے موتمن کو صوبہ عاصم کیطرف روانہ کیا۔ تاکہ وہ رومیوں کو حملہ آوری سے روکے اور بلاد روم پر فوج کشی کرے۔

مومن لشکر صائفہ کو لیکر رومیوں پر حملہ آور ہوا اور قلعہ قرہ میں پہنچکر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ جب محاصرے نے طول کھینچا تو مومن نے عباس بن جعفر بن اشعث کو قلعہ سنان کی طرف بھیجا۔ عباس نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور رومیوں کو اسقدر تنگ کیا کہ انہوں نے درخواست مصالحت پیش کی رومیوں کے پاس تین سو بیس مسلمان قید تھے۔ عباس نے انہیں رہا کر دیا۔ اہل سنان سے جزیہ لیا اور واپس لوٹا۔ اس عرصہ میں مومن نے اہل قرہ سے جزیہ وصول کر کے صلح کر لی اور بہ لشکر مظفر و منصور واپس آیا

قیصر روم کی بدعہدی

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ رومی قیصرہ ایرینی نے چار سال کیلئے خلیفہ ہارون رشید سے ادائے جزیہ پر مصالحت کی ۱۸۷ھ میں رومیوں نے ملکہ ایرینی کو معزول کر کے افسر مال نقفور نامی کو تخت نشین کیا۔ نقفور نے سب سے پہلے فرانس کے بادشاہ شارلمین سے صلح کر لی اور جب ادھر سے اطمینان ہو گیا تو نقفور نے جسے یونانی نائسفورس کہتے تھے ملکہ ایرینی کو مروا ڈالا اور سلطنت اسلام کو مقررہ خراج کی ادائگی سے انکار کر کے خلیفہ ہارون رشید کو اس مضمون کا خط لکھا

نائسفورس (نقفور) شاہ ایران کیطرف ہارون رشید شاہ عرب و عجم کو معلوم ہو کہ مجھ سے پہلے ملکہ ایرینی جو مملکت روم کی قیصرہ تھی۔ عورت ہونیکی وجہ سے کمزور تھی اس نے تم سے دب کر تمہیں خراج ادا کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہ اسکی نادانی تھی۔ اب تمہیں چاہیئے کہ جسقدر خراج تم ہم سے وصول کر چکے ہو وہ سب واپس کر دو اور اسکے جرمانہ میں ہمیں خراج دینا منظور کرو۔ ورنہ پھر تلوار کے ذریعہ سے تمہیں سزا دیجائیگی!

جب یہ خط خلیفہ ہارون رشید کے پاس پہنچا تو وہ اسے پڑھکر غصہ سے سرخ ہو گیا ارکین سلطنت اور وزرا اسے غضبناک دیکھکر سہم گئے۔ قاصد بھی ہیبت زدہ ہو گیا۔ خلیفہ ہارون رشید نے اسی وقت اس خط کی پشت پر اپنے ہاتھ سے یہ جواب لکھا!

بسم اللہ الرحمن الرحیم من ہارون امیر المومنین۔ (یعنی امیر المومنین خلیفہ ہارون رشید کی جانب سے سگ روم نقفور کے نام۔ او کافر زادہ میں نے تیرا خط پڑھا اس کا جواب تو

کانوں سے سننے کے بجائے آنکھیں دیکھے گا۔ فقط

قاصد کو روانہ کرتے ہی خلیفہ ہارون رشید اسی روز لشکر لیکر بغداد سے روانہ ہوا اور اس تیزی سے چلا کہ نقفور کو اسکی آمد کی اسوقت اطلاع ہوئی۔ جب وہ رومیوں کے دار السلطنت ہرقلہ کے سامنے پہنچگیا۔ نقفور کی ساری شیخی رکھی رہ گئی۔ اسے میدان میں نکلکر لڑنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ہرقلہ میں قلعہ بند ہوگیا۔ خلیفہ ہارون رشید نے بزور حملہ کرکے شہر ہرقلہ کو فتح کرلیا۔ نقفور بھاگا ہارون رشید نے اس کا تعاقب کرکے اس کا بہت سا علاقہ فتح کرلیا۔ نقفور نے ہرچند مقابلہ کیا۔ مگر ہر معرکہ میں شکست کھائی۔ آخر مغلوب اور مجبور ہوکر اُس نے صلح کی درخواست پیش کی اپنی گستاخانہ تحریر کی معافی چاہی رحم و کرم کا طالب ہوا۔ ہارون رشید نے اس پر رحم کرکے اسکی صلح کی درخواست منظور کرلی ملکہ ایرینی کے زمانے سے زیادہ خراج قائم کیا اور اسکی ادائیگی بجائے سالانہ کے ششماہی ادا کرنے کا اقرار لیکر صلحنامہ لکھدیا اور واپس لوٹا۔ ابھی خلیفہ ہارون رشید مقام رقہ میں مقیم تھا کہ نقفور نے یہ خیال کرکے کہ موسم سرما شروع ہوگیا ہے مسلمان سردی کیوجہ سے اس سرد ملک میں واپس نہ آوینگے پھر نقض عہد کیا جب اسکی بدعہدی کی اطلاع ہارون رشید کے ہمراہیوں کو پہنچی تو خلیفہ کے جاہ و جلال کی وجہ سے کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ نقفور کی بدعہدی کی اطلاع اسکے گوش گذار کرے مگر ایک شاعر نے اشعار میں یہ واقعہ لکھکر خلیفہ کے روبرو پیش کیا۔ ہارون رشید جوش غضب سے بھر گیا اور اسی وقت مع لشکر کے یونان کیطرف روانہ ہوا۔ اگرچہ سخت سردی پڑی تھی تمام مسلمانوں اور خود خلیفہ کو بڑھی ہوئی سردی کیوجہ سے سخت تکلیف پہنچی۔ مگر ہارون رشید نے کسی مصیبت اور تکلیف کی پرواہ نہ کی اور نقفور کے ملک میں گھس کر اُسے شکستیں دیں نقفور نے نیچ ہوکر پھر صلح کی درخواست کی ہارون رشید نے اس مرتبہ بھی اسکی درخواست منظور کرلی اور اس سے خراج وصول کرکے واپس لوٹ آیا۔ مگر ۱۸۷ھ میں یونان کے قیصر نقفور نے پھر بدعہدی کی جب خلیفہ ہارون رشید کو اطلاع ہوئی تو اس نے ابراہیم بن جبرئیل کو صدر و صفصاف

سے بلادِ روم پر حملہ کرنیکا حکم دیا۔ ابراہیم فوج لیکر روانہ ہوا نقفور نے عظیم الشان لشکر سے مقابلہ کیا۔ مگر ابراہیم نے پہلے ہی معرکہ میں اسے شکست فاش دی چالیس ہزار رومیوں کو قتل کر ڈالا نقفور بھاگ گیا۔ اسلامی لشکر مال غنیمت اور قیدی لیکر واپس آ گیا۔

سرحدی مرزبان کا اظہار اطاعت

۱۸۹ھ میں خلیفہ ہارون رشید خراسان کا انتظام کرنیکے لئے رے روانہ ہوا اور رے میں قیام کر کے دیلم کے مرزبان کے پاس امان نامہ بھیجکر اسکی دلجوئی کی طبرستان کے سرحدی مرزبانوں کو بھی امان نامے بھیجے یہ تمام فرمانروا اظہار اطاعت کیلئے خلیفہ ہارون رشید کے دربار میں حاضر آئے اور اپنی فرمانبرداری کا یقین دلایا۔ اسی سال رومیوں اور مسلمانوں میں قیدیوں کا تبادلہ ہوا اور اسی سال امام محمد بن حسن شیبانی نے جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد تھے رے کے قریب موضع زنبویہ میں وفات پائی۔ اسی روز کسائی نحوی بھی فوت ہوا۔ یہ دونوں بزرگ خلیفہ ہارون رشید کے ساتھ تھے ہارون رشید ان دونوں کے جنازہ میں شریک تھا جب قبرستان سے واپس آئے تو ہارون رشید نے افسوس بھرے لہجہ میں کہا کہ آج ہم فقہ اور نحو دونوں کو دفن کر آئے :۔

نقفور کی سرکشی

نقفور قیصر روم بار بار بدعہدی کرتا تھا چنانچہ اس نے یہ سمجھ کر کہ خلیفہ ہارون رشید مقام رے میں مقیم ہے اور خراسان کا انتظام کر رہا ہے سنہ ۱۹۰ھ میں پھر سرکشی کی خلیفہ کو جب اسکی بدعہدی کی اطلاع ہوئی تو اس نے بغداد سے کوچ کیا اور مقام رقہ میں پہنچکر مامون کو اپنا نائب بنایا اور کل انتظام مملکت اسکے سپرد کر کے ایک لاکھ پینتیس ہزار (۱۰۳۵۰۰۰) فوج لیکر ملک روم کیطرف روانہ ہوا نقفور کو اطلاع ہو گئی۔ اس نے بھی مقابلہ کی تیاری کر لی ہارون رشید نے ہرقلہ کا محاصرہ جا کیا اور تیس (۳۰) یوم کے محاصرہ کے بعد ایک روز پر جوش حملہ کر کے قلعہ فتح کر لیا۔ اہل قلعہ کو اسیر کر کے مال و اسباب لوٹ لیا اور ہرقلہ پر قبضہ کرنیکے بعد داؤد بن عیسے بن موسے کو ستر ہزار فوج کے ساتھ آگے روانہ کیا۔ اس شیر دل سپہ سالار نے تمام بلاد روم کو ہلا ڈالا

جس قلعہ پر دھاوا کیا اسے فتح کر کے چھوڑا۔ رومیوں پر اسکی دھاک بیٹھ گئی اس نے بہت سے قلعے فتح کر لئے بیشمار مال غنیمت اور قیدی حاصل لیئے۔ انہیں ایام میں شرجیل بن معن بن زائدہ نے قلعہ سفالیہ پر جو سسلی میں واقع تھا یورش کی اور بزور شمشیر اسے فتح کر کے دبسہ کیطرف بڑھا ایک خونریز جنگ کے بعد دبسہ کو بھی فتح کر لیا اور پھر آگے بڑھکر چند اور قلعے فتح کر لئے انہیں دنوں یزید بن مخلد نے قلعہ صفصاف پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا اور وہاں سے کوچ کر کے قونیہ پر پہنچا۔ رومیوں نے قونیہ کو بچانیکی ہر چند کوشش کی مگر یزید نے رومیوں کو شکست دیکر قونیہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اسی سال عبداللہ بن مالک کچھ لشکر لیکر قلعہ ذی الکلاع پر حملہ آور ہوا اور نہایت دلیری سے حملہ کر کے قلعہ فتح کر لیا۔ جبکہ خشکی پر یہ فتوحات حاصل ہو رہی تھیں اس وقت حمید بن معیوف نے جو اسلامی امیر البحر تھا سواحل شام و مصر کی کشتیوں کو درست کر کے بحری فوج کو ہمراہ لیکر جزیرہ قبرص پر چڑھائی کر دی جزیرے کے عیسائیوں نے بڑی دلیری سے مقابلہ کیا۔ مگر مسلمانوں نے انہیں شکست فاش دی سترہ ہزار عیسائیوں کو گرفتار کر لیا اور بے شمار کو مار ڈالا مسلمانوں نے ان قیدی عیسائیوں کو مقام رافقہ میں لیجا کر فروخت کر دیا۔ قبرص کا اسقف بھی گرفتار ہو گیا تھا۔ اس نے دو ہزار ۲۰۰۰ دینار دیکر رہائی پائی

اس دوران میں خلیفہ ہارون رشید نے طوانہ کا محاصرہ جا کیا۔ چونکہ قیصر نقفور کئی مرتبہ بدعہدی کر چکا تھا۔ اسلئے خلیفہ ہارون رشید نے رومی سلطنت کو تہ و بالا کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اس کا قصد تھا کہ وہ اس سلطنت کو مٹا کر روز کے فتنوں اور جھگڑوں کو ایک ہی مرتبہ ختم کر ڈالے نقفور یہ کیفیت دیکھکر لرز گیا۔ اسے سلطنت کی تباہی نظر آنے لگی اس نے نہایت عاجزی سے پھر صلح کی درخواست کی اور یہ اقرار کیا کہ آئندہ کبھی عہد شکنی نہ کرونگا پچاس ہزار ۵۰۰۰۰ اشرفیاں جزیہ کی ادا کیں جنمیں اپنا جزیہ چار دینار اور اپنے بیٹوں بیوی اور بطریق کے دو ۲ دو دینار روانہ کئے تھے اس جزیہ کی رقم کے ساتھ نقفور نے خلیفہ ہارون رشید کیخدمتمیں ایک درخواست روانہ کی کہ ہرقلہ سے جو عورتیں قید کیگئی ہیں ان میں وہ لڑکی بھی ہے جس سے میرے بیٹے کی منگنی

ہو چکی ہے اسے واپس مرحمت فرما دیجئے۔ خلیفہ ہارون رشید نے نقفور کی الحاج وعاجزی پر رحم کرکے اس کی درخواست منظور کرلی اور اس لڑکی کو رہا کردیا۔ اس کے بعد نقفور نے نہایت عجز اور بڑی انکساری سے اپنے اس ملک کی واپسی کی درخواست پیش کی جسے خلیفہ ہارون رشید نے فتح کرلیا تھا۔ خلیفہ ہارون رشید کے غریب پرور ہونے کی وجہ سے آپ نے اس کی یہ التجا بھی منظور کرلی اسے اس کا ملک واپس کردیا اور تین لاکھ اشرفیاں سالانہ خراج اس پر مقرر کرکے خلیفہ ہارون رشید واپس لوٹا۔ لیکن افسوس ہے کہ نقفور اپنے عہد پر قائم نہ رہا اس نے پھر عہد شکنی اور سرکشی کی!

قلعہ طرسوس کی تعمیر

۱۹۰ھ میں ہارون رشید نے ہرثمہ بن اعین کو قلعہ طرسوس کی تعمیر کے لئے روانہ کیا خلیفہ کا خادم فرج اس تعمیر کا منصرم مقرر ہوا۔ لیکن جب تعمیر جلد مکمل نہ ہوسکی تو خلیفہ نے خراسان سے تین ہزار فوج اور مصیصہ انطاکیہ سے ایک ایک ہزار فوجیں طرسوس کی تعمیر کی غرض سے روانہ کیں اس قسم کی فوج کو آجکل سفر مینا کی پلٹن کہا جاتا ہے لگاتار کوشش اور محنت کرنے پر ۱۹۲ھ میں طرسوس کی تعمیر مکمل ہوگئی۔

خرمیہ کی بغاوت

اسی سال یعنی ۱۹۰ھ میں خرمیہ نے نواح آذربائیجان میں بغاوت کی اس کی سرکوبی کیلئے خلیفہ ہارون رشید نے عبداللہ بن مالک کو دس ہزار کی جمعیت سے روانہ کیا۔ باغیوں نے مقام فرماتین میں عبداللہ کا مقابلہ کیا۔ عبداللہ نے خرمیہ کے بڑے گروہ کو قتل کر ڈالا اور بہت سے لوگوں کو گرفتار کرلیا۔ آخر باغیوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور انہیں بھی گرفتار کرلیا گیا۔ خلیفہ ہارون رشید نے ان میں سے ان قیدیوں کو جو بحالت جنگ گرفتار کئے گئے تھے قتل کرا دیا اور جو لوگ جنگ کے بعد قید کئے گئے تھے ان سب کو فروخت کر ڈالا۔ (یہ لوگ غیر مسلم تھے)۔

یحییٰ برمکی کی وفات

یحییٰ برمکی مقام رقہ میں قید تھا۔ اسے جعفر کے قتل اور اپنے خاندان کی بربادی کا

بڑا ہی رنج تھا۔ اسی غم میں وہ گھلتا چلا جارہا تھا اور اس نے ۳ محرم ۱۹۰ھ کو ستر سال کی عمر میں قیدخانہ ہی میں وفات پائی۔ چونکہ اسکے عزیز واقربا سب جیلخانہ میں اسی کے پاس موجود تھے اسلئے اسکے بیٹے فضل نے اسکے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

رافع بن لیث کی بغاوت

علی بن عیسیٰ امیر خراسان نے سمرقند اور ماوراءالنہر کی ولایت پر اپنی طرف سے یحییٰ بن اشعث کو امیر مقرر کیا تھا۔ یحییٰ نے سمرقند میں ایک نہایت ہی حسین وجمیل عورت سے عقد کرلیا تھا رافع بن لیث بن نصر بن سیار ایک نامور سردار تھا لیکن وہ برامکہ کی جماعت کا آدمی تھا اسے خلیفہ ہارون رشید اور اسکے عاملوں علی بن عیسیٰ اور یحییٰ بن اشعث سے نفرت وعداوت تھی۔ اتفاق سے اس نے یحییٰ کی پرنیزاد دلہن کو دیکھ لیا۔ چونکہ رافع نہایت چالاک آدمی تھا اسلئے اس نے اس عورت کو حاصل کرنیکی کوشش شروع کی وہ اپنی کوشش میں یہاں تک کامیاب ہوا کہ یحییٰ اور اس عورت میں شکر رنجی کرادی اور عورت کو یہ بہکایا کہ تو مرتد ہوجا اور دو آدمیوں سے اپنے ارتداد کی شہادت دلادے تیرا نکاح ٹوٹ جائیگا۔ پھر تو توبہ کرکے اسلام قبول کرلینا۔ اسوقت میں تجھ سے نکاح کرلونگا۔ اس عورت نے ایسا ہی کیا اور پھر مسلمان ہوکر رافع کے عقد میں آگئی۔ تاریخوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نکاح فسخ کرنیکی اس قسم کی مذبوح تدبیر سب سے پہلے رافع بن لیث ہی نے ایجاد کی تھی۔ یحییٰ بن اشعث نے تمام یہ کیفیت خلیفہ ہارون رشید کو لکھ بھیجی خلیفہ اس واقعہ کو سنکر نہایت برہم ہوا اس نے فوراً علی بن عیسیٰ گورنر خراسان کو لکھا کہ رافع اور اس عورت میں علیحدگی کرادو اور رافع پر حد شرعی جاری کرکے شہر سمرقند میں گدھے پر سوار کراکر تشہیر کراؤ۔ خلیفہ کے اس حکم کی تعمیل کیگئی رافع کو اس عورت سے جدا کرکے حد شرعی جاری کرنیکے بعد تشہیر کراکر قید کردیا گیا۔ ایکدن موقعہ پاکر رافع قیدخانہ سے بھاگ نکلا اور علی بن عیسیٰ کے پاس بلخ میں پہنچا۔ علی نے اسے قتل کرانا چاہا لیکن علی کے بیٹے عیسیٰ بن علی نے سفارش کرکے

اسکی جاں بخشی کرائی۔ علی بن عیسٰے نے رافع کو حکم دیا کہ وہ سمرقند میں یحیٰی بن اشعث کے پاس واپس جائے۔ رافع واپس لوٹ کر سمرقند میں آیا اور سمرقند کے اس عامل کو جو علی بن عیسٰے کیطرف سے مامور تھا دھوکہ سے قتل کر کے سمرقند پر قابض ہو گیا۔ یہ واقعہ ۱۹۰ھ میں پیش آیا۔ چونکہ سمرقند میں برامکہ کی جماعت کا ایک گروہ موجود تھا اسلئے وہ رافع کا ساتھی ہو گیا علی بن عیسٰے کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے بیٹے عیسٰے بن علی کو رافع سے جنگ کرنیکے لئے روانہ کیا۔ رافع نے عیسٰے بن علی سے جنگ کی اور اثنائے جنگ میں عیسٰے بن علی کو مار ڈالا علی بن عیسٰے کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو اسے خوف ہوا کہ کہیں رافع مرو پر قبضہ نہ کرے اسلئے وہ بلخ سے چلکر مرو میں آ گیا۔ یہ واقعہ ۱۹۱ھ کا ہے۔ خلیفہ ہارون رشید کو بھی ان واقعات کی اطلاع ہو گئی۔ خلیفہ نے علی بن عیسٰے کو خراساں کی گورنری سے معزول کر دیا اور ہرثمہ بن اعین کو امیر خراسان مقرر کر کے بھیجا۔ جونہی ہرثمہ خراسان میں آیا۔ رافع کے بہت سے ساتھی اس کا ساتھ چھوڑ کر ہرثمہ کے پاس چلے آئے اور ہرثمہ نے رافع کا شہر سمرقند میں محاصرہ کر لیا۔

ہارون رشید کا عزم سفر

ہارون رشید جب قیصر روم نقفور کو مغلوب و مقہور کر کے رقہ میں واپس آیا تو بیمار ہو گیا بیماری کے ایام میں اسے رافع بن لیث کی بغاوت کی خبر پہنچی۔ اسنے خراسان جانیکا قصد کیا چنانچہ رقہ میں موتمن کو اپنا نائب سلطنت مقرر کر کے خزیمہ بن خازم کو اسکے پاس چھوڑا اور رقہ سے چلکر بغداد میں آیا اور سامان سفر درست کر کے بغداد میں اپنے بڑے بیٹے امین کو اپنا قائم مقام بنایا اور مامون کو بھی بغداد میں رہنے کا حکم دیا۔ مگر مامون کے کاتب (سکرٹری) فضل بن سہیل نے مامون سے کہا۔ آپکا بغداد میں امین کے پاس رہنا مناسب نہیں ہے یہاں رہنے میں آپکے لئے خطرہ ہے آپ خلیفہ کے ہمراہ چلنے کی کوشش کریں چنانچہ مامون نے خلیفہ سے ہم سفر ہونیکی التجا کی خلیفہ نے اسکی درخواست منظور کر لی و مامون کو ساتھ لیکر بغداد سے خراساں کی طرف ماہ صفر ۱۹۳ھ میں روانہ ہوا!

فضل بن یحییٰ برمکی کی وفات

فضل بن یحییٰ برمکی بھی مقام رقہ میں قید تھا اسے اپنے بھائی جعفر کے قتل ہونے اور خاندان کی تباہی کا صدمہ تھا ہی کہ اس کا باپ یحییٰ بھی فوت ہو گیا۔ یحییٰ کے مرنے کا اُسے بے حد ملال ہوا۔ آخر فضل بن یحییٰ برمکی نے بھی محرم ۱۹۳ھ میں جیلخانہ ہی میں وفات پائی:-

بشیر برادر رافع کی گرفتاری

رافع جس زمانہ میں سمرقند میں محصور تھا اس وقت رافع کا بھائی بشیر بن لیث بخارا پر قابض ہو گیا تھا۔ ہرثمہ بن اعین نے شہر سمرقند کا محاصرہ کر رکھا تھا اس نے ایک لشکر بخارا کی طرف بشیر بن لیث کے مقابلہ کیلئے روانہ کیا۔ ہرثمہ کے لشکر نے جاتے ہی بخارا کو فتح کر لیا اور بشیر بن لیث کو گرفتار کر کے ہرثمہ کے سامنے پیش کیا۔ ہرثمہ نے بشیر کو خلیفہ ہارون رشید کی خدمت میں روانہ کر دیا۔

بشیر بن لیث کا قتل

خلیفہ ہارون رشید خراسان کے قصد سے بغداد سے روانہ ہو کر جرجان میں آٹھہرا تھا۔ چونکہ اسکی علالت بڑھتی جاتی تھی اسلئے اس نے جرجان میں تمام سرداران لشکر کے روبرو یہ اعلان کیا کہ اس وقت میرے ہمراہ جسقدر فوج و سامان ہے وہ سب مامون کے متعلق رہیگا۔ مامون ہی اس لشکر اور سامان کا مالک ہے تمام سردار اور سپاہ بھی مامون کے ہی تابع فرمان رہیں گے۔" یہ اعلان کر کے خلیفہ ہارون رشید نے مامون کو جرجان سے مرو کیطرف روانہ کیا۔ اور اسکے ساتھ عبداللہ بن مالک یحییٰ بن معاذ۔ اسد بن خزیمہ عباس بن جعفر بن محمد بن اشعث۔ سندی حرشی۔ اور نعیم بن حازم وغیرہ سرداروں کو بھیجا۔ مامون کو رخصت کر کے خلیفہ ہارون رشید جرجان سے طوس چلا گیا۔ اسکے ساتھ فضل بن ربیع۔ اسماعیل بن صبیح۔ مسرور حاجب حسین جبرئیل بن بخت یشوع حکیم اور بہت سے اور لوگ موجود تھے۔ طوس پہنچکر خلیفہ ہارون رشید کی علالت اور ترقی کر گئی اور وہ

بالکل صاحب فراش ہوگیا۔ ایک مرتبہ تو لوگوں میں اسکی موت کا غل ہی مچ گیا۔ جب ہارون کو یہ خبر پہنچی تو اُس نے لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے سوار ہونیکا قصد کیا۔ لیکن ضعف نے اٹھنے نہ دیا۔ بستر علالت پر پڑا رہگیا۔ اس وقت جبکہ خلیفہ ہارون رشید طوس میں صاحب فراش تھا بشیر بن لیث برادر رافع جسے ہرثمہ بن اعین نے گرفتار کراکر بھیجا تھا خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ ہارون رشید نے اسے دیکھتے ہی کہا۔ واللہ اگر میرا دم نزع بھی ہوتا میں تب بھی یہی حکم دیتا کہ بشیر کو مار ڈالو۔ چنانچہ خلیفہ نے بشیر کے قتل کا حکم دیا اور کہا۔ اس کا عضو عضو کاٹ ڈالو۔ یہ حکم دیتے ہی ہارون رشید بیہوش ہوگیا۔ اسکے حکم کی تعمیل کیگئی اور بشیر کو نہایت بے رحمی سے قتل کردیا گیا۔

ہارون رشید کی وفات

ہارون رشید کو اپنی زندگی سے نا امیدی ہوگئی۔ وہ طوس میں جس مکان میں مقیم تھا اسمیں اس نے قبر کھودنیکا حکم دیا۔ مکان کے ایک گوشہ میں قبر کھودی گئی جب قبر تیار ہوگئی تو ہارون رشید نے اپنی چارپائی قبر کے کنارہ پر بچھوائی اور چند حافظوں نے قبر میں اتر کر قرآن کریم ختم کیا۔ ہارون رشید چارپائی پر پڑا ہوا قبر کو دیکھتا رہا اور خود بھی آہستہ آہستہ کچھ پڑھتا رہا۔ آخر اسی حالت میں ۳ جمادی الثانی ۱۹۳ھ مطابق ۲۴ مارچ ۸۰۸ء کو پینتالیس ۴۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس نے تیئس ۲۳ سال دو ۲ ماہ اور پندرہ ۱۵ دن خلافت کی۔ اسکے بیٹے صالح نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ ہارون رشید کی قبر طوس میں اب بھی موجود ہے۔

ازواج واولاد

خلیفہ ہارون رشید کا پہلا عقد زبیدہ خاتون سے ہوا تھا۔ زبیدہ جعفر بن منصور کی بیٹی تھی۔ محمد امین اسی کے بطن سے تھا۔ دوسرا عقد امۃ العزیز سے ہوا اسکے بطن سے علی ہوا۔ تیسرا نکاح ام محمد بنت صالح مسکین سے ہوا اور پھر عباسہ بنت سلیمان بن منصور اور عزیزہ بنت خالد غطریف اور عثمانیہ بنت عبداللہ بن محمد بن عبداللہ

بن عمر بن عثمان بن عفان سے نکاح کئے۔ ہارون رشید کی وفات کے وقت اسکی چار بیویاں زبیدہ خاتون
ام محمد عباسہ اور عثمانیہ زندہ ہیں لیکن ایک وقت میں چار بیویوں سے زیادہ نہیں ہیں ہارون رشید کے
بارہ بیٹے تھے انکے نام یہ ہیں محمد امین زبیدہ کے بطن سے تھا عبداللہ مامون (مراجل نامی کنیز کے بطن سے
تھا) قاسم موتمن ابو اسحاق محمد المعتصم صالح۔ ابو عیسے محمد۔ ابو یعقوب محمد۔ ابو العباس محمد ابو سلیمان
محمد۔ ابو علی محمد۔ ابو محمد۔ اور ابو الاحمد محمد۔ ان میں چار امین مامون۔ موتمن اور المعتصم زیادہ مشہور ہیں
معتصم لکھا پڑھا نہ تھا اسلئے خلیفہ ہارون رشید نے اسے ولیعہدی کے قابل نہ سمجھا اور اسی ہارون رشید
کی نسل چلی اسی کی اولاد سے بہت سے عباسی خلیفہ ہوئے ہارون رشید نے چودہ لڑکیاں چھوڑیں ان کے نام
یہ ہیں سکینہ ام حبیب۔ اروی۔ ام حسن ام محمد حمدونہ۔ فاطمہ۔ ام سلمہ۔ خدیجہ
ام القاسم۔ رملہ۔ ام جعفر اور عالیہ۔ بعض مورخوں نے ایک پندرھویں لڑکی ربطہ بھی بتائی ہے

خلیفہ ہارون رشید کے دیگر حالات

خلیفہ ہارون رشید خاندان عباسیہ کا مہر منور تھا اسی کے عہد میں عباسی خلافت معراج کمال
کو پہنچی اسکے عہد میں علویوں اور دوسرے سازشی گروہوں کی ہمتیں پست ہوگئیں ہارون رشید نہایت
ہی اولوالعزم مستقل مزاج۔ عقیل و فہیم سخی۔ فیاض بہادر اور علم و ہنر کا قدردان تھا سب سے پہلے
اسی نے علم و ہنر کی سرپرستی کا بیڑا اٹھایا۔ اسی قدر دانی کی اسقدر شہرت ہوئی کہ بڑے بڑے عالم
اور اہل کمال چاروں طرف سے کھنچ کھنچکر دربار خلافت میں چلے آتے تھے۔ ہارون رشید خود بھی ذی علم تھا
فقہ۔ حدیث۔ ادب اور ایام عرب سے اچھی طرح واقف تھا کسی کو اسکے سامنے غلط بیانی کی جرأت نہ
ہوتی تھی۔ اس نے عباسیوں کو بڑے بڑے عہدے دے رکھے تھے جبرئیل بن بخت یشوع عیسائی
طبیب کو بڑا تقرب حاصل تھا۔ اسکے زمانہ میں سواروں کی تنخواہ پچیس ۲۵ روپے اور پیادوں کی دس روپے
تھی۔ جنگ کے زمانہ میں سپہ سالاری کی خدمات صوبے داری قاضی (مجسٹریٹ) قاضی القضاۃ
(چیف جسٹس) اور خلیفہ کے بیٹے سب انجام دیتے تھے۔ اس کی سلطنت کی وسعت کا
اندازہ اس سے کیجئے کہ ممالک محروسہ کی حد بین ہند و تاتار سے بحر اوقیانوس تک تھیں جسمیں سوائے

اُندلس اور کل اسلامی دنیا اسکی مطیع تھی روم و یونان کی وہ باعظمت و جلال سلطنتیں جس پر یورپ کو ناز تھا۔ اس نامور خلیفہ کی باجگذار تھیں اسکے ملک کی سالانہ آمدنی پانچسو قنطار تھی ایک قنطار آٹھ ہزار چار سو دینار کا ہوتا تھا اور ایک دینار پانچ روپیہ کا تھا۔ اس طرح دو کروڑ [۲۱۰۰۰۰۰۰] دس لاکھ روپے سالانہ محض خراج کی آمدنی تھی۔ اس نے مرتے وقت خزانہ میں نوّے کروڑ [۹۰۰۰۰۰۰۰۰] دینار چھوڑے تھے۔ مذہبی عقائد کا نہایت پختہ تھا۔ زندقہ اور الحاد سے سخت نفرت تھی بزرگان دین سے عقیدت رکھتا تھا اور ان سے بڑی انکساری سے ملتا تھا۔ علماء و فضلاء کی نصیحتیں گوش دل سے سنتا تھا شعرائے سے دلی محبت رکھتا تھا۔ خوش کلام شاعروں کا کلام بڑی رغبت سے سنتا اور انہیں بڑے بڑے انعامات دیتا تھا۔ مروان بن ابی حفصہ ایک مشہور شاعر کو صرف ایک قصیدہ کے صلہ میں پانچ ہزار [۵۰۰۰] دینار (پچیس ہزار [۲۵۰۰۰] روپے) دیئے تھے علم موسیقی کا بھی شوق تھا۔ ابراہیم موصلی کو جو علم موسیقی کا استاد مانا جاتا تھا دس ہزار درہم (پچاس ہزار [۵۰۰۰۰] روپے) ماہانہ تنخواہ دیتا تھا۔ عالموں کی بڑی قدر کرتا تھا اور انہیں بیش بہا وظائف دیتا تھا۔ حج۔ جہاد اور خیرات تین چیزوں کا اسے بڑا شوق تھا۔ رقیق القلب اسقدر تھا کہ جب کوئی نصیحت کرتا اور دوزخ سے ڈراتا تو زار و قطار رونے لگ جاتا تھا۔ ایک دن ابن سماک جو ایک بزرگ تھے۔ ہارون کے پاس بیٹھے تھے ہارون کو پیاس لگی۔ اس نے پانی مانگا۔ جب پانی آیا اور ہارون نے پینا چاہا تو ابن سماک نے کہا۔ امیرالمومنین ذرا ٹھہریئے ہارون رشید نے کہا فرمایئے۔ ابن سماک نے کہا۔ اگر آپکو شدت کی پیاس ہو اور پانی نہ ملے تو آپ ایک پیالہ پانی کتنے میں خرید لیں۔ ہارون رشید نے کہا نصف سلطنت دیکر مول لیلوں ابن سماک نے پھر کہا کہ اگر یہ پانی آپکے پیٹ میں رہجائے اور نہ نکلے تو اسکے نکلوانے میں آپ کتنا خرچ کردیں؟ ہارون نے کہا کہ اگر ضرورت پڑے تو میں آدھی سلطنت دے ڈالوں ابن سماک نے کہا بس تو آپ سمجھ لیجئے کہ آپ کی اتنی عظیم الشان سلطنت ایک پیالہ پانی اور پیشاب کی قیمت رکھتی ہے آپکو اس پر فخر و غرور نہ کرنا چاہیئے۔ ہارون رشید یہ سنتے ہی رو پڑا اور دیر تک روتا رہا۔ ایک مرتبہ ہارون رشید نے ایک بزرگ سے کہا کہ آپ مجھے کچھ نصیحت کیجئے انہوں نے کہا کہ آپ ان صاحب کو خیر خواہ

سمجھیں جو آپ سے یہ کہے کہ قیامت کے روز آپ سے آپکی رعیت کے متعلق سوال ہونیوالا ہے اور اس مصاحب کو اپنا بدخواہ سمجھیں جو یہ کہے کہ آپ اہل بیت نبوی سے ہیں اور آنحضور صلعم کی قرابت کیوجہ سے آپکے تمام گناہ معاف ہوچکے ہیں یہ سنکر ہارون رشید پر رقت طاری ہوگئی اور اسقدر رویا کہ پاس بیٹھنے والونکو اس پر رحم آنے لگا ہارون رشید بھیس بدلکر راتوں کو پھرا کرتا تھا اس سے اسکا مقصد رعایا کے حال کی خبر گیری تھا۔ اکثر مسخرہ حاجب آپکے ہمراہ ہوتا عجیب غریب واقعات پیش آتے تھے۔ قاضی فاضل روایت کرتے ہیں کہ صرف دو بادشاہوں نے طلب علم کیلئے سفر کیا ایک ہارون رشید کہ اس نے اپنے بیٹوں امین و مامون کو ہمراہ لیکر موطا امام مالک کی سماعت کیلئے سفر کیا۔ دوسرے سلطان صلاح الدین ایوبی جو موطا امام مالک کے سننے کی غرض سے اسکندریہ گیا تھا۔ خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں بیشمار کتابیں ہندی۔ عبرانی اور دوسری زبانوں سے عربی میں ترجمہ ہوئیں اسی خلیفہ کے زمانہ میں فضل بن یحیٰی برمکی نے کاغذ بنانے کا کارخانہ (پیپر ملز) قائم کیا تھا۔ ہارون رشید کو چوگان کھیلنے کا بڑا شوق تھا تیر اندازی میں کمال حاصل تھا۔ غرضیکہ ہارون رشید بہت اچھا بادشاہ تھا۔ اسکے علاج میں حکیم جبرائیل بن بخت یشوع سے غلطی ہوگئی اور اسلیئے وہ جانبر نہ ہوسکا۔ اسکے مرنے پر ملک میں عام کہرام مچگیا۔ گھر گھر صف ماتم بچھ گئی۔ اسکی موت پر شعرائنے برسوں نوحہ خوانی کی فضیل بن عیاض ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ مجھے ہارون کی موت سے زیادہ کسی امر کا صدمہ نہیں ہوا میری یہ خواہش تھی کہ اللہ تعالےٰ میری عمر کا حصہ ہارون کی عمر میں زیادہ کردیتا:۔

زبیدہ خاتون

ہم نے نہایت اختصار کے ساتھ خلیفہ ہارون رشید کے حالات قلمبند کئے ہیں اسکے نجی حالات پر بالکل روشنی نہیں ڈالی اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ مختصر تاریخ خلیفہ ہارون رشید کے نجی حالات کی کفیل نہیں ہوسکتی تھی۔ اگر اسکی سوانح حیات مکمل لکھی جائے تو جتنی ضخیم یہ جلد ہے اتنی ضخامت میں اسکے حالات آسکتے ہیں اب ہم خلیفہ ہارون رشید کی پیاری بیوی

زبیدہ کے کچھ حالات لکھتے ہیں۔ مسٹر پامر ایک عیسائی مؤرخ لکھتا ہے کہ زبیدہ خاتون جو خلیفہ ہارون رشید کی چہیتی بیوی ہارون رشید ہی کیطرح نہایت پاک امن صاحب عفت اور عصمت۔ بڑی عابدہ و زاہدہ اور اعلےٰ درجہ کی سخی اور فیاض تھی یہ حقیقت ہے زبیدہ خاتون نہایت ہی سلیقہ شعار عصمت مآب۔ نیک طینت۔ عبادت گذار اور فیاض تھی زبیدہ کی ایک سو کنیزیں حافظ قرآن تھیں زبیدہ خود بھی زیادہ تر قرآن شریف پڑھتی رہتی تھی اور اسکی حافظ کنیزوں میں سے ہر کنیز تین سیپارے روزانہ پڑھا کرتی تھیں گویا زبیدہ کے قصر میں ایک دن میں تینتیس ۳۳ یا چونتیس ۳۴ مرتبہ قرآن شریف ختم ہوتا تھا۔ مؤرخ لکھتے ہیں کہ زبیدہ کا عالیشان قصر قرآن شریف پڑھنے کی وجہ سے ہر وقت شہد کے چھتہ کیطرح گونجا رہتا تھا۔ زبیدہ خاتون نے مکہ معظمہ میں پانی کی افراط کی اس سے پہلے حج کے ایام میں پانی کی گرانی کا یہ عالم ہو جاتا تھا کہ ایک ایک مشک پانی پانچ پانچ روپے میں ملتا تھا اس نیک دل خاتون نے بغداد سے مکہ معظمہ تک ہر پڑاؤ پر کنوئیں کھدوائے اور مسافروں کے آرام کیلئے کاروانسرائے بنوادیں زبیدہ خاتون نے اپنی کنیزوں کا ایک باڈی گارڈ کا رسالہ بنایا تھا۔ ان کو زرق برق وردیاں بنوادی تھیں جہاں کہیں زبیدہ خاتون جاتی تھی۔ یہ رسالہ اسکے ہمرکاب ہوتا تھا۔ اسکی دیکھا دیکھی امرائے بغداد کی عورتوں نے بھی عورتوں کے رسالے بنائے تھے غرض زبیدہ خاتون بھی نہایت ہی نیک اور عقلمند عورت تھی:۔

امین الرشید بن ہارون رشید

اس کا نام محمد امین بن ہارون رشید بن مہدی بن منصور عباسی تھا۔ زبیدہ خاتون کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ ہارون رشید نے پہلے ہی یہ وصیت کردی تھی کہ ہارون کے بعد امین تخت خلافت کا وارث ہو۔ امین کی خواہش تھی کہ جلد سے جلد اسے تخت خلافت ملجائے چنانچہ جبکہ خلیفہ ہارون رشید طوس میں بیمار تھا اور اسکے فوت ہونیکی خبر مشہور ہوئی تو امین نے ایک خط بکر بن المعتمر کے ہاتھ خلیفہ کے لشکرگاہ میں لوگوں سے اپنی بیعت لینے کیلئے

روانہ کیا تھا۔ اسی مضمون کے خطوط مامون اور مومن کو بھی لکھے تھے اور ایک خط اپنے بھائی صالح کو جو خلیفہ ہارون رشید کیساتھ تھا۔ اس مضمون کا لکھا تھا کہ معہ لشکر و خزائن اور مال و اسباب کے فضل بن ربیع کے رائے و مشورہ کے مطابق چلے آؤ۔ ان خطوط کے علاوہ ایک خط فضل بن ربیع کو بھی لکھا تھا کہ لشکر و خزائن لیکر چلے آؤ ہر محکمہ کے افسروں کو انکے عہدوں پر بحال رکھا جائیگا۔ جب بکر بن المعتمر غلام طوس میں یہ خطوط لیکر پہنچا اس وقت تک خلیفہ ہارون زندہ تھا۔ اس نے بکر کے آنے سے مشتبہ ہو کر اسکے آنیکا سبب دریافت کیا۔ بکر نے تسلی بخش جواب دیا۔ ہارون رشید نے اسے قید کر دیا۔ جب ہارون رشید فوت ہو گیا۔ تب فضل بن ربیع نے اُسے رہا کیا اور بکر نے تمام خطوط لوگوں کو پہنچائے۔ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے ان تمام لوگوں سے جو اسکے ساتھ تھے یہ حلف اور اقرار لیا تھا کہ وہ مامون کے ساتھ رہینگے لیکن ان لوگوں نے بدعہدی کی اور وہ سب فضل بن ربیع کے ساتھ بغداد کیطرف روانہ ہو گئے ان لوگوں کی روانگی سے پہلے ہی یعنی ۱۴ جمادی الثانی ۱۹۳ھ کو صالح بن ہارون رشید نے امین کی خلافت پر نیابتہً بیعت لیکر امین کی خدمت میں خلافت کی مبارکباد اور اسکے ساتھ ہی خاتم خلافت عصاء اور چادر بھیجدی۔ محکمۂ ڈاک کے افسر حمویہ نے بھی اپنے نائب کو جو بغداد میں تھا اس واقعہ کی اطلاع دی کلم محکمۂ ڈاک کے نائب افسر کا نام سلام بن مسلم تھا چنانچہ سب سے پہلے سلام ہی نے امین کو مبارکباد دیتھی۔ امین اور زبیدہ خاتون دونوں اس وقت رقہ میں تھے۔ زبیدہ خاتون کے ساتھ شاہی خزانہ بھی تھا۔ امین اور زبیدہ خاتون خزانہ لیکر رقہ سے چل پڑے۔ جب بغداد کے قریب پہنچے تو ارکان سلطنت اور امرائے بغداد نے ان کا شاہانہ استقبال کیا۔ جب خاتم خلافت عصاء اور چادر آگئیں تب امین قصر خلافت میں آیا۔ لوگوں کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کی خطبہ دیا اور لوگوں کو ہارون رشید کی وفات کی خبر سنا کر ان سے اپنے خلافت کیلئے بیعت لی۔ اور سلیمان بن منصور کو جو امین کے ماں اور باپ کا چچا تھا سپلائی اور

عوام الناس سے بیعت لینے کیلئے مامور کیا:

مامون کی تشویش

مامون کو جب معلوم ہوا کہ فضل بن ربیع وغیرہ نے عہد کی خلاف ورزی کی اور تمام لشکر لیکر بغداد کی طرف روانہ ہو گئے تو اسے بڑی تشویش ہوئی اس وقت مامون کے ساتھ مشہور سپہ سالاروں میں سے عبداللہ بن مالک اور فضل بن سہل وغیرہ وہ لوگ تھے جن کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں ان میں فضل بن سہل وہ شخص تھا جس کا باپ سہل مجوسی النسل تھا اور ہارون رشید کے زمانہ ہی میں مسلمان ہوا تھا۔ ہارون ہی نے سہل کے بیٹے مامون کا کاتب (سکرٹری) مقرر کیا تھا۔ فضل بن سہل امین کو پسند نہ کرتا تھا وہ مامون کا اسلئے طرفدار تھا کہ مامون کی ماں مراجل بھی مجوسی النسل تھی۔ تمام ایرانی مامون کو اپنا بھانجہ مانتے تھے اور اسی کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ مامون نے فضل وغیرہ سے مشورہ لیا۔ بعض لوگوں نے رائے دی کہ فضل بن ربیع کا تعاقب کرکے اُسے واپس لایا جائے۔ اور جو عہد اس نے خلیفہ ہارون رشید کے سامنے کیا ہے اس پر عمل کرنے کیلئے کہا جائے۔ مگر فضل بن سہل نے اس سے اختلاف کرکے کہا۔ اگر وہ لوگ ابھی گئے تو دھوکہ دینگے۔ مناسب یہ ہے کہ خط و کتابت کے ذریعہ سے انہیں ایفائے عہد و میثاق کی طرف توجہ دلائی جائے۔ چنانچہ مامون نے فضل بن سہل کے مشورہ سے فضل بن ربیع کو خط لکھا اور صاعد اور نوفل اپنے خادموں کو خط دیکر بھیجا یہ دونوں قاصد مقام نیشاپور میں فضل بن ربیع وغیرہ کے پاس پہنچے اور مامون کا خط دیا۔ خط پڑھتے ہی ان لوگوں نے مامون کو گالیاں دینی شروع کیں اور قاصدوں کو مار ڈالنے کا ارادہ کیا مگر وہ دونوں کسی نہ کسی طرح اپنی جان بچا کر لے گئے اور مامون کے حضور میں باریاب ہو کر تمام کیفیت بیان کی۔ مامون کو یہ اندیشہ پیدا ہو گیا کہ نہ اسے ولیعہد رہنے دیا جائیگا اور نہ خراسان کی حکومت اسکے پاس رہنے دیجائیگی۔ وہ بہت پریشان اور فکرمند ہوا۔ فضل بن سہل نے اُسے تسلی دی اور عبداللہ بن مالک وغیرہ جو سپہ سالار مامون کے پاس تھے ان سے

تبادلۂ خیالات کیا۔ ان میں سے بھی کوئی شخص مامون کی بیعت کیلئے تیار نہ ہوا لیکن فضل بن سہل پھر بھی مایوس نہیں ہوا۔ اس نے مامون سے کہا۔ انشاء اللہ میں آپکو ضرور خلیفہ بنا کر رہوں گا۔

مامون دانشمند تھا۔ اس لئے علمائے خراسان کو استبا پر آمادہ کر لیا کہ وہ حالات کو قابو میں رکھیں سپہ سالاران لشکر اور اراکین حکومت کی تالیف قلوب شروع کر دی۔ اہل خراسان کو ہموار کرنے کیلئے چوتھائی مالگذاری معاف کر دی۔ اس سے خراسان والے خوش ہو گئے اور انہوں نے کہا۔ کیوں نہ ہو آخر مامون ہماری بہن کا بیٹا اور ہمارے نبی کے چچا کا لڑکا ہے غرضیکہ مامون نے نہایت ہوشیاری اور بیدار مغزی سے ان ممالک کا جو خراسان اور رے وغیرہ اسکے قبضہ میں تھے انتظام شروع کیا اور سب سے زیادہ عقلمندی یہ کی کہ اپنے بڑے بھائی امین الرشید کے پاس تحائف روانہ کئے اور مودبانہ عرضی لکھکر اپنی نیازمندی اور فرمانبرداری کا یقین دلایا:۔

امین کی ناعاقبت اندیشی

ادھر محمد امین نے سب سے پہلے یہ غلطی کی کہ تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی اپنے بھائی قاسم یعنی موتمن کو جزیرہ کی حکومت سے معزول کر کے اسکے تحت میں صرف عواصم اور قنسرین کا علاقہ رہنے دیا اور جزیرہ پر اپنی طرف سے خزیمہ بن خازم کو مامور کر کے بھیجدیا اسکی اس حرکت سے موتمن کو ملال ہوا۔ فضل بن ربیع جب مامون کے پاس سے عہد اقرار اور قول و قسم کو بالائے طاق رکھکر چلا آیا۔ تو اُسے اندیشہ ہوا کہ اگر کسی وقت مامون خلیفہ ہو گیا تو اس سے ضرور بدلہ لیگا۔ اسلئے اس نے یہ کوشش شروع کی کہ مامون کو ولیعہدی سے معزول کرا کر امین کے بیٹے موسیٰ بن امین کو ولیعہد بنوائے تاکہ مامون کا خدشہ ہی باقی نہ رہے۔ چنانچہ اس نے امین کو ابھارا۔ امین تو خدا سے یہی چاہتا تھا کہ مامون اور موتمن دونوں کو معزول کر دے۔ چنانچہ اس نے اراکین سلطنت اور سپہ سالاران لشکر سے مشورہ لیا خزیمہ بن خازم نے اس رائے کی سخت مخالفت کی اگرچہ اور سب لوگ امین کی رائے سے متفق تھے مگر خزیمہ نے سر دست ولیعہدی کے مسئلہ کو رکوا دیا۔ ان تمام باتوں کی اطلاع

مامون کو بھی ہو گئی۔ لیکن وہ خاموش رہا۔

رافع اور ہرثمہ مامون کی خدمت میں

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ رافع کا ہرثمہ نے سمرقند میں محاصرہ کر لیا تھا۔ طاہر بن حسین بھی جو ایک نامور افسر تھا ہرثمہ کے ساتھ تھا۔ ہرثمہ نے ۱۹۳ھ میں سمرقند فتح کر لیا رافع سمرقند سے بھاگ کر ترکوں میں پناہ گیر ہوا اور ترکوں سے مدد لیکر ہرثمہ کے مقابلہ پر آیا ہرثمہ کی حکمت عملی سے ترکوں اور رافع میں ان بن ہو گئی اور ترک اس کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ رافع نے مامون سے امان طلب کی مامون نے اُسے امان دیدی۔ رافع مامون کے پاس چلا آیا مامون نے اسکی بڑی تواضع کی۔ ہرثمہ بھی چند روز کے بعد مامون کی خدمت میں حاضر ہوا مامون نے اسکی بھی عزت کی اسے اپنی رکابی فوج (باڈی گارڈ) کا افسر بنا لیا۔ یہ تمام واقعات ۱۹۳ھ میں ہوئے اسی زمانہ میں مامون نے عباس بن عبداللہ بن مالک کو رے کی حکومت سے معزول کر دیا۔

امین اور مامون میں ظاہرا مخالفت

امین مامون کو ولیعہدی سے معزول کرکے اپنے شیر خوار بیٹے موسیٰ بن امین کو ولیعہد بنانے کی فکر میں تھا۔ جب امین کو یہ خبر پہنچی کہ مامون نے رے کی حکومت سے عباس بن عبداللہ کو معزول کر دیا اور رافع کو اپنا مصاحب بنا لیا اور ہرثمہ کو اپنی رکابی فوج کا افسر مقرر کر لیا تو وہ مامون سے سخت ناراض ہو گیا اور اس نے بغیر انجام کار کو سوچے مامون کو ولیعہدی سے معزول کرکے اس کا نام خطبہ سے نکال کر اپنے بیٹے کا نام بطور ولیعہد کے خطبہ میں داخل کر دیا۔ اور عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ بن جعفر اور محمد بن عیسیٰ بن نہیک کو یہ پیام دے کر مامون کے پاس بھیجدیا کہ تم ولیعہدی سے مستعفی ہو جاؤ اور میرے بیٹے موسیٰ بن محمد امین کی ولیعہدی تسلیم کر لو۔ مامون نے اہل خراسان سے مشورہ کرکے امین کی استدعا کے ماننے سے انکار کر دیا۔ فضل بن سہل نے عباس بن موسیٰ کو شیشہ میں اتار کر اسے اپنا

آمادہ کرلیا کہ وہ مامون کا جاسوس بنکر امین کے ارادوں کی اطلاع دیتا رہے امین نے مامون کا نام خطبوں سے خارج کردیا اور مامون نے خراسان میں حکم دے دیا کہ امین کا نام خطبوں میں پڑھا جائے یہ واقعہ ۱۹۴ھ کا ہے۔ اسی سال یعنی ۱۹۴ھ میں امین نے وہ عہدنامہ جو خلیفہ ہارون رشید نے در کعبہ پر لٹکایا تھا۔ اترواکر منگایا اور اسے چاک کرڈالا۔ مامون نے کہا خدا کا شکر ہے امین نے مخالفت کی ابتدا کی اسکے بعد مامون نے خراساں کی اسلیئے ناکہ بندی کرادی تاکہ امین کا کوئی قاصد حدود خراسان میں داخل نہ ہوسکے اور امین خراسان میں بغاوت پھیلانے کی کوشش نہ کرسکے:۔

باہمی مخالفت کا اثر

امین اور مامون کی مخالفت باہمی کا یہ اثر ہوا کہ متمرد اور سرکش لوگ کھل کھیلے۔ اکثر صوبوں میں بغاوت شروع ہوگئی۔ سب سے پہلے خاقان شاہ تبت نے اسلامی ممالک پر شبخون مارنے کی تیاری کی ترکوں نے خراج دینا بند کردیا۔ شاہ کابل بھی بغاوت پر آمادہ ہوگیا۔ مامون کو اس سے بڑی تشویش ہوئی۔ مگر اس نے نہایت استقلال سے فضل بن سہل کے مشورہ سے باغیوں کو رام کرنا شروع کیا۔ خاقان اور والئی حبشونہ کی خودمختاری کا اعلان کردیا۔ بادشاہ کابل کو تحائف بھیجے۔ ترکوں کا خراج معاف کردیا۔ اسکی اس کاروائی سے پیش آمد خطرات کا سدباب ہوگیا ادھر مامون نے امین کو اپنی فرمانبرداری کا یقین دلایا اور امین کو یہ اطمینان ہوگیا کہ مامون اسکی مخالفت کی قوت ہی نہیں رکھتا۔ چنانچہ امین نے ۱۹۵ھ میں مامون کو ولیعہدی سے معزول کرکے اپنے شیرخوار بیٹے موسیٰ بن امین کی ولیعہدی کی بیعت لیکر موسیٰ کو الناطق بالحق کا خطاب دیدیا اور اس کاروائی کے چند ہی روز بعد امین نے اپنے دوسرے بیٹے عبداللہ کو موسیٰ کے بعد ولیعہد مقرر کرکے عبداللہ کو القائم بالحق کا خطاب دے دیا:۔

سفیانی کا ظہور

سرزمین شام میں خاندان بنوامیہ کا صرف ایک ہی شخص باقی رہ گیا تھا جس کا نام علی بن عبداللہ بن خالد بن یزید بن معاویہ تھا۔ اسکی ماں کا نام نفیسہ بنت عبیداللہ بن

عباس بن علی بن ابی طالب تھا۔ وہ سفیانی کے نام سے مشہور تھا اور اسکی کنیت ابو العمیطر تھی۔ وہ کہا کرتا تھا کہ میں شیخین صفین کا بیٹا ہوں یعنی علی المرتضیٰ اور معاویہ کا کیونکہ معاویہؓ اسکے دادا اور علیؓ اسکے نانا ہوتے تھے۔ وہ نہایت ذی علم اور صاحب شعور تھا اس نے امین اور مامون کی خانہ جنگی دیکھکر ملک شام میں خروج کیا وہ تمام قبائل جو بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اسکے ساتھ ہو گئے۔ امین نے اسکے مقابلہ کیلئے فوجیں بھیجیں لیکن ہر فوج کو شکست ہوئی اور کئی برس تک ملک شام میں بد امنی رہی آخر ۱۹۸ھ میں بعض شامی قبائل نے سفیانی کو مغلوب کیا اور وہ ملک شام سے بھاگ گیا اور شامیوں نے دمشق پر قبضہ کر لیا:۔

حجاز میں مامون کی بیعت

حجاز میں داؤد بن عیسیٰ گورنر تھا۔ امین نے جب در کعبہ سے عہد نامہ منگا کر چاک کر دیا اور داؤد بن عیسےٰ کو حکم دیا کہ وہ خطبہ میں مامون کے نام کے بجائے موسیٰ اور عبد اللہ کے نام لیا کرے تو داؤد نے اس حکم کے ماننے سے انکار کر دیا اور مدینہ مکہ اور حجاز کے تمام سربرآوردہ لوگوں کو جمع کرکے کہا کہ امین نے بدعہدی کی ہے ہم نے امین کے بعد مامون کی ولیعہدی کا حلف اٹھایا ہے۔ اور اس اقرار پر ہمیں کاربند رہنا چاہیئے موسیٰ اور عبد اللہ شیر خوار بچے ہیں ہمیں انکی بیعت نہیں کرنا چاہیئے اسکی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ اہل حجاز امین سے ناراض ہو گئے۔ اور انہوں نے مامون کی خلافت کو تسلیم کرکے امین کا نام خطبوں سے خارج کر دیا۔ داؤد بن عیسےٰ مکہ سے روانہ ہو کر براہ بصرہ فارس کرمان سفر کرکے مرو میں پہنچکر مامون کی خدمت میں حاضر ہوا اور حجاز کی حالت سے اطلاع دی۔ مامون نے خوش ہو کر اسے اپنی طرف سے حجاز کا گورنر مقرر کرکے واپس کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۹۶ھ کا ہے:۔

امین اور مامون میں جنگ

مامون کو یقین تھا کہ امین اس پر لشکر کشی کرے گا اسلئے اس نے فضل بن سہل کو ذو الریاستین یعنی صاحب سیف و قلم کا خطاب دیکر وزیر سلطنت مقرر کیا۔ اور

طاہر بن حسین بن مصعب بن زریق بن اسعد خزاعی کو فوج کی سپہ سالاری پر مامور کیا فضل بن سہل نے صوبہ رے کے سرحدی علاقہ میں پہنچکر جنگ آزمودہ لوگوں کو فوج میں بھرتی کیا اور یہ لشکر طاہر کے حوالہ کیا۔ طاہر نے ابوالعباس خزاعی کو امیر لشکر مقرر کرکے کچھ لشکر رے کیطرف روانہ کیا۔ ابوالعباس نے رے میں پہنچکر قیام کیا۔ امین نے حماد بن سالم کو ایک ہزار پیادوں کے ساتھ روانہ کرکے حکم دیا کہ ہمدان میں قیام کرکے اپنے مقدمتہ الجیش کو ساوہ کیطرف روانہ کرنا اسکے بعد ہی امین نے ایک اور بڑا لشکر مرتب کیا اور فضل بن ربیع کے مشورہ سے علی بن عیسےٰ بن ماہان کی سرکردگی میں خراسان کیجانب روانہ کیا۔ خراسان کے لوگ علی بن عیسےٰ سے ناخوش تھے اور فضل بن ربیع نے یہی غلطی کی کہ علی بن عیسےٰ کو خراسان بھیجا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اہل خراسان نے مرنے اور مارنے پر قسمیں کھالیں۔ امین نے پچاس ہزار کی جمعیت اور ہتھیار ساز و سامان علی بن عیسےٰ کے حوالہ کیا اور اس نواح کے گورنروں کے پاس فرامین بھیجے کہ وہ ابن ماہان کی ہر قسم کی مدد کریں علی بن عیسےٰ جب امین کی ماں زبیدہ خاتون سے رخصت ہونیکے لئے گیا۔ تو زبیدہ نے اُسے ہدایت کی کہ مجھے مامون سے بھی محبت ہے اُسکے ساتھ کوئی بے ادبی نہو۔ یہ چاندی کی ہتھکڑی اور بیڑیاں ہیں اسے یہ پہنا کر یہاں لے آنا جب علی بن عیسےٰ بغداد سے روانہ ہوا تو خلیفہ امین اور ارکین سلطنت اسے رخصت کرنے کیلئے بغداد سے باہر تک آئے لوگوں کا بیان ہے کہ جس شان سے یہ لشکر روانہ ہوا اس سے پہلے اس شان سے کوئی لشکر روانہ نہیں ہوا تھا علی بن عیسےٰ جب رے سے پانچ فرسنگ کے فاصلہ پر پہنچا تو طاہر بھی لشکر لیکر آگیا لیکن طاہر کیساتھ صرف چار ہزار فوج تھی اور علی کے ہمراہ پچاس ہزار کا عظیم الشان لشکر تھا۔ دونوں لشکروں نے صف آرائی کی طاہر کے کچھ لشکری علی کے پاس چلے گئے علی نے یہ حماقت کی کہ انہیں وردی سے ٹہوا کر نکلوادیا اور ان میں سے بعض کو قید کرلیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ طاہر کا ہر لشکری مرنے مارنے پر آمادہ ہوگیا۔ آخر جنگ ہوئی اور طاہر کی ہوشیاری اور استقلال سے اسکی تھوڑی سی جمعیت نہایت دلیری سے لڑی۔ اثنائے جنگ میں علی بن عیسٰی کے حلق میں

ایک تیر تر از و ہو گیا اور وہ مردہ ہو کر گرا۔ اسکے مرتے ہی امین کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ طاہر کے لشکر نے دو فرسنگ تک فراریوں کا تعاقب کیا۔ جب رات کا پردہ حائل ہو گیا تب فراریوں کی جانیں بچیں۔ طاہر مظفر و منصور رے میں واپس آیا اور مامون کی خدمت میں فتحنامہ اس مضمون سے روانہ کیا۔ (میں یہ فتحنامہ امیرالمومنین کی خدمت میں اس حالت میں روانہ کر رہا ہوں کہ علی بن عیسٰی کا سر میرے سامنے ہے اسکی انگوٹھی میری انگلی میں ہے۔ اور اس کا لشکر میری ماتحتی میں ہے۔) یہ خط ڈاک کے ذریعے سے تین دن کے عرصہ میں مرو میں فضل بن سہل کے پاس پہنچا۔ اُس نے مامون کی خدمت میں حاضر ہو کر فتح کی مبارکباد دی۔ دو دن کے بعد علی کا سر بھی پہنچا۔ جسے تمام ملک خراسان میں تشہیر کیا گیا۔ جب امین کو علی کے مارے جانے کی خبر ہوئی تو اس نے عبدالرحمٰن بن جبلہ انبادی کو بیس ہزار سواروں کی جمعیت کیساتھ طاہر کے مقابلہ کیلئے روانہ کیا۔ اسے ہمدان اور علاقہ خراسان کا گورنر بھی مقرر کر دیا۔ عبدالرحمٰن نے ہمدان میں پہنچکر قلعہ بندی کی۔ طاہر اسکے آنیکی خبر سُنکر اپنی فوج کے ساتھ ہمدان پر چڑھ آیا۔ عبدالرحمٰن نے قلعہ سے نکلکر مقابلہ کیا۔ لیکن طاہر سے شکست کھا کر بھاگا اور قلعہ میں محصور ہو گیا۔ طاہر نے قلعہ کا محاصرہ کر کے کچھ فوج کے ساتھ قزدین کیطرف رخ کیا قزدین کا عامل بھاگ نکلا۔ طاہر نے قزدین کو فتح کر لیا۔ ادھر جب ہمدان کے محاصرے نے طول کھینچا اور شہریوں کو اذیت ہوئی تو عبدالرحمٰن کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں شہر والے بغاوت کر کے شبخون نہ ماریں۔ اسلیئے اس نے طاہر سے امان طلب کی طاہر نے امان دیدی اور ہمدان پر قبضہ کر لیا۔ چونکہ عبدالرحمٰن کو امان دیدی گئی تھی۔ اسلیئے وہ بلا روک ٹوک جہاں چاہتا آتا جاتا تھا۔ ایک روز عبدالرحمٰن نے طاہر کو غافل پا کر اس پر حملہ کر دیا طاہر نے اپنی رکابی فوج کو لیکر عبدالرحمٰن کا مقابلہ کیا۔ اثنائے جنگ میں عبدالرحمٰن مارا گیا۔ اسکے ہمراہیوں میں سے بھی بہت سے مارے گئے باقی بھاگ کر بغداد کیطرف چلے اور راستہ میں عبداللہ و احمد پسران حریشی کے لشکر سے ملے یہ لشکر بغداد سے عبدالرحمٰن کی مدد

کیلئے آرہا تھا۔ اس لشکر پر طاہر کا ایسا رعب طاری ہوا کہ بلا مقابلہ کئے راستہ ہی سے واپس لوٹ گیا۔ طاہر میدان صاف دیکھکر بڑھا اور شہروں اور قلعوں پر قبضہ کرتا ہوا حلوان میں پہنچا حلوان کے چاروں طرف اس نے خندق کھدوادی اور مورچے قائم کر کے فوج کو مورچوں پر متعین کر دیا

مامون کی بیعت

ان فتوحات کے فوراً بعد مامون نے امیر المومنین کا لقب اختیار کر کے لوگوں سے خلافت کیلئے بیعت لی خطبوں میں اپنا نام شامل کیا۔ فضل بن سہل کو کل ممالک مشرقی کا جسمیں جبل ہمدان سے تبت تک اور بحر فارس سے بحر دیلم اور جرجان تک کا علاقہ شامل تھا والی مقرر کیا اور اسکے بھائی حسن بن سہل کو دیوان خراج (افسر مال) متعین کیا۔ علی بن ہشام کو وزیر جنگ اور نعیم بن خازم کو ڈاک کا افسر مقرر کیا۔

امین کے سپہ سالاروں کی بزدلی

جب عبدالرحمن کے مارے جانے اور عبداللہ و احمد پسران حرشی کے بھاگ آنے کی خبر بغداد میں پہنچی تو تمام شہر میں ہلچل مچگئی خلیفہ امین نے اسد بن یزید بن مزید کو طلب کر کے طاہر کے مقابلہ میں روانہ ہونیکا حکم دیا۔ اسد نے کہا کہ میرے تمام لشکر کو ایک سال کی پیشگی تنخواہیں دیجائیں سامان حرب رسد کافی دیا جائے اور اسکا وعدہ کیا جائے کہ جن شہروں اور قلعوں کو میں فتح کروں اس کا مجھ سے حساب نہ لیا جائیگا۔ تجربہ کار اور بہادر سپاہی میرے سپرد کئے جائیں ناکارہ اور کمزوروں کو لشکر سے الگ کر دیا جائے۔ امین کو اسکی شرائط سنکر اسقدر غصہ آیا کہ اُسے قید کر دیا۔ اور عبداللہ بن حمید بن قحطبہ کو طلب کر کے طاہر کے مقابلہ پر جانے کا حکم دیا۔ عبداللہ نے بھی قریب قریب ہی شرطیں پیش کیں جو اسد نے کی تھیں امین نے اسے بھی قید کر دیا۔ اسد کے چچا احمد بن مزید نے امین سے اسد کی سفارش کی امین نے اسد بن یزید کو رہا کر کے بیس ہزار فوج کے ساتھ بغداد سے روانہ کیا۔ عبداللہ بن حمید نے بھی معافی طلب کی اسے بھی امین نے قید سے آزاد کر کے بیس ہزار فوج کے ساتھ طاہر کے

مقابلہ پر بھیجا۔ اسد اور عبداللہ دونوں چالیس ہزار فوج کے ساتھ حلوان کے قریب مقام خانقین میں دونوں سردار خیمہ زن ہوئے۔ طاہر بھی اپنا لشکر لیکر ان دونوں کے مقابلہ کیلئے آپہنچا اس نے یہ حکمت کی کہ اپنے جاسوسوں کو بغداد کے لشکر میں بھیجکر یہ افواہ اڑادی کہ بغداد کا خزانہ خالی ہو چکا ہے سپاہیوں کی تنخواہیں بند ہو گئی ہیں۔ فوجیں پریشان پھر رہی ہیں جہاں جو کچھ پاتی ہیں اس پر قبضہ کر لیتی ہیں۔ بغداد کے لشکر میں ان افواہوں سے بڑی تشویش پھیل گئی۔ کوئی ان خبروں کی تردید کرتا تھا اور کوئی تائید۔ آخر آپس ہی میں تو تو میں میں ہونے لگی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو گئے اور لڑتے جھگڑتے طاہر کا مقابلہ کئے بغیر ہی بغداد کیطرف چل دیئے۔ طاہر نے بڑھکر حلوان پر قبضہ کر لیا۔

ہرثمہ بن اعین کا تقرر

اسی اثناء میں ہرثمہ بن اعین مامون کیطرف سے ایک لشکر جرار کے ساتھ خلیفہ مامون کا فرمان لئے ہوئے طاہر کے پاس حلوان میں پہنچا۔ اس فرمان میں لکھا تھا کہ اب تک جسقدر ملک تم فتح کر چکے ہو وہ سب ہرثمہ کے سپرد کر دو۔ اور تم اہواز کیطرف پیشقدمی کرو۔ طاہر نے اس فرمان کو آنکھوں سے لگا کر بوسہ دیا۔ اسکی تعمیل کی جسقدر ملک اب تک فتح کیا تھا ہرثمہ کے سپرد کر کے خود اہواز کیطرف بڑھا۔

عبدالملک بن صالح کی وفات

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے عبدالملک بن صالح کو قید کر دیا۔ اس نے امین سے کہا۔ خراسانیوں کا مقابلہ اہل عراق نہیں کر سکتے۔ بلکہ ان کے مقابلہ میں شامیوں کو بھیجنا چاہیئے امین نے عبدالملک بن صالح ہی کو ملک شام اور جزیرہ کی سند گورنری دیکر اسے طاہر سے جنگ کرنے پر مامور کیا۔ عبدالملک نے رقہ میں پہنچکر رؤسائے شام سے خط و کتابت شروع کی شامی خراسانیوں سے لڑنے کیلئے تیار ہو گئے اور تھوڑے ہی دنوں میں شامیوں کا ایک بہت بڑا لشکر فراہم ہو گیا حسین بن علی بن عیسےٰ بھی عبدالملک کے ساتھ تھا اور وہ خراسانی فوج

پر فسر تھا۔ اتفاق سے عبد الملک بیمار ہو گیا اور مرض روز بروز بڑھتا گیا۔ اسی دوران میں خراسانیوں اور شامیوں میں ایک جانور کے اوپر جھگڑا ہو گیا۔ باتوں باتوں میں جنگ کی نوبت پہنچ گئی۔ عبد الملک نے ہر چند روکا۔ مگر نہ رکے۔ آخر کشتوں کے پشتے لگ گئے شامی ناراض ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے۔ اسی اثناء میں عبد الملک کا انتقال ہو گیا حسین بن علی خراسانیوں کا لشکر لیکر بغداد کیطرف چل پڑا۔ دراصل امین کا اقبال جاتا رہا تھا۔ قسمت کے سامنے کوئی تدبیر کارگر نہ ہوتی تھی۔ اسکی بظاہر یہ وجہ ہے کہ اس نے بدعہدی کی تھی:۔

خلیفہ امین کی معزولی و بحالی

جب حسین بن علی خراسانیوں کا لشکر لے کر بغداد کے قریب پہنچا تو خلیفہ امین کے حکم سے رؤسائے شہر اور اراکین سلطنت نے اس کا استقبال کیا۔ آدھی رات گذرنے کے بعد خلیفہ امین نے حسین بن علی کو دربار میں طلب کیا۔ حسین نے جانے سے انکار کیا۔ اور صبح ہوتے ہی اپنے ہمراہیوں کو خلیفہ امین کی معزولی پر آمادہ کر کے بغداد کے پل پر آیا۔ امین کی فوج نے پل پر اس کا مقابلہ کیا۔ لیکن پہلے ہی حملہ میں امین کی فوج شکست کھا کر بھاگ کھڑی ہوئی حسین بن علی نے بڑھ کر قصر خلافت کا محاصرہ کر کے امین اور اسکی والدہ زبیدہ خاتون دونوں کو گرفتار کر کے قصر منصور میں قید کر دیا۔ یہ واقعہ پندرہ[15] رجب ۱۹۶ھ کا ہے۔

حسین بن علی اگرچہ امین ہی کا سپہ سالار تھا۔ لیکن اس نے غداری اور بے وفائی کر کے اپنے ہی خلیفہ کو قید کر دیا اور لوگوں سے مامون کی خلافت کیلئے بیعت لینے لگا۔ اس سے اگلے دن حسین بن علی کے لشکریوں نے حسین سے اپنی تنخواہیں طلب کیں حسین کے پاس کیا رکھا تھا۔ وہ حیلے حوالے کرنے لگا۔ لوگوں میں سرگوشیاں ہونے لگیں اور اہل بغداد امین کی معزولی اور گرفتاری پر افسوس کرنے لگے۔ اور انہوں نے متحد ہو کر حسین بن علی کا مقابلہ شروع کر دیا۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ آخر حسین بن علی نے شکست کھائی۔ لوگوں نے حسین کو گرفتار کر لیا۔ اسد حربی نے قصر منصور میں پہنچکر امین اور زبیدہ کو آزاد کر دیا اور

امین کو لا کر تخت خلافت پر بٹھایا اور دوبارہ آپ کی خلافت کیلئے بیعت لی۔ حسین بن علی پابہ زنجیر امین کے حضور میں پیش کیا گیا۔ امین نے اسے ملامت کی اس نے معذرت کی۔ امین نے اسے اس شرط پر معاف کر دیا کہ وہ طاہر کے مقابلہ پر جائے۔ حسین بن علی آمادہ ہو گیا۔ امین نے اسے گرانبہا خلعت عطا کیا۔ اور نہایت عزت و احترام سے لشکر کے ساتھ رخصت کیا۔ اہل بغداد پل تک آپ کی معیت میں آئے جب لوگ اسے وداع کر کے رخصت ہو گئے اور مجمع معمولی رہ گیا تو حسین بن علی اپنی بغاوت کا اعلان کر کے بھاگ کھڑا ہوا امین نے اسکے تعاقب میں سواروں کو بھیجا۔ بغداد سے تین میل کے فاصلہ پر سواروں نے حسین بن علی کو جا دبایا خفیف سی جھڑپ کے بعد حسین بن علی مارا گیا اور اس کا سر امین کے روبرو پیش کیا گیا۔ جس روز حسین بن علی مارا گیا اسی روز فضل بن ربیع جو امین کا وزیر اعظم تھا ایسا روپوش ہوا کہ پھر اس کا پتہ نہ چلا۔ امین کو اُسکے اسطرح دھوکہ دیکر غائب ہو جانے سے بڑی پریشانی ہوئی :-

طاہر کی فتوحات

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ طاہر اہواز کیطرف روانہ ہو گیا تھا۔ اس نے حسین بن عمر رستمی کو بطور مقدمۃ الجیش کے آگے روانہ کر دیا تھا۔ طاہر کی اہواز پر لشکر کشی کی خبر امین کو بھی پہنچ گئی تھی۔ اُس نے محمد بن یزید بن حاتم کو اہواز کے بچانے کے لئے جمعیت کثیر دیکر روانہ کیا۔ جب طاہر کو محمد بن یزید کی روانگی کی اطلاع ہوئی تو اُس نے حسین بن عمر رستمی کی مدد کیلئے اور کمک بھیجی اور اس کمکی فوج کو حکم دیا کہ جسقدر جلد ممکن ہو حسین بن عمر رستمی سے جا ملو اور خود بھی تیزی سے چل کر اسکے قریب پہنچ گیا۔ محمد بن یزید اہواز سے آگے بڑھکر مقام مکرم میں خیمہ زن تھا۔ جب اُس نے طاہر کی فوجوں کے قریب آجانے کی خبر سُنی تو کھلے میدان میں لڑنا مناسب سمجھکر اہواز کیطرف واپس لوٹا۔ طاہر نے فوراً اسکے تعاقب میں قریش بن سہیل کو روانہ کیا۔ قریش نے تیزی سے بڑھکر محمد بن یزید پر حملہ کیا۔ نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ لڑائی کے ہنگامہ میں محمد بن یزید مارا گیا۔ اور

اس کا لشکر بھاگ گیا۔ طاہر نے اہواز پر قبضہ کر لیا اور اپنی طرف سے یمامہ بحرین اور
عمان پر عمال مقرر کر کے بھیجے۔ اسکے بعد وہ واسط کیطرف بڑھا واسط کا عامل جو امین
کیطرف سے مامور تھا۔ بھاگ گیا۔ اور طاہر نے واسط پر بھی قبضہ کر لیا اور وہاں سے کوفہ کیطرف
فوج روانہ کی۔ کوفہ میں عباس بن ہادی امین کیطرف سے حاکم تھا۔ اس نے فوراً خلیفہ
امین کی معزولی کا اعلان کر کے مامون کی خلافت کی بیعت کر لی اور طاہر کے پاس
اطلاع بھیجدی۔ منصور بن مہدی بصرہ کے گورنر نے بھی ایسا ہی کیا۔ کوفہ اور بصرہ عراق
کے مرکزی مقام تھے اور ان دونوں صوبوں کے گورنر خاندان خلافت سے تعلق رکھتے
تھے۔ ان دونوں نے امین کو معزول کر کے مامون کی خلافت تسلیم کر لی ادھر داؤد
بن عیسےٰ حجاز کے گورنر نے بھی جو خاندان خلافت سے ہی تھا پہلے ہی مامون کی
بیعت کر لی تھی۔ اس سے لوگوں میں ایک مثال قائم ہو گئی۔ چنانچہ موصل کے گورنر مطلب
بن عبداللہ بن مالک نے بھی امین کی معزولی کا اعلان کر کے مامون کی خلافت کو
تسلیم کر لیا۔ طاہر نے ان سب کو ان کے عہدوں پر بدستور بحال رکھا۔ طاہر اہواز سے
چلکر مقام جرجرایا میں آکر خیمہ زن ہوا۔ اور اس نے وہاں سے حرث بن ہشام اور داؤد بن موسےٰ
کو قصر ابن ہبیرہ کیجانب روانہ کیا۔ خلیفہ امین نے محمد بن سلیمان اور محمد بن حماد بربری
قصر ابن ہبیرہ کیجانب اور فضل بن موسےٰ کو کوفہ کیجانب روانہ کیا۔ حرث اور داؤد نے
محمد بن سلیمان اور محمد حماد دونوں کو شکست دیکر بغداد کیطرف بھگا دیا۔ فضل بن
موسےٰ کی یورش کی خبر سنکر طاہر نے محمد بن علاء کو اسکے مقابلہ کیلئے روانہ کیا
اثنائے راہ میں فضل اور محمد بن علاء کی مٹھ بھیڑ ہو گئی۔ فضل نے چالاکی سے محمد بن علاء
سے کہا۔ میں تمہارا مقابلہ کرنے نہیں آیا بلکہ مامون کا مطیع ہو کر آیا ہوں اگرچہ محمد بن
علاء کو اسکی بات کا یقین نہ آیا تھا پھر بھی اس نے جنگ میں پیشقدمی نہیں کی البتہ
شبخون کے خوف سے لشکر کی حفاظت کا انتظام کر لیا فضل نے یہ سمجھ کر کہ محمد بن علاء

مطمئن ہو کر غافل ہو گا۔ رات کو اسکے لشکر پر شبخون مارا۔ محمد بن علاء نے اس کا مقابلہ کر کے اسنے شکست دی قصل بغداد کیطرف بھاگا۔ اسکے بعد طاہر نے مدائن کا رخ کیا۔ مدائن میں خلیفہ امین نے بہت زیادہ تعداد میں فوجیں جمع کر رکھی تھیں۔ مزید برآں برابر سامان رسد اور کمکی فوجیں مدائن میں آ رہی تھیں۔ مگر طاہر کے مدائن میں آتے ہی تمام فوجیں بغداد کیطرف بھاگ گئیں۔ طاہر نے مدائن پر قبضہ کر کے نہر صرصر پر جا کر قیام کیا اور نہر کا پل بند ہوا یا۔ خلیفہ امین نے جب قصر ابن ہبیرہ اور کوفہ کیطرف فوجیں بھیجی تھیں تو اسی وقت علی بن محمد بن عیسے بن نہیک کو ایک لشکر کے ساتھ ہرثمہ بن اعین کے مقابلہ میں روانہ کیا تھا۔ نہرواں کے قریب علی کا ہرثمہ سے مقابلہ ہو گیا۔ ہرثمہ نے علی بن محمد کی فوج کو ہزیمت دے کر بھگا دیا اور علی بن محمد کو گرفتار کر کے ماموں کے پاس مرو میں بھیجدیا۔ اور خود حلوان کے بجائے نہرواں میں آ کر ٹھہر گیا۔ غرضیکہ اس طرح امین کے ان تمام لشکروں کو شکست ہوئی جنھیں اس نے ماموں کے مقابلہ میں بھیجا اور موصل واسط۔ کوفہ۔ بصرہ۔ حجاز۔ یمن۔ یمامہ اور حیرہ وغیرہ تمام صوبے بھی نکل گئے یہ تمام واقعات ۱۹۶ھ میں رونما ہوئے:۔

بغداد کا محاصرہ

ماموں کی فوجوں کا سیلاب بغداد کیطرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔ امین کی فوجیں شکست کھا کر بغداد میں واپس آ گئی تھیں۔ ماموں کے لشکر کے دو زبردست سپہ سالار طاہر بن حسین اور ہرثمہ بن اعین تھے ان میں بھی طاہر کی زیادہ شہرت تھی۔ کیونکہ اس نے ہی امین کی فوجوں کو شکستوں پہ شکستیں دی تھیں اور اس نے ہی اسکے بہت سے صوبوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ دونوں سپہ سالار دو مختلف سمتوں سے بغداد کیطرف بڑھ رہے تھے ان میں سے ایک یعنی طاہر نہر صرصر کیطرف سے اور دوسرا یعنی ہرثمہ نہرواں کیجانب سے امین کی فوجوں کو دباتے بڑھے چلے آ رہے تھے۔ خلیفہ امین نے جب لڑائی کا رنگ

بدلتے دیکھا۔ تو طاہر کے لشکر میں طمع اور سازش کا جال پھیلا دیا جس کا نتیجہ ہوا کہ طاہر کی تقریباً پانچہزار فوج اور کئی بڑے بڑے سردار طاہر کا ساتھ چھوڑ کر امین کے پاس چلے آئے۔ امین نے ان کی بڑی عزت افزائی کی خوب انعامات دیئے اور اس لشکر کو اپنی فوج کے ساتھ نہر صرصر کی طرف طاہر کے مقابلہ میں بھیجا۔ طاہر نے اس لشکر کا نہایت جوانمردی سے مقابلہ کیا صبح سے شام تک معرکہ کارزار گرم رہا شام کے وقت امین کے لشکر کو ہزیمت ہوئی۔ طاہر کی فوج نے امین کی لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ امین نے اگلے روز ایک اور لشکر مرتب کیا اس میں ہزیمت یافتہ لشکر میں سے ایک آدمی کو بھی نہ لیا۔ اس لشکر کو بھی طاہر کے مقابلہ پر بھیجا طاہر نے حکمت عملی سے اس لشکر کو اپنی طرف ملا لیا اور امین کا یہ لشکر شور وغل مچاتا ہوا بغداد کیطرف پلٹ پڑا۔ امین نے بازاری لوگوں کا بھی ایک لشکر مرتب کر رکھا تھا۔ اس نے ان بازاریوں اور باغیوں کو مقابلہ میں بھیجا طاہر نے سازش کر کے اس لشکر کو بھی توڑ لیا اور نہر صرصر سے بڑھکر باب انبار پر جا اترا۔ یہاں اس نے امین کا سا جال پھیلا کر خلیفہ امین کے بڑے بڑے سرداروں اور فوجی دستوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس سے تمام بغداد میں ایک غدر سا مچ گیا۔ قیدی جیل کے دروازے توڑ توڑ کر نکل آئے بدمعاشوں اور اوباشوں نے لوٹ مار شروع کر دی۔ جبکہ بغداد میں بدامنی پھیلی ہوئی تھی اس وقت ہرثمہ نے نہروان سے آگے بڑھکر نہر یمن میں مورچہ قائم کیا اور عبداللہ بن وضاح نے شماسیہ کیطرف اور مسیب بن زہیر نے قصر کلواذی کیجانب مورچہ بندی کر لی طاہر باب انبار پر آہی اترا تھا اسطرح مامون کے ہوشیار سپہ سالاروں اور سرفروش فوجوں نے بغداد کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرے سے اہل بغداد پر عرصۂ حیات تنگ ہو گیا۔ خلیفۂ امین یہ کیفیت دیکھکر بہت زیادہ فکرمند اور پریشان ہوا ادھر اسکے سپاہیوں نے تنخواہ کا مطالبہ کر دیا۔ خزانہ خالی ہو چکا تھا۔ امین نے سونے چاندی کے برتن اور زیورات نیز قیمتی سامان فروخت کر کے فوج کے روزینے تقسیم کئے اور آتش گیر مادہ فراہم کر کے مامون کے لشکر پر آتشباری شروع کی طاہر نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ ان معرکوں میں امین کے بہت سے آدمی نذر اجل ہو گئے۔

جب محاصرے نے طول کھینچا تو امین کے سردار دل برداشتہ ہو کر طاہر کے پاس آنے لگے سب سے پہلے سعید بن مالک بن خلوم امن حاصل کر کے طاہر کے پاس چلا آیا۔ طاہر نے اُسے درباؤں اور بازاروں کی حکومت عطا کر کے خندقیں کھدوانے اور مورچے آگے بڑھانے کی خدمت سپرد کی۔ امین کی طرف سے قصرِ صالح اور قصرِ سلیمان بن منصور میں جو دریائے دجلہ کے کنارے پر تھے چند سردار متعین تھے جو محاصر کے مورچوں اور دمدموں کو توڑنے کے لئے منجنیقوں سے آتشباری اور سنگ اندازی کر رہے تھے۔ طاہر بھی برابر جواب دے رہا تھا۔ رات دن کے چلتے ہوئے گولے اور بڑے بڑے پتھر طرفین کی جانب سے پھینکے جا رہے تھے اس سے بغداد کا اکثر حصہ ٹوٹ پھوٹ کر برباد ہو گیا تھا۔ طاہر جوں جوں آگے بڑھتا جاتا تھا۔ خندقیں کھدوا کر مورچے قائم کر لیتا تھا۔ اسی دوران ہنگامہ میں امین سے ایک اور یہ غلطی ہوئی کہ اس نے بنو ہاشم اور بعض سرداران لشکر کے مال و اسباب کو اس بنا پر ضبط کر لیا کہ وہ میدان میں نکلکر طاہر کے مقابلہ پر نہ آئے تھے اس سے تمام فوج میں بے دلی کی لہر دوڑ گئی اور جنگجو میدان کارزار سے ہٹ کر لڑائی سے ہاتھ روک بیٹھے امین نے شہر کے بدمعاشوں اور اوباشوں کو فوج میں بھرتی کر لیا ان جرائم پیشہ لوگوں نے شہر پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا پہلے سے زیادہ لوٹ مار ہونے اور بدامنی پھیلنے لگی اس کا بہت ہی برا نتیجہ برآمد ہوا۔ امین کے اس سپہ سالار نے جو قصرِ صالح پر لڑ رہا تھا طاہر سے امان طلب کر کے قصرِ صالح کو ماہ جمادی الثانی ۱۹۷ھ میں طاہر کے حوالے کر دیا۔ اسکے فوراً ہی بعد امین کی پولیس کے افسرِ اعلےٰ محمد بن عیسےٰ بھی امان حاصل کر کے طاہر کے پاس چلا گیا۔ طاہر نے قصرِ صالح پر قبضہ کر کے امین کے فوجی سرداروں کے پاس ایک گشتی چٹھی اس مضمون کی بھیجی کہ جو کوئی مامون کی بیعت کریگا اسے امان دیدی جائیگی۔ اس چٹھی کا یہ اثر ہوا کہ یحییٰ بن علی بن ماہان اور محمد بن عباس طائی اور بہت سے دوسرے افسروں نے مامون کی بیعت کر لی اور ان میں سے جو شخص جس مورچہ پر متعین تھا اس نے وہ مورچہ طاہر کے حوالہ کر دیا۔ امین یہ کیفیت دیکھکر گھبرا گیا۔ اس نے محمد بن عیسےٰ بن نہیک کو جنگی امور کا مختار کل بنا کر حسن عرشی کو اس کا نائب مقرر کر دیا جنگی فوج تو امین کے پاس

باقی نہیں رہی تھی۔ بازاریوں اور غوغائیوں کا مجمع غضب البتہ ساتھ تھا یہی لوگ فوجی مہم کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ انکی دست درازیوں سے تنگ آکر شرفاء اور رؤساء شہر چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے طاہر نے بغداد کی شہر پناہ توڑنیکا حکم دیدیا اور فرات کی نالہ بندی کر کے شہر میں غلہ جانے سے روکدیا۔ اس سے شہر والوں کو فاقہ کی نوبت آپہنچی۔ بغداد کی نئی فوج نے جو شمیں آکر عبداللہ بن وضاح پر حملہ کر کے اسے شکست دی اور شماسیہ پر قبضہ کرلیا۔ ہرثمہ عبداللہ کی مدد کو پہنچا لیکن اسے بھی شکست ہوئی اور وہ گرفتار ہوگیا لیکن اسکے ہمراہیوں نے بڑی حکمت عملی سے اُسے رہا کرالیا۔ طاہر یہ حالات سنکر خود اسطرف پہنچا اور زبردست حملہ کر کے اہل بغداد کو پسپا کیا اور شماسیہ پر قبضہ کر کے عبداللہ بن وضاح کو اُسکے مورچہ پر قابض کرادیا۔ ساتھ ہی طاہر نے بتدریج اپنا لشکر تمام شہر بغداد میں پھیلا دیا۔ جو مقابلہ پر آیا۔ اسے شکست دی آخر امین کو مدینۃ المنصور میں محصور کرلیا۔ اب امین کو اپنی موت نظر آنے لگی لیکن وہ صبر و استقلال سے جما رہا۔ اس وقت اسکے ارکین سلطنت میں سے صرف حاتم بن صقر حسن حرشی اور محمد بن ابراہیم بن اغلب افریقی اسکے ہمراہ تھے۔ ان لوگوں نے امین سے عرض کی کہ اس گئی گذری حالت میں بھی سات ہزار سوار امیر المومنین کے حکم کے منتظر ہیں۔ مناسب ہے کہ اسی قدر امراء و رؤساء اور ارکین سلطنت کے لڑکوں کو منتخب کر کے ان کا افسر مقرر کیا جائے اور کسی دروازہ سے دشمن کی غفلت کیحالت میں نکلکر جزیرہ و شام کیطرف تشریف لیجلیے اور ایک جدید سلطنت کی بنیاد ڈالیے۔ امین نے اس رائے کو پسند کیا۔ اتفاق سے طاہر کو اس کے اس منصوبہ کا علم ہوگیا۔ اس نے سلیمان بن منصور محمد بن عیسے بن نہیک اور سندی بن شاہک کو ایک تہدیدی خط لکھا کہ اگر تم نے امین کو اسکے ارادہ سے باز نہ رکھا تو تمہارے حق میں بہتر نہ ہوگا۔ چنانچہ یہ لوگ ڈر گئے اور انہوں نے امین کیخدمت میں حاضر ہوکر کہا۔ کہ امیر المومنین کیلئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اپنے آپکو حاتم بن صقر اور محمد بن ابراہیم بن اغلب کے قبضہ میں دیدیں یہ لوگ خائن اور غیر معتبر ہیں البتہ یہ بہتر ہے کہ آپ ہرثمہ بن اعین سے امان طلب

کر کے اسکے پاس چلے جائیں امین رضامند ہو گیا۔ حاتم بن صقر کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اُس نے امین کو رائے دی کہ اگر امیر المومنین امان ہی طلب کرنا چاہتے ہیں تو طاہر سے امان طلب کیجئے۔ وہی تمام لشکر کا سالار اعظم ہے۔ امین نے کہا۔ میں طاہر سے ہرگز امان طلب نہ کروں گا چنانچہ امین نے ہرثمہ کے پاس امان طلب کرنیکی درخواست کی۔ ہرثمہ نے منظور کر لی۔ جب طاہر کو یہ بات معلوم ہوئی تو اُسے اس وجہ سے ناگوار ہوا کہ اسطرح اسکی تمام کارگذاریوں پر پانی پھرا جاتا تھا اور فتح کا سہرا ہرثمہ کے سر بندھتا تھا۔ اُس نے قصر کے گرد نہایت سختی سے پہرا قائم کر دیا:-

امین کا قتل

امین نے ہرثمہ کے پاس جانیکی تیاری شروع کی ہرثمہ نے محل کے نیچے کشتی لگا دی لیکن طاہر کی نگرانی سے کھٹک کر ہرثمہ نے ۲۵ محرم ۱۹۸ھ کو امین کے پاس پیغام بھیجا کہ طاہر بری طرح سے نگرانی کر رہا ہے آپ آج شب کو اور صبر کریں امین نے جواب میں کہلا بھیجا کہ میرے تمام ہمراہی مجھے تنہا چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ اگر طاہر کو یہ بات معلوم ہو گئی تو وہ مجھے ضرور گرفتار کر لیگا۔ آخر رات کو امین نے اپنے دونوں لڑکوں موسیٰ اور عبداللہ کو گلے لگایا پیار کیا اور رخصت ہو کر روتا ہوا دریا کے کنارہ پر آیا۔ یہاں ہرثمہ ایک جنگی کشتی لئے ہوئے جسے حراقہ[1] کہتے تھے موجود تھا۔ امین کشتی میں سوار ہو گیا۔ ہرثمہ نے اسے نہایت احترام سے سوار کرایا اور اسکے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور کشتی چلانے والوں کو حکم دیا کہ جو کوئی مزاحمت کرے اس پر آتشباری کیجائے۔ جونہی کشتی روانہ ہوئی۔ طاہر کی جنگی کشتیوں کا بیڑا سامنے آگیا اور ہرثمہ کے حراقہ کا محاصرہ کر کے لڑائی شروع کر دی۔ غوطہ زنوں نے حراقہ میں سوراخ کر دیئے اور جنگی کشتیوں سے تیر باری ہونے لگی۔ آخر حراقہ پانی میں ڈوب گئی۔ ہرثمہ کے سر کے بال پکڑ کر ملاح نے نکلا لا اور اُسے ڈوبنے سے بچا لیا۔ امین پانی میں تیرنے لگا اسے طاہر کے آدمیوں نے پکڑ لیا۔ احمد بن سالم تیر کر کنارہ پر پہنچا۔ یہ بھی امین کیساتھ تھا اسے بھی طاہر کے آدمیوں نے گرفتار کر لیا

[1] حراقہ اس جنگی کشتی کو کہتے ہیں جس میں آتشباری کرنیکے لئے مقامات بنے ہوئے ہیں۔ (رشاق صدیقی)

احمد بن سالم کا بیان ہے کہ مجھے گرفتار کرکے طاہر کے سامنے پیش کیا گیا۔ اُس نے مجھے قیدخانہ میں بھیجدیا۔ تھوڑی ہی رات گذری تھی کہ طاہر کے سپاہیوں نے قیدخانہ کا دروازہ کھولا۔ میں ڈرا کہ شاید مجھے قتل کرنے کیلئے نکالتے ہیں لیکن خلیفہ امین کو اندر داخل کرکے پھر دروازہ بند کردیا۔ اس وقت امین صرف ایک پائجامہ پہنے تھا۔ سر برعمامہ اور شانوں پر ایک بوسیدہ لپٹا تھا۔ میں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھکر رونے لگا۔ امین نے مجھے پہچان کر کہا کہ میری طبیعت سخت متوحش ہے تم مجھے اپنے گلے سے لگالو۔ میں نے اسے گلے سے لگالیا۔ جب کچھ دیر میں اسکے حواس بجا ہوئے تو اس نے ماموں کا حال دریافت کیا۔ میں نے کہا وہ زندہ ہے۔ امین نے کہا۔ مگر ماموں کے وکیل نے تو مجھ سے کہا تھا کہ وہ مر گیا۔ شاید اس سے اسکا یہ منشا ہوگا کہ میں جنگ کی طرف سے غافل ہوجاؤں میں نے کہا۔ خدا آپکے وزیروں سے سمجھے انہوں نے ہی آپکو دہوکہ دیا۔ کچھ دیر بعد امین نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ کیوں بھائی کیا یہ لوگ امان کے وعدہ کا ایفا کرینگے؟ میں نے کہا وہ کردینگے۔ میں نے کہا۔ انشاء اللہ کرینگے۔ ہم دونوں یہی باتیں کررہے تھے کہ محمد بن حمید طاہر کا ایک فوجی افسر آیا اور دور سے ہم دونوں کو دیکھکر اور غالباً امین کو پہچان کر واپس چلا گیا۔ اسکے بعد آدھی رات کے وقت چند عجمی ننگی تلواریں لئے ہوئے قیدخانہ میں گھس آئے۔ میں انھیں دیکھکر آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ ان میں سے ایک نے لپک کر امین کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا اور اسے ذبح کرکے اس کا سر اتار لیا۔ سر لیکر چلے گئے۔ صبح کو لاش بھی اٹھا لیگئے۔ امین ۲۵ محرم ۱۹۸ھ کو رات کے وقت قتل کیا گیا۔ طاہر نے صبح کو امین کا سر منظر عام پر لٹکا دیا۔ جب لوگوں نے اچھی طرح دیکھ لیا تو طاہر نے اپنے چچازاد بھائی محمد بن حسن بن زریق بن مصعب کے ہاتھ خاتم خلافت۔ عصا اور چادر کے ہمراہ امین کا سر ماموں کے پاس بھیجدیا اور شہر میں امان کی منادی کرادی۔ جمعہ کے روز جمعہ مسجد میں ماموں کے نام کا خطبہ پڑھا۔ امین کی برائیاں بیان کیں۔ سو سلے عبداللہ پسران امین کو

بھی مامون کے پاس بھیجدیا اور زبیدہ خاتون کو دریائے زاب کے کنارہ کسی مقام پر جلاوطن کر کے بھیجدیا۔ یہ واقعات ماہ محرم ۱۹۸ھ میں ہوئے :۔

مدت خلافت

خلیفہ امین نے ستائیس یا اٹھائیس سال کی عمر میں چار برس اور ساڑھے سات مہینے خلافت کر کے وفات پائی۔ اس کا زمانۂ خلافت فساد اور خونریزی میں گذرا۔ ہزاروں مسلمانوں کا خون بلاوجہ بہایا گیا۔ مورخوں کا یہ قول صحیح ہے کہ امین کا عہد خلافت عالم اسلام کیلئے مصیبت و نحوست کا زمانہ تھا۔ امین مہمات سلطنت انجام دینے کے قطعی ناقابل تھا وہ حسن پرستی کی لعنت میں گرفتار تھا۔ گانا سننے اور ناچ دیکھنے کا بڑا شائق تھا قسمت سے اُسے وزراء بھی نااہل اور غدار ملے۔ امین نے بلاوجہ مامون اور موتمن کو ولیعہدی سے معزول کر کے ان دونوں کو اپنا دشمن بنالیا۔ آخر اس کا وہی انجام ہوا جو ہونا چاہیئے تھا۔

چوتھا باب (۴)

بنو عباس کا شاندار دور

مامون الرشید

مامون بن ہارون رشید کا اصل نام عبداللہ تھا۔ خلیفہ ہارون رشید نے اسے مامون کا خطاب دیا تھا۔ ابوالعباس کنیت تھی۔ وہ ۱۴ ربیع الاول ۱۷۰ھ جمعہ کے روز کے وقت پیدا ہوا تھا۔ اسی رات کو ہادی کا انتقال ہوا تھا اور خلیفہ ہارون رشید تخت نشین ہوا تھا۔ اسکی ماں کا نام مراجل تھا وہ ایک مجوسی النسل پرستار تھی۔ مراجل بادغیس علاقہ ہرات میں پیدا ہوئی تھی۔ اسے علی بن عیسٰے خراسان کے گورنر نے خلیفہ ہارون رشید کی نذر کیا تھا۔ مراجل چلہ ہی میں مرگئی تھی اور اسلئے مامون الرشید کو آغوش مادر میں پرورش پانے کا موقعہ ہی نہ ملا لیکن اسکے باپ ہارون رشید کو اس سے خاص محبت تھی۔ اسلئے ہارون رشید نے

اسکی پرورش و تربیت پر خاص توجہ رکھی۔ پانچ برس کی عمر میں اسے کسائی نحوی اور یزیدی جیسے عالموں کی شاگردی میں دے دیا۔ ان دونوں استادوں نے اسے قرآن شریف اور علم و ادب کی تعلیم دی۔ بارہ۱۲ سال کی عمر میں مامون نے خداداد ذہانت و ذکاوت کی بدولت تعلیم و تربیت میں اچھی دستگاہ حاصل کر لی۔ مامون قرآن مجید کا حافظ اور متبحر عالم تھا فقہ اور حدیث میں بھی اُسے امتیاز خصوصی حاصل تھا۔ وہ فصیح الکلام اور برجستہ گو تھا اگرچہ خلیفہ ہارون رشید نے امین اور مامون دونوں کو بڑی توجہ سے تعلیم دلائی لیکن تعلیم کا جو اثر مامون پر ہوا وہ امین پر نہ ہوا۔ مامون ۱۹۳ھ سے ہی جب سے خلیفہ ہارون رشید کا انتقال ہوا تھا۔ خراسان وغیرہ ممالک مشرقیہ کا خود مختار فرمانروا تھا لیکن دراصل اسکی خلافت کا زمانہ ماہ محرم ۱۹۸ھ سے شروع ہوتا ہے امین ۲۵ محرم ۱۹۸ھ جمعہ کے روز مقتول ہوا اور مامون کی بیعت ۲۶ محرم ۱۹۸ھ شنبہ (ہفتہ) کے روز ہوئی۔

جب اہل بغداد نے مامون کو خلیفہ تسلیم کر لیا تو مامون نے اپنے وزیر فضل بن سہل کے حقیقی بھائی حسن بن سہل کو جبال فارس اہواز۔ بصرہ کوفہ۔ حجاز اور یمن وغیرہ تو مفتوحہ ممالک کی حکومت عطا کر کے بغداد کیجانب روانہ کیا۔ امین کے لشکروں کو طاہر نے ہمت ہزیمت دیکر امین کو قتل کر کے مامون کی خلافت کی بیعت لی تھی۔ طاہر ہی نے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے اسے صلہ کی امید تھی اور یہ توقع تھی کہ یا تو مفتوحہ علاقہ کی حکومت اسے دیجائے گی۔ لیکن اسکی امید کے خلاف حسن بن سہل کو حکومت ملی اس سے اسکی ہمت ٹوٹ گئی۔ اور لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مامون فضل بن سہل اپنے وزیر کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا ہوا ہے اب عجمیوں کا دور دورہ ہوگا اور عربوں کی عزت نہ کی جائیگی سو دراصل امین اور مامون کی خانہ جنگی میں عرب اور عجم ہی کا سوال تھا۔ عرب امین کے طرفدار تھے اور عجم مامون کے۔ حسن بن سہل نے اپنی طرف سے طاہر بن حسین کو جزیرہ۔ موصل اور شام کا گورنر بنا دیا۔

نصر بن شیث کی بغاوت

نصر بن شیث مقام کیسوم شمالی حلب کا رہنے والا تھا۔ اسکی طبیعت کا میلان امین کیطرف تھا۔ امین کے قتل کے بعد اس نے خروج کیا اور گرد و نواح کے شہروں پر قبضہ کر کے سمیساط پر بھی تسلط کر لیا۔ اسکے پاس بادیہ نشینان عرب کے گروہ جمع ہو گئے۔ حسن بن سہل نے اسکی سرکوبی کیلئے طاہر کو روانہ کیا۔ طاہر نے اسکے مقابلہ میں کسی خاص جوش کا اظہار نہ کیا۔ بلکہ رقہ میں ٹھہر کر اسے اس مضمون کا خط لکھا کہ امیر المومنین کی طاعت قبول کر لو۔ باغیانہ خیال چھوڑ کر مطیع ہو جاؤ!۔ دراصل نصر بن شیث نے محض اس وجہ سے بغاوت کی تھی کہ عرب پر اہل عجم کو ترجیح دیجاتی تھی۔ یہ بات طاہر کو بھی کھٹک گئی تھی اسلئے اس نے نصر کیطرف خاص توجہ نہ کی۔ ہرثمہ بن اعین بھی خراسان چلا گیا:۔

ابو سرایا کا خروج

ابو سرایا سری بن منصور بنو شیبان سے تھا۔ امین کے عہد خلافت میں وہ جزیرہ کے عامل کی فوج میں تھا۔ وہاں اس نے بنو تمیم کے ایک شخص کو قتل کر ڈالا تھا۔ جزیرہ کے عامل نے اس سے قصاص لینے کے لئے اسکی گرفتاری کا حکم دیا۔ وہ بھاگ کر فرات کو عبور کر گیا اور رہزنی کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ تیس اور آدمی رہزنی میں اسکے شریک ہو گئے۔ چند روز کے بعد وہ اپنے گروہ کے ساتھ یزید بن مزید کے پاس آرمینیہ میں چلا گیا۔ یزید نے اپنے لشکر میں اسے سالاری کا عہدہ دے دیا۔ جب یزید بن مزید فوت ہو گیا تو اسکے لڑکے اسد بن یزید نے بھی بدستور اسکے عہدہ پر بحال رکھا۔ جب اسد آرمینیہ کی حکومت سے معزول ہوا تو ابو سرایا احمد بن مزید کے پاس چلا گیا۔ خلیفہ امین نے جب احمد بن مزید نے ابو سرایا کو اپنے لشکر کے مقدمۃ الجیش کی سرداری دیدی مگر ہرثمہ نے اس سے سازش کر کے اسے اپنی طرف ملا لیا۔ ہرثمہ کے پاس پہنچکر ابو سرایا نے اپنے قبیلہ بنو شیبان کے دو ہزار ۲۰۰۰ آدمیوں کو جزیرہ سے بلا کر ہرثمہ کے لشکر میں بھرتی کرا دیئے اور انکے بڑے روزینے مقرر کرائے۔ لیکن جب

زمین مقتول ہوا تو ہرثمہ نے بنو شیبان کے روزینے دینے سے انکار کر دیا۔ ابو سرایا اس سے بگڑ گیا
اس نے حج کی اجازت چاہی۔ ہرثمہ نے اجازت دیدی اور زادراہ کیلئے بتیس ہزار درہم
بھی عطا کئے۔ ابو سرایا نے یہ بتیس ہزار درہم اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر کے ان سے کہدیا کہ دو دو
چار چار کر کے میرے پاس چلے آؤ۔ ابو سرایہ حج کے بہانے سے روانہ ہوا اور راستہ میں
ٹھہر گیا۔ اسکے گروہ کے دو سو آدمی آکر پاس جمع ہوگئے۔ ابو سرایا نے ان لوگوں کو مرتب
کر کے عین التمر پر حملہ کیا۔ وہاں کے عامل کو گرفتار کر کے عین التمر کو لوٹ لیا۔ وہاں سے
جسقدر مال ہاتھ آیا سب اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔ وہ عین التمر سے واپس ہو رہا تھا
کہ ایک اور عامل سے مقابلہ ہوگیا۔ اس عامل کے ساتھ تین خچروں پر مال و اسباب بار تھا
ابو سرایا نے اسے بھی لوٹ کے تقسیم کر دیا۔ ہرثمہ بن اعین کو جب اسکے خروج کی اطلاع
پہنچی تو اس نے ایک لشکر اسکی سرکوبی کیلئے بھیجا لیکن ابو سرایا نے ہرثمہ کے لشکر
کو شکست دی اور جنگلوں میں گھس گیا۔ یہاں اسکے بقیہ ہمراہی بھی اس سے آملے جس
سے اسکی جمعیت اور بڑھ گئی۔ ابو سرایا اس جمعیت کو لیکر دقوق پر چڑھ دوڑا اور
وہاں کے عامل کو شکست دیکر مال وغیرہ لوٹ کے انبار کیطرف بڑھا۔ انبار میں ابراہیم
شروی (خلیفہ منصور کا آزاد غلام) عامل تھا۔ ابو سرایا نے ابراہیم شروی کو قتل کر کے
انبار کو بھی لوٹ لیا۔ اور تمام مال غنیمت اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔ انبار سے طوق
بن مالک تغلبی کے پاس پہنچا۔ طوق اور قیس میں جنگ ہو رہی تھی۔ اس نے طوق کی مدد
کی آخر قیس نے طوق کی اطاعت کر لی۔ ابو سرایا وہاں سے رقہ کیجانب چلا گیا۔

ابن طباطبا علوی کا ظہور

رقہ کے نواح میں ابو سرایا کے محمد بن ابراہیم بن اسمٰعیل ابراہیم بن حسن مثنیٰ بن علی سے
ملاقات ہوگئی جو علوی تھے اور مدعی خلافت بنکر اپنے گروہ کے ساتھ رقہ سے آرہے تھے
ان کے باپ ابراہیم طباطبا کے لقب سے مشہور تھے اسلئے وہ ابن طباطبا کے لقب سے

مشہور تھے۔ اسلئے وہ ابن طباطبا کے نام سے شہرت رکھتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جبکہ حسن بن سہل عراق حجاز اور یمن وغیرہ کا حکمران بنکر آیا تھا اور بغداد میں آکر مقیم ہوا تھا۔ اہل عرب عام طور پر اہل عجم کے اقتدار کو شک خطرہ اور نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے علوی اس حالت سے فائدہ اٹھانیکے لئے تیار ہو گئے تھے۔ نصر بن شیت نے بھی اسی لئے علم بغاوت بلند کیا تھا کہ وہ عجمیوں کا اقتدار پسند نہ کرتا تھا۔ ہرثمہ بھی حسن بن سہل سے ناخوش ہوکر خراسان چلا گیا تھا۔ ابو سرایا ابن طباطبا (محمد بن ابراہیم) سے ملکر بہت خوش ہوا۔ اس نے فوراً انکے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ یہاں سے ابن طباطبا نے ابو سرایا کو دریا کے راستہ سے کوفہ کیجانب روانہ کیا اور خود خشکی کے راستہ سے کوفہ کیطرف چلے۔ قرار داد کے موافق ۱۵ جمادی الثانی ۱۹۹ھ کو ایک طرف سے ابو سرایا اور دوسری طرف سے ابن طباطبا نے کوفہ میں داخل ہوکر قصر امارت پر قبضہ کرکے خزانہ لوٹ لیا۔ شہر پر قبضہ کرکے لوگوں سے بیعت لی۔ حسن بن سہل کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس نے زہیر بن سیب کو دس ہزار کی جمعیت سے کوفہ کیطرف روانہ کیا۔ ابو سرایا اور ابن طباطبا نے کوفہ سے نکلکر زہیر کا مقابلہ کیا زہیر کی فوج کو شکست ہوئی۔ ابو سرایا نے زہیر کا لشکر گاہ لوٹ لیا اور بڑی بے رحمی سے لوگوں کو قتل کیا ابن طباطبا نے اسے بے رحمی اور قتل و غارتگری سے روکا۔ ابو سرایا فطرتاً بے رحم تھا وہ اس دخل در معقولات کو برداشت نہ کرسکا۔ اس نے ابن طباطبا کو زہر دلوادیا۔ وہ مرگئے اور انکی حکومت و ملک گیری کا زمانہ جلد ہی ختم ہوگیا۔ ابو سرایا نے فوراً ہی ایک نوعمر لڑکے محمد بن جعفر بن محمد بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علوی کو ابن طباطبا کا قائم مقام بناکر بیعت کی اور تمام کاموں کا خود مختار کل بن گیا:۔

ابو سرایا کا عروج اور اس کا انجام

زہیر بن مسیب ابو سرایا سے شکست کھاکر قصر ابن ہبیرہ میں آکر مقیم ہوگیا تھا

حسن بن سہل نے اسکی شکست کی خبر سنکر عبدوس بن محمد بن خالد مرو روزی کو چار ہزار کی فوج کے ساتھ زہیر کی مدد کیلئے روانہ کیا۔ عبدوس اور زہیر دونوں کوفہ کیطرف چلے ابوسرایا ان کے مقابلہ کیلئے کوفہ سے نکلا اور ۱۵ رجب ۱۹۹ھ کو ان دونوں کو شکست دیکر قتل کر دیا۔ اس فتح کے بعد ابوسرایا نے کوفہ میں اپنے نام کا سکہ جاری کیا اور بہت سے علویوں کو صوبوں کی حکومت پر مامور کر کے روانہ کیا۔ اہواز کی حکومت پر عباس بن محمد بن عیسےٰ بن محمد کو مکہ کی حکومت پر حسین بن حسن بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب کو جو افطس کے نام سے مشہور تھے یمن کی حکومت پر ابراہیم بن موسےٰ بن جعفر صادق کو بصرہ کی حکومت پر زید بن موسےٰ بن جعفر صادق کو روانہ کیا۔ عباس نے بصرہ پہنچکر وہاں کے عامل کو شکست دی اور بصرہ پر قبضہ کر لیا اسی طرح اسکے تمام عاملوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ ابوسرایا نے عباس کو لکھا کہ تم اہواز سے فوج لیکر بغداد پر شرقی جانب سے حملہ کرو اور خود فوج لیکر قصر ابن ہبیرہ میں آ ٹھہرا حسن بن سہل نے بغداد سے علی بن ابی سعید کو مدائن اور واسط کی حفاظت کیلئے مدائن کیطرف روانہ کیا ابوسرایا کو اسکی خبر ہو گئی۔ اُس نے فوراً مدائن کیطرف ایک فوج روانہ کی جس نے علی بن ابی سعید کے پہنچنے سے پہلے ہی ماہ رمضان ۱۹۹ھ میں مدائن پر قبضہ کر لیا۔ اب ابوسرایا قصر ابن ہبیرہ سے روانہ ہو کر نہر صرصر پر آ کر مقیم ہوا۔ علی بن ابی سعید نے مدائن پہنچکر ماہ شوال ۱۹۹ھ میں ابوسرایا کے لشکر کا محاصرہ کر لیا۔ ابوسرایا یہ خبر سُنکر نہر صرصر سے قصر ابن ہبیرہ کیطرف لوٹ آیا حسن بن سہل کو ابوسرایا کی متواتر کامیابیوں سے بڑا تردد ہوا۔ طاہر اسوقت نصر بن شیث کے مقابلہ میں مقام رقہ میں مقیم تھا اور ہرثمہ حسن سے ناراض ہو کر خراسان چلا گیا تھا ان دونوں نامور سرداروں کے سوائے اب کوئی تیسرا سردار ایسا نہ تھا جو ابوسرایا کا مقابلہ کرتا اگرچہ حسن بن سہل ہرثمہ سے مدد نہ لینا چاہتا تھا۔ مگر مجبور ہو کر اس سے اعانت طلب کی۔ ہرثمہ بھی حسن کی کوئی مدد نہ کرنا چاہتا تھا۔ مگر اب جبکہ حسن نے اس سے مدد طلب کی تو وہ انکار نہ کر سکا فوراً بغداد آیا اور بغداد سے بلا توقف کے ابوسرایا کے تعاقب میں روانہ ہوا راستہ میں ہرثمہ کا

مقابلہ ابوسرایا کی ایک جماعت سے ہو گیا۔ ہرثمہ نے اس جمعیت کو گھیر کر قتل کر ڈالا اور پھر تیزی سے چلکر ابو سیرکو جا لیا۔ ابوسرایا نے لوٹ کر مقابلہ کیا۔ مگر اسکے بہت سے ہمراہی مارے گئے اور ابو سرایا اپنی جان بچا کر بھاگا اور کوفہ میں آکر بنو عباس اور انکے ہوا خواہوں کے مکانات کو لوٹ کر مسمار کر دیا ہرثمہ نے آگے بڑھکر کوفہ کا محاصرہ کر لیا۔ ابوسرایا دو مہینے تک نہایت استقلال سے مقابلہ پر جما رہا لیکن شدت محاصرہ سے تنگ آکر آخر کار محمد بن جعفر کو ہمراہ لیکر آٹھ سو آدمیوں کی معیت میں کوفہ سے بھاگ نکلا۔ ہرثمہ نے ۱۵ محرم سنہ ۲۰۰ھ کو کوفہ پر قبضہ کیا اور وہاں اپنی طرف سے ایک عامل مقرر کر کے ایک روز قیام کرنیکے بعد بغداد کیطرف روانہ ہو گیا۔ ابوسرایا کوفہ سے بھاگ کر قادسیہ ہوتا ہوا اسوس کیجانب روانہ ہوا۔ مقام خوزستان میں جب وہ پہنچا تو ایک قافلہ اہواز سے آتا ہوا اُسے مل گیا۔ جو بہت سا مال و اسباب لئے ہوئے جا رہا تھا۔ ابوسرایا نے اسے لُوٹ کر تمام مال و اسباب اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔ ان دنوں حسن بن علی ماموتی اہواز کا گورنر تھا۔ وہ قافلہ کے لُوٹے جانیکی خبر سُنکر ابوسرایا پر چڑھ دوڑا۔ لڑائی ہُوئی اور حسن نے ابوسرایا کو ہزیمت دیکر اسکے ہمراہیوں کو منتشر کر دیا۔ ابوسرایا شکست کھا کر علاقہ جلولاء کے ایک گاؤں راس عین میں جا کر ٹھہرا۔ حسن بن علی بھی وہاں جا پہنچا اور راس نے ابوسرایا کو گھیر کر گرفتار کر لیا۔ محمد بن جعفر بھی گرفتار ہو گئے۔ حسن بن علی نے ابوسرایا اور محمد بن جعفر دونوں کو حسن بن سہیل کے پاس بھیجدیا۔ حسن بن سہیل نے ابوسرایا کو قتل کرا کر اسکی لاش بغداد کے پل پر آویزاں کر دی اور اس کا سر معہ محمد بن جعفر کے مامون کیخدمت میں روانہ کر دیا۔ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ابوسرایا نے بصرہ کی حکومت پر زید بن موسیٰ بن جعفر صادق کو مامور کیا تھا۔ زید بن موسےٰ نے بصرہ میں تمام بنو عباس اور ہوا خواہان دولت عباسیہ کے مکانات جلوا دیئے اور مال و اسباب لوٹ لیا۔ ان کا لقب زید النار ہو گیا تھا۔ علی بن سعید زید کے مقابلہ کیلئے بصرہ کیجانب روانہ ہوا۔ زید اسکے آنے کی خبر سُنکر گھبرا گئے۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ انکے مظالم کے باعث بصرہ میں ایک شخص بھی ان کا طرفدار نہ رہا تھا۔ چنانچہ انہوں نے علی بن سعید سے امان طلب کی علی نے امان دیدی لیکن انہیں

نظر بند کر دیا۔ اس طرح محرم ۲۰۰ھ میں ابوسرایا اور ملک عراق کی بدامنی کا تو خاتمہ ہو گیا مگر حجاز و یمن کی شورش بدستور باقی رہی:

علوی عمّال کا انجام

یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ ابوسرایا نے علویوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے اہواز۔ حجاز یمن اور بصرہ میں علوی عمّال مقرر کئے تھے ان میں سے زید النار علوی کے انجام کا حال تم پڑھ چکے ہو۔ اب دوسرے فرمانرواؤں کا ذکر سنو۔ ابوسرایا نے مکہ کی حکومت پر حسین بن حسن کو جو حضرت امام حسین کی اولاد میں سے تھے بھیجا تھا۔ اس زمانہ میں خلیفہ ہارون رشید کا خادم خاص مسرور بھی مکہ ہی میں مقیم تھا۔ داؤد مکہ کا عامل بھی تھا۔ مسرور نے ہوا خواہان دولت عباسیہ کو جمع کر کے پوچھا حسین افطس آ رہے ہیں کیا کرنا چاہیئے سب نے کہا کہ ہم خانہ کعبہ میں خونریزی نہ کرینگے۔ داؤد نے کہا کہ حسین افطس جب ایک دروازہ سے مکہ معظمہ میں داخل ہونگے تو میں دوسرے دروازہ سے نکل جاؤں گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا جب حسین افطس مکہ میں داخل ہوئے تو داؤد عراق کی طرف چل دیا مسرور بھی نکل گیا حسین افطس نے مکہ پر قبضہ کر لیا اور خانہ کعبہ کا غلاف اتار کر دوسرا غلاف جو ابوسرایا نے بھیجا تھا چڑھایا۔ اسکے بعد حسین افطس نے بنوعباس کے مال و اسباب اور گھروں کو لوٹ لیا۔ لوگوں سے ان کی امانتیں جبراً چھین لیں پھر عام مکہ والوں کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا کعبہ شریف کے ستونوں پر سے تمام سونا کھرچ لیا۔ خانہ کعبہ کے خزانہ میں جسقدر نقد و جنس تھا سب کو نکالکر اپنے ہمراہیوں پر تقسیم کر دیا۔ حسین افطس کے ہمراہیوں نے حرم شریف کی جالیوں کو توڑ ڈالا۔ غرضیکہ حسین افطس اور ان کے ہمراہیوں نے بھی اہل مکہ پر اسقدر مظالم کئے کہ سب ان سے نفرت کرنے لگے۔ ادھر ابراہیم بن موسےٰ بن جعفر صادق نے یمن میں پہنچکر قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ کثرت سے بے گناہوں کو قتل کرنیکی وجہ سے قصاب کے نام سے انکی شہرت ہو گئی یہ مظالم صرف حسین افطس اور ابراہیم ہی نے نہیں کئے بلکہ انکے ماتحت سرداروں نے بھی ظلم و جور اور قتل و خونریزی

میں کمی نہیں کی۔ غرضیکہ علویوں نے برسرِ حکومت آتے ہی وہ ظالمانہ اور سفاکانہ طرزِ عمل اختیار کیا کہ
عوام الناس ان سے بیزار ہو کر متنفر ہو گئے۔ جب ابو سرایا کے قتل کی خبر مکہ معظمہ میں پہنچی تو حسین
افطس کو اپنی جان کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ تمام مکہ میں ایک شخص بھی ان کا ہوا خواہ باقی نہ رہا
تھا۔ انہوں نے محمد بن جعفر صادق سے کہا کہ لوگوں کے دل آپکی طرف مائل ہیں ابو سرایا مارا جا چکا
ہے آپ اپنی خلافت کی لوگوں سے بیعت لیں میں آپکے ہاتھ پر بیعت کئے لیتا ہوں محمد بن جعفر
دیباچہ کے نام سے مشہور تھے۔ انہوں نے اول انکار کیا لیکن زیادہ اصرار کرنے پر آمادہ ہو گئے
لوگوں نے انکے ہاتھ پر بیعت کر لی اور وہ امیر المومنین کے لقب سے پکارے جانے لگے۔ لیکن اس
بیعت کے بعد ہی حسین افطس اور محمد بن جعفر کے بیٹے علی نے بداعمالیاں شروع کر دیں۔ زناکاری
میں یہاں تک ترقی کی کہ مکہ کی عورتوں کو اپنی عصمت کا بچانا دشوار ہو گیا۔ عورتوں اور
مردوں کی بےعزتی کرنے لگا۔ اوباش لوگوں کی ایک جماعت ان کے ساتھ ہو گئی اور بسبب
افعال شنیعہ کے مرتکب ہونے لگے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ لڑکوں کے ساتھ بھی بدفعلیاں
کرنے لگے۔ قاضی محمد نامی کا لڑکا اسحٰق بن محمد جو خوبصورت تھا وہ ایک دن بازار میں جا رہا
تھا کہ علی بن محمد بن جعفر یعنی امیر المومنین کے بیٹے نے اسے زبردستی اٹھوا کر اپنے گھر میں بند کر لیا
لوگوں کو یہ حرکت سخت ناگوار گذری انہوں نے ایک جلسہ کر کے یہ طے کیا کہ محمد بن جعفر
کو معزول کر دو اور انکے بیٹے علی کی قید سے قاضی کے بیٹے اسحاق کو چھڑاؤ۔ چنانچہ
مجمع نے امیر المومنین کا گھر جا گھیرا۔ محمد بن جعفر نے لوگوں سے امان طلب کی اور مجمع کے ساتھ
اپنے بیٹے علی کے مکان پر جا کر اسحٰق کو اسکے گھر سے نکالکر لوگوں کے حوالہ کیا۔ یمن کا
ماموں کیطرف سے گورنر اسحٰق بن موسےٰ بن عیسےٰ تھا۔ جسے ابراہیم قصاب نے یمن سے
بھگا دیا تھا لیکن وہ یمن سے باہر نہ گیا بلکہ وہیں روپوش رہا۔ جب علویوں کے مظالم سے لوگ
ناخوش ہو گئے تو اسحٰق نے خفیہ خفیہ ایک لشکر مرتب کیا اور عراق کیطرف چل دیا۔ ادھر حسن
بن سہل نے ہرثمہ بن اعین کو حجاز و یمن کے فسادات مٹانے پر مامور کیا۔ ہرثمہ نے رجاء بن جمیل اور

جلودی کو فوج دے کر مکہ کیجانب روانہ کیا۔ یہ دونوں ادھر سے جا رہے تھے ادھر سے اسحاق آ رہا تھا راستہ میں ملاقات ہو گئی۔ اسحاق بھی ان دونوں کیساتھ مکہ کیجانب لوٹ پڑا۔ یہ تینوں صاحب مکہ معظمہ میں پہنچے تو علویوں نے مقابلہ کیا۔ مگر سخت معرکہ کے بعد علوی شکست کھا کر بھاگے۔ عباسی فتحمند لشکر مکہ میں داخل ہوا۔ محمد بن جعفر نے امان طلب کی انھیں امان دیدی گئی وہ مکہ سے جحفہ اور جحفہ سے بلاد جہنیہ کیطرف چلے گئے۔ انھوں نے وہاں پہنچکر لشکر فراہم کیا اور مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔ مدینہ کے عامل ہارون بن مسیب نے ان کا مقابلہ کیا کئی خونریز لڑائیاں ہوئیں آخر محمد بن جعفر کو شکست فاش ہوئی۔ ایک معرکہ میں ان کی ایک آنکھ بھی جاتی رہی۔ وہ شکست کھا کر پھر بلاد جہنیہ کیطرف چلے گئے۔ اگلے سال حج کے ایام میں محمد بن جعفر رجاء بن جمیل اور جلودی سے امان حاصل کر کے مکہ میں آکر لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا کہ مجھے مامون کے مرنے کی خبر پہنچی تھی۔ اسی لئے میں نے لوگوں سے بیعت لی تھی۔ مگر اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ مامون زندہ ہے میں لوگوں کو اپنی بیعت سے سبکدوش کرتا ہوں۔ حج سے فارغ ہو کر محمد بن جعفر ۲۰۱ھ میں حسن بن سہل کے پاس بغداد چلے گئے۔ اس نے انھیں مامون کے پاس بھیجدیا۔ مامون نے انکی بڑی عزت کی۔ کچھ عرصہ کے بعد جب مامون مرو سے عراق کیجانب روانہ ہوا تو محمد بن جعفر بھی اسکے ساتھ تھے۔ رستہ میں مقام جرجان میں انتقال ہو گیا:

فضل بن سہل کا عروج

فضل بن سہل کہنے کو تو وزیر اعظم تھا لیکن دراصل اس نے مامون کو نظر بند کر رکھا تھا اور مامون کے نام سے خود خلافت کر رہا تھا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ جبتک عربوں کا زور نہ توڑا جائیگا۔ اسوقت تک اس کا اثر و رسوخ مستقل نہ ہو گا۔ چنانچہ اسی خیال کے پیش نظر اس نے اپنے بھائی حسن بن سہل کو عراق و حجاز کا وائسرائے یا حاکم اعلےٰ بنایا تھا اور مامون پر اسقدر حاوی آ گیا تھا کہ مامون کی یہ مجال نہ تھی کہ کوئی کام بغیر مرضی و اجازت فضل بن سہل کے کر سکے

صرف یہی نہیں بلکہ فضل بن سہل مامون کو ملکی حالات سے بھی بیخبر رکھتا تھا۔ اس نے یہ بھی انتظام کر رکھا تھا کہ مامون کے پاس کوئی خط۔ کوئی عرضداشت۔ کوئی درخواست براہ راست نہ پہنچ سکے۔ ہر چیز پہلے فضل کے سامنے پیش ہوتی تھی کوئی شخص بغیر فضل کی اجازت کے مامون سے نہ مل سکتا تھا۔ گویا مامون کی حالت فضل بن سہل کے سامنے بالکل ایسی ہی تھی جیسی جہانگیر کی کیفیت مہابت خاں کی قید میں تھی:۔

ہرثمہ کا قتل

ہرثمہ کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ مامون فضل بن سہل کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا ہوا ہے اور یہ کہ اُسے عراق و حجاز کے حالات کچھ بھی معلوم نہیں ہیں چنانچہ ہرثمہ اس ارادہ سے کہ میں خود مامون کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعات عرض کروں گا۔ خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ فضل بن سہل کو بھی اسکے ارادوں کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے مامون کو بہکایا کہ ابو سرایا سے ہرثمہ نے ہی بغاوت کرائی تھی اور اب وہ کسی بد ارادہ سے اس طرف آرہا ہے اس کا یہاں آنا ٹھیک نہیں ہے۔ مامون نے ہرثمہ کو فضل کے اشارہ سے فرمان بھیجا کہ تم خراسان مت آؤ بلکہ حجاز کی طرف چلے جاؤ۔ وہاں تمہاری سخت ضرورت ہے۔ ہرثمہ سمجھ گیا کہ یہ فضل کی کارروائی ہے۔ اس نے اس فرمان کی پرواہ نہ کی جب وہ مرو میں داخل ہوا تو اُس نے اس خیال سے کہ اسکی آمد کی مامون کو اطلاع ہو جائے۔ شہر میں داخل ہوتے ہی نقارہ بجوا دیا۔ مامون نے کہا یہ نقارہ کیسا بجا۔ فضل بن سہل نے جھٹ کہا۔ باغی ہرثمہ گرجتا چلا آرہا ہے۔ مامون کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے اسی وقت ہرثمہ کو طلب کر کے حکم عدولی کا جواب طلب کیا۔ ہرثمہ نے ہر چند معذرت کی مگر مامون کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ اس نے اُسے دربار میں ذلیل کیا اور پھر قید خانہ میں بھجوا دیا۔ فضل بن سہل نے اس خوف سے کہ کہیں پھر ہرثمہ کی رسائی مامون تک ہو جائے۔ ہرثمہ کو قید خانہ میں قتل کرا کر اطلاع دیدی کہ ہرثمہ قید خانہ میں فوت ہو گیا۔ مامون کو اسکے مرنے کا کوئی ملال نہ ہوا:۔

اہل بغداد کی شورش

جب ہرثمہ کے قتل کی خبر بغداد میں پہنچی تو عام طور پر عربوں کو بڑا صدمہ ہوا
اور ہر شخص کی زبان سے یہ نکلنے لگا کہ فضل بن سہل اصل میں خلیفہ ہے مامون کی خلافت
برائے نام ہے اور چونکہ وہ مجوسی النسل ہے اسلئے عربوں کو ذلیل کر کے ان کا زور توڑ
رہا ہے اس خیال سے لوگوں میں ایک قسم کی شورش و برہمی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ ایک نامور
شخص محمد بن خالد اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اہل بغداد کو یقین دلایا کہ اگر لوگ اسکی مدد کریں تو
وہ سہل کے عامل علی بن ہشام کو جو حسن کیطرف سے بغداد پر مامور ہے نکالکر باہر کریگا
یہ ملحوظ رہے کہ ان ایام میں حسن بن سہل نہروان میں مقیم تھا۔ اہل بغداد نے محمد بن خالد
کی اطاعت اختیار کر لی محمد بن الخالد نے فوج کو ترتیب دیکر علی بن ہشام کو بغداد سے
نکالدیا۔ حسن بن سہل نے یہ خبر سنکر نہروان سے بغداد کیطرف فوجیں بھیجیں محمد نے
ہر فوج کو شکست دے دیکر بھگادیا حسن بن سہل واسط میں آگیا۔ ابھی اسے یہاں آئے کچھ
زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ محمد بن ابی خالد واسط میں آگیا۔ حسن اسکے آنے کی خبر سنتے
ہی واسط سے چلدیا۔ محمد نے واسط پر قبضہ کر لیا اور فوراً ہی حسن بن سہل کے تعاقب
میں روانہ ہو گیا۔ حسن کو غیرت آئی وہ لوٹ پڑا اور محمد بن ابی خالد سے معرکہ آرا ہوا۔
اتفاق سے محمد بن ابی خالد کو شکست ہوئی اور وہ وہاں سے بھاگ کر جرجرایا میں آٹھہرا
یہاں آکر اس نے پھر اپنی حالت درست کی اور بڑھکر حسن بن سہل سے مقابلہ کیا کئی لڑائیاں
ہوئیں ایک لڑائی میں محمد بن ابی خالد سخت مجروح ہو گیا۔ اس کا بیٹا اسے میدان کارزار
سے بمشکل نکالکر بغداد میں پہنچا بغداد میں آتے ہی محمد بن ابی خالد فوت ہو گیا۔ اسکے مرنے
کے بعد اہل بغداد نے منصور بن المہدی بن منصور عباسی کو خلیفہ بنانا چاہا۔ لیکن اس نے انکار
کر دیا۔ آخر بصد اصرار کے بعد منصور اس بات پر رضامند ہو گیا کہ خلیفہ تو مامون ہی ہے
اسی کا نام خطبہ میں لیا جائے مگر حسن بن سہل کے بجائے نائب السلطنت منصور بن مہدی

رہے۔ چنانچہ منصور نے ماہ ربیع الاول ۲۰۱ھ میں بغداد کی عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لیلی اور عیسیٰ بن محمد بن ابی الخالد کو اپنے لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا۔ ادھر حسن بن سہل نے فوجیں فراہم کر کے منصور بن المہدی کے مقابلہ میں بغداد کیطرف بھیجیں لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مامون مرو میں تھا اور اسے ان واقعات کا کچھ بھی علم نہ تھا فضل بن سہل نے خبر رسانی کے ذرائع اپنے ہاتھ میں لے رکھے تھے۔ حسن بن سہل اور منصور بن مہدی کی معرکہ آرائیوں سے بغداد کے اوباش اور بدمعاش کھل کھیلے انہوں نے لوٹ کھسوٹ۔ چوری اور ڈاکہ زنی شروع کر دی نیہمات شرعیہ کا بھی ارتکاب کرنے لگے۔ جوا۔ چوری اور زناکاری عام ہو گئی شرفائے بغداد ان سے تنگ آ گئے۔ یہ کیفیت دیکھکر خالد مد دیوش اور سہل بن سلامہ دو مخصوص نے لوگوں کو پاکبازی کی رغبت دلانی شروع کی منصور بن المہدی کو سہل بن سلا کیطرف سے بغاوت کا کھٹکا ہو گیا اس نے فوراً حسن بن سہل سے اس شرط پر امان طلب کی مان نامہ مامون کا دستخطی ہو اور بغداد کی حکومت پر منصور بن المہدی اور عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو بحال رکھا جائے۔ حسن بن سہل نے منظور کر لیا۔ وہ بغداد میں داخل ہوا اور ان دونوں کو اپنی طرف سے بغداد کی حکومت پر مامور کر کے ماہ رمضان ۲۰۱ھ میں نہروان کی طرف چلا گیا!

امام علی رضا کی ولیعہدی

مامون فضل بن سہل کے ہاتھ میں تھا اسے ملک و سلطنت کے حالات کا بالکل بھی علم نہ ہوتا تھا فضل جو چاہتا کرتا تھا۔ لیکن مامون کو یہ محسوس ہونے دیتا تھا کہ وہ نظر بند ہے مامون کو شروع ہی سے سادات و اہل بیت یعنی علویوں سے عقیدت و محبت تھی خلیفہ ہارون رشید نے اول امین کو پھر مامون کو اور پھر موتمن کو ولیعہد مقرر کیا تھا لیکن مامون کو یہ اجازت دیدی تھی کہ اگر موتمن سلطنت و خلافت کے لائق نہ ہو تو وہ جسے لائق سمجھے اسے اپنا ولیعہد مقرر کر لے۔ جب امین نے موتمن کو معزول کیا تو وہ مامون کے پاس چلا آیا تھا

اور مامون نے اسے کسی خاص مقام کا عامل مقرر کر دیا تھا لیکن موتمن کچھ لکھا پڑھا نہ تھا۔ مامون نے یہ محسوس کیا کہ موتمن میں حکومت و سلطنت کی صلاحیت نہیں ہے چنانچہ اس نے اسے ولیعہدی سے معزول کر کے کسی لائق شخص کو ولیعہد مقرر کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے تمام آل عباس کو طلب کیا ۲۰۰ھ میں عباسی مرد مین خلیفہ مامون کے پاس حاضر ہوئے مامون نے بڑی عزت سے ان کا استقبال کیا سال بھر تک انھیں مہمان رکھا اور ان میں سے ہر ایک فرد کو جانچا۔ لیکن اس کی نگاہ انتخاب میں کوئی بھی پورا نہ اترا۔ آخر فضل بن سہل اور بعض دوسرے محبان اہل بیت نے مامون کی توجہ علی رضا بن موسیٰ کاظم کی طرف منعطف کرائی۔ مامون نے انھیں جانچا۔ ان میں ہر طرح کی قابلیت موجود تھی مامون نے انھیں ولی عہدی کے لئے منتخب کر کے بلا تامل اپنی لڑکی کی شادی علی رضا سے کر دی اور ماہ رمضان المبارک ۲۰۱ھ میں علی رضا بن موسےٰ کاظم بن جعفر صادق کو اپنا ولیعہد مقرر کر کے اپنے بھائی موتمن کو ولیعہدی سے معزول کر دیا۔ اسلامی علم بھی سیاہ ہوتا تھا۔ علویوں یا سادات یعنی اہل بیعت کا لباس سبز تھا چنانچہ مامون نے فوراً احکام جاری کئے کہ ممالک اسلامیہ کے لوگوں سے علی رضا کی ولیعہدی کے لئے بیعت لیجائے اور سیاہ لباس ترک کر کے سبز لباس پہنا جائے۔ سبز عبائیں ہوں سبز کلاہ اور عمامے ہوں اور سبز ہی پھریرے ہوں۔ جب یہ فرامین عباسی عمال کے پاس پہنچے تو انہیں اس کی تعمیل شاق گذری اور اکثر عمال نے کہا کہ ایک عرصہ سے اہل بیت کے طرفدار خلافت کو عباسی خاندان سے نکال کر علویوں کے سپرد کرنا چاہتے تھے مگر کامیاب نہ ہوئے سب سے پہلے ابو مسلم نے یہ کوشش کی پھر خاندان برامکہ نے سعی کی۔ مگر وہ ناکام رہے لیکن فضل بن سہل مجوسی کامیاب ہو گیا! مامون کے اس حکم سے عجمی تو خوش ہو گئے لیکن عربوں نے اسے اپنی شکست سمجھا۔ پھر بھی بعض نے بہ اکراہ اس حکم کی تعمیل کی اور علی رضا کی بیعت کر لی سبز رنگ بھی اختیار کر لیا

اہل بغداد کو یہ بات سب سے زیادہ ناگوار گذری جنکی انہوں نے علانیہ مخالفت کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ دوسرے صوبوں کی خبریں سننے کے منتظر تھے پھر بھی یہ خیال زور پکڑ جاتا گیا کہ خلافت خاندان عباسیہ سے نکلکر علویوں میں نہیں جا سکتی!

ابراہیم بن المہدی کی تخت نشینی

رفتہ رفتہ اہل بغداد اس خیال پر مستقل ہوگئے کہ نیا خلیفہ منتخب کیا جائے۔ چنانچہ ۲۵ ذی الحجہ ۲۰۱ھ میں بنو عباس نے جمع ہو کر ابراہیم بن المہدی کے ہاتھ پر جو خلیفہ مامون کا چچا تھا بیعت کر لی اور یکم محرم ۲۰۲ھ میں علانیہ اہل بغداد نے ابراہیم بن المہدی کے ہاتھ پر بیعت کر کے مامون کو خلافت سے معزول کر دیا۔ ابراہیم نے تخت نشین ہوتے ہی لشکریوں کو چھ چھ مہینے کی تنخواہیں دینے کا وعدہ کیا۔ ابراہیم نے اپنا لقب "مبارک" اختیار کیا اور کوفہ اور سواد پر قبضہ کرنیکے لئے مدائن کیطرف بڑھا۔ بغداد کے غربی حصہ پر عباس بن موسٰے کو اور شرقی حصہ پر اسحٰق بن موسٰے کو مامور کیا۔ حمید بن عبدالحمید حسن بن سہل کیطرف سے قصر ابن ہبیرہ میں مامور تھا۔ وہ حسن کے پاس صورت حال بیان کرنے کے لئے گیا۔ ابراہیم نے عیسٰے بن محمد بن ابی خالد کو قصر ابن ہبیرہ پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ عیسٰے نے بغیر کسی کاوٹ کے قصر ابن ہبیرہ پر قبضہ کر لیا۔ حسن بن سہل نے عباس بن موسٰے کاظم کو جو علی رضا کے بھائی تھے کوفہ کا امیر اسلئے مقرر کر کے کوفہ بھیجا کہ اہل کوفہ جو اہل بیت کے حامی اور طرفدار ہیں علی رضا کی حمایت کریں۔ عباس بن موسٰے کاظم نے کوفہ میں پہنچکر اعلان کیا کہ مامون کے بعد میرا بھائی علی رضا تخت خلافت کا مالک ہوگا۔ تم لوگ محبان اہل بیت اور شیعان علی ہو علی رضا کی بیعت کرو اور ابراہیم بن المہدی کی خلافت کو تسلیم نہ کرو! لیکن اہل کوفہ ہمیشہ سیدھے راستہ پر نہ چلے تھے۔ وہ محبان اہل بیت کہلاتے تھے۔ مگر ہمیشہ اہل بیت سے دشمنی کرتے رہے۔ چنانچہ اس مرتبہ بھی غالی شیعوں نے یہ کہا کہ ہم علی رضا کی بیعت

کرنیکے لئے تیار ہیں لیکن ماموں سے ہمیں کوئی واسطہ نہیں ماموں کو تخت خلافت سے علیحدہ کر دیا جائے غرضیکہ شیعوں نے خاموشی اختیار کر لی۔ ابراہیم بن المہدی نے عباس بن موسےٰ کاظم کے مقابلہ پر سعید اور ابوالبطا اپنے دو سپہ سالاروں کو مامور کیا۔ عباس نے اپنے چچازاد بھائی علی بن محمد بن جعفر کو ان دونوں کے مقابلہ پر بھیجا۔ دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا اور علی بن محمد کو شکست ہوئی سعید نے حیرہ میں قیام کر کے فوجوں کو کوفہ کیطرف بڑھایا۔ عباس نے ان فوجوں کا مقابلہ کیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں لیکن عباس کو کامیابی نہ ہوئی مجبور ہو کر عباس نے امان طلب کی۔ فتحمند لشکر کوفہ میں داخل ہوا۔ عباس کے ہمراہیوں کو پھر کچھ جوش آیا اور انہوں نے پھر لڑائی شروع کر دی مگر سعید کے لشکر نے انہیں شکست دیکر بھگا دیا اور کوفہ پر قبضہ کر کے عباس کو قید کر لیا۔ سعید بھی حیرہ سے چلکر کوفہ میں آگیا اور اس نے کوفہ میں آکر یہ تحقیق کرنیکے بعد کہ عباس نے امان طلب کر کے کوئی بدعہدی تو نہیں کی عباس کو رہا کر دیا۔ مگر جن لوگوں نے عہد شکنی کی تھی انھیں قتل کرا دیا اور کوفہ میں اپنا عامل مقرر کر کے بغداد واپس چلا آیا۔ حسن بن سہل نے حمید بن عبدالحمید کو لشکر جرار دے کر کوفہ کیطرف روانہ ہوا۔ سعید جس عامل کو کوفہ پر مقرر کر کے گیا تھا وہ بلا مقابلہ کئے کوفہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ ابراہیم بن المہدی نے عیسےٰ بن محمد بن ابی خالد کو حسن بن سہل پر حملہ کرنیکے لئے واسط کی طرف روانہ کیا۔ ان دنوں حسن بن سہل واسط ہی میں مقیم تھا۔ عیسےٰ کو حسن نے شکست دیکر بغداد کیطرف بھگا دیا۔ ۲۰۲ھ انہیں ہنگاموں و شورش میں ختم ہو گیا۔ ۲۰۳ھ میں حمید بن عبدالحمید نے کوفہ پر قبضہ کرنیکے بعد ابراہیم بن المہدی سے جنگ کرنیکے ارادہ سے بغداد کا قصد کیا۔ ابراہیم بن المہدی کے لشکر کا سپہ سالار عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد تھا۔ حمید نے اس سے سازش کر لی۔ عیسےٰ لڑائی میں پہلو تہی کرنے لگا۔ اس سازش کا حال عیسےٰ کے بھائی ہارون بن محمد بن ابی الخالد کو معلوم ہو گیا۔ اس نے سب اطلاع ابراہیم بن المہدی کو دی ابراہیم نے عیسےٰ کو دربار میں بلا کر ذلیل کیا اور پھر قید کر دیا۔ عیسےٰ کا قید ہونا غضب ہو گیا اس سے ابراہیم بن المہدی کے تمام لشکر میں بے چینی پھیل گئی عیسےٰ کے نائب عباس نے ابراہیم کی مخالفت

کا اعلان کر کے لشکر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور ابراہیم بن المہدی کو معزول کرنے کی تجویز کی بہت سے لوگ اسکے شریک ہو گئے۔ عباس نے ابراہیم بن المہدی کے بہت سے اہل کاروں کو قید کر کے حمید کو لکھا کہ تم فوراً بغداد چلے آؤ۔ چنانچہ حمید دوڑا چلا آیا اور بغداد کے ایک حصہ پر قابض ہو گیا مہدی نے اس کا مقابلہ کیا۔ مگر ناکامی ہوئی۔ آخر وہ مایوس ہو کر روپوش ہو گیا۔ حمید نے تمام شہر پر قبضہ کر لیا۔ اسطرح ۱۷ ماہ ذی الحجہ ۲۰۳ھ کو ابراہیم بن المہدی کی خلافت کا خاتمہ ہو گیا:۔

فضل بن سہل کا قتل

مامون کو نہ بغداد کی بدامنی کی خبر تھی اور نہ عراق میں جو شورش پھیلی ہوئی تھی اس کا حال معلوم تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اسکے دور حکومت میں امن و امان ہے۔ فضل بن سہل نے خبر رسانی کے تمام ذرائع روک رکھے تھے۔ ہرثمہ کا اس نے خاتمہ کر دیا تھا۔ طاہر کو اس نے رقہ جیسے معمولی علاقہ کی حکومت دیکر عضو معطل بنا رکھا تھا۔ جب عراق میں بدامنی اور بے چینی زیادہ پھیلی اور لوگ حسن بن سہل سے اسکے افعال و اعمال کی وجہ سے زیادہ متنفر ہو گئے تو چند لوگ ہمت کر کے اور جان پر کھیل کر مرو میں پہنچے اور مامون کو تمام حالات سے خبردار کرنا چاہا۔ مگر وہاں پہنچکر انہیں معلوم ہوا کہ مامون تک رسائی غیر ممکن ہے۔ تب انہوں نے علی رضا سے تمام واقعات بیان کئے۔ علی رضا نہایت نیک دل تھے۔ اگرچہ وہ حسن یا فضل کے بدخواہ نہ تھے مگر مسلمانوں کی تباہی بھی پسند نہ کرتے تھے۔ انہوں نے مامون سے جا کر کہا کہ امین کے قتل کے بعد سے ایک دن بھی ملک کو امن و اطمینان نصیب نہیں ہوا ہے۔ رات دن خونریز لڑائیاں ہو رہی ہیں اہل بغداد نے مجبور ہو کر ابراہیم بن المہدی آپکے چچا کو خلیفہ مقرر کر لیا تھا

مامون اس حالت کو سنکر چونک پڑا۔ اس نے پوچھا کیا حقیقت میں ایسا ہو رہا ہے علی رضا نے کہا۔ آپکو اندھیرے میں رکھا جا رہا ہے آپ بالکل نظر بند ہیں نہ کوئی اطلاع آپ تک پہنچنے دیجاتی ہے اور نہ کسی شخص کو آپکے پاس آنے دیا جاتا ہے اسکے بعد علی رضا نے تمام حالات مفصل سنائے۔ مامون نے ان واقعات کی تصدیق چاہی علی رضا نے جن لوگوں سے

سُنا تھا انھیں پٹیں کر دیا۔ جب ماموں نے ان لوگوں کی شہادت لینی چاہی تو انہوں نے
فضل بن سہل کے ڈر سے شہادت دینے سے انکار کر دیا مگر جب ماموں نے انھیں اطمینان دلایا
تب انہوں نے تمام واقعات عرض کیئے علی رضا نے صفائی کے ساتھ یہ بھی کہدیا کہ لوگ
آپ سے اسوجہ سے بھی ناخوش ہیں کہ آپنے مجھے اپنا ولیعہد بنایا ہے شکایت کرنیوالوں
نے ماموں کو یہ بھی بتایا کہ ہرثمہ ان واقعات کی اطلاع کرنے ہی آیا تھا لیکن فضل نے اسے
قتل کرادیا اور طاہر کو رقہ میں معطل کر کے چھوڑ دیا۔ یہ واقعات سُنکر ماموں کو بڑا صدمہ ہُوا
اس نے فوراً ہی مرو سے عراق کیجانب آنے کا قصد کیا۔ فضل کو جب خلیفہ ماموں کے
ارادہ کی خبر ہوئی تو وہ سمجھ گیا کہ ماموں کو اصل حالات سے آگاہی ہوگئی ہے اس نے
سراغرسانی کی ورا سے معلوم ہوگیا کہ کن لوگوں نے اور کسکے توسل سے آکی شکایت کی
ہے شکایت کرنے والے ابھی تک مرو ہی میں تھے۔ فضل نے ان لوگوں کو گرفتار کرا کر
انہیں طرح طرح کی اذیتیں دیں کسی کو قید کر دیا کسی کو کوڑوں سے پٹوایا کسی کی ڈاڑھی
اکھڑوائی۔ ماموں کو بھی آکی ان زیادتیوں کی اطلاع ہوگئی مگر وہ فضل سے کوئی بازپرس
نہ کرسکا۔ البتہ علی رضا فضل کی ایذا دہی سے محفوظ رہے سچ پوچھو تو فضل سے کوئی
بازپرس نہ کرکے بڑی عقلمندی کی کیونکہ اگر وہ ایسا کرتا تو فضل کھٹک جاتا اور چونکہ وہ
حکومت وسلطنت پر بُری طرح چھایا ہُوا تھا۔ اسلئے ماموں کو نہ معلوم کسقدر نقصان
پہنچا دیتا۔ جب علی رضا نے فضل کے ظلم وجور کی ماموں سے شکایت کی تو ماموں نے کہا میں
غافل نہیں ہوں۔ مگر موقعہ کا منتظر ہوں۔ آخر ماموں مرو سے روانہ ہو کر مقام سرخس میں
جا پہنچا اور چند لوگونکو فضل کے قتل پر مامور کر دیا ان لوگوں نے ۲ شعبان ۲۰۳ھ میں جمعرات کے
روز فضل کو جبکہ وہ حمام میں تھا حمام میں گھسکر قتل کر دیا یہ عجیب بات ہے کہ فضل کو قتل
کرنیوالے دُور دراز ممالک کے لوگ تھے جب ماموں کو فضل کے قتل کی اطلاع ہوئی تو اس نے
فوراً اشتہار دیا کہ جو قاتلوں کو گرفتار کر کے لائیگا اسے دس ہزار اشرفیاں انعام ملینگی چنانچہ

عباس بن الہثیم نے قاتلوں کو گرفتار کرلیا اسے انعام مقرر دیا گیا اور مامون نے قاتلوں کو قتل کرا کر انکے سر حسن سہل کے پاس بھیجدیئے۔ اسے تعزیت کا خط لکھا اور فضل کے بجائے حسن ہی کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ مامون نے صرف یہی نہیں کیا بلکہ فضل بن سہل کی ماں کے پاس رسم تعزیت کیلئے گیا! اور کہا جسطرح فضل آپکا فرزند تھا۔ اسی طرح میں آپکا بیٹا ہوں فضل کی ماں مامون کی یہ بات سنکر رو پڑی۔ اس نے کہا اب مجھے کوئی غم نہیں جب تم جیسا میرا بیٹا موجود ہے۔ مامون نے چند روز کے بعد حسن بن سہل کی بیٹی بوران سے شادی کر کے حسن کا رتبہ اور بڑھا دیا۔ غرضیکہ مامون نے فضل کے خاندان کی تالیف قلوب کر کے اسکے دل سے یہ نکال دیا تھا کہ اسی نے فضل کو قتل کرایا ہے حالانکہ فضل کو اسی نے قتل کرایا تھا بالکل اسی طرح خلیفہ ہارون رشید نے جعفر برمکی کو قتل کرایا تھا مگر ہارون نے تمام خاندان برمک کو تباہ و برباد کر کے اپنے سر الزام لے لیا اور مامون نے یہ ہوشیاری کی کہ جو شخص اسکی راہ میں کانٹا بنا ہوا تھا صرف اسی کو دور کرایا اور باقی اسکے خاندان کی عزت افزائی کر کے اسکے قتل کے الزام سے بچ گیا۔

حضرت علی رضا کی وفات

خلیفہ مامون کو حضرت علی رضا سے اسقدر عقیدت و محبت تھی کہ اس نے اپنی ایک لڑکی[1] کی شادی ان کے ساتھ کر دی تھی۔ انہیں اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا اور اپنی دوسری بیٹی ام الفضل کا عقد حضرت علی رضا کے بیٹے محمد بن علی رضا سے کر دیا تھا۔ لیکن چونکہ ام الفضل ابھی نابالغ تھی اسلئے رخصت ملتوی کر دی گئی تھی۔ مامون مرو سے عراق کیجانب روانہ ہو گیا تھا اور وہ نہایت آہستگی سے سفر کر رہا تھا۔ ایک ایک مقام پر ہفتوں اور مہینوں مقیم رہتا۔ جب وہ مقام طوس میں پہنچا۔ جہاں اسکے باپ ہارون رشید کی قبر تھی تو وہاں ایک مہینہ سے زیادہ قیام کیا۔ اتفاق سے طوس میں حضرت علی رضا نے انگور کھائے انگور کھاتے ہی انکی طبیعت

[1] اس لڑکی کا نام جس کا عقد علی رضا سے ہوا ام حبیب تھا۔ صادق صدیقی)

بگڑ گئی اور فوراً ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ مامون کو انکی وفات کا سخت صدمہ ہوا۔ جنازہ کے ساتھ ننگے سر گیا اور رو کر کہنے لگا۔ اے ابوالحسن اب تیرے بعد میں کہاں جاؤں کیا کروں۔ اس نے ہارون رشید کی قبر ادھڑوا کر انہیں اسی قبر میں اس خیال سے دفن کرایا کہ علی رضا کی برکت سے ہارون رشید کو بھی فیض پہنچے۔ مامون تین روز تک علی رضا کی قبر پر مجاور بنا بیٹھا رہا اور ان تین روز کے عرصہ میں ایک روٹی اور نمک اسکی غذا رہی:۔

ایک شبہ کی تردید

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ علی رضا کو مامون نے زہر دلا دیا تھا لیکن کسی تاریخ سے اس کا ثبوت نہیں ملتا نہ عقل اسے باور کرتی ہے۔ علی رضا نے خود خلافت کی خواہش کی تھی نہ مامون نے کسی ڈر یا دباؤ کی بنا پر انہیں اپنا ولیعہد بنایا تھا بلکہ علی رضا کی خداداد قابلیت دیکھکر مامون نے انہیں اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا پھر علی رضا خود اسقدر نیک طینت واقع ہوئے تھے کہ انہوں نے کبھی کوئی حرکت مامون کے خلاف نہیں کی اور جبتک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ علی رضا اور مامون میں کوئی رنجش ہو گئی تھی اس وقت تک کوئی شخص بھی یہ باور نہیں کر سکتا کہ مامون نے علی رضا کو زہر دلایا بلکہ مامون نے اپنی ایک بیٹی کی شادی علی رضا سے اور دوسری بیٹی کی شادی علی رضا کے بیٹے محمد سے کی تھی اور علی رضا کے بھائی کو میر حج مقرر کر کے بھیجا تھا اور انہیں یمن کی سند گورنری بھی دیدی تھی۔ اسکے علاوہ علی رضا کی موت کا مامون پر یہ اثر ہوا کہ تین روز تک ایک روٹی محض نمک سے کھائی انکو اسقدر بزرگ اور مقدس سمجھا کہ اپنے باپ خلیفہ ہارون رشید کی قبر میں انھیں اسلئے دفن کیا تاکہ ہارون رشید کو ان سے کچھ فیض پہنچے۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں جن سے شیعہ حضرات کے قول کی تصدیق نہیں ہوتی بلکہ یہ ماننا پڑتا ہے کہ مامون کا انھیں زہر دینے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ غرضیکہ علی رضا کے قتل سے مامون کا دامن بالکل پاک ہے اول تو یہی ثابت نہیں ہوتا کہ علی رضا کو زہر دیا گیا ہے اور اگر اسے باور کو مان بھی لیا جائے تو یہ ہو سکتا ہے کہ کسی عباسی نے اس وجہ سے انھیں زہر دیدیا ہو کہ عباسی علویوں کی خلافت و امارت کو

پسند نہ کرتے تھے۔ کیونکہ چند علویوں نے جنھیں ابو سرایا نے گورنر مقرر کیا تھا۔ اس قدر مظالم کئے تھے جن سے لوگ علویوں سے نفرت کرنے لگے تھے امام علی رضا ۱۴۸ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے تھے اور ماہ صفر ۲۰۳ھ میں پچپن سال کی عمر میں وفات پائی۔

مامون کا بغداد میں داخلہ

مامون ۲۰۲ھ میں مرو سے بغداد کیلئے روانہ ہوا تھا اور ماہ صفر ۲۰۴ھ میں تقریباً ڈیڑھ برس میں بغداد پہنچا۔ دراصل مامون نے ملک کا یہ دورہ کیا تھا ایک ایک مقام پر ہفتوں اور مہینوں ٹھہرا مختلف شہروں میں مناسب انتظامات کئے۔ جب وہ نہروان میں پہنچا تو اکابر و عمائد اور افسران فوج بڑے جوش سے اسکے استقبال کو نکل آئے۔ مامون نے اپنے مشہور اور بہادر سپہ سالار طاہر بن حسین کو بھی رقہ سے طلب کیا تھا اور وہ بھی نہروان میں آکر مل گیا تھا۔ غرضیکہ ۱۵ صفر ۲۰۴ھ کو مامون نہایت شان و شوکت کیساتھ دار الخلافہ بغداد میں داخل ہوا۔ ہزاروں آنکھیں اسکے دیدار کو ترس رہی تھیں بغداد کے تمام مسلمان اسے دیکھنے کیلئے امڈ آئے خود مامون اور اسکے تمام افسران فوج اور اکابر قوم علویوں کے سبز لباس میں تھے ہوا خواہان دولت عباسیہ نے اس لباس کو پسند نہ کیا۔ وہ عباسی خلیفہ کو اسکے اصل لباس (سیاہ رنگ) میں دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ جب مامون نے طاہر کو بلا کر اسے اسکی خدمات کا صلہ دینا چاہا تو فرمایا۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔ طاہر کیلئے موقع تھا کہ وہ اپنے لئے جاگیر مانگتا یا دولت طلب کرتا یا اپنے خاندان کیلئے کچھ وجاہت لیکن اس نے کچھ طلب نہ کیا صرف یہ کہا کہ میری یہ خواہش ہے کہ میں آل عباس کو ان کے اصل رنگ میں دیکھوں۔ مامون نے اس کی درخواست منظور کر لی۔ اسی وقت اس نے دربار عام میں سیاہ لباس منگوا کر پہنا۔ طاہر و دیگر فوجی افسروں اور اراکین سلطنت کو سیاہ خلعت دیئے اسکے بعد ہی یعنی ایک ہفتہ کے اندر ۲۳ صفر ۲۰۴ھ کو تمام اہل بغداد سیاہ لباس میں ملبوس ہو گئے پھریرے بھی سیاہ ہی لہرائے گئے۔ اسی روز عملی طور پر یہ اعلان کیا

گیا کہ اسلامی دنیا میں آل عباس کی حکومت ہے:

طاہر بن حسین کا گورنر خراسان ہونا

طاہر بن حسین بن مصعب بن زریق بن ماہان ۱۵۹ھ میں مقام مرو میں پیدا ہوا تھا وہ غلام خاندان سے تھا۔ زریق حضرت طلحہ بن عبید اللہ کا غلام تھا جو طاہر کا پردادا تھا مامون نے طاہر کی یہ عزت افزائی کی کہ اُسے صیغۂ پولیس کا افسر یعنی بغداد کا کوتوال مقرر کر دیا اس زمانہ میں یہ عہدہ بڑی عزت و عظمت کا ہوتا تھا۔ ساتھ ہی اُسے جزیرہ اور سواد کی گورنری بھی دیدی۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ طاہر مامون کے پاس مجلس خاص میں پہنچ گیا۔ اسکی صورت دیکھتے ہی مامون کو اپنا بھائی امین یاد آگیا۔ ساتھ ہی طاہر کی وہ تمام سفاکانہ کاروائیاں بھی نظروں کے سامنے پھر گئیں جن سے امین کو گرفتار و قتل کیا گیا تھا۔ مامون کی آنکھوں میں انسو بھر آئے۔ طاہر نے مامون سے چشم پرنم ہونے کی وجہ پوچھی۔ مامون نے کہا کچھ ایسی ہی بات ہے جسکے ظاہر کرنے میں ذلت اور چھپانے میں اذیت ہوتی ہے۔ طاہر کو خود یہی اندیشہ تھا کہ مامون کو امین کے قتل کا صدمہ ہے اسی وجہ سے وہ خود مامون کے حضور میں باریاب نہ ہوا تھا۔ بلکہ بلانے پر آیا تھا۔ طاہر نے مامون کے ایک ندیم سے کہا کہ وہ کسی اور وقت اس وقت کی آزردگی کا سبب مامون سے دریافت کرے چنانچہ اس ندیم نے جب پوچھا تو مامون نے کہا۔ طاہر کو دیکھکر میرے دلمیں غم اور غصہ کا طوفان اٹھنے لگتا ہے۔ کیونکہ یہی وہ شخص ہے جس نے میرے بھائی امین کو قتل کیا اور اب میری تعظیم بجالاتا ہے۔ جب ندیم نے طاہر کو اس بات کی اطلاع دی تو اس نے اُسے ایک لاکھ درام نذر کئے اور اس بات کو سن کر سخت پریشان ہوا۔ موت اسکی آنکھوں کے سامنے پھرنے لگی اس نے محمد بن ابی الخالد سے جو اسوقت وزیر اعظم تھا (حسن بن سہل کو مامون نے وزارت سے برطرف کر دیا تھا) کہا کہ آپ مجھ پر یہ احسان کریں کہ مجھے کسی صوبہ کی گورنری دلادیں کیونکہ میں بغداد سے دور رہنا چاہتا ہوں۔

محمد بن ابی الخالد نے وعدہ کر لیا اور ایک روز مامون سے کہا کہ آپ نے غسان بن عباد کو خراسان کا گورنر مقرر کر رکھا ہے مجھے اس خوف سے راتوں کو نیند نہیں آتی ہے کہ اگر اس نے بغاوت کر دی تو غسان خراسان کو نکلے ہاتھوں سے ہرگز نہ بچا سکے گا۔ مامون جب خراسان سے بغداد آنے کے لئے روانہ ہوا تھا۔ تو اس نے خراسان کی حکومت پر فضل بن سہل کے چچا زاد بھائی غسان بن عباد کو گورنر مقرر کیا تھا۔ مامون نے کہا بے شک یہ بات ضرور قابل تشویش ہے لیکن پھر کسے خراسان کا گورنر مقرر کیا جائے۔ محمد بن ابی الخالد نے کہا میری نگاہ میں طاہر سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے:-

مامون۔ مگر مجھے اس کی طرف سے بغاوت کا اندیشہ ہے!

محمد۔ اطمینان رکھئے وہ بغاوت نہ کرے گا میں اس کا ضامن ہوں!

مامون نے اسی وقت طاہر کو بلا کر بغداد کے تمام مشرقی صوبوں کا نائب السلطنت مقرر کر کے خراسان، سندھ، بلخ اور بخارا تک کی حکومت دیکر مرو کیجانب روانہ کیا اور طاہر کے بیٹے عبداللہ کو بغداد کا کوتوال مقرر کر دیا طاہر کو رخصت کرتے وقت مامون نے طاہر کو دس لاکھ درہم عطا کئے اور ایک غلام عنایت کیا۔ مامون نے غلام کو یہ سمجھا دیا کہ اگر طاہر بغاوت کرنے پر آمادہ ہو تو فوراً زہر دیکر اس کا کام تمام کر ڈالنا۔

طاہر آخر ماہ ذیقعدہ ۲۰۵ھ میں بغداد سے خراسان کیطرف روانہ ہوا

طاہر کے بیٹے عبداللہ کا خروج

۲۰۶ھ میں جزیرہ کا گورنر یحییٰ بن معاذ فوت ہو گیا مرتے وقت اس نے اپنے بیٹے احمد کو جزیرہ کی حکمرانی سپرد کر دی۔ عین اسی وقت مصر کا والی سری بن محمد حکم بھی فوت ہو گیا وہ اپنے بیٹے عبیداللہ کو مصر کا حاکم بنا گیا۔ نصر بن شبیث باغی جزیرہ پر قبضہ کرنے کے لئے بڑھا اور عبیداللہ بن سری نے خود مصر میں علم بغاوت بلند کر دیا۔ جب ان واقعات کی اطلاع مامون کو ہوئی تو اس نے اسحاق بن ابراہیم بن حسین بن مصعب کو تو بغداد کا کوتوال مقرر کیا اور

عبداللہ بن طاہر کو جزیرہ کا گورنر مقرر کرکے حکم دیا کہ رقہ اور مصر کے درمیان کسی مقام پر قیام کرکے اول نصر بن شیث کا مقابلہ کرو اور اسے زیر کرنے کے بعد مصر کی بغاوت کو فرو کرو۔ عبداللہ بن طاہر فوج لیکر روانہ ہوا اور رقہ اور مصر کے درمیان مقیم ہو کر اول نصر بن شیث کے مقابلہ پر فوج بھیجی اور گردو نواح میں اطراف سے فوجی دستے پھیلا دیئے کہ نصر محصور ہو گیا۔ جب طاہر بن حسین کو خراسان میں یہ خبر پہنچی کہ مامون نے اسکے بیٹے عبداللہ کو جزیرہ کا گورنر مقرر کیا ہے تو اس نے عبداللہ کو ایک خط لکھا جسمیں محاسن اور مکارم اخلاق۔ سیاست اور آئین ملکداری تحریر کئے تھے۔ یہ خط اس زمانہ کی بہترین تصنیف سمجھی گئی۔ مامون نے اس خط کی نقلیں کرا کر تمام عاملوں کے پاس بھیجیں ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں اور ابن اثیر نے اپنی تاریخ کامل میں اس خط کو نقل کیا ہے ہم مختصر نامہ لکھ رہے ہیں اسلیئے اس خط کا ترجمہ پیش کرنے سے قاصر ہیں یہ خط علم اخلاق کے نصاب میں شامل کر دیا گیا تھا۔ نصر بن شیث اور عبداللہ بن طاہر کی لڑائیوں کا سلسلہ کئی برس تک جاری رہا۔ اسی سال یعنی ۲۰۶ھ عبدالرحمن بن احمد نے یمن میں علم بغاوت بلند کیا۔ مامون نے اسکے مقابلہ پر دینار بن عبداللہ کو روانہ کیا۔ عبدالرحمن نے امان طلب کر لی۔ فضل بن ربیع جو امین کا وزیر اعظم تھا۔ مامون کے خوف سے چھپا چھپا پھرتا تھا اسی سال اس نے امان طلب کی اور مامون نے اسکی خطا معاف کر دی:۔

طاہر بن حسین کی وفات

طاہر نے خراسان میں پہنچکر وہاں کے تمام فتنوں کو فرو کر دیا۔ ۲۰۷ھ میں طاہر نے مرو میں جمعہ کے روز جامع مسجد میں خطبہ دیا۔ اس نے خطبہ میں نہ مامون کا نام لیا نہ اسکے لئے دعا کی۔ کلثوم بن ثابت خراسان کا پرچہ نویس تھا۔ اس نے فوراً اس واقعہ کی اطلاع مامون کو دی۔ مامون نے احمد بن ابی خالد وزیر اعظم کو طلب کرکے کہا۔ طاہر بغاوت کرنیوالا ہے۔ تم اسکے ضامن ہو فوراً لشکر لیکر خراسان جاؤ اور طاہر کو گرفتار کرکے لاؤ۔

احمد بن ابی الخالد نے تیاری شروع کی۔ اگلے ہی دن ماموں کے پاس خراسان سے دوسرا پرچہ آیا۔ جسمیں طاہر کے انتقال کی خبر دیگئی تھی۔ اس پرچہ میں لکھا تھا کہ طاہر نے جس روز یعنی جمعہ کے دن خطبہ دیا اسی روز سے بخار ہو گیا اور شنبہ کے دن جب دیر تک وہ خوابگاہ سے برآمد نہ ہوا تو لوگ اندر گئے دیکھا تو طاہر مردہ پڑا تھا۔ ماموں نے اس پرچہ کو پڑھکر خدا کا شکریہ ادا کیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ غالباً اس غلام نے جو ماموں نے طاہر کو عنایت کیا تھا۔ طاہر کی بدلی ہوئی نیت دیکھکر اسے زہر دے دیا۔ واللہ اعلم بالصواب

طلحہ بن طاہر

ماموں میں یہ خوبی تھی کہ وہ بغاوت وسرکشی کی سزا باغی ہی کو دیتا تھا۔ مجرم ہی سے اسکے جرم کی باز پرس کرتا تھا اسکے خاندان اور متعلقین کو کوئی نقصان نہ پہنچاتا تھا۔ چنانچہ طاہر کی وفات کے بعد ماموں نے اسکے بیٹے طلحہ بن طاہر کو خراسان کا گورنر مقرر کیا اور احمد بن ابی الخالد وزیر اعظم کو طلحہ کے ساتھ اسلئے بھیجا کہ خراسان اور ماوراء النہر میں جو بغاوت ہو رہی ہے اسے فرو کرے۔ چنانچہ احمد بن ابی الخالد نے ماوراء النہر کے علاقہ میں پہنچکر سرکش لوگوں کو قرار واقعی سزائیں دیں اسی دوران میں طاہر کے بھائی حسین بن حسین بن مصعب نے کرمان میں علم بغاوت بلند کیا۔ احمد بن ابی الخالد نے کرمان پہنچکر حسین کو گرفتار کیا۔ اور خلیفہ ماموں رشید کیخدمت میں پیش کر دیا ماموں نے حسین کی خطا معاف کردی:۔

بنو شیبان کی بغاوت

اسی سال بنو شیبان نے علم بغاوت بلند کیا۔ ماموں نے سعید بن انس کو انکی سرکوبی کیلئے روانہ کیا مقام دسیکرہ میں بنو شیبان سے لڑائی ہوئی۔ سعید بن انس نے انھیں شکست دیکر پامال کر دیا:۔

نصر بن شبث کا ...

ماموں یہ نہیں چاہتا تھا کہ اسکے دور حکومت میں بغاوت کے شعلے بلند ہوں اور

مسلمان اس آگ میں جل جائیں اس نے یہ کوشش کی کہ نصر بن شبیث بغاوت سے باز آ جائے
چنانچہ مامون نے محمد بن الجعفر عامری کو نصر بن شبیث کے پاس اطاعت قبول کر لینے کی
ترغیب دینے کیلئے روانہ کیا۔ نصر بن شبیث کو عبداللہ بن طاہر برابر دباتا اور پیچھے ہٹاتا چلا
جا رہا تھا۔ جب محمد بن الجعفر نصر کے پاس پہنچا تو نصر نے یہ شرط پیش کی کہ وہ مامون سے
امان طلب کرنے کو تیار ہے لیکن اسکے روبرو حاضر نہ ہو گا۔ محمد بن الجعفر نے جب واپس
آ کر مامون سے نصر کی یہ شرط بیان کی تو مامون نے قسم کھالی کہ جب تک نصر حاضر نہ ہو گا
نہ اسے امان دی جائیگی نہ اس کا پیچھا چھوڑا جائیگا۔ نصر نے جب اس قسم کا حال سنا
تو اس نے غرور کے لہجہ میں کہا کہ مامون قوم زط کے لوگوں کو ابھی تک مغلوب نہیں کر سکا
بھلا ہم عربوں کو کیا زیر کر سکے گا۔ چنانچہ وہ پہلے سے بھی زیادہ مستعدی کیساتھ لڑنے لگا

منصور بن نصیر کی بغاوت

افریقہ کا وہ حصہ جو مصر اور مراکش کے درمیان واقع ہے اور جس میں تونس قیروان
بڑے بڑے مرکزی مقامات تھے ۱۸۴ھ میں خلیفہ ہارون رشید نے ابراہیم بن اغلب کو
ٹھیکہ پر دے دیا تھا۔ ابراہیم نے اس علاقہ کا انتظام معقول کیا۔ ابراہیم کے مرنے کے
بعد اس کا بیٹا زیادۃ اللہ بن ابراہیم اس علاقہ کا انتظام کرنے لگا۔ سنہ ۲۰۸ھ میں تونس
میں بغاوت نمودار ہوئی منصور بن نصیر نے علم بغاوت بلند کیا۔ زیادۃ اللہ قیروان
میں تھا۔ اس نے اپنے ایک افسر محمد بن حمزہ کو تین سو سواروں کے ساتھ منصور کی سرکوبی
کیلئے بھیجا لیکن منصور نے اس لشکر کو شکست دیکر بھگا دیا اور زور و قوت حاصل کر کے
قیروان کا محاصرہ جا کیا۔ چالیس روز تک محاصرہ کئے پڑا رہا آخر زیادۃ اللہ نے ۵ جمادی الثانی
۲۰۹ھ میں قیروان سے نکل کر حملہ کیا منصور شکست کھا کر بھاگا لیکن تھوڑے ہی دنوں
میں اس نے پھر جمعیت فراہم کر لی اسکی فوج میں جو سپاہی تھے ان میں سے بعض کے اہل و عیال
قیروان میں تھے منصور نے انہیں وہاں سے نکال لانے کیلئے پھر قیروان کا محاصرہ کیا سولہ ۱۶ روز تک محاصرہ کئے رہا

اس عرصہ میں اسکے اہل فوج کے عزیز دا قارب جبر او آن لگاکر اسکے پاس آگئے منصور انھیں لیکر تیونس واپس چلا آیا اور اکثر اضلاع پر قابض ہو گیا منصور نے ۲۰۸ھ میں علم بغاوت بلند کیا تھا اور ۲۱۱ھ تک سرکشی کرتا رہا ۔ آخر ۲۱۱ھ میں اسکی فوج کے ایک سردار عامر نامی اس سے ناراض ہوکر اسے قتل کر ڈالا منصور کے مقتول ہوتے ہی بغاوت فرو ہو گئی اور زیادۃ اللہ اطمینان سے افریقیہ پر حکومت کرنے لگا۔

نصر بن شیث کی گرفتاری

نصر بن شیث حلب کے شمالی علاقہ نواح کیسوم کا باشندہ تھا وہ امین کا بہاں نثار دوست تھا۔ خلیفہ امین کے قتل کی خبر سنکر ہی باغی ہو اتھا اسے عجمیوں سے سخت نفرت تھی علویوں سے بھی کوئی ہمدردی نہ رکھتا تھا۔ اس نے صوبہ جزیرہ کے قریباً تمام اضلاع پر قبضہ کر لیا تھا مقام کیسوم میں مقیم تھا ۲۰۹ھ میں عبداللہ بن طاہر نے اسے ہر طرف سے گھیر کر کیسوم میں محصور کر لیا اور محاصرہ میں اسقدر شدت کی کہ نصر مجبور ہو گیا اور اس نے بلا کسی شرط کے ہتھیار ڈالکر اپنے آپکو عبداللہ بن طاہر کے سپرد کر دیا عبداللہ نے اسے مامون کیخدمت میں بغداد روانہ کیا۔ وہ مامون کے روبرو دربار عام میں پیش کیا گیا۔ مامون نے ماہ صفر ۲۱۰ھ میں اسے مدینۃ المنصور میں نظر بند کر دیا۔

ابن عائشہ و مالک کا قتل

ابراہیم بن محمد بن عبدالوہاب بن ابراہیم امام بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب نے جو ابن عائشہ کے نام سے مشہور تھا۔ ابراہیم بن مہدی کی بیعت کی تھی۔ مالک بن شاہین بھی اسی کے گروہ کا آدمی تھا۔ یہ لوگ بھی ابراہیم بن المہدی کے ساتھ ہی روپوش ہوگئے تھے۔ لیکن مامون کو جاسوسوں نے اطلاع دی تھی کہ یہ لوگ ابراہیم بن المہدی کو تخت نشین کرنے کے لئے سازش کر رہے ہیں۔ مامون نے ان کی گرفتاری کا اعلان کر دیا تھا اور ابراہیم بن المہدی کو اسیر کر نیوالے کو ایک لاکھ انعام دینے کا

اشتہار دیا تھا۔ مامون کی خفیہ پولیس نے ابن عائشہ۔ مالک اور انکے گروہ کے بہت سے آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ ماہ صفر ۲۱۰ھ میں یہ فسادی لوگ مامون کے حضور میں پیش کئے گئے۔ ان لوگوں نے ایک بڑی فہرست کر کے مامون کیخدمت میں پیش کر کے کہا کہ یہ لوگ بھی ہمارے معاون تھے۔ مگر مامون نے ان لوگو نکو جنکے نام فہرست میں لکھے تھے اسلئے کچھ سرزنش نہ کی کہ باغی اپنے ساتھ بیگناہوں کو پھنسانا چاہتے ہیں۔ مامون نے ان باغیوں کو قید کر دیا۔ مگر یہ لوگ قیدخانہ میں بھی نچلے نہ بیٹھے۔ انہوں نے اندر سے چاروں طرف کے کواڑ بند کر کے قیدخانہ میں نقب لگانا شروع کی مامون کو خبر ہوئی تو خود جیلخانہ پر پہنچا۔ کواڑ تڑوا کر باغیوں کو پکڑا اور سوائے ابن عائشہ کے اور سب کو قتل کر ڈالا۔ ابن عائشہ کو پھانسی دی یہ پہلا موقعہ تھا کہ ایک عباسی کو خلافت عباسیہ میں پھانسی کی ذلت آمیز سزا دی گئی:۔

ابراہیم بن المہدی کی گرفتاری

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ابراہیم بن مہدی جو لغداد میں تخت نشین ہوا تھا روپوش ہو گیا تھا۔ اپنی روپوشی اور اسیری کا واقعہ ابراہیم نے خود بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مامون نے ایک لاکھ درہم انعام میری گرفتاری پر مقرر کر کے اشتہار دے دیا میں سمجھ گیا کہ اب جان کی خیر نہیں ہے میں نے ٹھیک دوپہر کے وقت اس اشتہار کا حال سنا گرمی کے دن تھے۔ سخت دھوپ پڑ رہی تھی اسی وقت میں گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ سوچتا تھا کہ کہاں جاؤں۔ ایک گلی میں گھس گیا۔ لیکن گلی کے دوسری طرف راستہ نہ تھا۔ اب پیچھے لوٹ سکتا تھا۔ سخت حیران و پریشان تھا۔ اسی اضطراب میں اسے ایک مکان نظر پڑا جسکے دروازہ پر ایک حبشی غلام کھڑا تھا۔ میں نے غلام سے التجا کی کہ وہ مجھے چھپا لے اور اس نے نہایت خوشی سے منظور کر لیا۔ مجھے ایک آراستہ کمرہ میں لیجا کر بٹھایا اور خود کواڑ بند کر کے باہر چلا گیا۔ جب غلام

کو آنے میں دیر ہوئی تو مجھے اندیشہ ہوا کہ غلام ضرور پولیس کو بلانے گیا ہے مگر
خلاف امید تھوڑے ہی عرصہ میں غلام گوشت۔ گھی آٹا۔ دیگچی اور کوزے پیالے
لیکر آ گیا۔ اس نے یہ سب سامان میرے سامنے رکھکر کہا کہ میں ذات کا حجام ہوں
میری یہ جرأت نہوئی۔ کہ آپکے لئے گھر کا پکا ہوا کھانا لاؤں۔ یہ سامان بازار سے
مول لایا ہوں۔ ابراھیم کہتا ہے کہ میں نے خود کھانا تیار کیا کھایا۔ پھر اس نے نبیذ
حاضر کی۔ میں نے اسے بھی شریک کر لیا اور ہم دونوں نبیذ پینے لگے۔ غلام نے مجھ سے
گانیکی فرمائش کی میں اس فن میں ماہر تھا میں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں یہ کیسے
معلوم ہوا کہ میں اس فن لطیف سے واقف ہوں غلام نے کہا میں اس بات سے
بھی واقف ہوں کہ آپکا نام ابراھیم ہے آپکے قدم سے تخت نے عزت حاصل کی ہے
اور یہ بات بھی جانتا ہوں کہ مامون نے آپکی گرفتاری کے لئے ایک لاکھ درھم کا
اشتہار دے رکھا ہے۔ مجھے تعجب ہوا کہ ایک حجام غلام مجھے آسانی سے گرفتار
کراکر ایک لاکھ درھم انعام حاصل کر سکتا تھا۔ مگر وہ میری خدمت کر رہا تھا میں
نے اسکی فرمائش پوری کی گایا۔ غلام بھی گانا جانتا تھا۔ اس نے اس درد سے گایا کہ در و دیوار
بول اٹھے میں دوپہر کو سو گیا۔ جب اٹھا تو اشرفیوں کی تھیلی جو میرے پاس تھی غلام
کی نذر کرنا چاہی۔ وہ تھیلی دیکھکر آزردہ ہوا اور کہا۔ افسوس کہ ایک غریب آدمی واقعی
حقیر مخلوق ہے۔ لیکن میں حضور کی مہمانی کے شرف کو درھم و دینار کے عوض میں
فروخت نہیں کر سکتا۔ مجھے ندامت ہوئی۔ میں نے اس سے رخصت ہونا چاہا۔ اس نے
کہا آپ چند روز قیام کیجئے۔ جب شورش کم ہو جائے تب تشریف لیجائیے گا
میں چند روز اسکے پاس رہا۔ مگر یہ خیال کر کے کہ میرا میزبان میری وجہ سے
مصارف کا زیر بار ہو رہا ہے میں ایک دن چپکے سے نکل کھڑا ہوا اور اخفائے
حال کے خیال سے زنانہ لباس پہن لیا۔ راستہ میں ایک فوجی سوار نے مجھے

پہچان لیا اور گلا پھاڑ پھاڑ کر چلانے لگا کہ ابراہیم اشتہاری جا رہا ہے لوگ ہر طرف سے
دوڑ پڑے میں بھاگا۔ ایک گلی میں گھسا۔ ایک مکان کے دروازہ پر ایک عورت کھڑی
ہوئی تھی میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ مجھے پناہ دیکر میری جان بچا لے اس
نے نہایت خوشی سے مجھے پناہ دی اور گھر کے اندر لیگئی۔ مگر بد قسمتی سے وہ نیک دل
عورت اسی سوار کی بیوی نکلی جس نے مجھے پہچان کر شور مچایا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں
سوار گھر میں آیا۔ جب اسکی نگاہ مجھ پر پڑی تو اپنی بیوی کو علیحدہ لے جا کر کچھ کہا مگر
عورت نے اپنے خاوند کو سمجھایا۔ اور مجھے آکر تسلی دی تین روز تک میں اسکے گھر میں
چھپا رہا۔ چوتھے روز اس فیاض عورت نے مجھ سے کہا کہ اب میں زیادہ دنوں تک
آپکی حفاظت نہیں کر سکتی۔ میں اسی وقت اسکے گھر سے نکل کھڑا ہوا مجھے اس
وقت اپنی ایک کنیز یاد آئی جس پر میں نے بڑے احسانات کئے تھے اور جو مجھ سے
محبت کرتی تھی۔ میں اسکے گھر گیا اس نے میرا استقبال کیا مجھے دیکھکر اظہار ہمدردی
کر کے خوب روئی۔ غمخواری کی باتیں کیں پھر باہر چلی گئی میں سمجھا کہ کچھ کھانے کو
لینے گئی ہے۔ مگر جب وہ واپس آئی تو پولیس کے سوار اسکے ساتھ تھے۔ پولیس نے مجھے
اسیر کر کے اسی زنانہ لباس میں مامون کے دربار میں حاضر کیا۔ میں نے مامون کو سلام کیا
مامون نے بگڑ کر کہا۔ خدا تیرا برا کرے تو نے بغاوت کی۔ میں خوف سے کانپ
اٹھا۔ مگر میں نے جرأت کر کے کہا۔ امیر المومنین میں جانتا ہوں کہ میرا گناہ بہت بڑا
ہے لیکن تیری فیاضیاں تیرے رتبہ سے بڑھکر ہیں اگر تو مجھے سزا دے تو میں اس کا
مستحق ہوں لیکن اگر بخشدے تو تیری نوازش ہے۔ مامون نے ارکان دولت
سے دریافت کیا کیا رائے ہے؟ سب نے کہا قتل! مگر احمد بن ابی الخالد وزیر اعظم
نے کہا۔ تاریخ میں ایسی مثالیں تو موجود ہیں کہ بغاوت کے جرم میں مجرم کو قتل کر دیا
گیا۔ لیکن آپ ایسی مثال قائم کیجئے کہ باغی کی جان بخشی کیگئی۔ مامون نے سر جھکا کر کہا

اگر میں اپنے بھائی کو قتل کرنے کیلئے تیر چلاؤں تو وہ مجھے ہی لگیگا۔ ابراہیم نے چلاکر کہا خدا کی قسم امیر المومنین نے میری جاں بخشی کی۔ مامون فوراً سجدہ میں گر گیا۔ کچھ دیر کے بعد سجدہ سے سر اٹھا کر مجھ سے خطاب کر کے کہا۔ چچا جان۔ آپ جانتے ہیں میں نے کیوں سجدہ کیا؟ میں نے عرض کی کہ شاید میری اطاعت پر۔ مامون نے کہا نہیں بلکہ اس بات پر کہ خدا نے مجھے عفو کی توفیق کی۔ پھر مامون نے میری تمام داستان سنی۔ غلام عورت۔ کنیز وغیرہ کو طلب کیا۔ غلام کا ہزار دینار سالانہ وظیفہ مقرر کیا۔ عورت کو بھی انعام دیا۔ مگر کنیز کو کچھ صلہ نہ دیا۔

مصر و اسکندریہ میں بغاوت

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ سری ابن محمد کے بیٹے عبید اللہ نے مصر میں بغاوت کی تھی چونکہ عبداللہ بن طاہر نصر بن شیث کی بغاوت کے انسداد میں مشغول تھا اسلئے وہ عبید اللہ کی طرف کوئی توجہ نہ دے سکا۔ اس دوران میں امام مالک بن انس کے معتقدین نے اندلس کے دارالخلافہ قرطبہ میں عہد خلافت ہوی خلیفہ الحکم بن ہشام کے ایک بغاوت کی سازش کی حکم کو عین وقت پر اطلاع ہو گئی اس نے باغیوں کو حدود اندلس سے خارج کر دیا یہ باغی مصر میں آکر اسکندریہ میں داخل ہوئے۔ اسکندریہ میں عبید اللہ کیطرف سے ایک عامل رہتا تھا۔ ان جلاوطن باغیوں نے اس عامل کو اسکندریہ سے نکالدیا اور خود اس پر قابض ہو کر ابوحفص عمر بلوطی کو اپنا امیر مقرر کر لیا۔ جب عبداللہ بن طاہر نصر بن شیث کی مہم سے فارغ ہوا تو اس نے عبید اللہ بن سری پر چڑھائی کی اور اسے شکست دیکر محصور کر لیا۔ عبید اللہ نے شدت محاصرہ سے تنگ آکر عبداللہ سے امان طلب کی اور اپنے آپکو اسکے حوالہ کر دیا۔ عبداللہ بن طاہر نے قیروان پر قبضہ کر لیا اور اسکندریہ کا رخ کیا۔ ابوحفص عمر بلوطی اسکی آمد کی خبر سنکر گھبرا گیا۔ اس نے بھی امان طلب کی عبداللہ بن طاہر نے اس شرط پر اسکی درخواست منظور کی کہ وہ ملک مصر سے نکلکر بحر روم کے کسی جزیرہ میں چلے جائیں۔ چنانچہ عمر بلوطی اپنے ہمراہیوں کو لیکر جزیرہ اقریطش (کریٹ) کیطرف چلا گیا اور وہاں جاکر اس تمام جزیرہ پر قابض و متصرف ہو گیا

اسوقت اقریطش میں رومی حکومت تھی رومی حکومت اس کا مقابلہ کر سکی۔ یہ واقعہ ۲۱۰ھ میں ہوا ۲۱۰ھ سے تقریباً ایک سو ساٹھ برس تک جزیرہ اقریطش (کریٹ) کی حکومت ابوحفص عمر بلوطی کے خاندان میں ہی رہی:۔

زریق کی بغاوت

علی بن صدقہ جو زریق کے نام سے مشہور تھا ایک عربی النسل شخص تھا اُسے خلیفہ مامون الرشید نے ۲۰۹ھ میں آرمینیہ اور آذربائیجان کا گورنر مقرر کر دیا تھا ۲۱۱ھ میں وہ باغی ہو گیا۔ مامون نے فوراً سید بن انس کو جو موصل کا حاکم تھا زریق کی سرکوبی پر مامور کیا۔ سید نے کئی مرتبہ زریق پر یورش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا زریق نے اپنی حکومت کو مستحکم بنانے کیلئے چالیس ہزار فوج تیار کی۔ اسکی فوج میں ایک سپہ سالار تھا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ سید بن انس کو قتل کر ڈالے گا چنانچہ زریق اسے اسی لئے ایک لاکھ درہم سالانہ دیا کرتا تھا جب زریق نے سید کے مقابلہ کیلئے یہ فوج گراں بھیجی تو اس سپہ سالار کو بھی ساتھ کر دیا۔ سید ہمیشہ تنہا حملہ آور ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ زریق کی یہ فوج جب اسکے مقابلہ پر آئی تو اس نے تنہا ہی اس پر حملہ کر دیا۔ بعد میں سید کا لشکر حملہ آور ہوا۔

سید جب لڑتا ہوا صفوں کو زیر و زبر کر رہا تھا اسوقت زریق کا بہادر سالار سید کے مقابلہ میں آیا دونوں نے خوب خوب شجاعت کے جوہر دکھائے اور دونوں نے ایک ساتھ قتل ہو کر یہ ثابت کر دیا کہ دونوں برابر کے حریف تھے مامون کو سید کی موت کا بڑا صدمہ ہوا اس نے فوراً محمد بن حمید طوسی کو زریق کی تادیب کیلئے روانہ کیا۔ محمد طوسی ۲۱۲ھ میں موصل پہنچا۔ اس نے شاہی فوج کے علاوہ ان عربی قبائل کے لوگوں کو بھی فوج میں بھرتی کر لیا جو ایک عرصے سے موصل میں آ کر آباد ہو گئے تھے سید بن انس کا بیٹا محمد بھی جو اپنے باپ کا قصاص خون لینے کیلئے بیقرار تھا۔ اس لشکر کیساتھ ہو گیا۔ زریق محمد طوسی کے آنیکی خبر سُن کر بڑی بھاری جمعیت کیساتھ خود اسکے مقابلہ کیلئے بڑھا مقام زاب پر دونوں فوجیں

صف آرا ہوئیں ایک سخت جنگ کے بعد زریق کے ہمراہیوں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں اور زریق نے امان طلب کی۔ مامون نے اس نمایاں فتح کے صلہ میں محمد طوسی کو زریق کا تمام مال و اسباب عنایت کر دیا۔ مگر محمد طوسی نے زریق کی اولاد کو طلب کر کے وہ سب مال انہیں بخشدیا اور آذربائیجان پہنچکر ان تمام باغیوں کو بھی گرفتار کر لیا۔ جو زریق کے نائب تھے اور زریق کیطرف سے اس علاقہ میں حکومت کر رہے تھے:۔

بابک خرمی کی بغاوت

جاویدان ایک مجوسی تھا اس نے ایک نیا مذہب جاری کیا تھا اس مذہب میں قتل خونریزی۔ چوری۔ لوٹ اور زناہ جرم نہ تھا یہ مذہب مزدک کے مذہب سے ملتا جلتا تھا اس مذہب میں ماں اور بہن تک سے شادی جائز تھی۔ جاویدان کے فوت ہونے پر اسکے مریدوں میں سے ایک مرید بابک خرمی نے یہ دعوے کیا کہ جاویدان کی روح میرے جسم میں آگئی ہے اس نے جاویدان کی بیوی کو اپنی بیوی بناکر تمام مریدوں کی سرداری حاصل کر لی اور ہشتاد سر کے آگے جو پہاڑوں کا بڑا وسیع سلسلہ ہے اس پہاڑ کے ایک قلعہ کوہ پر ایک محفوظ مقام میں اپنا مستقر قائم کیا اور جا بجا مستقر سے بہت سی سرنگیں مختلف گھاٹیوں اور غاروں میں پہنچا دیں تاکہ ضرورت کیوقت سرنگوں سے کام لیا جا سکے اسکے مستقر کا نام شہر بذ تھا۔ رفتہ رفتہ بابک خرمی نے بڑی قوت حاصل کر لی اور ۲۰۱ھ سے ہی اس نے سلطنت اسلامیہ پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے اور اسقدر لوٹ کھسوٹ اور ڈاکہ زنی شروع کی کہ اس نواح کا امن خاک میں مل گیا۔ ۲۰۶ھ میں جبکہ اسکی دست درازیاں حد سے بڑھ گئیں تو آذربائیجان اور آرمینیہ کا گورنر عیسے اسکے مقابلہ پر مامور کیا گیا مگر بابک خرمی نے عیسے کو شکست دیکر بھگا دیا۔ عیسے کے بعد احمد بن کافی نے بابک پر حملہ کیا مگر بابک کی فوج نے عیسے کو زندہ گرفتار کر لیا اس سے بابک کا رعب اقتدار خوب ترقی کر گیا۔ چونکہ اسی کے بعد ہی زریق نے بغاوت کی اسلئے شاہی لشکر اول زریق کی سرکوبی پر مشغول ہوا جب زریق گرفتار کر لیا گیا اور محمد طوسی نے صوبہ آذربائیجان میں امن و امان قائم کر دیا۔ تب اسے مامون نے بابک خرمی کی سرکوبی پر مامور کیا۔ محمد طوسی ۲۱۴ھ

بابک خرمی کی مہم پر نہایت ساز و سامان سے روانہ ہوا بابک اسکی آمد کی خبر سنکر اسکے مقابلہ کیلئے تیار ہوگیا۔ دونوں کے لشکروں کا پر زور مقابلہ ہوا۔ محمد طوسی نے بابک کو شکست دی بابک پیچھے ہٹا محمد طوسی نے اُسے دبانا شروع کیا۔ بابک نے کئی مرتبہ لشکر جمع کرکے مقابلہ کیا لیکن ہر مرتبہ شکست کھائی۔ محمد بن حمید طوسی بابک خرمی کو شکست پر شکست دیتا اُسے پیچھے ہٹاتا دامن کوہ تک چلا گیا۔ بابک نے فوراً اپنی فوج کو پہاڑ پر چڑھا دیا۔ محمد طوسی نے اپنے لشکر کو اس طرح ترتیب دیا کہ میمنہ پر سعدی کو میسرہ پر عباس کو قلب میں ابوسعید کو مقرر کیا اور خود عقب میں رہا۔ اُس نے نہایت احتیاط اور ترتیب سے لشکر کو پہاڑ پر چڑھایا۔ بابک خرمی پہاڑ کے چپہ چپہ سے واقف تھے لیکن محمد طوسی کے ہمراہیوں میں سے کوئی بھی پہاڑی رستوں اور گھاٹیوں کو نہ جانتا تھا۔ مگر محمد طوسی نے بڑی احتیاط اور ہوشیاری سے لشکر کو پہاڑ پر چڑھا دیا اور بابک کے مستقر کیطرف بڑھا بابک نے اپنی فوج کا کثیر حصہ کمینگاہوں میں چھپا دیا تھا۔ جب محمد طوسی کی فوج تین فرسنگ تک پہاڑ پر چڑھ گئی تب خرمیوں نے اچانک کمینگاہ سے نکلکر شاہی لشکر پر حملہ کر دیا۔ عین اسوقت بابک خرمی بھی پلٹ پڑا۔ محمد کا لشکر ہر طرف سے بیچ میں آگیا۔ نہایت خونریز جنگ ہوئی شاہی لشکر کے قدم اکھڑ گئے۔ ابوسعید اور محمد نے بہت کچھ فوج کو سنبھالا مگر سپاہیوں کے قدم تھے سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ محمد تنہا رہگیا۔ لیکن وہ برابر لڑتا رہا۔ حتے کہ زخموں سے چور ہوکر مارا گیا۔ اس فتح سے بابک خرمی کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا اور وہ پہلے سے بھی زیادہ دلیر اور خونخوار ہوگیا۔ چونکہ اس کا فتنہ معتصم باللہ کے زمانہ تک رہا اسلئے اس کے باقی حالات خلیفہ معتصم باللہ کے عہد کے واقعات میں تحریر کئے جائینگے (انشاء اللہ)

خوارج کا خروج

خوارج جب بھی موقع پاتے تھے خروج کر دیتے تھے ان بدبختوں کی وجہ سے کبھی مسلمانوں کو آرام سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا حکام اور خلفاء اکثر انکی تادیب و سرکوبی میں مشغول رہے ابھی

بابک خرمی کا فتنہ فرو ہوا تھا کہ خوارج نے سر اٹھایا۔ محمد طوسی کے مرنے اور حیان ویتے کی اطلاع جب مامون کو پہنچی تو اُسے بے حد ملال ہوا۔ اس نے عبداللہ بن طاہر کو مصر سے واپس بلاکر بابک خرمی کے مقابلہ پر جانے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن طاہر مقام دینور میں پہنچا اور لشکر مرتب کرکے بابک خرمی کیطرف بڑھنا ہی چاہتا تھا کہ نیشاپور میں خوارج نے خروج کیا خوارج کو خروج کی اسوجہ سے جرأت ہوئی کہ عبداللہ کا بھائی طلحہ بن طاہر جو خراسان کا گورنر تھا فوت ہو گیا تھا۔ مامون رشید نے طلحہ کے مرنے اور خوارج کے خروج کرنے کی خبر پہنچتے ہی عبداللہ بن طاہر کو خراسان کا گورنر مقرر کرکے اسکے پاس حکم بھیجا کہ تم سب سے پہلے خراسان پہنچکر خوارج کا فتنہ فرد کرد۔ چنانچہ عبداللہ بن طاہر دینور سے نیشاپور کیطرف متوجہ ہوا اور اس طرح بابک خرمی طاہر کے حملہ سے بچگیا۔ عبداللہ بن طاہر نے نیشاپور پہنچکر خوارج کا استیصال کرکے تمام خراسان میں امن و امان قائم کردیا۔

بعض متفرق حالات

احمد بن ابی الخالد کو مامون نے اپنا وزیر اعظم مقرر کیا تھا یہ شخص نہایت عقلمند دور اندیش مدبر۔ نیک طینت اور پاک طبیعت تھا۔ احمد بن ابی الخالد بنی عامر کا ایک شامی غلام تھا۔ جو اعلےٰ درجہ کا ادیب و منشی تھا۔ سنہ ۲۱۲ھ میں اس نے وفات پائی مامون نے اسکی جگہ احمد بن یوسف کو جو ایک معمولی درجہ کا آدمی تھا اور ایک دفتر میں کاتب تھا وزارت عظمےٰ کا جلیل القدر عہدہ عطا کردیا۔ دراصل مامون اسکی قابلیت سے بخوبی واقف تھا

سنہ ۲۱۲ھ میں احمد بن محمد عمری نے جو احمر العین کے لقب سے مشہور تھا یمن میں علم بغاوت بلند کیا۔ خلیفہ مامون رشید نے اسکی سرکوبی کیلئے محمد بن عبدالحمید معروف بہ ابوالرازی کو مامور کیا۔ ابوالرازی یمن میں پہنچا۔ مگر سنہ ۲۱۳ھ میں باغیوں کے ہاتھوں سے مقتول ہوا۔

مامون رشید نے محمد بن ابراہیم ایادی کو جو زیاد بن ابوسفیان کی اولاد میں سے تھا یمن کی حکومت سپرد کرکے احمر العین کے مقابلہ پر بھیجا۔ محمد بن ابراہیم نے یمن میں پہنچکر شہر زبید کی بنیاد ڈالی

اور اسی شہر کو اپنا دارالسلطنت قرار دیکر باغیوں کی سرکوبی کی اور ہر طرف امن و امان قائم کر کے یمن پر حکومت شروع کی۔ وہ ہمیشہ مامون کا مطیع رہا اور خلیفہ کو تحائف و ہدایا بھیجتا رہا۔ خطبہ میں بھی خلیفہ کا نام لیتا تھا۔ ۲۴۵ھ میں اس نے وفات پائی اسکے بعد یمن کی حکومت اسکی اولاد اور اسکے غلاموں میں ۵۳۳ھ تک قائم رہی ۲۱۳ھ میں مامون رشید نے اپنے بیٹے عباس کو جزیرہ۔ ثغور اور عواصم پر اور معتصم کو مصر و شام پر حاکم مقرر کیا۔ معتصم نے اپنی طرف سے ابن عمیر بادغیسی کو مصر کا والی مقرر کر کے روانہ کیا۔ مگر قیسیہ و یمانیہ کے ایک گروہ نے ۲۱۴ھ میں ہنگامہ کر کے ابن عمیر کو مار ڈالنا چاہا۔ معتصم اس خبر کے سنتے ہی خود مصر میں پہنچا اور بزور شمشیر باغیوں کو زیر کر کے مصر میں قیام کیا اور اپنی طرف سے عمال مقرر کئے۔ ۲۱۴ھ میں خلیفہ مامون نے علی بن ہشام کو جبل، قم، اصفہان اور آذربائیجان کی حکومت عطا کی اسی سال یعنی ۲۱۴ھ میں بوبلال صابی شاری نے بغاوت کی۔ مامون رشید نے اپنے بیٹے عباس کو معہ دوسرے سپہ سالاروں کے لشکر گراں دیکر اسکی سرکوبی پر مامور کیا۔ ابوبلال اس لشکر سے لڑا لیکن لڑائی میں مارا گیا اور یہ فتنہ آسانی سے فرو ہو گیا:۔

ملکی فتوحات

اگرچہ مامون کا عہد شروع ہی سے خانہ جنگیوں اور بغاوتوں میں الجھا رہا۔ تاہم جب کبھی اسے ذرا سا بھی موقعہ ملا تو اس نے ملکی فتوحات میں کوتاہی نہ کی۔ ۱۹۷ھ میں جب کہ مامون کی زیادہ تر فوجیں بغداد کے محاصرہ میں مصروف تھیں اس نے ممالک مشرقیہ میں اپنی سلطنت کی عظمت قائم رکھنے کے لئے اس نواح میں فوج کشی کی۔ چنانچہ کابل پر فوجیں بھیجی گئیں۔ کابل کا فرمانروا مسلمان ہو گیا اور اپنا تخت نذر میں بھیجا۔ ساتھ ہی یہ بھی درخواست کی کہ کابل و قندھار سلطنت اسلامیہ کے صوبہ خراسان میں شامل کر لئے جائیں اگرچہ اس سے پہلے اسلامی فتوحات کا سیلاب کئی مرتبہ کابل تک پہنچا لیکن یہ شرف مامون ہی کو حاصل ہوا کہ والئی کابل اسکے عہد خلافت میں اسلام لایا

والئی کابل کے مسلمان ہوتے ہی کابل قندھار اور غزنین سے بت پرستی قریباً معدوم ہوگئی۔ بتخانوں کی جگہ مسجدیں تعمیر ہوگئیں گھنٹوں اور ناقوسوں کی جگہ اذانوں کی آوازیں آنے لگیں اور توحید کی خالص آواز سے تمام دشت و جبل گونج اٹھے۔ سندھ ایک مدت سے ممالک اسلامیہ میں شامل تھا۔ مامون کے عہد میں موسیٰ بن یحییٰ برمکی سندھ کا گورنر مقرر ہوا (مامون نے برمکیوں کو اپنے عہد میں عہدے دینے شروع کر دیئے تھے) موسیٰ نے سندھ سے آگے بڑھکر ایک ہندو راجہ پر حملہ کیا اور اسے ہزیمت دی۔ فضل بن ماہان نے سندان فتح کیا اور ایک ہاتھی مامون کی خدمت میں بھیجا (اہل عرب کے لئے ہاتھی ایک نادر تحفہ تھا) ذوالریاستین یعنی تبت و کشمیر کی طرف بڑھا اور بوقان دراور پر قبضہ کر لیا۔ ترکوں پر حملے کر کے غازاب۔ شاع اور اطراز وغیرہ فتح کر لئے۔ ترکوں کے حکمرانوں جبغویہ اور خزخی کی اولاد اور حرمین مسلمانوں نے گرفتار کیں اور فرغانہ فتح کر کے اس پر اسلامی جھنڈا لہرا دیا۔ اشروسنہ ایک مستقل حکومت تھی۔ کاؤس وہاں کا فرمانروا تھا۔ اسکے چھوٹے بیٹے نے جس کا نام بعد میں حیدر رکھا گیا ایک فوجی افسر کو ناراض ہو کر قتل کر دیا۔ کاؤس نے اپنے بڑے بیٹے کی شادی اس افسر کی بیٹی سے کی تھی۔ حیدر باپ کے خوف سے شہر چھوڑ کر بھاگا اور مامون کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اگر تھوڑی سی فوج میرے ساتھ کر دی جائے تو اشروسنہ فتح ہو جائے۔ مامون نے احمد بن ابی الخالد اپنے وزیر اعظم کو جو اس وقت حیات تھا ایک زبردست فوج دیکر حیدر کے ساتھ کر دیا۔ کاؤس اس خبر کو سنکر گھبرا گیا۔ اس نے اپنے بڑے بیٹے کو ترک بادشاہوں کے پاس مدد کیلئے بھیجا۔ ترکوں نے ایک جمعیت عظیم اسکے ہمراہ کر دی۔ مگر اس لشکر گراں کے پہنچنے سے پہلے ہی اسلامی فوجوں نے اشروسنہ پر قبضہ کر لیا۔ کاؤس بغداد میں چلا آیا اور مسلمان ہوگیا۔ مامون نے اسکی حکومت اسے واپس کر دی (فتوح البلدان میں یہ واقعہ مفصل لکھا ہے) تبت کے حکمرانوں سے ایک حکمران ایک عظیم الہیبت بت کی پرستش کیا

سلہ اس کا اصلی نام [illegible] تھا۔

کرتا تھا۔ اس بت کی ظاہری صورت سے عجیب اوج وشان ظاہر ہوتی تھی اسکے سر پر سونیکا تاج تھا۔ جسمیں نہایت بیش قیمت زمرد ویاقوت جڑے تھے ایک چاندی کے تخت پر وہ کھڑا تھا۔ تبت کا یہ بت پرست حکمران خود ہی مسلمان ہوگیا اور اس نے اپنا اور بت کا دونوں تخت مامون کیخدمت میں بھیجدیئے اور ایک نامہ لکھا کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں اور اپنی حکومت اور بت کے جلوس کے تخت کو جو میری گمراہی کا ذریعہ تھے کعبہ پر نذر چڑھانیکے لئے بھیجتا ہوں ۲۰۱ھ میں نصیر بن ابراہیم عجمی تبت سے ان تختوں کو لایا۔ خلیفہ مامون الرشید نے یہ تخت مکہ معظمہ میں بھیجدیئے اور حکم دیا کہ صفا اور مروہ کے گذرگاہ عام پر رکھے جاویں تین روز تک صبح اور شام دونوں وقت ایک شخص کھڑا ہو کر بلند آواز سے کہے کہ فرمانروائے تبت اسلام لایا۔ یہ اس کا اور اسکے پہلے معبود کے تخت ہیں مسلمانوں کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ فرمانروائے تبت کو اسلام کی توفیق دی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ۲۰۱ھ ہی میں عبداللہ بن خردازیہ نے جو طبرستان کا گورنر تھا دیلم پر چڑھائی کی اور دیلم کے مشہور اضلاع کو فتح کر کے دیلم کے فرمانروا کو جس کا نام ابولیلیٰ تھا۔ گرفتار کر لایا طبرستان اگرچہ ممالک اسلامیہ میں شامل تھا۔ لیکن پہاڑی اضلاع دو مجوسی النسل اور مجوسی المذہب شہریار اور ماندیار حکمران تھے۔ عبداللہ خردازیہ نے ان دونوں پر بھی یورش کردی۔ ان دونوں نے اطاعت قبول کرلی۔ عبداللہ نے ماندیار کو مامون کیخدمت میں روانہ کیا۔

جزیرہ صقلیہ (سسلی) کی فتح

یہ مشہور فتح بھی مامون ہی کی یادگار ہے لیکن عربی مورخوں نے اسے قابل تذکرہ نہ سمجھکر چھوڑ دیا تھا۔ فتوح البلدان میں اس کا ذکر موجود ہے زیادہ تر عربی مورخوں نے مسلمانوں کی خانہ جنگیوں کا ذکر تو بڑی تفصیل کے ساتھ کیا ہے اور غیر مسلموں پر جہاد کے تذکرہ کو یا تو بالکل نظر انداز کردیا ہے یا نہایت ہی اختصار کے ساتھ لکھا ہے

غالباً اس سے اس کا یہ منشا ہوگا کہ آئندہ نسلیں خانہ جنگی کے واقعات سے عبرت حاصل کریں
لیکن اگر وہ جہاد کے واقعات بھی مفصل لکھ دیتے تو وہ آئندہ نسلوں کے لئے جوش و مسرت
کا موجب ہوتے ہمیں یہ فخر ہے کہ ہم نے جہاد کے واقعات لکھنے میں بخل نہیں کیا ہے
جہاں کسی تاریخ میں کوئی واقعہ نظر سے گذرا ہے اُسے ضرور لکھ ڈالا ہے۔ جزیرہ صقلیہ
(سسلی) پر لشکر کشی کے واقعات اس طرح پر ہیں کہ ۲۱۲ھ میں میخائیل (میکیل)
شہنشاہ روم نے قسطنطین کو سسلی کا گورنر مقرر کیا تھا۔ قسطنطین نے ایک شخص
فیمی نام کو جو بحری جنگ کا خوب تجربہ رکھتا تھا۔ امیر البحر مقرر کیا۔ اتفاق سے فیمی
گرجہ کی ایک خوبصورت لڑکی پر فریفتہ ہو گیا۔ یہ لڑکی عبادت گذار عورتوں میں شامل
تھی۔ اور گرجہ کے قانون کے مطابق کسی کیساتھ شادی نہ کر سکتی تھی فیمی اس لڑکی کو
گرجہ سے بھگا لایا۔ پادریوں نے بڑا شور مچایا۔ شہنشاہ میخائیل نے حکم بھیجا کہ فیمی کی
زبان کاٹ ڈالی جائے فیمی اس وحشیانہ سزا کا متحمل نہ ہوا۔ اس نے علم بغاوت بلند
کر کے ایک مشہور شہر سرقوستہ پر قبضہ کر لیا اور فوجوں کو بھرتی کر کے اپنی قوت کو
بڑھانے لگا۔ شہنشاہ میخائیل کے حکم سے قسطنطین نے سرقوستہ پر حملہ کیا۔ مگر
شکست کھائی فیمی نے اس کا تعاقب کیا۔ قسطنطین قسطانیہ میں پناہ گزین ہوا۔
فیمی نے قسطانیہ پر چڑھائی کی اور قسطنطین کو اسیر کر کے مار ڈالا۔ اب تمام جزیرہ
میں فیمی کی حکومت قائم ہو گئی۔ سرقوستہ کو اس نے دار السلطنت قرار دیا۔ اتفاق
سے اس کا ایک عزیز جس کا نام بلاطہ تھا۔ اس کا مخالف ہو گیا۔ بلاطہ نے اپنے
بھائی میکل کی مدد سے فوج فراہم کی اور سرقوستہ پر حملہ کر دیا فیمی شکست کھا کر بھاگا
اس نے زیادۃ اللہ سے جو ماموں کی طرف سے افریقیہ کا گورنر تھا مدد طلب کی اور لکھا
کہ اگر اس موقعہ پر اسلامی فوج میری مدد کر کے میری آبرو بچا لے تو میں اس کے صلہ
میں جزیرہ سسلی نذر کر دوں گا۔ زیادۃ اللہ نے اس کی درخواست منظور کر کے سو جنگی جہاز

میں دس ہزار پیادے اور سات سو سوار فیمی کی مدد کیلئے روانہ کر دیئے اس اسلامی لشکر کے سپہ سالار اسد بن فرات مقرر کئے گئے۔ جو مشہور محدث تھے اور حضرت امام مالک کے شاگرد تھے۔ اسلامی فوج بلاٹہ کیطرف بڑھی۔ بلاٹہ سرقوستہ میں مقیم تھا۔ فیمی بھی اپنا لشکر لے کر مسلمانوں کے ساتھ ہو گیا تھا۔ مگر مسلمانوں نے اسے اس خیال سے جنگ میں شریک کیا تھا کہ غیر قوم کی شرکت سے جو فتح ہوتی وہ باعث تحقیر تھی بلاٹہ نے نہایت جوش و خروش سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن بہادر مسلمانوں نے اسے شکست فاش دی۔ اسد فتح و ظفر کے پرچم اڑاتا بڑھتا چلا گیا۔ جس طرف سے گذرا خود فتح نے بڑھکر اس کا استقبال کیا۔ اس جزیرہ میں ایک مشہور قلعہ کراسی تھا۔ جزیرہ کے عیسائی ہر طرف سے بھاگ کر اسی میں جمع ہو گئے تھے اسد نے جب اس قلعہ پر حملہ کرنا چاہا تو اہل قلعہ نے فریب دیا کہ ہم خود قلعہ حوالے کر دینگے اور ادائیگی جزیہ پر مصالحت کر لی جائے اسد رضامند ہو گیا۔ وہ قلعہ سے کچھ فاصلے پر ٹھہر گیا۔ فیمی جو ایک بد اصول شخص تھا اپنے وعدہ سے پھر گیا۔ اس نے خفیہ طور پر قلعہ والوں کو لکھا کہ ایک طرف سے تم مسلمانوں پر حملہ کرو اور دوسری طرف سے میں حملہ کروں گا۔ اہل قلعہ نے حملہ کا پورا سامان مہیا کر کے اعلان جنگ دیدیا۔ اسد کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے اپنی فوج کو قلعہ کے چاروں طرف پھیلا دیا۔ اتفاق سے اس وقت افریقہ سے مسلمانوں کی کچھ تازہ کمک پہنچ گئی اسد قلعہ کیطرف بڑھا مگر ابھی قلعہ کے سامنے بھی نہ پہنچا تھا کہ بلاٹہ کا بھائی میکل فوج گراں لیکر آپہنچا۔ اسکے آنے سے اسلامی لشکر خود محاصرہ میں آ گیا۔ اسد نے لشکر کی حفاظت کیلئے خندق تیار کرائی اور خندق سے کچھ فاصلے پر بہت سے گڑھے کھدوا کران پر گھاس پھونس بچھوا دی۔ میکل کی فوج نے بڑے جوش سے حملہ کیا۔ مسلمان گڑھوں سے پیچھے ہٹ گئے۔ عیسائی ان گڑھوں میں جا پڑے مسلمانوں نے پلٹ کر زور حملہ کر دیا

بے شمار مسیحی مارے گئے۔ جو باقی بچے وہ بھاگ گئے۔ مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا:-

روم پر فوج کشی

۲۱۵ھ میں شہنشاہ روم میخائیل کا انتقال ہو گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا توفل تخت نشین ہوا توفل نے بلاد اسلامیہ پر تاخت شروع کر دی مسلمان عورتوں اور بچوں کو اسیر کر کے لے گیا۔ ایک عورت نے گرفتاری کے وقت دردناک لہجہ میں پکارا!

ہائے محمد"۔ مامون کو اس کی اطلاع ہو گئی وہ تڑپ گیا اس نے محرم ۲۱۵ھ میں طاہر کے چچا زاد بھائی اسحاق بن ابراہیم بن مصعب کو بغداد میں اپنا نائب مقرر کیا اور خود فوج لیکر رومیوں پر حملہ آور ہوا۔ موصل انطاکیہ مصیصہ اور طرسوس ہوتا ہوا بلاد روم میں داخل ہوا۔ جب نوفل کو مامون کے حملہ آور ہونے کی اطلاع پہنچی تو اس نے صلح کی درخواست پیش کی اور لکھا کہ ذیل کی تین شرطوں میں سے جو پسند ہو اس پر مصالحت کر لو

۱۔ یا تو دار الخلافہ سے یہاں تک آنے میں جو صرفہ ہوا ہو وہ لے لیا جائے

۲۔ یا جسقدر مسلمان ہمارے پاس قید ہیں وہ بلا کسی معاوضہ کے سب رہا کر دیں

۳۔ یا اسلامی شہروں کو جو کسی وقت بھی رومیوں کے حملوں سے برباد ہو گئے ہوں مرمت کرا دی جائے

مامون کے پاس جب شہنشاہ روم کی یہ عرضداشت پہنچی تو اس نے دو رکعت نماز پڑھی اور دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے قاصد کو بلا کر کہا۔ پہلی شرط کے متعلق میں تم سے حضرت سلیمان کے قول کے مطابق کہتا ہوں کہ اپنا تحفہ اپنے ہی پاس رکھو۔ دوسری شرط بھی قابل پذیرائی نہیں ہے مسلمان اسیروں کیلئے خدا خود کوئی سبیل کریگا۔ تیسری شرط بھی قابل تسلیم نہیں ہے۔ قید ہوتے وقت جس مسلمان عورت نے "ہائے محمد" کہکر پکارا ہے میں اس کی دردناک آواز کو روم کے بڑے سے بڑے قلعہ کے عوض بھی فروخت نہیں کر سکتا۔ اسکے فوراً ہی بعد مامون نے کوچ کیا اور قلعہ قرۃ کا محاصرہ کر لیا۔ رومیوں نے ہر چند پر جوش مسلمانوں کا مقابلہ کیا مگر

کچھ نہ بنا سکے اور مسلمانوں نے ۲۶ جمادی الاول ۲۱۵ھ کو قلعہ فتح کر لیا بیشمار مال غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے جنمیں رومی عورتیں بھی کثرت سے تھیں مامون نے شہر پناہ کو منہدم کرا دیا۔ مامون نے آگے بڑھکر قلعہ ماجدہ کا محاصرہ کر لیا۔ اہل قلعہ نے ادائے جزیہ پر اطاعت اختیار کی۔ مامون نے یہاں سے اشناس ایک سپہ سالار کو قلعہ سندس کی طرف اور دو سرداروں عجیف اور جعفر کو قلعہ اسنان کیطرف فوجیں دیکر روانہ کیا۔ چنانچہ ان سرداروں نے پرجوش حملے کر کے دونوں قلعے فتح کر لیے۔ اسی عرصے میں مامون نے اپنے بیٹے عباس کو شہر ملطیہ کیطرف بھیجا اس جوان سال شاہزادے نے شہر ملطیہ فتح کر لیا رومی شہنشاہ نے اسلامی فتوحات کا سیلاب دیکھکر ان قیدیوں کو چھوڑ دیا جنھیں وہ گرفتار کر کے لے گیا تھا اور جنمیں وہ عورت بھی تھی جس نے ہائے محمد پکارا تھا اور ساتھ ہی نہایت عاجزی سے صلح کی درخواست کی مامون نے منظور کر لی اور وہاں سے دمشق کیطرف واپس لوٹا:۔

شہزادی ام فضل کی رخصتی

اس سفر جہاد میں جب خلیفہ مامون تکریت میں پہنچا تو محمد بن علی رضا اس سے ملنے کے لئے آئے وہ تکریت ہی میں مقیم تھے خلیفہ مامون نے ان کی بڑی عزت و تکریم کی خلعت مرحمت فرمایا اور اپنی بیٹی ام فضل کو جس کا نکاح اس وقت سے تیرہ ۱۳ برس پہلے محمد بن علی رضا سے ہو چکا تھا رخصت کر دیا۔ محمد بن علی رضا اپنی بیوی ام فضل کو لیکر مدینہ منورہ چلے گئے اور وہیں مقیم ہو گئے!

روم پر پھر یورش

جب مامون بلاد روم سے واپس آ گیا تو شہنشاہ روم نے پھر عہد شکنی کی اس نے ۲۱۶ھ میں اچانک اسلامی قلعوں طرسوس اور مصیصہ پر اچانک حملہ کر دیا۔ چونکہ ان دونوں قلعوں کے مسلمان عیسائیوں کی طرف سے اس وجہ سے مطمئن ہو گئے تھے کہ رومی

شہنشاہ نے مصالحت کر لی تھی اسلئے وہ غافل تھے رومیوں نے بڑی بے رحمی سے مسلمانوں کو ذبح کیا۔ تقریباً دو ہزار مسلمان مار ڈالے گئے۔ مامون کو جب قیصر روم کی اس بدعہدی اور سفاکانہ کاروائی کی اطلاع ہوئی تو اس نے جوش و غضب میں آکر پھر روم پر چڑھائی کی اس مرتبہ اسکے ساتھ اس کا بھائی معتصم بھی تھا۔ مامون بڑے جوش و خروش سے حملہ آور ہوا۔ بلادِ روم میں کھلبلی سی مچگئی۔ مامون نے قلعوں پر قلعے اور شہروں پر شہر فتح کرنے شروع کئے اس نے اپنے بیٹے عباس اور اپنے بھائی معتصم سے کہا کہ تمہارے حوصلوں اور بہادری کے لئے دشمن کا وسیع ملک سامنے ہے جسقدر چاہو آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ فوراً ایک طرف سے عباس نے اور دوسری طرف سے معتصم باللہ نے اور سامنے سے مامون نے بڑھنا شروع کیا۔ عباس اور مامون نے بہت سے قلعے فتح کئے مگر تنہا معتصم نے تیس قلعے فتح کئے ان میں قرہ نامی نہایت مشہور اور نامی قلعہ تھا۔ جو بارہ قلعوں پر مشتمل تھا معتصم نے اس قلعہ کو فتح کرکے برباد کر دیا اور اسمیں آگ لگوادی ایک اور قلعہ مطمورہ کو بھی فتح کیا۔ عباس نے قلعہ انطیغو۔ قلعہ احرب اور قلعہ حصین کو فتح کرکے شہنشاہ روم کی فوجوں پر حملہ کر دیا اور نہایت خونریز جنگ کے بعد حریف کو شکست فاش دیکر بھگا دیا۔ بے شمار مال غنیمت اور مرد و عورتیں قیدی لیکر واپس لوٹا مامون کے افسروں میں سے یحییٰ بن اکثم بھی ایک بہادر افسر تھا ایک طرف سے اس نے بھی بلاد روم پر حملہ کیا اور بہت سے شہروں کو ویران اور ہزاروں گھروں کو بے چراغ کرکے سینکڑوں قیدی پکڑ لایا۔ غرضیکہ مسلمانوں نے طرسوس اور مصیصہ کے مسلمانوں کے خون کا بدلہ لے لیا مسلمانوں کی ان پیہم فتوحات کو دیکھکر قیصر روم عاجز آگیا۔ اس نے نہایت لجاجت سے اپنی گستاخی اور سفاکی کی معافی چاہی مامون نے پھر معافی دیدی اور معہ فوج کے واپس لوٹ آیا۔ کیسوم میں آکر دو روز قیام کیا اور پھر وہاں سے دمشق کیطرف روانہ ہوا۔ اس جہاد میں پورا ایک سال صرف ہو گیا۔

بلاد روم پر دوبارہ چڑھائی

سنہ ۲۱۷ھ [illegible] رومیوں نے [illegible] اور [illegible] کی [illegible]

نہایت ہی بدعہد مکار اور بے رحم تھے۔ مامون کو جب خبر ہوئی تو وہ پھر خود ہی جہاد کے لئے روانہ ہوا اور بلاد روم میں داخل ہو کر مشہور قلعوں پر حملہ آور ہوا۔ اس وقت روم میں سب سے مشہور اور مضبوط قلعہ لولوۃ تھا جو بڑا باعظمت گنا جاتا تھا۔ مامون نے اس پر حملہ کیا لیکن جب قلعہ فتح نہ ہوا تو مامون نے اس قلعے کے سامنے دو اور قلعے تعمیر کرنیکا حکم دیا۔ چنانچہ فوراً اس حکم کی تعمیل کی گئی اور دو زبردست قلعے تیار کر دیئے گئے۔ اس بات سے یہ اندازہ لگانا چاہیئے کہ اسلامی فوجیں کس سر و سامان سے دشمنوں پر حملہ آور ہوتی تھیں ان نئے تعمیر کردہ دونوں قلعوں میں سے ایک پر جبلہ کو اور دوسرے پر معتصم کو مامور کیا اور خود ایک دوسرے قلعہ کو جس کا نام سلغوس تھا فتح کرنے کے لئے بڑھا۔ بادشاہ روم خود قلعہ لولوۃ کو بچانیکے لئے آیا۔ مگر جبلہ اور معتصم نے اپنے قلعوں سے نکلکر نہایت دلیری سے اس کا مقابلہ کیا۔ رومی اسلامی تلوار کے سامنے نہ ٹھہر سکے ہمت ہار گئے۔ اثنائے جنگ میں رومیوں نے مامون کے نامور افسر عجیف کو گرفتار کر لیا تھا۔ شہنشاہ روم نے اسے اسلیئے رہا کر دیا کہ اس کے طفیل سے صلح ہو جائے اور نہایت عاجزی سے صلح کی درخواست کی۔ مامون نے رحم کر کے پھر یہ درخواست منظور کر لی۔ رومیوں سے صلح ہو گئی اور اس فتح کی یادگار کے طور پر اپنے نئے قلعوں میں بہت سے مسلمان آباد کئے۔

شہر طوانہ کی آبادی

شروع سنہ ۲۱۸ھ میں جب مامون علاقہ ارم سے فتح و ظفر کے پرچم اڑاتا واپس لوٹا تو اس نے حدود ارم کے قریب طوانہ جو ایک معمولی قصبہ تھا آباد کرنے کا حکم دیا۔ شاہزادہ عباس نے ایک فرسنگ میں شہر آباد کرایا اور چار فرسنگ کے فاصلے پر

شہر پناہ تیار کرائی جسمیں چار صدر دروازے رکھے اور ہر دروازہ پر ایک مستحکم قلعہ تعمیر کرایا۔ مامون نے فرامین جاری کیئے کہ ممالک اسلامیہ کے ہر شہر سے ایک خاص تعداد آباد ہونے کے لیئے طوانہ بھیجی جائے اور جو لوگ وہاں آباد ہونیکے لئے آوینگے انہیں اس شرح سے تنخواہیں ملینگی کہ ہر سوار کو سنو درہم اور ہر پیادہ کو چالیس درہم :۔

مامون کی وفات

سنہ ۲۱۸ھ میں مامون بلاد روم کیطرف سے واپس آرہا تھا۔ نہر بذندن کے کنارے پر مقیم تھا۔ ایک روز اپنے بھائی معتصم باللہ کے ساتھ جسے اُس نے اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ نہر بذندون کی سیر کو نکلا۔ پانی صاف وشفاف اور ٹھنڈا تھا۔ مامون اور معتصم دونوں لب نہر زمین پر بیٹھ گئے اور پاؤں پانی میں لٹکا لیئے۔ سعد قاری مامون کا خاص ندیم بھی ساتھ تھا۔ مامون نے سعد سے کہا۔ اگر اس نہر کے سرد پانی کے ساتھ اس وقت آذاذا کی کھجوریں ہوتیں تو کیا تھا۔ اتفاق سے اسی وقت ڈاک آئی۔ ڈاک کے ساتھ کھجوریں تھیں سب نے بڑے شوق کے ساتھ کھجوریں کھا کر پانی پیا۔ لیکن جب مامون اُٹھا تو اُسے حرارت محسوس ہوئی :۔

۱۳ جمادی الثانی سنہ ۲۱۸ھ کو اُسے سخت بخار ہو گیا۔ علاج شروع ہوا لیکن ؏

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ؎ جب زندگی سے نا امیدی ہوگئی تو مامون نے علماء۔ قضاۃ تمام افسران فوج اور خاندان شاہی کو جمع کرکے وصیت کی۔ وصیت کا مختصر مضمون یہ ہے :۔

مجھے اپنے گناہوں کا اقرار ہے لیکن خدا بڑا غفور الرحیم ہے جب میں مر جاؤں تو مجھے اچھی طرح وضو کرانا اور غسل دینا۔ کفن بھی اچھا دینا۔ خدا کی حمد وثنا کے بعد تابوت میں لٹانا۔ جہاں ممکن ہو جلدی دفن کر دینا۔ قبلہ رُو قبر میں میرا منہ کر دینا۔ سر اور پاؤں کیطرف سے کفن ہٹا دینا۔ پھر

قبر کو برابر کر کے سب چلے آنا۔ مجھے میرے اعمال کے ہاتھ میں چھوڑ دینا۔ کیونکہ اس وقت تم سب ملکر بھی نہ مجھے آرام نہ پہنچا سکو گے نہ میری کوئی تکلیف دفع کر سکو گے۔ میرے مرنے پر کوئی شخص چلا کر نہ روئے

ساری تعریف اس خدا کو ہے جس نے سب کی قسمت میں مرنا لکھدیا ہے دیکھو میں کتنا باعظمت تاجدار تھا لیکن حکم الٰہی کے سامنے کچھ زور نہ چل سکا۔ اے کاش میں پیدا نہ ہوتا۔ اے ابو اسحاق (معتصم) میرے حال سے عبرت حاصل کر۔ اب خدا نے خلافت کا طوق تیری گردن میں ڈالا ہے۔ ہر وقت خدا کے خوف سے ڈرتے رہنا۔ رعایا کے ساتھ بھلائی کرنا ضعیفوں سے محبت رکھنا۔ اپنے ساتھیوں کی خطاؤں سے اغماض کرنا

اتنا ہی کہنے پایا تھا کہ بے ہوش ہو گیا۔ ایک نصرانی حکیم ابن ماسویہ معالج تھا جب لوگوں نے ماموں کو توحید کی تلقین کی تو ماسویہ نے حقارت سے کہا "انی ان باتوں کو رہنے دو۔" ماموں دفعتاً چونک پڑا۔ غصہ سے آنکھیں سرخ ہو گئیں ہاتھ بڑھا ابن ماسویہ کو سزا دینی چاہی۔ مگر اعضا قابو میں نہ تھے۔ حسرت سے آسمان کیطرف دیکھا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ خدا کیطرف مخاطب ہو کر کہا اے وہ! کہ جس کی سلطنت کبھی زائل نہ ہو گی اس پر رحم کر جس کی سلطنت زائل ہو رہی ہے۔ یہ فقرہ کہتے ہی اس نے وفات پائی۔ اس کا بیٹا عباس اور اس کا بھائی معتصم اس کا لاشہ طرطوس لے گئے۔ اور خاقان کے مکان میں جو خلیفہ ہارون رشید کا خادم خاص تھا دفن کیا۔

ماموں نے ۱۷ رجب ۲۱۸ھ کو وفات پائی۔ خلیفہ ہارون رشید کو ماموں سے بے حد محبت تھی۔ لیکن مر کر دونوں ایک دوسرے سے سینکڑوں کوس کے فاصلے پر دفن ہوئے ::۔

مدت خلافت

مامون کی عمر اڑتالیس ۴۸ سال تین ۳ ماہ کی ہوئی۔ بیس ۲۰ برس پانچ ۵ مہینے تیئیس ۲۳ یوم خلافت کی :-

حلیہ

مامون موزوں اندام اور خوش رو تھا۔ رنگ سپید سرخی مائل تھا۔ آنکھیں بڑی تھیں داڑھی لمبی مگر پتلی تھی۔ پیشانی تنگ تھی۔ چہرہ پر تل تھا :-

مامون کے بقیہ حالات

ہم نے اب تک جو کچھ بھی مامون کے حالات لکھے وہ سب خانہ جنگیوں۔ بغاوتوں اور لڑائیوں کے تھے۔ ہمیں شک نہیں کہ مامون کا تمام عہد خلافت بغاوتوں کے دور کرنے اور لڑائی جھگڑوں میں گذرا۔ اُسے ذرا بھی فارغ البالی نصیب نہ ہوئی مگر اس مصروفیت میں بھی اُس نے جو ترقیات علمیہ عدل و انصاف اور مراحم خسروانہ کئے ہیں وہ اپنے نظیر آپ ہی ہیں افسوس یہ ہے کہ ہم مفصل اس کے زمانہ کی تمام روئیداد نہیں لکھ سکتے۔ ضخامت کے بڑھ جانے کا خوف ہے مختصراً کچھ لکھتے ہیں :-

ترقیات علمیہ

مامون کا علمی مذاق بہت زیادہ بڑھا ہوا تھا اس نے علوم و فنون کے جسقدر دریا بہائے اور علمی دُنیا کے جس قدر کارہائے نمایاں انجام دیئے اسکی نظیر نہیں ملتی خلیفہ ہارون رشید نے ایک محکمہ دار التصنیف قائم کیا تھا۔ جسمیں مختلف ممالک مختلف مذاہب اور مختلف زبانیں جاننے والے لوگ مصروف کار رہتے تھے مامون کی طبیعت فلسفہ کی طرف رجوع ہوئی۔ اُس نے ارسطو کی تصانیف جہاں تک مل سکیں تلاش کر کے ترجمے کرائے۔ قیصر رُوم نے فلسفہ کی کتابوں کا ایک انبار پانچ اونٹوں پر لاد کر مامون کی خدمت میں اس خیال سے بھیجا تھا کہ فلسفہ کی اشاعت سے مسلمانوں کا مذہبی جوش سرد پڑ جائے گا۔ مامون نے مجوسی عیسائی اور ہندی علماء کو

نوکر رکھا اور انہیں علوم وفنون کے ترجموں پر مامور کیا۔ ان مترجموں کی تنخواہیں ڈھائی ڈھائی ہزار دام ماہانہ تھیں اور سینکڑوں کی تعداد میں مترجم تھے۔ ہندوستان کے بعض راجاؤں نے سنسکرت کے عالموں اور بڑے بڑے پنڈتوں کو محض ماموں کی خوشنودئ مزاج کیلئے بھیجا۔ مترجموں اور مصنفوں کو علاوہ تنخواہوں کے ان کی کتاب کے برابر سونا اور چاندی تول تول کر دی جاتی تھی۔ ماموں کے ہی زمانہ میں علم جبر ومقابلہ پر ایک کتاب لکھی گئی۔ جو اصول اس کتاب میں لکھے گئے تھے آج بھی ان اصولوں میں کوئی شخص ذرا بھی ترمیم نہیں کرسکا ہے۔ ماموں کو مناظرہ کا بڑا شوق تھا۔ اکثر خود ہی مناظرہ کیا کرتا تھا۔ اور مناظرہ کرتے وقت حاکم اور محکومی کے حجاب کو اٹھا دیتا تھا غرضیکہ ماموں کی سرپرستی علوم کا یہ نتیجہ ہوا کہ مسلمانوں کے سامنے یونانیوں ایرانیوں مصریوں اور ہندیوں کے علوم وفنون بے نقاب ہو گئے۔ ماموں کو عہد لڑکپن ہی سے علمی ذوق تھا۔ جو کتابیں اس کے زمانہ میں تصنیف ہوئیں یا ترجمہ کی گئیں اگر ان کی فہرست ہی لکھی جائے تو ایک مختصر کتاب تیار ہو جائے:۔

عدل وانصاف

ماموں ہمیشہ اتوار کے دن صبح سے ظہر کے وقت تک دربار عام کیا کرتا تھا۔ جس میں عام و خاص کسی کے لئے بھی کوئی روک نہ تھی۔ جہاں ایک ادنیٰ مزدور کو بھی شاہی خاندان کی ہمسری کا دعوےٰ ہو جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک شکستہ حال بڑھیا نے دربار میں آکر زبانی شکائت کی کہ ایک ظالم نے میری جائیداد زبردستی چھین لی ہے۔ ماموں نے پوچھا وہ کون ہے؟ بڑھیا نے اس کے بیٹے عباس کیطرف اشارہ کرکے کہا۔ اس نے جو امیر المومنین کا بیٹا ہے! ماموں نے وزیر اعظم کو حکم دیا کہ عباس کو لے جاکر بڑھیا کے برابر کھڑا کر دے۔ وزیر اعظم نے حکم کی تعمیل کی۔ ماموں نے دونوں کے اظہار سنے عباس رک رک کر آہستہ آہستہ گفتگو کرتا

تھا۔ لیکن بڑھیا کی آواز بے باکی کے ساتھ بلند ہوتی جاتی تھی۔ وزیر اعظم نے بڑھیا کو روک کر کہا۔ خلیفہ کے حضور میں اس طرح گفتگو کرنا خلاف ادب ہے۔ مامون نے کہا نہیں جس طرح چاہے آزادی سے کہنے دو۔ سچائی نے اس کی زبان تیز کر دی ہے اور عباس کو گونگا بنا دیا ہے۔ آخر مقدمہ کا فیصلہ بڑھیا کے حق میں ہوا اور جائیداد اُسے واپس دلائی گئی۔ مامون کی آزاد پسندی اور عدل گستری نے اسکے اعمال کو بھی انصاف پسند بنا دیا تھا۔ ایک مرتبہ خود مامون پر کسی نے تیس ہزار کا دعویٰ کیا جس کی جواب دہی کے لئے اسے دار القضا میں قاضی کے روبرو پیش ہونا پڑا۔ خدام نے قالین کا فرش بچھا دیا تھا تاکہ خلیفہ اس پر تشریف فرما ہوں لیکن قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) نے فرش اٹھوا دیا اور مامون سے کہا کہ "یہاں آپ اور مدعی دونوں برابر کا درجہ رکھتے ہیں۔" مامون نے بُرا نہ مانا بلکہ اسکے صلہ میں قاضی القضاۃ کی تنخواہ میں اور اضافہ کر دیا۔

حلم و رحم

مامون کا حلم و رحم اعتدال سے بڑھ گیا تھا۔ اس نے اکثر باغیوں کو امان طلب کرنے پر معاف کر دیا۔ خود اسکے چچا ابراہیم نے مدعی خلافت بنکر بیعت لی مگر جب وہ گرفتار ہو کر پیش ہوئے تو مامون نے انہیں معاف کر دیا اور جن لوگوں نے ابراہیم کے ساتھ نیک سلوک کیا تھا انھیں انعامات دیئے۔ مامون خود کہا کرتا تھا کہ عفو میں مجھے مزا آتا ہے۔ خود مامون کے خدام مامون کے ساتھ گستاخیاں کیا کرتے تھے اور وہ انھیں معاف کر دیتا تھا۔ عبد السلام بن صلاح روایت کرتا ہے کہ ایک دن میں مامون کے کمرہ میں سویا۔ اتفاق سے چراغ گل ہونے لگا۔ صلحی سو رہا تھا مامون نے اُسے نہ اٹھایا بلکہ خود اٹھکر بتی درست کر کے لیٹ گیا اور کہنے لگا کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میں غسلخانہ میں ہوتا ہوں اور میرے خدمتگار مجھے گالیاں دیتے اور مجھ پر طرح طرح کی تہمتیں لگاتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے سُنا نہیں مگر میں سن لیتا ہوں اور معاف کر دیتا ہوں

ہیں کبھی اُن پر یہ ظاہر نہ کرتا کہ ہیں نے ان کی باتیں سن لیں ہیں۔ ایک روز مامون رشید دریائے دجلہ کی سیر کر رہا تھا ایک پردہ پڑا ہوا تھا۔ اسکے دوسری طرف کنارہ پر چند ملاح بیٹھے تھے انہیں مامون کی موجودگی کا علم نہ تھا۔ ان میں سے ایک ملاح نے کہا۔ مامون یہ سمجھتا ہو گا کہ میرے دل میں اسکی قدر ہے۔ مگر وہ یہ نہیں سمجھا کہ جو شخص اپنے بھائی کا قاتل ہو۔ میرے دل میں اسکی ذرا بھی قدر نہیں ہو سکتی۔ مامون کے ہمراہی یہ سنتے ہی لرز گئے اور منتظر ہوئے کہ اب قہر و غضب نازل ہوا۔ مگر مامون نے مسکرا کر کہا۔ یارو تم ہی کوئی ایسی تدبیر بتاؤ جس سے اس جلیل القدر شخص کے دل میں میری قدر قائم ہو جائے۔ ایک مرتبہ اہل کوفہ نے آکر کوفہ کے عامل کی شکایت کی۔ مامون نے کہا تم لوگ جھوٹ کہتے ہو وہ نہایت عادل و منصف ہے اہل کوفہ نے نہایت بے باکی سے کہا اگر وہ عادل ہے تو اسکے لئے ہمارا ہی شہر کیوں مخصوص کیا گیا ہے اسے کسی دوسرے شہر میں بھیج دیجئے تاکہ وہ شہر بھی اسکے عدل سے ویسا ہی فائدہ اٹھائے جیسا ہمارا شہر اٹھا چکا ہے مامون کہتا ہے کہ اُنکے اس جواب سے میں لاجواب ہو گیا اور میں نے اس عامل کو معزول کر دیا۔ اکثر بدزبان شعراء اسکی ہجو لکھتے تھے مگر اسے پرواہ نہ ہوتی تھی۔ ایک مشہور شاعر دعبل نے اسکی ہجو میں ایک شعر لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے میری قوم نے تیرے نام کو جو بالکل غیر معروف تھا مشہور کیا اور تجھے پستی سے نکال کر بلندی پر بٹھا دیا۔ مامون نے سُنا تو صرف اتنا کہا۔ دعبل نے غلط بات کہی۔ میں گمنام کب تھا؟ پیدا ہوا تو خلافت کی آغوش میں پیدا ہوا اور دودھ پیا تو اسکی چھاتیوں کا پیا۔ ایک روز مامون کے چچا ابراہیم نے شکایت کی کہ دعبل نے میری ایسی ہجو لکھی ہے جو درگذر کے قابل نہیں تمثیلاً چند اشعار بھی سنائے مامون نے کہا۔ چچا جان! اس نے میری ہجو تو اس سے بڑھکر لکھی ہے مگر میں نے

درگذر کی آپ بھی ایسا ہی کریں"۔ لیکن دعبل کی بدگوئی سے لوگ اس قدر نالاں ہوئے کہ ابوسعید مخزومی نے چند بار مامون کو اسکے خلاف بھڑکایا اور کہا کہ آخر درگذر کہاں تک ہے؟ مامون نے کہا۔ اچھا اگر تم اس سے بدلہ ہی لینا چاہتے ہو تو اسکی ہجو لکھدو مگر صرف اسی قدر لکھنا کہ دعبل جو کچھ لکھتا ہے وہ غلط ہے"! ایک مرتبہ مامون نے کہا تھا کہ مجھے عفو میں جو مزا آتا ہے اگر لوگ اُسے جان جائیں تو جرم اور نافرمانی کو میرے پاس تحفہ لے کر آئیں عبداللہ بن طاہر کہتا ہے کہ ایک مرتبہ میں مامون کی خدمت میں حاضر تھا کسی ضرورت سے مامون نے غلام کو آواز دی۔ کسی نے جواب دیا پھر پکارا تو ایک ترکی غلام بڑبڑاتا ہوا آیا اور کہنے لگا۔ کیا غلام کھاتے پیتے نہیں ذرا دیر کو کہیں گئے اور آپنے یا غلام یا غلام!! پکارنا شروع کیا" مامون نے یہ سُنکر سر جھکا لیا۔ عبداللہ کہتا ہے کہ میں سمجھ گیا کہ اب غلام کی خیر نہیں۔ مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب مامون نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔ نیک مزاجی میں یہ بڑی آفت ہے کہ نوکر اور غلام شریر ہو جاتے ہیں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کے نیک خو کرنے کے لئے میں بدمزاج بن جاؤں۔ ارادہ تھا۔ کہ مامون کی زندگی کے کچھ اور واقعات لکھوں لیکن خوف طوالت سے نظر انداز کرنے پر مجبور ہوا! ابن اثیر نے لکھا ہے کہ خلیفہ مامون بہت بڑے جاہ و جلال کا تھا۔ جواد۔ کریم۔ عالم۔ علم دوست اور شجاع تھا۔ مامون رشید کے کارناموں میں سب سے بڑا اور قابل تذکرہ یہ کارنامہ ہے کہ اس نے اپنے بیٹوں میں سے کسی کو ولیعہد نہیں بنایا۔ حالانکہ اس کا بیٹا عباس خلافت کی اہلیت رکھتا تھا اول اس نے علی رضا کو اپنا ولیعہد مقرر کیا۔ مگر جب ان کا انتقال ہو گیا تو اپنے بھائی اسحاق کو جو معتصم کے لقب سے مشہور تھا ولی عہد مقرر کیا:۔

ایک عجیب جھوٹ

جن لوگوں کو خدا کا خوف اور مذہب کا پاس نہیں ہوتا وہ جھوٹ بولنے کو عیب اور گناہ نہیں سمجھتے ایک تاریخ میں جو سرکاری مدارس میں پڑھائی جاتی تھی لکھا تھا کہ ایک راجہ مسمی بابا راول پر مامون رشید نے ایک دو نہیں پورے بائیس ۲۲ حملے کئے اور ہر مرتبہ بابا راول نے مامون کو شکست دیکر بھگا دیا۔ اسی قسم کا سفید جھوٹ اور بھی کئی کتابوں میں نظر سے گذرا ہے لیکن کسی معتبر تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مامون مرو سے آگے بڑھکر سندھ تک بھی آیا ہو۔ مامون کو خانہ جنگیوں اور رومیوں کی لڑائیوں سے فرصت نہیں ہوئی یہ عجیب قسم کا جھوٹ اور محض دماغی اختراع ہے اور شاید سیاسی اغراض کو مدنظر رکھکر اس جھوٹ کو فروغ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سے یہ مقصد نظر آتا ہے کہ ہندو اور مسلمانوں کے بچے اس جھوٹ کو سچ سمجھ کر مامون کو اچھی نظروں سے نہ دیکھیں اور بڑے ہوکر ایک دوسرے سے دست و گریبان رہیں۔

مامون کا قول

خلیفہ مامون اکثر کہا کرتا تھا کہ خلیفہ معاویہ اپنے مشیر عمرو بن العاص کی وجہ سے اور خلیفہ عبدالملک اپنے گورنر حجاز کے سبب مشہور ہوئے لیکن میں بذاتہٖ مشہور ہوا ہوں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ خلافت عباسیہ میں سفاح فاتح۔ مامون درمیانی خلیفہ اور معتضد خاتم خلافت ہوا۔ خلیفہ مامون کے عہد میں خلافت عباسیہ کا زمانۂ شباب تھا۔

معتصم باللہ

ابو اسحاق معتصم بن ہارون ۱۸۰ھ[1] میں پیدا ہوا اسکی ماں کا نام ماردہ تھا جو

---

[1] ذہبی نے خلیفہ معتصم کا سنہ ولادت ۱۸۰ھ لکھا ہے صولی کا قول ہے کہ یہ مو خلیفہ ماہ شعبان ۱۷[illegible]ھ میں پیدا ہوا۔ ابن اثیر کی روایت ہے کہ ۱۷۹ھ میں عالم وجود میں آیا۔ واللہ اعلم (صادق صدیقی)

نواح کوفہ کے رہنے والی ایک پرستار تھی۔ جبکہ خلیفہ ہارون رشید بلاد روم کیطرف عزم جہاد
کی وجہ سے روانہ ہوا تو سرحد روم کے علاقہ مقام زبطرہ میں خلیفہ معتصم باللہ پیدا
ہوا۔ خلیفہ ہارون رشید کو اپنے اس ہونہار بیٹے سے بے حد محبت تھی جب اپنی اولاد
میں کوئی چیز تقسیم کرتا تو سب سے زیادہ معتصم کو دیا کرتا تھا۔ معتصم کو لکھنے پڑھنے کا
مطلق شوق نہ تھا ہر وقت کھیل کود میں مشغول رہتا تھا خلیفہ ہارون رشید نے
ہر چند کوشش کی کہ وہ تعلیم کیطرف توجہ کرے مگر معتصم بالکل ہی متوجہ نہ ہوا۔ مجبور ہو کر
ہارون رشید نے ایک تعلیم یافتہ غلام اسکے ساتھ متعین کر کے غلام کو ہدایت کر دی کہ
جب موقعہ ملے معتصم کو دو چار لفظ پڑھا دیا کرے۔ غلام ہر وقت معتصم کے ساتھ لگا رہتا
اور طرح طرح سے اُسے پڑھانے کی کوشش کرتا جب یہ غلام مر گیا تو خلیفہ ہارون رشید
نے معتصم سے پوچھا۔ اب تو تمہارا غلام بھی مر گیا۔ اب بتائیے تعلیم کے متعلق تمہارا کیا ارادہ
ہے؟ معتصم نے جواب دیا۔ اس غلام نے مجھے تنگ کر ڈالا تھا۔ وہ بیچارہ مر گیا میں کتاب
کے جھگڑے سے چھوٹ گیا بعض مورخوں کا یہ قول صحیح نہیں ہے کہ ماموں بالکل
پڑھا لکھا نہ تھا۔ وہ گنوار کا لٹھ بھی نہ تھا۔ اس نے معمولی تعلیم حاصل کی تھی البتہ امین اور
ماموں کے مقابلہ میں وہ طفل مکتب مانا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے خلیفہ ہارون رشید
نے اسے خلافت کے قابل نہ سمجھ کر ولی عہد نہیں بنایا تھا۔ اگرچہ معتصم بہت کم تعلیم یافتہ
تھا۔ مگر شاہی خاندان اور علماء کی صحبت میں پرورش پائی تھی ہارون رشید اور ماموں
کی علمی مجلسیں دیکھی تھیں اسلئے اسکی واقفیت بہت وسیع تھی معتصم نہایت
تنومند پہلوان اور بڑا بہادر تھا۔ اسمیں سپہ سالاری کی تمام قابلیتیں موجود تھیں
حکومت و سلطنت کی بھی اہلیت رکھتا تھا۔ اس کا جسم گٹھیلا اور ایسا مضبوط تھا
کہ اس پر معمولی چیزوں کا اثر نہ ہوتا تھا۔ ابی داؤد روایت کرتا ہے کہ اکثر معتصم اپنا
بازو میری طرف پھیلا کر کہتا کہ دانتوں سے خوب زور سے کاٹو میں پورے زور سے

کاٹتا لیکن معتصم پر ذرا بھی اثر نہ ہوتا۔ میرے دانتوں کا تو کیا نیزہ کا بھی اثر نہیں ہو
سکتا تھا۔ اس کی قوت و شہزوری کا یہ عالم تھا کہ اپنی دو انگلیوں سے آدمی کے
پہنچے کی ہڈی دبا کر توڑ ڈالتا تھا۔ اس کا مکا ہتھوڑے کیطرح پڑتا تھا:۔

مامون رشید کے عہد میں معتصم شام اور مصر کا گورنر تھا۔ جب مامون نے روم
پر چڑھائی کی تو معتصم نے اپنی شجاعت کے وہ جوہر دکھائے جس سے مامون نے
خوش ہو کر اپنے بیٹے عباس کو ولیعہدی سے محروم کر کے معتصم باللہ کو ولیعہد بنایا

معتصم کا اصل نام محمد تھا کنیت ابو اسحاق تھی معتصم لقب تھا۔ مامون کی وفات
کے دوسرے دن ۱۹ رجب ۲۱۸ھ مطابق ۱۰ اگست ۸۳۳ء مقام طرسوس میں
معتصم باللہ نے لوگوں سے بیعت خلافت لی لیکن لشکریوں نے شور کیا کہ مامون
کے بیٹے عباس کو تخت خلافت پر متمکن کیا جاوے۔ معتصم باللہ نے عباس کو دربار
میں طلب کر کے پوچھا۔ عباس نے کہا میں مامون کی وصیت کے خلاف خلیفہ ہونا
نہیں چاہتا۔ چنانچہ سب لوگ خاموش ہو گئے اور پھر سب نے معتصم باللہ کے ہاتھ پر
بیعت کر لی:۔

طوانہ کا انہدام

خلیفہ مامون نے اپنے بیٹے عباس کو شہر طوانہ آباد کرنے کا حکم دیا تھا عباس
نے اسے آباد کر دیا تھا۔ مگر معتصم نے یہ پسند نہ کیا کہ سرحد روم پر جہاں آئے دن
رومی حملے کرتے رہتے ہیں اسلامی شہر رہے۔ جو رومیوں کے رحم و کرم پر ہو جب چاہیں
اسے تاراج کر دیں اور وہاں کے مسلمانوں کو قتل و غارت کر ڈالیں۔ چنانچہ معتصم باللہ
نے طوانہ کو مسمار کر دینے کا حکم دیا اور جو لوگ مختلف صوبوں اور شہروں سے وہاں
آ کر آباد ہو گئے تھے۔ انھیں واپس چلے جانے کا اذن ملا۔ چنانچہ سب لوگ
چلے گئے اور جو شخص جس قدر سامان لے جا سکا لے گیا۔ جو سامان باقی رہ گیا
اس میں آگ لگا دی گئی:۔

فضل بن مروان وزیر اعظم

فضل بن مروان ایک عیسائی تھا۔ جو معتصم کا کارپرداز نائب تھا وہ بغداد میں رہتا تھا۔ جب بغداد میں خلیفہ مامون کی وفات کی اطلاع پہنچی تو فضل بن مروان نے اہل بغداد سے معتصم کی خلافت کی بیعت لی معتصم نے بغداد میں پہنچکر فضل بن مروان ایک عیسائی کو ہی اپنا وزیر اعظم مقرر کیا:۔

محمد بن قاسم کا خروج

محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن علی (زین العابدین) بن حسین مدینہ منورہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے۔ نہایت عابد و زاہد اور نیک سیرت تھے۔ ایک خراسانی شیطان ان کی خدمت میں آ کر رہنے لگا اور انھیں یہ ترغیب دی کہ آپ مستحق خلافت ہیں آپکو خفیہ طور پر بیعت لینی چاہیئے۔ اور خراسان سے جو لوگ حج کرنے کے ارادہ سے آتے اور مدینہ منورہ میں جاتے تو انہیں اپنے ساتھ لا لا کر ان کی خدمت میں پیش کرتا اور اسکی ترغیب سے خراسانی محمد بن قاسم کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے۔ ایک مدت اسی حالت میں گذری جب خراسان میں محمد بن قاسم علوی کے معتقدین کی کثرت ہوئی تو وہ معہ اس خراسانی کے جرجان چلے گئے اور مصلحتاً وہاں چند روز روپوش رہے اور مخفی طور پر بیعت کا سلسلہ جاری رکھا۔ خراسان کے رؤسا اور امراء آ آ کر ملاقات کرتے اور بیعت ہو جاتے۔ جب ان کی جمعیت کافی بڑھ گئی تو محمد بن قاسم علوی نے خروج کیا۔ خراسان کے گورنر عبداللہ بن طاہر نے اس طوفان کو روکنے کے لئے فوج بھیجی نواح طالقان میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں۔ ہر لڑائی میں محمد بن قاسم کو ہزیمت ہوئی ہے آخر محمد بن قاسم تنہا اپنی جان بچا کر بھاگے اور مقام نساء میں آ ٹھہرے مگر یہاں گرفتار کر لئے گئے۔ اور والئی نساء نے آپ کو عبداللہ بن طاہر کے پاس بھیج دیا۔ عبداللہ بن طاہر نے معتصم باللہ کی خدمت میں بغداد روانہ کر دیا:۔

معتصم باللہ نے اپنے خادم مسرور الکبیر کے حوالے کر کے قید رکھنے کا حکم دیا لیکن محمد بن قاسم اسی سال یعنی ۳۰ رمضان المبارک ۲۱۹ھ شب عید الفطر کو موقعہ پا کر قید خانہ سے بھاگ نکلے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

گروہ زط کا خاتمہ

"زط" ڈاکوؤں اور رہزنوں کا ایک گروہ تھا۔ ان لوگوں نے بصرہ کے رستہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ دن دہاڑے مسافروں اور تجارتی قافلوں کو لوٹ لیتے تھے۔ قرب وجوار کے دیہات اور قصبات پر بھی چھاپے مارتے رہتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔ اس گروہ کا سردار عثمان نامی تھا اور عثمان کا نائب ایک شخص سماق تھا جب اس گروہ کی سرکشی اور ایذا دہی حد سے گذر گئی تب خلیفہ معتصم نے ماہ جمادی الآخر ۲۱۹ھ میں ایک نامی افسر عجیف بن عنبسہ کو لشکر عظیم کے ساتھ گروہ زط کے استیصال کیلئے روانہ کیا۔ عجیف نے اس گروہ پر حملہ کر دیا۔ زط بھی مقابلہ پر آگئے مگر عجیف نے پہلے ہی معرکہ میں تین سو آدمیوں کو مار ڈالا اور پانچسو کو گرفتار کر لیا لیکن زط نے متواتر سات مہینے تک بڑی دلیری سے شاہی فوج کا مقابلہ کیا۔ مگر جب عجیف نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا تب انہوں نے ماہ ذی الحجہ ۲۱۹ھ میں اطاعت اختیار کر لی۔ عجیف نے تمام مرد وزن کو گرفتار کر لیا۔ وہ ستر ہزار تھے جن میں بارہ ہزار لڑنے کے قابل مرد تھے۔

عجیف انہیں اسی ہیئت میں جسمیں وہ لڑنے کے لئے آئے تھے کشتیوں میں سوار کر کے بغداد میں لایا اور یوم عاشورہ (۱۰ محرم ۲۲۰ھ) میں بغداد میں داخل ہوا۔ خلیفہ معتصم باللہ انھیں دیکھنے کے لئے ایک کشتی میں سوار ہو کر شماسہ کی جانب آیا۔ ان کا معاینہ کیا اور انہیں سرحد روم کی طرف مقام عین زربہ کے قریب جلاوطن کرایا۔ رومیوں نے ان پر شبخون مارا اور سب کو قتل کر کے چلے گئے

ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔ اس طرح اس غارت گر گروہ کا خاتمہ ہو گیا:۔

شہر سامرا

خلفائے عباسیہ عام طور پر خراسانیوں اور ایرانیوں کے زیادہ قدردان تھے فوجیں خراسانی تھیں فوجی افسر خراسانی تھے۔ ملکی عہدے بھی خراسانیوں ہی کو ملتے تھے۔ انھیں عربوں پر بہت ہی کم اعتماد تھا۔ عربوں کو خراسانیوں کی ترقی دیکھ دیکھ کر ان سے رقابت ہو گئی تھی۔ دراصل خلفائے عباسیہ میں جسقدر بھی خانہ جنگیاں ہوئیں وہ عربوں اور خراسانیوں کی کشمکش کا نتیجہ تھیں خاندان برمکی کی تباہی بھی اسی باہمی رقابت کے باعث عمل میں آئی۔ خلیفہ معتصم باللہ نے عربوں اور خراسانیوں دونوں کو چھوڑا۔ اس نے اول مصریوں کو فوج میں بھرتی کیا اور مصری فوج کا نام "مطاربہ" رکھا۔ پھر اس کی توجہ ترکوں کی طرف مبذول ہوئی ترکوں کی جنگجوئی اور صعوبت کشی اسے بہت پسند آئی۔ چونکہ وہ خود بھی جفاکش اور فوجی آدمی تھا اسلئے اس نے ترکی غلاموں کو اپنی فوج میں بھرتی کرنا شروع کیا۔ سمرقند۔ فرغانہ اور اشروسنہ سے ترکوں کو بلا کر فوج میں بھرتی کیا۔ ان میں جو قابل لوگ نظر آئے انہیں فوجی عہدے دیئے۔ مگر ان ترکوں کو فوج میں بھرتی کیا جاتا تھا۔ جو اسلام قبول کر لیتے تھے۔ اس ترک فوج کا نام فراغنہ رکھا گیا۔ اہل بغداد اور خراسانی لشکر کو فراغنہ سے رقابت پیدا ہوئی۔ انہوں نے ترکوں کی بے احتیاطی کی شکائتیں شروع کیں چونکہ خلیفہ معتصم نے اس ترکی فوج کو بڑے شوق سے قائم کیا تھا۔ لہذا اس کی وردی بھی اچھی تھی گھوڑے بھی اچھے تھے۔ تنخواہیں اور وظیفے بھی دوسری فوجوں کے مقابلہ میں زیادہ ملتے تھے اسی لئے خراسانی ان سے جلنے اور ان سے لڑائی جھگڑے کرنے لگے تھے:۔ معتصم باللہ نے یہ کیفیت دیکھکر بغداد سے نوے میل کے فاصلہ پر دریائے

دجلہ کے کنارہ نہر قاطون کے مخرج کے قریب لشکر فراغنہ کی چھاؤنی قائم کی کسی زمانہ میں خلیفہ ہارون رشید نے اسجگہ ایک شہر کی بنیاد ڈالی تھی۔ لیکن اتفاق سے اس کی تعمیر تکمیل کو نہ پہنچی تھی فصیلیں اور شہر پناہ کی دیواریں خراب و مسمار ہوگئیں تھیں۔ خلیفہ معتصم باللہ نے ازسر نو اسے آباد کیا۔ وہیں اپنے لئے بھی ایک قصر تعمیر کرایا۔ مکانات بازار اور جامع مسجد وغیرہ تمام ضروری عمارتیں تیار کرائیں اس شہر کی تعمیر ۲۲۰ھ میں مکمل ہوگئی۔ خلیفہ معتصم باللہ نے ترکی لشکر وہاں بھیجدیا اور خود بھی اس شہر میں چلا گیا۔ اس نے اس شہر کا نام سرمن رائے رکھا تھا۔ جو کثرت استعمال سے سامرا مشہور ہوگیا۔ ۲۲۰ھ میں جب معتصم باللہ سامرا میں آگیا تو بجائے بغداد کے سامرا ہی دارالخلافہ بنگیا اور چندہی روز میں اسقدر آباد اور پُررونق ہوگیا کہ بغداد پر چشمک زنی کرنے لگا۔ یہاں عربی اور خراسانی عنصر کے بجائے ترکی عنصر غالب آگیا۔ اسی سال یعنے ۲۲۰ھ میں محمد بن علی رضا بن موسےٰ کاظم بن جعفر صادق نے وفات پائی اور بغداد میں مدفون ہوئے۔

فضل بن مروان کی معزولی

فضل بن مروان کی معتصم نے اسقدر عزت افزائی کی کہ خلعت وزارت دینے کے علاوہ افسر خزانہ بھی کردیا۔ فضل آدمی چالاک تھے۔ اُس نے خزانہ میں تغلب شروع کردیا۔ معتصم باللہ کو اسکی بددیانتی کی شکائتیں پہنچیں اس نے حسابات کی جانچ کرائی تو پورے دس لاکھ دینار کا غبن نکلا۔ معتصم باللہ نے فوراً اسے گرفتار کرایا اور اس کے مال و اسباب سے یہ روپیہ وصول کرکے اُسے موصل کے قریب ایک گاؤں میں نظر بند کردیا۔

محمد بن عبد الملک کی وزارت

خلیفہ معتصم باللہ نے فضل بن مروان کی جگہ محمد بن عبد الملک بن ابان بن حمزہ کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ یہ محمد بن عبد الملک "ابن زیات" کے نام سے مشہور ہے کیونکہ اس کا دادا ابان ایک گاؤں میں رہتا تھا اور وہاں سے تیل لا کر بغداد میں بیچا کرتا تھا۔ محمد بن عبد الملک نے بغداد میں تعلیم و پرورش پائی تھی۔ اچھی تعلیم حاصل کر کے قابلیت کے مدارج طے کرنے لگا۔ آدمی ہوشیار، نیک اور قابل تھا۔ تھوڑے ہی عرصے میں معتصم باللہ کی نگاہوں میں چڑھ گیا اور ۲۲۰ھ میں وزیر اعظم مقرر ہو گیا۔ اس کی وزارت کا زمانہ معتصم باللہ سے شروع ہو کر واثق اور متوکل تک رہا۔

افشین حیدر

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اشروسنہ کے فرمانروا کاؤس کا بیٹا افشین حیدر مسلمان ہو گیا تھا۔ اس کا اسلامی نام حیدر رکھا گیا تھا۔ مگر عوام میں وہ افشین حیدر کے نام سے مشہور تھا۔ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ معتصم باللہ کو ترکی لشکر کی بھرتی کی ترغیب افشین حیدر نے ہی دی تھی تمام فراغنہ یعنی ترکی فوج کا سپہ سالار اعظم افشین حیدر ہی کو مقرر کیا گیا تھا۔ افشین حیدر نے ایتاخ۔ اشناس عجیف وصیف اور بغا کبیر وغیرہ نامور ترکوں کو بلا کر لشکر فراغنہ کی سرداریاں دے دی تھیں یہ لوگ بڑے بہادر اور وفادار تھے۔

بابک خرمی کے محاربات

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ عہد مامون الرشید میں بابک خرمی نے ظہور کیا تھا اور پہاڑوں کے درمیان شہر بذ میں اپنا مستقر قائم کر کے گرد و نواح میں چھاپے مارتا رہتا تھا۔ ۲۰۲ھ میں اس نے ظہور کیا تھا اور ۲۲۰ھ تک وہ لوٹ مار اور

قتل و غارت گری کرتا رہا۔ مامون نے اس کے مقابلہ پر جس قدر لشکر بھیجے سب ہزیمت کھا کر واپس آ گئے۔ اس نے اردبیل اور آذربائیجان کے درمیان جس قدر قلعے تھے سب کو منہدم و مسمار کر دیا تھا۔ جب معتصم باللہ تخت نشین ہوا تو بابک خرمی کی سفاکانہ چیرہ دستیوں کی شکائتیں اس کے گوش گزار ہوئیں۔ اس نے ابوسعید محمد بن یوسف کو بابک کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ ابوسعید نے اردبیل کے قریب پہنچکر ان قلعوں کی مرمت کرائی۔ جنھیں بابک نے منہدم کر دیا تھا۔ ہر قلعہ میں فوج متعین کی۔ سامان حرب رسد کی کافی مقدار جمع کر دی اور آگے بڑھنے کی تیاری کرنے لگا۔ اسی اثناء میں بابک خرمی کے ایک فوجی دستہ نے ان شہروں میں سے کسی شہر میں شبخون مارا۔ ابوسعید خبر ملتے ہی اس دستہ کے تعاقب میں روانہ ہو گیا اور بابک کی اس فوج کے قریب پہنچکر اس پر حملہ کیا۔

اس لڑائی میں بابک کی فوج کو شکست ہوئی۔ اس فوج کے بہت سے آدمیوں کو ابوسعید نے مار ڈالا۔ اور بہت سے گرفتار کر لئے۔ یہ پہلی ہزیمت تھی جو بابک کی فوج کو حاصل ہوئی:۔

اس شکست کا یہ اثر ہوا کہ بعض وہ سردار اور والیان شہر جو بابک کے خوف سے اس کی حمایت کرنے پر مجبور تھے لیکن دل سے اس سے ناراض اور اس کی سفاکیوں سے تنگ آئے ہوئے تھے اسلامی لشکر کی ہمدردی پر آمادہ ہو گئے۔ بابک خرمی کا ایک نامور سپہ سالار عصمت نامی علاقہ آذربائیجان کے ایک قلعدار محمد بن بعیث کے قلعہ میں آکر مقیم ہوا:۔

محمد بن بعیث نے حسب معمول اس کی بڑی خاطر اور تواضع کی۔ نہایت عزت سے لیا اور قیام و طعام کا انتظام کیا۔ بحالت رات کے وقت عصمت کو گرفتار کر کے خلیفہ معتصم باللہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ خلیفہ معتصم باللہ نے

عصمت سے بابک کے شہروں اور قلعوں کے اسرار دریافت کئے۔ عصمت نے رہائی کی اُمید میں تمام اسرار سے معتصم باللہ کو آگاہ کر دیا۔ معتصم باللہ نے عصمت کو قید کر دیا۔ اور بابک کی تیاریوں کا حال سُن کر اس نے مناسب سمجھا کہ وہ اس کے استیصال کے لئے کسی زبردست اور نامور افسر کو بھیجے۔ چنانچہ معتصم باللہ نے افشین حیدر کو اس مہم پر نامزد کیا۔ اس کی ماتحتی میں ترک فوجوں کے علاوہ خراسانی اور عربی فوجیں بھی روانہ کیں مستقل فوج کے علاوہ ایک معقول تعداد عام مجاہدین کی بھی اس لشکر کے ساتھ ہو لی۔ افشین حیدر عظیم الشان لشکر کے ساتھ میدان کارزار میں پہنچا۔ اس نے رسد رسانی کا معقول انتظام کیا اور راستوں کو بابک خرمی کے اچانک حملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر چوکیاں بٹھادیں اور کار آزمودہ و تجربہ کار افسروں کو میترول پر متعین کیا :-

اگرچہ معتصم باللہ نے افشین حیدر کو بڑے ساز و سامان اور لاؤ لشکر کے ساتھ روانہ کیا تھا لیکن پھر بھی اُسے اطمینان نہ ہوا تھا۔ چنانچہ اُس نے ایتاخ کو کچھ فوج اور دے کر افشین حیدر کی مدد کے لئے روانہ کیا اور ایتاخ کی روانگی کے چند ہی روز بعد بغا کبیر کو بھی کچھ فوج دے کر سامان حرب و رسد اور ضروری اسباب دے کر بھیجا۔ معتصم باللہ نے اس مہم پر خزانہ کا منہ کھول دیا :-

فوج کے تمام مصارف ۔ سامان رسد اور ہر قسم کی ضروریات کے علاوہ افشین حیدر کو دس ہزار درہم روزانہ اس حالت میں جب کہ وہ بابک یا اس کے لشکر پر حملہ کرے اور پانچ ہزار درہم روزانہ اس صورت میں جب کہ افشین حیدر لڑائی نہ کرے بلکہ مقیم رہے۔ تنخواہ اور وظیفہ کے علاوہ خزانۂ عامرہ سے دیئے جاتے تھے۔ بابک کی جنگ کا سلسلہ تقریباً ڈیڑھ سال تک رہا اور اس ڈیڑھ سال کے عرصے میں اگر نصف ایام جنگ کے اور نصف غیر جنگ کے

شمار کئے جائیں تو افشین حیدر کو چالیس لاکھ پچاس ہزار درھم تنخواہ اور وظائف کے علاوہ ملے۔ اور اخراجات کا بھی اسی سے اندازہ لگا لو:-

بابک خرمی نے اپنی فوجیں میدان میں سے سمیٹ لی تھیں اور پہاڑ پر چڑھ گیا تھا۔ افشین حیدر نے بھی پہاڑی گھاٹیوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن بابک اور اس کی فوج اس پہاڑ کی گھاٹیوں اور دروں سے بخوبی واقف تھی جب چاہتی میدان میں اتر آتی اور جب چاہتی واپس لوٹ جاتی۔ جب بغا الکبیر نے افشین حیدر کے قریب پہنچا تو بابک کے جاسوسوں نے اسے اطلاع کر دی اس نے بغا کبیر پر شبخون مارنے کا ارادہ کیا :- افشین حیدر نے بھی بابک کے پہاڑی ملک میں جاسوسوں کا جال بچھا رکھا تھا۔ اس کے جاسوسوں نے اسے یہ اطلاع کر دی کہ بابک بغلکبیر پر شبخون مارنے والا ہے۔ افشین حیدر نے بغلکبیر کو اطلاع دی کہ بابک تم پر شبخون مارنے والا ہے۔ جب تم قلعۂ نہر تک آ جاؤ گے تب شبخون مارا جائے گا۔ اسلئے تم ایسا کرو کہ ایک قافلہ بھی آ رہا ہے اس قافلہ کے ساتھ قلعہ نہر تک آؤ مگر فوراً ہی واپس لوٹ جاؤ اور اردبیل میں اگر بابک نے اس قافلہ پر حملہ کیا تو میں اسے گرفتار کرنے کی کوشش کروں گا بغلکبیر نے افشین حیدر کی ہدایت کے بموجب کیا۔ بابک کو اس کے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ بغلکبیر قافلہ کے ساتھ قلعۂ نہر کی طرف روانہ ہو گیا ہے وہ اپنے چیدہ نوجوانوں کو ساتھ لے کر قلعۂ نہر پر پہنچا اور قافلہ پر حملہ آور ہوا اتفاق سے والئی قلعۂ نہر بھی قافلہ کے ساتھ تھا۔ بابک نے اس کے لشکر کو ہزیمت دے کر اس کے اور اہل قافلہ کے تمام مال و اسباب کو لوٹ لیا جب وہ واپس ہوا تو اتفاق سے افشین حیدر کے سپہ سالاروں میں سے ہثیم نامی ایک نامور سپہ سالار سے مقابلہ ہو گیا۔ بابک نے اسے بھی ہزیمت

دی۔ ہشیم دوڑ کے ایک قلعہ میں پناہ گیر ہوا۔ بابک نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔

افشین حیدر اسکی جستجو میں اپنا لشکر لئے ہوئے آپہنچا اور دفعتہً بابک کے لشکر پر حملہ آور ہوا۔ بابک کا لشکر سراسیمہ و بدحواس ہو کر بھاگ کھڑا ہوا۔ افشین حیدر نے اس لشکر کا زیادہ حصہ تہ تیغ کر ڈالا۔ بمشکل بابک اپنے چند آدمیوں کے ساتھ بھاگ کر موقان میں پہنچا اور بذ سے کچھ لشکر اپنی حفاظت و مدد کے لئے طلب کیا۔ جب لشکر آگیا تو اسکے ساتھ موقان سے بذ میں چلا گیا:۔

افشین حیدر نے اپنا فوجی صدر مقام برزند میں قائم کیا تھا۔ وہ بابک کو شکست دے کر برزند میں آگیا اور یہاں آکر بابک سے لڑنے والی فوج میں انعامات تقسیم کئے۔ بابک نے یہ ہوشیاری کی کہ افشین حیدر کا راستہ کاٹ دیا جس سے رسد کی آمد بند ہو گئی۔ افشین حیدر کی فوج غلہ نہ آنے سے بھوکوں مرنے لگی۔ افشین حیدر نے والئ مراغہ سے رسد طلب کی اس نے کچھ تعداد میں غلہ بھیجا لیکن بابک تاک میں تھا اس نے راستے ہی میں تمام غلہ لوٹ لیا۔ بغلکبیر کو جب یہ اطلاع ہوئی کہ افشین حیدر کے لشکر میں رسد نہیں رہی تو وہ جو کچھ اس کے پاس تھا لے کر بڑھا۔ بابک نے اس پر بھی حملہ کرنا چاہا لیکن وہ ہوشیار رہا اور اسکی دستبرد سے بچکر افشین حیدر کے پاس پہنچ گیا افشین نے فوراً رسد کو لشکر میں تقسیم کرا دیا:۔

افشین نے اپنے تمام سرداروں کو بتدریج بذ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ تمام اسلامی لشکر حرکت میں آگیا۔ ساری گھاٹیوں۔ دروں اور چٹانوں پر قبضہ کرتا ہوا بڑھا اور بذ سے چھ میل کے فاصلے پر پہنچکر مورچے قائم کئے۔ ایک روز بغلکبیر نے جوش میں آکر بذ پر حملہ کر دیا لیکن بابکیوں نے اسے پسپا کر دیا۔ اسکی بڑی جمعیت نذر اجل ہو گئی اور وہ بمشکل محمد بن حمید سپہ سالار

کے مورچہ میں واپس جا سکا۔ افشین حیدر نے بغا الکبیر کی مدد کے لئے اپنے بھائی فضل اور دوسرے سرداروں مثلاً احمد بن خلیل بن ہشام۔ ابو بوشش احمد صارع الاعور کو روانہ کیا اور ایک تاریخ اور وقت مقرر کرکے ہدایت کی کہ اس دن اور اس وقت ضرور حملہ کروں گا

یہ لوگ بغا الکبیر کے پاس پہنچ گئے۔ لیکن افشین حیدر نے جو حملہ کی تاریخ مقرر کی تھی۔ اس روز اس شدت کی بارش ہوئی اور ایسی سخت سردی پڑی کہ بغا الکبیر وغیرہ مورچوں سے نکلکر حملہ نہ کرسکے۔ مگر افشین حیدر نے دھاوا کر دیا۔ بابک کا لشکر جو اُس کے سامنے مورچے جمائے پڑا ہوا تھا۔ مقابلہ کی تاب نہ لاکر پیچھے ہٹا۔ افشین حیدر نے غنیم کے مورچہ پر قبضہ کرلیا۔ اگلے دن اور بھی شدت کی بارش ہوئی اور ایسی شدید سردی پڑی کہ بغا الکبیر وغیرہ جس مورچہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اسے چھوڑ کر ایک رہبر کی رہبری میں پہاڑی چٹانوں پر چڑھ گئے۔ یہ چٹانیں افشین حیدر کے لشکر گاہ کے قریب تھیں۔ یہاں بھی بارش اور سردی نے دم نہ لینے دیا۔ اس پر یہ اور طرہ ہوا کہ برفباری بھی ہوئی۔ ہاتھ پاؤں یخ بستہ ہوکر کام سے رہ گئے۔ دو روز تک اس مصیبت میں مبتلا رہے۔ یہ تو اپنے حال میں گرفتار تھے ادھر بابک نے افشین حیدر کے لشکر پہ شبخون مارا۔ افشین حیدر نے بڑی جوانمردی سے اس کا مقابلہ کیا لیکن بابک نے اسے پیچھے ہٹا دیا۔ اسی اثناء میں بغا الکبیر کے لشکر میں رسد ختم ہوگئی۔ سپاہیوں نے شور و غل مچایا۔ بغا الکبیر اپنا لشکر لے کر افشین حیدر کی طرف چلا۔ اور تنگ درہ کو عبور کرکے جب وہ ایک گھاٹی میں پہنچا تو اُسے جاسوسوں کی زبانی بابک کے شبخون مارنے اور افشین حیدر کے پیچھے ہٹ جانے کی اطلاع ہوئی:

بغا الکبیر بابک کے خوف سے پھر اسی مقام کی طرف لوٹا۔ جہاں سے آیا تھا۔ اتفاق سے بابک کے پٹرول نے انہیں دیکھکر ان کا تعاقب کیا۔ بغا الکبیر نے مال و اسباب کی حفاظت کے خیال سے دامن کوہ میں قیام کیا اور لشکر گاہ کے چاروں طرف

پہرہ مقرر کر دیا۔ چونکہ اسکے تمام ہمراہی تھکے ماندے تھے اسلئے سو گئے۔ بابک نے موقعہ پاکر چھاپہ مارا۔ اور جو کچھ ان کے پاس تھا سب لوٹ لیا۔ بغا الکبیر صبح کو وہاں سے کوچ کر کے خندق اول میں آ گیا۔ جو زیر کوہ تھی۔ طرہ خاں بابک خرمی کا ایک نامور سپہ سالار تھا۔ وہ بابک سے اجازت لے کر علاقہ مراغہ کے ایک گاؤں میں ایام شتا گذارنے کے لئے چلا آیا۔ افشین حیدر کو اس کے جاسوسوں نے اطلاع دی۔ اس نے اپنے اس سپہ سالار کو، جو مراغہ میں تھا۔ اسکی گرفتاری کا حکم دیا۔ سپہ سالار مراغہ نے رات کے وقت طرہ خان کے مکان کو جا گھیرا۔ طرہ خان نے مقابلہ کیا۔ سپہ سالار نے اُسے قتل کر کے اس کا سر افشین حیدر کے پاس بھجدیا۔ یہ تمام واقعات ۲۲۱ھ میں ہوئے۔ ۲۲۲ھ میں خلیفہ معتصم نے جعفر خیاط کو ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ افشین حیدر کی کمک پر روانہ کیا اور ایک دوسرے سپہ سالار ایتاخ کے ساتھ فوجی مصارف کے لئے تیس لاکھ درہم نقد بھیجے۔ لشکر اور مال دونو افشین حیدر کے پاس پہنچ گئے۔ اس سے اُسے بڑی تقویت پہنچی۔ اس نے شروع فصل ربیع میں بابک سے جنگ کرنے کے لئے کوچ کیا اور مقام رود کلاں پر پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔ لشکر کے گرد خندق کھدوا کر مورچے قائم کئے۔

عین افشین کے سامنے بابک کے ایک سپہ سالار اذین نے اپنا ایک مورچہ قائم کر لیا۔ اور اذین نے اپنے اہل و عیال کو کسی پہاڑی قلعہ کی طرف روانہ کیا۔ افشین کو خبر ہو گئی اس نے اپنے ایک سردار کو کچھ فوج دے کر اذین کے اہل و عیال کی گرفتاری کے لئے بھیجا۔ اذین کو بھی اس کی اطلاع ہو گئی۔ وہ خود بھی اپنی فوج لے کر نکلا۔ اثنائے راہ میں دونوں سپہ سالار بھڑ گئے۔ افشین حیدر کے افسر نے اذین کی عورتوں کو گرفتار کر لیا۔ اذین نے پُر زور حملہ کر کے کچھ عورتوں کو چھین لیا۔ افشین نے دشمن کی خبر رسانی کا یہ انتظام کیا تھا کہ جگہ جگہ گھوڑے سوار

مقرر کر دیئے تھے۔ جو سیاہ جھنڈیاں لئے رہتے تھے اور ان جھنڈیوں کے اشارے سے خبریں پہنچاتے تھے۔ چنانچہ ان سیاہ جھنڈی برداروں نے اشارہ کیا کہ اذین نے افشین حیدر کے سپہ سالار پر حملہ بول دیا ہے۔ افشین نے اس اشارہ کو دیکھتے ہی ایک فوج کو افسر کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ جونہی یہ فوج پہنچی اذین کے ہوش اڑ گئے۔ وہ گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا اور افشین کا لشکر معہ اذین کی ان عورتوں کے جو انہوں نے گرفتار کر لی تھیں واپس آ گئے۔

اس واقعہ کے بعد افشین حیدر نے نہایت احتیاط اور آہستگی کے ساتھ قلعۂ بذ کی طرف بڑھنا شروع کیا جس قدر وہ آگے بڑھتا۔ تمام راستوں گھاٹیوں اور دروں پر پہرہ قائم کر دیتا۔ اور چونکہ اسے بابک کے شبخون مارنے کا اندیشہ تھا۔ اسلئے رات کو پہرہ چوکی کا معقول انتظام کرتا اور خود بھی پیرول کے ساتھ گشت کرنے کو نکلتا۔ اگرچہ اس کے لشکری دن بھر سفر کرنے خندقیں کھودنے اور رات بھر جاگنے سے تھک کر چور ہو گئے تھے۔ مگر امیر لشکر کے حکم کی تعمیل اب بھی خوش دلی سے کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ افشین حیدر اپنا لشکر لے کر بذ کے قریب اس مقام پر پہنچ گیا۔ جہاں قدرتی طور پر تین سر بفلک پہاڑیاں ایک دوسرے کے متصل اس طرح واقع تھیں کہ پہلی پہاڑی سے دوسری اور دوسری سے تیسری پہاڑی اونچی تھی۔ ان تینوں پہاڑیوں کے دوسری طرف قلعہ بذ تھا اور ان کے درمیان میں ایک وسیع میدان تھا۔ افشین نے اپنے لشکر کو اسی میدان میں ٹھہرایا اور پہاڑیوں کے ادھر ادھر ہر طرف لشکر کو پھیلا دیا۔

چونکہ اسلامی دستوں کے درمیان چٹانیں تھیں اسلئے افشین حیدر نے حملہ کا یہ انتظام کیا کہ جب وہ حملہ کرتا نقارہ بجواتا اور جب تک لڑتا رہتا نقارہ برابر بجتا رہتا۔ جب جنگ کا روکنا مقصود ہوتا تو نقارہ بجنا بند کرا دیتا۔

غرضیکہ اس نقارہ کی آواز پر تمام لشکر متحرک ہوتا تھا۔ اسکے ساتھ ہی افشین حیدر نے یہ بھی انتظام کیا تھا کہ اس میدان میں جس قدر راستے نکلتے سوائے ایک راستہ کے اور سب کو پتھروں سے چنوا کر بند کرا دیا تھا۔ جب وہ حملہ کرتا تو اس راستہ پر ایک لشکر کو متعین کر دیتا۔ تاکہ دشمن عقب سے آکر حملہ نہ کر سکے۔ سچ پوچھئے تو افشین کو وہ وسیع میدان ایک قدرتی قلعہ کی طرح ہاتھ آگیا تھا بہ ظاہر کوئی راستہ کسی طرف سے افشین نے اس میں باقی نہیں رکھا تھا۔ مگر افشین حیدر کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب اس نے اکثر بابک کے لشکریوں کو اس میدان میں چلتے پھرتے دیکھا۔ اس نے انہیں گرفتار کرنے کا قصد کیا لیکن وہ ایسے غائب ہوئے کہ ہزار تلاش کرنے پر بھی نہ ملے۔ اسے حیرت تھی کہ یہ لوگ کس طرف سے آتے اور چلے جاتے ہیں۔ مگر وہ اسی راستہ کا سراغ نہ لگا سکا جس راستہ سے بابک کے لشکری آتے جاتے تھے۔

افشین حیدر نے ابو سعید جعفر خیاط اور احمد بن خلیل بن ہشام کو یکے بعد دیگرے روانہ کیا۔ اور خود ایک بلند مقام پر بیٹھکر یہ دیکھنے لگا کہ بابک کے لشکری کس طرف سے نکلتے ہیں مگر وہ ان کے نکلنے کی گھاٹی کو نہ پا سکا۔ حالانکہ جس جگہ وہ بیٹھا تھا وہاں سے بابک کا قلعہ اور اسکی محلسرا سب نظر آتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ بابک بہت تھوڑے آدمیوں کے ساتھ قلعہ سے نکلکر اسلامی لشکر پر حملہ آور ہوتا۔ اور جب مسلمان اسے دباتے تو وہ لڑتا ہوا پیچھے ہٹتا دفعتہً اس کی جمعیت کمینگاہوں سے نکلکر مسلمانوں پر یلغار کر دیتی اور مسلمانوں کو مجبوراً ہٹنا پڑتا۔ افشین نے ان کمینگاہوں کا پتہ لگانا چاہا۔ لیکن نہ لگا سکا اس کے جاسوس بھی عاجز رہے۔ ایک روز جب افشین حیدر نے قلعہ پر حملہ کیا اور ظہر کے وقت تک لڑکر واپس ہوا تو اتفاق سے جعفر اپنی فوج کے ساتھ پیچھے

رہ گیا۔ بابک کا لشکر اچانک اس پر آ ٹوٹا۔ مسلمانوں کا شور و غل سُن کر افشین حیدر کا لشکر لوٹ پڑا۔ پھر لڑائی چھڑ گئی۔ جعفر کے ہمراہیوں میں ابو دلف کے ساتھ عام مجاہدین یعنی رضاکاروں کا بھی ایک دستہ تھا۔ ان لوگوں نے بڑی بجگری سے بابک پر دھاوا کیا اور بابک کے لشکر کو مارتے پیچھے ہٹاتے قلعہ کے نیچے پہنچ گئے۔ جعفر نے افشین سے پانچسو تیر انداز طلب کئے۔ افشین نے کہلا بھیجا کہ امدادی فوج بھیجنا دشوار ہے جس طرح بھی ممکن ہو تم حکمت عملی سے واپس چلے آؤ۔ کیونکہ جنگ کا عنوان خطرناک ہوتا جا رہا ہے۔ جعفر نے اپنے لشکر کو واپس بلانا چاہا۔ لیکن لوگوں میں کچھ ایسا جوش و خروش پیدا ہوا کہ وہ پیچھے ہٹنے کے بجائے آگے ہی بڑھتے گئے۔ جعفر نے افشین کو اطلاع کی وہ بھی لشکر لے کر بڑھا۔ اس عرصہ میں بابک کے فوجی یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں کا تمام لشکر قلعہ بذ پر پہنچ گیا۔ کمینگاہوں سے نکل آئے۔ عین اس وقت افشین حیدر اس جگہ پہنچ گیا۔ جس جگہ یہ بابکی سپاہ نکل رہی تھی اس نے ان کی کمینگاہ دیکھ لی۔ افشین نے پُرزور حملہ کیا۔ نہایت خونریز لڑائی ہوئی۔ دن چھپنے پر لڑائی بند ہوئی۔ فریقین اپنی اپنی قیام گاہ پر پہنچ گئے۔ اگلے دن افشین پھر بڑھا اور اس نے جعفر کو اس مورچہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ جہاں تک کل بڑھ گیا تھا۔ جعفر بڑھا بابک کے لشکر نے قلعہ کے اوپر سے تیر باری شروع کی۔ مگر جعفر کی فوج قلعہ کی فصیل تک پہنچ گئی اور جعفر بذات خود قلعہ کے دروازہ پر پہنچ کر نہایت مردانگی اور استقلال سے لڑنے لگا۔ لڑتے لڑتے جب دوپہر ڈھل گئی۔ تو افشین نے اس دستۂ فوج کے لئے کھانا اور پانی بھیجا۔ اور کچھ مزدور پھاوڑے اور کدالیں لے کر بھیجے تاکہ وہ دروازہ توڑ ڈالیں۔ اسکے ساتھ ہی افشین نے بابک کی اس کمینگاہ پر پہرہ مقرر کر دیا۔ جس سے ایک روز قبل بابک کا لشکر نکلا تھا۔

شام کے وقت بابک اپنا لشکر بے کراں لیکر قلعہ سے نکلا اور اس زور سے حملہ آور ہوا کہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ مگر مسلمانوں نے سنبھل کر پھر حملہ کر کے بابک کو بھگا دیا۔ وہ پھر قلعہ میں گھس گیا اور چونکہ اب دن چھپ گیا تھا اسلئے جنگ ملتوی ہو گئی۔ اس واقعہ کے دو ہفتے بعد افشین نے پھر حملہ کی تیاری کی۔ اپنے کل لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ کو جس میں ایک ہزار تیر انداز تھے۔ آدھی رات کے وقت اس پہاڑ کی جانب روانہ کیا۔ جو قلعہ بذ کے متصل تھا۔ اور جس کے دامن میں بابک کا نامی سپہ سالار اذین مورچہ بند تھا۔ اس دستہ کو افشین نے یہ ہدایت کی کہ جس وقت جعفر کو قلعہ بذ پر حملہ کرتے دیکھو فوراً قلعہ پر تیروں کی بارش شروع کر دینا۔ دوسرے حصہ کو اس ٹیلہ کے پیچھے کمینگاہ میں چھپا دیا۔ جس کی چوٹی پر بابک کے آدمی کمینگاہ میں چھپے بیٹھے تھے۔ تیسرے حصہ کو لشکر کی محافظت کے لئے چھوڑا اور چوتھے حصہ کو اپنے جلو میں لے کر میدان جنگ میں آیا۔ اس طرح افشین حیدر نے بابک پر آخری ضرب لگانے کا قصد کر لیا۔ صبح ہوتے ہی جنگ شروع ہو گئی

جعفر خیاط معہ چند نامی گرامی افسروں کے اس پہاڑی کی طرف بڑھا جس کے دامن میں بابک کا سپہ سالار اذین مقیم تھا۔ اذین نے جعفر کے لشکر پر تیر اندازی شروع کی۔ جعفر کے ہمراہی بھی ترکی بترکی جواب دینے لگے۔ اس کے ساتھ ہی اس دستہ نے بھی اذین پر تیروں کی بارش شروع کر دی۔ جو آدھی رات سے چھپا بیٹھا تھا۔ اذین کے ہمراہی اس دو طرفہ مار سے گھبرا گئے۔

وادی کی طرف بڑھے تو ادھر سے وہ دستہ سامنے آ گیا۔ جو ان کی کمینگاہ پر قبضہ کئے بیٹھا تھا۔ بابک یہ کیفیت دیکھکر گھبرا گیا۔ اس نے افشین سے یہ درخواست کی کہ وہ اپنے اہل وعیال کو کسی دوسری جگہ منتقل کر کے لنجیاں

قلعہ کی حوالہ کرے گا۔ اُسے کچھ مہلت دے دی جائے۔ افشین نے اس سے انکار کر دیا۔ حسن اتفاق سے اسی وقت اسلامی لشکر قلعہ بذ میں داخل ہو گیا اور ایک گروہ نے بابک کی محلسرا میں آگ لگا دی۔ جسقدر اس کے لشکری سامنے آئے سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا۔ مال و اسباب جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ تمام قلعہ کو تاراج کر ڈالا لیکن جلدی دن چھپ گیا:

چونکہ مسلمانوں کو یہ بات معلوم تھی کہ قلعہ بذ سے بے شمار سُرنگیں ادہر ادہر گئی ہیں اسلئے اُسے غیر محفوظ سمجھکر وہاں سے نکل آئے۔ بابک مسلمانوں کے قلعہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی کچھ مال و اسباب اور اپنی چند عورتوں کو جن میں اس کی ماں بھی شامل تھی نے کر سُرنگ کے راستہ سے بھاگ گیا تھا اس کے دُوسرے دن افشین قلعہ بذ کے ملاحظہ کو دوپہر کے وقت آیا بابک کی محلسرا کے کچھ مکانات پہلے روز کی آتشزدگی سے بچگئے تھے اس نے ان کو بھی جلوا دیا۔ جب افشین نے بابک کے قید خانوں کو کھولا تو سات ہزار چھ سو مرد۔ عورتیں اور بچے ان قید خانوں میں سے نکلے جو نہایت خستہ حال تھے اسی روز افشین نے ملوک آرمینیہ اور ان کے حکام کو بابک کے بھاگنے کا حال تحریر کر کے اس کی گرفتاری کی سخت تاکید کر دی۔ اس واقعہ کے چند ہی دن بعد ایک جاسوس نے آکر اطلاع دی کہ بابک اس وادی میں مقیم ہے۔ جو آرمینیہ اور آذربائیجان کے درمیان واقع ہے۔ افشین نے اسی وقت ایک دستہ فوج کا روانہ کیا۔ بابک وہاں تھا۔ اسلامی لشکر کو آتا ہوا دیکھکر گنجان جنگل میں گھس گیا۔ درختوں اور جھاڑیوں نے اسے پناہ دی۔ اور وہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہونے سے بچگیا:

خلیفہ معتصم باللہ کو ہر واقعہ کی اطلاع برابر پہنچ رہی تھی۔ جب اُسے

بابک کے بھاگ جانے اور قلعہ بذ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جانے کی اطلاع ہوئی تو اس نے بابک کو امان دینے کا حکم بھیجدیا۔ افشین حیدر نے بابک کے ایک ہمراہی کے ذریعہ سے امان نامہ بابک کے پاس روانہ کیا۔ بابک نے نہایت حقارت سے اس امان نامہ کو دیکھا اور اسکے ساتھی کے ہمراہ جو افشین حیدر کے دو ہمراہی گئے تھے انہیں قتل کر دیا۔ بابک وہاں سے اسی وقت اپنے دونوں بھائیوں عبداللہ اور معاویہ اور اپنی ماں کو لے کر آرمینیہ جانے کے ارادہ سے نکل کھڑا ہوا۔ اتفاق سے جو لوگ اسکی تلاش میں تھے۔ ان کی اس پر نظر پڑ گئی انہوں نے اپنے سردار ابوالسفاح سے جا کر کہا۔ ابوالسفاح نے تعاقب کر کے ایک چشمہ پر پہنچکر انھیں گھیر لیا۔ بابک جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ گیا۔ اس کی ماں اور اس کا بھائی معاویہ گرفتار ہو گئے۔ عبداللہ پہلے ہی کہیں روپوش ہو گیا تھا۔ ابوالسفاح نے معاویہ اور بابک کی ماں کو افشین کے پاس بھیجدیا۔ بابک چھپا پھر رہا تھا۔ وہ جبال آرمینیہ میں روپوش ہو گیا۔ لیکن جاسوس اسکے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ اور افشین نے خوب جی دستے اس کی گرفتاری کے لئے پھیلا دیئے تھے۔ جب بابک کے پاس زادراہ ختم ہو گیا۔ تو اس نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص کو کھانا خریدنے کے لئے آبادی میں بھیجا۔ کسی افسر پولیس کی اس شخص پر نظر پڑ گئی۔ اس نے والئی قلعہ سہل بن ساباط کو اطلاع دی کہ ایک شخص اس شکل و شباہت کا آبادی میں آیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ بابک کے ہمراہیوں میں سے ہے سہل بن سابا ط بازار میں آیا اور بابک کے ہمراہی کو ساتھ لے کر بابک کے پاس پہنچا۔ سہل کو دیکھتے ہی بابک کا چہرہ فق پڑ گیا۔ مگر سہل نے تملق و چاپلوسی سے بابک کو دم دلاسہ دیا اور اُسے اپنے ساتھ لے کر قلعہ میں آ گیا۔

ساتھ ہی افشین کو بھی اس کی اطلاع کر دی۔ افشین نے دو سپہ سالاروں کو بابک کی گرفتاری پر مامور کر کے ہدایت کر دی کہ سہل بن سنباط کی رائے پر چلنا۔ ذرہ برابر اس کی رائے کی مخالفت نہ کرنا۔ سہل بن سنباط نے ان افسروں کو قلعہ کے ایک جانب چھپا دیا اور بابک کو شکار کھیلنے کے بہانہ سے شکارگاہ کی طرف لے چلا۔ ان دونوں سپہ سالاروں نے موقعہ پاکر غفلت کی حالت میں بابک کو گرفتار کر لیا اور افشین کے پاس لائے۔ سہل بن سنباط اور سہل کا بیٹا معاویہ بھی ساتھ تھے۔ ان دونو باپ بیٹوں کو افشین نے حسن خدمات کے صلہ میں اس طرح انعام دیا کہ معاویہ بن سہل کو ایک ہزار درہم اور سہل بن سنباط کو ایک لاکھ درہم اور ایک پیٹی جواہر نگار مرحمت فرمائی۔ بابک کا دوسرا بھائی عبداللہ جو بابک ہی کی طرح سنگدل اور بیرحم تھا۔ عیسٰی بن یوسف بن اسطفانوس والئی بلقان کے پاس روپوش تھا۔ افشین کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے عیسٰی بن یوسف سے عبداللہ کو طلب کیا۔ عیسٰی نے اپنے آدمیوں کی حراست میں فوراً بھیج دیا۔ افشین نے بابک اور عبداللہ دونوں کو قید کر کے خلیفہ معتصم باللہ کی خدمت میں فتح نامہ بھیجا۔ معتصم باللہ نے ان دونوں درندہ صفت انسانوں کو سامرہ میں طلب فرمایا۔ یہ واقعہ ماہ شوال ۲۲۲ھ کا ہے۔ افشین حیدر اپنے جائے مستقر برزند سے سامرہ کی طرف روانہ ہوا۔ خلیفہ معتصم باللہ کے حکم سے اس کا ہر منزل پر نہایت عزت و احترام سے استقبال کیا گیا۔ روزانہ ہر پڑاؤ پر سلطانی قاصد معہ خلعت فاخرہ اور ایک راس عربی گھوڑے کے افشین سے ملتا تھا۔ جب افشین سامرہ کے قریب پہنچا تو خلیفہ معتصم نے اپنے بیٹے واثق کو معہ سرداران لشکر و اراکین سلطنت کے اس کے استقبال کی غرض سے بھیجا۔ شہزادہ پرتپاک خیر مقدم کر کے معتصم باللہ کو سامرہ میں لایا۔ عوام نے اس کا پرجوش استقبال کیا اور قصر مطیرہ میں افشین کو ٹھہرایا۔ بابک اور

عبداللہ کو بھی افشین نے اپنے پاس ہی قصر مطیرہ میں قید رکھا۔ معتصم باللہ نے دربار عام کیا۔ اس دربار میں ایک زرنگار کرسی پر افشین کو بٹھایا گیا اور اسکے سر پر تاج زریں رکھا غرضیکہ خلیفہ معتصم باللہ نے اس کی بے حد عزت افزائی کی بیس[۲] لاکھ درہم اسے بہ طور حسن خدمات کے عطا کئے اور دس[۱] لاکھ درہم اس کے لشکریوں میں تقسیم کئے یہ واقعہ ماہ صفر ۲۲۳ھ کا ہے:

اس کے بعد خلیفہ معتصم باللہ نے پھر دربار عام کیا اور قصر مطیرہ سے دربار عام تک فوجی افسران اور ارکین سلطنت کو پھیلا دیا اور بابک کو ہاتھی پر سوار کرا کر دربار میں لانے کا حکم دیا۔ جس وقت بابک دربار شاہی میں پہنچا معتصم باللہ نے دریافت کیا کہ بابک نے کتنے لوگوں کو قتل کیا:-؟

خود بابک نے کہا کہ میں نے بیس[۲] سال جبال پر حکومت کی اور اس عرصہ میں ایک لاکھ پچپن[۱۵۵] ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔ معتصم نے حکم دیا کہ خونخوار آدمی کے اول ہاتھ اور پیر کاٹے جائیں اور پھر ذبح کیا جائے!

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بابک کا سر خراسان میں تشہیر کے لئے بھیج دیا گیا اور اس کی لاش کو سامرہ میں صلیب پر لٹکا دیا۔ بابک کے بھائی عبداللہ کو بغداد میں اسحاق بن ابراہیم کے پاس روانہ کرکے حکم بھیجا کہ اس کے بھی اول ہاتھ پیر کاٹو اور پھر ذبح کر ڈالو۔ چنانچہ عبداللہ کے ساتھ بغداد میں یہی برتاؤ کیا گیا:۔

ایک مدت کے بعد معتصم باللہ نے بابک خرمی کے فتنہ کا خاتمہ کرکے مخلوق خدا کو اس کی ایذا دہی سے بچایا۔ جو مسلمان بابک کی قید سے چھڑائے گئے تھے انہیں معتصم باللہ نے زاد راہ دے کر ان کے گھروں کو بھیج دیا:۔

زبطرہ اور ملطیہ کی بربادی

جب کہ افشین حیدر بابک خرمی سے مصروف جنگ تھا بابک کو یہ بات معلوم

ہو گئی کہ خلیفہ معتصم باللہ نے اپنی تمام فوج اور سارے مشہور سپہ سالار اس کے مقابلہ میں بھیج دیئے ہیں۔ وہ اس بات کو خوب جانتا تھا کہ قیصر روم مسلمانوں سے دلی عناد رکھتا ہے۔ اور بلاد اسلامیہ کے فتح کی آرزو بھی اس کے دل میں ہے چنانچہ بابک نے توفل بن میخائیل قیصر روم کو ایک خط لکھا کہ اس وقت خلیفہ معتصم باللہ نے اپنا کل لشکر میرے مقابلہ پر بھیج دیا ہے امراء اور افسران فوج کا تو کیا ذکر ہے۔ خلیفہ نے اپنے خیاط جعفر بن دینار اور طباخ ایتاخ کو بھی میری مہم پر روانہ کر دیا ہے۔ تمہارے لئے یہ موقعہ نہایت اچھا ہے اگر تم اس وقت اسلامی سلطنت پر حملہ کر دو تو دارالخلافہ میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو تمہارا مقابلہ کر سکے۔ تم یقیناً فتحیاب ہو گے۔

بابک کا در اصل منشا یہ تھا کہ اگر قیصر روم بھی اس وقت بلاد اسلامیہ پر حملہ کر دے تو خلیفہ اس فوج میں سے جو اسے گھیرے پڑی ہے طلب کر کے رومیوں کے مقابلہ پر بھیجے گا۔ اور اس سے اس پر جو دباؤ پڑا ہوا ہے وہ کم ہو جائیگا اور عجب نہیں کہ اس حیلہ سے میری جانبری ہو جائے۔

نوفل نے بابک کی یہ تحریر پاتے ہی جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور سارے عہد و اقرار کو جو وہ خلیفہ مامون سے کر چکا تھا بالائے طاق رکھکر بلاد اسلامیہ پر حملہ آور ہوا۔ ایک لاکھ کا عظیم الشان لشکر لے کر چلا اور زبطرہ پر پہنچکر شبخون مارا۔ حالت غفلت میں تمام مردوں کو قتل کر کے عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا۔ گھروں کو لوٹ کر آگ لگا دی اور خلیفہ معتصم باللہ کی پیدائش گاہ زبطرہ کو خاک کا کھنڈر بنا دیا۔

اس کے بعد وہ ملطیہ کی طرف لوٹا اور وہاں کے مسلمانوں کو بھی قتل و غارت کیا۔ عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا۔

خلیفہ معتصم کا جوشِ جہاد

یہ وہ زمانہ تھا۔ جب کہ بابک کی مہم ختم ہو چکی تھی۔ بابک گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا تھا اور خلیفہ معتصم نے افشین حیدر کو اس کی خدمات کی کارگذاری کے صلہ میں اسے آرمینیہ اور آذربائیجان کا گورنر مقرر کر کے روانہ کیا تھا:۔

خلیفہ معتصم باللہ ایک روز دربار میں بیٹھا تھا کہ زبطرہ کا ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے قیصر روم کی یورش اور زبطرہ اور ملطیہ کی بربادی کا حال نہایت دردناک لہجہ میں بیان کیا۔ خلیفہ معتصم باللہ کو اس خبر کے سننے سے سخت صدمہ ہوا۔ اس زبطرہ کے باشندہ نے یہ بھی بیان کیا کہ جب قیصر روم عورتوں اور بچوں کو قید کر کے کشاں کشاں لے جارہا تھا تو ایک ہاشمیہ عورت وامعتصماہ! وامعتصما! (آہ معتصم آہ معتصم) کہتی جاتی تھی:۔

اس دردناک قصہ کو سنکر خلیفہ معتصم باللہ بے چین ہو گیا۔ اور اسی وقت بےقرار ہو کر تخت سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور لبیک! لبیک!! (حاضر ہوا۔ حاضر ہوا!!) کہتا ہوا تخت سے اتر آیا۔ تمام درباری یہ منظر دیکھکر تڑپ گئے:۔

معتصم باللہ نے اسی وقت جہاد کا اعلان کر کے کوچ کی منادی کرا دی اور ایک حکم افشین کو لکھا کہ بدعہد مکار قیصر روم نے میری پیدائش گاہ کو برباد کر کے وہاں کے مسلمانوں کو تاراج کر ڈالا ہے ایک ہاشمیہ عورت نے مجھ سے فریاد کی ہے میں قیصر روم کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو رہا ہوں تم بھی فوج لے کر مجھ سے انقرہ (انگورہ) میں آکر مل جاؤ:۔

معتصم باللہ دارالعوام میں آیا۔ اس نے افسران لشکر اور امرائے شہر کو جمع کر کے بغداد کے قاضی عبدالرحمان بن اسحاق اور شعبہ بن سہل کو معہ ۳۳۰ معتبرین

معتز ز علماء و صلحاء کے طلب کر کے اپنے کل مال و اسباب کی فہرست تیار کرا کر اُسے تین حصوں میں اس طرح تقسیم کیا کہ ایک ثلث اپنے لڑکوں کو دیا۔ ایک ثلث خاوندوں کو دیا اور ایک ثلث راہ خدا میں وقف کر دیا۔ خلیفہ معتصم باللہ کو ۲۹ ربیع الثانی ۲۲۳ھ کو زبطرہ اور ملطیہ کی بربادی کی اطلاع ہوئی تھی۔ اس نے لشکر مرتب کر کے ۲۔جمادی الاول ۲۲۳ھ غربی دجلہ کیطرف کوچ کر دیا۔ اس دو ہی دن کے عرصے میں اس کے جھنڈے کے نیچے مجاہدین اور شاہی لشکر کا جم غفیر جمع ہو گیا!

خلیفہ معتصم باللہ نے اپنی روانگی سے قبل عجیف بن عنبسہ اور عمر فرغانی کو کچھ لشکر دے کر اہل زبطرہ کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ مگر جس وقت یہ لشکر زبطرہ میں پہنچا تو رومی اسے غارت و ویران کر کے کوچ کر گئے تھے۔

اس لشکر نے زبطرہ ہی میں قیام کر دیا۔ رومیوں کا طوفان بدتمیزی فرو ہونے اور عسکر اسلام کے وہاں آجانے کے بعد رفتہ رفتہ وہ باشندگان زبطرہ جو وہاں سے بھاگ گئے تھے پھر آ کر آباد ہونے لگے۔ خلیفہ معتصم باللہ بھی معہ لشکر کے وہاں پہنچ گیا۔ خلیفہ معتصم باللہ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ رومیوں کا سب سے زیادہ محبوب و مضبوط قلعہ کونسا ہے؟

لوگوں نے جواب دیا کہ آج کل شہر عموریہ سے زیادہ مضبوط و مستحکم قلعہ کوئی بھی نہیں ہے۔ رومی اس شہر کو اس لئے محبوب سمجھتے ہیں کہ وہ نوفل قیصر روم کا مولد گاہ ہے۔ معتصم باللہ نے کہا تب اس پر یورش ہونی چاہیئے!

معتصم باللہ نے نہایت ساز و سامان کے ساتھ اس جہاد کی تیاری کی۔ مورخ لکھتے ہیں کہ جس قدر اس جنگ کے لئے معتصم باللہ نے سامان جنگ اور آلات حرب مہیا کئے اس سے پہلے کسی جنگ کے لئے مہیا نہیں کئے تھے:۔

اس لشکر کے مقدمتہ الجیش پر اشناس کو افسر مقرر کر کے روانہ کیا محمد بن ابراہیم

بن مصعب کو میمنہ پر ایباخ (طباخ) کو میسرہ پر اور جعفر بن دینار خیاط کو قلب میں
روانہ کیا۔ عجیف بن عنبسہ کو معتصم نے اپنے ساتھ رکھا۔ غرض بڑی شان و شوکت
کے ساتھ یہ اسلامی لشکر روانہ ہو کر حدودِ روم میں داخل ہوا۔ معتصم نے مقام
سلوقیہ میں پہنچ کر دریائے نہرس کے قریب ڈیرے ڈال دیئے:۔

یہ مقام طرطوس سے ایک دن کی مسافت پر واقع تھا۔ یہاں سے خلیفہ
معتصم نے آگے کوچ کیا۔ اشناس سب سے آگے تھا۔ خلیفہ نے اُسے حکم دیا
کہ رومی لشکر کا سراغ لگاؤ۔ اشناس نے عمر فرغانی کو دو سواروں کی جمعیت
کے ساتھ رومیوں کی سُراغرسی پر بھیجا۔ عُمر فرغانی نے انقرہ میں قیام کر کے اپنے
ساتھیوں کو رُومیوں کی جستجو میں پھیلا دیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں اُس کے سپاہی
رومیوں کی ایک جماعت کو گرفتار کر کے لائے۔ یہ لوگ انقرہ کے قرب و جوار کے
رہنے والے تھے۔ ان لوگوں نے بیان کیا کہ آرمینیہ کی طرف سے ایک اسلامی
لشکر حدودِ روم میں داخل ہوا ہے۔ قیصر رُوم توفل اس کے مقابلہ پر گیا ہے!

عُمر فرغانی ان لوگوں کو لے کر اشناس کی خدمت میں آیا۔ اشناس نے
انہیں خلیفہ معتصم کی خدمت میں بھیج دیا۔ معتصم نے تمام حالات سُن کر افشین
کو خط لکھا کہ شہنشاہ روم تم پر حملہ کرنے کے لئے آرہا ہے تم جس جگہ پہنچ گئے
ہو وہیں قیام کر دو۔ اس خط کو افشین تک پہنچانے والے کو دس ہزار درہم
انعام دینے کا وعدہ کر کے ایک شخص کو روانہ کیا۔ لیکن یہ خط افشین کو نہ مل سکا
کیونکہ وہ حدودِ روم میں داخل ہو گیا تھا:۔

معتصم باللہ نے حکم دیا کہ اب رومیوں پر حملہ کر دیا جائے۔ چنانچہ اشناس
نے انقرہ کے نواح میں رومی آبادیوں پر حملے شروع کر دیئے۔ اس نے رومیوں کی
ایک بڑی تعداد گرفتار کر لی اور انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ ان میں ایک بوڑھا

رُومی بھی تھا۔ اُس نے کہا۔ تم میرے قتل سے کیا فائدہ اٹھاؤ گے؟ اِس وقت غلہ نہ ہونے سے تمہارا لشکر مصیبت میں ہے اگر تم مجھے رہا کرانے کا وعدہ کرو تو میں ایک ایسے رومی گروہ کا پتہ بتادوں جس کے پاس بے شمار غلہ ہے:۔"

اشناس نے اس کی جاں بخشی کا وعدہ کر لیا اور مالک بن کرد کو پانچ سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ۔ بوڑھے عیسائی کے ہمراہ روانہ کیا اور اُسے ہدایت کردی کہ اگر یہ بوڑھا اس گروہ کا صحیح پتہ بتائے تو اسے رہا کردینا ورنہ مار ڈالنا!

بوڑھا اس مختصر دستہ کو لے کر اہل انقرہ کے سر پر پہنچ گیا۔ مالک بن کرد نے حملہ کرکے ان لوگوں میں سے جو لڑے انہیں مار ڈالا۔ اور جنہوں نے ہتھیار ڈال دیئے انہیں گرفتار کرلیا۔ غلہ اور اسباب جو کچھ ان کے پاس تھا لوٹ لیا۔ ان لوگوں کے ساتھ کچھ مجروحین بھی تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہُوا کہ افشین نے قیصر روم پر حملہ کرکے اسے شکست دے کر بھگا دیا ہے۔ مجروحین قیصر کے ہمراہیوں میں سے تھے:۔

مالک بن کرد سامان اور قیدی لے کر واپس لوٹ آیا۔ اس نے بوڑھے عیسائی کو حسب اقرار رہا کردیا۔ یہ واقعہ ۲۵ شعبان ۲۲۳ھ کا ہے۔ نوفل نے مسلمانوں کے آنے کی خبر سُنکر ایک لشکر جرار انقرہ کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے بچانے کے لئے روانہ کیا۔ لیکن ابھی یہ لشکر انقرہ تک نہ آیا تھا کہ اسلامی لشکر پہنچ گیا۔ اہل انقرہ شہر چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے:۔

مسلمان انقرہ پر قابض ہو گئے۔ یہیں افشین حیدر بھی آکر مل گیا۔ معتصم نے دو روز انقرہ میں قیام کیا اور تیسرے دن عموریہ کی طرف بڑھا۔ اُس نے اپنے لشکر کے کئی حصے کئے۔ اور ہر حصہ کو مختلف راستہ سے عموریہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیکر ہدایت کی کہ جس قدر قصبات اور دیہات راستے میں ملیں سب کو زبطرہ اور ملطیہ کی طرح ویران اور برباد کردو:۔

عموریہ کی فتح

اسلامی لشکر رومی آبادیوں کو تاراج و برباد کرتا۔ رومی عورتوں۔ مردوں اور بچوں کو قید کرتا عموریہ کی طرف بڑھا سب سے پہلے عموریہ پر افشین حیدر پہنچا اس کے بعد خلیفہ معتصم آیا۔ اس کے بعد اشناس جا دھمکا۔ پھر اور افسران فوج آنے لگے۔ نوفل نے عموریہ کو بچانے کے لئے اپنی پوری فوجی طاقت صرف کر دی تھی۔ بے شمار فوجیں لا ڈالی تھیں۔ سامان حرب وافر جمع کر دیا تھا:-

خلیفہ معتصم باللہ نے قلعہ عموریہ کا معائنہ کر کے اپنے فوجی افسروں کو اس کے چاروں طرف پھیلا دیا۔ ابھی لڑائی شروع نہ ہوئی تھی کہ ایک شخص خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ مسلمان تھا لیکن عیسائیوں نے زبردستی اسے عیسائی بنا لیا تھا۔ وہ موقعہ پا کر بھاگ آیا تھا۔ اس نے معتصم باللہ کو ایک خفیہ راستہ قلعہ میں داخل ہونے کا بتایا۔ جس پر بظاہر ایک پتھر کی دیوار بنی ہوئی تھی۔ لیکن درحقیقت وہ دیوار خالی تھی۔ خلیفہ معتصم باللہ نے اسی سمت میں اپنا مورچہ قائم کر کے منجنیقیں نصب کرائیں اور سنگباری شروع کرا دی:

دو چار ہی پتھر اس دیوار پر پڑنے پائے تھے کہ اس میں ایک بڑا سوراخ ہو گیا عموریہ میں ایک شاہی گرجہ تھا۔ اس گرجہ کے پادری اور بطریق باطیس اور قلعہ عموریہ کے حاکم نے مل کر ایک عرضی بادشاہ روم کی خدمت میں روانہ کی جس میں لکھا تھا کہ شہر پناہ کی شمالی دیوار گر گئی ہے۔ اسلامی لشکر عنقریب عموریہ میں داخل ہونے والا ہے۔ ہم تینوں آج رات کو جس طرح بھی ممکن ہوگا قلعہ سے نکل کر حاضر خدمت ہوں گے۔ اتفاق سے یہ عرضی مسلمانوں کے ہاتھ میں پڑ گئی۔ خلیفہ معتصم نے ہر محاذ پر فوجی افسروں کو اس سے مطلع کر کے تاکید

کردی کہ نہایت ہوشیاری سے نگرانی کی جائے اور جونہی یہ لوگ قلعہ سے نکلیں فوراً انہیں گرفتار کر لیا جائے۔ اس کے بعد معتصم نے اس شدت سے سنگباری کی کہ دیوار ٹوٹ کر زمیں بوس ہو گئی۔ مجاہدین اسلام نے جانوروں کی کھالوں میں مٹی بھر بھر کر شہر پناہ کی دیوار کے نیچے جو خندق تھی اس میں ڈالنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ خندق پٹ گئی۔ اب خلیفہ معتصم باللہ نے بڑے بڑے دبابے شہر کی طرف بڑھائے۔ ان دبابوں میں سے ہر ایک میں دس دس آدمیوں کو بٹھا دیا۔ جو فصیل توڑنے کے آلات لئے ہوئے تھے اہل عموریہ نے دبابوں پر آتشباری شروع کی۔ اسلامی فوجیں بھی نہایت دلیری سے آگے بڑھیں دبابے والے دبابوں کو بڑھا کر خندق عبور کر گئے اور دبابوں کو دیوار تک پہنچا دیا۔ فریقین نہایت جی توڑ کر لڑے۔ ساری رات ایک دوسرے پر آگ برساتے رہے۔ اگلے دن صبح ہوتے ہی اسلامی لشکر نے منجنیقوں کو آگے بڑھایا۔ اور سیڑھیاں لگا کر سرفروشوں نے اوپر چڑھنا شروع کیا۔ رومیوں نے پوری قوت سے مسلمانوں کو روکا:۔

تمام دن زور وشور سے جنگ ہوتی رہی مگر نہ تو قلعہ والے عساکر اسلام کو پیچھے ہٹا سکے اور نہ مجاہدین فصیل کے اوپر پہنچ سکے۔ دوسرے روز معتصم باللہ نے پھر حملہ کیا۔ ایک طرف سے ایتاخ اور دوسری طرف سے افشین بڑھے رومیوں نے فصیلوں اور برجوں کے اوپر سے پتھروں اور تیروں کا مینہ برسا دیا مگر اسلامی لشکر جوش مردانگی سے بڑھتا ہی چلا گیا۔ نہایت پرزور معرکہ ہوا صبح سے دن چھپے تک لڑائی ایک ہی حالت میں جاری رہی۔ رومی زیادہ قتل ہوئے۔ زخمیوں کی تعداد تندرستوں سے دو چند ہو گئی۔ اس طرف جو بطریق تھا اس نے دوسری طرف کے بطریقوں سے مدد طلب کی لیکن کسی نے اسے

مدد نہ دی۔ مجبور ہو کر اُس نے خلیفہ معتصم باللہ سے امان طلب کی۔ وہ صبح کو دروازہ کھول کر خلیفہ کی خدمت میں چلا آیا۔ اُس بطریق کا نام "وندوا" تھا۔ وہ خلیفہ معتصم سے بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ مسلمان پرزور حملہ کر کے اس راستہ سے جو سنگباری کے صدمہ سے دیوا میں ہو گیا تھا شہر میں گھس پڑے۔ رومیوں نے ہر چند روکا۔ مگر مجاہدین کا سیلاب نہ رُکا۔ اسلامی فوجیں جوق جوق شہر میں داخل ہو گئیں رومیوں نے کلیسہ میں جا کر پناہ لی مسلمانوں نے آگ لگا دی۔

باطیس بطریق ایک برج میں چھپ گیا تھا۔ خلیفہ معتصم باللہ نے اُسے امان دی اور وہ برج سے نکلکر آیا۔ مسلمانوں نے اہل سیف کو قتل کر کے شہریوں کو گرفتار کرنا شروع کیا۔ جس طرف اور جہاں تک نظر جاتی تھی۔ مسلمان پھیلے ہوئے اور ہر مسلمان پانچ پانچ دس دس قیدیوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکے ہوئے لاتا نظر آتا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک جم غفیر قیدیوں کا جمع ہو گیا جن میں مرد۔ عورتیں بچے شرفاء۔ روساء و غربا اعلے اور ادنٰے سب ہی تھے۔

خلیفہ معتصم باللہ نے شرفاء و روساء کو علیحدہ کر کے باقی لوگوں کے قتل کا حکم دے دیا۔ سب لوگ قتل کر دیئے گئے۔ مال غنیمت کو پانچ دن تک فروخت کیا۔ جو باقی رہا اُسے جلا دیا۔ اس کے بعد معتصم نے عموریہ کے مضبوط و مستحکم قلعہ کو منہدم کرنے کا حکم دیا۔ دم کے دم میں قلعہ مسمار کر کے جلا دیا گیا۔

اس طرح سے خلیفہ معتصم باللہ نے مغرور و احمق قیصر روم سے مسلمانوں کا انتقام لیا۔ اس نے ان قیدیوں کو بھی رہا کرایا جنھیں نوفل زبطرہ اور ملطیہ سے لایا تھا۔ ان میں وہ ہاشمی عورت بھی تھی جس نے "وامعتصماہ" کا نعرہ لگایا تھا معتصم باللہ نے رومی قیدیوں کو اپنے سپہ سالاروں میں تقسیم کر دیا شہنشاہ روم وہاں سے قسطنطنیہ بھاگ گیا۔ معتصم باللہ طرسوس کی طرف چلا آیا۔ خلیفہ

معتصم باللہ ۶ رمضان المبارک ۲۲۳ھ میں عموریہ کا محاصرہ کیا تھا۔ پچپن ۵۵ روز تک محاصرہ کئے رہا۔ ۲۰ شوال کو عموریہ کو فتح کیا:۔

عباس بن مامون کا قتل

عجیف اور افشین دونوں سپہ سالاروں میں رقابت تھی خلیفہ معتصم باللہ افشین کی عزت افزائی کرتا تھا اور عجیف کے کاموں پر اکثر نکتہ چینی کرنے لگتا تھا۔ اس سے عجیف کی وفاداری میں فرق آ گیا۔ اس نے نہ صرف افشین سے بلکہ خود معتصم باللہ سے انتقام لینے کا تہیہ کر لیا۔ جب معتصم باللہ عموریہ پر لشکر کشی کر رہا تھا۔ اس وقت عباس بن مامون بھی اس کے ساتھ تھا عجیف نے عباس سے کہا کہ آپ نے معتصم باللہ کی بیعت کر کے سخت غلطی کی لوگ آپ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ عباس کے دل میں خلیفہ بننے کا خیال پیدا ہوا۔ عجیف کی کوششوں سے مشا ابن سہل عمر فرغانی۔ حرث سمرقندی اور بہت سے سپہ سالاران لشکر نے خفیہ طریقہ پر عباس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ قرار یہ پایا کہ ایک ہی وقت میں معتصم باللہ۔ افشین اور اشناس کو قتل کر کے عباس کی خلافت کا اعلان کر دیا جائے۔ لیکن جب معتصم باللہ عموریہ فتح کر کے طرسوس کی جانب آ رہا تھا۔ تب اسے اس سازش کا علم ہو گیا۔ اس نے حرث کو جو مقدمتہ الجیش میں تھا گرفتار کرا کر طلب کیا اور جب وہ آیا تو اس سے حالات دریافت کئے۔ اس نے تمام واقعات پوست کندہ عرض کر دیئے خلیفہ نے اُسے خلعت و انعام دے کر رخصت کر دیا۔ پھر عباس کو بلا کر پوچھا۔ اس نے بھی کل حالات عرض کر دیئے معتصم باللہ نے اُسے قید کر کے افشین کے سپرد کر دیا۔ پھر تمام سازش کرنے والوں کو گرفتار کر کے قید کر لیا۔ اور اول مشا ابن سہل کو قتل کیا اور

مقام زنج میں پہنچکر عباس کو ایک بورے میں بھر کر سی دیا جس سے وہ دم گھٹ کر مر گیا
نصیبین میں پہنچکر معتصم نے ایک گڑھا کھدوا کر عمر فرغانی کو اس میں زندہ دفن کرا دیا۔
موصل میں پہنچکر عجیف کو بورہ میں سی دیا وہ بھی دم گھٹنے سے مر گیا۔ اس کے بعد تھوڑے
ہی دنوں میں معتصم نے تمام سازش کنندہ سپہ سالاروں کو جنھوں نے عباس کی
بیعت کی تھی قتل کرڈالا۔ اور سامرہ میں داخل ہوکر ماموں کی باقی اولاد کو بھی گرفتار کراکر
ایک مکان میں قید کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ سب قید ہی میں مر گئے :۔

مازیار کی بغاوت

مازیار بن قارن بن وندا ہرمز طبرستان کا حکمران تھا۔ وہ خلیفہ معتصم باللہ کا
خراج گذار تھا۔ لیکن طبرستان خراسان کے ماتحت تھا۔ اور خراسان میں عبداللہ بن
طاہر گورنر تھا۔ اسلئے مازیار عبداللہ بن طاہر کا ماتحت تھا۔ اتفاق سے مازیار اور
اور عبداللہ کے درمیان کسی بات پر ان بن ہوگئی۔ مازیار نے خراج روک لیا اور
یہ کہلا بھیجا کہ عبداللہ کو ہرگز خراج نہ دُوں گا۔ البتہ بارگاہ خلافت سے جو کوئی
آئے گا۔ اُسے خراج ادا کردُوں گا۔ عبداللہ نے مازیار کی شکائتیں لکھ لکھ کر خلیفہ
معتصم باللہ کو مازیار سے برہم کر دیا۔ ادھر افشین حیدر اپنی ریاست اشر وسنہ کو
جو علاقہ ترکستان میں واقع تھی مضبوط و مستحکم بنانے کی فکر میں تھا :۔

چنانچہ وہ اس زمانہ میں جب کہ بابک کی مہم پر مامور تھا۔ فوجی اخراجات میں سے
کتر بیونت کرکے جو کچھ سامان اور نقدی پس انداز کرتا اپنے وطن اشر وسنہ بھیج
دیتا۔ عبداللہ بن طاہر کو بھی اس کا علم ہو گیا۔ ایک مرتبہ افشین کے لوگ جو سامان
اور زر نقد لے جا رہے تھے۔ عبداللہ نے انہیں گرفتار کرکے سب سامان چھین لیا
یہ خیال رہے کہ راستہ خراسان میں سے تھا۔ عبداللہ نے جو سامان چھینا تھا
وہ سب اپنے لشکریوں میں تقسیم کر دیا۔ اور افشین کے آدمیوں کو قید کر دیا :۔

اس کے فوراً ہی بعد عبداللہ نے افشین کو خط لکھا کہ کچھ لوگ سامان اور زر نقد لیجا رہے ہیں مجھے اطلاع ہوگئی ہیں نے اُن سے سامان چھین کر انھیں قید کر دیا۔ میرے خیال میں وہ چور ہیں اور کہیں سے مال چرا کر لائے تھے۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ وہ چور نہیں ہیں بلکہ آپکے فرستادہ ہیں اور آپ نے ہی انہیں یہ مال اُشر وسنہ پہنچانے کے لئے دیا تھا لیکن مجھے ان کی بات پر اسلئے یقین نہیں آیا کہ اگر آپ اپنے وطن میں مال بھیجتے تو مجھے ضرور اطلاع کر دیتے :۔

افشین اس خط کو پڑھکر نہایت شرمندہ ہؤا۔ اس نے جواب میں لکھا کہ وہ لوگ واقعی میرے فرستادہ ہیں۔ انہیں رہا کر دو۔ عبداللہ بن طاہر نے ان لوگوں کو چھوڑ دیا اور یہ تمام واقعات خفیہ طور پر خلیفہ معتصم باللہ کو لکھ بھیجے۔ خلیفہ نے بظاہر اس تحریر پر کوئی توجہ نہیں کی۔ افشین کی خواہش اپنی ریاست کو ترقی دینے کی تھی۔ لیکن یہ اس وقت ممکن تھا جب وہ خراسان کا بھی گورنر ہوتا۔ اسے خیال تھا کہ بابک کی مہم سر کرنے پر اُسے خراسان کی حکومت مل جائے گی لیکن معتصم نے اسکی عزت افزائی بھی کی۔ انعام و اکرام بھی دیا۔ مگر خراسان کی گورنری نہیں دی بلکہ آرمینیہ اور آذربائیجان کی حکومت دی۔ جب افشین معتصم کے ساتھ جنگ روم سے واپس آیا تو اس نے مازیار اور عبداللہ کی ناراضگی کی خبر سنی فوراً اس کے دماغ میں یہ تجویز آئی کہ اگر بغاوت کر دے تو ضرور مجھے خراسان کی گورنری مل جائے۔ چنانچہ اُس نے مازیار کو خفیہ طور پر خطوط لکھکر بغاوت پر برانگیختہ کیا۔ ایک خط جو اسُ نے بھیجا۔ اس کا مضمون یہ تھا:۔

اس وقت پاک دین زردشتی کا کوئی حامی و مددگار سوائے میرے اور تمہارے نہیں ہے۔ بابک بھی اسی دین کی حمایت کر رہا تھا لیکن اُس نے میرا کہا نہ مانا اور اس کا انجام نہایت ہی ہولناک ہؤا۔ اس وقت تمہیں

ایک زریں موقعہ حاصل ہے۔ اگر تم بغاوت کردو تو خلیفہ معتصم باللہ
تمہارے مقابلہ پر مجھے بھیجے گا۔ تمام لشکر فراغنہ میرے تحت میں ہوگا
خراسانی اور عربی لشکر ترکوں کے اس لشکر کا مقابلہ ہرگز نہ کرسکے گا۔ عربوں
کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ ایک لقمہ دے کر ان کا سر کچل ڈالو۔ خراسانیوں
کا جوش دودھ کا سا اُبال ہوتا ہے۔ جو اٹھا اور فرو ہوگیا۔ اگر تم ذرا ہمت
کرو تو وہی دین جو ملوک عجم کے زمانہ میں تھا۔ پھر قائم ہوجائے۔ پھر آتشکدے
روشن ہوجائیں اور پھر مقدس آگ کی پرستش ہونے لگے۔

مازیار اس خط کو پڑھکر نہایت خوش ہوا۔ اس نے۔ اس نے فوراً علم بغاوت
بلند کرکے رعایا سے ایک سال کا خراج پیشگی وصول کرلیا اور سامان حرب کی فراہمی اور
قلعوں کی درستی کرنے لگا۔ عبداللہ بن طاہر کو جب مازیار کی بغاوت وسرکشی کی اطلاع
ہوئی۔ اس نے اپنے چچا حسن بن حسین کو لشکر جرار کے ساتھ اسکی سرکوبی کے لئے
روانہ کیا۔ اور حسن کے پیچھے حبان بن جبلہ کو روانہ کیا۔ جب دربار خلافت میں یہ خبر
پہنچی تو خلیفہ معتصم نے متعدد سرداروں کو اس شر انگیز طوفان کو فرو کرنے کے لئے
روانہ کیا۔ مازیار طبرستان کا حکمران تھا اور طبرستان میں تین قلعے تھے۔

ایک جبل ونداد ہرمز دوسرا جبل ونداسنجان اور تیسرا جبل شروین بن سرخاب
یہ تینوں قلعے جبال طبرستان کہلاتے تھے۔ اسلامی لشکر نے ان تینوں قلعوں کا
محاصرہ کرلیا۔ اثنائے محاصرہ میں مازیار کے بھائی قوہیار نے حسن بن حسین سے سازش
کرکے مازیار کو گرفتار کرا دینے کا اس شرط پر وعدہ کیا کہ جبال طبرستان اس کی حکومت
میں دے دیئے جائیں۔ حسن نے اس بات سے عبداللہ کو آگاہ کیا۔ عبداللہ نے
معتصم کو لکھا۔ خلیفہ معتصم نے منظور کرلیا۔ قوہیار کو اطلاع دے دی گئی۔ چنانچہ
قوہیار نے مازیار کو گرفتار کرادیا۔ حسن کو افشین کے خطوط کا علم ہوگیا تھا۔ اس نے مازیار

سے وہ خطوط طلب کئے مازیار نے پیش کر دیئے۔ حسن ان خطوں اور مازیار کو لے کر عبداللہ کے پاس آیا۔ عبداللہ نے مازیار کو معہ ان خطوط کے خلیفہ معتصم باللہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ معتصم باللہ نے مازیار کو اس قدر دُرّوں سے پٹوایا کہ وہ مر گیا۔

اس کی لاش بابک خرمی کے پہلو میں صلیب پر چڑھا دی گئی۔ خلیفہ معتصم باللہ نے افشین کے خطوط احتیاط سے اپنے پاس رکھ لئے لیکن بظاہر ان کی طرف کوئی التفات نہ کی۔ یہ واقعہ ۲۲۴ھ کا ہے:-

جعفر بن فہر کی بغاوت

ابھی طبرستان کی بغاوت فرو نہ ہوئی تھی کہ کردوں نے نواح موصل میں سرکشی کی جعفر بن فہر بن حسن نے جو کرد تھا علم بغاوت بلند کیا۔ کردوں کی جمعیت کثیر اپنے ساتھ لی اور لوٹ مار شروع کر دی۔ افشین کا خیال تھا کہ خلیفہ معتصم باللہ کردوں کی مہم پر اسے ضرور روانہ کرینگے۔ لیکن خلیفہ نے عبداللہ بن سید بن انس کو جعفر بن فہر کی سرکوبی پر مامور فرمایا۔ اور چلتے وقت موصل کی گورنری بھی اسے تفویض کر دی۔ جعفر نے اپنا مستقر مالقیس میں قائم کیا تھا۔ جو موصل کے قریب تھا عبداللہ بن سید نے وہاں پہنچکر صف آرائی کی اور کمال مردانگی سے لڑکر جعفر کو شکست دی اور مالقیس پر قبضہ کر لیا۔ جعفر مالقیس سے نکلکر کوہ داسن کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ داسن کی گھاٹیاں نہایت دشوار گذار تھیں پہاڑ کی بلندی آسمان سے باتیں کر رہی تھیں راستہ نہایت تنگ تھا۔ عبداللہ بن سید نے جعفر کا تعاقب کیا اور ہزاروں دقتوں اور دشواریوں کے بعد ان گھاٹیوں کو عبور کر کے جعفر سے جا بھڑا۔ دونوں حریف خوب جی توڑ کر لڑے۔ جعفر کے بہت سے ہمراہی اس معرکہ میں کام آ گئے۔ جعفر پہاڑوں میں چھپ گیا۔ ۲۲۴ھ ختم ہو گیا جعفر کی مہم اس سنہ میں ختم نہ ہوئی بدستور ہنگامہ کارزار گرم رہا:-

۲۲۵ھ میں خلیفہ معتصم نے اپنے خادم خاص ایتاخ کو ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ موصل کی طرف عبداللہ بن سید کی کمک پر روانہ کیا۔ ایتاخ سیدھا جبل داسن پر چڑھ گیا اور چاروں طرف سے پہاڑ کو گھیر کر جعفر کا محاصرہ کر لیا۔ آخر جعفر مقابلہ میں آیا۔ نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ جعفر کے بے شمار ہمراہی مارے گئے۔ خود جعفر بھی میدان میں کھیت رہا۔ اس کے بقیہ ساتھی تکریت کی طرف بھاگ گئے۔ جو گرفتار ہوئے وہ بھی قتل کر ڈالے گئے۔ مشہور ہے کہ اس بغاوت میں بھی افشین کا ہاتھ تھا۔

منکجور کی بغاوت

خلیفہ معتصم باللہ نے افشین کو آرمینیہ اور آذربائیجان کا گورنر مقرر کیا تھا افشین نے اپنے ایک قریبی عزیز منکجور نامی کو اپنی طرف سے آذربائیجان میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ اتفاق سے آذربائیجان کے کسی قصبہ میں بابک کا بہت سا مال و اسباب منکجور کے ہاتھ آیا۔ اسے اس کی اطلاع خلیفہ معتصم کو کرنی چاہیے تھی اور تمام مال خزانہ سرکاری میں داخل کرنا چاہیے تھا۔ لیکن نہ اس نے اطلاع کی نہ مال خزانہ میں داخل کیا۔ بلکہ خود رکھ لیا۔ معتصم باللہ نے ہر ملک اور ہر شہر میں پرچہ نویس (جاسوس) مقرر کر رکھے تھے۔ جو ہر واقعہ کی اطلاع اسے پہنچاتے تھے

اردبیل میں جو پرچہ نویسوں کا افسر تھا۔ اس نے خلیفہ معتصم کو اس کی اطلاع کی۔ خلیفہ نے منکجور سے اس کی کیفیت طلب کی۔ وہ مکر گیا اور پرچہ نویسوں کے افسر کے قتل کے درپے ہو گیا۔ اہل اردبیل نے منکجور کو اس بد ارادہ سے روکا وہ ان کے مقابلہ پر بھی تیار ہو گیا۔ جب اس کی اطلاع خلیفہ معتصم باللہ کو پہنچی تو انہوں نے افشین کے پاس منکجور کی معزولی کا فرمان بھیجدیا اور بغا الکبیر کو آذربائیجان کا والی مقرر کر کے ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ جب منکجور کو اپنی معزولی کی اطلاع

ہوئی۔ تو اس نے اعلان بغاوت کر دیا۔ بغا الکبیر نے اردبیل میں پہنچکر منجور پر حملہ کر دیا
منجور اردبیل سے نکلکر صف آرا ہوا۔ دار و گیر اور قتل و غارت کا ہنگامہ برپا
ہو گیا۔ تمام دن لڑائی ہوتی رہی۔ شام کے وقت منجور کو ہزیمت ہوئی وہ بھاگ
کر آذربائیجان کے ایک قلعہ میں پناہ گزین ہوا۔ بغا الکبیر نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا
ایک مہینہ تک محاصرہ جاری رہا۔ منجور کے ہمراہی اس محاصرے سے تنگ آ گئے۔ اسکے
ہمراہیوں میں سے ایک شخص نے بغا الکبیر سے سازش کر کے ایک روز رات کے
وقت دھوکہ سے منجور کو گرفتار کر کے بغا الکبیر کے حوالہ کر دیا۔ بغا الکبیر اسے لیکر خلیفہ
معتصم باللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خلیفہ نے منجور کو قید کر دیا۔ اور چونکہ منجور
افشین کا قریبی رشتہ دار تھا۔ اسلئے خلیفہ معتصم باللہ افشین سے مشکوک و مشتبہ
ہو گیا یہ واقعہ ۲۲۵ھ کا ہے:۔

افشین کی گرفتاری

خلیفہ کی سوء مزاجی کا احساس افشین کو بھی ہو گیا۔ وہ خوف جان سے لرز اٹھا
اس نے ارادہ کیا کہ سامرہ سے بھاگ کر آرمینیہ چلا جائے اور آرمینیہ سے بلاد خزر
ہوتا ہوا اشروسنہ جا پہنچے۔ لیکن خلیفہ معتصم باللہ نے اس کے پیچھے جاسوس لگا
دیئے تھے اسلئے اس کا چھپ کر نکلجانا ممکن نہ تھا۔ ایک روز اس نے قصد کیا کہ خلیفہ
معتصم باللہ کی معہ کل سرداروں اور ارکین سلطنت کے دعوت کرے۔ اور چونکہ وہ
لوگ تمام دن کھانے پینے میں مشغول رہینگے۔ اسلئے شام ہوتے ہی تھک کر سو
جائینگے۔ اس وقت میں بھیس بدلکر نکلجاؤں گا۔ افشین انہیں خیالات میں ڈوبا
ہوا تھا۔ ابھی اس نے کوئی مستقل رائے قائم نہ کی تھی کہ اسے کسی وجہ سے اپنے
ایک راز دار خادم پر غصہ آ گیا۔ اسے زجر و توبیخ کی۔ خادم کو افشین کے خیالات
کا علم تھا۔ اس نے ایتاخ کے پاس جا کر افشین کا کچا چٹھا بیان کر دیا:۔

ایتاخ اس خادم کو لے کر خلیفہ معتصم باللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خادم نے خلیفہ کے سامنے بھی افشین کے کل خیالات کا خاکہ کھینچ دیا۔ خلیفہ معتصم نے اسی وقت افشین کی حاضری کا حکم دیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو خلیفہ نے اس کا درباری لباس اتروا کر جوسق میں قید کر دیا:-

حسن بن افشین کی گرفتاری

افشین نے اپنے بیٹے حسن کو اشروسنہ کا گورنر مقرر کرا دیا تھا۔ جب افشین بابک کی مہم پر مامور تھا تو اس وقت زر نقد اور شاہی مال و اسباب چرا اور بچا کر اپنے بیٹے حسن کے پاس اشروسنہ میں بھیجتا رہتا تھا جس کی اطلاع خراسان کے گورنر عبداللہ بن طاہر کو ہو گئی تھی۔ اور اس نے ایک مرتبہ کچھ مال و اسباب چھین کر خلیفہ معتصم کو اطلاع دی تھی۔ خلیفہ معتصم باللہ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں حسن بن افشین اپنے باپ کی گرفتاری کی خبر سنکر علاقہ ماوراء النہر میں بغاوت نہ کر دے اسلئے اس نے فوراً عبداللہ بن طاہر کو لکھا کہ کسی حیلہ سے حسن بن افشین کو گرفتار کر کے بھیجدو:-

حسن بن افشین بخارا کی حکومت بھی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ عبداللہ بن طاہر سے بخارا کے حاکم نوح بن اسد کی شکایات کرتا رہتا تھا۔ عبداللہ نے یہ ہوشیاری کی کہ حسن بن افشین کے پاس بخارا کی حکومت کی سند لکھکر بھیج دی اور اُسے حکم دیا کہ وہ بخارا میں جا کر نوح بن اسد سے چارج لیلے۔ ادھر نوح بن اسد کو لکھ بھیجا کہ حسن بن افشین تم سے چارج لینے کو آ رہا ہے جس طرح بھی ممکن ہو تم اسے گرفتار کر کے ہمارے پاس بھیجدو۔ جس وقت حسن بن افشین کے پاس بخارا کی حکومت کی سند پہنچی تو وہ بہت خوش ہوا اور سیدھا بخارا پہنچا۔ نوح بن اسد نے اُسے گرفتار کر کے عبداللہ کے پاس بھیج دیا۔ عبداللہ نے خلیفہ معتصم باللہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ خلیفہ معتصم نے اُسے بھی قید کر دیا:-

افشین کے مقدمہ کی سماعت

چونکہ افشین لشکر فراغنہ کا سپہ سالار اعظم تھا اسلئے معتصم اگر افشین کو قتل کرا دیتا تو ترکی لشکر ضرور بغاوت و سرکشی کرتا اس کے علاوہ معتصم کی عادت بھی تھی کہ وہ ہر معاملہ کی تحقیقات کرنے کے بعد مجرم کو اسکے جرم کی سزا دیا کرتا تھا چنانچہ خلیفہ معتصم نے افشین کے مقدمہ کی سماعت کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا۔ اس کمیشن میں وزیر سلطنت محمد بن عبدالملک۔ قاضی احمد بن داؤد۔ اسحاق بن ابراہیم اور چند اور اراکین سلطنت شامل تھے۔ مقدمہ کی سماعت باقاعدہ شروع کی گئی۔ افشین روزانہ قید خانہ سے کچہری میں لایا جاتا اور اس کے سامنے کاغذی ثبوت پیش ہوتا اور گواہوں کی شہادتیں لی جاتیں دوران تحقیقات میں یہ ثابت ہو گیا کہ افشین پکا مسلمان نہیں تھا بلکہ منافق تھا۔ قرآن اور مساجد کی بے حرمتی کرتا تھا۔ زردشتی صحیفوں کی روزانہ تلاوت کرتا تھا اور ہر وقت انہیں اپنے پاس رکھتا تھا۔ ہم مختصر تاریخ ابن خلدون سے اس کے مقدمہ کی روئیداد لکھتے ہیں :۔

ایک روز صغد کے ۲ دو شخص جن میں سے ایک مسجد کا موذن اور دوسرا امام تھے پیش ہوئے۔ ان دونوں کا دعوےٰ تھا کہ افشین نے انہیں محض اس وجہ سے دُروں سے پٹوایا کہ وہ مسجد میں اذان دیتے اور نماز پڑھاتے تھے۔ محمد بن عبدالملک وزیر سلطنت نے ان دونوں کو افشین کے سامنے پیش کر کے دریافت کیا۔ تم ان دونو کو جانتے ہو۔؟ افشین نے جواب دیا۔ ہاں جانتا ہوں ان میں سے ایک اشروسنہ کی مسجد کا موذن ہے اور دوسرا امام ہے :۔

وزیر۔ تم نے انہیں بے گناہ دُروں سے کیوں پٹوایا؟

افشین۔ اسلئے کہ انہوں نے بتخانہ توڑ کر مسجد بنالی تھی!

وزیر۔ تم نے اس واقعہ کی اطلاع مجھے یا امیر المومنین کو کیوں نہیں دی؟
افشین۔ میں نے اس معاملہ کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی!
وزیر۔ اچھا تم یہ ثبوت پیش کردو کہ انہوں نے بتخانہ کی بے حرمتی کی اور بتخانہ توڑ کر مسجد بنالی :۔
افشین۔ چونکہ میں اس وقت گرفتار ہوں اسلئے کوئی شخص میری شہادت نہ دے گا :۔
وزیر۔ تمہاری قوم کے لوگ تو شہادت دینگے!
افشین۔ مجھے اب ان سے بھی توقع نہیں رہی ہے :۔
ایک اور روز جب مقدمہ پیش ہوا تو وزیر سلطنت نے دریافت کیا کہ "وہ کتاب جو مطلا اور مذاہب ہے اور جسے تم ہر وقت اپنے پاس رکھتے ہو کونسی ہے۔ افشین نے جواب دیا۔ وہ ادب و نصیحت کے موضوع پر ایک کتاب ہے میرے آباد اجداد سے مجھے وراثتاً ملی ہے۔ میں اکثر اسے دیکھا کرتا ہوں :۔
وزیر۔ معلوم ہوا ہے کہ اس کتاب میں کلمات کفر لکھے ہوئے ہیں
افشین۔ یہ سچ ہے مگر میں کلمات کفر کو چھوڑ دیتا ہوں!
وزیر۔ تم اس کتاب کی اسقدر عزت کیوں کرتے ہو؟
افشین۔ اسلئے کہ وہ ایک خاندانی یادگار ہے
وزیر۔ قرآن شریف کو اسی طرح ہمیشہ کیوں اپنے پاس نہیں رکھتے
افشین۔ اس خیال سے کہ کہیں بے ادبی نہ ہو جائے :۔
وزیر۔ دیکھو یہ موبد (مجوسی رہنما) کہتے ہیں کہ تم گردن مروڑے ہوئے جانور کا گوشت کھاتے ہو۔
افشین۔ یہ غلط ہے!

وزیر نے موبد سے پوچھا۔ تم بتاؤ کیا افشین مجرم گردن مروڑے ہوئے جانور کا گوشت کھاتا ہے؟ موبد نے جواب دیا۔ جی ہاں۔ خود بھی کھاتا ہے اور دوسروں کو بھی کھانے پر مجبور کرتا ہے۔ یہ کہا کرتا ہے کہ گردن مروڑے ہوئے جانور کا گوشت ذبح کئے ہوئے جانور کے گوشت سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ ایک روز اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اس کم بخت قوم میں داخل ہو کر مجھے ہر مکروہ اور نامطبوع چیز گوارا کرنی پڑتی ہے۔ افشین نے غصہ میں آکر کہا۔ یہ مجوسی جھوٹا ہے کیا ایک مجوسی آپ کے نزدیک ثقہ ہے؟

وزیر۔ نہیں!

افشین۔ پھر اس کی شہادت میرے مقابلہ میں کیوں قبول کی جاتی ہے؟

وزیر۔ اسلئے کہ بیانات سے سچائی کی طرف رہنمائی ہو سکے!

موبد نے کہا۔ جناب! یہ مجوسیوں کی طرح ناف کے نیچے کے بال کبھی صاف نہیں کرتا

وزیر۔ بتاؤ اسکے متعلق تمہارا کیا جواب ہے؟

افشین۔ مجھے مصروفیت کیوجہ سے اس کی صفائی کا موقعہ نہیں ملتا!

ایک دن پھر دوران تحقیقات میں محمد بن عبدالملک نے افشین سے دریافت کیا۔ تمہیں اہل اشروسنہ اپنے خطوط میں کیا القاب لکھا کرتے ہیں؟

افشین۔ مجھے اس وقت کچھ خیال نہیں ہے!

اسی وقت اشروسنہ کا ایک مرزبان پیش کیا گیا۔ اس نے بیان کیا کہ اہل اشروسنہ افشین کو ایسے القاب سے مخاطب کیا کرتے ہیں جس کے معنے عربی میں۔ اِلیٰ اِلٰہِ الاٰلٰہ من عبدہٖ فلان۔ یعنی بخدمت خدائے خدائیگاں فلاں بندہ کیطرف سے:۔

افشین۔ ہاں! اب خیال آیا۔ غالباً ایسا ہی لکھتے تھے:۔

وزیر۔ اور تم نے انھیں منع نہیں کیا

افشین نہیں کیونکہ میں نے اسے کچھ بُرا نہ جانا تھا!

وزیر۔ حالانکہ تم مسلمان تھے اور ایک مسلمان ایسے الفاظ اپنے لئے نہیں سن سکتا کیونکہ پھر ایک مسلمان اور فرعون میں کیا فرق رہجاتا ہے :-

افشین۔ دراصل میں نے اس خیال سے انہیں نہیں روکا کہ وہ لوگ ہمیشہ سے میرے آباؤ اجداد اور اسلام قبول کرنے سے پہلے خود مجھے بھی اسی قسم کے القاب لکھا کرتے تھے۔ مجھے خوف ہوا کہ اگر میں انہیں منع کردوں گا تو وہ مجھ سے باغی ہو جائینگے :-

وزیر۔ لیکن بغاوت تو امیرالمومنین فرو کرا دیتے!

افشین نے کچھ جواب نہ دیا۔ ایک دن مقدمہ پیش ہوا۔ اس روز وزیر مازیار پیش کیا گیا۔ محمد بن عبدالملک وزیر سلطنت نے افشین سے دریافت کیا۔ تم نے مازیار سے اس قسم کی خط و کتابت کی جس سے وہ بغاوت کرے۔ افشین نے جواب دیا یہ غلط ہے۔ میں نے کبھی اس سے اس قسم کی خط و کتابت نہیں کی مازیار شہادت میں پیش ہوا۔ اس نے کہا۔ افشین نے مجھے متعدد خطوط لکھے کہ یہ وقت ہے تم بغاوت کرو۔ میں تمہاری اعانت کروں گا۔ چنانچہ جو خطوط افشین نے مازیار کو لکھے تھے اور وہ خلیفہ معتصم کے پاس محفوظ تھے پیش کئے گئے۔ مازیار نے تصدیق کی کہ یہی وہ خطوط ہیں افشین کو دکھائے گئے۔ اس نے جواب دیا یہ خطوط میرے لکھے ہوئے نہیں ہیں البتہ ان میں سے ایک خط میرے بھائی کا لکھا ہوا ہے۔ لیکن یہ شہادت پیش ہوئی کہ ان خطوں کو افشین نے ہی مازیار کے پاس بھیجا تھا۔ وزیر نے افشین سے دریافت کیا۔

معلوم ہوا ہے کہ تم نے ختنہ نہیں کرائیں اس کی وجہ بتا سکتے ہو!

افشین نے جواب دیا۔ خوف کی وجہ سے ختنہ نہیں کرا سکا!

قاضی۔ مگر لڑائیوں میں وہ خوف کیا ہو جاتا تھا!

افشین۔ لڑائیاں مجبوراً لڑنی پڑتی تھیں!

غرضیکہ کئی روز تک مقدمہ کی سماعت ہوتی رہی پھر بحث ہوئی۔ آخر کمیشن نے بڑے غور و خوض کے بعد فیصلہ سنایا کہ مازیار کے چار سو درے لگائے جائیں اور افشین کو پھانسی دے دی جائے۔

افشین کی موت

افشین کو جب جیل خانہ میں واپس لے گئے تو اس نے خلیفہ معتصم باللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان الزامات کی جو اس پر عاید کئے گئے تھے معافی مانگنی چاہی۔ لیکن اس کی یہ عرضداشت خلیفہ معتصم باللہ تک نہ پہنچ سکی اور ایتاخ کے مکان میں لے جا کر افشین حیدر کو پھانسی دے دی گئی۔ پھر اس کا سر کاٹ کر بام عامہ پر لٹکا دیا گیا۔ اور اس کی لاش صلیب پر آویزاں کر دی گئی۔ کئی روز کے بعد لاش کو صلیب سے اتار کر جلا دیا گیا۔ یہ واقعہ ماہ شعبان ۲۲۶ھ کا ہے مازیار کے چار سو درے لگائے گئے۔ ان دروں کے صدمہ سے مازیار بھی فوت ہو گیا

ابوحرب سفیانی کا خروج

ابوحرب یمانی فلسطین کا رہنے والا تھا۔ ایک روز وہ کہیں باہر گیا ہوا تھا اس کی عدم موجودگی میں ایک فوجی سپاہی نے اس کے مکان میں اترنے کا قصد کیا۔ ابوحرب کی عورتوں نے ممانعت کی سپاہی نے عورتوں کو مارا اور مردانہ میں ٹھہر گیا۔ جب ابوحرب واپس آیا تو عورتوں نے اس سے شکایت کی۔ اُسے اسقدر غصہ آیا کہ اس نے سپاہی کو قتل کر دیا اور معہ اہل و عیال کے

اردن کے پہاڑوں کی طرف بھاگ گیا۔ اور اس خوف سے کہ کوئی اُسے پہچان نہ لے منہ پر نقاب ڈال لیا اور دیہاتیوں میں وعظ و پند کرنے لگا۔ خلیفہ معتصم باللہ کے معائب بھی بیان کرنے شروع کئے۔ وہ اپنے آپ کو اموی بتاتا تھا۔ اردن کے اطراف و جوانب کے کاشتکاروں اور زمینداروں کا ایک گروہ اس کا معتقد ہو گیا عوام اسے سفیانی کے لقب سے یاد کرنے لگے۔ چند ہی روز کے بعد سرداران یمانیہ کی بھی ایک جماعت اس کے گروہ میں شامل ہو گئی۔ منجملہ ان کے ایک سردار ابن بھیس تھا۔ جو بڑا معزز تھا۔ رفتہ رفتہ ابو حرب کی جماعت ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ خلیفہ معتصم باللہ نے اس کے حالات سے مطلع ہو کر رجاء بن ایوب کو ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ ابو حرب کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ رجاء بن ایوب ابو حرب بن سفیانی کا کثیر لشکر دیکھ کر ڈر گیا۔ وہ اس بات کا انتظار کرنے لگا کہ زراعت کا زمانہ آجائے تو ابو حرب کے ساتھی جو زیادہ تر کاشتکاری پیشہ ہیں اپنے کھیتوں میں کام کرنے کے لئے چلے جائیں تب وہ حملہ آور ہو۔ چنانچہ جب زراعت کا زمانہ آیا تو ابو حرب کے ہمراہی کاشتکاری کی غرض سے اپنے اپنے دیہات میں واپس جانے لگے۔ اسی اثناء میں خلیفہ معتصم باللہ نے وفات پائی :-

خلیفہ معتصم باللہ کی وفات

خلیفہ معتصم باللہ نے پندرہویں ربیع الاول ۲۲۷ھ کو آٹھ برس آٹھ مہینے خلافت کر کے اڑتالیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس کے بیٹے واثق باللہ نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اور سامرہ میں دفن کر دیا۔ اُس نے آٹھ لڑکے اور آٹھ لڑکیاں چھوڑیں :-

حلیہ

خلیفہ معتصم کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ داڑھی گھنی تھی متوسط قامت تھا

اسکی طبیعت میں شجاعت۔ ہمت۔ استقلال۔ قوت اور خلق حسن کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا:

خلیفہ معتصم کی خصوصیات

معتصم چونکہ بہادر تھا اسلئے جنگ و پیکار کا شائق تھا۔ اس کے زمانہ میں روم۔ بلاد خزر ماوراء النہر۔ کابل اور سیستان وغیرہ کیطرف خوب فتوحات ہوئیں۔ قیصر روم پر اس نے ایسی کاری ضرب لگائی کہ ابتک کسی خلیفہ نے ایسی ضرب نہ لگائی تھی۔ جنگ روم اور فتح عموریہ میں تیس ۳۰۰۰۰ ہزار رومیوں کو قتل اور تیس ۳۰۰۰۰ ہزار کو گرفتار کر کے عیسائیوں کو بے حد خوفزدہ کر دیا تھا۔ خلیفہ معتصم باللہ کے دروازہ پر جتنے بادشاہ جمع ہوئے اتنے کسی اور خلیفہ کے دروازہ پر جمع نہیں ہوئے تھے اسکے بادرچی خانہ کا خرچ ایک ہزار دینار روزانہ کا تھا اسے عمارتیں بنانے کا بھی شوق تھا۔ وہ خلیفہ معتصم باللہ ہی تھا جس نے عربوں اور خراسانیوں کے مقابلہ میں ترکوں کو ترجیح دی۔ اور ترکوں کو اپنے زمانہ میں اس قدر قوی بنا دیا کہ وہ خلافت اسلامیہ کو الٹ دینے کے خواب دیکھنے لگے۔ افشین کے حالات اسکے شاہد ہیں لیکن معتصم باللہ کی قابلیت کی وجہ سے وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ معتصم باللہ ہی کے خلافت کے زمانہ سے ترکوں کا نیا دور زندگی شروع ہوتا ہے۔ خلیفہ معتصم کے ساتھ آٹھ کے عدد کو خصوصی تعلق تھا۔ اسلئے اُسے خلیفہ مثمن بھی کہہ سکتے۔ وہ یعنی معتصم باللہ خلیفہ ہارون رشید کی آٹھویں اولاد تھا۔ بنو عباس کا آٹھواں تاجدار تھا۔ سنہ ۱۷۸ھ یا سنہ ۱۸۰ھ میں پیدا ہوا ان دونوں سنوں میں آٹھ کا عدد موجود ہے۔ سنہ ۲۱۸ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس نے اڑتالیس ۴۸ سال کی عمر پائی۔ آٹھ لڑکے اور آٹھ لڑکیاں چھوڑیں اس کا طالع پیدائش برج عقرب تھا۔ جو آٹھواں برج ہے اس نے

آٹھ برس آٹھ مہینے خلافت کی۔ آٹھ قصر تعمیر کرائے۔ آٹھ لڑائیاں فتح کیں آٹھ بادشاہ اسکے دربار میں حاضر ہوئے۔ آٹھ دشمنوں افشین[1] عجیف[2] عباس[3]۔ بابک[4]۔ قارن[5]۔ باطش مازیار[6] اور قائد[7] اقفصر[8] کو قتل کرایا۔ آٹھ لاکھ دینار۔ آٹھ لاکھ درہم۔ آٹھ ہزار گھوڑے اور آٹھ ہزار غلام و آٹھ ہزار کنیزیں ترکہ میں چھوڑیں :-

واثق باللہ

واثق باللہ کا اصل نام ہارون تھا۔ اس کا سلسلہ نسب اس طرح ہے ہارون (واثق باللہ) بن ابو اسحاق (معتصم باللہ) بن ہارون رشید بن مہدی بن منصور عباسی اسکی کنیت ابوجعفر تھی۔ واثق باللہ کا لقب اختیار کیا۔ اسکی ماں کا نام قراطیس تھا۔ جو ایک پرستار تھی۔

واثق باللہ مکہ کی راہ میں ۱۹۶ھ میں پیدا ہوا تھا۔ نہایت خوبصورت گورے چٹے رنگ کا آدمی تھا۔ آنکھوں کی سفیدی میں سیاہ تل بھی تھا۔ بڑا ادیب اور شاعر تھا۔ خلفائے بنو عباسیہ میں اس سے زیادہ اشعار کسی کو یاد نہ تھے۔ اس نے عربی علم ادب فلسفہ اور حکمت کو مامون کی طرح خلط ملط نہیں کر دیا تھا۔ بلکہ ہر علم کو علیحدہ اسکی شان میں رکھا تھا۔ اُسے عربی علم و ادب سے بڑا لگاؤ تھا۔ اسی لئے اس نے اس علم میں مامون سے بڑھکر کمال حاصل کیا تھا۔ البتہ فلسفہ اور حکمت میں مامون سے کم تھا۔ پھر بھی ذوق علمی کیوجہ سے ہر علم کو خوب تحصیل کیا تھا اور اسی لئے وہ مامون ثانی کہلاتا تھا۔ واثق باللہ کو اُسکے باپ معتصم باللہ نے ولی عہد مقرر کیا تھا۔ ۱۶ ربیع الاول ۲۲۷ھ کو تخت نشین ہوا :-

اہل دمشق کی بغاوت

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ابو حرب سفیانی کی سرکوبی کیلئے خلیفہ معتصم باللہ نے رجاء بن ایوب کو مامور کیا تھا۔ ابھی رجاء نے ابو حرب پر یورش نہ کی تھی کہ معتصم باللہ کا انتقال ہو گیا اور خلیفہ واثق باللہ تخت نشین ہوا معتصم باللہ کی وفات کی خبر سنتے ہی

اہل دمشق نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ انہوں نے امیر دمشق کو دارالامارت میں محصور کر لیا اور تھوڑے ہی عرصے میں جمعیت کثیر فراہم کر لی۔ اس خبر کے سنتے ہی واثق باللہ نے رجاء بن ایوب کے پاس حکم بھیجا کہ دمشق کی خبر لو۔ اس وقت رجاء مقام املہ میں پہنچ گیا تھا اور ابوحرب سے معرکہ آرائی میں مصروف ہو گیا تھا۔ رجاء نے خلیفہ کا حکم پہنچتے ہی تھوڑی سی فوج ابوحرب کے مقابلہ پر چھوڑی اور باقی فوج کو ساتھ لے کر دمشق آیا۔ اہل دمشق سے نہایت خونریزی لڑائی ہوئی رجاء نے پندرہ سو [۱۵۰۰] دمشقیوں کو تہ تیغ کر کے باغیوں کو ہزیمت دی۔ اس معرکہ میں رجاء کے بھی تین سو [۳۰۰] آدمی کام آئے۔ اہل دمشق نے امان طلب کی انھیں امان دیدی گئی اور بغاوت کا فتنہ فرو ہو گیا

ابوحرب کی گرفتاری

دمشق کی مہم سے فارغ ہو کر رجاء بن ایوب پھر رملہ میں پہنچا۔ اسکی فوج ابوحرب سے مصروف جنگ تھی۔ رجاء نے رملہ پہنچتے ہی نہایت شدت سے ابوحرب پر حملہ کیا اس کے بیس [۲۰] ہزار آدمیوں کو کاٹ ڈالا۔ بقیۃ السیف بھاگ گئے۔ ابوحرب گرفتار کر لیا گیا۔ رجاء نے ابوحرب کو سامرہ خلیفہ واثق باللہ کی خدمت میں بھیجدیا۔ اس طرح ایک عرصہ کے بعد ابوحرب کا فتنہ فرو ہو گیا!

اشناس کا عروج وزوال

خلیفہ معتصم باللہ نے یہ غلطی کی تھی کہ ترکوں کی زبردست فوج بھرتی کر کے ایک نومسلم ترک افشین کو ترکی فوج کا سپہ سالار اعظم بنا دیا تھا۔ افشین نے تخت خلافت اُلٹنے کی سازش کی لیکن معتصم باللہ کے تدبر کے سامنے کامیاب نہ ہوا خیال تھا کہ اب ترکوں پر اعتماد نہ کیا جائیگا۔ لیکن واثق باللہ نے معتصم سے بھی بڑھکر یہ غلطی کی کہ تخت نشین ہوتے ہی اشناس کو جو ایک ترکی غلام تھا اپنا نائب السلطنت

مقرر کر کے حکومت کے کلی اختیارات اُسے دے دیئے ممالک محروسہ اسلام کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔ یہ عہدہ واثق باللہ سے پہلے کسی خلیفہ نے قائم نہ کیا تھا۔ یہ جدت واثق باللہ نے کی۔ محمد بن مالک بن زیات جو خلیفہ معتصم باللہ کے زمانہ میں وزیر سلطنت تھا۔ واثق کے زمانہ میں بھی وزیر اعظم رہا لیکن اس وزیر اعظم کو اس نائب سلطنت کی ویسی ہی اطاعت و تعظیم کرنی پڑتی تھی جیسی خلیفہ واثق باللہ کی۔ اب تک کسی خلیفہ نے اس قدر وسیع اختیارات کسی دوسرے کو نہیں دیئے تھے۔ جس قدر واثق باللہ نے ایک ترکی غلام اشناس کو دے دیئے۔ اس سے تمام عالم اسلام میں ترکوں کی حکومت قائم ہوگئی۔ خاندان بنو عباس کے بہی خواہوں کو یہ بات کھٹکی اور انھیں خوف ہوا کہ کہیں ترک ہی اس سلطنت کے مالک بن بیٹھیں چنانچہ انہوں نے خلیفہ کو سمجھانے کا یہ طریقہ نکالا کہ رات کے وقت اُسے گذشتہ خلفا کے واقعات و حالات سنایا کرتے۔ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید کا ذکر آگیا۔ خاندان برامکہ کے اقتدار و اختیار۔ ان کی فیاضی۔ اولوالعزمی اور دولتمندی کے تذکرہ کے ساتھ خاندان خلافت کے خلاف ان کی سازش کی کیفیت۔ اور بربادی کے تمام واقعات واثق کے گوشگذار کئے گئے؛۔

ان حالات کو سُنکر واثق باللہ کی آنکھیں سی کھُل گئیں اُس نے ترکی اور خراسانی اُمراء کی نگرانی اور دیکھ بھال شروع کی۔ اکثر لوگوں پر غبن کے الزامات ثابت ہو گئے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اشناس ترکی کی عدم توجہی کے باعث ان لوگوں کو یہ جرأت ہوئی۔ چنانچہ جن لوگوں نے غبن کیا تھا۔ انھیں گرفتار کر لیا گیا۔ اور ان سے غبن شدہ رقم وصول کی گئی۔ اسی سلسلے میں اشناس ترکی کے اختیارات بھی محدود کر دیئے گئے۔ تھوڑے سے ہی دنوں کے بعد اشناس ۲۳۰ھ میں فوت ہو گیا:۔

عبداللہ بن طاہر کی وفات

عبداللہ بن طاہر خراسان۔ کرمان اور طبرستان کا گورنر تھا۔ ۲۳۰ھ میں اس نے وفات پائی۔ چونکہ عبداللہ بن طاہر ہمیشہ خلافت عباسیہ کا خیرخواہ اور مطیع رہا تھا۔ اسلئے واثق باللہ نے عبداللہ کے بیٹے طاہر بن عبداللہ کو خراسان کرمان طبرستان اور رے کی حکومت عطا فرمائی:-

عربوں کے وقار کا خاتمہ

خلفائے بنو عباسیہ نے عربوں کی قوت اسلئے کمزور کرنی شروع کر دی تھی کہ انھیں یہ خوف و اندیشہ تھا کہ وہ علویوں کے طرفدار ہو کر خلافت عباسیہ کو نہ الٹ دیں۔ اسی خوف کی وجہ سے عجمیوں کو عربوں پر فروغ دیا جاتا رہا۔ مگر چونکہ عرب گہوارۂ اسلام تھا۔ عربوں ہی نے شجر اسلام کو اپنے خون سے سینچا تھا۔ عرب ہی سر بکف اور کفن بردوش ہو کر غیرمسلموں کے مقابلہ میں نکلے تھے اس لئے عربوں کا خصوصی احترام ہر مسلمان کے قلب میں موجود تھا۔ ان کے قومی وقار کا پاس و لحاظ کیا جاتا تھا۔ لیکن یہ بھی کچھ زیادہ دنوں باقی نہ رہا۔ خلیفہ واثق باللہ کے زمانہ میں عربوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ مدینہ کے نواح میں قبیلہ بنو سلیم آباد تھا۔ اس قبیلہ نے قبیلہ بنو کنانہ پر حملہ کر کے مال و اسباب لوٹ لیا۔ مدینہ کے عامل محمد بن صالح کو جو بنو سلیم کی اس زیادتی کی اطلاع ہوئی تو اس نے ان کی سرکوبی کے لئے فوج بھیجی۔ بنو سلیم نے اس فوج کو شکست فاش دے کر مکہ اور مدینہ کے درمیانی علاقہ میں لوٹ مار شروع کر دی۔ اس سے اس قدر بدامنی پیدا ہوئی کہ قافلوں کی آمد و رفت بند ہو گئی۔ خلیفہ واثق باللہ کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو اس نے ترکی افسر بغا الکبیر کو ترکی فوج

کے ساتھ اس فتنہ کو فرو کرنے کے لئے روانہ کیا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ حجاز میں غیر عربی لشکر بھیجا گیا۔ بغا الکبیر ماہ شعبان ۲۳۰ھ میں مدینہ منورہ میں پہنچا اور بنو سلیم سے معرکہ آرائی کرکے اُسے شکست دی اور اس قبیلہ کے ایک ہزار آدمیوں کو گرفتار کرکے مدینہ منورہ میں قید کر دیا۔ بہتوں کو مار ڈالا۔ اس ہنگامۂ بغاوت کو فرو کرنے کے بعد بغا الکبیر نے فریضۂ حج ادا کیا اور ذات عراق میں پہنچ کر بنو ہلال پر یورش کی۔ بنو ہلال بھی باغی ہو گئے تھے۔ بغا الکبیر نے مفسدوں میں سے بہتوں کو مار ڈالا اور تین سو کو گرفتار کرکے مدینہ منورہ کے جیل خانہ میں بھیجدیا اور خود بنو مرہ کی طرف چلا۔ یہ مفسد جیلخانہ میں نقب لگا کر باہر نکل آئے اور جیل خانہ کے محافظوں کو قتل کرکے بھاگنے لگے۔ اتفاق سے مدینہ والوں کو خبر ہو گئی۔ انہوں نے رات ہی کو مجتمع ہو کر ان قیدیوں کو روکا۔ قیدی مقابلہ پر آگئے۔ اہل مدینہ نے ان سبھو قتل کر ڈالا۔ بغا الکبیر نے بنو مرہ پر اسلئے لشکر کشی کی تھی کہ بنو مرہ اور بنو فزارہ نے فدک پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا۔ بغا الکبیر نے فدک میں پہنچکر چالیس روز تک قیام کیا اور بنو مرہ کے بہت سے فتنہ پردازوں کو گرفتار کرکے مدینہ میں لا کر قید کر دیا۔ بغا الکبیر نے بنو غفار۔ ثعلبہ فزارہ اور اشجع کے رؤسا کو طلب کرکے ان فرمانبرداری اور اطاعت کا حلف لیا۔

پھر وہ بنو کلاب میں پہنچا اور فساد کے شبہ میں تین ہزار آدمیوں کو گرفتار کیا ان میں سے ایک ہزار پر جرم ثابت ہوا۔ انہیں قید کر دیا اور دو ہزار کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد یمامہ میں جاکر بنو نمیر کے چالیس آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور چالیس کو قید کر لیا۔ اہل یمامہ مقابلہ پر آگئے۔ کئی لڑائیاں ہوئیں۔ جن میں ڈیڑھ ہزار اہل یمامہ مارے گئے۔ اسی اثنا میں واثق باللہ نے ایک اور ترکی افسر واجن اشروسنی کو تازہ دم ترکی فوج کے ساتھ بغا الکبیر کی مدد کو بھیجا

بغا الکبیر نے اس تازہ دم ترکی لشکر کو تمام علاقہ میں پھیلا دیا۔ ان ترکوں نے عربوں کو قتل و غارت کر کے یمن تک ان کا تعاقب کیا اور دو ہزار دو سو معزز عربوں کو گرفتار کر لیا۔ ان تمام قیدیوں کو لے کر بغا الکبیر بغداد کی طرف روانہ ہوا اور محمد بن صالح امیر مدینہ کو لکھا کہ جس قدر قیدی مدینہ منورہ کی جیل میں ہیں انہیں لے کر بغداد آ جائے۔ چنانچہ وہ بھی قیدیوں کو لے کر بغداد میں پہنچ گیا۔

یہ تمام قیدی جیل خانہ میں بند کر دیئے گئے۔ دو برس تک بغا الکبیر حجاز میں عربوں کو قتل کرتا رہا۔ اس سے عربوں کے وقار کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

احمد بن نصر کا قتل

احمد بن نصر بن مالک بن ہیثم خزاعی تھا۔ اس کا پیشہ احمد کا دادا مالک بن ہیثم خزاعی خلافت عباسیہ کے نقیبوں میں سے تھا۔ احمد بن نصر بڑا محدث تھا۔ وہ مسئلہ خلق قرآن کا مخالف تھا اور واثق باللہ کو خلق قرآن کا اعتقاد ورثہ میں ملا تھا۔ اس کا باپ معتصم اور دادا خلیفہ ہارون رشید اور چچا مامون سب خلق قرآن کے معتقد تھے۔ احمد بن نصر نے واثق باللہ پر آوازے کسنے شروع کیے بلکہ اُسے خنزیر اور کافر کہنے لگا۔ لوگ اس کے معتقد ہو گئے اور ایک کثیر گروہ نے خلافت عباسیہ کے خلاف اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

جب احمد بن نصر کے گرد کافی جمعیت ہو گئی تو اس نے ۳ شعبان ۲۳۱ھ کو پنجشنبہ کے روز بغداد میں علم خلافت بلند کر کے نقارہ بجا دیا۔ اتفاق سے اسحاق بن ابراہیم محکمہ پولیس کا اعلیٰ افسر (سپرنٹنڈنٹ) موجود نہ تھا۔ اس کا بھائی محمد بن ابراہیم تھا۔ اُس نے نہایت حکمت عملی سے احمد بن نصر کو گرفتار کر کے واثق کی خدمت میں سامرہ بھیج دیا۔ واثق باللہ نے احمد بن نصر کو اپنے ہاتھ سے

قتل کر کے سر اور جسم دونوں کو بغداد میں بھیج دیا۔ جہاں اس کا جسم صلیب پر لٹکا دیا گیا :-

ابو عبدالرحمٰن کی گرفتاری و رہائی

ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن محمد ازدی جو امام ابوداؤد اور نسائی کے استاد تھے خلق قرآن کے قائل نہ تھے۔ چنانچہ انھیں گرفتار کر کے خلیفہ واثق باللہ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ اس وقت قاضی احمد بن ابی داؤد جو خلق قرآن کا قائل تھا اور زبردست عالم ہونے کی وجہ سے وزیر اعظم کے برابر رتبہ رکھتا تھا موجود تھا

خلیفہ واثق نے ابو عبدالرحمٰن سے دریافت کیا کہ تم خلق قرآن کے قائل کیوں نہیں ہو؟ ابو عبدالرحمٰن نے کہا۔ اگر آپ مجھے قتل کرنا ہی چاہتے ہیں تو میں موجود ہوں۔ لیکن اگر مباحثہ خلق قرآن کے متعلق کرنا منظور ہے تو پہلے یہ فرمائیے کہ آنحضور صلعم کو یہ علم تھا یا نہیں کہ قرآن مخلوق ہے؟"

واثق باللہ کے بجائے قاضی احمدؒ نے جواب دیا کہ ہاں آنحضرت صلعم کو اس کا علم تھا :-

ابو عبدالرحمٰن - آنحضور صلعم نے لوگوں کو قرآن کے مخلوق ہونے کی تعلیم دی تھی یا نہیں ؟

قاضی احمد - آنحضرت صلعم نے اس کے متعلق کوئی حکم نہیں فرمایا!

ابو عبدالرحمٰن - جب کہ آنحضرت صلعم نے جس عقیدہ کی باوجود علم ہونے کے تعلیم نہیں دی۔ پھر تم اس عقیدہ کو ماننے پر لوگوں کو کیوں مجبور کرتے ہو کیا تم اس کو کافی نہیں سمجھتے کہ لوگ اس معاملہ میں خاموش رہیں :-؟

یہ سنتے ہی واثق باللہ چونک پڑا اور اسی وقت دربار سے اٹھ کر محل سرائے میں چلا گیا

؎ مسئلہ خلق قرآن جاہ پسند علما کی اختراع تھی :-

اور چارپائی پر لیٹ کر بار بار کہتا تھا کہ جس معاملہ میں آنحضرت صلعم نے خاموشی اختیار کی ہم اس میں سختی کر رہے ہیں یا یہ صریح ظلم ہے:۔

اس نے فوراً ابو عبدالرحمٰن کو آزاد کر دیا اور اُسے تین سو دینار سُرخ عطا کر کے عزت و احترام کے ساتھ اسکے وطن میں بھیج دیا:۔

اسیران جنگ کا تبادلہ

چونکہ رومیوں اور مسلمانوں میں ہمیشہ معرکہ آرائیاں ہوتی رہتی تھیں اسلئے رومیوں کے پاس مسلمان قیدی اور مسلمانوں کے پاس رومی قیدی جمع ہو جاتے تھے۔ خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں ۲ دو مرتبہ قیدیوں کا تبادلہ دریائے لامس کے کنارہ پر ہو چکا تھا۔ ۲۳۱ھ میں واثق باللہ کے زمانہ میں بھی تیسری مرتبہ قیدیوں کا تبادلہ عمل میں آیا۔ واثق باللہ نے تمام عیسائی قیدی دریائے لامس کی طرف خاقان کے ساتھ تبادلہ کے لئے بھیجے ادھر سے قیصر رُوم نے مسلمان قیدی اپنے افسروں کی معیت میں روانہ کئے۔ دونوں طرف سے جب قیدی دریائے لامس کے کنارہ پر پہنچ گئے۔ تو دریا پر ۲ دو پُل بنائے گئے۔ ایک پُل سے ایک مسلمان قیدی عیسائی بھیجتے تھے اور دوسرے پُل سے ایک عیسائی قیدی کو خاقان روانہ کرتا تھا۔ مسلمان قیدیوں کی تعداد چار ہزار چھ سو تھی۔ جب تمام مسلمان قیدی تبادلہ میں چھڑائے گئے تو پھر بھی ہزاروں عیسائی قیدی باقی رہ گئے۔ خاقان نے ان بچے ہوئے رومی قیدیوں کو یہ کہکر چھوڑ دیا کہ اس تبادلہ میں مسلمانوں کا درجہ بڑا رہنا چاہیئے یہ مسلمانوں کی طرف سے رومیوں پر احسان ہے:۔

واثق باللہ کی وفات

خلیفہ واثق باللہ مرض استسقاء میں مبتلا ہو گیا وہ مکہ معظمہ کی راہ پر سفر

کر رہا تھا کہ مرض نے زور پکڑا۔ تمام جسم پر ورم آ گیا۔ طبیبوں نے گرم تنور میں بٹھایا
اس سے مرض میں کمی محسوس ہوئی۔ اگلے دن تنور کو زیادہ گرم کیا گیا اور پہلے دن
کی نسبت زیادہ دیر تک تنور میں بیٹھا رہا جس کی وجہ سے بخار ہو گیا۔ تنور سے
نکال کر محفہ[1] میں سوار کرا کے سیر کی غرض سے لے چلے۔ جب محفہ کو زمین پر
رکھا تو دیکھا کہ واثق باللہ فوت ہو چکا تھا۔ اسی وقت قاضی احمد بن ابی داؤد۔ محمد
بن عبدالملک وزیر اعظم۔ ایتاخ۔ وصیف اور عمر بن فرح وغیرہ ارکین سلطنت قصر
خلافت میں جمع ہوئے اور محمد بن واثق باللہ کو جو نوعمر تھا تخت خلافت پر بٹھانے
کی غرض سے شاہی سیازہ پہنائی۔ لیکن وہ محمد بن واثق باللہ کی کم سنی کی
وجہ سے ٹھیک نہ آئی۔ اس وقت وصیف نے کہا۔ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے
جو ایسے نوعمر لڑکے کو خلیفہ بناتے ہو؟"

یہ سن کر سب چونک پڑے اور مستحق خلافت کے متعلق گفتگو کرنے لگے آخر
سب واثق باللہ کے بھائی جعفر بن معتصم کی خلافت پر متفق ہو گئے۔ چنانچہ جعفر
کو طلب کر کے احمد بن داؤد نے اسے لباس فاخرہ پہنایا۔ عمامہ باندھا اور
دست بوسی کر کے کہا۔ السلام علیکم یا امیرالمومنین اور اسے متوکل علے اللہ کا
خطاب دیا۔ متوکل علی اللہ نے اسی وقت حاضرین سے بیعت لی۔ جبکہ لوگ
بیعت کرنے گئے تھے اس وقت ایک سوسمار آیا اور واثق باللہ کی آنکھیں نکال
کر کھا گیا۔ بیعت سے فارغ ہو کر متوکل علے اللہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی:

خلیفہ واثق کا ۲۴ ذی الحجہ ۲۳۲ھ چہارشنبہ کے روز چھتیس ۳۶ برس چار ۴
مہینے کی عمر میں مکہ کے راستہ پر مقام ہارونی میں انتقال ہوا اور وہیں دفن

[1] محفہ مثل ہودج کے عورتوں کو سوار کرانے کی ایک سواری ہے جس پر ہودج کی طرح قبہ نہیں بنایا
جاتا :- صادق۔ صدیقی)

کیا گیا۔ اس نے پانچ برس نو مہینے خلافت کی :۔

متوکل علے اللہ

متوکل علے اللہ کا نام جعفر تھا۔ اس کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ جعفر بن معتصم بن ہارون رشید اس کی کنیت ابو الفضل تھی ۔ اس کی ماں کا نام شجاعؔ تھا جو ایک پرستار تھی۔ ۲۰۵ھ میں پیدا ہوا تھا۔ ۲۴ ذی الحجہ ۲۳۲ھ میں پچیس ۲۵ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی لشکر کو آٹھ مہینے کی تنخواہ عطا کی۔ بلاد فارس پر ابراہیم بن محمد کو گورنر مقرر کیا۔ اپنے بیٹے مستنصر کو حرمین۔ یمن اور طائف کی حکومت عنایت کی :۔

محمد بن عبد الملک کی معزولی اور وفات

محمد بن عبد الملک کو واثق باللہ نے وزیر اعظم مقرر کیا تھا۔ وہ نہایت ہوشیار اور چالاک تھا۔ تمام ارکین سلطنت پر حاوی رہا تھا۔ خود واثق پر اس کا بڑا اثر تھا اسی عظمت و اقتدار نے اسے کج خلق اور مغرور بنا دیا تھا۔ خاندان خلافت تک کے کسی شخص کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ ایک مرتبہ واثق باللہ۔ جعفر بن معتصم یعنی متوکل علے اللہ سے کچھ ناراض ہو گیا تھا۔ متوکل علے اللہ محمد بن عبد الملک کے پاس گیا اور خلیفہ واثق سے سفارش کی التجا کی۔ محمد بن عبد الملک نے متوکل علے اللہ کے سلام تک کا جواب خندہ پیشانی سے نہ دیا۔ نہ خوش اخلاقی سے ملاقات کی۔ نہ توجہ سے حالات سنے بلکہ نہایت رکھائی سے کہا کہ آپ تشریف لے جائیں جب آپکے اطوار درست ہو جائینگے تو امیر المومنین آپ سے خود خوش ہو جائیں گے۔ میری سفارش کی ضرورت نہ رہے گی :۔

متوکل علی اللہ بڑا رنجیدہ ہوا۔ وہاں سے قاضی داؤد کے پاس پہنچا! قاضی نے سرو قد کھڑے ہو کر اس کی تعظیم کی۔ نہایت اخلاق سے پیش آیا۔ متوکل علی اللہ کے حالات سُنکر اس کی تشفی کی اور خلیفہ سے سفارش کرنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ اس نے خلیفہ سے سفارش بھی کی۔ لیکن محمد بن عبد الملک نے خلیفہ واثق سے متوکل علی اللہ کی یہ شکایت کی کہ جعفر میرے پاس سفارش کرانے کی غرض سے آیا تھا۔ مگر اس کے سر کے بال عورتوں کی طرح بڑھے ہوئے تھے اسلئے میں نے اُسے منہ نہیں لگایا۔ واثق باللہ نے ناراض ہو کر جعفر کو دربار میں طلب کر کے اس کا سر منڈوا کر دربار سے نکال دیا۔

متوکل علی اللہ کو معلوم ہو گیا کہ محمد بن عبد الملک کی شکایت پر یہ توہین اور تذلیل ہوئی ہے۔ اس وقت تو وہ خاموش ہو گیا۔ لیکن اب جبکہ سریر آرائے خلافت ہوا تو اُس نے ایتاخ کو حکم دیا کہ محمد بن عبد الملک کو گرفتار کر کے اپنے مکان میں قید کر دو۔ اور ایک گشتی فرمان تمام ممالک محروسہ میں بھیج دو کہ محمد بن عبد الملک کا مال و اسباب جہاں کہیں ہو ضبط کر لیا جائے :

چنانچہ ایتاخ نے محمد بن عبد الملک کو گرفتار کر کے قید کر لیا اور اس کا مال اور اسباب ضبط کر کے بغداد میں منگوا کر بیت المال میں داخل کر دیا۔ محمد بن عبد الملک قید و بند کی سختیوں کو برداشت نہ کر سکا۔ اور ۱۵ ربیع الاول ۲۳۳ھ کو قید خانہ میں فوت ہو گیا :۔

عمر بن فرج کی گرفتاری و رہائی

عمر بن فرج رجحی نے بھی اس وقت جب خلیفہ واثق باللہ متوکل علی اللہ سے ناخوش ہو گیا تھا۔ متوکل علی اللہ کے ساتھ نامناسب برتاؤ کیا تھا۔ چنانچہ اب متوکل علی اللہ نے تخت نشین ہونے کے بعد ماہ رمضان ۲۳۳ھ میں اسے بھی

گرفتار کرکے قید کر دیا اور اس کا مال و اسباب بھی ضبط کر لیا۔ مگر عمر بن فرج نے گیارہ لاکھ درہم زرِ جرمانہ ادا کیا۔ تب متوکل علے اللہ نے اُسے رہا کر دیا:۔

ایتاخ کی گرفتاری اور وفات

ایتاخ ایک ترکی غلام تھا۔ سلام بن ابرش نے اسے خریدا تھا اور وہ باورچی کا کام کرتا تھا۔ اسی لئے وہ مرتے دم تک ایتاخ طباخ کے نام سے مشہور رہا۔ چونکہ وہ قد و قامت کا بلند۔ ہاتھ پاؤں کا سڈول اور جسم کا مضبوط اور سلیقہ شعاری اور خوبصورتی میں یکتا تھا۔ اسلئے معتصم باللہ نے اسے پسند کر کے سلام بن ابرش سے ۱۹۹ھ میں خرید لیا تھا۔ آدمی دانشمند اور مزاج شناس تھا۔ اس لئے بہت جلد ترقی کر کے خلیفہ معتصم اور واثق باللہ کے زمانہ میں سرداری اور سپہ سالاری کے مرتبہ تک پہنچ گیا۔ بڑے بڑے صوبجات کا انتظام اسی کے سپرد کیا جاتا۔ شاہی اور خراسانی پلٹنیں اسی کے ماتحت تھیں۔ سفارت حجابت اور محکمہ جنگ کا انتظام اسی کے ذمہ تھا۔ ارکین دولت اسی کے مکان میں اور اسی کے زیر نگرانی قید کئے جاتے۔ اس قدر دولتمند ہو گیا تھا کہ اسحاق بن ابراہیم بن مصعب کا ہم پلہ ہو گیا تھا۔ ایک روز رات کے وقت وہ متوکل علے اللہ کی خدمت میں حاضر تھا کسی بات پر ترشروئی ہو گئی۔ ایتاخ نے تلوار کھینچ لی۔ خواصوں نے بیچ میں آ کر اسے روکا صبح کو وہ متوکل علے اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسکے قدموں پر گر پڑا۔ رات کی گستاخی کی معافی چاہی۔ متوکل علے اللہ نے اس وقت کسی مصلحت سے معاف کر دیا۔ لیکن اس کی طرف سے دل میں گرہ پڑ گئی۔

ایتاخ ماہ ذیقعد ۲۳۴ھ میں حج کے قصد سے روانہ ہوا۔ خلیفہ متوکل علے اللہ نے حجابت کے عہدہ پر اپنے خادم وصیف کو مامور کیا۔ جب ایتاخ حج کر کے

واپس لوٹا اور بغداد کے قریب پہنچا تو متوکل علی اللہ کے اشارہ پر اسحاق بن ابراہیم نے اُسے دعوت کے بہانہ سے بلا کر قید کر لیا اور اس کے دونوں بیٹوں منصور اور مظفر کو بھی قید کر دیا۔ ایتاخ قید خانہ ہی میں فوت ہو گیا۔ اور اس کے دونوں لڑکے عہد خلافت متوکل علی اللہ میں برابر قید رہے جب مستنصر تخت نشین ہوا تب اس نے انہیں رہا کیا:۔

محمد بن لعیث کی بغاوت

محمد بن لعیث بن جلیس۔ نے قلعہ مرند پر قبضہ کر لیا تھا متوکل علی اللہ نے اسے حکمت عملی سے گرفتار کرا کر سامرا میں قید کر دیا۔ لیکن بغا شرابی نے اس کی سفارش کر کے اسے رہا کرا دیا۔ وہ پھر مرند میں چلا گیا۔ اور غلہ اور سامان جنگ فراہم کر کے مقابلہ کے لئے تیار ہو بیٹھا۔ تقریباً بائیس ۲۲ سو مفسدوں کا گروہ اسکے پاس جمع ہو گیا۔ ان دنوں آذر بائیجان کا گورنر محمد بن حاتم بن ہرثمہ تھا۔ وہ محمد بن لعیث سے مرعوب ہو کر اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ متوکل علی اللہ نے اسے معزول کر کے حمدویہ بن علی بن فضل سعدی کو آذر بائیجان کا گورنر مقرر کیا۔ حمدویہ نے مرند پہنچکر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن قلعہ فتح نہ کر سکا:۔

متوکل علی اللہ نے بغا الشرابی کو دو ۲۰۰۰ ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ حمدویہ کی مدد کو بھیجا۔ بغا الشرابی نے قلعہ کا محاصرہ کر کے اندازہ کر لیا کہ قلعہ بزور جنگ مفتوح ہونا دشوار ہے۔ چنانچہ اس نے محمد بن لعیث کے پاس یہ پیغام پیغام بھیجا کہ اگر تم لوگ اطاعت کر لو تو میں تمہیں اور تمہارے سرداروں کو امان دیتا ہوں۔ یہ پیغام پہنچتے ہی محمد بن لعیث کے ہمراہیوں میں سے ایک گروہ کٹ کر قلعہ کا دروازہ کھول کے بغا الشرابی کے پاس چلا آیا۔

محمد بن لعیث گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ شاہی فوج نے قلعہ میں گھُسکر محمد بن لعیث

کے مکانات لوٹ لیئے۔ اس کی عورتیں اور لڑکیاں گرفتار کرلیں اور محمد بن لعیث کے تعاقب میں ایک فوجی دستہ روانہ کیا۔ اس دستہ نے محمد بن لعیث اور اس کے بھائیوں صقر و خالد اور بیٹوں جلیس بسفر اور لعیث کو گرفتار کرلیا اور بغا الشرابی ان قیدیوں کو بغداد میں لے آیا۔ متوکل علے اللہ نے انہیں قیدخانہ میں ڈال دیا۔ محمد بن لعیث ایک ہی مہینہ بعد ۲۳۵ھ میں قیدخانہ ہی میں فوت ہوگیا۔ خلیفہ متوکل علے اللہ نے اس کے بیٹوں اور بھائیوں کو عبداللہ بن یحیی بن خاقان کے ساتھ شاکریہ میں بھرتی کردیا:۔

ولیعہدی کی بیعت

۲۳۵ھ میں خلیفہ متوکل علے اللہ نے اپنے تینوں بیٹوں محمد طلحہ اور ابراہیم کی ولی عہدی کی لوگوں سے بیعت لی اور یہ قرار دیا کہ میرے بعد اول محمد تاج اور تخت کا وارث ہو اور اسے مستنصر کا خطاب دیا۔ بعد اسکے طلحہ تخت نشین ہو اسے معتز کا خطاب دیا اور طلحہ کے بعد ابراہیم کو وارث تخت قرار دیا۔ متوکل نے ان تینوں بیٹوں کو اس طرح جاگیریں دیں کہ محمد کو ممالک مغربیہ اور طلحہ کو ممالک مشرقیہ اور ابراہیم کو ملک شام عنایت فرمایا۔

متفرق احکامات

اسی سال یعنے ۲۳۵ھ میں متوکل علے اللہ نے فوج کی وردی تبدیل کی کمبلوں کے جبے پہنا کر بجائے پیٹوں کے ڈوری باندھنے کا حکم دیا۔ خدام کے لباس میں جھالریں ٹکوائیں۔ انہیں پیٹی باندھنے کی ممانعت کردی۔ ذمیوں کو جدید عبادت گاہیں بغیر اجازت حاصل کیئے تعمیر کرنے کی ممانعت کردی۔ عیسائیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے جلوسوں میں صلیبیں نہ نکالیں اسی سال یہ حکم بھی جاری کیا کہ کوئی

شخص حاکم کی دہائی نہ دے اسی سال خلیفہ متوکل علی اللہ نے حکم دیا کہ تمام عیسائی گلو بند اتار پھینکیں۔ غالباً کالر اور نکٹائی اسی کی یادگار ہے۔

طاہر کا بھتیجا محمد بن ابراہیم بن مصعب بلاد فارس کا حکمران تھا۔ اور محمد کا بھائی اسحاق بن ابراہیم عہد ہارون الرشید سے بغداد کا پولیس افسر تھا۔ ۲۳۵ھ میں اسحاق بن ابراہیم فوت ہو گیا۔ متوکل علی اللہ نے اسحاق کے مرنے پر اسکے بجائے اسکے بھائی محمد بن ابراہیم کو بغداد کا پولیس افسر مقرر کر کے صوبہ فارس کی گورنری بھی بدستور عطا کی:۔

حضرت امام حسینؑ کے مزار پر زائرین کی بندش

شیعان حضرت علی المرتضیٰ حضرت امام حسینؑ کے مزار پر آ کر بدعتیں کیا کرتے تھے متوکل علی اللہ شافعی مذہب کا پابند تھا۔ وہ زائرین کو امام حسینؑ کے مزار پر سجدہ ریز نہ دیکھ سکا۔ اس نے امام حسین کے مزار پر لوگوں کو زیارت کے لئے جانے سے روک دیا اور قبر کے گرد مجاوروں نے جو مکانات بنا لئے تھے انہیں مسمار کرا دیا۔ یہ واقعہ ۲۳۶ھ کا ہے۔ اسی سال یعنی ۲۳۶ھ میں متوکل علی اللہ نے عبید اللہ بن یحیٰی بن خاقان کو وزیر اعظم مقرر کیا:۔

آرمینیہ میں عیسائیوں کی بغاوت

صوبہ آرمینیا کی حکومت پر یوسف محمد مامور تھا۔ ۲۳۷ھ میں سواط نامی بطریق نے کچھ سرکشی کی۔ یوسف نے اس کی گرفتاری کی تدبیریں شروع کیں۔ سواط نے معذرت کی اور دارالامارۃ میں حاضر ہو کر یوسف بن محمد سے امن کا خواستگار ہوا۔ یوسف نے اُسے اور اس کے بیٹے دونوں کو گرفتار کر کے خلیفہ متوکل علی اللہ کے پاس بھیج دیا۔ چونکہ سواط بطریقوں کا سردار تھا۔ اسلئے تمام بطریقوں اور عیسائیوں کو یہ بات سخت ناگوار گذری:۔

سواط کے بیٹے بقراط کے داماد موسےٰ بن زرارہ نے بطریقوں کو جمع کرکے مشورہ کیا۔ سب نے حلف اُٹھایا کہ یوسف بن محمد کو قتل کردینگے۔ چنانچہ عیسائیوں نے موسےٰ بن زرارہ کی ماتحتی میں خروج کیا۔ یوسف بن محمد ان کے مقابلہ میں نکلا لیکن پہلے ہی معرکہ میں رمضان ۲۳۷ھ میں یوسف محمد اور اس کے ہمراہیوں کو عیسائیوں نے مار ڈالا۔ جب خلیفہ متوکل علی اللہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اس نے بغا الکبیر کو آرمینیا کے عیسائیوں کی بغاوت فرو کرنے کے لئے روانہ کیا:

بغا الکبیر موصل اور جزیرہ میں ہوتا ہُوا مقام ارزن کے قریب پہنچا۔ عیسائی یہیں جمع ہو رہے تھے۔ بغا الکبیر نے پُرزور حملہ کرکے ارزن کو فتح کر لیا۔ اور موسےٰ بن زرارہ کے ہمراہیوں میں سے تیس ہزار آدمیوں کو مار ڈالا۔ ایک گروہ کثیر کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد بھی ۲۳۸ھ تک بغا الکبیر آرمینیا میں مقیم رہا اور باغی بطریقوں کو سزائیں دیتا اور ان کے سرداروں کو گرفتار کرکے بغداد بھیجتا رہا

قاضی احمد کی معزولی و وفات

۲۳۷ھ میں خلیفہ متوکل علی اللہ قاضی احمد بن داؤد سے ناخوش ہوگیا اور اس پر جرمانہ کرکے اس کے کل مال و اسباب اور جاگیریں ضبط کرنے کا حکم دیدیا قاضی احمد کے بیٹے ابوالولید نے اپنا مال و اسباب بیچکر ایک لاکھ ساٹھ ہزار درھم خلیفہ کی خدمت میں پیش کئے۔ خلیفہ متوکل علی اللہ نے قاضی احمد کو معزول کرکے قید کردیا اور اس کی جگہ یحیٰی بن اکثم کو قاضی القضاۃ کے عہدہ پر مامور فرمایا اسی عرصے میں قاضی احمد کا بیٹا ابوالولید فوت ہوگیا۔ قاضی احمد پر بھی فالج پڑا اور وہ اپنے بیٹے کی وفات کے بیس روز بعد فوت ہوگیا۔ قاضی احمد کا ۲۳۷ھ میں انتقال ہُوا۔ قاضی یحیٰی بن اکثم کو بھی متوکل علی اللہ نے ۲۴۰ھ میں

معزول کر کے اس کی جگہ جعفر بن عبدالواحد کو مقرر کیا:-

حمص کے عیسائیوں کی بغاوت

خلیفہ متوکل علے اللہ نے یہ حکم جاری کیا تھا کہ عیسائی اپنے جلوسوں میں صلیب نہ نکالیں حمص کے عیسائیوں نے اس حکم کی خلاف ورزی کی۔ ان ایام میں ابوالمغیث موسےٰ بن ابراہیم رافعی حمص کا گورنر تھا۔ اُس نے عیسائیوں کو تنبیہہ کی عیسائیوں نے بغاوت کر کے ابوالمغیث موسےٰ کو دارالامارت سے نکال دیا اور اس کے ہمراہیوں میں سے چند آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ خلیفہ متوکل نے ابوالمغیث کو معزول کر کے محمد بن عبدویہ انباری کو گورنر مقرر کر کے بھیجا۔ لیکن باغی اسکے قابو میں بھی نہ آئے!

تب خلیفہ متوکل علے اللہ نے دمشق اور رملہ سے فوجیں اس ہنگامہ کو فرو کرنے کے لئے بھیجیں بلوائی ان فوجوں سے بھی لڑے آخر ان کی کثیر تعداد معرکوں میں کام آئی۔ بلوائیوں کے سرغنہ مارے گئے۔ تمام عیسائی حمص سے شہر بدر کر دیئے گئے۔ عیسائیوں نے بلا اجازت جو نئے گرجے تعمیر کر لئے تھے وہ گرا دیئے گئے۔ جو گرجہ جمعہ مسجد کے قریب تعمیر کیا گیا تھا اُسے مسجد میں شامل کر لیا گیا:

اہل بجاۃ کی بدعہدی

جن دنوں اسلامی فتوحات کا سیلاب مصر کی دیواروں تک پہنچ گیا تھا۔ اسی وقت میں اہل بجاۃ نے مسلمانوں سے اس شرط پر صلح کر لی تھی کہ وہ جس قدر سونا کانوں سے سونا برآمد کرینگے اس کا خمس یعنی پانچواں حصہ سلطنت اسلامیہ کو ادا کیا کرینگے۔ بجاۃ میں سونے کی کانوں کی افراط تھی۔ اہل بجاۃ بادیہ نشین تھے۔ انہوں نے خلیفہ متوکل علے اللہ کے زمانہ میں خمس کا دینا بند کر دیا اور ان

مسلمانوں کو جو خمس وصول کرنے پر مامور تھے ایک روز رات کو قتل کر ڈالا۔
فوراً پرچہ نویس (جاسوس) نے اس واقعہ کی اطلاع خلیفہ متوکل علے اللہ کو کی۔ متوکل نے ارکین سلطنت سے مشورہ کیا بعض لوگوں نے کہا کہ اہل بجاۃ بادیہ نشین ہیں۔ ان کے پاس محض اونٹوں اور بکریوں کے گلے ہیں اور ملک نہایت دشوار گذار ہے۔ ان کے شہر سلطنت اسلامی کی حدود سے ایک مہینے کے راستہ پر ہیں۔
رسد اور غلہ کا انتظام ہونا مشکل ہے لشکر اسلام کو سخت دشواریوں کا سامنا ہوگا۔ متوکل علے اللہ نے کہا مسلمان کسی دشواری کو خاطر میں نہیں لایا کرتے۔ میں اہل بجات سے مسلمانوں کے خون کا ضرور انتقام لوں گا۔ اگر کوئی سردار بھی وہاں جانے کو تیار نہ ہوگا تو میں خود جاؤں گا۔
چنانچہ خلیفہ متوکل علے اللہ نے محمد بن عبداللہ قمی کو اسوان۔ قفط۔ قصر اسنا اور ارمنت کی سند گورنری مرحمت فرما کر اہل بجات سے جنگ کرنیکا حکم دیا۔ ساتھ ہی عنبسہ بن اسحاق ضبی والئی مصر کو حکم صادر کیا کہ وہ محمد بن عبداللہ قمی کی مالی اور فوجی مدد کرے۔
محمد بن عبداللہ قمی بیس ۲۰ ہزار فوج کے ساتھ جس میں علاوہ شاہی لشکر کے عام مجاہدین (رضا کار) بھی شریک تھے روانہ ہؤا۔ اس نے قلزم کے راستہ سے بہت سی کشتیوں میں آٹا۔ ستو۔ کھجوریں اور روغن زیت بار کرکے بجات کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور خود لشکر لے کر خشکی کے راستہ سے چلا۔
حدود بجات میں پہنچکر اس نے نہایت ہوشیاری سے کوچ کیا اور آخر وہ بجات کی آبادیوں کے قریب پہنچ گیا۔ ان ایام میں بجات کا حکمران علی بابا تھا۔ وہ چالیس ۴۰ ہزار جنگجو لوگوں کے ساتھ محمد بن عبداللہ قمی کے مقابلہ پر بڑے ساز و سامان کے ساتھ آیا۔ مگر لڑائی کو اسلئے ٹالتا رہا تاکہ اسلامی

لشکر کی رسد ختم ہو جائے اور پھر جب مسلمان واپس لوٹنے لگیں تو وہ انہیں ہلاک کر ڈالے۔ مگر جب رسد کی کشتیاں ساحل پر پہنچیں تو علی بابا محمد بن عبداللہ قمی کی دور اندیشی پر دنگ رہ گیا۔ اس نے رسد پہنچنے کے اگلے ہی دن صف آرائی کی۔ نہایت خونریز لڑائی شروع ہوئی۔ علی بابا کے ساتھ بے شمار اونٹ تھے اسکے سپاہی اونٹوں پر سوار تھے۔ اونٹوں نے گھوڑے کبھی نہ دیکھے تھے۔ وحشت زدہ ہونے لگے۔ محمد بن عبداللہ قمی نے اونٹوں کی وحشت دیکھکر گھوڑوں کی گردنوں میں گھنٹیاں بندھوا کر حملہ کیا۔ علی بابا کی فوج کے اونٹ گھنٹیوں کی آوازیں سنکر بدک کر بھاگے۔ شتر سواروں نے ہر چند روکنا چاہا لیکن نہ رکے۔ علی بابا یہ کیفیت دیکھکر بھاگ کھڑا ہوا۔ اسلامی لشکر نے اہل بجات کا تعاقب کر کے قتل وغارت کا بازار گرم کر دیا۔ ہزارہا آدمی مارے گئے۔ ہزاروں قید کر لئے گئے۔ مجبور ہو کر علی بابا نے امان طلب کی۔ محمد بن عبداللہ قمی نے یہ شرط پیش کی کہ اگر تم بقایا اور حال کا خراج ادا کر دو تو ہم تمہارا ملک جسے ہم نے فتح کر لیا ہے واپس دے دیں۔ علی بابا نے بڑی خوشی سے اس شرط کو منظور کر لیا عہدنامہ لکھا گیا۔ علی بابا خود خراج لے کر دارالخلافہ کی طرف محمد بن عبداللہ قمی کے ساتھ روانہ ہوا اور اپنی عدم حاضری میں اپنے بیٹے قیس کو اپنا نائب یا قائم مقام مقرر کر گیا۔ خلیفہ متوکل علی اللہ نے علی بابا کی بڑی عزت وتکریم کی۔ خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا۔ اس کے اونٹوں پر دیبا اور قیمتی قیمتی کپڑوں کی جھولیں ڈالیں۔ اور مصر سے مکہ تک کے راستہ کی حکومت بھی اسے عطا کر دی۔ محمد بن عبداللہ کو بجات میں سفیر یا بطور ریذیڈنٹ مامور کیا۔ اس طرح بجات پر مسلمانوں کا دوبارہ تسلط ہوا۔

رومیوں کا حملہ

۲۳۸ھ میں عنبسہ بن اسحٰق والئی مصر نے ساحل دمیاط کی متعینہ فوج کو مصر میں بلا لیا۔ رومیوں نے جب دیکھا کہ میدان صاف ہے تو وہ بحری بیڑا جس میں تین سو جہاز تھے لے کر دمیاط پر آدھمکے اور شہر کو لوٹ کر جامع مسجد کو جلادیا مال و اسباب اور قیدیوں کو جہاز پر سوار کر کے ٹونس میں گئے۔ ٹونس میں بھی خوب قتل و غارت گری کی۔ علی بن یحییٰ ارمنی کو خلیفہ متوکل علی اللہ نے لشکر صائفہ کے ساتھ ملک روم پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ علی بن یحییٰ نے بلاد روم پر حملہ کر کے عیسائی شہروں کو تہ و بالا کر ڈالا۔ بہت کچھ مال غنیمت اور بے شمار عیسائیوں کو قید کر لایا۔ ان ایام میں قسطنطنیہ میں ملکہ تدوراہ حکمران تھی۔ اس ملکہ نے ۲۴۱ھ میں ان مسلمان قیدیوں کو جنھیں دمیاط اور ٹونس کے گرفتار کیا گیا تھا عیسائی ہو جانے کا حکم دیا۔ جس نے عیسائی ہونے سے انکار کیا اسے قتل کر دیا گیا۔ کچھ مسلمانوں نے عیسائی ہو جانے پر آمادگی ظاہر کی۔ لیکن چند قیدیوں نے ملکہ تدوراہ سے کہا کہ جو سلوک تم ہمارے ساتھ کر رہی ہو۔ وہی سلوک مسلمان ان عیسائیوں کے ساتھ کریں گے جنھیں وہ گرفتار کر کے لے گئے ہیں۔ اسلئے تم قیدیوں کا تبادلہ قیدیوں سے کر لو۔ چنانچہ ملکہ نے اسے منظور کر لیا اور خلیفہ متوکل سے قیدیوں کے تبادلہ کی استدعا کی۔ خلیفہ نے اپنے خادم سیف نامی کو بغداد کے قاضی جعفر بن عبدالواحد کے ہمراہ عیسائی قیدیوں کے ساتھ روانہ کیا اور نہر لامس پر ان قیدیوں کا تبادلہ عمل میں آیا:۔

رومیوں کی بدعہدی

قیدیوں کے تبادلہ کے بعد فوراً ہی پھر رومیوں نے بدعہدی کی مقام

عین زربہ پر شبخون مارا۔ مردوں۔ عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرکے لے گئے۔ پھر رومیوں نے سمیساط کی طرف یورش کی اور آمد تک قتل و غارت کرتے بڑھے چلے گئے۔ قرشتاس اور عمر بن عبدالاقطع نے کچھ مجاہدوں کے ساتھ رومیوں کا تعاقب کیا۔ مگر بے نیل و مرام واپس آئے۔ خلیفہ متوکل علی اللہ کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو اُس نے علی بن یحییٰ کو ۲۴۲ھ میں لشکر صائفہ کے ساتھ بلاد رُوم پر جہاد کرنے کے لئے روانہ کیا اور خود بغداد سے دمشق میں چلا آیا۔ اور دمشق میں قیام کرکے بلاد رُوم پر فوجیں بھیجنے اور روم پر حملہ کو کامیاب بنانے میں مصروف ہُوا۔ چُونکہ خلیفہ متوکل علی اللہ کا ارادہ دمشق میں قیام کرنے کا تھا۔ اسلئے دفاتر شاہی بھی دمشق ہی میں منتقل ہو کر آگئے مگر ابھی خلیفہ متوکل علی اللہ کو دمشق میں آئے۔ ۲ دو ہی مہینے گذرے تھے کہ دہاں وبا پھوٹ نکلی۔ مجبوراً خلیفہ کو دمشق سے بغداد واپس آنا پڑا لیکن دمشق سے واپس آنے سے پہلے خلیفہ متوکل علی اللہ نے بغا الکبیر کو عظیم الشان لشکر دے کر بلاد رُوم پر روانہ کیا۔ بغا الکبیر نے بلاد روم میں داخل ہو کر جنگ و خونریزی کا بازار گرم کر دیا۔ روم کے بڑے بڑے سرکش اور سورما پہلوانوں کو موت کی گود میں پہنچا یا سینکڑوں دیہات قصبات اور شہروں کو ویران کر ڈالا۔ رومی یہ کیفیت دیکھکر الامان۔ الامان پکارنے لگے۔ اپنی خطاؤں کی معافی چاہی۔ آئندہ اسلامی ممالک پر حملہ نہ کرنے کا اقرار کیا۔ بغا الکبیر ان کی گوشمالی کرکے واپس لوٹ آیا۔ لیکن رومیوں نے ۲۴۵ھ میں پھر بدعہدی کی۔ سمیساط پر دھاوا کر دیا۔ جو کچھ ہاتھ آیا لُوٹ لیا۔ علی بن یحییٰ نے فوراً بڑھکر کرکرہ پر حملہ کر دیا۔ اہل کرکرہ نے اپنے بطریق کو گرفتار کرکے خلیفہ متوکل کی خدمت میں بھیجدیا۔ قیصر رُوم نے ایک ہزار مسلمان قیدیوں کو رہا کرکے

بطریق کو چھڑا دیا۔ ۲۴۶ھ میں رومیوں نے پھر سرکشی اور بد عہدی کی اس مرتبہ خلیفہ متوکل علے اللہ نے تری اور خشکی دونوں طرف سے روم پر چڑھائی کردی۔ ان بحری اور بری فوجوں نے مملکت روم کو ہلا ڈالا :۔

ایک طرف سے عمر بن عبید اللہ نے یورش کی اور چار ہزار قیدیوں کو گرفتار کرکے لایا۔ دوسری طرف سے قرشناس ترک حملہ آور ہوا اور بہت سے قصبوں کو ویران کرکے پانچ ہزار قیدی لایا۔ فضل بن قاران جنگی جہازات لے کر انطالیہ پر چڑھ گیا۔ اور اسے فتح کرکے بلکاجوا پر جا اترا۔ بے شمار مال غنیمت ہزارہا عیسائی قیدی لے کر واپس آیا۔ علی بن یحییٰ ارمنی بھی عیسائی شہروں کو فتح کر پانچ ہزار اور دس ہزار جانور گرفتار کرکے لایا

رومیوں نے پھر معافی چاہی صلح کی درخواست کی۔ قیدیوں کے تبادلہ کی التجا کی۔ خلیفہ متوکل علے اللہ نے ان کی درخواست منظور کرلی۔ پھر اس پر پھر قیدیوں کا تبادلہ عمل میں آیا۔ اس مرتبہ دو ہزار تین سو مسلمان قیدی رہا کرائے گئے۔ یہ تبادلہ ۲۴۶ھ میں ہوا :۔

جعفریہ کی تعمیر

۲۴۵ھ میں متوکل علے اللہ نے ایک نیا شہر آباد و تعمیر کرایا اور اس کا نام جعفریہ رکھا۔ اس کی تعمیر میں دو لاکھ دینار صرف ہوئے وسط شہر میں ایک نہایت عالیشان محل تعمیر کرایا۔ اس کی بلندی تمام شاہی محلسراؤں سے اونچی تھی اس محل کا نام لولوہ رکھا تھا۔ اس شہر کے بہت سے نام مشہور ہوگئے۔ کوئی جعفریہ کوئی متوکلیہ کوئی ماخورہ کہتا تھا۔ اسی سال جعفر بن دینار خیاط نے وفات پائی۔ اسی سال نجاح بن سلمہ کو جو بڑے رعب وداب کا آدمی تھا۔ رشوت ستانی کے

الزام میں متوکل علی اللہ نے اس قدر پٹوایا کہ وہ مر گیا:۔

خلیفہ متوکل اور اسکے بیٹے مستنصر میں مخالفت

خلیفہ متوکل نے اپنے بیٹے منتصر کو اپنا ولیعہد اول مقرر کیا تھا لیکن مستنصر پر شیعیت غالب تھی اور اعتزال میں وہ واثق و معتصم باللہ کا ہم عقیدہ تھا۔ خلیفہ متوکل سنی تھا۔ علمائے اہلسنت کی بڑی عزت و تکریم کرتا تھا۔ وہ خلق قرآن کے مسئلہ کا سخت مخالف تھا۔ اور شرک و بدعت کے مٹانے پر سختی سے مصروف رہتا تھا۔ عقائد کا یہ اختلاف آپس کی کشیدگی کا باعث ہو گیا۔ خلیفہ متوکل علی اللہ مستنصر کو معزول کر کے معتز کو ولی عہد اول مقرر کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مستنصر اور معتز کی مائیں الگ الگ تھیں ان دونوں میں پہلے سے رقابت موجود تھی۔ اب جب کہ متوکل علی اللہ نے مستنصر کو معزول کرنا چاہا تو مستنصر اپنے باپ متوکل علی اللہ کا دشمن ہوگیا۔ اسی عرصے میں خلیفہ متوکل علی اللہ نے بغا الکبیر۔ وصیف کبیر۔ وصیف صغیر اور دوا بن اشروسنی وغیرہ ترک سپہ سالاروں کی بعض حرکات سے ناخوش ہو کر ان کی جاگیریں ضبط کر لیں۔ یہ ترک سردار متوکل علی اللہ سے ناخوش ہو کر مستنصر کے ساتھی بن گئے اور سب نے متوکل علی اللہ کے قتل کی سازش شروع کر دی: خلیفہ متوکل علی اللہ نے بغا الکبیر کو بلاد روم کیطرف روانہ کیا اور بغا الکبیر کے بیٹے موسےٰ کو جو خلیفہ متوکل علی اللہ کی خالہ کا لڑکا تھا۔ شاہی محلسرا کی حفاظت پر مامور کیا اور سراپردۂ خلافت پر بغا شرابی صغیر کو متعین کیا:۔

خلیفہ متوکل کا قتل

ان تمام لوگوں نے رات کے وقت خلیفہ متوکل علی اللہ کے قتل کر ڈالنے کا

مشورہ کیا۔ چنانچہ ایک رات کو بغا صغیر نے اپنے چاروں بیٹوں کو چند ترکوں کے ساتھ شاہی مجلس میں چھپا دیا۔ حسب عادت متوکل علی اللہ درباریوں کے ساتھ بیٹھا باتیں کرتا رہا۔ مستنصر بھی موجود تھا۔ اول وہ اپنے خادم زرافہ کو لے کر رخصت ہوا۔ اسکے جاتے ہی دوسرے مصاحب بھی اٹھکر چل دیئے۔ صرف فتح بن خاقان اور چار اور مخصوص مصاحبین باقی رہ گئے۔ کل دروازے بند تھے۔ صرف باب دجلہ کھلا ہوا تھا اسی دروازہ سے مفسد اندر گھس آئے اور سب شمشیر بکف ہو کر خلیفہ متوکل پر ٹوٹ پڑے۔ فتح بن خاقان بچانے کے لئے دوڑا۔ باغیوں نے پہلے اسے قتل کیا اور پھر خلیفہ متوکل علی اللہ کو مار ڈالا۔ اور دونوں کی لاشیں ہیں چھوڑ کر خون آلود تلواریں لئے ہوئے مستنصر کے پاس آئے۔ اس وقت مستنصر زرافہ کے مکان میں سو رہا تھا۔ وہ اٹھکر باہر آیا۔ باپ کے قاتلوں نے اسے خلافت کی مبارکباد دی:۔

مستنصر اسی وقت سوار ہو کر محل سرائے شاہی میں داخل ہوا اور حاضرین سے بیعت لی۔ وصیف کو لکھ بھیجا کہ فتح بن خاقان نے میرے باپ کو قتل کر ڈالا تھا۔ میں نے اسے قتل کر ڈالا تھا۔ ... ... وصیف نے حاضر ہو کر بیعت کر لی۔ مستنصر نے رات ہی کو اپنے دونوں بھائیوں معتز اور موید کو بھی طلب کر کے ان سے بیعت لے لی۔ رات ہی کو یہ خبر عبید اللہ بن یحییٰ وزیر اعظم کو پہنچی عبید اللہ مستنصر کو اچھا نہ سمجھتا تھا۔ وہ اسی وقت معتز کے مکان پر گیا مگر معتز کو مستنصر نے بلا لیا تھا۔ اس سے ملاقات نہ ہو سکی۔ عوام کو بھی اس حادثہ کی اطلاع ہو گئی۔ وزیر اعظم کے پاس دس ہزار آدمیوں کا مجمع ہو گیا۔ جن میں ازدی ارمنی اور عجمی تھے۔ ان لوگوں نے متفق اللفظ ہو کر عرض کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اسی وقت مستنصر اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کر ڈالیں:۔

عبید اللہ نے کچھ سوچکر ان لوگوں کو روک دیا۔ جب صبح ہوئی تو مستنصر نے

متوکل علی اللہ اور فتح کے دفن کئے جانے کا حکم دیا۔ یہ واقعہ چوتھی شوال ۲۴۷ھ کا ہے خلیفہ متوکل علی اللہ چالیس سال کی عمر پا کر چودہ برس دس مہینے تین دن خلافت کر کے مقتول ہوا۔

متوکل علی اللہ کے متفرق حالات

معتصم باللہ اور واثق باللہ دونوں خلیفہ معتزلی تھے ان دونوں کے عہد میں محدثین علانیہ احادیث کا درس نہیں دے سکتے تھے۔ متوکل علی اللہ کا میلان طبع اہل سنت کی طرف تھا۔ اس نے ۲۳۴ھ میں تمام محدثین کو دارالخلافہ سامرہ میں طلب کیا اور ان کی بے حد تعظیم و تکریم کی ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ محدثین مساجد میں آزادانہ حدیث کا درس دیں اور صفات باریتعالیٰ و روایت باریتعالیٰ کے متعلق احادیث بیان کریں اس کے اس حکم سے مسلمان اس سے بہت ہی خوش ہوئے۔ مساجد میں درس حدیث جاری ہوا۔ ابوبکر بن ابی شیبہ نے جامع رصافہ میں اور ان کے بھائی عثمان نے جامع منصور میں منجملہ حدیثوں کی روائتیں بیان کیں تقریباً تیس ہزار آدمیوں نے سنیں۔ متوکل علی اللہ نے گور پرستی کی سختی سے ممانعت کی۔ چنانچہ حضرت امام حسینؑ کے مزار پر زائرین کو جانے کی ممانعت کر دی۔ اس سے شیعہ لوگ اس کے دشمن ہو گئے

اسی کے زمانہ میں حضرت ذوالنون مصری نے احوال و مقامات اہل ولایت کو ظاہر کیا۔ عبداللہ بن عبدالحکیم نے جو امام مالک کے شاگرد تھے۔ ذوالنون مصری کو اس سے روکا اور انہیں زندیق کہا۔ حاکم مصر نے حضرت ذوالنون مصری کو طلب کر کے ان کے عقاید دریافت کئے تو اس کا اطمینان ہو گیا۔ اور اس نے متوکل علی اللہ کو ان کا حال لکھ بھیجا۔ متوکل علی اللہ نے ذوالنون کو دربار میں طلب کیا۔ اور ان کی باتیں سن کر نہایت خوش ہوا۔ ان کی بڑی عزت و تکریم کی خلعت عطا کیا:۔

ابن عساکر کی روایت ہے کہ متوکل علی اللہ نے خلیفہ ہونے سے پہلے خواب

میں دیکھا کہ ایک شکر پارہ آسمان سے گرا۔ اس پر لکھا تھا۔ جعفر المتوکل علے اللہ"
جب وہ تخت نشین ہوا تو لوگوں نے اسکے لئے خطاب سوچا کسی نے کچھ
کہا کسی نے کچھ اور کہا۔ متوکل علے اللہ نے علمائے سے اپنا خواب بیان کیا۔ علماء نے
متوکل علے اللہ" ہی کا خطاب پسند کیا۔ ایک مرتبہ متوکل علے اللہ نے علماء کو اپنے
بیان مدعو کیا۔ جن میں احمد بن معدل بھی تھے۔ جب سب علماء آکر جمع ہوگئے تو متوکل
آیا۔ اُسے آتا ہوا دیکھکر تمام علماء تعظیماً کھڑے ہوگئے۔ لیکن احمد بن معدل کھڑے
نہوئے بلکہ بدستور بیٹھے رہے۔ متوکل علے اللہ نے عبید اللہ وزیر اعظم سے پوچھا۔ کیا
اس شخص نے بیعت نہیں کی ہے؟ عبید اللہ نے اس خیال سے کہ متوکل احمد بن معدل
سے برہم نہو جائے جواب دیا کہ بیعت تو کرلی ہے مگر انہیں کم نظر آتا ہے:
احمد بن معدل نے فوراً کہا۔ خدا کے فضل سے میری آنکھوں میں کوئی نقص
نہیں ہے۔ بصارت اچھی ہے۔ مگر میں اسلئے نہیں اُٹھا کہ آپ کو عذاب الٰہی سے
بچانا چاہتا تھا۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص لوگوں سے یہ امید رکھے
کہ وہ اسکی تعظیم کے لئے عجمیوں کی طرح کھڑے ہوں وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے!
متوکل علے اللہ پر ان کی گفتگو کا بڑا اثر ہوا۔ وہ احمد بن معدل کے برابر آبیٹھا
یزید حہلبی کی روایت ہے کہ ایک روز مجھ سے متوکل علے اللہ نے کہا۔ کہ خلفاء
رعایا پر محض اپنا رعب قائم کرنے کے لئے سختی کیا کرتے تھے۔ مگر میں رعایا پر
اسلئے نرمی کرتا ہوں۔ تاکہ لوگ دل سے میری خلافت کو قبول کرکے اطاعت
کریں۔ عمرو شیبانی روایت کرتے ہیں کہ متوکل علے اللہ کے مقتول ہونیکے دو
مہینے بعد میں نے متوکل کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا نے آپکے ساتھ کیا
معاملہ کیا؟ متوکل علے اللہ نے جواب دیا کہ میں نے احیائے سنت کی جو خدمت انجام
دی تھی اللہ تعالے نے اسکے صلے میں مجھے بخش دیا:-

خلیفہ متوکل علی اللہ شافعی تھا اور یہ سب سے پہلا خلیفہ ہے جس نے شافعی مذہب اختیار کیا۔

مستنصر باللہ

اس کا اصل نام محمد تھا سلسلہ نسب اس طرح ہے محمد بن متوکل علی اللہ بن معتصم باللہ بن ہارون رشید۔ اسکی ماں رومیہ حبشیہ نامی ایک پرستار تھی وہ ۲۲۳ھ میں سامرہ میں پیدا ہوا تھا۔ اپنے باپ متوکل علی اللہ کو قتل کرا کر ۲۴۷ھ میں تخت نشین ہوا ترکوں کی حمایت و اعانت سے اُسے تخت خلافت حاصل ہوا تھا۔ ترکوں کو معتز اور موید کیطرف سے کھٹکا ہوا کہ اگر ان میں مستنصر کے بعد کوئی خلیفہ ہو گیا۔ تو متوکل کے قاتلوں کو چن چن کر قتل کرڈالے گا اسلئے ترکوں نے مستنصر پر زور ڈالا کہ وہ ان دو کو ولی عہدی سے معزول کر دے۔ چنانچہ اُس نے معزول کر دیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ سمجھ گیا کہ ترکوں میں اتنی قوت پیدا ہو چکی ہے کہ جب چاہیں مجھے معزول کر کے کسی دوسرے کو خلیفہ منتخب کر لیں۔ چنانچہ اس نے ان کا زور توڑنے کی تدبیریں شروع کیں ترک سپہ سالاروں کو اس کا دلی ارادہ معلوم ہو گیا۔ اتفاق سے انہیں ایام میں مستنصر باللہ بیمار ہوا۔ ترک سپہ سالاروں نے شاہی طبیب ابن طیفور کو جو عیسائی تھا تیس ہزار ۳۰۰۰۰ رشوت دی اور ابن طیفور نے نشتر زہر میں بجھا کر مستنصر کی فصد کھول دی۔ چنانچہ مستنصر اسی صدمہ سے ۵ ربیع الآخر ۲۴۸ھ کو چھ مہینے سے بھی خلافت کر کے فوت ہو گیا۔ اُس نے مرتے وقت کہا تھا کہ اے میری ماں مجھ سے دین اور دنیا دونوں جاتے رہے۔ میں نے اپنے باپ کو قتل کرایا۔ اب میں بھی اسکے پیچھے جاتا ہوں۔ خاندان کسریٰ میں سے ایک شخص شیرویہ نامی نے بھی اپنے باپ کو قتل کرا دیا۔ وہ بھی چھ مہینے سے زیادہ زندہ نہ رہا تھا۔

مستنصر نے اس ششماہانہ خلافت میں شیعوں پر بڑے احسانات کئے حضرت امام حسین کی قبر پر زائرین کو جانے کی اجازت دے دی۔ اور علویوں کو

ہر قسم کی آزادی عطا کر دی مستعین باللہ

مستعین باللہ بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید کا اصل نام احمد تھا۔ اور کنیت ابو العباس تھی۔ وہ ۲۲۱ھ میں مخارق نامی پرستار کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ جب منتصر کا انتقال ہو گیا تو اراکین سلطنت نے جن میں زیادہ تر ترک تھے جمع ہو کر مشورہ کیا۔ اگرچہ متوکل علی اللہ کے بیٹے معتز اور موید موجود تھے لیکن ترک ان سے خائف تھے۔ کیونکہ ترکوں نے ہی ان دونوں کو ولیعہدی سے معزول کرایا تھا۔ لہذا معتصم باللہ کے بیٹے پر سب کی نظر پڑی۔ اسی کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی مستعین باللہ اس کا خطاب تجویز ہوا۔ ۶ ربیع الآخر ۲۴۸ھ کو اسے تخت نشین کیا۔ لیکن عین اس کی تخت نشینی کے وقت محمد بن عبداللہ بن طاہر اور اس کے ہمراہ عام لوگوں نے معتز کی خلافت کا مطالبہ کیا۔ ترکوں نے ان لوگوں پر حملہ کر کے بہت سے آدمیوں کو مار ڈالا۔ باقی بھاگ گئے۔ ہنگامہ فرو ہو گیا۔ محمد بن عبداللہ نے بھی مستعین باللہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تکمیل بیعت کے بعد خبر پہنچی کہ طاہر بن عبداللہ طاہر گورنر خراسان اور حسین بن طاہر بن حسین جو شرقی خراسان کا گورنر تھا۔ دونوں فوت ہو گئے۔ مستعین باللہ نے محمد بن طاہر بن عبداللہ کو خراسان کا اور محمد بن عبداللہ بن طاہر کو شرقی خراسان کا گورنر مقرر کیا اور محمد بن عبداللہ کے چچا طلحہ کو نیشاپور اس کے بیٹے منصور بن طلحہ کو مرو و سرخس کی اسکے چچا حسین بن عبداللہ کو صوبجات ہرات کی۔ اس کے چچا سلیمان بن عبداللہ کو طبرستان کی۔ اس کے چچازاد بھائی عباس کو جرجان اور طالقان کی حکومت عطا کی:

عبداللہ بن یحیٰی کی جلاوطنی

۲۴۸ھ میں عبداللہ بن یحیٰی بن خاقان نے ادائے حج کی اجازت لی خلیفہ

نے اجازت دیدی۔ مگر اسکے روانہ ہوتے ہی ایک سردار کو اسے گرفتار کر کے جلاوطن کر دینے کا حکم دیا۔ اور اس سردار نے خلیفہ کے اس حکم کی تعمیل کی :۔

معتز اور موید کی نظر بندی

خلیفہ معتصم باللہ نے تخت نشین ہوتے ہی ترکوں کے ایک مشہور سردار تامش نامی کو وزیر اعظم مقرر کیا تھا۔ اور احمد بن خصیب کو نائب وزیر بنایا تھا۔ ترکوں نے معتز اور موید کے قتل کا قصد کیا۔ احمد بن خصیب نے ان لوگوں کو منع کیا۔ خلیفہ مستعین باللہ نے ان دونوں شہزادوں کو مقام جوسق میں نظر بند کر دیا۔ اور احمد بن خصیب کو معزول کر کے تامش وزیر اعظم کو کل اختیارات دے دیئے اور اس کے بعد تمام بڑے بڑے عہدے ترکوں کو دے دیئے۔ جس سے ترک سلطنت کے سیاہ سفید کے مالک ہو گئے :۔

اہل بغداد و سامرا کا جوش

۲۴۹ھ میں رومیوں نے بلاد اسلامیہ پر حملہ کر کے عمر بن عبداللہ اور علی بن یحییٰ دو مشہور اسلامی سرداروں اور بہت سے مسلمانوں کو شہید کر دیا مستعین باللہ اور اسکے ترکی ارکین سلطنت نے کوئی انتقامانہ کاروائی نہ کی۔ اس سے اہل بغداد اور ارکین سلطنت کے خلاف غم و غصہ کا دریا امڈ آیا۔ انہوں نے جوش میں آ کر خود جہاد کا قصد کیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں کافی جمعیت فراہم ہو گئی۔ یہ لوگ تعداد سے چل کر سامرہ میں پہنچے۔ سامرہ سے بھی کچھ لوگ ان کے شریک ہو گئے۔

اب ان لوگوں کا قصد بلاد روم کی طرف کوچ کرنے کا تھا کہ بغا الکبیر وصیف اور آتامش ترکی لشکر نے کر ان مجاہدین کے مقابلہ میں آ گئے۔ اور ایک گروہ کو قتل کر کے بقیہ کو سامرہ سے نکال دیا :۔

آتامش کا قتل

آتامش کو بیت المال پر پورا اختیار تھا۔ اس نے تغلب شروع کر دیا۔ ادھر اس کا اقتدار اس قدر بڑھ گیا کہ خود ترک بھی اس سے رقابت کرنے لگے۔ چنانچہ بغا الکبیر اور وصیف نے عوام کو آتامش کے خلاف بھڑکا دیا۔ اہل شہر اسکے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ آتامش نے بھاگنے کا قصد لیا۔ لیکن موقعہ نہ ملا۔ اس نے مستعین باللہ کے پاس پناہ لینی چاہی۔ لیکن خلیفہ نے بھی بلوائیوں کے خوف سے پناہ نہ دی۔ دو روز تک آتامش اپنے مکان میں محصور رہا۔ تیسرے روز بلوائیوں نے دروازہ توڑ کر اسے قتل کر ڈالا۔

عہدۂ وزارت

آتامش کے مقتول ہونے پر خلیفہ مستعین باللہ نے ابو صالح عبداللہ بن محمد کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ اور وصیف کو اہواز کی اور بغا صغیر کو فلسطین کی حکومت عطا کی۔ چند ہی روز بعد بغا صغیر اور وزیر سلطنت ابو صالح میں ان بن ہو گئی بغا صغیر سے ڈر کر ابو صالح بھاگ گیا۔ خلیفہ نے محمد بن فضل جرجانی کو عہدۂ وزارت پر ممتاز کیا۔

یحییٰ بن عمر کا خروج

یحییٰ بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید شہید بنو طالب کے مشاہیر بزرگوں میں تھے۔ انہوں نے اپنے متبعین کو ساتھ لے کر خروج کیا۔ وہ کوفہ میں رہتے تھے کوفہ ہی میں خروج کیا اور کوفہ کے عامل کو نکال کر خزانہ سرکاری لوٹ لیا۔ محمد بن عبداللہ بن طاہر گورنر خراسان نے حسین بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن حسین بن مصعب کو ان کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ حسین کو شکست ہوئی۔ لیکن وہ دوبارہ لشکر مرتب کر کے کوفہ پر حملہ آور ہوا۔ یحییٰ بن عمر نے کوفہ سے نکلکر مقابلہ کیا سخت لڑائی کے

بعد یحیی بن عمر مارے گئے۔ ان کا سر کاٹ کر خلیفہ مستعین باللہ کے پاس بھیجا گیا۔ خلیفہ نے اس کا سر صندوق میں بند کر کے اسلحہ خانہ میں رکھوا دیا۔ یحیی بن عمر ۱۵ رجب ۲۵۰ھ کو مقتول ہوئے:۔

دولت علویہ کا آغاز

یحیی بن عمر پر فتح پانے کے صلہ میں خلیفہ مستعین نے محمد بن عبد اللہ بن طاہر کو طبرستان میں چند جاگیریں عطا کیں۔ جنمیں ایک جاگیر حدود دیلم کے قریب تھی جو بہت سرسبز اور زرخیز تھی۔ اس کا نام ادسا ولس تھا۔ اسکے قرب و جوار کے لوگ مستفید ہوا کرتے تھے۔ جب اس جاگیر پر قبضہ کرنے کے لئے محمد بن عبد اللہ کا عامل گیا تو ایک شخص رستم نامی نے مخالفت کی اور چونکہ وہ باا ثر شخص تھا۔ اسلیئے اہل دیلم نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ اس زمانہ میں طبرستان میں محمد بن ابراہیم علوی موجود تھے۔ رستم نے اپنے دو بیٹوں محمد اور جعفر کو ان کے پاس بھیجا۔ ان دونوں بھائیوں نے محمد بن ابراہیم سے جا کر عرض کی کہ آپ امارت و حکومت کا دعوے کیجئے۔ ہم آپ کے حامی ہوں گے۔ محمد بن ابراہیم نے کہا کہ میں امارت کے لائق نہیں ہوں البتہ رے میں حسن بن زید بن محمد بن اسمعیل بن حسن بن زید بن حسن سبط موجود ہیں۔ وہ ہمارے سردار اور مقتداء ہیں۔ ان کی خدمت میں یہ درخواست پیش کرو وہ ضرور منظور کرلینگے۔ محمد اور جعفر دونوں نے واپس آکر اپنے باپ رستم سے یہ حال کہا۔ رستم نے اسی وقت ایک معزز آدمی کو رے میں بھیجا۔ وہاں سے حسن بن زید اس شخص کے ساتھ طبرستان میں چلے آئے۔ یہاں دیلم اور ربان وغیرہ کے لوگوں نے آ آکر بیعت کرنی شروع کی ایک جم غفیر ان کے پاس آکر جمع ہو گیا۔ چنانچہ حسن بن زید نے اول علاقہ طبرستان پر اور پھر رے پر قبضہ کر لیا۔ خلیفہ مستعین باللہ نے یہ خبر سنکر ہمدان کو بچانے کے لئے ایک لشکر بھیجا لیکن حسن بن زید نے اسے

شکست دے کر بھگا دیا۔ خلیفہ نے دوسرا لشکر موسےٰ بن بغا الکبیر کے ساتھ روانہ کیا موسےٰ نے طبرستان کو تو حسن بن زید کے قبضہ سے نکال لیا۔ مگر دیلم پر ان کا قبضہ باقی رہ گیا۔ موسےٰ طبرستان سے رے کی طرف چلا آیا۔ اور حسن بن زید دیلم پر حکومت کرنے لگے۔ اسی وقت سے دولت علویہ کا آغاز ہوا:۔

ترکوں کی سرکشی

خلیفہ مستعین باللہ نے ویلی بن یعقوب نصرانی کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ چند روز کے بعد باغر نامی ایک ترک کو اس نصرانی وزیر سے کوئی شکایت پیدا ہوئی اور اس نے وزیر اعظم کو سخت سست کہا۔ مستعین نے بغا صغیر اور وصیف کو تحقیقات پر مامور کیا۔ ان دونوں نے باغر کو مجرم قرار دیا۔ خلیفہ نے باغر کو قید کر دیا۔ عام ترکوں کو یہ بات ناگوار گذری۔ انہوں نے شورش برپا کی۔ ترکوں کی یہ سرکشی دیکھکر بغا صغیر نے باغر کو قتل کرا دیا۔ اس سے ترکوں میں اور بھی جوش پھیل گیا۔ تمام سامرہ باغی ہو گیا۔ ہر طرف بلوائیوں کے جھنڈے نظر آنے لگے۔ خلیفہ مستعین باللہ بغا۔ وصیف۔ شاہک اور احمد بن صالح بن شیرزاد سامرا سے بھاگ کر بغداد چلے آئے اور ماہ محرم ۲۵۱ھ میں بغداد میں آکر محمد بن عبداللہ بن طاہر کے مکان میں فروکش ہوئے۔ اسکے فوراً ہی بعد شاہی دفاتر بھی بغداد میں منتقل ہوکر آگئے۔ خلیفہ کے بغداد چلے جانے کے بعد ترکوں کو پشیمانی ہوئی:۔

چنانچہ چھ ترک سردار سامرہ سے چلکر بغداد پہنچے اور مستعین کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت خواہ ہوئے۔ خلیفہ نے ترکوں کی بے وفائیاں۔ غداریاں اور گستاخیاں بیان کر کے بغداد سے سامرہ جانے سے انکار کر دیا۔ ترک سردار مایوس ہو کر لوٹ آئے:۔

معتز کی بیعت

ان ترک سرداروں نے واپس جا کر عام ترکوں کو تمام روئیداد سنائی۔ سب نے اس امر پر اتفاق کیا کہ کسی اور شخص کو خلیفہ مقرر کر لو۔ خلافت عباسیہ ترکوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن کر رہ گئی۔ ان کا اس قدر اثر و اقتدار بڑھ گیا تھا کہ جسے چاہتے خلیفہ مقرر کرتے اور جب کسی خلیفہ سے ناخوش ہوتے اسے معزول کر دیتے۔ چنانچہ ترکوں نے معتز کو جیل خانہ سے نکال کر اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی

ابو احمد بن ہارون الرشید بھی سامرہ میں موجود تھا۔ جب اس سے معتز کی بیعت کے لئے کہا گیا تو اس نے یہ کہکر معذرت کی کہ میں مستعین باللہ کے ہاتھ پر بیعت کر چکا ہوں۔ معتز نے ابو احمد کو زیادہ مجبور نہ کیا اور اسے اسکے حال پر چھوڑ دیا۔

بغا الکبیر کے دونوں بیٹوں موسٰے اور عبداللہ نے بھی معتز کی بیعت کر لی لیکن کچھ ترک اب بھی مستعین کے طرفدار رہے۔ غرضیکہ جو لوگ معتز کی خلافت کو پسند کرتے تھے۔ وہ بغداد سے معتز کے پاس آ گئے اور جو مستعین باللہ کو پسند کرتے تھے وہ سامرا سے بغداد چلے گئے۔ یہی حالت صوبوں کے عاملوں کی ہوئی۔ کچھ گورنر معتز کیطرف گئے اور کچھ مستعین کے طرفدار بن گئے۔

اس طرح ایک ہی خاندان کے دو خلیفہ ہو گئے۔ مستعین کی طرف طاہر کا تمام خاندان اور کچھ خراسانی لوگ تھے۔ اور معتز کی طرف تمام ترک اور بعض دوسرے سردار بھی تھے۔

جنگ کے شعلے

ان دونوں خلفاء میں جنگ شروع ہو گئی معتز نے اپنے بھائی احمد بن متوکل علی اللہ کو جو موفق کے لقب سے مشہور تھا سپہ سالار اعظم مقرر کر کے ایک نامور ترکی سپہ سالار کلباتکین کو اسکی ماتحتی میں دے کر پچاس ہزار کی

جمیعت سے جس میں ترک فرغنہ اور مغاربہ بھی شامل تھے بغداد کی طرف روانہ کیا۔

یہ لشکر سیلاب کی طرح بڑھا۔ اس نے بغداد کا محاصرہ جا کیا۔ جنگ پیکار کے شعلے بلند ہونے لگے۔ گیارہ مہینے تک ہنگامہ کارزار گرم رہا۔ اس لڑائی کی چنگاریاں دوسرے صوبوں میں بھی جا پڑیں وہاں بھی لڑائی کے شعلے مشتعل ہو گئے۔ مگر زیادہ زور بغداد کے نواح ہی میں رہا۔ آخر ماہ ذیقعد ۲۵۱ھ میں محمد بن عبداللہ بن طاہر نے جو بغداد میں مستعین باللہ کی فوج کا سپہ سالار تھا۔ ان ترکوں پر جو بغداد کا محاصرہ کئے ہوئے تھے شدید حملہ کر کے انہیں ہزیمت دی۔ ابھی تک مستعین باللہ کے ساتھ بغا الکبیر اور وصیف جو ترک تھے اپنے کچھ ترکی لشکر کے ساتھ موجود تھے۔ انہوں نے جب ترکوں کو شکست کھا کر واپس جاتے دیکھا۔ تو قومی حمیت کے جوش میں مستعین باللہ کا ساتھ چھوڑ کر ترکوں کی منہزم فوج سے جا ملے اور انہیں لوٹا کر پھر بغداد پر حملہ آور ہوئے۔

مستعین کی خلافت سے دستبرداری

ترکوں نے اس مرتبہ بغداد پر بڑی سختی سے حملہ کیا۔ ادھر کچھ لشکر مدائن اور انبار کی طرف ان دونوں مقامات کو فتح کرنے کے لئے بھیج دیا۔ محمد بن عبداللہ بن طاہر نے بھی مدائن اور انبار کو ترکوں سے بچانے کیلئے اپنی فوجیں بھیجیں لیکن ترکوں نے ان دونوں لشکروں کو پسپا کر کے مدائن اور انبار پر قبضہ کر لیا۔ اس سے اہل بغداد کی ہمتیں اور بھی پست ہو گئیں محمد بن عبداللہ بن طاہر بڑی سرگرمی سے ترکوں کا مقابلہ کر رہا تھا۔ لیکن ترکوں نے بغداد کا ایک حصہ فتح کر کے برباد کر ڈالا۔ اس سے اہل بغداد پر ہراس طاری ہو گیا۔ وہ صلح کی خواہش کرنے لگے مگر محمد بن عبداللہ بن طاہر صلح کے خلاف تھا۔ چنانچہ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ

محمد بن عبداللہ بن طاہر دیدہ و دانستہ خلیفہ مستعین اور اہل بغداد کو مشکلات میں مبتلا کر رہا ہے۔ مجبور ہو کر محمد بن عبداللہ نے صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کی۔ اس سے لوگوں نے اسے متہم کیا کہ وہ خلیفہ مستعین کو معزول کرانے کی فکر میں ہے۔

محمد بن عبداللہ نے لوگوں کے سامنے قسمیں کھائیں اور مجمع کے سامنے کہا۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مستعین کی خلافت قائم و برقرار رکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ لیکن نہ تم میرا ساتھ دیتے ہو نہ خاموش رہتے ہو۔ اہل بغداد خاموش ہو گئے!

ترکوں نے بغداد کا اس شدت سے محاصرہ کیا کہ لوگ بھوکوں مرنے لگے آخر امراء و رؤساء اور ارکین سلطنت نے تنگ آ کر خلیفہ مستعین پر صلح کا زور دیا۔ موفق سے خط و کتابت شروع ہوئی۔ موفق نے لکھدیا کہ مستعین خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ اب بجز اسکے چارہ ہی کیا تھا۔ چنانچہ ۶ محرم ۲۵۲ھ کو مستعین نے ایک تحریر لکھی جسمیں خلافت سے اپنی دستبرداری ظاہر کر کے خلیفہ معتز کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا۔ اس طرح یہ ہنگامہ فرو ہوا۔ بغداد کی کنجیاں موفق کے حوالہ کر دی گئیں اور جمعہ مسجد بغداد میں مستعین کی معزولی کا اعلان کر کے معتز کی خلافت کی بیعت لی گئی۔ مستعین باللہ نے تین ۳ سال آٹھ مہینے اور ایک دن خلافت کی۔ جسمیں تقریباً ایک سال معتز کے ساتھ لڑتے گذرا۔ اس کی زبان میں لکنت تھی "ر" "ل" "غ" اور "ش" کو صاف ادا نہ کر سکتا تھا۔ سب سے پہلے اس نے ہی چھوٹی ٹوپیاں اور چوڑی آستینوں کا پہننا شروع کیا۔ اس کی آستینیں تین تین بالشت چوڑی ہوتی تھیں۔ خلیفہ مستعین کو واسط میں نظر بند کر دیا گیا تھا۔ وہاں وہ نو مہینے ایک امیر کی حراست میں رہا پھر سامرہ آیا۔ اور ۳ شوال ۲۵۲ھ کو خلیفہ معتز کے اشارہ سے قتل کر دیا گیا۔

معتز باللہ

خلیفہ معتز باللہ کا اصل نام محمد بن خلیفہ متوکل علی اللہ بن معتصم باللہ بن ہارون رشید تھا کنیت ابو عبداللہ تھی معتز باللہ باپ نے خطاب دیا تھا۔ ۲۳۲ھ میں مقام سامرہ میں پیدا ہوا تھا۔ اسکی ماں کا نام فحتیہ تھا۔ وہ ایک رومیہ پرستار تھی۔ وہ محرم ۲۵۱ھ میں مقام سرماہ میں خلیفہ بنایا گیا۔ پورے ایک سال تک مستعین سے لڑتا رہا۔ نہایت وجیہہ اور خوبصورت شخص تھا۔ ۲۵۱ھ میں اشناس ترک مرگیا۔ اس نے پچاس ہزار دینار چھوڑے معتز نے انہیں ضبط کرکے ان سے اپنا کاروبار چلایا۔ خلیفہ معتز انیس ۱۹ سال کی عمر میں تخت خلافت پر بیٹھا تھا۔ اس نے احمد بن اسرائیل کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ بغداد پر تسلط ہو جانے کے بعد محمد بن عبداللہ بن طاہر کو بدستور بغداد کی پولیس پر مامور رکھا معتز کو ترکوں نے ہی تخت پر بٹھایا تھا۔ اور اسلئے وہ ترکوں سے لچتا تھا۔ بغداد میں جو لشکر رہتا تھا۔ اسمیں خراسانی اور عراقی لوگ تھے۔ اس لشکر کو تنخواہیں محمد بن عبداللہ دیا کرتا تھا معتز نے اس لشکر کی تنخواہیں بند کردیں ماہ رمضان میں بغداد کے اس لشکر نے تنخواہیں نہ ملنے کے سبب بغاوت کردی۔ بڑی حکمت عملی سے محمد بن عبداللہ بن طاہر نے اس فساد کو فرو کیا:-

موید کی معزولی اور قتل

ماہ رجب ۲۵۲ھ میں آرمینیا کے عامل علاء بن احمد نے موید کے پاس پانچ ہزار ۵۰۰۰ دینار بھیجے۔ عیسٰی بن فرخان شاہ نے راستہ میں لے لیا۔ موید نے ترکوں اور مغاربہ کو عیسٰی کے خلاف ابھار دیا۔ عیسٰی نے موید کی شکایت معتز سے کی معتز نے موید کو معزول کرکے قید کردیا۔ چند روز کے بعد معتز کو معلوم ہوا کہ ترک موید کو جیلخانہ سے نکال لانا چاہتے ہیں معتز ڈر گیا کہ انہیں ترک موید کو خلیفہ نہ بنالیں اس نے موید کو جیلخانہ میں قتل کرادیا

موید کی ماں نے موید کی لاش کو دفن کرایا:۔

ترکوں اور عربوں میں جنگ

ماہ رجب ۲۵۲ھ میں ترکوں اور عربوں میں چل گئی۔ عربوں نے اچانک ترکوں پر حملہ کر کے انہیں ہزیمت دی۔ ترکوں نے اپنی جمعیت فراہم کر کے عربوں پر دھاوا کیا لیکن بازاری لوگ عربوں سے مل گئے۔ اس سے ترکوں کو پھر ہزیمت ہوئی لیکن بعد چندے ترکوں نے عربوں کے سرداروں کو دھوکے سے قتل کر کے عربوں کو پسپا کر دیا:۔

مساور خارجی کا خروج

۲۵۲ھ میں خلیفہ معتز نے حسین بن ابی شورات کو قاضی القضاۃ کا جلیل القدر عہدہ عطا کیا۔ اگرچہ معتز خلافت کے سابقہ رعب داب کو پھر واپس لا رہا تھا لیکن سچ یہ ہے کہ ترکوں کی تمرد و سرکشی کے باعث خلافت کا رعب اٹھ چکا تھا۔ جابجا صوبہ دار خود مختار ہو گئے تھے۔ موصل پر عقبہ بن محمد گورنر اور حسین بن بکیر پولیس افسر تھا۔ مساور بن عبداللہ بن مساور بجلی خارجی بوازیج میں رہتا تھا۔ اس کا ایک بیٹا جوثرہ نامی تھا جو نہایت خوبصورت تھا۔ حسین بن بکیر نے اس نوعمر لڑکے کو اٹھوا لیا۔ مساور نے قرب و جوار کے لوگوں کو جمع کر کے موصل کا قصد کیا۔ حسین بن بکیر بھاگ نکلا۔ مساور نے اپنے بیٹے جوثرہ کو چھڑا لیا۔ اسکے ساتھ عربوں کی جمعیت ہو گئی۔ اس نے موصل پر قبضہ کر کے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا:۔

بغا اور وصیف کا قتل

۲۵۳ھ میں ترکوں کے تمام لشکر نے جمع ہو کر مطالبہ کیا کہ انہیں چار مہینے کی تنخواہیں پیشگی دی جائیں ترکوں کے سپہ سالاروں بغا شرابی۔ وصیف اور بایا طویل نے ان

لوگوں کو سمجھانا شروع کیا۔ وصیف نے کہا خزانہ خالی ہے چار مہینے کی تنخواہیں کہاں سے
دی جائیں۔ لشکریوں نے کہا ہم اسکے ذمہ دار نہیں جہاں سے چاہو دو۔" وصیف نے مٹی
کی طرف اشارہ کر کے کہا "یہ ہے لے جاؤ۔ سپاہیوں کو غصہ آ گیا۔ انہوں نے اسی
وقت وصیف کو قتل کر ڈالا۔ مگر وصیف کو قتل کرتے ہی ترکوں کا جوش فرو ہو گیا

معتز نے وصیف کا عہدہ بغا شرابی کو دیدیا۔ لیکن بغا کا جو اثر ترکی فوج پر
تھا۔ اس سے معتز کو اندیشہ ہوا کہ بغا شرابی بغاوت نہ کر دے۔ چنانچہ معتز نے
ایک اور ترک بابکیال کی عزت افزائی شروع کی۔ اس عرصے میں بغا شرابی نے
اپنی بیٹی آمنہ کا عقد صالح بن وصیف سے اس خیال سے کر دیا کہ ترکوں میں اس کا
اثر اور بڑھ جائے۔ معتز بغا کی فکر میں لگ گیا۔ ادھر بغا شرابی نے خلیفہ معتز کے
قتل کی سازش شروع کی۔ معتز نے بابکیال کو ابھار دیا اور بابکیال نے بغا شرابی
کو قتل کرا دیا۔ اس کا سر سامرہ کے دروازہ پر نصب کر دیا گیا۔

محمد بن عبداللہ بن طاہر کی وفات

۲۵۳ھ میں محمد بن عبداللہ بن طاہر نے بغداد میں وفات پائی اور اپنے مرنے سے پہلے
اپنے بیٹے عبیداللہ کو اپنا قائم مقام کرنیکی وصیت کی مگر عبیداللہ کے دوسرے بھائی
طاہر بن محمد نے اسکی مخالفت کی اور محمد بن عبداللہ بن طاہر کے جنازہ کی نماز پڑھانے پر
ہی آپس میں لڑ پڑے۔ لیکن آخر وصیت کے مطابق عبیداللہ ہی اپنے باپ کا قائم مقام
تسلیم کیا گیا۔ مگر کچھ عرصے کے بعد خلیفہ معتز نے سلیمان بن عبداللہ بن طاہر کو محمد بن
عبداللہ طاہر کا قائم مقام بنایا اور سلیمان نے بغداد میں قیام کر کے مہمات
متعلقہ کو انجام دینا شروع کیا۔

ابن طولون

خلیفہ معتز باللہ کے زمانہ میں تو اپنے حکومت اسقدر مضمحل ہو چکے تھے کہ عمال نے دست درازی شروع کر دی جو جس ملک کا والی یا گورنر تھا اُسے اپنی ملک سمجھکر دبا بیٹھا معتز کو مصر کیطرف سے اندیشہ ہوا۔ چنانچہ اس نے ترکی سردار بابکیال کو جو بغا۔ وصیف اور سیما طویل کیطرح سر برآوردہ تھا۔ ۲۵۳ھ میں بجائے ابن مدبر کے مصر کا گورنر مقرر کیا۔ چونکہ بابکیال خود سامرہ میں رہتا تھا۔ اسلئے اُس نے اپنی طرف سے احمد بن طولون کو اپنا نائب مقرر کر کے مصر بھیجا۔ احمد کا باپ طولون ایک ترک تھا۔ جو بچپن میں فرغانہ کی لڑائی میں گرفتار ہو کر آیا تھا۔ طولون نے شاہی غلاموں کے ساتھ پرورش پائی تھی۔ اس کا بیٹا احمد بھی خاندان خلافت میں پلا تھا حکمرانی کے امور سے بخوبی واقف تھا۔ بابکیال نے احمد بن طولون کو مصر بھیجا۔ ابن طولون نے مصر پر قبضہ کر کے وہاں کا معقول انتظام کیا۔ جب کچھ عرصہ کے بعد معتز معزول ہوا اور مہتدی خلیفہ مقرر ہوا تو مہتدی نے بابکیال کو قتل کر کے یارکوج ترک کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔ یارکوج کے احمد بن طولون کے ساتھ قدیمی مراسم تھے اُس نے بھی احمد بن طولون ہی کو مصر میں اپنا نائب رکھا۔ اس طرح ابن طولون مصر پر مضبوطی سے جم گیا۔ اور اسکے بعد اسکے بیٹے وراثتاً ملک مصر کے حکمران ہوتے رہے ابن طولون ہی کا سکہ ملک مصر میں چلا۔ اسطرح پر ۲۵۳ھ سے مصر خلافت عباسیہ سے خارج ہو کر ایک علیحدہ حکومت بنگیا اور ۲۵۳ھ میں حکومت طولونیہ کی ابتدا ہوئی۔

حکومت صفار کی ابتدا

یعقوب بن لیث اپنے حقیقی بھائی عمرو بن لیث کے ساتھ سجستان میں تانبے پیتل کے

برتنوں کی دوکان کرتا تھا۔ اس وقت خلافت عباسیہ میں اختلال پیدا ہو گیا تھا۔ حکومت اور سلطنت کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے جگہ جگہ بغاوتیں اور سرکشیاں ہونے لگیں تھیں حکومت کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کیلئے خوارج نے خروج کیا۔ ان کا مقابلہ کرنے کیلئے علوی اور علویوں کے طرفدار اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہیں میں ایک شخص صالح بن نضر کنعانی بھی تھا۔ وہ علویوں کا طرفدار تھا۔ اس نے خوارج سے معرکہ آرائی شروع کی صالح کے ہمراہیوں کو منتطوعہ کہتے تھے۔ اسی لئے اسے صالح متطوعی کہنے لگے صالح متطوعی کے گرد امراء۔ روساء اور عوام الناس کا ایک گروہ جمع ہو گیا۔

یعقوب بن لیث بھی اس گروہ میں شامل ہو گیا۔ اور ایک شخص درہم بن حسن بھی جو معزز و نامور تھا آملا۔ صالح نے لڑ بھڑ کر سجستان پر قبضہ کر لیا اور خاندان طاہریہ کو وہاں سے بے دخل کر دیا۔ مگر اس کامیابی کے فوراً ہی بعد صالح کا انتقال ہو گیا اسکے بجائے لوگوں نے درہم بن حسن کو اس کا جانشین اور قائم مقام مقرر کیا مگر درہم بن حسن کچھ بزدل اور سادہ لوح تھا۔ گورنر خراسان نے اسے فریب دیکر بغداد میں بھیجدیا۔ اب صالح کے ہمراہیوں نے یعقوب بن لیث کو اپنا امیر بنایا یعقوب نہایت چالاک۔ بہادر اور باتدبیر شخص تھا اس نے اول سجستان کے تمام علاقہ پر قبضہ کیا۔ اور دربار خلافت میں لکھدیا کہ میں نے خلافت پناہی کے مخالفوں کو زیر کر لیا ہے۔ میں خلیفتہ المسلمین کا فرمانبردار ہوں۔ ساتھ ہی اس نے وعظ و پند شروع کی۔ اس سے اسکی وجاہت ظاہری میں ترقی ہوئی۔ اراکین سلطنت بھی اسکی عزت کرنے لگے۔ اسکی جمعیت میں بھی اضافہ ہو گیا۔ اس نے ہرات پر یورش کی ہرات میں محمد بن اوس انباری حاکم تھا۔ اس نے یعقوب کا مقابلہ کیا۔ لیکن ہزیمت کھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ یعقوب نے ہرات پر قبضہ کر لیا۔ اب رفتہ رفتہ اس نے خراسان کے علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ اس سے والئی خراسان کے

ہوش و حواس جاتے رہے۔ اسی زمانہ میں علی بن حسین بن شبل فارس کا گورنر تھا۔ اگرچہ وہ بھی خلیفہ سے باغی تھا اور اُس نے کئی سال سے دربار خلافت میں خراج روانہ نہ کیا تھا لیکن یعقوب بن لیث کی قوت بڑھتے ہوئے دیکھکر خلیفہ معتز کی خدمت میں کرمان کی گورنری کی درخواست بھیجدی۔ یہ بات یعقوب بن لیث کو بھی معلوم ہوگئی۔ وہ خود کرمان پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بھی خلیفہ معتز سے کرمان کی گورنری کی استدعا کی معتز ان دونوں یعنی علی بن حسین اور یعقوب بن لیث کی حقیقت اور اسکے ارادوں سے واقف تھا۔ اس نے اس خیال سے ان دونوں کے پاس سند گورنری لکھکر بھیجدی کہ یا تو دونوں آپسمیں لڑبھڑ کر ختم ہوجائیں یا کم سے کم ان دونوں میں سے ایک فنا ہوجائے اور دوسرے کی طاقت کمزور ہوجائے!

جس وقت کرمان کی سند گورنری علی بن حسین کے پاس پہنچی اس نے فوراً اپنے ایک سپہ سالار طوق بن غلس کو کرمان پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ ادھر یعقوب بن لیث کے پاس سند گورنری پہنچ گئی۔ وہ سجستان سے لشکر لیکر کرمان کی طرف چلا۔ مگر اسکے پہنچنے سے پہلے طوق نے کرمان پر پہنچکر قبضہ کرلیا۔ یعقوب نے کرمان کا محاصرہ کرلیا۔ دو مہینے تک محاصرہ کئے پڑا رہا۔ مگر فتح نہ کرسکا۔ مجبور ہوکر واپس ہوا راستہ ہی میں اسے اطلاع ملی کہ طوق لہو و لعب کی مجلسوں میں مشغول رہنے لگا ہے۔ وہ فوراً پلٹا اور تیزی سے بڑھکر اچانک کرمان پر جا دھمکا۔ طوق کو کرمان کے پھاٹک تک بند کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ یعقوب نے طوق کے ہمراہیوں کو قتل کرکے طوق کو گرفتار کرلیا اور جیل خانہ میں ڈالدیا اور کرمان پر قبضہ کرلیا:۔

علی بن حسین نے جب یہ خبر سنی تو ایک لشکر مرتب کرکے شیراز سے جو فارس کا دارالحکومت تھا نکلکر ایک ایسے مقام پر خیمہ زن ہوا جسکے ایک جانب سر بفلک پہاڑوں کا سلسلہ تھا اور دوسری طرف نہر تھی۔ ان دونوں کے درمیان راستہ

اسقدر تنگ تھا کہ دو آدمی بھی ایک ساتھ نہ چل سکتے تھے۔ یعقوب بھی اپنا لشکر لیکر آ گیا اس نے نہر میں گھوڑا ڈال دیا۔ اسکے پیچھے اسکے سواروں نے بھی نیزے آڑے کرکے اپنے گھوڑے نہر میں ڈال دیئے اور رکاب سے رکاب ملائے اطمینان سے باتیں کرتے ہوئے نہر پار ہو کر علی بن حسین پر حملہ آور ہوئے۔ ایک خونریز لڑائی کے بعد علی بن حسین کے لشکر کو شکست ہوئی۔ علی بن حسین گرفتار کر لیا گیا۔ یعقوب نے اسکی لشکر گاہ لوٹ لی اور آگے بڑھکر شہر شیراز پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ۲۵۵ھ کا ہے۔ فارس کو اپنے ممالک محروسہ میں شامل کرکے یعقوب بن لیث صفار سجستان کیطرف واپس لوٹ گیا۔ اس طرح دولت صفاریہ کی ابتداء ہوئی۔ اس حکومت کا خلافت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ جداگانہ خود مختار سلطنت قائم ہو گئی تھی۔ اسکے تفصیلی حالات آیندہ اپنے مقام پر بیان کئے جائیں گے:۔

معتز باللہ کی معزولی اور موت

معتز باللہ برائے نام خلیفہ تھا اصل حکومت ترک سردار کر رہے تھے ان ترکی سپہ سالاروں میں بھی صالح بن وصیف کو خصوصی اختیارات حاصل تھے معتز پر اس کا بڑا اثر تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ معتز صالح سے بے حد ڈرتا تھا اور تو اور خلیفہ کا خزانہ پر بھی کوئی اختیار نہ تھا۔ اُسے یہ بھی خبر نہ تھی کہ ملک کی کسقدر آمدنی ہے اور سلطنت کے کسقدر اخراجات ہیں ترکی سردار خزانہ پر بھی قابض تھے۔

خصوصیت سے صالح بن وصیف کا خزانہ پر قبضہ تھا۔ وہ جب اور جس قدر چاہتا خزانہ سے دولت سمیٹ کر لے جاتا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ خزانہ بالکل خالی ہو گیا۔ فوجیوں کی تنخواہیں ادا نہ کیجا سکیں۔ سپاہیوں نے تقاضے شروع کئے معتز کی بے بسی اس حد کو پہنچ چکی تھی۔ کہ ایک روز اسکے سامنے اس کا سیکرٹری

احمد بن اسرائیل حسن بن مخلد عہدہ دار وزارت اور ایک اور افسر ابو نوح عیسیٰ بن ابراہیم موجود تھے۔ صالح بھی آگیا۔ اس وقت فوجیوں نے قصر خلافت کو گھیر لیا اور تنخواہ کا مطالبہ کیا۔ معتز نے صالح سے کہا۔ ان لوگوں کو تنخواہ دے دو۔ صالح نے فوراً کہا۔ کہاں سے دیدوں۔ خزانہ میں ایک کوڑی بھی نہیں ہے۔ جو کچھ تھا وہ وزراء اور دوسرے افسروں نے لے لیا۔ احمد بن اسرائیل نے کہا۔ تم جھوٹ کہتے ہو۔ خزانہ تم نے خالی کیا ہے۔ غرضیکہ نوک جھونک ہونے لگی صالح غصہ میں آکر احمد بن اسرائیل سے گتھم گتھا ہو گئے۔ معتز کی موجودگی کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ اسی عرصے میں صالح کے ہمراہی ترک شمشیریں برہنہ لئے ہوئے گھس آئے۔ صالح نے حسن۔ احمد اور ابو نوح کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ انہیں گرفتار کر لو۔ چنانچہ تینوں گرفتار کر لئے گئے۔

معتز نے ہر چند صالح سے ان کی رہائی کے لئے کہا۔ لیکن صالح نے انہیں رہا نہ کیا۔ بلکہ بہت عرصے بعد ان تینوں سے کافی روپے لے کر چھوڑا۔ اس ہنگامہ سے فوجیوں کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ان کی تنخواہیں اب بھی نہ ملیں۔ انہوں نے پھر بلوا مچا کر قصر خلافت کا محاصرہ کر لیا اور خلیفہ معتز سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ ہمیں پچاس ہزار دینار مرحمت فرمائیں ہم صالح کا خاتمہ کر ڈالیں گے۔ اس سے ہمیں اور آپ کو آئندہ راحت ملے گی۔ معتز کے پاس کیا رکھا تھا۔ وہ اپنی ماں قبیحہ کے پاس دوڑا ہوا گیا۔ اس کی ماں کے پاس کثیر دولت تھی۔ معتز نے ماں سے کہا۔ اس وقت میری جان خطرہ میں ہے اگر تم پچاس ہزار دینار دیدو تو میں بچ جاؤں۔ ماں نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا میرے پاس کیا رکھا ہے۔ معتز مایوس ہو کر لوٹ آیا۔ فوجیوں نے معتز کو معزول کرنے کا ارادہ کر لیا۔ انہوں نے صالح بن وصیف۔ محمد بن بغا صغیر اور بابجیال کو اپنا شریک بنا لیا اور ان تینوں سرداروں کی معیت میں مسلح ہو کر قصر خلافت کے دروازہ پر آگئے۔ معتز کو طلب کیا۔ معتز نے کہلا بھیجا میں بیمار ہوں

اور ہیں نے ابھی روانی ہے جب سپہ سالاروں نے زیادہ اصرار کیا تو معتز نے چند سرداروں کو حاضری کی اجازت دیدی۔ مگر تمام سرداروں نے ہلہ بول دیا قصر میں گھسکر خلیفہ معتز کا پاؤں پکڑ کر باہر تک گھسیٹتے ہوئے باہر لائے۔ اس کو مارا گالیاں دیں اور مکان کے صحن میں دھوپ میں برہنہ سر کھڑا کر دیا۔ اور جو شخص اسکے پاس سے گذرتا تھا۔ اسکے منہ پر طمانچہ مارتا تھا

غرضیکہ جب معتز کی بے توقیری اور مار پیٹ حد سے بڑھ گئی تب اس سے کہا کہ اپنی خلافت کی دستبرداری لکھدو۔ معتز نے انکار کیا۔ بلوائیوں نے اسی وقت قاضی القضاۃ حسین بن ابی شوارب اور ارکین سلطنت کو بلوایا اور خلافت سے دستبرداری کا محضر نامہ لکھکر اس پر سب نے دستخط کیے۔ معتز کی ماں فتحیہ کو بھی دستخط کرنے کے لئے طلب کیا لیکن وہ سرنگ کے راستہ سے پہلے ہی بھاگ گئی اور اپنے بیٹے کو دشمنوں کے حوالہ کر گئی۔

ان لوگوں نے معتز کو ایک تہ خانہ میں بند کر دیا۔ کھانے پینے کی خبر نلی گویا وہ زندہ درگور کر دیا گیا۔ اسی تہ خانہ میں دم گھٹنے سے معتز کا دم نکل گیا۔ ۲۹ ماہ رجب ۲۵۵ھ میں معتز کو معزول کر کے تہ خانہ میں بند کیا تھا اور ۲ شعبان ۲۵۵ھ میں اسکی وفات ہوئی۔ اس نے برائے نام چار برس چھ ماہ اور چند یوم خلافت کی چوبیس برس کی عمر پائی

معتز کی ماں فتحیہ کا انجام

معتز کی معزولی کے بعد فوراً ہی فتحیہ کی ڈھونڈ پڑی لیکن وہ غائب ہو چکی تھی اس سے پہلے ہی سے یہ کھٹکا تھا کہ شاید اُسے کسی وقت محلسرا سے بھاگنا پڑے چنانچہ اس نے محلسرا سے ایک سرنگ کھدوالی تھی اور جو کچھ اُسکے پاس مال و اسباب جواہرات اور زر نقد تھا کسی کے پاس امانت رکھدیا تھا۔ ایک عرصے کے بعد جب ہنگامہ فرو ہو گیا۔ تو اس نے صالح کے پاس امان کی درخواست بھیجی صالح نے امن دے کر بلا بھیجا۔ ماہ رمضان ۲۵۵ھ میں فتحیہ نقاب ڈال کر صالح کے پاس آئی۔ پانچ لاکھ دینار کی تھیلی نذرانہ کے طور پر پیش کی

لیکن صالح کو معلوم تھا کہ اسکے پاس کثیر دولت ہے وہ اس نذرانہ پر کیوں ماننے لگا تھا۔ اس نے پہلے دم پٹی دی کہ وہ خزانہ کا پتہ بتا دے" مگر جب اُس نے نہ بتایا تو قتل کی دھمکی دی۔ جان کے خوف سے اُس نے خزانہ بتا دیا جو زیر زمین تھا جب صالح نے کھدوایا تو ایک کروڑ تین لاکھ دینار اور کئی بیش قیمت جواہرات نکلے صالح نے اس تمام دولت کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ رفتہ رفتہ لوگوں کو بھی خبر ہو گئی۔ سب نے فتیحہ کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا کہ اس سنگدل اور کم بخت ماں نے اتنی دولت ہوتے ہوئے پچاس ہزار دینار بیٹے کو نہ دیئے اور اسے قتل کرا دیا۔ فتیحہ مفلس و قلاش ہو کر مکہ معظمہ چلی گئی اور وہیں مقیم رہی ۲۶۴ھ میں پھر سامرہ آئی اور یہاں آ کر مر گئی:۔

مہتدی باللہ

اس کا نام محمد بن واثق باللہ بن معتصم باللہ بن ہارون رشید تھا۔ اسکی کنیت ابو اسحٰق تھی مہتدی باللہ کا خطاب پایا۔ وہ اپنے دادا معتصم باللہ کے عہد خلافت میں ۲۱۵ھ میں پیدا ہوا تھا۔ معتز کے معزول کے بعد ۲۹ رجب ۲۵۵ھ میں سینتیس ۳۷ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا وہ گندم گوں چھریرے بدن کا خوبصورت شخص تھا۔ صوم و صلوٰۃ کا بڑا پابند تھا تخت نشین ہونے کی تاریخ سے مقتول ہونے تک برابر روزے رکھتا رہا:۔ مہتدی باللہ اگرچہ نہایت بہادر۔ دانشمند اور پرہیزگار شخص تھا لیکن بدقسمتی سے اُسے کوئی مددگار نہ ملا۔ اور زمانہ ایسا خراب پایا کہ خلافت اسلامیہ کی قوت و عظمت اور شوکت و عزت کو دوبارہ واپس لانا نہایت دشوار تھا جس وقت معتز نے خلافت سے دستبرداری دے دی اس وقت تمام اراکین سلطنت۔ رؤسائے شہر اور سرداران لشکر نے جمع ہو کر معتز کے چچازاد بھائی محمد بن واثق باللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور مہتدی باللہ کا لقب دیا۔ مہتدی کی خلافت کی بیعت ۲۹ رجب ۲۵۵ھ چہارشنبہ کے روز ہوئی:۔

عنانِ خلافت

مہتدی باللہ نے عنانِ خلافت ہاتھ میں لیتے ہی تمام لونڈیوں اور مغنیوں کو
سامرہ سے نکلوا دیا۔ رقص و سرود کی محفلوں کی ممانعت کر دی مجلس میں جس قدر درندے
تھے انہیں مروا دیا اور جس قدر رکھے تھے انہیں نکلوا دیا۔ اگرچہ زمانہ پُر آشوب تھا۔ فتنہ اور
فساد کے ہوشربا طوفان اٹھ رہے تھے۔ خلافت عباسیہ کی کشتی ڈگمگا رہی تھی لیکن
خلیفہ مہتدی نے دربار عام میں عدل و انصاف شروع کر دیا۔ درخواستوں کو خود پڑھتا
اوران پر مناسب احکام صادر کرتا سلطنت میں اصلاح شروع کی سلیمان بن وہب
کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ غرضیکہ یہ کوشش کی کہ کسی طرح دولتِ عباسیہ کی شان عظمت
پھر لوٹ آئے

صالح بن وصیف کا قتل

مہتدی باللہ کو خلافت ترکوں نے عطا کی تھی۔ ترک اس قدر قابو یافتہ ہو گئے
تھے کہ برائے نام کسی کو خلیفہ مقرر کر کے اسکے نام سے خود حکومت کیا کرتے تھے
ان ترکوں میں بھی بعض سلطنت کے کلی طور پر مالک تھے۔ جو چاہتے کرتے تھے۔ کوئی
بھی ان سے بازپرس نہ کر سکتا تھا۔ حتیٰ کہ خلیفہ بھی ان سے جواب طلب کرنے کی
جرأت نہ کرتا تھا۔ ان میں صالح بن وصیف سب سے زیادہ قابو یافتہ تھا۔ تمام فوج
اسکے کہنے میں تھی۔ اراکین اس سے ڈرتے تھے وزیر اعظم اسکی چاپلوسی میں لگے رہتے
تھے۔ صالح بن وصیف نے مہتدی باللہ کو تخت نشین کرنے کے بعد ہی احمد بن
اسرائیل زید بن معتز باللہ اور ابو نوح کو گرفتار کر کے ان کا مال و اسباب ضبط کر کے
انہیں قتل کر دیا۔ اسکے بعد حسن بن مخلد کو گرفتار کر کے اس کا مال و اسباب بھی لے لیا
خلیفہ مہتدی باللہ کو جب ان واقعات کا علم ہوا تو وہ ناراض ہوا اور اس نے

چھین پہ جبین ہو کر کہا کہ ان لوگوں کو سزا دی کے لئے قید ہی کی مصیبت کیا کم تھی۔ جو انہیں قتل کر دیا۔ جب معتز معزول اور مہتدی تخت نشین ہوا۔ اس وقت موسیٰ بن بغا دار الخلافہ میں موجود نہ تھا۔ [illegible] لیا ہوا تھا معتز کی والدہ قبیحہ نے اسے صالح کی زیادتیوں کی داستان لکھ بھیجی تھی۔ وہ معتز کے خون کا بدلہ لینے کا اعلان کر کے سامرہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور سامرہ میں آ کر باخلافت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ صالح بن وصیف موسیٰ کے آنے کی خبر سنتے ہی روپوش ہو گیا تھا۔

خلیفہ مہتدی نے موسیٰ کی باریابی کی اجازت دی۔ موسیٰ نے مہتدی کے پاس آتے ہی اسے گرفتار کر کے ایک خچر پر سوار کرایا اور قید خانہ میں لے جانا چاہا مہتدی نے کہا۔ موسیٰ خدا سے ڈر یہ کیا غضب کرتا ہے آخر تیری نیت کیا ہے؟ موسیٰ نے جواب دیا میری نیت بخیر ہے تم صالح کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنے ہوئے ہو۔ مہتدی نے کہا۔ میں خود اس سے ناخوش ہوں۔

موسیٰ نے کہا۔ اگر یہ بات ہے تو آپ حلف اٹھائیے کہ صالح کی طرفداری نہ کرینگے۔ مہتدی نے حلف اٹھایا۔ موسیٰ نے اسی وقت صالح کے ہاتھ پر بیعت کر لی اب موقعہ تھا کہ مہتدی صالح اور موسیٰ میں جلوا کر ترکوں کی قوت کمزور کر دیتا تاکہ خلافت عباسیہ کی عظمت رفتہ واپس آ جاتی۔ لیکن اس نے اس کے برعکس یہ کوشش کی کہ ان دونوں میں صلح ہو جائے۔ اس کی اس کوشش کا یہ نتیجہ ہوا کہ موسیٰ کو یہ شبہ گذرا کہ مہتدی کو صالح کا پتہ معلوم ہے اس نے صالح کو چھپا رکھا ہے۔ مگر وہ بتاتا نہیں۔

چنانچہ موسیٰ کے مکان پر ترکوں نے جمع ہو کر خلیفہ مہتدی باللہ کو معزول یا قتل کر ڈالنے کی تدبیریں سوچیں مہتدی باللہ کو اس کا علم ہو گیا اگلے دن وہ لباس فاخرہ پہنکر اور خوشبو لگا کر ہتھیاروں سے مسلح ہو کر دربار میں آیا اور ترکوں سے

غضبناک لہجہ میں کہا:۔

مجھے تمہارے کل کے مشوروں کا حال معلوم ہو چکا ہے میں دوسرے خلفائ کیطرح نہیں ہوں میں مرنے اور مارنے کو کھیل سمجھتا ہوں۔ او نا عاقبت اندیشو جبتک میرے ہاتھ میں تلوار ہے کوئی میرا بال بیکا نہیں کرسکتا میں تم میں سے بہتوں کی جانیں لے لوں گا میری دشمنی تمہارے وبال کا باعث ہو گی لیکن میں قسم کھا کر تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ مجھے صالح کا حال بالکل معلوم نہیں ہے میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں روپوش ہے:۔

پھر بابجیال اور محمد بن بغا سے مخاطب ہوکر کہا تم دونوں صالح کے شریک حال تھے صالح نے جب معتز کی ماں قبیحہ کی دولت اس سے چھینی تم نے بھی اسمیں سے حصہ لیا تھا۔ یاد رکھو مجھے تمام واقعات یاد ہیں۔ خلیفہ مہتدی کی اس تقریر کو سنکر دم بخود رہ گئے اور فتنہ وفساد کی جو شورش ہو رہی تھی۔ اسمیں سکون پیدا ہو گیا۔ اسکے بعد موسٰے نے منادی کرادی کہ جو شخص صالح کو گرفتار کر کے لائے گا اسے دس ہزار درھم انعام ملینگے۔ اتفاق سے صالح کا پتہ چل گیا۔ موسٰے نے اسے قتل کرا کر اس کا سر نیزہ پر چڑھایا اور تمام شہر میں اسکی تشہیر کرائی:۔

خلیفہ مہتدی کی معزولی و قتل

خلیفہ مہتدی نے یہ غلطی کی کہ صالح کے قتل کی خبر سنکر موسٰے سے سخت ناخوش ہو گیا اور بابجیال ترکی سردار کو خط لکھا کہ موقعہ پا کر موسٰے کو قتل کر دو۔ اتنا نہ سمجھا کہ موسٰے اور بابجیال دونوں ترک ہیں۔ پھر ان میں آپس میں کوئی عداوت بھی نہیں ہے۔ بابجیال موسٰے کو کیوں قتل کردے گا۔ چنانچہ بابجیال نے موسٰی کو خلیفہ مہتدی کا خط دکھادیا۔ موسٰے جوش اور غصہ میں بھر کر قصر خلافت پر

چڑھ آیا۔ عربوں اور فرغانہ والوں نے مہتدی کی حمایت کی ترکوں سے ان کی کئی لڑائیاں ہوئیں۔ اتفاق سے بابکیال گرفتار ہوکر خلیفہ مہتدی کے روبرو پیش ہوا خلیفہ نے اُسے قتل کرا کر اس کا سر ترکوں کی طرف پھینک دیا۔ اس سے ترکوں میں زبردست اشتعال پیدا ہوا اور فرغانہ کے وہ ترک جو خلیفہ کے حامی تھے خلیفہ کا ساتھ چھوڑ کر باغی ترکوں سے جا ملے۔ جس زمانہ میں باغی ترکوں نے خلیفہ مہتدی باللہ کا قصر خلافت میں محاصرہ کر رکھا تھا۔ اس وقت بغداد، سامرہ اور دوسرے مقامات کے لوگ مہتدی باللہ کی فتح کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ کیونکہ عام طور پر لوگ خلیفہ مہتدی باللہ سے بہت زیادہ خوش تھے اور اُسے خلیفہ صالح کہا کرتے تھے لیکن مہتدی باللہ کا ساتھ دینے والا کوئی بھی باقی نہ رہا۔ مجبور ہوکر وہ بھاگا۔ اُس نے اپنے ہاتھ سے قید خانہ کا دروازہ اسی اُمید میں کھول دیا کہ شاید قیدی ہی اسکی طرف سے لڑیں۔ مگر وہ بھی رہا ہوتے ہی مفرور ہو گئے۔ جب مہتدی تنہا رہ گیا تو بھاگ کر احمد بن جمیل افسر پولیس کے مکان میں جا چھپا لیکن بلوائی وہاں سے نکال لائے اور ۱۴ رجب ۲۵۶ھ کو قتل کر ڈالا۔ خلیفہ مہتدی باللہ نے ساڑھے گیارہ مہینے خلافت کی اور اڑتیس ۳۸ سال کی عمر میں مقتول ہوا۔

مہتدی باللہ خلفائے عباسیہ میں نہایت دیندار، منصف مزاج، متقی اور پرہیزگار تھا۔ اُس نے مے نوشی کی ممانعت کر دی تھی۔ اراکین سلطنت کو ظلم کرنے سے روکتا تھا۔ دفتر کے کام کی سخت نگرانی کرتا تھا۔ خود روزانہ اجلاس کرتا اور دربار عام میں مقدمات فیصل کیا کرتا۔ منشیوں کے حساب کتاب کی خود جانچ کرتا۔ اسکی سادہ زندگی کے متعلق ایک روایت مشہور ہے۔ جو ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے۔ ہاشم بن قاسم روایت کرتا ہے کہ میں ایک روز رمضان کے مہینہ میں شام کے وقت مہتدی باللہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ جب دن چھپنے لگا تو اٹھا۔ مہتدی باللہ نے کہا افطار کا وقت آ گیا ہے

اب کہاں جاتے ہو۔ بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ ہم نے کھجوروں سے افطار کیا۔ پھر مغرب کی نماز پڑھی۔ نماز پڑھکر مہتدی باللہ نے کھانا طلب کیا۔ ایک بید کی توکری میں کھانا آیا۔ اس میں پتلی پتلی روٹیاں تھیں۔ ایک پیالی میں تھوڑا نمک دوسری میں سرکہ۔ تیسری میں زیتون کا تیل تھا۔ مہتدی باللہ نے مجھ سے بھی کھانے کو کہا۔ میں نے کھانا شروع کیا۔ دل میں سوچا یہ معمولی کھانا پہلے آیا ہے بعد میں اچھا کھانا آئیگا اسلئے آہستہ آہستہ کھانے لگا۔ مہتدی باللہ نے میری طرف دیکھکر کہا۔ کیا تمہارا روزہ نہ تھا۔ میں نے عرض کی روزہ تھا۔ اُس نے پھر پوچھا۔ کیا کل روزہ رکھنے کا ارادہ نہیں ہے؟ میں نے کہا رمضان کا مہینہ ہے روزہ کیوں نہ رکھوں گا:۔

مہتدی باللہ نے کہا تب شکم سیر ہوکر کھاؤ۔ یہ امید نہ رکھو کہ اچھا کھانا آتا ہوگا ہمارے یہاں اسکے سواء اور کوئی کھانا نہیں ہے۔ میں نے کہا۔ مگر یہ معاملہ کیا ہے خدا تعالے نے تو آپکو تمام نعمتیں عطا کر رکھی ہیں۔

مہتدی باللہ نے کہا۔ یہ سچ ہے۔ مگر میں نے غور کیا تو خلفائے بنوامیہ میں سے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کو پایا۔ وہ کم کھانے اور رعایا کی راحت رسانی کرنے کے باعث لاعز ہو گئے تھے۔ پھر میں نے اپنے خاندان پر غور کیا۔ مجھے شرم آئی کہ ہم لوگ بنو ہاشم ہوکر عمر بن عبدالعزیز کی مانند بھی نہ ہو سکے۔ اسی لئے میں نے یہ کھانا اختیار کیا ہے:۔

پانچواں باب (۵)

دورِ ناکامی

معتمد علی اللہ

اس کا نام احمد بن متوکل علی اللہ بن معتصم باللہ بن ہارون رشید تھا کنیت ابو اسحاق تھی۔ اسکی ماں کا نام فتیان تھا۔ جو ایک رومی پرستار تھی۔ معتمد علی اللہ خطاب پایا۔ معتمد علی اللہ ۲۲۹ھ میں پیدا ہوا تھا۔ تائیس ۲۷ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اس نے عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ مگر عبید اللہ ۲۶۳ھ میں گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ اسکے بعد محمد بن مخلد کو عہدہ وزارت عطا ہوا۔ کچھ عرصے کے بعد موسیٰ بن بغا اور محمد بن مخلد میں ان بن ہو گئی۔ موسیٰ کے خوف کی وجہ سے محمد کو معزول کر کے سلیمان بن وہب کے سپرد قلمدان وزارت ہوا۔ پھر اسے بھی معزول کر کے قید کر دیا اور حسن بن زید کو وزارت دی گئی۔

علویوں کا خروج

چونکہ خلافت عباسیہ دن بدن کمزور ہوتی جا رہی تھی۔ صوبوں کے حکمران خود مختار ہوتے جا رہے تھے اسلئے سلطنت کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کیلئے علویوں نے بھی خروج شروع کر دیا۔ ۲۵۵ھ میں ابراہیم بن محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ بن محمد بن حنفیہ بن علی بن ابی طالب نے جو ابن صوفی کے لقب سے مشہور تھا مصر میں خروج کیا۔ ابن طولون نے اسکے مقابلہ کے لئے لشکر بھیجا۔ ابن صوفی نے اسے ہزیمت دے کر سپہ سالار کو قتل کر ڈالا۔ ابن طولون نے دوسرا لشکر بھیجا

مقام احیسم میں صف آرائی ہوئی۔ ابن صوفی کو ہزیمت ہوئی۔ وہ بھاگ کر الواحات میں جا پہنچا۔ پھر لشکر مرتب کر کے نکلا۔ ابن طولون نے پھر لشکر اسکے مقابلے پر بھیجا ابن صوفی ہمت ہار کر عیذاب کی طرف بھاگ گیا۔ دریا عبور کر کے مکہ معظمہ میں پہنچا ہمراہی تتر بتر ہو گئے۔ والئی مکہ نے ابن صوفی کو گرفتار کر کے ابن طولون کے پاس مصر میں بھیجدیا۔ ابن طولون نے قید کر دیا۔ کچھ عرصے کے بعد رہا کر دیا۔ وہ مدینہ منورہ میں چلا گیا۔ اور وہیں فوت ہو گیا۔ اسی سال یعنی ۲۵۶ھ علی بن زید علوی نے کوفہ میں خروج کیا اور کوفہ پر قبضہ کر کے کوفہ کے گورنر کو نکال دیا۔

خلیفہ معتمد نے شاہ بن میکال نامی ایک ترک سردار کو علی بن زید کے مقابلہ پر بھیجا۔ شاہ بن میکال پہلے ہی معرکہ میں ہزیمت اٹھا کر بھاگ آیا۔ تب خلیفہ معتمد نے ایک اور ترکی سردار کیجور کو مامور کیا۔ علی بن زید کیجور کے آنیکی خبر سنتے ہی کوفہ کو چھوڑ کر قادسیہ چلا گیا۔ کیجور نے یکم شوال ۲۵۶ھ کو کوفہ پر قبضہ کر لیا۔

ماہ ذی الحجہ ۲۵۶ھ میں کیجور نے علی بن زید پر حملہ کیا۔ لڑائی ہوئی۔ علی کے بہت سے ہمراہی مارے گئے۔ کیجور نے علی کو گرفتار کر لیا اور اُسے ساتھ لے کر دار الخلافہ میں آیا۔ اسی سال یعنی ۲۵۶ھ میں حسین بن زید طالبی نے خروج کر کے رے پر قبضہ کر لیا۔ موسےٰ بن بغا اس کے مقابلہ کو روانہ کیا گیا۔

ایک شخص علی نامی نے جو اپنے آپکو علوی کہتا تھا اور دعوےٰ کرتا تھا کہ میں علی بن محمد بن احمد بن احمد بن عیسےٰ ہوں خروج کر کے اول بحرین پر حملہ آور ہوا وہاں سے شکست کھا کر احسا چلا آیا یہاں اس نے اپنا سلسلہ نسب اور بتایا۔

دراصل وہ علوی نہ تھا۔ کیونکہ وہ خوارج کے عقاید کا پابند تھا۔ بلکہ بات یہ ہے کہ چونکہ علوی جابجا خروج کر رہے تھے اسلئے اس کے دل میں بھی امنگ اٹھی اور اس نے بھی اپنے آپکو علوی مشہور کر کے خروج کیا۔

وہ بصرہ میں آیا۔ ان دنوں محمد بن رجاء بصرہ کا گورنر تھا۔ اسے علی کے آنے کا حال معلوم ہو گیا۔ محمد بن رجاء نے اسکی گرفتاری پر چند سپاہی مامور کر دیئے۔ علی کو بھی خبر ہو گئی۔ وہ وہاں سے بھاگ کر بغداد چلا گیا۔ لیکن اس کا بیٹا۔ اسکی بیوی اور اسکے ہمراہی گرفتار ہو گئے۔

زنگیوں کا خروج

یہی علی جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے بغداد سے پھر ایک سال بعد بصرہ میں آیا۔ اور خفیہ خفیہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے لگا۔ جب اسکی جمعیت بڑھ گئی۔ تو اس نے یکایک خروج کر کے بصرہ کے گورنر محمد بن رجاء کو بصرہ سے نکال دیا۔ جیلخانہ توڑ کر قیدیوں کو اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ علی نے قصر عرشی میں قیام کیا۔ اسے معلوم تھا کہ بصرہ میں کثرت سے زنگی غلام موجود ہیں علی نے اعلان کر دیا کہ جو زنگی غلام اس کے جھنڈے کے نیچے آئے گا۔ وہ آزاد ہے۔ اس اعلان کو سنکر زنگی غلاموں کا انبوہ کثیر اسکے پاس آکر جمع ہو گیا۔ ان غلاموں کے آقاؤں نے جب علی کے پاس آکر غلاموں کی نسبت گفتگو کرنا چاہی تو علی نے غلاموں کو اشارہ کر دیا زنگی غلاموں نے اپنے آقاؤں کو مارنا شروع کر دیا۔ شرفائے بصرہ یہ کیفیت دیکھکر ڈر گئے۔ علی نے ان لوگوں کو رہا کر دیا۔ جنھیں زنگی غلاموں نے گرفتار کر لیا تھا۔ زنگی غلام جوق جوق اسکے پاس آنے لگے۔ علی انہیں پر جوش تقریریں کر کے ملک گیری اور مال غنیمت حاصل کرنے پر برانگیختہ کرتا رہتا۔

جب علی کے پاس زنگیوں کی کافی جمعیت ہو گئی۔ تب اس نے نہر میمون کیطرف سے دجلہ پر حملہ کر کے حاکم حمیری کو نکال دیا اور دجلہ پر قبضہ کر لیا۔ یہاں سے ابلہ کیطرف بڑھا۔ ابلہ میں ابن عون حاکم تھا۔ وہ چار ہزار کی جمعیت سے علی کے مقابلہ پر آیا۔ مگر زنگیوں نے ابن عون کو شکست دیکر بھگا دیا۔ علی کے ہمراہیوں

نے اس کا سب مال و اسباب لوٹ لیا۔ علی نے قادسیہ کا رخ کیا اور قادسیہ اور اسکے نواح کو تاراج کر کے لوٹ لیا۔ اس سے اسکی قوت بہت زیادہ بڑھ گئی۔ وہاں سے وہ بصرہ کیطرف چلا۔ اہل بصرہ اسکے مقابلہ کو آئے۔ علی نے اپنے ایک افسر یحییٰ بن محمد کی پانچسو سواروں کی جمعیت سے بصرہ والوں کے مقابلہ پر بھیجا۔ یحییٰ نے پہلے ہی معرکہ میں اہل بصرہ کو شکست دیکر بھگا دیا اور آلات حرب اور تمام سامان ان سے چھین لیا۔ اسکے بعد چند مرتبہ اہل بصرہ بڑے ساز و سامان سے علی کے مقابلہ کیلئے آئے۔ مگر ہر مرتبہ شکست کھا کر بھاگ گئے زنگیوں نے بصرہ پر قبضہ کرکے اسے لوٹ لیا۔ جب زنگیوں کے طوفان بدتمیزی کی اطلاع دربار خلافت میں پہنچی تو زنگیوں کی سرکوبی کیلئے ابوہلال ترکی چار ہزار فوج کی جمعیت سے مامور کیا گیا۔ نہر ابان پر زنگیوں اور ترکوں کی صف آرائی ہوئی۔ زنگیوں نے ترکوں کو ہزیمت دیکر لشکرگاہ کو لوٹ لیا۔ اسکے بعد ابو منصور، جو بنو ہاشم کا آزاد غلام تھا، عظیم الشان لشکر زنگیوں کے مقابلہ پر آیا۔ زنگیوں نے اُسے بھی شکست فاش دی ابو منصور میدان جنگ میں مارا گیا۔ زنگیوں نے تمام آلات حرب اور سامان پر قبضہ کرلیا۔ اب زنگیوں کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے دیہات اور قصبات میں لوٹ مار شروع کردی۔ اس سے انھیں بڑی دولت حاصل ہوگئی۔ اسکے بعد زنگیوں نے بصرہ کا رخ کیا۔ بصرہ والوں نے پھر ان کا مقابلہ کیا۔ زنگیوں نے پھر انہیں شکست دے کر بصرہ پر قبضہ کیا۔ وہاں سے ابلہ پر حملہ آور ہوئے اور بزور شمشیر ابلہ پر بھی قابض ہوگئے۔ انہوں نے ابلہ میں آگ لگادی اور تمام ابلہ جلکر خاک سیاہ ہوگیا۔ جب اس قیامت خیز واقعہ کی اطلاع اہل عبادان کو پہنچی۔ تو انہوں نے امان کی درخواست کی۔ زنگیوں نے انہیں امان دے دیا۔ لیکن ان کی تمام دولت لوٹ لی۔ یہاں سے وہ اہواز کیطرف بڑھے۔ اہواز کا حاکم ان کی آمد کی خبر سنتے ہی بھاگ کھڑا ہوا۔ زنگیوں نے اہواز میں داخل ہوکر قتل اور لوٹ کا بازار گرم کردیا۔ سینکڑوں حسین عورتوں کو پکڑ لیا:۔

محکمۂ مال کے افسر ابراہیم بن مدبر کو گرفتار کر لیا۔ اسے ایک مکان میں قید کر دیا۔ دو سپاہی دیو زنگی اسکی حفاظت و نگرانی پر مامور کئے گئے۔ ابراہیم نے ان زنگیوں سے سازش کر کے ایک سرنگ کھدوائی۔ اور اس کے ذریعہ سے بھاگ کر اپنے اہل و عیال میں جا پہنچا خلیفہ معتمد نے اپنے حاجب (لارڈ چمبرلین) سعید بن صالح کو ۲۵۷ھ میں زنگیوں سے جنگ کرنے پر مامور کیا۔ سعید نے میدان جنگ میں پہنچ کر شیاعت زنگیوں کو شکست دی اور جو کچھ ان کے پاس تھا وہ ان سے چھین لیا۔ مگر زنگیوں کے سرداروں نے پھر زنگیوں کو جمع کر کے سعید پر حملہ کیا۔ اس معرکہ میں سعید کو ہزیمت ہوئی۔ زنگیوں نے اس کا لشکر گاہ لوٹ کر جلا دیا۔ سعید سامرہ میں بھاگ آیا۔ یہ کیفیت دیکھکر خلیفہ معتمد نے جعفر بن منصور خیاط کو زنگیوں کی مہم پر مامور کیا۔ لیکن وہ بھی زنگیوں سے شکست کھا کر بحرین میں بھاگ آیا۔ زنگیوں نے پھر بصرہ کا رخ کیا اور بزور حملہ کر کے ۱۵ شوال ۲۵۷ھ کو بصرہ پر قبضہ کر کے اہل بصرہ کو بڑی بے رحمی سے ذبح کر ڈالا جو کچھ ملا لوٹ لیا۔ بصرہ والوں نے امان طلب کی۔ امان مانگنے والوں کو دارالامارت میں جمع کیا اور جب سب جمع ہو گئے۔ تو انہیں بڑی بے دردی سے قتل کر ڈالا جامع مسجد اور سر بفلک محلات میں آگ لگا دی۔ آگ نے اس قدر زور پکڑا کہ بصرہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل گئی۔ جس طرف نظر جاتی تھی آگ کے شعلے نظر آتے تھے۔ بڑی بڑی عالیشان اور قیمتی عمارتیں جل کر تودۂ خاک بن گئیں۔ لوٹ مار کی انتہا نہ رہی۔ خونریزی کی بھی حد نہ رہی۔ جو سامنے آیا قتل کر دیا گیا۔ جب خلیفہ معتمد کو اس قیامت خیز واقع کی اطلاع ہوئی تو اس نے محمد معروف بہ مولد کو عظیم الشان لشکر کے ساتھ بصرہ کی جانب روانہ کیا۔ مولد بصرہ کے قریب پہنچا پسماندہ اہل بصرہ اسکے پاس آئے۔ زنگیوں کی حشر خیزی کی داستان سنائی۔ اس نے انہیں تسلی دی اور اپنے ساتھ لے لیا۔ زنگیوں کے سردار جبیت نے

بصرہ سے نکلکر نہر معقل پر مقابلہ کیا۔ زنگیوں نے شبخون مارا۔ تمام رات اور سارا دن لڑائی ہوئی ماہی۔ آخر مولد کو شکست ہوئی۔ زنگیوں نے تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ اور جامدہ تک مولد کا تعاقب کیا۔ اس کے بعد زنگیوں نے آبادیوں کو لوٹنا اور برباد کرنا شروع کیا۔ نواح بصرہ کا امن و امان خاک میں مل گیا۔ وحشی زنگیوں نے اپنی تمام قوت قتل و خونریزی اور لوٹ مار میں صرف کردی۔ اچھی طرح غارت گری کا بازار گرم کرکے نہر معقل کی جانب واپس آئے۔ خلیفہ معتمد نے ان واقعات کو سنکر اپنے بھائی احمد موفق کو جسے اس نے مکہ معظمہ کی گورنری پر مامور کیا تھا۔ مکہ معظمہ سے بلا کر مصر قنسرین اور عواصم کی گورنری دی اور مفلح کو جو ایک نامور فوجی افسر تھا۔ خلعت فاخرہ عطا کیا۔ اور ان دونوں کو ایک عظیم الشان فوج دے کر زنگیوں کے مقابلہ کو روانہ کیا

زنگیوں کا سردار خبیث بصرہ میں تھا۔ اور اس کے سپہ سالار ایک علی بن ابان نہر بحییٰ پر تھا اور دوسرا یحییٰ بن محمد طبرانی نہر عباس پر مقیم تھا۔ خبیث نے علی بن ابان کو موفق کے مقابلہ کیلئے بھیجا۔ اسکی مٹھ بھیڑ مفلح سے ہوگئی۔ جو موفق کے مقدمتہ الجیش پر تھا۔ دوران جنگ میں مفلح کام آیا۔ شاہی لشکر شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ موفق اس وقت ٹل کر ابلہ کیجانب چلا آیا اور نہر اسد پر قیام کیا۔

سوئے اتفاق سے لشکر میں وبا پھوٹ نکلی۔ موفق نہر اسد سے کوچ کرکے بادرود میں آٹھہرا اور وہاں لڑائی کا انتظام مکمل کرکے خبیث کے لشکر سے جا بھڑا نہر ابو خصیب پر جنگ ہوئی۔ موفق نے کثیر التعداد زنگیوں کو قتل کرکے بقیہ کو بھگا دیا اور ان بدبختوں کے چنگل سے بہت سی ان عورتوں کو چھین لیا جنھیں انہوں نے گرفتار کر رکھا تھا۔ اس معرکہ کو سر کرکے موفق سامرہ میں واپس آگیا۔

یحییٰ بن محمد بحرانی کا قتل

خلیفہ معتمد علی اللہ نے اہواز پر صطیخور ترکی کو گورنر مقرر کیا۔ صطیخور کو معلوم تھا کہ زنگیوں

کہ ایک سردار یحییٰ بحرانی نہر عباس پر پڑاؤ ڈالے پڑا ہے۔ اصطیخور نے یحییٰ بحرانی پر حملہ کیا۔ زنگی خوب جی توڑ کر لڑے۔ لیکن مسلمانوں نے انہیں شکست دی۔ بہت سے زنگی نہر میں ڈوب کر مر گئے۔ یحییٰ زخمی ہو کر ایک کشتی میں جا چھپا۔ اہل کشتی نے یحییٰ کو گھاٹ پر جا کر اتار دیا۔ گھاٹ کے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ یحییٰ نے اس گاؤں میں جا کر زخموں کا علاج شروع کیا۔ طبیب کو جو اس کا معالج تھا اس کی طرف سے شبہ پیدا ہوا۔ اس نے موفق کے لشکر میں جا کر اطلاع کر دی (موفق کچھ لشکر نہر ابو خصیب کے قریب چھوڑ گیا تھا)۔ فوجیوں نے گاؤں میں جا کر یحییٰ بحرانی کو گرفتار کر کے سامرہ بھیج دیا۔ یہاں خلیفہ معتمد کے حکم سے اس ظالم و بے رحم کے اول ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اور پھر اسے قتل کیا گیا۔

زنگیوں کا اہواز پر قبضہ

زنگیوں کو یحییٰ بحرانی کے مارے جانے کا سخت صدمہ ہوا۔ ۲۵۹ھ میں خبیث نے اپنے نامور سپہ سالاروں میں سے علی بن ابان اور سلیمان بن موسےٰ شعرانی کو اہواز کی جانب روانہ کیا۔ وہاں اصطیخور سے مقابلہ ہوا۔ اثنائے جنگ میں اصطیخور مارا گیا۔ زنگیوں نے اہواز پر حملہ کر کے خوب لوٹ مار کی۔

عبدالرحمٰن کا کامیاب حملہ

خلیفہ معتمد کو جب معلوم ہوا کہ زنگیوں نے اہواز پر قبضہ کر لیا ہے تو اس نے ۲۵۹ھ میں زنگیوں کی مہم پر موسےٰ بن بغا کو مامور کیا۔ موسےٰ نے اہواز پر عبدالرحمٰن بن مفلح کو اور بادرد پر ابراہیم بن سیما کو مقرر کیا۔ عبدالرحمٰن بن مفلح نے علی بن ابان پر حملہ کیا۔ زنگی میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ علی بن ابان بھاگ کر

خبیث کے پاس پہنچا۔ عبدالرحمٰن قلعہ مہدی میں چلا آیا۔ علی بن ابان تازہ دم زنگیوں کا لشکر لے کر قلعہ مہدی پر حملہ آور ہوا۔ عبدالرحمٰن بن مفلح نے اُسے وہاں سے بھی بھگا دیا۔ علی نے پلٹ کر ابراہیم بن سیما پر حملہ بول دیا۔ ابراہیم کو ہزیمت ہوئی مگر فوراً ہی عبدالرحمٰن بن مفلح اسکی مدد کو پہنچ گیا۔ اسلامی لشکر پھر جمع ہو کر علی بن ابان پر آ ٹوٹا۔ زنگیوں کو ہزیمت ہوئی۔ علی بن ابان بقیہ زنگیوں کو لے کر عبادان کیطرف روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں نئے اور بید کا جنگل تھا۔ ابراہیم بن سیما نے بڑھکر جنگل میں آگ لگا دی۔ زنگی گھبرا کر باہر نکلے۔ عبدالرحمٰن بن مفلح نے ان پر دھاوا کر دیا۔ قریب تھا کہ علی اور اسکے ساتھی زنگیوں کا کام تمام ہو جائے کہ خبیث کیطرف سے کمک آ پہنچی۔ زنگیوں کے اُکھڑے ہوئے قدم جم گئے۔ لیکن عبدالرحمٰن اور اُس کے مقدمۃ الجیش کے افسر طاشتمر ترکی نے اس شدت سے حملہ کیا کہ زنگیوں کی بڑی تعداد ماری گئی۔ بہت سے گرفتار ہو گئے۔ باقی بھاگ نکلے۔ علی بن ابان نے بھی پھر بھاگ کر خبیث کے پاس جا کر دم لیا۔

صفار کی فتوحات

یعقوب بن لیث صفار کا تذکرہ خلیفہ معتز کے عہد خلافت کے واقعات میں بیان کیا گیا ہے۔ دولت صفاریہ کا بانی یہی شخص تھا۔ وہ فارس پر قابض و دخیل ہو گیا تھا۔ مگر پھر ایک مرتبہ فارس پر دولت عباسیہ کا شبابی پرچم لہرا گیا اور خلافت عباسیہ کی طرف سے حرث بن سیما گورنر تھا۔ انہیں دنوں فارس عراق عرب کا باشندہ محمد بن واصل بن ابراہیم تمیمی مقیم تھا۔ یہ شخص نہایت چالاک تھا۔ اس نے ایک طرف تو صفار سے راہ و رسم پیدا کی۔ دوسری طرف کُردوں سے میل جول پیدا کر کے حرث بن سیما پر اچانک حملہ کر دیا۔ حرث ہنگامہ دار و گیر میں مارا گیا۔

محمد بن واصل نے فارس پر قبضہ کر لیا۔ خلیفہ معتمد نے حسن بن فیاض کو فارس کا گورنر مقرر کر کے بھیجا۔ یعقوب بن لیث صفار نے فارس کا رخ کیا۔ معتمد اس خبر کو سنکر سخت برہم ہوا۔ مگر موفق نے خلیفہ کو ٹھنڈا کر کے مصلحت وقت سمجھکر بلخ اور طخارستان کی سند گورنری یعقوب بن لیث صفار کے پاس بھجوا دی۔

یعقوب نے فارس کا خیال چھوڑ دیا اور بلخ اور طخارستان پر پہنچکر قبضہ کر لیا پھر بلخ سے کابل پہنچا اور اتبیل کو گرفتار کر لیا۔ وہاں سے واپس آ کر ایک قاصد معہ ہدایا اور تحائف کے خلیفہ معتمد کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور سجستان میں پہنچکر چند روز قیام کر کے ہرات آیا اور شہر کرخ کا محاصرہ کر لیا۔ کچھ عرصے کے بعد اہل کرخ نے محاصرہ سے تنگ آ کر شہر کے دروازے کھول دیئے۔ یعقوب صفار نے کرخ پر قبضہ کر کے بوشنج پر دھاوا بول دیا۔ اس پر بھی قابض ہو گیا۔ وہاں سے چل کر ہرات اور باذغیس پر قبضہ کر کے پھر سجستان میں لوٹ آیا۔ ۲۵۹ھ میں اس نے خراسان پر یورش کی۔ اور وہاں سے خاندان طاہریہ کے افراد کو خارج کر کے خراسان پر قبضہ جما لیا۔ جب اس امر کی اطلاع خلیفہ معتمد کو ہوئی تو اس نے ایک تہدید آمیز فرمان یعقوب صفار کے پاس بھیجا کہ:۔

ما بدولت و اقبال کو تمہارا خراسان پر قبضہ کرنا سخت ناگوار گذرا ہے جن ممالک کی تمہیں سند گورنری دی گئی ہے تم انہیں پر قانع رہو خراسان اور دوسری اطراف میں تصرف نہ کرو ورنہ تم دولت عباسیہ کے مخالفوں میں شمار کیئے جاؤ گے اور تمہارے ساتھ مخالفانہ برتاؤ کیا جائے گا:۔

لیکن یعقوب صفار پر اس تہدید کا کوئی بھی اثر نہ ہوا۔ اس نے خاندان طاہریہ کے ایک سو ساٹھ ۱۶۰ آدمی گرفتار کر کے سجستان بھیجدیئے اور خراسان کے تمام صوبجات پر

اپنے نائب مقرر کر دیئے۔ سنہ ۲۶۶ھ میں حسن بن زید علوی نے دیلم سے فوج جمع کر کے یعقوب صفار پر حملہ کیا۔ سخت لڑائی کے بعد حسن بن زید شکست کھا کر دیلم کی طرف واپس آ گیا۔ اور یعقوب صفار نے اریہ اور آمل پر قبضہ کر کے سجستان کی طرف مراجعت کی:۔

موصل میں بغاوت

خلیفہ معتمد نے موصل کی گورنری پر ایک ترک سردار اساتکین کو مامور کیا تھا۔ اساتکین نے ماہ جمادی الاول ۲۵۹ھ میں اپنے بیٹے اذکرتکین کو اپنا نائب مقرر کر کے موصل میں بھیجا۔ اذکرتکین نے موصل میں پہنچ کر دند مچا دی۔ فسق و فجور، شراب نوشی، زنا، ظلم اور سفاکی کا دروازہ کھول دیا۔ ایک روز ایک لشکری نے بدمستی کی حالت میں ایک عورت پر دست درازی کی۔ عورت نے شور مچایا۔ اتفاق سے اس طرف سے ادریس حمیری ایک بزرگ گذر رہے تھے۔ انہوں نے اس عورت کی عزت بچائی سپاہی نے اذکرتکین سے ادریس کی شکایت کر دی۔ اذکرتکین نے ادریس کو گرفتار کرا کر خوب پٹوایا۔ یہ بات اہل شہر کو سخت ناگوار گذری۔ انہوں نے مشورہ کیا کہ اذکرتکین کی حرکتوں کی اطلاع خلیفہ کو کرنی چاہیئے۔ اذکرتکین کو اس مشورہ کی خبر ہو گئی۔ تو لشکر لے کر چڑھ آیا۔ شہر والوں نے جمع ہو کر اس کا مقابلہ کیا اور اُسے مار کر شہر سے نکال دیا۔ پھر تمام اہل شہر نے متفق ہو کر یحییٰ بن سلیمان کو اپنا امیر منتخب کر لیا۔ سنہ ۲۶۱ھ میں اساتکین نے ہیثم بن عبداللہ بن عمر تغلبی کو ترکوں کی فوج دے کر موصل پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا۔ اہل موصل نے بڑی دلیری سے ترکوں کا مقابلہ کر کے انہیں ہزیمت دی۔ ہیثم اپنا سا منہ لے کر واپس چلا آیا۔ اساتکین نے دوبارہ اسحاق بن ایوب تغلبی (بنو حمدان کے دادا) کو ترکوں کی جمعیت کے ساتھ بھیجا۔ اہل موصل نے اس لشکر کو بھی ہزیمت

دیکر بھگا دیا۔ اور اب یحییٰ بن سلیمان مستقل طور سے موصول میں حکومت کرنے لگا

یعقوب صفار کا فارس پر قبضہ

فارس پر محمد بن واصل قابض تھا۔ خلیفہ معتمد اس سے ناخوش ہو گیا تھا اور اسے معزول کر کے ابوالساج کو فارس کی سند گورنری عطا کی تھی۔ مگر ابوالساج زنجیوں سے معرکہ آرا ہو رہا تھا۔ وہ ابھی فارس کی طرف نہیں گیا تھا کہ یعقوب بن لیث صفار لشکر لے کر سجستان سے فارس پر چڑھ دوڑا۔ محمد بن واصل نے اس کا مقابلہ کیا۔ نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ یعقوب صفار نے واصل کو شکست دی وہ بمشکل اپنی جان بچا کر بھاگا۔ یعقوب صفار نے تمام فارس پر قبضہ کر لیا۔ خراسان اسکے قبضے میں پہلے ہی آ چکا تھا۔ اب ۲۶۱ھ میں فارس پر بھی قبضہ ہو گیا :۔

دولت سامانیہ کی ابتدا

سلطنت سامانی کا تفصیلی حال تو اپنے مقام پر آئندہ بیان کیا جائے گا لیکن سامانی خاندان کا کچھ تذکرہ سلسلہ کو مربوط رکھنے کے لئے بیان کیا جاتا ہے۔ اسد بن سامان خراسان کے ایک نامور اور ذی عزت خاندان کا مشہور شخص تھا۔ اسکے چار بیٹے نوح۔ احمد۔ یحییٰ اور الیاس تھے۔ جس زمانہ میں مامون خراسان کی گورنری پر مامور تھا۔ اسی زمانہ میں یہ چاروں بھائی مامون کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

مامون نے ان چاروں کو معزز عہدوں پر ممتاز کیا۔ جب مامون خراسان میں غسان بن عباد کو اپنا نائب بنا کر بغداد کی جانب آیا تو غسان نے نوح کو سمرقند کی۔ احمد کو فرغانہ کی۔ یحییٰ کو شاش و شروسنہ کی اور الیاس کو ہرات کی حکومت دی۔ جب غسان کے بجائے طاہر بن حسین کو خراسان کی حکومت ملی

تو اس نے بھی ان چاروں کو ان کے عہدوں پر بحال رکھا۔ کچھ عرصے کے بعد نوح کا انتقال ہو گیا۔ طاہر نے نوح کے صوبہ سمرقند کو بھتیجے اور احمد کے علاقوں میں شامل کر دیا۔ ان سب بھائیوں میں احمد نہایت نیک اور خوش خلق تھا۔ کچھ عرصے کے بعد ہرات میں الیاس نے وفات پائی۔ اس وقت خراسان کا گورنر طاہر کا بیٹا عبداللہ تھا۔ عبداللہ بن طاہر نے الیاس کے بیٹے ابو اسحاق محمد کو اسکی باپ کی جگہ پر مقرر کیا۔ تھوڑے دنوں میں احمد فوت ہو گیا۔ احمد کے سات بیٹے نصر۔ یعقوب یحییٰ۔ اسمٰعیل اسحاق۔ ابوالاشعث۔ اسد اور ابو غانم تھے۔ اس کا بڑا بیٹا نصر اس کا قائم مقام مقرر ہوا۔ نصر اس صوبہ پر اس وقت تک مامور رہا۔ جب تک خراسان میں خاندان طاہر حکمران رہا۔ جب خاندان طاہریہ بے دخل ہوا اور خراسان پر یعقوب بن لیث صفار قابض ہو گیا تو ۲۶۱ھ میں خلیفہ معتمد علی اللہ نے براہ راست صوبہ سمرقند کی سند گورنری بھیجدی۔ اس سے قبل یہ قاعدہ تھا کہ خلیفہ کیجانب سے خراسان کا حکمران مقرر ہوتا تھا۔ اور خراسان کا حاکم مختلف علاقوں کے امیر مقرر کیا کرتا تھا۔ لیکن اب خراسان پر یعقوب بن لیث صفار کا قبضہ ہو چکا تھا۔ اسلئے خلیفہ معتمد نے مناسب سمجھا کہ علاقہ ماوراءالنہر میں بھی دولت عباسیہ کی حکومت وسیاست قائم رہے خلیفہ معتمد نے نصر کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ یعقوب صفار سے اس ملک کی حفاظت کرے۔ نصر نے اپنے بھائی اسماعیل کو بخارا کی امارت عطا کی اور خود سمرقند میں حکومت کرتا رہا

اتفاق سے ۲۷۵ھ میں دونوں بھائیوں نصر اور اسماعیل میں کچھ ان بن ہو گئی۔ جو رفتہ رفتہ اس حد تک بڑھی کہ نوبت لڑائی تک پہنچ گئی۔ ایک خونریز جنگ کے بعد اسماعیل کو فتح حاصل ہوئی۔ نصر گرفتار ہوا۔ جب نصر کو اسکے بھائی اسماعیل کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو چھوٹا بھائی اسماعیل دوڑ کر اپنے بڑے بھائی نصر کے

پاؤں پر گر پڑا۔ اُسے تخت پر لاکر بٹھایا۔ اپنی فرمانبرداری کا اقرار کیا۔ دونوں بھائیوں میں صفائی ہو گئی۔ دونوں بدستور سابق حکومت کرنے لگے۔ اسمٰعیل نہایت منکسر المزاج، سخی اور اہل علم کا قدردان تھا۔ اسی اسماعیل نے دولت سامانیہ کی بنیاد قائم کی جس کا ذکر آئندہ کیا جائے گا۔

ولی عہدی کی بیعت

ماہ شوال ۲۶۱ھ میں خلیفہ معتمد نے دربار عام کیا اور تمام امراء وزراء اور اراکین سلطنت کے مورچہ میں یہ اعلان کیا کہ میرے بعد میرا بیٹا جعفر ولی عہد سلطنت ہے۔ جعفر کو مفوض الی اللہ کا لقب دیا۔ اور یہ بھی اعلان کیا کہ جعفر کے بعد میرا بھائی ابو احمد موفق مستحق خلافت ہے۔ ابو احمد کو الناصر الدین اللہ الموفق کا لقب دیا۔ اسی دربار میں یہ بھی کہہ دیا کہ اگر میری وفات کے وقت میرا جعفر بالغ نہ ہو تو اول میرا بھائی موفق خلیفہ ہو گا۔ اور اسکی وفات کے بعد جعفر ہو گا۔ انہیں شرائط پر جعفر اور موفق کے لئے بیعت لی گئی۔ اور جعفر کو افریقہ، مصر، شام، جزیرہ، موصل اور آرمینیا کی حکومت دی گئی اور موسٰے بن بغا کو اس کا نائب مقرر کیا گیا۔ موفق کو بلاد شرقیہ، بغداد، کوفہ، طریق مکہ، یمن، کسکر، اہواز، فارس، اصفہان، رے، زنجان اور سندھ کی حکومت عطا کی۔ ان دونوں ولیعہدوں کے لئے خلیفہ معتمد نے دو سفید و سیاہ جھنڈے بنائے۔ ولی عہدی کی بیعت لینے کے بعد خلیفہ معتمد نے زنجیوں کی مہم پر مامور کیا۔ موفق نے اپنی طرف سے مسرور بلخی کو اہواز، بصرہ اور کور دجلہ پر اپنا نائب مقرر کر کے بطور مقدمتہ الجیش کے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ اور خود جنگی تیاریوں میں مصروف ہوا۔

جنگ صفّار

انہیں ایام میں جب خلیفہ معتمد کو معلوم ہوا کہ یعقوب صفار نے خراسان اور ہرات وغیرہ پر قبضہ کر لیا ہے تو خلافت پناہی نے یعقوب صفار سے اس حکم عدولی کا جواب طلب کرنے کے لئے اسماعیل بن اسحٰق اور ایک ترک سردار فہوج کو روانہ کیا۔ یعقوب نے کوئی تسلی بخش جواب نہیں اسماعیل اور فہوج لوٹ آئے۔ اور انہوں نے خلیفہ سے بیان کیا کہ یعقوب صفار کا ارادہ موصل کیطرف پیشقدمی کرنے کا ہے۔ اسماعیل کے ساتھ یعقوب صفار کا سکریٹری درہم نامی یعقوب کی یہ درخواست لایا تھا کہ اسے طبرستان۔ جرجان سے اور فارس کی حکومت اور بغداد کی پولیس کی افسری دیدی جائے۔ خلیفہ نے یعقوب صفار کی یہ درخواست منظور کرلی صوبہ جات سجستان اور کرمان کی حکومت یعقوب کو پہلے ہی دیجا چکی تھی۔ اب ان صوبوں کی امارت بھی دے دیگئی۔ درہم واپس یعقوب صفار کے پاس گیا۔ یعقوب نے کہا۔ امیرالمومنین کا شکریہ ادا کرنے کے لئے دردولت پر حاضر ہونا ضروری ہے۔" وہ سامرا کیطرف روانہ ہوا۔ اہواز میں ابوالساج نے اس کا شاندار استقبال کیا اور بڑی دہوم سے اسکی دعوت کی۔ یعقوب اہواز سے بغداد کیطرف روانہ ہوا۔ جب ترکوں نے اس خبر کو سنا تو ان میں کھلبلی مچگئی۔ انہوں نے خلیفہ معتمد سے کہنا شروع کر دیا کہ یعقوب کی نیت بخیر نہیں ہے وہ کورنمک سے یقیناً بدارادہ سے اسطرف آرہا ہے۔ خلیفہ معتمد کو بھی یہی خیال ہوا۔ چنانچہ خلیفہ بغداد سے چلکر زعفرانیہ میں آیا۔ لشکر مرتب کیا اور اپنے بھائی موفق کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ موفق روانہ ہوا۔ اس نے اپنے لشکر کے میمنہ میں موسےٰ بن بغا کو اور میسرہ میں مسرور بلخی کو مقرر کیا۔ قلب لشکر میں

خود رہا۔ پہلے یعقوب کے میمنہ سے موفق کے میمنہ کی مڈبھیڑ ہوئی بسخت جنگ ہوا بہت دلیری سے لڑا۔ لیکن اسکے کئی نامور افسر ابراہیم بن اسیحا وغیرہ مارے گئے۔ موفق کے میمنہ کو شکست ہو گئی موفق نے ایک بلند مقام پر چڑھ کر ہزیمت خوردہ فوج کو آواز دی۔ سپاہی لوٹ پڑے موفق نے انہیں ساتھ لیکر نہایت شدت سے حملہ کیا۔ صفار کی فوج بھی نہایت دلیری سے لڑی۔ صبح سے عصر تک نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ عصر کے وقت خلیفہ معتمد کیطرف سے محمد بن اوس اور دیرانی تازہ دم فوج لیکر آپہنچے۔ ان نئی فوج نے جونہی حملہ کیا۔ یعقوب بن لیث صفار کا لشکر شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ موفق کی فوج نے یعقوب صفار کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ محمد بن طاہر والئی خراسان بھی پابہ زنجیر اسی لشکر گاہ میں تھا۔ موفق نے فوراً اسے رہا کر کے خلعت فاخرہ عطا کی اور بغداد کی پولیس افسری عنایت کر دی۔ صفار میدان جنگ سے شکست کھا کر خوزستان کیطرف روانہ ہوا اور جندیسابور میں جا کر قیام کیا۔ موفق نے اس وقت صفار کا تعاقب نہ کیا بلکہ واسط میں پہنچ کر لشکر کو ترتیب دینے لگا۔ اسی اثنا میں بیمار ہو گیا اور بغداد لوٹ آیا۔ خلیفہ معتمد بھی سامرا چلا گیا۔ جبکہ صفار موفق سے مصروف جنگ تھا اس وقت محمد بن واصل نے موقعہ پاکر فارس پر قبضہ کر لیا۔ اور خلیفہ معتمد کو اسکی اطلاع دی۔ خلیفہ نے خوش ہو کر فوراً اسے سند گورنری بھیجدی۔ صفار کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس نے ایک لشکر عمر بن سری کو دیکر فارس بھیجا۔ عمر نے محمد بن واصل کو فارس سے نکال کر پھر اس پر قبضہ کر لیا۔ انہیں ایام میں جبکہ صفار جندیسابور میں مقیم تھا زنگیوں کے سردار خبیث نے صفار کے پاس خط بھیجا۔ اسے خلیفہ سے جنگ کرنے کی ترغیب دی۔ اور اس کی مدد کرنے کا وعدہ کیا۔ صفار نے اسکے خط کے جواب میں یہ سورۃ لکھ کر بھیجدی: قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ۝ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ۝

لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ :) یعنی اے منکرو میں اسکی پرستش نہیں کرتا جس کی تم پرستش کرتے اور نہ تم اسے پوجتے ہو جسے میں پوجتا ہوں اور نہ میں اسے پوج سکتا ہوں جسے تم نے پوجا ہے اور نہ تم اسکی پرستش کر سکتے ہو جس کی میں پرستش کرتا ہوں۔ تمہارا راستہ اور ہے اور میرا راستہ اور ہے :۔

واسط پر زنگیوں کا قبضہ

یعقوب صفار جندی سابور سجستان چلا گیا اور جندی سابور میں اپنا ایک عامل مقرر کر گیا اور اپنے ایک سردار محمد بن عبداللہ بن ہزار مرد کردی کو اہواز کی حکومت پر مامور کر کے بھیجدیا۔ زنگیوں نے اہواز پر صفار کا قبضہ تسلیم کر لیا۔ واسط سے موفق کے جاتے ہی تمام شاہی لشکر لوٹ پڑا۔ زنگیوں نے واسط کو خالی دیکھکر اسکی طرف پیش قدمی کی۔

موفق نے محمد بن مولد کو واسط کی امارت پر مامور کر کے ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ بھیجا۔ زنگیوں کی طرف سے سلیمان بن جامع واسط کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس نے اپنے سردار خبیث سے مدد طلب کی۔ خبیث نے خلیل بن ابان کو فوج دیکر بھیجا ان دونوں سرداروں نے مل کر واسط پر حملہ کیا۔ محمد بن مولد واسط میں پہنچ چکا تھا۔ اس نے زنگیوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن شاہی فوج کو شکست ہوئی۔ زنگیوں نے واسط میں گھس کر قتل عام شروع کر دیا۔ لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا۔ دوکانات اور مکانات جلا دیئے گئے۔ غرضیکہ واسط کو زنگیوں نے ویران کر دیا۔ یہ واقعہ ۲۶۳ھ کا ہے :

احمد بن طولون کا شام پر قبضہ

ملک شام میں ماجور نامی ایک ترک گورنر تھا۔ ۲۶۴ھ میں اس نے وفات پائی اس کا بیٹا اسکا قائم مقام ہوا۔ احمد بن طولون یہ خبر سنتے ہی مصر میں اپنے بیٹے عباس کو اپنا جانشین بنا کر مصر سے دمشق کیطرف روانہ ہوا اور دمشق کے قریب پہنچکر ابن ماجور

کو لکھا کہ بارگاہ خلافت سے تمام کا صوبہ مجھے عنایت ہؤا ہے تمہیں میری اطاعت میں کیا عذر ہے۔ ابن ماجور احمد بن طولون سے رملہ میں آ کر ملا اور اپنی اطاعت کا اظہار کیا۔ ابن طولون نے ابن ماجور کو رملہ کی حکومت دے دی اور آگے بڑھ کر دمشق پر قبضہ کر لیا۔ دمشق سے حمص حماۃ اور حلب کیطرف گیا۔ کسی نے بھی اسکی مزاحمت نہ کی وہ ان مقامات پر قابض ہو گیا پھر وہ انطاکیہ کیطرف بڑھا۔ وہاں سیما طویل ایک ترک حکمران تھا۔ اُس نے احمد بن طولون کا مقابلہ کیا۔ احمد بن طولون نے اسے شکست دیکر انطاکیہ پر قبضہ کر لیا۔ اثنائے جنگ میں سیما طویل مارا گیا۔ اب احمد بن طولون نے طرسوس کا رخ کیا اور اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ غرضیکہ رفتہ رفتہ احمد بن طولون نے تمام ملک شام پر قبضہ کر لیا۔ اُس نے سرحدی مقامات پر فوجیں متعین کیں حران میں چھاؤنی قائم کی۔ رقہ کی حفاظت پر اپنے غلام لولو کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ ۲۶۶ھ میں ابن طولون نے ملک شام کا خاطر خواہ انتظام کر کے مصر کی طرف مراجعت کی۔

یعقوب صفّار کی وفات

یعقوب بن لیث صفار کی طاقت بہت کچھ بڑھ چکی تھی۔ وہ ملک کے بڑے حصے پر قابض ہو گیا۔ آدمی ہوشیار، مدبر اور جنگجو تھا۔ جس شہر پر حملہ کرتا تھا اس پر قابض ہو جاتا تھا۔ کسی کو اسکے مقابلہ کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ آئین جہانداری سے بھی واقف تھا۔

خلیفہ معتمد نے جب یہ دیکھا کہ ملک شام پر ابن طولون قابض ہو گیا ہے، مصر پہلے ہی سلطنت عباسیہ سے نکل چکا تھا۔ عراق کے بڑے حصہ پر زنگیوں نے قبضہ کر لیا۔ مشرق کے بڑے صوبے فارس اور خراسان بھی نکل گئے تو خلیفہ نے یہ مناسب سمجھا کہ یعقوب صفار کو اپنانے کے لئے خراسان وغیرہ صوبوں کی باقاعدہ سند حکومت عطا کر دے۔ تاکہ یعقوب صفار دولت عباسیہ کی اطاعت و فرمانبرداری سے منحرف نہ ہو اور ملک میں امن و انتظام قائم رہے۔ چنانچہ اس نے یعقوب صفار سے اسکے متعلق خط و کتابت شروع کی۔

ابھی یہ سلسلہ جنبانی شروع ہی ہوئی تھی کہ ۹ شوال ۲۶۵ھ کو یعقوب صفار نے بعارضہ قولنج مقام جندساپور میں وفات پائی:-

عمرو بن لیث صفّار کی تخت نشینی

یعقوب صفار نے اپنا جانشین اپنے بھائی عمرو بن لیث صفّار کو مقرر کیا تھا چنانچہ یعقوب کی وفات کے بعد عمرو بن لیث صفار تخت نشین ہؤا اس نے خلیفہ معتمد کی خدمت میں اطاعت و فرمانبرداری کے اظہار کی عرضی روانہ کی۔ اس عرضی کو دیکھکر خلیفہ معتمد بہت خوش ہؤا۔ اس نے اسی وقت عمرو بن لیث صفّار کے نام خراسان۔ اصفہان سندھ سجستان کی سند گورنری روانہ کرکے بغداد اور سامرا کی پولیس کی افسری بھی عطا کردی ساتھ ہی خلعت فاخرہ بھی روانہ کیا۔ عمرو بن لیث کو اس سے بڑا اطمینان حاصل ہؤا ادھر خلیفہ کے اس فرمان اور خلعت بھیجنے کا یہ اثر ہؤا کہ عام طور پر لوگوں نے عمرو بن لیث صفّار کی حکومت کو تسلیم کرلیا۔ اس سے اسکی طاقت اور بھی بڑھ گئی:-

زنگیوں کی چیرہ دستیاں

زنگیوں کی چیرہ دستیاں اس لئے روز بروز ترقی کررہی تھیں کہ خلافت پناہی کیطرف سے انکی گوشمالی کیلئے کوئی معقول انتظام نہیں کیا جاتا تھا۔ صوبہ داران کے مقابلہ میں جاتے تھے اور شکست کھاکر آجاتے تھے۔ زنگیوں کے سردار تو وہ لوگ تھے جو کسی وقت مسلمان تھے لیکن اب اسلام سے دور جاپڑے تھے۔ کیونکہ زنگیوں کے دو سردار زبردست تھے۔ ایک بہبود اور دوسرا خبیث ان میں بہبود امیر البحر تھا۔ اور خبیث بری اور بحری فوجوں کا سپہ سالار اعظم تھا۔ یہ دونوں اور ان کی فوجوں کے تمام سردار منبروں پر چڑھکر خلفائے راشدین۔ اہلبیت اور ازواج مطہرات سب کو

برا کہتے اور گالیاں دیتے تھے۔ ایک ایک سردار اور بعض قابو یافتہ زنگیوں نے دس دس اور پندرہ پندرہ علوی اور ہاشمی عورتیں قید و تصرف میں رکھ چھوڑی تھیں۔ بہبود نے اول اول عالم الغیب ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر رسالت کا مدعی بن بیٹھا۔ غرضیکہ زنگی لامذہب اور زنگیوں کے سپہ سالار مشرک کافر تھے۔ ان کی چیرہ دستیاں قریباً دس سال سے تھیں اور اس دس سال کے عرصہ میں وہ تقریباً ایک کروڑ مسلمانوں کو قتل کر چکے تھے

علی بن محمد نے ان زنگیوں کو غلامی سے آزاد کیا۔ اول اول تو زنگی اسکے مطیع رہے پھر اس سے الگ ہو کر انہوں نے اپنی ایک جماعت قائم کر لی اور قتل و غارت گری کرتے۔ آبادیوں کو ویران بناتے اور مسلمانوں کو قتل کرتے پھرنے لگے۔ ۲۶۵ھ میں علی بن ابان نے قلعہ تستر پر فوج کشی کی تستر صوبہ اہواز میں تھا۔ موفق نے اپنی جانب سے صوبہ اہواز پر سرور بلخی کو امیر مقرر کیا تھا اور سرور نے تکین بخاری کو علاقہ تستر کی امارت پر مامور کر رکھا تھا۔ تکین نے جب علی بن ابان زنگیوں کے سردار کی یورش کا حال سنا تو وہ تستر کو بچانے کیلئے بڑی تیزی سے بڑھا۔ اہل تستر زنگیوں کے محاصرے سے تنگ آ کر قلعہ انکے حوالے کرنے ہی والے تھے کہ تکین لشکر لیکر پہنچ گیا۔

اسکے آ جانے سے قلعہ والوں کو بڑی تقویت ہوئی۔ انہوں نے قلعہ کے اندر سے اور تکین نے باہر سے زنگیوں پر حملہ کر دیا۔ اس دو طرفہ حملہ سے گھبرا کر زنگی بھاگ کھڑے ہوئے اور پل پر قیام کر دیا۔ مخبروں نے تکین تک یہ خبر پہنچا دی۔ تکین اسی وقت ایک فوجی دستہ لیکر چڑھ دوڑا۔ رات کا وقت تھا۔ چاندنی رات تھی۔ دودھیا چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ علی بن ابان کی مجلس میں شراب کا دور چل رہا تھا۔ خوبصورت خوبصورت کنیزیں ناچ اور گا رہی تھیں عیش و عشرت کا رنگ جما ہوا تھا۔ عین اس وقت تکین نے پہنچکر چھاپہ مارا۔ بہت سے زنگی مارے گئے۔ باقی پسپا ہوئے۔ علی بن ابان بھی بھاگا۔ مسلمانوں نے زنگیوں کا کیمپ لوٹ لیا۔

زنگیوں کے استیصال کی کوشش

جب زنگیوں کی چیرہ دستیاں حد سے گذر گئیں اور اہل عراق انکے مظالم سے تنگ آکر بغداد کیجانب ہجرت کر کے آنے لگے تب حکومت عباسیہ کو حرکت ہوئی اور زنگیوں کے استیصال کی تیاریاں کی جانے لگیں موفق نے زنگیوں کے مقابلہ کیلئے عظیم الشان لشکر مرتب کرنا شروع کیا:

ابو العباس بن موفق کی روانگی

موفق نے اپنے بیٹے ابو العباس کو (یہ وہی ابو العباس ہے جو خلیفہ معتمد کے بعد سریر خلافت پر متمکن ہوا اور المعتضد باللہ کے لقب سے مشہور ہوا) ماہ ربیع الثانی ۲۶۶ھ میں دس ہزار فوج دیکر خشکی اور تری دونوں جانب سے روانہ کیا ایک طرف سے جنگی کشتیوں کا بیڑا چلا اور دوسری طرف سے ابو العباس بری فوج لیکر روانہ ہوا۔ بحری فوج پر ابو حمزہ نصیر مامور ہوا تھا۔ یہ دونوں لشکر دیر عاقول میں پہنچکر خیمہ زن ہوئے ابو حمزہ نصیر نے ابو العباس کو اطلاع دی کہ زنگیوں کے مقدمۃ الجیش پر جبائی ہے اور وہ جزیرہ میں بردودبا کے قریب مقیم ہے اور اسکی مدد کیلئے سلیمان بن موسے شعرانی ایک فوج گراں لئے معرابان میں پڑا ہوا ہے ابو العباس نے یہ سنتے ہی اسی وقت کوچ کر دیا:-

زنگیوں پر پہلی فتح

زنگیوں نے اس مہم کیلئے بیحد فوجیں جمع کر رکھی تھیں اور چونکہ انہوں نے یہ سن رکھا تھا کہ ابو العباس نو عمر و ناتجربہ کار ہے اس سے یہ خیال قائم کر لیا تھا کہ وہ زنگیوں کی کثرت کی خبر سنکر معرکہ آرا ہونیکا حوصلہ نہ کریگا۔ ابو العباس نے زنگیوں کی خبریں لانیکے لئے مخبر یا جاسوس مقرر کر دیئے تھے۔ ان جاسوسوں نے ابو العباس کو اطلاع دی کہ زنگیوں کا

بے شمار لشکر ہے جس کا ایک سرا صلح کے اس کنارہ پر ہے اور دوسرا واسط کے نشیبی میدان تک پھیلا ہوا ہے۔ ابوالعباس پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ معمولی راستہ چھوڑ کر ایک غیر معروف راستہ سے نصر کیطرف جو بحری بیڑا لئے ہوئے دریا میں مقیم تھا بڑھا اثنائے راہ میں زنگیوں کے مقدمتہ الجیش کا سامنا ہو گیا۔ ابوالعباس نے پُرزور حملہ کر کے زنگیوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ مگر پھر فوراً اپنے لشکر کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ شاہی لشکر کے پیچھے ہٹتے ہی زنگیوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ دفعتاً عباس رک گیا اور للکار کر کہا۔ نصر! لینا ان کتوں کو۔ جانے نہ پائیں نصر دوسری طرف سر راہ چھپا ہوا تھا۔ زنگیوں کو اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ نصر اپنا لشکر لیکر نکل کھڑا ہوا اور نہایت شدت سے زنگیوں پر حملہ کر دیا۔ زنگیوں کے ہوش گم ہو گئے۔ نہر کیطرف بھاگے۔ ابوالعباس نے رومال کے اشارہ سے بحری فوج کو بھی حملہ کرنے کا حکم دیدیا۔ مسلمان کشتیوں میں سے کود کود کر زنگیوں پر آ پڑے۔ چاروں طرف سے زنگی گھر گئے۔ بدحواس ہو کر جس کا جس طرف منہ اٹھا بھاگ کھڑا ہوا۔ شاہی لشکر نے چھ کوس تک ان کا تعاقب کیا۔ ان کے لشکرگاہ کو لوٹ لیا۔ شاہی لشکر کو زنگیوں کے مقابلہ میں یہ پہلی فتح حاصل ہوئی۔

زنگیوں کی دوبارہ ہزیمت

متذکرہ شکست کا یہ اثر ہوا کہ سلیمان بن جامع نہر ابین کی طرف سلیمان بن موسیٰ شعرانی بازار تمیس کیطرف اور جبائی کسی دوسری طرف بھاگ گئے۔ ابوالعباس واسط سے ایک کوس کے فاصلے پر جا مقیم ہوا۔ اس شکست کے ایک ہفتہ کے بعد سلیمان نے اپنے لشکر کے تین حصے کئے اور تین اطراف سے ابوالعباس پر حملہ کرنے کی غرض سے بڑھا کچھ فوج کشتیوں میں سوار کر کے دریا کیطرف سے روانہ کی۔ ابوالعباس اور نصر نے خشکی میں مقابلہ کیا۔ دست بدست لڑائی شروع ہو گئی صبح سے ظہر کے وقت تک ہنگامہ

کارزار گرم رہا ظہر کے وقت زنگی ہمت ہار کر بڑی بے ترتیبی سے بھاگ نکلے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل اور قید کرنا شروع کر دیا۔ زنگیوں کی جنگی کشتیاں بھی گرفتار کر لی گئیں۔ ہزاروں زنگی تلوار کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ سلیمان اور جبائی بھاگ ہزار وقت اپنی جانیں بچا کر طہشا پہنچے (سلیمان نے طہشا کا نام منصورہ رکھا تھا) ابوالعباس اپنے لشکرگاہ میں واپس آیا اور دشمنوں کی جو کشتیاں ہاتھ آئی تھیں ان کی درستی کا حکم دیا

ایک اور بحری معرکہ

زنگی جب شکست کھا کر بھاگے تو راستوں میں کنوئیں اور گڑھے کھود کر انہیں خس پوش کر گئے۔ جب شاہی لشکر اس طرف سے گذرا تو چند سوار گڑھوں میں گر پڑے ابوالعباس نے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ خبیث کو اپنے لشکروں کی ہزیمت کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے کچھ لشکر دریا کے راستہ سے روانہ کر کے ہدایت کی کہ شاہی لشکر پر شبخون مارنا۔ اس لشکر نے ابوالعباس کی چند کشتیاں گرفتار کر لیں ابوالعباس یہ خبر پا کر طوفان کی طرح لپکا اور اپنی کشتیوں کے علاوہ دشمن کی تیس ۳۰ کشتیاں جو مال و اسباب سے لدی ہوئی تھیں گرفتار کر لایا۔ زنگیوں کو اسکی اس ہوشیاری اور مستعدی پر بڑا طیش آیا۔ مگر شاہی لشکر کے رعب کی وجہ سے وہ کچھ نہ کر سکے۔

ایک اور ہزیمت

سلیمان بن جامع تو طہشا میں جا چھپا جسے وہ منصورہ کہا کرتا تھا۔ اور شعرانی بازار خمیس میں پناہ گیر ہوا۔ بازار خمیس کا اصل نام منیعہ تھا۔ ابوالعباس خشکی کے رستہ سے منیعہ کیطرف بڑھا اور نصر دریا کے راستہ سے چلا۔ اتفاق سے ابوالعباس کا مقابلہ زنگیوں کے مقدمۃ الجیش سے ہو گیا۔ اسلیئے ابوالعباس شہر منیعہ تک نہ جا سکا۔ ان کی لڑائی میں الجھ کر رہ گیا۔ لیکن نصر نے منیعہ پر جا دھاوا کیا۔ آتشباری شروع کر دی۔ زنگی

جو شمیں آکر قلعہ سے باہر نکلے۔ مگر جب مسلمانوں نے تیروں کا مینہہ برسایا تو وہ گھبرا کر پھر قلعہ میں جا گھسے۔ نصر نے بے شمار زنگیوں کو قتل کر ڈالا اور سینکڑوں کو گرفتار کر لیا۔ پھر وہ واپس لوٹ کر ابو العباس سے آملا۔ ابو العباس نے بھی اپنے سامنے والے زنگیوں کو شکست دے کر بھگا دیا تھا۔ لشکر اسلام مظفر و منصور اپنے لشکر گاہ میں لوٹ آیا خبیث ان ہزیمتوں کے واقعات سُنکر علی بن ابان اور سلیمان بن جامع کو متفق ہو کر مسلمانوں سے لڑنے کی ہدایت کی :۔

موفق کی میدان جنگ میں آمد

موفق ابھی تک بغداد ہی میں مقیم تھا۔ وہ لشکر کی ترتیب اور رسد کی فراہمی میں مصروف تھا۔ جب اس نے سُنا کہ زنگیوں کے دونوں نامور سردار علی بن ابان اور سلیمان بن جامع متفق ہو کر حملہ کرنیوالے ہیں تو وہ ربیع الاول ۲۶۷ھ کو بغداد سے کوچ کر کے واسط میں آیا۔ ابو العباس نے حاضر ہو کر تمام واقعات عرض کئے۔

موفق نے ہونہار دلاور بہادر بیٹے کے کارناموں کی داد دی اور اسکے تمام سرداروں کو خلعتیں مرحمت کیں سپاہیوں کو انعامات :۔

منیعہ کی فتح

دوسرے دن موفق نے نہر شداد پر جا کر قیام کیا۔ ابو العباس شرقی دجلہ میں دہانہ بردودا میں جا اترا۔ ۲ دو دن تک دونوں مقیم رہے تیسرے روز ابو العباس نے منیعہ کیطرف پیشقدمی کی۔ موفق بھی بحری بیڑا لیکر دریا کے رستہ سے چلا اور آٹھویں ربیع الاول ۲۶۷ھ یوم سہ شنبہ کو دونوں باپ اور بیٹے نے منیعہ پر دھاوا کر دیا۔ زنگیوں کو موفق کے آنیکی اطلاع نہ تھی اسلیئے انہوں نے دریا کیطرف کا کوئی انتظام نہ کیا بلکہ

سب جھرمٹ باندھکر ابو العباس کے مقابلہ پر آ گئے۔ لڑائی کا بازار گرم ہو گیا۔ اسی عرصے میں موفق نے دریا کیطرف سے شہر پر حملہ کر دیا۔ زنگی اس اچانک اور غیر متوقع حملہ سے گھبرا کر شہر کو بچانے کیلئے پلٹے۔ ابو العباس کے ہمراہی بھی ان کے ساتھ ہی شہر میں گھس پڑے مسلمانوں نے زنگیوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ ہزاروں زنگی مارے گئے۔ ہزاروں گرفتار ہو گئے۔ شعرانی معہ بقیہ آدمیوں کے شہر سے نکلکر جنگل میں جا چھپا۔ منیعہ میں تقریباً ڈیڑھ ہزار عورتیں قید تھیں ابو العباس نے انہیں رہا کیا۔ وہ دعائیں دیتی ہوئیں اسکے ساتھ اس کے لشکر گاہ میں آ گئیں

موفق نے دوسرے دن شہر منیعہ کی شہر پناہ منہدم کرا کر خندقیں جو شہر پناہ کے چاروں طرف تھیں پٹوا دیں بے کار کشتیوں میں آگ لگا دی۔ اچھی کشتیاں اپنے بیڑہ کے ساتھ لے لیں۔ بے انتہا رسد اور غلہ ہاتھ آیا۔ جو غلہ فوج میں تقسیم کرنے کے بعد بچ رہا وہ فروخت کر دیا۔

خبیث کو قلعہ منیعہ کے نکل جانے کا بڑا صدمہ ہوا۔ اس نے سلیمان بن جامع کو لکھا کہ ہوشیار رہو ورنہ تمہارا بھی شعرانی کا سا انجام ہو گا۔ اسلامی لشکر طوفان کی طرح بڑھا چلا آ رہا ہے۔

ان ایام میں سلیمان بن جامع حوانیت میں مقیم تھا۔ جاسوسوں نے موفق کو اس کی اطلاع کی۔ موفق اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنے بہادر بیٹے ابو العباس کو جنگی کشتیوں کے ساتھ دریا کے راستہ سے روانہ کیا اور خود خشکی کی راہ کوچ کرکے جبنیہ میں پہنچا۔ سلیمان بن جامع یہ خبر سُنکر اپنے دو سپہ سالاروں کو فوج کے ساتھ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ ابو العباس نے زنگیوں کے سامنے جاتے ہی لڑائی شروع کر دی۔ صبح سے شام تک جنگ ہوتی رہی۔ بہت سے زنگی مارے گئے رات کے وقت ابن جامع کے دونوں سپہ سالاروں میں سے ایک امان حاصل کرکے

ابوالعباس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابوالعباس نے اس سے سلیمان بن جامع کا پتہ پوچھا!
اس نے جواب دیا کہ وہ اپنے شہر منصورہ میں مقیم ہے۔ ابوالعباس نے اپنے
باپ موفق کو اطلاع کی موفق نے اگلے روز منصورہ کیطرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ ابوالعباس
روانہ ہوا۔ اس کے پیچھے خود بھی چلا:۔

منصورہ کی فتح

اسلامی لشکر نے منصورہ سے دو میل کے فاصلہ پر مورچہ قائم کیا۔ اگلے دن موفق شہر پناہ کا معائنہ کرنے کے لیے نکلا۔ زنگی کمین گاہ میں چھپے ہوئے تھے۔ موفق کے ہمراہیوں پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمان بھی جی توڑ کر لڑے۔ موفق کے کچھ غلاموں کو زنگیوں نے گرفتار کر لیا۔ ابوالعباس نے احمد بن مہدی خبائی کے جو زنگیوں کی کمان کر رہا تھا۔ ایسا تیر تاک کر مارا کہ وہ جانبر نہ ہو سکا۔ اسی وقت گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ اس کی موت کی خبر سنکر خبیث کو نہایت ہی صدمہ ہوا۔ دن چھپنے کے قریب زنگی شہر پناہ کیطرف پسپا ہوئے۔ موفق اپنی لشکر گاہ میں لوٹ آیا اور آ کر مغرب کی نماز پڑھی:۔

دوسرے دن ستائیسویں ربیع الثانی یوم شنبہ کو موفق نے پچھلی رات کے وقت لشکر کو مرتب کیا۔ جنگی کشتیوں کو قلعہ پر دھاوا کرنے کا حکم دیا اور جب سفیدۂ صبح نمودار ہوا تو موفق نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی حضور قلب سے فتح کی دعاء مانگی۔ جونہی افق فلک پر سرخی نمایاں ہوئی۔ موفق نے حملہ کرنے کا حکم دیا:۔

مجاہدین اسلام کا ایک دستہ شہر کے قریب پہنچ گیا۔ ابوالعباس اس دستہ کا سردار تھا۔ زنگیوں نے اس دستہ کا مقابلہ کیا۔ دوپہر تک زور و شور سے لڑائی ہوتی رہی۔ دوپہر کے وقت زنگی پسپا ہو کر اپنی خندقوں کی طرف لوٹے:۔

مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ خندق کے قریب ہی پھر لڑائی شروع ہو گئی۔ اس وقت

شاہی جنگی کشتیاں بھی آپہنچیں۔ اس بحری فوج نے خشکی میں اتر کر اس شدت سے حملہ کیا کہ زنگی پسپا ہو گئے۔ عساکر شاہی نے شہر کے ایک حصے پر قبضہ کر لیا:۔

اس اثنا میں ابو العباس کی رکابی فوج خندق پر لکڑی کا مختصر سا پل بنا کر خندق کو عبور کر گئی۔ زنگیوں نے گھبرا کر شہر میں داخل ہونا چاہا۔ مگر جو شاہی لشکر شہر کے کچھ حصہ پر قابض ہو گیا تھا۔ اس نے مار مار کر ہٹا دیا اور شہر میں نہ گھسنے دیا:۔

زنگی اس دو طرفہ مار سے بدحواس ہو گئے۔ مسلمانوں نے انہیں گھیر کر قتل اور قید کرنا شروع کر دیا۔ سلیمان بن جامع معدودے چند ہمراہیوں کے ساتھ بھاگ گیا مسلمانوں نے اس کا تعاقب دجلہ تک کیا۔ اس معرکہ میں بے شمار زنگی مارے گئے۔ ایک گروہ کثیر گرفتار ہو گیا۔ جو باقی بچے وہ بہت ہی کم تھے۔ موفق نے شہر پر قبضہ کر لیا:۔

منصورہ میں دس ہزار عورتیں اور بچے زنگیوں کی قید میں تھے۔ موفق نے انہیں رہا کیا۔ قلعہ کے اندر سے بے شمار مال و اسباب ہاتھ لگا۔ سلیمان بن جامع کی عورتیں اور لڑکے بھی گرفتار کر لئے گئے۔ اس قلعہ کی بھی شہر پناہیں منہدم کر کے خندقیں پاٹ دی گئیں:۔

مختارہ کا محاصرہ

خبیث کو زنگیوں کی پیہم شکستوں کی خبریں پہنچ رہی تھیں۔ ہر خبر ایسی وحشتناک ہوتی تھی کہ اس کی کمر ٹوٹی جاتی تھی۔ وہ اپنے شہر مختارہ میں مقیم تھا۔ موفق اور ابو العباس اپنے اپنے لشکر لے کر مختارہ سے ۲ میل کے فاصلے پر خیمہ زن ہو گئے۔ رات کے وقت موفق فصیلوں کا معائنہ کرنے گیا۔ فصیلیں نہایت مضبوط اور مستحکم تھیں۔ خندقیں بہت چوڑی تھیں راستہ بڑا دشوار گذار تھا۔ فصیلوں پر حصار شکنی کے آلات اس کثرت سے جمع تھے کہ انہیں دیکھ کر ہیبت ہوتی تھی۔ زنگیوں کی فوجوں کی تعداد بھی تین لاکھ تھی:۔

موفق نے صبح ہوتے ہی ابوالعباس کو دریا کیطرف سے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ ابوالعباس نے کشتیاں شہر پناہ کی دیوار سے ملاکر خشکی پر اترنا شروع کیا۔ زنگیوں نے دیکھ لیا۔ منجنیقوں سے سنگباری شروع کردی۔ اسلامی فوج خشکی پر نہ اتر سکی واپس لوٹ آئی۔ اتفاق سے دو کشتیاں زنگیوں کی بھی بیلے میں آگئیں۔ ان کے ملاحوں نے امان کی درخواست کی۔ موفق نے انہیں امان دے کر خلعت دیا اور ان کی بڑی خاطر و مدارات کی۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ امن چاہنے والوں کی آمد شروع ہوگئی۔

خبیث نے یہ کیفیت دیکھکر دریا کی ناکہ بندی کردی اور اپنے امیر البحر بہبود کو شاہی بحری بیڑہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ بہبود نے کشتیاں لیکر پرزور حملہ کیا۔ ابوالعباس نے بڑی جوانمردی سے مقابلہ کیا۔ سخت خونریز جنگ کے بعد بہبود کو شکست ہوئی ہزارہا زنگی قتل ہوگئے۔ ہزاروں دریا میں گر کر ڈوب گئے۔ ہزاروں گرفتار کرلئے گئے۔ بہبود شکست کھاکر بھاگا۔ بہت سے طبری فوجی زنگیوں نے امان طلب کی اور موفق نے انہیں امان دیدی۔ ان کی دیکھادیکھی خشکی کی فوجیں بھی امن کی خواستگار ہوئیں۔ موفق اور عباس نے انہیں بھی امان دیدی۔ خبیث کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے منادی کرادی کہ جو امن کا خواستگار ہوگا۔ اس کی آل و اولاد کو قتل کردیا جائیگا۔ موفق نے بھی اعلان کردیا کہ جو امن چاہے گا اسے امان دیجائیگی لیکن خبیث کو ہرگز امان نہ دی جائے گی:-

شہر موفقیہ کی آبادی

رفتہ رفتہ خبیث کا جتھا ٹوٹنے لگا۔ جوق جوق زنگی امان کے خواستگار ہوکر اسلامی لشکر میں آنے لگے۔ موفق اپنے جائے قیام سے آگے بڑھکر ایک میدان میں مقیم ہوا اور اس نے وہاں ایک شہر کا سنگ بنیاد رکھکر اسکی تعمیر شروع کرادی۔

تھوڑے ہی دنوں میں لشکریوں۔ سرداروں اور شاگرد پیشوں کے مکانات بنکر تیار ہو گئے۔ جامع مسجد بھی مکمل ہو گئی۔ اور دارالامارت کی بھی تکمیل ہو گئی۔ اس شہر کا نام موفقیہ رکھا۔ موفق نے ممالک محروسہ میں سوداگروں کے پاس گشتی فرمان سامان تجارت لانے کے لئے جاری کئے۔ فوراً ہی ہر قسم کا مال پہنچ گیا۔ دوکانیں کھل گئیں۔ بازار لگ گئے اور خرید و فروخت ہونے لگی :-

زنگیوں کا ناکام حملہ

زنگیوں نے نصر کے لشکر پر شبخون مارنے کی تجویز کی۔ جاسوسوں نے اس کی اطلاع دے دی۔ نصر لشکر گاہ سے کچھ آگے بڑھکر کمینگاہ میں چھپ گیا۔ رات کو زنگی حملہ کرنے کے قصد سے قلعہ سے نکلے۔ نصر نے کمینگاہ سے نکلکر اس شدت سے زنگیوں پر حملہ کیا کہ وہ سینکڑوں لاشیں میدان جنگ میں چھوڑکر بھاگے اور قلعہ کے اندر پہنچکر دم لیا۔ چونکہ زنگی برابر امان کی درخواستیں کرکے موفق اور ابوالعباس کے پاس آرہے تھے۔ اسلئے ماہ رمضان المبارک ۲۶۷ھ تک پانچ ہزار زنگی موفق کے جھنڈے کے نیچے آگئے :-

زنگیوں کا حملہ اور پسپائی

خبیث موفق کے طول حصار سے گھبرا گیا۔ اسنے ماہ شوال ۲۶۷ھ میں علی بن ابان کو پانچ ہزار کی جمیعت دیکر یہ ہدایت کرکے روانہ کیا کہ رات کو بغیر روشنی کے دریا کو عبور کرکے موفق کے لشکر پر اس وقت حملہ کرے جب مسلمان نماز میں مشغول ہوں اس نے یہ بھی کہا کہ اسی وقت قلعہ سے نکلکر میں بھی حملہ کردوں گا۔ علی بن ابان لشکر لے کر روانہ ہوا۔ موفق کو جاسوسوں نے اس امر کی اطلاع کر دی۔ اس نے فوراً

اپنے بیٹے ابوالعباس کو علی بن ابان کے مقابلہ اور روک تھام پر روانہ کیا:۔

ابوالعباس نے تقریباً بیس[20] کشتیاں بڑی اور پندرہ[15] چھوٹی لے کر دریا کی ناکہ بندی کردی اور خود ایک ہزار سواروں کی جمعیت لیکر اس راستہ پر جاکر چھپ رہا جس سے علی بن ابان آنے والا تھا۔ جونہی علی بن ابان اس راہ سے گذرا۔ ابوالعباس نے حملہ کردیا مسلمانوں نے زنگیوں کو تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیا

زنگی گھبرا کر دریا کی طرف بھاگے ادھر سے شاہی بحری فوج نے دھاوا بول دیا زنگی دلو پاٹوں کے بیچ میں آکر پس گئے۔ ان کا کثیر حصہ میدان جنگ میں کھیت رہا کچھ لوگ دریا میں ڈوب گئے۔ کچھ قید کر لئے گئے۔ بہت تھوڑے چھپ چھپا کر بچ سکے۔ صبح ہوتے ہوتے لڑائی کا خاتمہ ہوگیا:۔

ابوالعباس نے اپنے لشکر کے ساتھ میدان جنگ ہی میں نماز پڑھی۔ آفتاب طلوع ہونے پر مقتولوں کے سروں اور قیدیوں کو لے کر باپ کے پاس حاضر ہوا۔ موفق نے فرط محبت سے بیٹے کو گلے سے لگا لیا۔ دعائیں دیں۔ اس کی شجاعت کی تعریف اور دوپہر کے وقت زنگیوں کے سروں کو عبرت و خوف دلانے کے لئے کشتیوں میں بار کر کے قلعہ کے نزدیک بھیجا:۔

اہل قلعہ نے ان سروں کو مصنوعی سمجھا۔ تمسخر اڑانے لگے۔ انہیں علی بن ابان کے ہمراہیوں کا انجام معلوم نہ ہوا تھا۔ موفق نے ان سروں کو منجنیقوں کے ذریعہ سے فصیل پر پھینکوا دیا۔ جب زنگیوں نے ان سروں کو دیکھا تو چلا چلا کر رونے لگے خبیث بھی سروں کو دیکھنے آیا۔ اس سے بھی صبر نہ ہوسکا۔ گلا پھاڑ کر رونے لگا اس واقعہ سے متاثر ہوکر خبیث کے دو[2] نامور اور سورما سردار محمد بن الحرث قمی اور احمد بربری امان حاصل کر کے موفق کے پاس چلے آئے:۔

زنگیوں کی ہمت شکن ہزیمت

اس واقعہ کے بعد ابوالعباس اور زنگیوں میں کئی لڑائیاں ہوئیں اور سب لڑائیوں میں ابوالعباس کو فتح ہوئی خبیث کو ہر شکست سے صدمہ ہوتا تھا۔ اس نے زنگی سپہ سالاروں شبل اور ابوالندی کو دس ہزار فوج دیکر شہر کے غربی جانب سے نکلکر موفق کے لشکر پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ جاسوسوں نے موفق کو اسکی اطلاع کی موفق نے اپنے ایک آزاد غلام زیرک کو فوج دے کر اس طرف متعین کر دیا۔

جس وقت زنگیوں نے دریا سے خشکی پر اترنے کا ارادہ کیا زیرک نے حملہ کر دیا زنگیوں کو مسلمانوں کی موجودگی کی خبر نہ تھی۔ بری طرح مسلمانوں کے نرغہ میں آ گئے شاہی لشکر نے درختوں کی طرح کاٹ ڈالا۔ ہزاروں قتل ہو گئے۔ سینکڑوں دریا میں ڈوب مرے۔ باقیماندہ گرفتار ہو گئے۔ چار سو کشتیاں زنگیوں کی گرفتار کر لی گئیں اس ہمت شکن ہزیمت کی خبر سنکر خبیث کو بہت زیادہ صدمہ ہوا:۔

ابوالعباس کی ناکامی

موفق نے ابوالعباس کو نہر غربی پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ خبیث نے اس طرف علی بن ابان کو متعین کیا تھا۔ نہایت خونریز جنگ شروع ہوئی۔ اس قدر شور وغل ہوا کہ کانوں کے پردے پھٹتے جاتے تھے۔ دوپہر کے قریب علی بن ابان کی شکست کے آثار نمایاں ہوئے۔ عین اس وقت سلیمان بن جامع تازہ دم فوج لے کر اسکی مدد کو پہنچ گیا۔ شام تک نہایت گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی:۔

آخر ابوالعباس نے زنگیوں کو شکست دی۔ وہ شہر کی جانب بھاگے جب ابوالعباس واپس لوٹ رہا تھا۔ اس وقت ان زنگیوں کا ایک گروہ آ گیا۔

جنھوں نے امان حاصل کی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ نہر اتراک کیطرف محافظ زنگیوں کی تعداد بہت قلیل ہے۔ ابو العباس نہر اتراک کیطرف بڑھا اور وہاں پہنچکر سخت حملہ کر دیا۔ مسلمان کمندوں کے ذریعہ سے شہر پناہ کی فصیل پر جا پہنچے۔ واقعی اس طرف بہت کم محافظ تھے۔ مسلمانوں نے انہیں کاٹ کر ڈال دیا۔ خبیث نے یہ خبر سنکر بے شمار فوجیں اس طرف بھیجدیں۔ ابو العباس کے پاس بہت کم جمعیت تھی وہ لوٹنے لگا۔ مگر اسی وقت موفق نے امدادی فوج بھیجی۔

ابو العباس پھر ڈٹ گیا۔ بڑی جوانمردی سے لڑنے لگا۔ لیکن سلیمان بن جامع کچھ لشکر لے کر بالائے نہر کیطرف چلا گیا اور ایک میل کا چکر کاٹ کر ابو العباس کے لشکر پر پیچھے سے حملہ آور ہوا۔ اب اسلامی لشکر پر دو طرف سے مار پڑنے لگی۔

ابو العباس نہایت ہوشیاری سے اپنے لشکر کو دشمنوں کے نرغہ سے نکال لایا موفق نے اس بازگشت کو مسلمانوں کی ہزیمت سمجھا۔ اس نے اگلے روز عام حملہ کا حکم دیدیا:۔

مسلمانوں کا پُرزور حملہ

اگلے روز صبح کی نماز پڑھتے ہی موفق نے لشکر کو ترتیب دے کر نہر اتراک کو عبور کرنے کا حکم دیا۔ چھبیسویں[۲۶] ذی الحجہ ۲۶۷ھ چہارشنبہ کے دن مسلمانوں نے پرزور حملہ کیا۔ خبیث نے اس طرف جس طرف مسلمانوں نے حملہ کیا تھا اپنے بیٹے انکلائی بن خبیث کو معہ سلیمان بن جامع اور علی بن ابان کے متعین کر دیا تھا جونہی موفق کا لشکر زد پر پہنچا۔ زنگیوں نے زور و شور سے منجنیقیں چلانی اور تیر برسانے شروع کر دیئے۔ ایک دستہ تیروں کی بارش کرنے لگا۔ مسلمانوں کو آگے بڑھنا مشکل ہو گیا۔ موفق نے للکار کر کہا:۔

شیر دل مسلمانو! تم ان شیروں کی اولاد ہو جو ہمیشہ تیغوں کے سایہ

میں رہے ہیں۔ جنھوں نے اسلام کو اپنے خون سے سینچا ہے کیا تم اس سنگباری اور تیر افگنی سے ڈر کر رک جاؤ گے؟ مجھے یقین ہے تم تیروں اور پتھروں کو اپنے سینوں پر لو گے اور تمہارے قدم ہرگز نہ رکیں گے!

موفق کی اس تقریر نے مسلمانوں میں تازہ روح پھونک دی۔ وہ اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر بڑھے اور نہایت اطمینان سے نہر کو عبور کرنے لگے۔ سنگباری اور تیروں کی بارش کا مطلق بھی خوف نہ کیا زخمی ہوتے اور بڑھتے رہے یہاں تک کہ شہر پناہ کی دیوار کے نیچے پہنچ گئے۔ سیڑھیاں لگا کر اوپر چڑھنے لگے۔

زنگیوں نے مزاحمت کی لیکن انہوں نے سر ہتھیلیوں پر رکھ لئے تھے۔ زنگیوں کو مار کر پیچھے ہٹا دیا۔ فصیل پر پہنچ گئے اور لڑ بھڑ کر اس پر قبضہ کر لیا۔ قلعہ پر اسلامی علم نصب کر دیا۔ منجنیقوں اور حصار شکنی کے آلات میں آگ لگا دی:۔

زنگیوں کے ایک جم غفیر کو مار ڈالا۔ دوسری طرف سے ابوالعباس حملہ آور ہوا تھا۔ اس کے مقابلہ میں علی بن ابان آیا تھا۔ ابوالعباس نے ہزاروں زنگیوں کو قتل کر کے علی بن ابان کو شکست دے دی۔

علی بن ابان بھاگ کر قلعہ کے اندر جا گھسا۔ ابوالعباس کا لشکر شہر پناہ کی دیوار تک پہنچ گیا اور دیوار میں سوراخ کر کے مجاہدین قلعہ کے اندر گھس گئے سلیمان بن جامع مقابلہ پر آ گیا معدودے چند مسلمان جو قلعہ کے اندر گھس گئے تھے اس نے انہیں قلعہ سے باہر نکال دیا اور جو سوراخ مسلمانوں نے کیا تھا اُسے بند کرا دیا

لیکن موفق کی رکابی فوج نے شہر پناہ کو جگہ جگہ سے توڑ توڑ کر سوراخ کر دیئے۔ خندق پر ایک مختصر پل بنا کر عبور کر گئے۔ جو زنگی اس طرف لڑ رہے تھے وہ بھاگ کھڑے ہوئے شاہی لشکر انہیں قتل و قید کرتا ہوا دیر ابن سمعان تک چلا گیا اور اس پر قبضہ کر کے اُسے آگ لگا دی۔ زنگی قدم قدم پر مقابلہ کر رہے تھے مگر مسلمان

انہیں شکست دے کر ہٹا دیتے تھے۔ یہاں تک کہ مسلمان بڑھتے بڑھتے میدانِ خبیث تک
پہنچ گئے۔ خبیث خود بھی سوار ہو کر میدانِ کارزار میں آ گیا۔ اس نے زنگیوں کی ہمت افزائی
کر کے انہیں روکنا چاہا۔ لیکن مسلمانوں نے زنگیوں کو ایسا دبا رکھا تھا کہ وہ ٹھہر نہ
سکے۔ خبیث کے خاص ہمراہی بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن رات ہو جانے کی وجہ
سے اس روز جنگ کا فیصلہ نہ ہو سکا۔

موفق نے لشکر کو واپسی کا حکم دے دیا۔ اس روز بہت سے زنگی سرداروں نے
موفق کی خدمت میں حاضر ہو کر امان حاصل کی۔ ان میں ایک نامور سردار ریحان بن
صالح مغربی بھی تھا۔ اس کے چند روز بعد یعنی ماہ محرم ۲۶۹ھ میں خبیث کا
ایک بڑا معتمد اور نامی سپہ سالار جعفر بن ابراہیم معروف بہ سجان امان حاصل کر کے
موفق کے پاس آ گیا۔ موفق نے اسے خلعت فاخرہ عطا کر کے اگلے دن خبیث کو
دکھانے کے لئے ایک جنگی کشتی میں اسے سوار کر کے شہر پناہ کے پاس روانہ کیا
زنگی اور ان کے سردار فصیل کے اوپر کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ سجان نے
ایک تقریر کی جس میں خبیث کی برائیاں اور موفق کی بھلائیاں بیان کیں۔ اس کا یہ
نتیجہ ہوا کہ بہت سے زنگی سردار چھپ چھپ کر موفق کے پاس آ کر پناہ گزیں ہو گئے!

بہبود کا قتل

بہبود امیر البحر تھا۔ وہ اکثر جنگی کشتیوں پر عباسی پھریرا لہرا کر دھوکہ سے اسلامی
کشتیوں پر حملہ کر دیتا تھا۔ جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچ جاتا تھا۔ مسلمان اسلامی
کشتی سمجھ کر اس سے تعرض نہ کرتے تھے اور وہ موقعہ پا کر ہاتھ صاف کر جاتا تھا۔ ایک
مرتبہ وہ ابو العباس کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ لیکن خوش قسمتی سے بچ گیا۔ ایک شب کو
اس نے ایک اسلامی کشتی پر حملہ کیا۔ اہل کشتی لڑنے لگے جب دو کشتیاں مل گئیں

تب مُوفق کے ایک غلام نے بہبُود کی کشتی میں کود کر بہبُود نے پیٹ میں اس زور سے نیزہ مارا کہ انتڑیاں تک کھنچ آئیں تڑپ کر دریا میں جا گرا۔ اس کے ہمراہیوں نے اُسے دریا میں سے نکال کر کشتی میں ڈالا اور واپس چلے لیکن۔ بہبُود خبیث کے پاس تک زندہ نہ پہنچ سکا راستہ ہی میں مر گیا۔ موفق نے اہل کشتی اور بہبُود کو قتل کرنے والے غلام کو گرانبہا خلعتیں اور انعامات دیئے :۔

مختارہ کی فتح

ہم زنگیوں کی لڑائی کے مُفصّل حالات قلم بند کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اس مُختصر نامہ میں اسکی گنجائش نہ نکلی اسلئے اب مختصراً لکھتے ہیں۔ مُوفق نے زنگیوں پر ۲۶۶ھ میں حملہ کیا تھا۔ وہ ان سے متواتر چار سال تک لڑتا رہا۔ چونکہ زنگیوں کی تعداد تین لاکھ سے بھی زیادہ متجاوز ہو گئی تھی۔ اسلئے متعدد خونریز معرکے ہوئے۔ موفق بڑے استقلال سے جما رہا۔ بہبُود کے مارے جانے سے خبیث کا ایک بازو ٹوٹ گیا۔ اس نے قلعہ کا نہایت ہوشیاری سے انتظام کیا مگر چونکہ مُوفق نے رسد کا داخلہ قلعہ میں روک دیا تھا۔ اس سے قلعہ والوں کو تکلیف پہنچنے لگی۔ خبیث بھی جب موقعہ پاتا قلعہ سے نکلکر یورش کر دیتا اور لڑ بھڑ کر کسی نہ کسی طرح غلہ کا ذخیرہ حاصل کر لیتا۔ آخر ۲۷۰ھ میں موفق نے آخری حملہ کرنے کا حکم دیا۔ ایک طرف سے ابوالعباس۔ دوسری طرف سے نصر اور تیسری طرف سے خود موفق حملہ آور ہوا۔ زنگیوں نے فصیل کے اوپر سے پتھروں اور تیروں کی بارش شروع کر دی۔ لیکن اسلامی لشکر کا سیلاب تینوں طرف سے بڑھکر شہر پناہ کی دیوار سے ہا ٹکرایا۔ کچھ مسلمان سیڑھیاں لگا کر اوپر چڑھنے لگے۔ کچھ شہر پناہ کو توڑنے لگے کچھ ان زنگیوں پر تیر برسانے لگے۔ جو مسلمانوں کو فصیل پر چڑھنے سے روک رہے تھے :۔

مسلمانوں نے اس روز بڑی ہی جرأت وہمت سے کام لیا۔ وہ فصیل پر بھی چڑھ گئے اور قلعہ کے اندر بھی گھس گئے۔ زنگیوں نے مقابلہ میں جان لڑا دی۔ لیکن مسلمانوں نے بھی سر ہتھیلیوں پر رکھ لئے۔ اوّل انہوں نے شہر کا غربی حصہ فتح کر لیا۔ اس طرف موفق تھا۔ دوسری طرف یعنی شرقی جانب ابوالعباس تھا۔ اس نے شرقی حصے پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں نے زنگیوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ موفق نے جس حصے کو فتح کیا تھا اس میں آگ لگوا دی۔ تمام شہر میں بدامنی پیدا ہو گئی جگہ جگہ لڑائی کے مورچے قائم ہو گئے

خبیث کا قتل

خبیث شہر کی بربادی کا منظر دیکھ رہا تھا۔ اسے اب بھی فتح کی امید تھی۔ اس نے زنگیوں کو لیکر نہایت سختی سے حملہ کیا۔ مسلمان اسکے حملہ کی تاب نہ لا کر پیچھے ہٹے اتفاق سے مسلمانوں کو کمک پہنچ گئی وہ جم کر لڑنے لگے۔ انہوں نے زنگیوں کی صفیں الٹ دیں انہیں تناور درختوں کی طرح سے کاٹ کاٹ کر ڈال دیا۔ اس معرکہ میں خبیث کام آیا ابوالعباس نے خبیث کا سر نیزہ پر چڑھا کر اسکے مارے جانے کا اعلان کر دیا۔ زنگی اس کا سر دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے بے شمار زنگیوں کو قتل کر ڈالا۔ ہزاروں کو گرفتار کر لیا۔ مگر پھر بھی ہزاروں زنگی جنگلوں میں بھاگ کر جا چھپے:۔

مختارہ میں بھی ہزاروں عورتیں اور بچے قید تھے۔ موفق نے انہیں بھی رہا کر دیا اور شہر پناہ منہدم کر کے زمین کے ہموار کر دی۔ اس معرکہ میں اتنے زنگی مارے گئے کہ ان کا شمار ہی نہ ہو سکا۔ قیمتی مال و اسباب بھی بے شمار ہاتھ آیا:۔

غرضیکہ خدا خدا کر کے عرصۂ دراز کے بعد بدبخت زنگیوں کا پورے طور پر استیصال ہوا اور مسلمانوں کو ان کے پنجۂ ستم سے نجات ملی:۔

بغداد میں چراغاں

جب بغداد میں زنگیوں کی ہزیمت اور ان کے سردار خبیث کے مارے جانے کی اطلاع پہنچی تو مسلمانوں کو اس قدر خوشی ہوئی کہ انہوں نے چراغاں کیا اور بڑی خوشیاں منائیں اور جس وقت موفق اور ابو العباس مال غنیمت اور زنگی قیدیوں اور ان مسلمان قیدی عورتوں اور بچوں کو لے کر گئے جنھیں انہوں نے زنگیوں کی قید سے چھڑایا تھا۔ تو اہل بغداد نے ان کا بڑا شاندار استقبال کیا اور ایک مرتبہ پھر چراغاں کیا گیا

موصل میں خوارج کا طوفان

موصل میں خوارج نے اودھم مچا رکھی تھی۔ ۲۶۳ھ میں مساور خارجی مارا جا چکا تھا اس سے مشتعل ہوکر خوارج نے پھر خروج کیا تھا۔ لیکن اتفاق سے ان میں پھوٹ پڑ گئی۔ ان کے دو گروہ ہو گئے اور دونوں گروہ آپس میں لڑنے لگے۔ چونکہ موفق زنگیوں کے مقابلہ میں مصروف تھا۔ اسلئے خوارج کا کوئی بندوبست نہ ہو سکا وہ موصل میں برابر بدامنی پھیلاتے رہے بلکہ زنگیوں کی فتح کے بعد بھی خوارج کی گوشمالی کا کوئی انتظام نہ کیا جا سکا۔ اور خوارج کے دونوں گروہ ۲۷۶ھ تک آپس میں مصروف جنگ رہے۔ خلیفہ نے اس علاقہ میں امن قائم کرنے کی مطلق بھی کوشش نہیں کی۔ در اصل خلافت عباسیہ میں اتنا دم بھی نہ رہا تھا کہ وہ ممالک محروسہ میں امن قائم رکھ سکتی:۔

خلیفہ معتمد اور موفق میں ناچاقی

خلیفہ معتمد لائق اور قابل حکمران تھا۔ چونکہ اسے بھی ترکوں ہی نے خلیفہ بنایا تھا۔ اسلئے وہ ترک سرداروں سے دبتا تھا۔ موفق باحوصلہ دانشمند اور بہادر شخص تھا

وہ نہ ترکوں کا دباؤ مانتا تھا اور نہ کسی اور سے بچتا تھا بلکہ تمام اراکین سلطنت اور فوجی سردار اس سے دبتے اور اس کا کہا مانتے تھے۔ اسی لئے وہ کاروبار خلافت پر حاوی ہو گیا تھا۔ معتمد کو یہ بات شاق گذری۔ وہ موفق سے ناخوش ہو گیا۔ اس نے یہ خیال نہ کیا کہ اگر موفق نہ ہوتا تو ترک اسے بھی معتز کی طرح معزول و ذلیل کر کے قتل کر ڈالتے۔ خلیفہ معتمد نے یہ چاہا کہ مصر میں احمد بن طولون کے زیر حمایت چلا جائے چنانچہ اس نے احمد بن طولون سے خط و کتابت شروع کی۔ اتفاق سے اس کا حال موفق کو معلوم ہو گیا۔ اگرچہ موفق اس وقت زنگیوں کی لڑائی میں مصروف تھا مگر اس نے فوراً اراکین سلطنت کو لکھا کہ خلیفہ کو اس ارادہ سے باز رکھو۔ ادھر خود معتمد کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا یقین دلا کر ابن طولون کے پاس جانے سے منع کیا۔ سب کے سمجھانے سے خلیفہ معتمد رک گیا۔ لیکن موفق احمد بن طولون سے کھٹک گیا اور کچھ ناخوش بھی ہو گیا۔ یہ واقعہ ۲۶۹ھ کا ہے:۔

احمد بن طولون کی وفات

جب ۲۷۰ھ میں موفق زنگیوں کی مہم سر کر کے واپس بغداد آیا تو اسے معلوم ہوا کہ احمد بن طولون بیمار ہو گیا ہے۔ موفق کا یہ خیال تھا کہ ابن طولون نے خلیفہ معتمد کو مصر آنے کی دعوت دی تھی اور اس سے اسکی نیت نیک نہ تھی۔ اسی وجہ سے موفق ابن طولون سے ناخوش ہو گیا تھا۔ اب بغداد میں پہنچکر اس نے مصر پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ لیکن احمد بن طولون کا پیمانۂ حیات لبریز ہو چکا تھا۔ اسکی بیماری نے طول پکڑا اور وہ ۲۷۰ھ میں مقام انطاکیہ میں فوت ہو گیا۔ چونکہ احمد بن طولون نے مصر اور شام دونوں صوبے فتح کر لئے تھے اور ان پر حکمرانی کرتا تھا۔ اسلئے اسکے مرنے کے بعد اس کا بیٹا خمارویہ اس کا جانشین ہوا اور اب خمارویہ نے شام اور مصر پر

سلطنت عباسیہ میں طائف الملوکی

حکومت شروع کی

ہم بیان کر چکے ہیں کہ سلطنت عباسیہ اس قدر کمزور ہو چکی تھی کہ اکثر صوبہ دار خود مختار ہو گئے تھے اور جو گورنر خود مختار نہ ہوئے تھے وہ بھی برائے نام مطیع اور فرمانبردار تھے۔ خراسان کا صوبہ سلطنت سے علیحدہ ہو چکا تھا۔ اور چونکہ متعدد صوبے خراسان کے ماتحت تھے۔ اسلئے وہ بھی دولت عباسیہ سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ مصر اور شام بھی جاتے رہے تھے۔ حجاز میں بھی برائے نام حکومت باقی رہ گئی تھی۔ عراق پر بھی زنجیوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ جسے موفق نے چار سال متواتر لڑ کر ان کے دست تسلط سے بچایا تھا۔ غرض وہ سلطنت عباسیہ۔ جو خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں سندھ اور تاتار سے بحر اوقیانوس تک وسیع تھی۔ تین ہی پشتوں کے بعد محدود ہو کر صرف عراق میں باقی رہ گئی تھی۔ اب ہم کچھ صوبوں کے حالات بیان کر کے یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ان صوبوں میں اور خود سلطنت عباسیہ میں امن امان کی کیا کیفیت تھی۔

خراسان

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ عمرو بن لیث صفار کو خلیفہ معتمد نے خراسان، اصفہان سندھ اور سجستان کی سند گورنری بھیجدی تھی۔ مگر خراسان میں خاندان طاہریہ کے ہمدرد و جاں فدا موجود تھے۔ وہ عمرو بن لیث کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ان میں ایک ابو طلحہ اور دوسرا رافع بن ہرثمہ تھا۔ ان دونوں کا مقصد تو اپنی اپنی حکومت قائم کرنے کا تھا۔ لیکن انہوں نے بہانہ خاندان طاہریہ کی ہمدردی کا کیا تھا:۔

چنانچہ انہوں نے طاہر بن حسین کا نام لیکر جمیعت فراہم کی اور عمرو بن لیث کے عاملوں کو نکال کر شہروں پر اپنا قبضہ کرنا شروع کیا لیکن چونکہ دونوں کی

نسبت نیک نیتی تھی۔ اسلئے کبھی کبھی آپسمیں بھی لڑتے تھے:۔

ان دنوں اسماعیل بن سامانی بخارا کا گورنر تھا۔ دونوں موقع موقع پر اس سے مدد طلب کرتے تھے وہ بھی کبھی ایک کی مدد کرتا تھا کبھی دوسرے کی۔ غرضیکہ تمام خراسان میں طوفان بدتمیزی برپا تھا۔ ان حالات کو دیکھکر موفق نے ۲۷۱ھ میں محمد بن طاہر کو جسے زنگیوں کی قید سے چھڑایا تھا۔ خراسان کا گورنر مقرر کیا۔

محمد بن طاہر خود تو بغداد میں رہا اور رافع بن ہرثمہ کو جو عمرو بن لیث اور ابو طلحہ سے مصروف جنگ تھا۔ اپنا نائب مقرر کیا لیکن اس سے خراساں اور اس کے ملحقہ صوبوں کی بدامنی دور نہ ہو سکی:۔

شام و مصر

جب احمد بن طولون فوت ہو گیا اور اس کا بیٹا خمارویہ اس کا جانشین ہوا تو ۲۷۱ھ میں موفق نے اسحٰق بن کنداج اور محمد بن ابو الساج کو فوج گراں دے کر ملک شام پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجدیا۔ چنانچہ ان دونوں نے ملک شام میں داخل ہو کر شہروں پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ خمارویہ نے ان کے مقابلہ میں فوج بھیجی۔ یہ دونوں سردار خمارویہ کی فوج سے ڈر کر لڑائی کو ٹالنے لگے۔

یہ دیکھکر موفق نے اپنے بیٹے ابو العباس معتضد کو لشکر دے کر ملک شام کی طرف روانہ کیا۔ ابو العباس نے جاتے خمارویہ کے لشکر پر حملہ کر دیا اور اُسے ہزیمت دے کر دمشق کا محاصرہ کر کے چند ہی روز میں اسے فتح کر لیا۔ اور دمشق سے آگے بڑھکر مصری فوجوں کو دباتا بڑھتا چلا گیا۔ یہ کیفیت دیکھکر خمارویہ خود عظیم الشان لشکر لے کر ابو العباس کے مقابلہ آیا۔ پہلے ہی حملہ میں ابو العباس کو شکست ہوئی۔ وہ بھاگ کر دمشق میں آیا۔

اہل دمشق نے دروازہ بند کر کے نہ کھولا۔ مجبوراً وہ طرسوس کی طرف چلا گیا۔ اور

طرسوس میں مقیم ہوگیا۔ لیکن اہل طرسوس نے بغاوت کرکے اسے وہاں سے بھی نکالدیا۔ ابوالعباس پریشان و تباہ حال تعداد میں واپس آیا۔ خمارویہ نے دمشق اور طرسوس پر قبضہ کرلیا اور ان دونوں مقامات میں خمارویہ کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا:۔

طبرستان

طبرستان میں حسن بن زید علوی کی حکومت قائم ہوگئی تھی اہل دیلم حسن بن زید کے معاون تھے۔ ماہ رجب ۲۷۰ھ میں حسن بن زید نے وفات پائی اور اس کا جانشین اس کا بھائی محمد بن زید ہوا۔ وہ طبرستان میں حکومت کرنے لگا۔ لیکن ابھی اُسے حکومت کرتے دو ہی سال گذرے تھے کہ ۲۷۲ھ قزوین کے ایک ترکی امیر نے چار ہزار فوج کے ساتھ طبرستان پر چڑھائی کی۔ محمد بن زید نے آٹھ ہزار فوج لیکر اس کا مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھاکر جرجان میں بھاگ گیا۔ جب قزوین کا ترکی امیر واپس چلا گیا۔ تو محمد بن زید پھر طبرستان میں آکر قابض ہوگیا:۔

۲۷۵ھ میں ارفع بن ہرثمہ نے جرجان پر فوج کشی کی محمد بن زید نے اس کا مقابلہ کیا۔ دو سال تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر ۲۷۷ھ میں محمد بن زید شکست کھاکر طبرستان سے بے دخل ہوگیا۔ مگر گیارہ سال کے بعد ۲۸۸ھ میں اسماعیل سامانی نے جب عمرو بن لیث صفار کو گرفتار کرکے بغداد بھیجا۔ تو محمد بن زید دیلم سے پھر نمودار ہوا اور اس نے پھر طبرستان پر آکر قبضہ کرلیا۔

اسکے بعد اسمٰعیل سامانی نے محمد بن ہارون کو طبرستان کیطرف روانہ کیا۔ محمد بن زید نے اس کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور اثنائے جنگ میں محمد بن زید مارا گیا۔ محمد بن ہارون نے محمد بن زید علوی کے بیٹے زید بن محمد کو گرفتار کرکے بخارا کے قید خانہ میں بھیج دیا:۔

فارس

عمرو بن لیث صفار نے فارس پر قبضہ کرلیا تھا جسکی وجہ سے خلیفہ معتمد نے
ناخوش ہوکر اسے ۲۷۱ھ میں خراسان اور سجستان وغیرہ کی گورنری سے بھی
معزول کردیا اور اصفہان کے گورنر احمد بن عبدالعزیز بن ابی دلف کو حکم دیا کہ وہ
عمرو بن لیث کو فارس سے نکال دے۔ احمد بن عبدالعزیز نے عمرو بن لیث صفار پر حملہ
کرکے اُسے شکست دی۔ مگر وہ فارس سے بےدخل نہ ہوسکا۔ چنانچہ ۲۷۴ھ میں
موفق نے خود فارس پر لشکرکشی کی اور عمرو بن لیث کو شکست دے کر اسے فارس سے
نکال کر بغداد میں واپس آیا۔ عمرو بن لیث کرمان و سجستان کیطرف چلا گیا:۔

ماوراء النہر

عمرو بن لیث صفار کرمان و سجستان پر بدستور قابض و حکمران رہا۔ اُس نے
رفتہ رفتہ دربار خلافت میں تحائف و ہدایا بھیجکر پھر اپنا رسوخ اسقدر بڑھالیا کہ
خلیفہ نے ۲۷۸ھ میں اسے ماوراء النہر یعنی سمرقند و بخارا کی سند حکومت عطا کردی
اس زمانہ میں ماوراء النہر پر اسمٰعیل بن احمد سامانی حکمران تھا۔ عمرو بن لیث صفار
نے اس پر یورش کی۔ اسمٰعیل سامانی اسکے مقابلہ پر آیا اور ایک خونریز جنگ کے بعد
صفار کے لشکر کو شکست دے کر عمرو بن لیث صفار کو گرفتار کرکے سمرقند کے جیل خانہ
میں قید کردیا۔ پھر ۲۸۸ھ میں اسمٰعیل سامانی نے عمرو بن لیث صفار کو خلیفہ کیخدمت
میں بغداد بھیجدیا۔ وہ خلیفہ معتضد کے زمانہ تک بغداد کے جیل خانہ میں مقید رہا
خلیفہ مکتفی باللہ نے تخت نشین ہوکر اسے قتل کرایا:۔

مدینہ منورہ

مدینہ میں محمد بن حسن بن جعفر بن موسےٰ کاظم علوی اور ان کے بھائی علی بن حسن نے ایک دوسرے کے خلاف ہنگامہ آرائی شروع کر دی۔ چونکہ سلطنت عباسیہ کا رعب داب اٹھ چکا تھا۔ خانہ جنگیوں کا زور تھا۔ اس لئے ان دونوں بھائیوں نے دارالامن میں ہنگامہ برپا کر کے بدامنی پیدا کر دی۔ طرفین کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ طوفان بدتمیزی کا اسقدر زور تھا کہ ۲۷۱ھ میں مدینہ منورہ میں ایک مہینہ تک جمعہ کی نماز نہیں پڑھی گئی :-

مکہ معظمہ

مکہ معظمہ میں یوسف بن ابی الساج عامل تھا۔ خلیفہ نے اسے معزول کر کے احمد بن محمد طائی کو گورنر مقرر کیا۔ احمد بن طائی نے اپنی طرف سے اپنے غلام بدر کو امیر حجاج بنا کر بھیجا۔ یوسف نے بدر کو مکہ معظمہ میں نہ گھسنے دیا۔ اور جب بدر بزور شہر میں گھس آیا تو یوسف نے اس کا مقابلہ کیا۔ مسجد حرام کے دروازہ پر جنگ ہوئی۔ یوسف نے بدر کو گرفتار کر لیا۔ لیکن بدر کے لشکریوں نے حاجیوں کے ساتھ مل کر یوسف پر حملہ کر کے اسے گرفتار کر لیا اور بدر کو چھڑا کر یوسف کو بغداد میں بھیجدیا :-

ماحصل

ہم نے بڑے بڑے صوبوں اور شہروں کے حالات قلم بند کر کے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ اس زمانہ میں سلطنت عباسیہ کسقدر بے بس و مغلوج ہو گئی تھی جو صوبہ دار باغی تھے اور انہوں نے علیحدہ حکومتیں قائم کر لی تھیں۔ مثلاً صفار۔ ابن طولون اور اسماعیل سامانی ان کا تو ذکر ہی کیا۔ جو امیر فرمانبرداری کا دم بھرتے تھے وہ بھی خلیفہ کے حکم کی اطاعت نہ کرتے تھے جیسے یوسف بن ابی الساج والی مکہ نے

اپنی معزولی کو تسلیم کر کے بدر کو گورنری کا چارج نہ دیا بلکہ اس سے لڑ پڑا حقیقت میں اس زمانہ میں جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا مضمون تھا۔

خلیفہ معتمد کی حالت

ہم بیان کر آئے ہیں کہ خلیفہ معتمد برائے نام خلیفہ تھا۔ موفق اپنی بہادری اور دانائی کے سبب حکومت سلطنت پر حاوی تھا۔ بلکہ بعض مورخوں کا یہ قول صحیح ہے کہ خلیفہ معتمد کی حالت قیدیوں جیسی تھی۔ لیکن پھر بھی یہ ضرور ہے کہ موفق ہی کی بدولت خلیفہ معتمد کی خلافت و سلطنت باقی اور قائم تھی۔ موفق ہی کی وجہ سے خطبوں میں خلیفہ معتمد کا نام لیا جاتا تھا۔ اور کسی کو خلیفہ کی شان سے انکار کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی یہ بھی حقیقت ہے کہ خلیفہ معتمد کمزور طبیعت کا انسان تھا اسکے لئے یہی غنیمت تھا کہ وہ خلیفہ تھا اور موفق اسکی خلافت کو قائم رکھنے کیلئے سرفروشی کر رہا تھا۔

موفق کی وفات

موفق کے مہمات ملکی ہاتھ میں لیتے ہی ارکین سلطنت پر اس کا رعب چھا گیا تھا وہ ترک سردار جو عرصۂ دراز سے خلافت پر قابض و حکومت کے سیاہ و سفید کے مالک چلے آتے تھے۔ موفق سے لرزتے تھے۔ دراصل موفق نے حکمت عملی سے ان کا زور توڑ دیا تھا اور جب سے موفق کو زنگیوں پر فتح حاصل ہوئی تھی اس وقت سے اسکی قبولیت عام مسلمانوں میں بہت بڑھ گئی تھی اور ترکوں میں اسکی مخالفت کی جرأت باقی نہ رہی تھی۔ موفق نے ان مخالف طاقتوں کو جو عرصہ سے نشوونما پا کر قوی ہو چکی تھیں دبانے اور مٹانے کی کوشش کی مگر سلطنت عباسیہ کے انجر پنجر ایسے ڈھیلے ہو گئے تھے کہ موفق کو اس مقصد میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ پھر بھی اس نے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے اور کئی سرکشوں کو سیدھا کر دیا ممکن ہے وہ سب ہی کو مطیع اور فرمانبردار بنا لیتا لیکن اسے موت نے فرصت نہ دی۔ موفق جب عمرو بن لیث کو فارس میں شکست دیکر بغداد میں واپس آیا تو درد نقرس میں مبتلا ہو گیا

اس نے ہر چند علاج کیا لیکن افاقہ نہ ہوا اور آخر اسی مرض میں ۲۲ صفر ۲۷۸ھ کو فوت ہو کر رصافہ میں مدفون ہوا۔

ابو العباس معتضد کی ولی عہدی

چونکہ معتمد نے موفق کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ اسلئے موفق کے فوت ہونے پر اراکین سلطنت نے متفق ہو کر خلیفہ معتمد پر زور دیا کہ وہ موفق کی جگہ اسکے بیٹے ابو العباس کو ولیعہد بنائے معتمد دل سے تو نہ چاہتا تھا۔ لیکن اراکین سلطنت اور سپہ سالاران لشکر کی مخالفت ہی نہ کر سکا۔ چنانچہ اس نے ابو العباس کو اپنا ولیعہد مقرر کر کے اسے معتضد کا خطاب دیا۔ لیکن معتمد کا بیٹا جعفر ولیعہد اول رہا اور معتضد ولیعہد دوم مقرر ہوا ابو العباس معتضد نہایت بہادر اور تجربہ۔ دانشمند تھا اپنے باپ کیطرح وہ بھی سلطنت پر حاوی آگیا۔ اور خلیفہ معتمد پھر مجبور و معطل ہو کر اپنی پہلی ہی قیدی کی سی حالت میں رہ گیا۔ رفتہ رفتہ ایک ہی سال کے اندر ابو العباس معتضد نے اسقدر اثر و اقتدار حاصل کر لیا کہ خلیفہ معتمد نے از خود ہی معتضد کے رعب سے متاثر ہو کر اپنے بھیجے ابو العباس معتضد کو اپنے بیٹے جعفر پر ولی عہدی میں مقدم کر دیا اور معتمد نے ۲۷۹ھ میں ممالک محروسہ میں اس مضمون کا ایک گشتی فرمان عاملوں کے نام جاری کر دیا کہ میرے بعد معتضد تخت نشین ہوگا اور معتضد کے بعد جعفر وارث تخت خلافت ہوگا

واقعات روم

۲۵۷ھ میخائیل بن ادفیل قیصر قسطنطنیہ کو اسکے ایک قریبی رشتہ دار نے جو صقلبی کے نام سے مشہور تھا قتل کر کے خود تخت سلطنت پر متصرف ہو گیا دو سال تک تو وہ اپنی نئی حکومت کی جڑیں مضبوط کرتا رہا آخر جب وہ اچھی طرح سلطنت پر قابض ہو گیا تب اس نے ۲۵۹ھ میں ملطیہ پر فوج کشی کی۔ اگرچہ خلافت عباسیہ کے اجزاء پریشان تھے۔ معتمد کا عہد خلافت پریشانیوں کے دور سے گذر رہا تھا ہر صوبہ

میں خانہ جنگی ہو رہی تھی لیکن سرحدی مسلمانوں نے اس پُرفتن دور میں بھی ملک قیصر روم کا مقابلہ
کیا۔ اور رومیوں سے اس زور و شور سے لڑے کہ قیصر روم کو شکست کھا کر بھاگتے
ہی بن پڑی مسلمانوں نے دور تک رومیوں کا تعاقب کیا۔ اس شکست کا یہ اثر ہوا کہ
تین سال تک قیصر روم کو بلاد اسلامیہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن چوتھے
سال یعنی ۲۶۳ھ میں قیصر روم نے عظیم الشان لشکر کے ساتھ پھر بلاد اسلامیہ پر حملہ
کیا۔ مسلمانوں کو اسکے حملہ کی اس وقت اطلاع ہوئی جب وہ طرسوس کے قریب قلعہ
کرکرہ پر چڑھ آیا۔ پھر بھی مسلمانوں نے اس کا مقابلہ نہایت دلیری سے کیا لیکن وہ
قلعہ کرکرہ کو نہ بچا سکے۔ قیصر اس قلعہ پر قابض ہو گیا۔ ۲۶۴ھ میں عبداللہ رشید
بن کاؤس نے چالیس ہزار کی جمعیت فراہم کرکے رومیوں پر یورش کی۔

یہ فوج عام مجاہدین پر مشتمل تھی شروع شروع میں اس لشکر کو فتحیابی حاصل
ہوئی۔ عبداللہ رشید نے قلعہ کرکرہ رومیوں سے چھین لیا۔ لیکن جب وہ بلاد روم
میں داخل ہوا اور رومی فوجیں اسکے مقابلہ پر آئیں تو اسکی فتوحات کا سلسلہ رک گیا

وہ بلند حوصلہ آدمی تھا لیکن اسے کسی طرف سے کوئی مدد نہ پہنچ سکی۔ ادھر
قیصر روم نے اپنی پوری قوت سے اس پر حملہ کر دیا اثنائے جنگ میں عبداللہ رشید
گرفتار ہو گیا۔ اسکے ساتھی منتشر ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے صقلبی قیصر روم عبداللہ رشید کو
گرفتار کرکے قسطنطنیہ لے گیا اور وہاں سے اس نے ۲۶۵ھ میں عبداللہ رشید کو
معہ قرآن مجید کی چند جلدوں کے احمد بن طولون کے پاس بطور ہدیہ بھیج دیا۔

اسی سال یعنی ۲۶۵ھ رومیوں نے اچانک عام اذنہ پر حملہ کر دیا۔ وہاں شاہی فوج
نہ تھی۔ رومیوں نے عام اذنہ کو لوٹ لیا۔ چار سو مسلمانوں کو شہید کر دیا اور چار سو کو
گرفتار کرکے لے گئے۔ ۲۶۶ھ میں یونانی بحری بیڑہ نے جزیرہ صقلیہ (سسلی) کے قریب دھاوا
کیا۔ اسلامی بیڑہ اسکے مقابلہ میں پہنچا سمندر میں جنگ ہوئی اسلامی جنگی کشتیاں بہت کم تھیں

کئی روز تک معرکے ہوتے رہے آخر مسلمانوں کو شکست ہوئی رومیوں نے مسلمانوں کی کئی جنگی کشتیاں گرفتار کر لیں۔ اسلامی بحری بیڑے نے صقلیہ کے ساحل پر جا کر دم لیا جب اس ہزیمت کی اطلاع احمد بن طولون کے نائب کو ہوئی جو ملک شام میں تھا تو اُس نے رومیوں سے انتقام لینے کیلئے خشکی کی طرف سے بلاد روم پر چڑھائی کر دی ادھر صقلیہ کیطرف سے اسلامی بحری بیڑہ بھی بڑھا۔ ان اسلامی بری اور بحری فوجوں نے بلاد روم پر نہایت کامیاب حملے کئے۔ کئی معرکوں میں یونانیوں کو شکستیں دیں کئی بستیوں کو تاراج کر ڈالا۔ آخر مظفر و منصور ہو کر بہت سا مال غنیمت اور قیدی ساتھ لیکر لوٹ آئے بسنہ ۲۶۸ھ میں قیصر روم نے پچھلی شکست کا بدلہ لینے کیلئے ملک شام کے سرحدی بلاد پر حملہ کیا۔ احمد بن طولون کو جب اسکی حملہ آوری کی اطلاع ہوئی تو اُس نے اپنے شام کے عامل خلف فرغانی کو رومیوں کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ خلف فرغانی نے رومیوں کے لشکر پر حملہ کر کے انہیں شکست دی اور بلاد اسلامیہ سے پیچھے دھکیل دیا۔ رومیوں نے پھر جمع ہو کر آگے بڑھنا چاہا۔ خلف فرغانی یہ خبر سُنکر طوفان کیطرح ان پر جا پڑا اور ایک خونریز جنگ کے بعد دس ہزار رومیوں کو قتل کر کے انہیں شکست فاش دی رومی بڑی بدحواسی سے بھاگ کر قسطنطنیہ میں پہنچے۔ خلف فرغانی بے شمار مال غنیمت اور قیدی لیکر واپس آیا۔ سنہ ۲۷۰ھ میں قیصر روم نے پھر لشکر مرتب کیا اور ایک لاکھ کا عظیم الشان لشکر لیکر طرسوس کیطرف بڑھا۔ اس زمانہ میں طرسوس پر مازیار ترک حکمران تھا۔ اُسے بھی رومیوں کی چڑھائی کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے بھی جسقدر جلد ممکن ہوا مقابلہ کی تیاریاں کر لیں قیصر روم نے قلمیہ پر جو طرسوس سے چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ چونکہ قلمیہ میں شاہی فوج نہ تھی۔ اسلئے رومیوں نے اس پر حملہ کر کے اسے برباد کر ڈالا اور وہاں کے مسلمانوں کو قتل کر کے عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا۔ لیکن اسی رات کو جبکہ رومی شراب ناب کے دور اڑا کر فتح کی خوشیاں منا رہے تھے مازیار والئی طرسوس نے ان پر شبخون مارا۔ نہایت خونریز

لڑائی ہوئی مسلمانوں نے رومیوں کے لشتوں کے پشتے لگا دیئے ستر ہزار رومیوں کو مار ڈالا ہزاروں رومیوں اور پادریوں کو گرفتار کر لیا۔ بطریق اعظم کو بھی قید کر لیا اور صلیب اعظم بھی مسلمانوں کے قبضے میں آ گئی بقیہ رومی ہزیمت اٹھا کر ایسے بھاگے کہ ڈھونڈنے سے ان کا پتہ نہ چلا۔ ۲۷۳ھ میں مازیار کو معلوم ہوا کہ رومی پھر حملہ کرنے والے ہیں اس مرتبہ اس نے رومیوں کے آنے کا انتظار نہیں کیا بلکہ خود ہی فوج لے کر رومیوں پر چڑھائی کر دی کئی جگہ رومیوں نے اس کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر پسپا ہوئے مازیار کامیاب اور فتحمند ہو کر واپس آیا۔ ۲۷۵ھ میں پھر رومیوں نے حملہ کیا۔ مازیار اور احمد جعفی دونوں نے مل کر رومیوں کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست دے کر ہٹا دیا۔ یہ دونوں بلاد روم میں داخل ہو کر دیہات اور قصبات فتح کرتے ہوئے ایک قلعہ پر حملہ آور ہوئے۔ اثنائے جنگ میں منجنیق کا ایک پتھر مازیار کے لگا۔ وہ زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ احمد جعفی لڑائی موقوف کر کے زخمی مازیار کو لے کر واپس لوٹ آیا۔ مازیار راستہ ہی میں مر گیا۔ مسلمانوں نے اسے طرسوس میں لا کر دفن کیا۔

قرامطہ

۲۷۸ھ میں سرزمین کوفہ میں ایک شخص حمدان جو غالی شیعہ تھا نمودار ہوا۔ آیندہ چل کر وہ قرامطہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس نے ایک نیا مذہب جاری کیا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ بارہ۱۲ امام نہیں ہیں بلکہ صرف سات ہیں۔ وہ ان سات اماموں کو مانتا تھا:

حضرت حسین۱۔ علی۲ (زین العابدین) باقر۳۔ جعفر صادق۴۔ اسمٰعیل۵ بن جعفر صادق محمد۶ بن اسمٰعیل۔ عبیدہ۷ بن محمد۔ اپنے آپ کو وہ عبیداللہ بن محمد کا نائب بتاتا تھا۔ حالانکہ محمد بن اسمٰعیل کا کوئی بیٹا محمد نامی نہ تھا۔ وہ محمد بن الحنیفہ بن علی بن ابیطالب کو رسول کہتا تھا۔ چنانچہ اس نے جو اذان مقرر کی تھی اسمیں یہ الفاظ بڑھا دیئے تھے:۔

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَنَفِيَّةِ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ بجائے خانہ کعبہ کے بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا تھا۔ رات اور دن میں صرف دو۲ نمازیں مقرر کی تھیں دو۲ رکعت قبل طلوع

آفتاب اور دو رکعت بعد غروب آفتاب۔ اس کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ بعض سورتیں محمد بن الحنفیہ پر نازل ہوئی ہیں۔ جمعہ کی نماز اڑا دی تھی اور بجائے جمعہ کے دوشنبہ کے دن کو محترم و بابرکت سمجھتا تھا۔ اس دن کوئی کام نہ کرتا تھا۔ سال بھر میں صرف دو روزے فرض سمجھتا تھا۔ نبیذ کو حرام کہتا تھا اور شراب کو حلال جانتا تھا۔ غسل جنابت کو غیر ضروری سمجھتا تھا۔ بعض جانور جو حلال تھے انہیں حرام کر دیا تھا اور جو حرام تھے انہیں حلال قرار دے دیا تھا۔ جو شخص قرامطہ کا مخالف ہو اُسے واجب القتل جانتا تھا۔ اُس نے اپنا لقب قائم بالحق رکھا تھا۔ غرض وہ عجیب و غریب عقیدہ کا آدمی تھا۔ اس نے خبیث اور بیہود زنگیوں کے سرداروں کو اپنے اس نئے مذہب کی تلقین کی تھی۔ لیکن بیہود خود مدعی رسالت تھا۔ انہوں نے اسکی طرف کوئی توجہ نہ کی جب زنگیوں کا استیصال ہو گیا تب حمدان قرامط نے اپنے عقائد کی اشاعت کوفہ میں شروع کی۔ احمق لوگ ہر زمانہ میں اور ہر جگہ موجود ہوتے ہی ہیں۔ کوفہ میں بھی تھے۔ وہ قرامط کے معتقد ہونے لگے جب کوفہ کے عامل کو اسکی اطلاع ہوئی تو اس نے قرامط کو گرفتار کر کے قید کر دیا اتفاقاً جیلخانہ کے محافظوں کی غفلت سے وہ جیلخانہ سے نکل بھاگا۔ اسکے متبعین نے یہ مشہور کر دیا کہ قرامط ولی اللہ ہے اسے قید نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ نہ اسے کوئی جیل خانہ آنے جانے سے روک سکتا ہے! اس سے اسکی شہرت نزدیک و دور ہو گئی۔ اس نئے مذہب کا چرچا ہونے لگا اور لوگ اس نئے مذہب کو اختیار کرنے لگے۔ یہ بات بھی مشہور ہے کہ حمدان قرامط نے حسین و جمیل عورتیں جمع کر لی تھیں۔ لوگ ان پر یزاد عورتوں کو دیکھنے اور ان سے شرف ہمکلامی حاصل کرنے کیلئے بھی اسکے معتقد ہوتے جاتے تھے۔

غرضیکہ اسمیں لوگوں کے حمق کو دخل ہو یا حسن کی کار فرمائیاں ہوں لیکن حقیقت ہے کہ قرامط کے نئے مذہب نے خاصی ترقی کی اور قرامط کے معتقدوں نے سچے اور پکے مسلمانوں کو بڑی تکلیفیں پہنچائیں بہت سے باخدا علماء کو شہید کر دیا۔ آئندہ اسکی

قساوت قلبی کے واقعات بیان کیے جائینگے۔ انشاءاللہ۔ یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ دورِ اول کے مسلمان بھی ایسے بدعقیدہ تھے جو بہک اور بھٹک جاتے تھے دراصل بات یہ ہے کہ ایسے مسلمان ہر دور میں رہے ہیں جو کہنے کو تو مسلمان تھے لیکن عقیدے کے پختہ نہ تھے سوائے قرونِ اولیٰ کے مابعد کے مسلمانوں کی حالت قابلِ رحم رہی ہے لیکن دورِ حاضر کے مسلمان اپنی بدعقیدگی میں ہر زمانہ کے مسلمانوں پر فوق لے گئے ہیں اس وقت قبر پرستی اور پیر پرستی کا وہ زور ہے کہ الامان والحفیظ۔ پیر خواہ جاہل اور بے نمازی و شرابی ہی کیوں نہ ہو لیکن اسے ولی کامل سمجھکر اسکے ہر حکم کی تعمیل ضروری اور فرض سمجھتے ہیں آئے دن ایسے واقعات سننے میں آتے رہتے ہیں کہ پیر صاحب مرید کی جورو یا بہن یا بیٹی کو لے بھاگے۔ مگر سادہ لوح مسلمانوں کی پھر آنکھیں نہیں کھلتیں ایک پیر صاحب سے میں بھی واقف تھا۔ وہ شراب پیتا تھا۔ لیکن لوگ اسکی بڑی عزت و عظمت کرتے تھے۔ ایک روز وہ کثرت سے شراب پیکر بالاخانہ کے زینہ سے لڑھک کر مرگیا۔ لوگ قبروں پر جاتے چادریں چڑھاتے اور سجدہ کرتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ یہ بدعت و شرک ہے اس سے عاقبت خراب ہوتی ہے۔ قبر پرستی بھی پیر پرستی کا ایک جزو ہے اگر لوگ پیر پرستی چھوڑ دیں تو قبر پرستی خود بخود چھوٹ جائے۔ دیکھئے کب خدا مسلمانوں کو ہدایت کرتا ہے اور کب وہ پیر پرستی سے توبہ کرتے ہیں۔

خلیفہ معتمد کی وفات

خلیفہ معتمد نے ۲۰ رجب ۲۷۹ھ میں وفات پائی اور سامرہ میں مدفون ہوا اس نے پچاس سال کی عمر میں تقریباً تئیس ۲۳ سال خلافت کرکے انتقال کیا۔ اس خلیفہ کے زمانہ میں ترکوں کا زور ضرور ٹوٹ گیا لیکن عالم اسلام میں جو پریشانی و بدامنی پیدا ہوگئی تھی۔ وہ دور نہ ہوسکی۔ خلیفہ معتمد نے اپنے بھائی موفق کے کہنے سے سامرا کو جو معتصم باللہ کے زمانہ سے خلفائے عباسیہ کا دارالخلافہ چلا آتا تھا۔ چھوڑ دیا اور بغداد کو

دارالخلافہ بناکر انہیں رہنا شروع کیا۔ دارالخلافہ کی اس تبدیلی ہی نے ترکوں کی قوت کمزور کردی
کیونکہ سامرہ میں ترکوں کا زور تھا اور بغداد میں عربوں اور خراسانیوں کا۔ بغداد میں ترکوں
کی کچھ نہ چلی اور خلیفہ ان کے اثر سے آزاد ہوگیا لیکن دولتِ عباسیہ میں جو انحطاط
پیدا ہوگیا تھا اور حکومت کی قوتیں جو کمزور ہوچکی تھیں ان میں کوئی حرکت پیدا نہ ہوئی
خلیفہ کا رعب لوگوں کے دلوں سے بالکل مٹ چکا تھا۔ اسکی حکومت و وقعت صرف اسقدر
تسلیم کیجاتی تھی کہ جمعہ کے خطبوں میں اس کا نام لیا جاتا تھا۔ وہ بھی انہیں صوبوں میں جو
دولت عباسیہ کے محکوم تھے لیکن خلیفہ کے حکم کی اطاعت ان صوبوں میں بھی کوئی نہ
کرتا تھا۔ اسکے زمانہ میں عالم اسلام میں فتنہ وفساد برپا رہے۔ نااتفاقی اور مخالفت کا زور
رہا اور اسی کے عہد میں قرامطہ کی بنیاد پڑی۔ جس نے آئندہ فتنوں کا دروازہ کھولدیا
اسی کے زمانہ میں علم حدیث کے مشہور اور ناموروں مثلاً امام بخاریؒ۔ امام مسلمؒ
ترمذیؒ۔ ابوداؤدؒ اور ابن ماجہ نے وفات پائی۔ اسی کے عہد خلافت میں عبیداللہ بن
عبید جو شیعان یمن کا مورث ہے مہدویت کا دعویٰ کیا اور قبیلہ بنو کتانہ کے کچھ لوگوں کو
ساتھ لیکر ملک مغرب کیطرف گیا۔ اور رفتہ رفتہ ترقی کرکے مصر و افریقیہ کی سلطنت
کی بنیاد رکھی یہی عبیداللہ بن عبید سلاطین مصر کا بھی مورث ہے۔ غرض خلیفہ معتمد نے
برائے نام تیئیس ۲۳ سال خلافت کی لیکن اس کا یہ عہد انتشار و پریشانی سے شروع ہوکر
بدنصیبی و ناکامی پر ختم ہوا۔

معتضد باللہ

اس کا اصل نام "احمد" تھا اس کا سلسلۂ نسب اسطرح پہ ہے کہ احمد بن موفق باللہ بن
متوکل علی اللہ بن معتصم باللہ بن ہارون رشید۔ اسکی کنیت ابوالعباس تھی اور معتضد باللہ
خطاب تھا۔ اسکی ماں کا نام صواب تھا جو ایک پرستار تھی وہ ۲۴۳ھ میں پیدا ہوا تھا اور
اپنے چچا معتمد باللہ کی وفات کے بعد ماہ رجب ۲۷۹ھ میں تخت نشین ہوا۔ وہ خوبصورت
عقلمند اور بہادر شخص تھا۔ اسکی ہیبت و سطوت سے ترک خراسانی و عرب سب ہی

ڈرتے تھے۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی فلسفہ اور مناظرہ کی کتابوں کی اشاعت روک دی۔ مذہبی فتنے جو فلسفہ اور مناظرہ کی وجہ سے رونما ہوگئے تھے ان کا سدباب کردیا بغداد میں مجوسی لوگ کثرت سے جمع ہوگئے تھے۔ انہوں نے آتشکدے بنالئے تھے آگ کی پرستش شروع کردی تھی۔ نوروز کے دن عید بھی منانے لگے معتضد نے آتشکدے مسمار کرادیئے۔ عید کے دن مجوسی عورتوں کو بن سنور کر عام گذرگاہوں میں نکلنے کی ممانعت کردی معتضد نے عبید بن سلیمان بن وہب کو وزیر اعظم اور اپنے غلام بدر نامی کو بغداد کی پولیس کا افسر مقرر کیا۔

بنت خمارویہ سے شادی

یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ احمد بن طولون نے مصر میں اپنی حکومت علیحدہ قائم کرلی تھی اور احمد کے مرنے پر اس کا بیٹا خمارویہ اپنے باپ کا قائم مقام ہوا تھا۔ خمارویہ کی ایک حسین لڑکی تھی جب اسکے حسن کی شہرت معتضد نے سنی تو اس نے خمارویہ کو اسکی لڑکی سے اپنے عقد کا پیغام دیا۔ خمارویہ عباسی خاندان اور خلیفہ سے قرابتداری کے خیال سے رضامند ہوگیا۔ خلیفہ معتضد نے نہایت دھوم دھام سے اپنی شادی کی۔

ابوجوزہ کی گرفتاری اور قتل

موصل میں خوارج نے اودھم مچا رکھا تھا۔ انکے دو گروہ آپس ہی میں مصروف جنگ تھے ایک گروہ کا سردار ابوجوزہ تھا اور دوسرے گروہ کا افسر ہارون شاری تھا۔ چونکہ دونو موصل کی حکومت حاصل کرنا چاہتے تھے اسلئے زور آزمائی کر رہے تھے۔ ایک عرصہ کی ہنگامہ خیزی کے بعد ہارون شاری نے ابوجوزہ کو گرفتار کرلیا اور خلیفہ معتضد کی عنایت حاصل کرنیکے خیال سے اس نے ابوجوزہ کو بغداد میں خلیفہ کی خدمت میں بھیجدیا خلیفہ معتضد نے اسے بڑی تکلیفوں سے قتل کرایا اور ہارون شاری کو تنبیہہ کی کہ وہ بغاوت و سرکشی نہ کرے لیکن ہارون شاری بدستور تمردی کرتا رہا یہ واقعہ ۲۸۰ھ کا ہے اسی سال یعنی ۲۸۰ھ میں اہل جزیرہ کی سرکشی کیوجہ سے جزیرہ پر فوج کشی کی اور فتنہ پرداز قبائل بنی شیبان کی خاطر خواہ گوشمالی کرکے

اور ان سے خراج اور باج لیکر بغداد میں واپس آیا۔

قلعہ ماردین پر یورش

قلعہ ماردین پر حمدان بن حمدون امیر تھا۔ اس نے ہارون شاری خارجی سے یہ سازش کی کہ اگر ہارون اسکی مدد کرکے اسکی مستقل حکومت ماردین میں قائم کرا دے تو وہ یعنی حمدان ہارون کی مدد کرتا رہے گا۔ اسکی اطلاع خلیفہ معتضد کو بھی ہو گئی۔ اس نے فوراً حمدان پر فوج کشی کرکے اسے قلعہ ماردین میں محصور کر لیا۔ حمدان نے ہارون شاری کو مدد کیلئے لکھا لیکن ہارون کو اسکی مدد کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ معتضد نے قلعہ ماردین کو فتح کرکے قلعہ کو مسمار کرا کر زمین کے ہموار کرا دیا اور حمدان بن حمدون کو گرفتار کرکے قید کر دیا۔ اسی سال یعنی ۲۸۱ھ میں خلیفہ معتضد نے اپنے بیٹے علی معروف بہ مکتفی کو رے، قزوین، زنجان، قم اور ہمدان کی حکومت پر مامور کیا۔

قرامطہ کا خروج

قرامطہ کا نیا مذہب روبہ ترقی تھا۔ لوگ برابر اس مذہب کو اختیار کرتے جاتے تھے ۲۸۱ھ میں قرمط کے معتقدین میں سے ایک شخص یحییٰ بن مہدی نامی علاقہ بحرین کے مقام قطیف میں آیا اور علی بن معلی بن حمدان کے مکان میں ٹھہرا اور چونکہ اسجگہ کے کچھ لوگ بھی قرامطہ کا مذہب قبول کر چکے تھے اور کچھ لوگ شیعہ تھے اور شیعہ اور قرامطہ مل جل رہے تھے۔ اسلئے یحییٰ نے کہا کہ میں امام مہدی کا فرستادہ ہوں۔ وہ عنقریب خروج کرنیوالے ہیں میں ان کا پیغام لیکر آیا ہوں علی جسکے مکان میں یحییٰ آکر ٹھہرا تھا شیعہ تھا اس نے تمام شیعوں کو جمع کیا۔ یحییٰ نے امام مہدی کا خط پڑھکر سب کو سنایا۔ شیعوں نے نہایت توجہ سے خط سنا اور بڑے خلوص کیساتھ امام مہدی کے ظہور کے وقت خروج کا وعدہ کیا۔ یحییٰ چند روز قیام کرکے چلا گیا اور کچھ عرصہ کے بعد پھر آکر امام زمان کا ایک خط پیش کیا جس میں لکھا تھا کہ جس مہم کو میں نے شروع کیا ہے اسکی انجام دہی کیلئے روپیہ کیضرورت ہے

لہذا تم میں سے ہر شخص یحییٰ کو چھتیس ۳۶ دینار نذر کرے شیعوں نے اس حکم کی تعمیل کی اور ہر شخص نے رقم مذکورہ یحییٰ کے حوالہ کر دی۔ یحییٰ پھر چلا گیا۔ مگر چند ہی دنوں کے بعد یحییٰ پھر نمودار ہؤا۔ اس وقت بھی وہ مہدی امام زماں کا ایک خط لایا تھا۔ جسمیں لکھا تھا کہ ابھی تک اسقدر سرمایہ جمع نہیں ہو سکا جسقدر کی حاجت ہے لہذا ہر شخص اپنے مال کا پانچواں حصہ امام زمان کیلئے یحییٰ کے حوالے کر دے۔ لوگوں نے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔ یحییٰ مال خطیر لیکر قطیف سے چلا گیا اور پھر ایک عرصے تک نہ آیا۔ ۲۸۶ھ میں ابوسعید جنابی بحرین میں آیا۔ اور اس نے لوگوں کو علانیہ مذہب قرامطہ کی دعوت دی۔ جو لوگ پہلے ہی سے خفیہ طور پر اس مذہب کو قبول کر چکے تھے۔ وہ اب علانیہ آکر ابوسعید جنابی کے پاس جمع ہونے لگے۔ ابوسعید نے مقام قطیف میں قیام کیا اور سامان جنگ فراہم کر کے خروج کی تیاری کرنے لگا۔ خلیفہ معتضد کو بھی اسکے اس بارادہ کی اطلاع ہو گئی۔ خلیفہ کو اندیشہ ہؤا کہ کہیں ابوسعید بصرہ پر یورش نہ کر دے اسلئے اس نے بصرہ کے عامل احمد بن محمد بن یحییٰ واثقی کو لکھا کہ فوراً بصرہ کی شہر پناہ تعمیر کرا لو۔ احمد نے نہایت تیزی سے تعمیر کا کام شروع کرا دیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں شہر پناہ کی تعمیر مکمل ہو گئی۔ اسکی تعمیر میں چودہ ۱۴ ہزار دینار صرفہ میں آئے۔ خلیفہ معتضد کا خیال درست نکلا۔ ابوسعید نے جنگی تیاریاں مکمل کر کے خروج کیا اور سیدھا بصرہ کیطرف ہو لیا۔ معتضد نے اس خبر کو سنتے ہی دارالخلافہ بغداد سے عباس بن عمر غنوی کو دو ۲ ہزار سواروں کی جمعیت کیساتھ بصرہ کی حفاظت کیلئے روانہ کیا۔ ادھر سے عباس چلا۔ ادھر سے ابوسعید آیا۔ دونوں کا مقابلہ بصرہ سے باہر ہی ہو گیا ابوسعید نے اپنے لشکر گاہ کے قریب آگ جلوائی اور اعلان کر دیا کہ مذہب قرامطہ کی مخالفت کرنیوالوں کو آگ کا ایندھن بنایا جائیگا۔ عباس اور ابوسعید میں معرکہ آرائی ہوئی ابوسعید نے عباس کو گرفتار کر لیا اور عباس کے جسقدر ہمراہی اس نے گرفتار کئے۔ انہیں سبکو آگ میں ڈلوا دیا یہ واقعہ ماہ شعبان ۲۸۷ھ کا ہے۔ ابوسعید جنابی قرمطی بصرہ کی شہر پناہ کو دیکھکر وہاں سے ہٹ گیا

اور علاقہ ہجر میں جا پہنچا وہاں اس نے اہل ہجر کو امان دیکر ہجر پر قبضہ کر لیا اور وہاں سے نئے ساز و سامان کے ساتھ پھر بصرہ پر آیا۔ اسکی جمعیت اور اس کا جنگی سامان دیکھ کر اہل بصرہ خوفزدہ ہو گئے لیکن بصرہ کے عامل احمد بن محمد واثقی نے انہیں دلاسا دیا اور جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔ ابو سعید قرمطی کو اس مرتبہ بھی بصرہ پر حملہ کرنیکی جرأت نہ ہوئی۔ اس نے عباس کو آزاد کر دیا اور مضافات بحرین کیطرف چلا گیا۔ ۲۸۸ھ میں ایک شخص ابو القاسم معروف بہ ذکرویہ بن مہرویہ قرمطی کوفہ کے نواح میں آیا اور قبیلہ قلیص بن ضمضم بن عدی میں مذہب قرمط کی تبلیغ کی۔ اس قبیلہ نے مذہب قرمط اختیار کر لیا۔ اور اس نواح میں رفتہ رفتہ اس نئے مذہب کی جمعیت بڑھنے لگی یہاں شبل نامی ایک سردار کچھ فوجی جمعیت لئے مقیم تھا اس نے اہل قرامطہ پر حملہ کر دیا۔ قرمطی بڑے جوش و خروش سے لڑے لیکن بالآخر انہیں شکست ہوئی ان کا سردار ابو الفوارس گرفتار ہو گیا۔ شکست خوردہ قرمطی دمشق کیطرف بھاگ گئے۔ شبل نے ابو الفوارس کو بغداد خلیفہ معتضد کیخدمت میں بھیج دیا۔ معتضد نے اُسے قتل کرا دیا جو قرامطی دمشق کیطرف بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے ایک جگہ جمع ہو کر دمشق پر چڑھائی کر دی۔ اہل دمشق نے سلطنت عباسیہ سے اپنا تعلق علیحدہ کر رکھا۔ انہوں نے اپنی طرف سے ایک شخص کو دمشق کا حاکم مقرر کر لیا تھا۔ اس حاکم نے قرامطہ کا مقابلہ کیا ۲۸۹ھ میں اہل دمشق اور اہل قرامطہ میں کئی معرکے ہوئے اور ہر معرکہ میں قرامطہ نے فتح پائی چونکہ ۲۸۹ھ میں معتضد باللہ کا عہد حکومت ختم ہو جاتا ہے اسلئے قرامطہ کا باقی حال بعد میں تحریر کیا جائیگا۔

ہارون شاری کی گرفتاری و قتل

ہم قرامطہ کے واقعات مسلسل بیان کرنیکی وجہ سے ۲۸۱ھ سے ۲۸۹ھ میں پہنچ گئے اب انہیں سنوں کے دوسرے واقعات بیان کرتے ہیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ہارون شاری خارجی

نے ابو جوزہ خارجی کو گرفتار کر کے خلیفہ معتضد کی خدمت میں بھیج دیا تھا اور خلیفہ معتضد نے ابو جوزہ کو قتل کرا دیا تھا۔ اب ہارون شاری موصل کا مالک بن بیٹھا تھا۔ اس نے عام مسلمانوں پر ظلم و ستم کرنے شروع کئے۔ خلیفہ معتضد نے اسکے مظالم کی داستانیں سن کر خود اسکے مقابلہ کا قصد کیا۔ چنانچہ لشکر لیکر موصل کیطرف روانہ ہوا۔ ہارون شاری نے بھی مقابلہ کی تیاریاں کریں خلیفہ معتضد نے اطراف موصل میں پہنچکر اپنے لشکر کو پھیلا دیا۔ ہارون شاری مقابلہ پر آیا۔ کئی لڑائیاں ہوئیں ہر لڑائی میں ہارون خارجی کو ہزیمت ہوئی۔ شاہی لشکر نے ہر طرف سے اسے نرغہ میں لے لیا۔ آخر ماہ ربیع الاول ۲۸۳ھ میں معتضد نے ہارون شاری خارجی کو گرفتار کر لیا اور موصل سے خوارج کو بیدخل کر کے اس پر قبضہ کرنے کے بعد بغداد میں واپس آیا۔ یہاں آکر اس نے ہارون شاری کو پہلے تمام بغداد میں تشہیر کرایا۔ پھر قتل کرا دیا۔ اسطرح ایک عرصے کے بعد اہل موصل کو خوارج کی دستبرد سے نجات ملی۔

احمد بن عیسیٰ کا خروج

۲۸۵ھ میں آذربائیجان میں احمد بن عیسیٰ بن شیخ نے علم بغاوت بلند کیا خلیفہ معتضد اسکی گوشمالی کیلئے خود ہی روانہ ہوا اور اس نے آذربائیجان میں پہنچکر احمد بن عیسیٰ پر حملہ کیا۔ احمد بن عیسیٰ نے بھی کافی جمعیت فراہم کر لی تھی۔ اس نے اپنی پوری طاقت سے مقابلہ کیا۔ ایک مرتبہ تو شاہی لشکر شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ لیکن معتضد نہایت استقلال سے میدان جنگ میں جما رہا اور شاہی لشکر کو پھر مجتمع کر کے پُرزور حملہ کیا احمد بن عیسیٰ کو شکست ہوئی۔ اسکے زیادہ تر ہمراہی میدان جنگ میں کام آئے۔ کچھ گرفتار کر لئے گئے۔ کچھ بھاگ گئے۔ احمد بن عیسیٰ بن شیخ بھی گرفتار ہو گیا۔ خلیفہ معتضد فتح حاصل کرنے کے بعد ماہ ربیع الثانی ۲۸۶ھ میں بغداد واپس آ گیا۔ اسی سال یعنی ۲۸۶ھ میں خلیفہ معتضد نے اپنے بیٹے علی کو جو بعد میں مکتفی کے لقب سے ملقب ہوا۔ جزیرہ اور عواصم کی گورنری بھی عطا کر دی اور حسن بن عمرو نصرانی کو رقہ سے طلب کر کے مکتفی کا میر منشی بنا

وزیر مقرر کر دیا:-

فارس پر قبضہ

سنہ ۲۸۸ھ میں طاہر بن محمد بن عمرو بن لیث صفار نے ایک لشکر فراہم کر کے فارس پر قبضہ کرنے کے قصد سے یورش کی۔ اسمٰعیل سامانی کو جو علاقہ ماوراء النہر میں حکمران تھا اسکے ارادہ کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے فوراً طاہر بن محمد صفار کو ایک تہدیدی خط لکھا کہ اگر تم نے فارس کا قصد کیا تو مجھے اپنے مقابلہ پر تیار پاؤ گے۔ طاہر بن محمد نے اس سے ڈر کر اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ لیکن خلیفہ معتضد نے اپنے غلام بدر کو فارس پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجدیا۔ چنانچہ بدر فارس میں داخل ہو کر بلا کسی کی مزاحمت کے فارس پر متصرف و قابض ہو گیا۔ اسمٰعیل سامانی کو اسکے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی اسطرح فارس پر بھی دولت عباسیہ کا قبضہ ہو گیا۔ اسی سال یعنی ۲۸۸ھ میں عبید اللہ بن سلیمان بن وہب وزیر اعظم کا انتقال ہو گیا۔ خلیفہ معتضد نے اسکے بیٹے ابو القاسم بن عبید اللہ کو وزیر اعظم مقرر کیا۔

رومیوں سے جنگ

۲۸۵ھ میں رومیوں نے پھر بلاد اسلامیہ پر چھاپہ مارا۔ خلیفہ معتضد نے ان کی گوشمالی کیلئے لشکر روانہ کیا۔ مسلمانوں نے رومیوں کو اسلامی سلطنت کی حدود سے نکال دیا۔ معتضد نے مجاہدین کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ ۲۸۷ھ میں قیصر روم بڑے ساز و سامان سے حملہ آور ہوا۔ اس نے کئی اسلامی دیہات اور قصبات کو پامال کر ڈالا بہت سے مسلمانوں کو قید کر کے لیگیا۔ خلیفہ معتضد نے اس خبر کو سنتے ہی ایک جمعیت اسکے تعاقب میں بھیجی مسلمانوں نے رومی بلاد میں داخل ہو کر انتقاماً بستیوں کو تاراج اور برباد کرنا شروع کر دیا۔ بہت سے مردوں۔ عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا۔ اس تاراجی کی خبر سنکر قیصر روم پلٹ کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوا۔ نہایت خونریز معرکہ ہوا لیکن انجام کار رومیوں کو شکست ہوئی بے شمار رومی میدان میں کھیت رہے بہت سے گرفتار ہو گئے۔

قیصر روم بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے دور تک اس کا تعاقب کیا اور اس سے اسلامی قیدیوں کو چھین لیا۔
اس سے اگلے ہی سال یعنی ۲۸۰ھ میں قیصر روم نے عظیم الشان لشکر لیکر پھر اسلامی ممالک پر چڑھائی کی اور سرحدی مقامات کو عبور کر کے غافل و بیخبر مسلمانوں پر جا ٹوٹا۔ اس نے نہایت بیرحمی سے مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ اس نواح میں جو اسلامی لشکر تھا اس نے مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھائی۔ جب ان واقعات کی اطلاع دربار خلافت میں پہنچی تو خلیفہ معتضد نے دار الخلافہ بغداد سے پھر ایک لشکر رومیوں کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا۔ قیصر روم اس اسلامی لشکر کے آنیکی خبر سنکر پیچھے ہٹ گیا اور رومی سلطنت کی حدود میں داخل ہو کر اسلامی لشکر کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ اسلامی لشکر نے اس کے مقابلہ میں پہنچکر لڑائی شروع کر دی۔ کئی معرکے ہوئے کبھی مسلمان غالب ہوئے اور کبھی رومیوں کو فتح ہوئی لیکن میدان جنگ سے کوئی فریق نہ ہٹا۔ بالآخر ایک خونریز جنگ کے بعد رومیوں کو شکست ہوئی۔ بہت سے رومی مارے گئے۔ بہت سے گرفتار ہوئے۔ جو باقی بچے وہ قیصر روم کے ساتھ قسطنطنیہ کیطرف بھاگ گئے۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کے ہاتھ بے شمار مال غنیمت آیا۔

معتضد باللہ کی وفات

۲۸۹ھ میں خلیفہ معتضد باللہ کثرت جماع کیوجہ سے بیمار ہو گیا۔ ایک بیماری سے مختلف امراض اس پر مستولی ہو گئے۔ ہر چند علاج کیا لیکن افاقہ نہوا۔ نزع کیحالت میں ایک طبیب اسکی نبض دیکھ رہا تھا۔ معتضد کے ہوش و حواس جاچکے تھے اس نے طبیب کے ایک لات ماری۔ طبیب اس لات کے لگتے ہی گرا اور گرتے ہی مر گیا۔ ادھر معتضد کی روح نکل گئی۔ معتضد کی وفات آخر ماہ ربیع الثانی ۲۸۹ھ میں ہوئی۔ اس نے چھیالیس ۴۶ سال ایک ماہ کی عمر میں نو سال نو مہینے خلافت کر کے انتقال کیا اور چار لڑکے اور گیارہ لڑکیاں چھوڑیں :-

عادات و خصائل

معتضد باللہ نیک مزاج اور عادل و منصف تھا۔ رعایا پر مہربانی کرتا تھا۔ اس نے

مال گذاری اور خراج میں کمی کر دی تھی۔ اس نے مکہ معظمہ میں دارالندوۃ کی عمارت کو گرا کر مسجد بیت الحرام کے پاس ایک اور مسجد تعمیر کرائی۔ دفتر میراث قائم کیا ذوی الارحام کو بھی میراث میں سے حصہ دلائے جانیکا حکم دیا۔ اس سے لوگ اس سے بہت خوش ہوئے۔ اسے دعائیں دیں۔ اسکی مقبولیت رعایا میں بڑھ گئی:۔

ایک شخص کے پاس لوگ امانتیں رکھا کرتے تھے معتضد نے بھی اس کے پاس خلیفہ ہونے سے پہلے امانت رکھی تھی۔ اس شخص نے بددیانتی کی لوگوں کا مال ہضم کر لیا۔ قاضی ابوحازم کے اجلاس میں مقدمات دائر ہوئے۔ قاضی نے ثبوت لے کر اس سے لوگوں کا مال دلایا۔ معتضد نے بھی قاضی کے پاس کہلا بھجوایا کہ آپ نے فلاں شخص سے لوگوں کا مال دلوایا ہے۔ میرا مال بھی اس کے پاس ہے مجھے بھی دلواؤ!

قاضی ابوحازم نے جواب میں عرض کیا کہ لوگوں نے گواہ پیش کر کے اپنے دعوے ثابت کئے۔ آپ بھی گواہ پیش کریں تو آپ کو بھی ڈگری دی جائے۔ معتضد کے پاس کوئی گواہ معتبر نہ تھا۔ اسلئے وہ گواہ پیش نہ کر سکا اور اسے اس کا مال واپس نہ ملا۔ اگرچہ وہ خلیفہ تھا۔ اگر چاہتا تو خود بجبر اس شخص سے اپنا مال واپس لے لیتا لیکن یہ بات قانون شرع کے خلاف ہوتی اسلئے اس نے ایسا نہ کیا:۔

جب معتضد تخت نشین ہوا تو حکومت عباسیہ کی چولیں ڈھیلی ہو چکی تھیں سلطنت عباسیہ نہایت نازک دور سے گذر رہی تھی۔ خلیفہ معتضد نے خلافت عباسیہ کی حالت درست کرنے میں بڑی جدوجہد کی۔ اس میں شک نہیں کہ اس نے اس کی گرتی حالت کو بہت کچھ سنبھالا۔ ایک بیمار حکومت کو تندرست کر دیا۔ سلطنت میں پھر ترقی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ لیکن وہ خلافت کی تمام ابتریوں کو دور نہ کر سکا اگر اس کے جانشین بھی اسی کی طرح ہوشیار۔ باحوصلہ بہادر اور مدبر ہوتے تو شاید خلافت عباسیہ کا شاندار دور پھر واپس آ جاتا۔ اس کے نالائق جانشینوں نے اس کی

تاہم کر وہ حالت کو بھی باقی نہ رکھا اور اسکے بعد خلافت عباسیہ قعر زوال میں گرتی چلی گئی

مکتفی باللہ

اس خلیفہ کا اصل نام "علی" تھا۔ اس کا سلسلہ نسب اس طرح ہے کہ علی بن معتضد باللہ بن موفق باللہ بن متوکل علے اللہ بن معتصم باللہ بن ہارون رشید۔ اسکی کنیت ابو محمد تھی مکتفی باللہ خطاب تھا۔ اس کی ماں ایک ترکی کنیز "جیجک" نامی تھی۔

"علی" کے نام کے صرف دو ہی خلیفہ ہوئے ایک حضرت علی کرم خلیفہ چہارم اور دوسرا مکتفی باللہ۔ معتضد باللہ نے مکتفی باللہ کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ جب معتضد نے وفات پائی تو مکتفی باللہ رقہ میں تھا اسے معتضد باللہ کے انتقال کی اطلاع دی گئی وہ رقہ سے چلکر ۷ جمادی الاول ۲۷۹ھ کو بغداد میں آیا اور لوگوں سے اپنی خلافت کے لئے بیعت لی۔ وہ نہایت خوش خلق اور خوبصورت شخص تھا۔

خلیفہ معتضد کے عہد سے ہی قاسم بن عبید اللہ وزیر اعظم تھا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ معتضد کی اولاد میں سے کوئی خلیفہ نہ ہو بلکہ خاندان عباسیہ میں سے کسی اور شخص کو خلیفہ بنایا جائے۔ معتضد کے غلام "بدر" کو بھی اس کی اطلاع ہو گئی:۔

اس نے وزیر اعظم کے اس ارادہ کی سخت مخالفت کی۔ مجبوراً وزیر اعظم کو اپنا ارادہ بدلنا پڑا۔ ان واقعات کی اطلاع نہ معتضد کو تھی اور نہ مکتفی باللہ کو۔ وزیر اعظم نے اس خوف سے کہ "بدر" اس بات کو معتضد یا مکتفی باللہ سے نہ کہدے۔ خلیفہ معتضد سے کہکر بدر کو فارس کی مہم پر بھیجدیا تھا۔ چنانچہ "بدر" نے فارس پر جاکر قبضہ کر لیا تھا (یہ واقعہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے) اب جس وقت مکتفی باللہ تخت نشین ہوا تو بدر فارس ہی میں تھا۔

قاسم بن عبید اللہ وزیر اعظم نے مکتفی باللہ کی نظر میں اعزاز حاصل کرنے کے لئے

معتضد کے مرتے ہی مکتفی باللہ کو اطلاع دی اور لوگوں سے مکتفی باللہ کے نام پر بیعت لی۔ اسے یہ سن کر مکتفی باللہ وزیر اعظم سے بہت خوش ہوا اور اس نے بغداد میں آکر قاسم بن عبداللہ وزیر اعظم کو سات خلعتیں عطا کیں :

بدر کا قتل

مکتفی باللہ کے تخت نشین ہونے کے بعد قاسم بن عبیداللہ وزیر اعظم کو یہ فکر ہوئی کہ کہیں بدر آکر خلیفہ سے تمام واقعہ نہ کہہ دے اسلئے اس نے پہلے ہی خلیفہ مکتفی باللہ کو اس سے بدظن کرنا شروع کر دیا۔ خلیفہ سے یہ شکایت کی کہ بدر بغاوت پر آمادہ ہے۔ اسکے ساتھ جو مشہور سردار ہیں ان سے سازش کر رہا ہے۔ خلیفہ مکتفی باللہ بدر سے ناخوش ہو گیا اور اس نے ان تمام بڑے بڑے سرداروں کو جو بدر کے ساتھ تھے فارس سے بلا لیا۔ بدر کو اسکی اطلاع ہو گئی کہ وزیر اعظم نے خلیفہ کو اس کی طرف سے بدظن کر کے ناخوش کر دیا ہے۔ وہ تمام واقعات خلیفہ کے گوش گذار کرنے کے لئے فارس سے چل کر واسط میں آیا۔ یہ سنکر وزیر اعظم کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ اس نے خلیفہ کو یہ کہکر بھڑکایا کہ بدر بغاوت و سرکشی کے ارادہ سے آرہا ہے۔ اگر وہ بغداد میں آگیا تو لوگ اس کا ساتھ دینگے اور فتنہ و فساد برپا ہو جائیگا چنانچہ مکتفی باللہ نے بدر کے مقابلے کے لئے بغداد سے ایک فوج بھیج دی :۔

بدر نے ہر چند کوشش کی کہ کسی طرح وہ بغداد پہنچ جائے اور خلیفہ کو اصل واقعات سے خبردار کر دے لیکن اسکی موت نے اس کا موقعہ ہی نہ آنے دیا۔ شاہی لشکر نے راستہ ہی میں بدر کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ بدر نہایت بہادر، مدبر، ذی عقل اور وفادار شخص تھا۔ اس کا قتل بالکل اسی طرح عمل میں آیا جس طرح ہرثمہ ابن اعین کا قتل مامون الرشید کے ابتدائی عہد خلافت میں ہوا تھا :۔

رے پر اسمٰعیل سامانی کا قبضہ

ماہ رجب ۲۸۹ھ میں اسماعیل سامانی کے ایک باغی سردار محمد بن ہارون نے "رے" پر قبضہ کر لیا جب دربار خلافت میں اس کی اطلاع پہنچی تو مکتفی باللہ نے محمد بن ہارون کو "رے" سے بے دخل کرنے کے لئے فوج بھیجی لیکن اس فوج کو محمد بن ہارون نے شکست دے کر بھگا دیا۔ مکتفی باللہ نے بجائے اور لشکر بھیجنے کے رے کی سند گورنری بھی اسماعیل سامانی کے پاس بھیجدی۔ گویا رے کا علاقہ بھی سامانی کو دے دیا:۔

اسمٰعیل سامانی رے پر چڑھ آیا۔ محمد بن ہارون نے اس کا مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھائی۔ اسمٰعیل سامانی نے اسے گرفتار کر کے قید کر دیا اور "رے" پر اپنا تسلط کر لیا۔ محمد بن ہارون ماہ شعبان ۲۹۰ھ میں قید خانہ ہی میں مر گیا:۔

ملک شام میں قرامطہ کی شورش

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ابوالقاسم معروف بہ ذکرویہ بن مہرویہ نے کوفہ میں خروج کیا تھا۔ لیکن وہاں سے شکست کھا کر دمشق میں آ گیا تھا۔ اس زمانہ میں دمشق کا عامل ایک شخص طغج نامی تھا۔ وہ دمشق میں محصور ہو گیا تھا۔ ذکرویہ اور طغج میں ۲۸۹ھ میں کئی معرکے ہوئے اور ہر معرکہ میں طغج کو شکست ہوئی۔ جب مکتفی باللہ تخت نشین ہوا تو اس نے قرامطہ کی چیرہ دستی دیکھکر خود ان کے مقابلہ میں لشکر کشی کی۔ وہ ۲۹۰ھ میں بغداد سے کوچ کر کے رقہ میں آیا۔ اور یہاں سے محمد بن سلیمان کو زبردست لشکر کے ساتھ ذکرویہ کے مقابلہ پر بھیجا:۔

ذکرویہ کا قتل

محمد بن سلیمان نے نہایت ہوشیاری سے اپنے لشکر کو ترتیب دیا اور بتدریج فوجوں

کو ذکرویہ کے مقابلے میں بڑھایا۔ ابوالقاسم ذکرویہ بھی معمولی آدمی نہ تھا۔ اُس نے بھی قرامطہ کو مجتمع کر کے شاہی لشکر کے سامنے پھیلا دیا۔ اور چونکہ ابھی وہ اہل دمشق سے بھی لڑ رہا تھا۔ اسلئے ایک دستہ دمشق کے سامنے بھی رہنے دیا:۔

شروع ۲۹۱ھ میں لڑائی شروع ہوئی۔ کئی معرکے ہوئے۔ لیکن فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ بالآخر ۶ محرم ۲۹۱ھ کو محمد بن سلیمان نے اپنی پوری فوجی قوت سے ذکرویہ کے لشکر پر حملہ کیا۔ صبح سے دوپہر تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر دوپہر کے وقت قرامطہ کو شکست ہوئی۔ بہت سے قرامطی مقتول ہوئے۔ بہت سے قید کر لئے گئے اور بہت سے بھاگ گئے۔ ذکرویہ بھی گرفتار کر لیا گیا۔

محمد بن سلیمان نے ذکرویہ کو رقہ میں خلیفہ مکتفی باللہ کی خدمت میں روانہ کیا جب ذکرویہ مکتفی باللہ کے سامنے پیش کیا گیا تو اُس نے اس کے قتل کا حکم دیا اور ذکرویہ قتل کر دیا گیا:۔

حسین قرمطی کا قتل

ذکرویہ کے بھائی حسین قرمطی نے ہزیمت یافتہ قرامطہ کو پھر جمع لیا۔ انہیں بتایا کہ اُسے الہام ہوا ہے کہ آئندہ معرکہ میں قرامطہ کی فتح ہوگی۔ لوگ اس کے کہنے میں آ گئے۔ اور انہوں نے پھر خروج کیا۔

حسین قرمطی نے اپنا خطاب "امیر المومنین مہدی" رکھا۔ وہ پھر اپنی جمعیت لے کر دمشق کی طرف آیا۔ یہاں شاہی لشکر اس کا مقابلہ کرنے کو موجود ہی تھا۔ جنگ شروع ہو گئی۔ قرمطی بڑے جوش و خروش سے لڑے۔ لیکن شاہی لشکر نے انہیں شکست دی۔ اثنائے جنگ میں حسین قرمطی مارا گیا۔ قرامطہ بھاگ کھڑے ہوئے

عیسٰی قرمطی کا قتل

منہزم قرامطہ کو حسین قرمطی کے چچیرے بھائی عیسٰے قرمطی نے روکا۔ اور

انہیں منظم کرکے کہا کہ میرا لقب مدثر ہے۔ قرآن شریف کی سورۂ مدثر میں میرا ہی نام ہے میرے غلام کا نام مطوق بالنور ہے۔ تم اگر جرأت و استقلال سے کام لو تو تمام عالم اسلام پر تمہارا قبضہ ہو جائے۔ قرامطہ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ وہ بھی اپنا لشکر لے کر دمشق کو فتح کرنے کے لئے آیا۔ یہاں سلیمان کا بیٹا محمد اس کا مقابلہ کرنے کے لئے پہلے ہی سے تیار تھا:۔

جب خلیفہ مکتفی باللہ نے قرامطیوں کے پھر حملہ آور ہونے کی خبر سنی تو اس نے محمد بن سلیمان کو لکھا کہ اس مرتبہ قرامطہ کا بالکل استیصال کر ڈالو۔ چنانچہ محمد بن سلیمان عیسٰے قرمطی کے مقابلہ کے لئے بڑھا۔ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو گیا۔ نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ ہزاروں قرامطہ مارے گئے سینکڑوں گرفتار کر لئے گئے:۔

عیسٰے قرمطی بھی مقتول ہوا۔ محمد بن سلیمان نے قرمطیوں کا تعاقب کرکے انہیں ملک شام سے نکال دیا۔ یہ واقعہ ۲۹۱ھ کا ہے۔ اس طرح پر ملک شام سے تو قرامطہ کا فتنہ دور ہو گیا۔ لیکن یہ بدبخت فرقہ ملک شام سے نکل کر یمن میں جا پہنچا اور اس نے وہاں اپنے قدم جما کر یمن میں فتنہ برپا کر دیا:

جب خلیفہ مکتفی باللہ کو ان کے فتنہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے ۲۹۲ھ میں مظفر بن حاج کو یمن میں قرامطہ کی شورش فرو کرنے کے لئے یمن کا گورنر مقرر کرکے روانہ کیا:۔

رومیوں کا حملہ

۲۹۱ھ میں رومیوں نے ایک لاکھ فوج کی جمعیت سے ممالک اسلامیہ پر حملہ کیا۔ اتفاق سے رومیوں کے اس حملہ کی اطلاع سرحدی مسلمانوں کو ہو گئی چونکہ ہر سرحدی قلعہ میں تھوڑی بہت اسلامی فوج رہتی تھی۔ اسلئے اس سرحدی علاقہ میں تقریباً بیس ہزار اسلامی فوج تھی۔ یہ تمام فوجیں ایک جگہ جمع ہو گئیں

ان کے ساتھ تھوڑے سے مجاہدین بھی شامل ہو گئے اور انہوں نے رومیوں کے مقابلہ کی تیاری کر لی۔ رومیوں نے اس اسلامی لشکر پر دھاوا کر دیا مسلمانوں نے بڑے استقلال سے ان کا مقابلہ کیا۔ کئی روز تک خونریز جنگ ہوتی رہی آخر رومیوں کو شکست ہوئی۔ ان کی زیادہ تعداد میدان جنگ میں کھیت رہی۔ کچھ رومی گرفتار کر لئے گئے باقی بھاگ گئے۔ اس معرکہ میں بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

محمد بن سلیمان

محمد بن سلیمان خاندان طولون کا وفادار خادم تھا۔ وہ ایک فوجی دستہ کا سردار تھا۔ چونکہ خاندان طولون کے علم کے نیچے اس نے کئی معرکے سر کئے تھے اس لئے اس کی بڑی شہرت ہو گئی تھی لیکن کسی بات پر ہارون بن خمارویہ بن احمد بن طولون سے اس کی کچھ ان بن ہو گئی۔ وہ خفا ہو کر بغداد چلا آیا:۔

خلیفہ مکتفی باللہ نے اس کی بڑی عزت افزائی کی اور اسے اپنے مقربین میں شامل کر لیا۔ چنانچہ خلیفہ مکتفی باللہ نے قرامطہ کی سرکوبی کے لئے محمد بن سلیمان ملک شام سے بغداد کی طرف آ رہا تھا کہ اسے راستہ میں ہارون بن خمارویہ کے غلام بدر حمامی کا ایک خط ملا۔ جسمیں لکھا تھا کہ آج کل بنی طولون کے قوائے حکمرانی مضمحل ہو گئے ہیں اور سلطنت کا شیرازہ بکھر کر کمزور ہو چکا ہے۔ اگر اس وقت آپ مصر پر تھوڑی سی فوج کے ساتھ بھی حملہ آور ہوں تو فتح یقیناً آپ کی ہو گی۔ میں بھی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ آپکی مدد کرنے کو تیار ہوں۔

محمد بن سلیمان یہ خط لے کر بغداد پہنچا اور خلیفہ مکتفی باللہ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کی۔ کہ اگر میرے ساتھ کچھ لشکر کر دیا جائے تو مصر میں پہنچکر سلطنت بنی طولون کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں:۔

مکتفی باللہ نے اس کے ساتھ لشکر کر دیا اور مصر کی طرف روانہ ہو گیا

مصر میں سلطنت بنی طولون کا خاتمہ

محمد بن سلیمان لشکر لے کر حدود مصر میں داخل ہوا۔ اس زمانہ میں ہارون بن خمارویہ بن احمد بن طولون مصر کا فرمانروا تھا۔ ہارون محمد بن سلیمان کی چڑھائی کی خبر سن کر عظیم الشان لشکر لے کر اسکے مقابلہ پر آیا۔ ہارون شاہ مصر کے ساتھ اس کا خادم بدر حمامی بھی تھا جب لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا تو ایک روز بدر حمامی اپنا فوجی دستہ لے کر محمد بن سلیمان کے پاس آ گیا۔ اس سے ہارون کے لشکریوں کی ہمتیں پست ہو گئیں ادھر محمد بن سلیمان نے نہایت سختی سے حملہ کیا:۔

بڑی خونریز لڑائی ہوئی۔ اثنائے جنگ میں ہارون بن خمارویہ مارا گیا مصری لشکر کو ہزیمت ہوئی۔ محمد بن سلیمان نے بہت سے مصریوں کو گرفتار کر لیا مصریوں کے کیمپ میں گھس کر جو کچھ ہاتھ آیا لوٹ لیا۔

اس فتح کے بعد محمد بن سلیمان آگے بڑھا۔ چونکہ مصری فوج منتشر ہو گئی تھی۔ اس لئے پھر کسی نے اس کا مقابلہ نہ کیا۔ اور وہ تمام مصر پر قابض ہو گیا اور اس نے خاندان بنی طولون کے تمام افراد کو گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا:۔

یہ واقعہ ۲۹۲ھ کا ہے اس طرح محمد بن سلیمان نے مصر سے بنی طولون کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ خلیفہ مکتفی باللہ نے عیسیٰ نوشری کو مصر کا گورنر مقرر کر کے روانہ کیا۔ محمد بن سلیمان عیسیٰ نوشری کو حکومت مصر کا چارج دے کر بغداد چلا آیا

ابراہیم خلجی کا خروج

ابھی تک مصر میں بنی طولون کے لشکری چھپے پھر رہے تھے۔ بنی طولون کے ایک

نامور سپہ سالار ابراہیم خلجی نے ان منتشر زدہ سوں کو جمع کرکے عیسٰے نوشری گورنر مصر پر حملہ کر دیا۔ ایک خونریز جنگ کے بعد عیسٰے کو شکست دی۔ عیسٰے وہاں سے بھاگ کر بغداد آیا۔ خلیفہ مکتفی باللہ نے عیسٰے کو فوج دے کر پھر مصر کی طرف روانہ کیا۔ اس عرصہ میں ابراہیم خلجی نے مصر پر اپنا تسلط کر لیا تھا۔

عیسٰے جب مصر میں داخل ہوا تو ابراہیم خلجی اپنا لشکر لے کر عیسٰے کے مقابلہ میں آیا دونوں لشکر نہایت جوش و خروش سے لڑے۔ عیسٰے کے لشکر کو شکست ہوئی۔ عیسٰے بھاگ کھڑا ہوا۔ مگر کچھ دور جا کر اس نے اپنی مفرور سپاہ کو مجتمع کیا اور رات کو وہاں سے روانہ ہو کر ابراہیم کے لشکر پر شبخون مارا۔

ابراہیم کا لشکر فتح کی خوشی میں آدھی رات تک جشن منا کر غفلت کی نیند سو رہا تھا۔ شاہی لشکر نے مصریوں کی کثیر تعداد کو قتل کر ڈالا۔ کچھ لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ کچھ لوگ اپنی جانیں بچا کر بھاگ گئے۔ ابراہیم خلجی بھی گرفتار ہو گیا۔ عیسٰے نوشری نے ابراہیم کو بغداد روانہ کیا۔ خلیفہ مکتفی باللہ نے ابراہیم خلجی کو قید کر دیا:۔

ترکوں کی یورش

۲۹۳ھ میں ان ترکوں نے جو ماوراءالنہر کے شمالی پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتے تھے جمعیت کثیر کے ساتھ علاقہ ماوراءالنہر پر حملہ کیا تھا۔ ابھی تک کبھی ایسا نہوا تھا کہ ترکوں نے بلاد اسلام پر یورش کی ہو۔ یہ ان کا پہلا حملہ تھا۔ ان وحشی اور جنگلی حملہ آوروں کی تعداد بے شمار تھی۔ مور و ملخ کی طرح ایک انسانی سیلاب تھا جو امڈ آیا تھا۔ اسماعیل سامانی کو ان کی کثرت دیکھ کر بڑی تشویش ہوئی۔ اس نے اپنی ان تمام فوجوں کو جمع کر لیا۔ جو علاقہ ماوراءالنہر میں بکھری ہوئی تھیں۔ کچھ بہادر اور پرجوش عام مسلمان بھی اس کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ ترکوں

نے بڑے زور و شور سے حملہ کیا۔ اسمٰعیل سامانی نے بڑے استقلال سے ان کا مقابلہ کیا۔ کئی روز تک نہایت خونریز جنگ ہوتی رہی۔ اگر ترک جی توڑ کر لڑے تو مسلمانوں نے بھی سر ہتھیلیوں پر رکھ لئے۔ انجام کار ترکوں کو زبردست ہزیمت ہوئی۔ ہزارہا ترک مقتول ہوئے۔ ہزارہا گرفتار کر لئے گئے۔ اور باقی بھاگ گئے اسماعیل سامانی نے مفرور ترکوں کا تعاقب کیا۔ انہیں مارتا کاٹتا اور گرفتار کرتا پہاڑ کے دامن تک چلا گیا۔ جب ترک پہاڑی گھاٹیوں میں داخل ہو کر غائب ہو گئے تب اسماعیل واپس لوٹا۔ غرض اسماعیل سامانی نے ترکوں کی ایسی گوشمالی کی کہ وہ مدتوں تک مسلمانوں کی صورت دیکھ کر کانپتے رہے۔

قیدیوں کا تبادلہ

۲۹۳ھ رومیوں نے مسلمانوں سے صلح کی درخواست کی۔ خلیفہ مکتفی باللہ نے یہ درخواست منظور کر لی۔ رومیوں نے یہ اقرار کیا کہ وہ تین ۳ سال تک ممالک اسلامیہ پر حملہ نہ کرینگے۔ اس کے ساتھ ہی قیدیوں کے تبادلہ کی بھی استدعا کی۔ خلیفہ مکتفی باللہ نے ان کی اس درخواست کو بھی منظور کر لیا۔ چنانچہ حسب دستور سابق قیدیوں کا تبادلہ عمل میں آیا۔ اس مرتبہ بھی ایسا ہی اتفاق ہوا کہ مسلمان قیدی سب چھڑا لئے گئے اور عیسائی قیدی پھر بھی باقی رہ گئے۔ ان عیسائی قیدیوں کو پھر بغیر کسی معاوضہ کے اس لئے رہا کر دیا گیا تاکہ رومی مسلمانوں کے ممنون احسان ہو کر بدعہدی نہ کریں۔ لیکن افسوس احسان فراموش رومیوں نے ہمیشہ عہد شکنی کی اور انہوں نے مسلمانوں کو ستانے اور مٹانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔

رومیوں کی بدعہدی

ابھی متذکرہ صلح کو کچھ زیادہ دن نہ ہوئے تھے۔ کہ رومیوں نے پھر بدعہدی

کی - انہوں نے اسی سال یعنی ۲۹۳ھ ہی میں شہر قورس پر شبخون مارا - وہاں کے مسلمان صلح کیوجہ سے مطمئن اور بے خبر تھے - رومیوں نے شہر میں گھسکر بے خبر مسلمانوں پر تاخت کی اور ان کا قتل عام شروع کر دیا - جو کچھ ہاتھ آیا لوٹ لیا - مکانوں میں آگ لگادی - جامع مسجد کو بھی جلا دیا - سینکڑوں مردوں - عورتوں و بچوں کو گرفتار کر کے لے گئے - جب شامی لشکر کو رومیوں کی اس بدعہدی اور بے رحمی کی اطلاع ہوئی تو وہ حملہ آور ہوا - مگر رومی اس کے آنے سے پہلے ہی شہر قورس سے بھاگ چکے تھے - اسلامی لشکر نے طرسوس کی طرف سے ممالک رومیہ پر حملہ کیا اور جوش انتقام میں رومیوں کو قتل و گرفتار کرتے - آبادیوں کو لوٹ کر برباد و ویران بناتے بڑھے چلے گئے - رومیوں کے جتنے لشکر بھی مسلمانوں کے مقابلہ میں آئے سب شکست کھا کر بھاگے - آخر مسلمان بے شمار مال غنیمت اور لاتعداد رومی قیدی لے کر واپس ہوئے - ان قیدیوں میں ایک بطریق بھی تھا اس بطریق نے بغداد میں پہنچکر خود بخود بہ طیب خاطر اسلام قبول کر لیا :-

کردوں کی بغاوت

۲۹۲ھ میں خلیفہ مکتفی باللہ نے ابوالہیجا عبداللہ بن حمدان بن حمدون عدوی تغلبی کو صوبہ موصل کا گورنر مقرر کیا - ابوالہیجا یکم محرم ۲۹۳ھ کو موصل میں پہنچا - اس کے موصل پہنچتے ہی کردوں نے بغاوت کر دی - کردوں کا سردار محمد بن بلال تھا - ابوالہیجا فوج لے کر کردوں کے مقابلہ میں پہنچا - سلسلہ جنگ شروع ہوا - کردوں نے شاہی لشکر کو شکست دی - ابوالہیجا بھاگ کر موصل میں آیا - اس نے ترکوں کی بغاوت کی کیفیت لکھکر دربار خلافت میں روانہ کی اور خلیفہ سے طالب امداد ہوا - خلیفہ مکتفی باللہ نے ایک لشکر ابوالہیجا کی مدد کے لئے بھیجا

جب یہ لشکر موصل میں پہنچا تو ابوالہیجا اپنی فوج کے ساتھ اس لشکر کو لے کر کردوں پر حملہ آور ہوا۔ کردوں نے بڑی دلیری سے مقابلہ کیا نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ لیکن کردوں کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر کوہ سلیق میں جا کر پناہ گزین ہوئے یہ واقعہ ماہ ربیع الاول ۲۹۴ھ کا ہے۔

ابوالہیجا نے ان دروں کا محاصرہ کر لیا۔ جن میں کرد پناہ گزین تھے۔ کبھی کبھی کرد دروں سے نکل کر حملہ کرتے تھے۔ لیکن ابوالہیجا انہیں پسپا کر دیتا تھا۔ کئی مرتبہ کردوں نے رات کو حملہ کیا۔ لیکن شاہی لشکر ہوشیار تھا۔ انکو بھی کردوں کو شکست ہوئی۔ آخر جب کرد بالکل مجبور ہو گئے تب کردوں کے سردار محمد بن بلال نے امن کی درخواست کی۔ ابوالہیجا نے امان دی اور اس طرح تقریباً دو سال میں کردوں کی بغاوت کا خاتمہ ہوا۔

ابوالہیجا کی بغاوت

رفتہ رفتہ تمام صوبہ پر ابوالہیجا قابض و متصرف ہو گیا۔ تمام کرد اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے۔ ۳۰۱ھ میں ابوالہیجا نے خود بغاوت کی۔ وہ زمانہ خلیفہ مقتدر کا تھا۔ چنانچہ خلیفہ مقتدر نے اپنے خادم مونس نامی کو فوج دے کر بھیجا۔

ابوالہیجا نے مونس کا مقابلہ کیا۔ مونس نے اسے شکست دے کر گرفتار کر لیا اور بغداد میں لا کر خلیفہ مقتدر کے حضور میں پیش کیا۔ ابوالہیجا نے معذرت چاہی خلیفہ مقتدر نے اسے معاف کر کے رہا کر دیا۔ اور وہ بغداد ہی میں رہنے لگا۔ لیکن اس عرصہ میں ابوالہیجا کے بھائی حسین بن حمدان نے دیار ربیعہ میں علم بغاوت بلند کیا۔

خلیفہ مقتدر نے اس کی گوشمالی کے لئے بھی فوج روانہ کی۔ حسین نے شاہی فوج کا نہایت دلیری سے مقابلہ کیا۔ لیکن اس کے لشکر کو ہزیمت ہوئی۔ حسین گرفتار ہو کر خلیفہ مقتدر کے روبرو پیش ہوا۔ خلیفہ مقتدر نے

حسین اور ابوالہیجا اور ان دونوں بھائیوں کے تمام رشتہ داروں کو قید کر دیا۔ یہ لوگ ۳۰۵ھ تک قید رہے اور اسی سال میں رہا کئے گئے۔

مکتفی باللہ کی وفات

مکتفی باللہ نے ماہ جمادی الاوّل ۲۹۵ھ میں وفات پائی۔ اس نے ساڑھے چھ سال خلافت کی۔ وہ بغداد میں محمد بن طاہر کے مکان میں مدفون ہوا۔ اس نے وفات سے پہلے اپنے نو عمر بھائی جعفر کو اپنا ولیعہد بنایا تھا۔ جعفر کی عمر اس وقت صرف تیرہ سال کی تھی۔ مکتفی باللہ نے مرتے وقت ڈیڑھ کروڑ دینار بیت المال میں چھوڑے۔ اس خلیفہ کے عہد میں ملک شام سے قرامطہ کا فتنہ دور ہوا اور ملک مصر سے بنی طولون کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

مقتدر باللہ

مقتدر باللہ بن معتضد باللہ کا اصل نام جعفر اور کنیت ابوالفضل تھی۔ اس کی ماں کا نام غریب تھا۔ وہ رومیہ کنیز تھی۔ مقتدر ۲۸۲ھ میں پیدا ہوا تھا۔ مکتفی باللہ نے اپنے مرنے سے پہلے ولی عہدی کے متعلق لوگوں سے مشورہ لیا۔ تو سب نے مکتفی باللہ کے بھائی جعفر یعنی مقتدر باللہ کی رائے دی۔ مکتفی باللہ کو جعفر کے ولیعہد مقرر کرنے میں اس لئے تامل تھا کہ وہ نہایت کم سن تھا۔ اس کی عمر کل تیرہ سال کی تھی۔ لیکن جب اراکین سلطنت نے اسے یہ یقین دلا دیا کہ جعفر بالغ ہو گیا ہے تب اس نے ولیعہد مقرر کیا تھا۔ مکتفی باللہ کے انتقال کے بعد جب مقتدر باللہ تخت نشین ہوا تو اب انہیں لوگوں نے جنھوں نے اسے ولیعہد بنوایا تھا، یہ اعتراض کرنا شروع کیا کہ مقتدر کی عمر بہت کم ہے۔ اس سے پہلے ایسی چھوٹی عمر میں کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔ جب یہ چرچا بڑھا تو لوگوں نے خلع بیعت کرنی چاہی:۔

لوگوں کو مقتدر کا خلیفہ ہونا اس وجہ سے بھی ناگوار گذرا کہ اسکی کم سنی اور ناتجربہ کاری سے فائدہ اٹھا کر عباس بن حسن وزیر اعظم نے اپنے اختیارات میں بہت کچھ اضافہ کر لیا تھا۔ خزانہ پر تصرف حاصل کر لیا تھا۔ جو چاہتا تھا کرتا تھا۔ کوئی اس کی مزاحمت کرنے والا نہ تھا۔ لوگوں کو یہ بات ناگوار گذری:۔

چنانچہ اراکین سلطنت نے مل کر ابو عبداللہ بن معتز کو تخت نشین کرنے کا ارادہ کیا۔ سلطنت کیسے بُری لگتی ہے۔ ابو عبداللہ بھی تیار ہو گیا۔ لیکن ابھی اس کی تخت نشینی کی تیاریاں ہی ہو رہی تھیں کہ اتفاق سے ابو عبداللہ کا انتقال ہو گیا

قدرت کا انتباہ

ابو عبداللہ کی وفات کے بعد اراکین سلطنت نے پھر مشورے شروع کئے اب ان کی نظر ابو الحسین بن متوکل پر پڑی۔ چنانچہ انہوں نے ابو الحسین کو آمادہ کیا۔ وہ بھی تیار ہو گیا۔ لیکن جب تخت نشینی کی تیاریاں درجہ تکمیل کو پہنچیں تو ابو الحسین بیمار ہو گیا۔ ہر چند اس کا علاج کرایا۔ مگر افاقہ نہ ہوا!

آخر اس نے بھی وفات پائی۔ یہ قدرت کی طرف سے لوگوں کو انتباہ تھا کہ انہوں نے مقتدر کو معزول کرنے کے لئے دو آدمیوں کو منتخب کیا اور دونوں ہی فوت ہو گئے گویا قدرت نہ چاہتی تھی کہ مقتدر باللہ معزول ہو۔ لیکن لوگ قدرت سے جنگ کر رہے تھے۔ چنانچہ پھر سرگوشیاں شروع ہوئیں اور اراکین سلطنت نے عبداللہ بن معتز کو منتخب کر کے اُسے آمادہ کرنا چاہا۔ عبداللہ بن معتز نیک دل انسان تھا۔ اس نے اس شرط سے خلیفہ ہونا منظور کیا کہ خونریزی نہ ہو اور تمام اراکین سلطنت متفق ہو کر اسکی خلافت کی بیعت کریں:۔

عباس بن حسین وزیر اعظم کا قتل

ارا کین سلطنت نے عبداللہ بن معتز کی اس شرط کو منظور کر لیا۔ لیکن عباس بن حسین وزیر اعظم عبداللہ کی خلافت پر متفق نہ ہوا۔ ہر چند ارا کین سلطنت نے اُسے سمجھایا مگر وہ انکار ہی کرتا رہا۔ کہتا تھا کہ مقتدر کی بیعت فسخ کرنا گناہ ہے۔ اس سے لوگ وزیر اعظم کے دشمن ہو گئے اور انہوں نے ایک روز یعنی ۲۰ ربیع الاول ۲۹۶ھ کو عباس وزیر اعظم پر اس وقت حملہ کر کے اُسے قتل کر ڈالا جب کہ وہ اپنے باغ میں سیر کیلئے جا رہا تھا۔

مونس خادم کی وفاداری

عباس وزیر اعظم کے قتل کے اگلے دن یعنی ۲۱ ربیع الاول ۲۹۶ھ کو ارا کین سلطنت نے مقتدر باللہ کی معزولی کا اعلان کر کے عبداللہ بن معتز کی بیعت کر لی جب مقتدر کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ چوگان کھیل رہا تھا۔ اُس نے اپنی معزولی کی خبر سنتے ہی فوراً کھیل بند کر دیا اور محلسرا میں داخل ہو کر دروازے بند کر لئے۔ عبداللہ بن معتز نے تخت نشین ہوتے ہی مقتدر کو لکھا کہ لوگوں نے تمہیں معزول کر کے مجھے تخت نشین کیا ہے اب تمہارے لئے یہی بہتر ہے اور اسی میں تمہاری خیریت ہے کہ تم خلافت کی ہوس چھوڑ دو اور دار الخلافہ سے باہر آ کر میرے ہاتھ پر بیعت کر لو۔

مقتدر نے جواب دیا کہ مجھے تعمیل حکم میں کوئی عذر نہیں ہے لیکن شام تک کی مہلت دیجئے۔ صبح کو حاضر خدمت ہو جاؤں گا۔ مقتدر باللہ کا ایک وفادار خادم مونس نامی تھا۔ اس نے تمام خادموں اور غلاموں کو جمع کر کے کہا کہ ارا کین سلطنت نے خلع بیعت کر کے گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ ہم سب نے مقتدر باللہ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اگر اس وقت کوئی اور مقتدر کا ساتھ نہیں دیتا تو ہمیں ضرور اس کا ساتھ دینا چاہیئے۔

سب اس کی اس رائے سے متفق ہو گئے۔ اور رات ہی کو جنگی تیاریاں مکمل کر کے لڑائی کے لئے تیار ہو بیٹھے۔ صبح کو عبداللہ بن معتز نے جس نے تخت نشین ہو کر اپنا لقب المرتضیٰ باللہ تجویز کیا تھا ایک نامور قہرمان حسین بن حمدان کو مقتدر کو بلانے کے لئے بھیجا۔ یوں ہی حسین بن حمدان قصر خلافت کے دروازہ پر پہنچا۔ فوراً مونس خادم نے خادموں اور غلاموں کی جمعیت لے کر حسین بن حمدان کے ساتھیوں پر تیروں کا مینہہ برسا دیا۔ حسین نے بھی جواب دینا شروع کیا۔ صبح سے شام تک دونوں طرف سے تیر اندازی ہوتی رہی۔ مونس تھوڑی تھوڑی دیر کے وقفہ کے بعد پکار پکار کہہ رہا تھا کہ لوگو! ارکین سلطنت غدار اور گنہگار ہیں انہوں نے بلاوجہ خلع بیعت کی ہے اس کا یہ اثر ہوا کہ لوگ مقتدر کے طرفدار ہوتے گئے۔ رات کے وقت عام لوگوں کی کثیر جمعیت مقتدر کے دروازہ پر آ کر حسین بن حمدان سے لڑنے لگی نتیجہ یہ ہوا کہ حسین پسپا ہو کر چل دیا۔ اب خدام اور عام مسلمان ہلڑ مچاتے ہوئے چلے۔ ارکین سلطنت گھروں میں گھس کر دروازے بند کر کے بیٹھ رہے۔ یہ ہنگامہ دیکھ کر عبداللہ بن معتز اپنے چند ہوا خواہوں کے ساتھ روپوش ہو گیا۔ اگلے روز صبح ہوتے ہی مقتدر نے اپنے وفادار خادم مونس کو بغداد کی پولیس کی افسری کا ذمہ دار عہدہ دے کر اس کی خدمات کا صلہ دیا۔ اور لوگوں کو بھی انعامات عطا کئے:۔

ابوالحسن بن فرات کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ اور عبداللہ بن معتز کی گرفتاری پر لوگوں کو مامور کر دیا۔ عبداللہ گرفتار ہو کر پیش ہوا مقتدر نے اسے قتل کرا دیا۔

اسی سال یعنی ربیع الثانی ۲۹۶ھ میں عبیداللہ مہدی کی بیعت افریقہ میں ہوئی جس سے افریقہ کی دولت اغالبہ کا خاتمہ ہو گیا۔ اور افریقہ میں سلطنت عبیدیہ شیعہ امامیہ کی ابتداء ہوئی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ دولت عبیدیہ کا تذکرہ مجملاً کر دیا جائے:۔

دولت عبیدیہ

عبیداللہ مہدی ایک شخص حمص میں نمودار ہوا۔ وہ اپنے آپ کو علوی کہتا تھا اپنا سلسلۂ نسب اس طرح بیان کرتا تھا۔ عبیداللہ مہدی بن محمد بن جعفر بن محمد بن اسمٰعیل بن جعفر صادق۔ لیکن عام طور پر مورخوں نے اس نسب میں سخت اختلاف کیا ہے امام جعفر صادق کی اولاد میں اسے تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ یہاں تک کہ اسے علوی بھی نہیں مانا۔ اور تو اور علویوں نے بھی اسے نسب کے معاملہ میں جھوٹا بتایا ہے چنانچہ مرتضےٰ۔ ابن بطحاوی اور ابن ارزق علوی علماء نے بھی اس کے دعویٰ نسب میں اسے دروغ گو اور مفتری قرار دیا ہے۔

ابوعبداللہ بن نعمان نے بھی جو شیعہ عالم تھے اُسے جھوٹا بتایا ہے امام المورخین علامہ شیخ جلال الدین سیوطی نے بھی اس کے علوی ہونے سے زور کے ساتھ انکار کیا ہے۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ امام المورخین ابن خلدون نے عبیداللہ مہدی کو علوی تسلیم کیا ہے اور اس کے سلسلہ نسب کو سچا مانا ہے۔

حالانکہ انہوں نے کسی موٴرخ کی شہادت اس معاملہ میں پیش نہیں کی بلکہ درایت سے استدلال کیا ہے۔ مگر جو دلائل پیش کئے ہیں وہ نہایت ہی کمزور اور مضحکہ خیز ہیں اور تعجب ہے کہ ابن خلدون جیسے عالی مرتبہ اور محتاط موٴرخ نے ایسے کمزور دلائل پر کیوں استدلال کیا ہے:۔

وہ لکھتے ہیں کہ عبیداللہ مہدی اگر علوی نہ ہوتا تو علویوں کی ہمدردی اُسے حاصل نہ ہو سکتی اور وہ کبھی ایک زبردست سلطنت قائم نہ کر سکتا۔ یہ دلیل نہایت ہی بیچ ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے بھی چند لوگوں نے جو علوی نہ تھے اپنی سلطنتیں علیحدہ قائم کر لی تھیں سلطنت قائم کرنے کے لئے علوی ہونا کوئی ضروری بات نہ تھی؛

اس وقت دولت عباسیہ حد درجہ کمزور ہو چکی تھی جس نے ذرا بھی قوت حاصل کی اپنی سلطنت قائم کر لی۔ غرضیکہ یہ امر پایۂ تحقیق کو پہنچ چکا ہے کہ عبید اللہ مہدی علوی نہ تھا۔ دراصل وہ ایک مجوسی النسل شخص تھا اور محض ایک غالی شیعہ تھا اس نے حمص میں بیٹھکر اپنے چند نقیب مقرر کئے اور ان نقیبوں نے اس کے حق میں تبلیغ شروع کی۔ ابن حوشب نجار ایک کوفی نے جو دراصل یمن کا رہنے والا تھا اور جو قرمطی اور شیعہ تھا۔ عبید اللہ مہدی کا نقیب بنکر اپنی طرف سے حلوانی اور سفیانی دو شخصوں کو دو منادمقرر کر کے ملک افریقیہ میں بھیجا کہ وہاں جاکر محب اہل بیت کی دعوت لوگوں کو دیں۔ یہ دونوں افریقیہ میں پہنچکر کتامہ نامی مقام میں ٹھہرے اور لوگوں میں یہ تبلیغ شروع کی کہ شیخین رضوان اللہ علیہما غاصب خلافت تھے۔ ان پر تبرا کرنا واجب ہے۔ خلافت و امامت کے مستحق اول حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے بعد اولاد علی ہے۔ اس تحریک کا مرکز کتامہ بنگیا۔ چند روز کے بعد حلوانی اور سفیانی دونوں مر گئے۔ ان کے مرنے کے بعد عبید اللہ مہدی نے ایک شخص ابو عبد اللہ حسین بن احمد بن محمد بن زکریا شیعی کو جو صنعا کا رہنے والا تھا کتامہ میں بھیجا اور اُسے یہ یقین دلایا کہ میں امام جعفر صادق کی اولاد سے ہوں۔ محمد مکتوم میرے پردادا تھے۔ ابو عبد اللہ سے یہ بھی کہا کہ تم کتمان میں جاکر قیام کرنا کیونکہ کتامہ اور مکتوم دونوں کتمان سے مشتق ہیں۔

ابو عبد اللہ نہایت چالاک اور ریاکار شخص تھا۔ وہ حمص سے چلکر یمن میں آیا اور یمن میں آکر ابن حوشب نجاری کے پاس ٹھہرا۔ جب یمن کے حجاج کے قافلے روانہ ہوئے تو وہ بھی ایک قافلہ کے ساتھ ہو لیا اور مکہ معظمہ میں آیا۔ یہاں پہنچکر اُس نے کتامہ کے حاجیوں کے قافلہ کی تلاش شروع کی۔ اور جب ایک قافلہ مل گیا تو اہل قافلہ سے خلا ملا پیدا کر لیا اور اپنے زہد و اتقا کا ان پر ایسا رنگ جمایا کہ وہ

اس کی خدمت وعظمت کرنے لگے۔ حج سے فارغ ہو کر جب یہ قافلہ کتامہ کیطرف روانہ ہُوا تو ابوعبداللہ بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ کتامہ میں پہنچکر اہل کتامہ نے ابوعبداللہ کے لئے کوہ انجان پر ایک مکان بنا دیا۔ اس مکان کا نام فج الاخیار رکھا!

ابوعبداللہ اس مکان میں داخل ہو کر بظاہر مصروف عبادت رہنے لگا۔ لوگ اسے ولی اللہ سمجھنے اور بڑی گرویدگی اور عقیدت کے ساتھ اسکے پاس آنے لگے تھوڑے دنوں کے بعد جب ابوعبداللہ نے دیکھا کہ لوگوں پر اس کا رنگ خوب جم گیا ہے تو اس نے یہ کہنا شروع کیا کہ مجھے القاء ہُوا ہے کہ مہدی عنقریب ظاہر ہونے والے ہیں۔ پھر کچھ عرصے کے بعد کہا۔

مجھے بشارت دی گئی ہے کہ مہدی کے انصار کا نام کتمان سے مشتق ہے اور وہ غالباً اہل کتامہ ہی ہوں گے۔ اس سے لوگوں میں اس کا اس درجہ اثر بڑھ گیا کہ لوگوں نے اس کی رعیتا قبول کر لی۔ گویا وہ کتامہ کا حکمران بن گیا۔

یہ خبر جب ابراہیم بن احمد بن اغلب افریقیہ کے والی کے پاس دارالسلطنت قیروان میں پہنچی تو اُس نے ولایت میلہ کے عامل کو لکھا کہ ابوعبداللہ جو کتامہ میں مقیم ہے اس کے حالات معلوم کر کے فوراً اطلاع دو۔

میلہ کے عامل نے لوگوں سے تحقیق کیا مگر یہ تحقیقات ان لوگوں سے کی جو ابوعبداللہ کے معتقد تھے۔ انہوں نے کہدیا کہ وہ ایک تارک الدنیا شخص ہے۔ لوگوں کو نماز روزہ کی نصیحت کرتا رہتا ہے۔ میلہ کے عامل نے بھی ابراہیم کو لکھ بھیجا۔ ابراہیم خاموش ہو گیا :۔

تھوڑے ہی عرصے کے بعد جب ابوعبداللہ کے معتقدوں کی تعداد کافی بڑھ گئی تو اُس نے ان لوگوں کو ساتھ لے کر ایک دم خروج کیا۔ اور شہر میلہ پر چڑھائی کر کے میلہ کا محاصرہ کر لیا۔ چند ہی دنوں کے محاصرہ کے بعد شہر فتح ہو گیا۔ وہاں کا عامل شہر سے

نکل کر بھاگ گیا۔ جب ابو عبداللہ کے خروج اور میلہ پر قبضہ کر لینے کی اطلاع ابراہیم بن احمد اغلبی کو قیروان میں پہنچی تو اُس نے اپنے بیٹے احول کو ایک لشکر دے کر ابو عبداللہ کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا۔ احول نے ابو عبداللہ پر حملہ کر دیا۔ لیکن پہلے ہی معرکہ میں ابو عبداللہ کو شکست ہوئی۔ وہ وہاں سے بھاگ کر کتامہ میں آیا اور کوہ انکجان پر پہنچکر اپنے مکان میں دم لیا:

احول نے یہ غلطی کی کہ اس کا تعاقب کر کے اسی وقت اس کا خاتمہ نہ کر دیا بلکہ وہاں سے قیروان میں واپس لوٹ آیا۔ اسی عرصے میں ابراہیم بن احمد شاہ افریقہ نے وفات پائی۔ اس کا بیٹا ابو العباس تخت نشین ہوا:۔

اس عرصے میں ابو عبداللہ نے کوہ انکجان میں ایک نیا شہر آباد کیا اور اس کا نام "دار الہجرۃ" رکھا۔ اس شہر میں غالی شیعہ آ آکر آباد ہو گئے اور ابو العباس شاہ افریقیہ کو مقابلہ کی دھمکی دینے لگے۔ ابو العباس نے اپنے بھائی احول کو ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا:۔ ابھی احول ایکجان تک نہ پہنچا تھا کہ ابو العباس کا انتقال ہو گیا اور اُس کی جگہ اس کا بیٹا زیادۃ اللہ تخت نشین ہوا:

زیادۃ اللہ کو اپنے چچا احول کی طرف سے کچھ اندیشہ ہوا۔ اس نے احول کو واپس بُلا کر قتل کر دیا۔ ابو عبداللہ کو موقعہ مل گیا۔ اس نے اپنی قوت بڑھالی اور اکابر اہل کتامہ کا ایک وفد عبیداللہ مہدی کے پاس حمص میں بھیجا اور اپنی فتوحات اور طاقت کا حال لکھکر انہیں کتامہ آنے کی دعوت دی:۔

عبیداللہ فوراً روانہ ہو گیا۔ جاسوسوں نے اس وفد کے آنے اور عبیداللہ کے روانہ ہونے کی اطلاع خلیفہ مکتفی باللہ کو کی۔ خلیفہ نے مصر کے گورنر عیسےٰ نوشری کو حکم بھیجا کہ عبیداللہ کو جو افریقہ جانے کے لئے مصر سے گذریگا گرفتار کر لو:۔

عبید اللہ ایک قافلہ کے ساتھ بھیس بدلکر اپنے بیٹے اور متعلقین کی معیت میں سفر کر رہا تھا۔ نوشری کے آدمیوں نے اُسے گرفتار کر کے علیٰسے نوشری کے سامنے پیش کیا۔ لیکن عبید اللہ نے نوشری کو دھوکہ دے کر رہائی حاصل کر لی ور نہایت اطمینان سے مصر کو عبور کر کے افریقہ میں داخل ہو گیا۔ افریقہ کے بادشاہ زیادۃ اللہ کو بھی اس کی آمد کی اطلاع ہو گئی تھی۔ اس کے جاسوس بھی اس کی تلاش میں تھے مگر وہ ان تیز نظر جاسوسوں کی نگاہوں سے بچتا ہوا ریاست سلجاسمہ میں پہنچ گیا۔

اتفاق سے وہاں ایک جاسوس نے اُسے پہچان لیا۔ فوراً اس نے ایک فوجی سردار کو اطلاع دی جو قریب ہی تھا۔ یہ سردار حاکم سلجاسمہ کا تھا۔ اس نے فوج لے کر اس قافلہ کو گھیر لیا۔ جس میں عبید اللہ تھا:۔

عبید اللہ نے نرغہ میں سے نکل جانے کی بہت کوشش کی لیکن نہ نکل سکا آخر وہ اور اس کا بیٹا دونوں گرفتار کر لئے گئے۔ سردار نے انہیں حاکم سلجاسمہ کے سامنے پیش کیا۔ اس نے عبید اللہ اور اسکے بیٹے کو قید کر لیا:۔

اودھر والئی افریقہ زیادۃ اللہ عیش و عشرت میں مشغول تھا۔ دن بھر رقص و سرود کی محفلوں میں رہتا اور رات کو بادہ اور ساقیان ماہوش سے شغل رکھتا۔ اس کی عیش کوشی سے ابو عبداللہ نے فائدہ اٹھانا شروع کیا:۔

اس نے آہستہ آہستہ شہروں اور قلعوں پر قبضہ کر کے افریقہ کے بڑے علاقہ پر تصرف حاصل کر لیا۔ اس سبب ابو عبداللہ شیعی کی قوت بہت زیادہ بڑھ گئی۔ جب تباہی دروازہ ہی پر آ گئی تب زیادۃ اللہ کو ہوش آیا۔ اس نے ایک زبردست لشکر فراہم کر کے ابو عبداللہ کی گوشمالی کے لئے بھیجا:۔

چونکہ ابو عبداللہ کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے اسلئے اس نے زیادۃ اللہ کے لشکر کا نہایت دلیری سے مقابلہ کیا۔ لیکن بالآخر شکست کھائی اور اپنے باقیماندہ

ہمراہیوں کو لیکر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ افریقیہ کے لشکر نے پہاڑ کا محاصرہ کر لیا۔ ابوعبداللہ نے ایسا انتظام کر دیا۔ جس سے افریقی لشکر پہاڑ پر نہ چڑھ سکے جب بھی اس لشکر نے پہاڑ پر چڑھنے کی کوشش کی شیعی لشکر نے اس کثرت سے تیر افگنی اور سنگباری کی کہ اہل افریقیہ کو بھاگتے ہی بن پڑی۔ پورے چھ مہینے تک محاصرہ رہا۔ ساتویں مہینے ابوعبداللہ نے رات کو شبخون مارا:۔

اہل افریقیہ نے مقابلہ میں جان لڑا دی لیکن کامیاب نہ ہوئے شکست کھا کر بھاگے۔ ابوعبداللہ نے تعاقب کیا اور اہل افریقیہ کو دور تک مار کر بھگا آیا۔ اس کے بعد ابوعبداللہ نے اپنے لشکر کو ازسرنو مرتب کیا اور پھر افریقیہ کے علاقہ میں داخل ہو کر یکے بعد دیگرے شہروں اور قلعوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا:

زیادۃ اللہ کو جب اس کی چیرہ دستیوں کی اطلاع ہوئی تو اس نے ایک دوسرے سردار کو کچھ لشکر دے کر ابوعبداللہ کو روکنے کے لئے بھیجا۔ یہ سردار کوئی نہایت ہی پست ہمت شخص تھا۔ وہ پہلے ہی معرکہ میں شکست کھا کر بھاگ آیا۔

اس سے ابوعبداللہ کے حوصلے بڑھ گئے کہ اس نے چاروں طرف اپنی فوجیں پھیلا دیں اور قلعوں پر قلعے اور شہروں پر شہر فتح کرتا ہوا قیروان کی طرف بڑھنے لگا۔ زیادۃ اللہ نے ۲۹۵ھ میں ایک نہایت زبردست لشکر مرتب کیا اور بڑے بڑے ہوشیار و جنگجو سپہ سالاروں کو اس لشکر کی افسری پر متعین کر کے اسے ابوعبداللہ کی سرکوبی پر مامور کیا:۔

لیکن ایک ابوعبداللہ کی قوت بہت کچھ بڑھ گئی تھی۔ دوسرے اس کا رعب قائم ہو چکا تھا۔ اسلئے افریقی لشکر فیصلہ کن جنگ کرنے سے احتراز کر رہا تھا۔ اس لشکر کا سالار اعظم چھوٹے چھوٹے دستے ابوعبداللہ کے مقابلہ میں بھیج رہا تھا۔ کبھی ان دستوں سے افریقیوں کو شکست ہو جاتی تھی اور کبھی ابوعبداللہ

کے ہمراہی پسپا ہو جاتے تھے۔ اس جنگ چھپاول کا یہ نتیجہ ہوا کہ ملک سے زیادۃ اللہ کی حکومت کا رعب و داب قطعی اٹھ گیا۔ لوگ ابو عبداللہ سے ڈر ڈر کر اس کے لشکر میں شریک ہونے لگے۔

افریقی فوجوں نے یہ دیکھ کر کہ ابو عبداللہ کی قوت روز بروز بڑھ رہی ہے ادھر سے کھسک کر ابو عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر امان حاصل کرنا شروع کر دیا۔ جب سرداروں نے دیکھا کہ فوج بھاگ بھاگ کر ابو عبداللہ کے پاس پہنچ رہی ہے تو ان کے بھی حوصلے پست ہو گئے اور سردار بھی امان حاصل کر کر کے ابو عبداللہ کے پاس پہنچنے لگے:۔

عروبہ بن یوسف اور حسین بن ابی خنزیر نے بھی جو نامور سپہ سالار تھے ابو عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف ملازمت حاصل کر لیا۔ جب زیادۃ اللہ کا لشکر بہت تھوڑا رہ گیا۔ تو ابو عبداللہ نے پُرزور حملہ کر کے اسے شکست دے کر بھگا دیا۔ اور پھر اس نے افریقہ کے دارالسلطنت قیروان پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ آخر ۲۹۶ھ میں اس نے اپنا لشکر مرتب کر کے قیروان کا رُخ کیا۔

زیادۃ اللہ کو جب یہ خبر پہنچی تو وہ گھبرا گیا۔ اس نے مدافعت کی تیاری شروع کی۔ مگر اس کا اقبال زوال میں آ گیا تھا۔ مدافعت کے لئے جس قدر لشکر کی ضرورت تھی فراہم نہ کر سکا:۔

ابو عبداللہ بڑی تیزی اور بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ قیروان کے سامنے پہنچ گیا۔ زیادۃ اللہ کے میدان میں نکلکر مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ قیروان میں محصور ہو گیا۔ ابو عبداللہ نے محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ کی سختی سے اہل قیروان گھبرا اٹھے۔ انہوں نے ابو عبداللہ سے سازش شروع کر دی:۔

زیادۃ اللہ کو بھی معلوم ہو گیا۔ وہ رات کو اپنے مخصوص جاں نثاروں کو ساتھ

دے کر بھاگ گیا۔ ابو عبداللہ نے ماہ رجب ۲۹۶ھ میں قیروان دار السلطنت افریقہ پر قبضہ کر لیا۔ شاہی محلات میں اہل کتامہ کو ٹھہرایا۔ قیروان کو لوٹ لیا:-

جب قیروان پر اس کا اچھی طرح تسلط ہو گیا تب اس نے ریاست سلجاسمہ پر چڑھائی کی۔ سلجاسمہ میں عبیداللہ مہدی قید تھا۔ جب وہ سلجاسمہ میں پہنچا تو وہاں کے حاکم الیسع بن مدرار نے نہایت دلیری اور استقلال سے اسکا مقابلہ کیا۔ مگر جو شخص افریقہ کے بادشاہ زیادۃ اللہ کو شکست دے کر قیروان پر قبضہ کر کے آیا تھا وہ ایک چھوٹی سی ریاست سے کیا داب کھاتا:-

اس نے الیسع کو شکست دی اور اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ کیونکہ اہل سلجاسمہ نے اس کے ہادی و رہبر عبیداللہ کو گرفتار کر کے قید کر رکھا تھا اسلئے اس نے شہر میں قتل عام اور لوٹ مار کا حکم دے دیا:-

اسکے ہمراہی شیعوں نے لوگوں کو بڑی بے دردی سے قتل کیا اور جو کچھ ہاتھ لگا لوٹ لیا۔ اس کے بعد ابو عبداللہ جیل خانہ کی طرف گیا۔ وہاں سے عبیداللہ مہدی کو نکال کر اس کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسے دیئے۔ گھوڑے پر سوار کیا فوج کو جلوس بنا کر چلنے کا حکم دیا۔ خود اس نے عبیداللہ مہدی کے گھوڑے کی باگ تھامی اور یہ کہتا ہوا چلا:- ھٰذا مولاکم، ھٰذا مولاکم"

لشکر گاہ میں پہنچکر سب نے عبیداللہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی۔ اور المہدی امیر المومنین" کا خطاب دیا۔ یہ بیعت ماہ ربیع الثانی ۲۹۶ھ میں ہوئی اسی روز سے دولت عبیدیہ کا آغاز ہوا۔

وہاں سے کوچ کر کے یہ سب شہر افادہ میں آئے اور اس پر بھی قبضہ کر لیا عبیداللہ مہدی کو بلا کسی قسم کی جدوجہد اور سعی و کوشش کے حکومت مل گئی اس نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے داعیوں اور واعظوں کو افریقہ کے تمام ملک

میں پھیلا دیا اور شیعہ مذہب کی تبلیغ شروع کی۔ لوگوں نے اس کے مذہب کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ عبیداللہ مہدی نے حکم جاری کیا کہ جو لوگ اس کا مذہب قبول نہ کریں بغیر کسی تردد کے انہیں قتل کردیا جائے۔ اس کے اس حکم سے افریقہ میں قتل و خونریزی کا بازار گرم ہوگیا۔

چونکہ اہل کتامہ نے عبیداللہ کی اعانت کی تھی اور انہیں کی سرفروشی سے افریقہ کی حکومت حاصل ہوئی تھی۔ اسلئے عبیداللہ مہدی نے انہیں بڑی جاگیریں اور مناصب عطا کئے اور انہیں حکم دیا کہ لوگوں کو بجبر اس مذہب میں داخل کرو۔

جزیرہ صقلیہ کی حکومت حسن بن احمد بن ابی خنزیر کو عطا کی۔ حسن ۱۰ ذی الحجہ ۲۹۷ھ میں جزیرہ صقلیہ میں پہنچا اور اس قدر ظلم و تعدی کی کہ اہل جزیرہ تنگ آگئے غرضیکہ عبیداللہ نے تمام ملک افریقہ میں اپنے عامل و والی مقرر کئے اور عاملوں نے مسلمانوں پر بڑی زیادتیاں کیں گویا دولت عبیدیہ کا آغاز ہی جور و جبر سے ہوا ۲۹۹ھ میں اہل صقلیہ نے عبیداللہ کو حسن بن احمد بن ابی خنزیر کی شکائت لکھکر بھیجی ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ کسی نیک اور عادل امیر کو بھیجئے۔

عبیداللہ نے حسن کی جگہ علی بن عمر کو گورنر بنا کر بھیجدیا۔ علی نے حسن سے بھی زیادہ سختیاں اور زیادتیاں کیں مجبور ہو کر اہل صقلیہ نے علی کو نکال دیا اور صقلیہ ہی کے ایک باشندہ کو اپنا امیر مقرر کرلیا۔ احمد بن موہب نے لوگوں کو مقتدر باللہ عباسی کی اطاعت پر آمادہ کرکے عبیداللہ کا نام خطبہ سے نکال کر مقتدر باللہ کا نام داخل کردیا۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں ایک بڑا بیڑا بحری جنگی جہازات کا مرتب کرکے ساحل افریقہ کی طرف روانہ کیا۔

عبیداللہ نے اہل صقلیہ کے اس بیڑہ کے مقابلہ کے لئے زبردست جنگی جہازوں کا بیڑہ حسین بن علی بن ابی خنزیر کی ماتحتی میں روانہ کیا۔ دونوں بیڑوں

میں بحری جنگ ہوئی۔ حسین بن علی مارا گیا۔ عبیدی لشکر کو شکست ہوئی۔ اور عبیداللہ مہدی کے بیڑے کو اہل صقلیہ نے جلا کر سمندر میں غرق کر دیا:۔

اہل صقلیہ نے فتح حاصل کرنے کے بعد مقتدر باللہ کی خدمت میں ایک وفد اظہار اطاعت کے لئے بھیجا۔ مقتدر باللہ نے اس وفد کی بڑی عزت و تکریم کی۔ اہل وفد کو سیاہ خلعتیں دیں اور احمد بن موہب کے لئے بھی سیاہ خلعت اور سیاہ جھنڈے روانہ کئے۔ اس طرح جزیرہ صقلیہ پر دولت عباسیہ کی حکومت قائم ہو گئی اور صقلیہ میں مقتدر باللہ کا نام خطبہ میں پڑھا جانے لگا:۔

اطروش کا خروج و قتل

سنہ ۳۰۱ھ میں حسن بن علی بن حسین بن علی بن عمر بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب نے جو اطروش کے نام سے مشہور ہے خروج کر کے طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ اطروش مذھباً زیدی شیعہ تھا۔ اس نے طبرستان اور دیلم میں شیعیت کی خوب اشاعت کی۔ لیکن مسلمانوں نے تو اس کے وعظ و پند کو سنا نہیں البتہ غیر مسلم جو مسلمان ہوئے انہوں نے زیدی مذہب اختیار کر لیا:۔

رفتہ رفتہ جب اطروش کی قوت زیادہ بڑھ گئی تو اس نے خراسان کی جانب توجہ کی اور اس کا قصد خراسان پر قبضہ کرنے کا ہوا:۔

والئی خراسان پہلے ہی سے ہوشیار ہو رہا تھا۔ اس نے خود ہی اطروش پر لشکر کشی کر دی۔ اطروش کے لشکر میں طبرستان اور دیلم کے لوگ تھے لیکن تمام فوجی افسر دیلمی تھے:۔

انہوں نے خراسانیوں کا مقابلہ نہایت دلیری اور استقلال سے کیا۔ مگر اطروش کے لشکر کو شکست ہوئی۔ اس کا لشکر پراگندہ ہو گیا۔ اطروش گرفتار کر کے

قتل کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۳۰۴ھ کا ہے :۔

ولیعہدی کی بیعت

۳۰۱ھ میں مقتدر باللہ نے اپنے بیٹے ابوالعباس کو جس کی عمر اس وقت صرف چار سال کی تھی اپنا ولی عہد مقرر کر کے لوگوں سے اس کی ولی عہدی کی بیعت لی۔ یہی وہ ابوالعباس ہے جس نے پہلے قاہر باللہ اور پھر راضی باللہ کا لقب اختیار کیا اور تخت خلافت پر بیٹھا :۔

مقتدر باللہ نے ابوالعباس کو ولی عہد مقرر کر کے مصر اور مغرب کے تمام صوبوں کی گورنری عطا کر کے مونس خادم کو اس کا نائب بنا کر مصر کیطرف روانہ کیا :۔

اسکندریہ پر حملہ

۳۰۲ھ میں عبیداللہ مہدی نے ایک لشکر مرتب کر کے اپنے سپہ سالار خفاشہ کتامی کو دے کر اسکندریہ پر حملہ کرنے کی غرض سے بھیجا۔ اس وقت مونس مقتدر باللہ کا خادم ملک مصر میں پہنچ چکا تھا۔ وہ خفاشہ کی لشکر کشی کا حال سنکر ایک زبردست فوج کے ساتھ اسکندریہ کو بچانے کے لئے بڑھا :۔

خفاشہ اس کے مقابلہ میں آگیا۔ دونوں لشکروں میں نہایت خونریز ٹکر ہوئی۔ کئی خونریز معرکے ہوئے۔ آخر مہدی کو شکست ہوئی۔ اس کی فوج کے سات ہزار آدمی مارے گئے۔ خفاشہ بقیہ لشکر افریقیہ کی طرف بھاگ گیا :۔

مصر پر حملہ

عبیداللہ کو اس شکست کا بڑا ملال ہوا۔ اس نے فوجی تنظیم شروع کر دی اور

۳۰۷ھ میں جب اسکے پاس کافی لشکر جمع ہو گیا تب اس نے اپنے بیٹے ابوالقاسم کو عظیم الشان لشکر کے ساتھ ملک مصر پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔

مونس مصر میں موجود تھا ہی۔ وہ بھی لشکر فراہم کر کے ابوالقاسم کے مقابلہ پر آ گیا۔ دونوں فوجیں بڑی جیداری سے لڑیں کئی معرکے ہوئے کئی روز تک جنگ جاری رہی۔ آخر ابوالقاسم کو شکست ہوئی۔ اس کی فوج کا زیادہ حصہ میدان جنگ میں کام آیا اور اس کے لشکر کے بہت سے نامور سردار مونس نے گرفتار کر لیے۔ ابوالقاسم شکست کھا کر بھاگا اور افریقہ میں جا کر دم لیا۔

۳۰۸ھ میں پھر عبیداللہ مہدی نے زبردست لشکر ملک مصر پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا۔ پھر مصری لشکر نے مقابلہ کیا لیکن خونریز جنگ کے بعد اس مرتبہ عبیدی لشکر مصر کے ایک حصہ پر قابض ہو گیا۔

قیصر روم کی صلح اور دوستی

۳۰۷ھ میں قیصر روم نے صلح کی سلسلہ جنبانی کر کے دوستی کا ہاتھ بڑھایا اس نے مقتدر باللہ سے مصالحت کی درخواست کی جسے مقتدر باللہ نے بڑی خوشی سے منظور کر لیا۔ صلح نامہ لکھا گیا۔ دونوں سلطنتوں میں دوستی اور محبت کے تعلقات قائم ہو گئے۔ قیصر روم نے اپنے سفیروں کو بغداد میں بھیجا!

مقتدر باللہ نے شاہانہ شان و شوکت سے ان سفیروں کا استقبال کیا

عراق میں قرامطہ کی شورش

قرامطہ کا ایک گروہ بحرین پر قابض تھا۔ اس گروہ کا سردار ابوطاہر سلیمان بن ابی سعید جنابی تھا۔ عرصہ سے قرامطہ بصرہ پر تاک لگائے ہوئے تھے۔ ابوطاہر

بصرہ پر حملہ کی تیاریاں کر رہا تھا۔ جب وہ ہر طرح تیار ہو گیا۔ تب اس نے ۳۱۱ھ میں سترہ سو سواروں کو لے کر رات کے وقت اچانک بصرہ پر حملہ کر دیا:۔

بصرہ کا پھاٹک بند تھا۔ ابوطاہر کے ہمراہی اندھیری رات میں نہایت خاموشی سے سیڑھیاں لگا کر فصیل پر چڑھ گئے اور ان محافظوں کو قتل کر کے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے۔ قرامطہ کا لشکر شہر کے اندر گھس گیا اور قتل عام کرنے لگا۔ بصرہ کا حاکم سبک مفلحی مقابلہ پر آیا۔ لیکن اس کا لشکر شکست کھا کر بھاگا اور وہ مارا گیا:۔

ابوطاہر نے بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ سترہ روز تک قرامطہ نے شہر میں لوٹ مار جاری رکھی۔ بے شمار عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا۔ اٹھارہویں روز اہل بصرہ کو خوب پامال کر کے ہجر کیطرف کوچ کیا۔ (ہجر بحرین میں تھا اور قرامطہ نے اُسے دارالسلطنت بنا رکھا تھا):۔

خلیفہ مقتدر باللہ کو جب اس ہنگامہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے محمد بن عبداللہ فاروقی کو بصرہ کا گورنر مقرر کر کے ایک لشکر کے ساتھ بصرہ روانہ کیا۔ جب محمد فاروقی بصرہ میں پہنچا تو ابوطاہر وہاں سے روانہ ہو چکا تھا:۔

محمد فاروقی کی یہ ہمت نہ ہوسکی کہ وہ ہجر کی طرف جا کر قرامطہ کا مقابلہ کرتا وہ بصرہ میں مقیم ہو کر لشکر کی تنظیم کرنے لگا:۔

۳۱۲ھ میں ابوطاہر نے قرامطہ کا لشکر لے کر حاجیوں کے ان قافلوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ جو حج کر کے واپس آ رہے تھے۔ ان قافلوں میں سے ایک میں مقتدر باللہ کا ماموں احمد بن بدر اور دوسرا ایک نامور سردار ابوالہیجا بن حمدانی بھی تھے:۔

ابوطاہر نے اس قافلہ کو لوٹ کر گرفتار کر لیا۔ عرصہ تک یہ دونوں

قید ہی میں رہے ۔۔ کچھ دنوں کے بعد ابوطاہر نے انہیں رہا کر دیا۔ اور خلیفہ مقتدر سے اس احسان کے صلہ میں صوبہ اہواز طلب کیا۔ خلیفہ نے انکار کر دیا:۔

ابوطاہر نے راستے لوٹنے شروع کر دیئے۔ اچانک قافلوں پر جا پڑتا۔ اور انہیں لوٹ لیتا۔ راستے خطرناک ہونے کی وجہ سے بند ہو گئے۔ قافلوں کی آمدورفت رک گئی۔ خلیفہ مقتدر باللہ نے یہ کیفیت دیکھکر ایک فوج ابوطاہر کی سرکوبی کے لیئے روانہ کی۔ ابوطاہر نے اس فوج کا مقابلہ کیا۔ نہایت شدید جنگ ہوئی قرامطہ نے شاہی لشکر کو شکست دے کر بھگا دیا۔ شاہی لشکر کوفہ کی طرف پسپا ہؤا۔ قرامطہ نے اس لشکر کا تعاقب کیا۔ یہ لشکر کوفہ سے بغداد کیطرف بھاگ گیا۔ ابوطاہر قرمطی اپنا لشکر لیئے ہوئے کوفہ میں آیا:۔

کوفہ کے عامل نے مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھائی اور کوفہ سے نکلکر بھاگ گیا۔ ابوطاہر قرمطی نے کوفہ پر قبضہ کر لیا۔ چھ روز تک کوفہ میں مقیم رہا۔ اس عرصے میں کوفہ کو خوب لوٹا اور مال و اسباب اور قیدیوں سے گراں بار ہو کر ہجر کی طرف روانہ ہؤا۔ ۳۱۳ھ میں ابوطاہر نے پھر راستوں کو لوٹنا شروع کر دیا جو قافلہ بھی اس نواح سے گذرتا وہ اسے لوٹ لیتا۔ اسکے خوف کی وجہ سے اس سال کسی نے حج نہ کیا۔ جب اہل قرامطہ کی چیرہ دستیاں حد سے گذر گئیں تب خلیفہ مقتدر باللہ نے ۳۱۲ھ میں یوسف بن ابی الساج کو جو آذربائیجان کا گورنر تھا آذربائیجان سے طلب کر کے کل بلاد شرقیہ کی حکومت عطا کی۔ اور ابوطاہر قرمطی کے مقابلہ کا حکم دیا:۔

یوسف نے یہ سارا سال جنگی تیاریوں میں صرف کر دیا۔ آخر وہ بغداد سے چل کر بلاد شرقیہ میں پہنچا اور فوجی تنظیم میں مصروف ہؤا۔ ابوطاہر بدستور راستوں پر ڈاکے ڈالتا اور قافلوں کو لوٹتا رہا۔ یوسف راستوں کے

امن کا کوئی انتظام نہ کرسکا:-

ماہ رمضان المبارک ۳۱۵ھ میں ابوطاہر کوفہ پر پھر قبضہ کرنے کے لئے فوج لے کر چلا۔ یوسف ان ایام میں واسط میں تھا وہ کوفہ کو بچانے کے لئے لشکر لیکر واسط سے کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن ابوطاہر نے یوسف کے پہنچنے سے ایک روز پہلے کوفہ پر قبضہ کرلیا۔ یوسف نے آکر کوفہ کا محاصرہ کرلیا۔

ابوطاہر مرد میدان بنکر قلعہ سے نکلا اور نہایت سختی سے یوسف کے لشکر پر حملہ آور ہوا۔ یوسف کی سپاہ نے بڑے استقلال سے قرامطہ کا مقابلہ کیا لیکن ابوطاہر نے یوسف کی فوج کو شکست دی۔ یوسف بن ابی الساج ہنگامۂ جنگ میں زخمی ہوگیا۔ ابوطاہر نے اُسے گرفتار کرلیا۔ شاہی فوج اپنے سپہ سالار کو چھوڑ کر بھاگ گئی۔ ابوطاہر نے یوسف کے علاج پر ایک طبیب کو مامور کیا۔ جب بغداد میں یہ خبر پہنچی تو خلیفہ مقتدر باللہ نے مونس کو مصر سے طلب کرکے ابوطاہر کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔

مونس کوفہ کی طرف روانہ ہوا لیکن ابوطاہر مونس کے کوفہ میں پہنچنے سے پہلے ہی کوفہ کو چھوڑ کر انبار کیطرف چل دیا۔ مونس نے کوفہ پر قبضہ کرلیا۔ ادھر ابوطاہر نے انبار پر حملہ کرکے وہاں کی شاہی فوج کو شکست دے کر بھگا دیا اور انبار پر قبضہ کرلیا۔ خلیفہ مقتدر باللہ نے نصر حاجب (لارڈ آف چیمبرلین) کو ایک فوج دے کر بغداد سے انبار کی طرف روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ مونس کے ساتھ ہوکر ابوطاہر پر حملہ کرنا۔"

نصر مونس کے پاس آیا اور دونوں اپنا عظیم الشان لشکر لے کر جس کی تعداد چالیس ۴۰ ہزار تھی۔ ابوطاہر پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوگئے۔ ابوطاہر خود ان کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑھا۔ دونوں لشکر ٹکرا گئے نہایت خونریز جنگ

ہوئی۔ انجام کار نصر اور مونس کو شکست ہوئی۔ شاہی لشکر بغداد کیطرف بھاگا قرامطہ نے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ اور ابو طاہر نے برہم ہو کر یوسف بن ابی الساج کو جو اس کی قید میں تھا۔ اور جس کا علاج اُس نے کرایا تھا قتل کر دیا :۔

اس شکست کا حال سُنکر اہل بغداد سخت پریشان اور بدحواس ہوئے وہ بغداد چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ ابُو طاہر نے شروع ۳۱۶ھ میں انبار سے بغداد کی طرف کُوچ کیا اور مقام رحبہ میں پہنچکر شہر پر حملہ کر دیا :۔

اہل شہر قرامطہ کا مقابلہ نہ کر سکے۔ ابو طاہر نے رحبہ پر قبضہ کر لیا۔ قرامطہ نے ایک شب و روز لوٹ مار اور قتل و خونریزی کا بازار گرم رکھا۔ جب قرقیسیا والوں کو قرامطہ کی اس غارت گری کی اطلاع ہوئی تو وہ خوف و دہشت سے کانپ گئے۔ انہوں نے امن کی درخواست کی۔ ابو طاہر نے منظور کر کے انہیں امان دی اور قرقیسیا میں داخل ہو کر گرد و نواح کے علاقہ میں تاخت کرنے کے لئے فوجی دستے بھیجے۔ ان دستوں نے اُدھم مچا دیا۔ جس بستی میں پہنچے اُسے تاراج کر ڈالا۔ بڑی خونریزی اور لوٹ مار کی :۔

اسکے بعد ابو طاہر رقہ کی طرف روانہ ہوا۔ اہل رقہ محصور ہو گئے ابو طاہر نے محاصرہ کر لیا۔ تین روز تک متواتر جنگ ہوتی رہی بالآخر قرامطی رقہ پر قابض ہو گئے۔ اس عرصے میں خلیفہ مقتدر نے بغداد سے کئی فوجیں ابُو طاہر کے مقابلہ کے لئے بھیجیں لیکن تمام فوجیں شکست کھا کر پسپا ہو گئیں

ان پیہم فتوحات سے قرامطہ کے حوصلے بہت کچھ بڑھ گئے اور وہ اس علاقہ میں اچھی طرح قتل و غارت گری کر کے ۳۱۶ھ میں ہجر کی طرف لوٹ گئے۔ لیکن چند ہی روز کے بعد ابو طاہر نے چند فوجی دستے سواد۔ واسط اور عین التمر کی طرف روانہ کیئے۔ ان دستوں نے ہنگامہ آرائیاں کر کے ان علاقوں

کے امن و امان کو تباہ کر دیا۔ جب ان کی شورش حد سے تجاوز کر گئی تب خلیفہ مقتدر باللہ نے ہارون بن غریب صافی بصری اور ابن کلیس وغیرہ نامور سرداروں کو قرامطہ کی سرکوبی پر مامور کیا۔ یہ تمام سردار عظیم الشان لشکر لے کر روانہ ہوئے ابوطاہر نے ان کے مقابلہ میں ایک فوج بھیجی۔ قرامطہ نے حسب عادت نہایت جوش و خروش سے حملہ کیا لیکن شاہی لشکر نے انہیں پسپا کر دیا۔ ابوطاہر نے دوبارہ ایک اور جمعیت کو روانہ کیا۔ اس کا مقابلہ ہارون بن غریب صافی بصری سے ہو گیا۔ ہارون نے ان پر حملہ کر کے انہیں ہزیمت دیکر بھگا دیا:

غرضیکہ قرامطہ کئی مرتبہ بڑے سازوسامان اور بڑے عزم و ارادہ سے آئے مگر ہر مرتبہ شکست کھائی۔ شاہی لشکر رفتہ رفتہ آگے بڑھتا رہا اور ان علاقوں میں جن میں قرامطہ نے فتنہ و فساد برپا کر رکھا تھا امن و امان قائم کر دیا۔

قرامطہ بھاگ کر بحرین میں چلے گئے۔ اسی سال یعنی ۳۱۶ھ میں ابوطاہر نے ایک مکان تعمیر کرایا۔ اور اس کا نام دار الہجرت رکھا:

رومیوں کی چیرہ دستیاں

ہم بیان کر آئے ہیں کہ رومیوں نے صلح کر لی تھی لیکن انہوں نے عہد و میثاق کی خلاف ورزی کی اور ۳۱۴ھ میں اچانک ملطیہ پر یورش کر کے اس کا محاصرہ کر لیا۔ چونکہ قلعہ میں لشکر کم تھا اس لئے زیادہ دنوں تک رومیوں کا مقابلہ نہ کر سکا۔ رومی لشکر نے ملطیہ پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کو قتل و گرفتار کیا اور جو کچھ ہاتھ لگا لوٹ لیا۔ ۳۱۵ھ میں رومیوں نے دمیاط پر یورش کی مسلمانوں نے مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھائی۔ رومیوں نے دمیاط کو فتح کر کے شہر کو غارت کر دیا مردوں کا قتل عام کیا۔ عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا جامع مسجد میں ناقوس بجوایا:

اسی سال یعنی ۳۱۵ھ میں رومیوں نے خلاط پر چڑھائی کی مسلمانوں نے مقدور بھر مدافعت کی لیکن رومیوں نے شہر فتح کر لیا قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ وہاں کی جامع مسجد میں سے منبر نکال کر اس کی جگہ صلیب قائم کی اور مسجد کو گرجہ بنا لیا

اہل ویلم کی شورش

۳۱۵ھ میں اہل ویلم نے رے پر حملہ کرکے وہاں کے مسلمانوں کو قتل و گرفتار کیا مال و اسباب لوٹ لیا۔ اور رے سے بڑھ کر علاقہ جبال پر چڑھائی کر دی وہاں کے ہزارہا آدمیوں کو قتل کر ڈالا غرضیکہ ہر طرف قتل و غارت گری پھیلا دی:۔

مقتدر کی معزولی و بحالی

مونس مقتدر باللہ کا حاجب تھا۔ مقتدر باللہ نے مونس کے بجائے ہارون بن غریب کو حاجب مقرر کرنا چاہا۔ مونس کو یہ حال معلوم ہو گیا۔ وہ اس قدر قابو یافتہ تھا کہ اس نے ۳۱۷ھ میں فوج اور اکثر ارکین سلطنت کو ساتھ لے کر قصر خلافت پر چڑھائی کر دی اور مقتدر کو گرفتار کرکے محمد بن معتضد کو تخت خلافت پر بٹھا کر القاہر باللہ کا خطاب دیا۔ تمام ارکین سلطنت نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی صوبوں کے عاملوں کے پاس اطلاعی فرامین بھیجے گئے۔ اس سے اگلے دن فوج نے مونس سے انعام و اکرام کا مطالبہ کیا۔ محمد بن معتضد اور مونس فوج کے اس مطالبہ کو پورا نہ کر سکے۔ فوجیوں نے ہلڑ مچا دیا۔ مقتدر کو تلاش کرنا شروع کیا معلوم ہوا کہ وہ مونس کے مکان میں قید ہے۔ لوگوں نے مونس کے مکان پر چڑھائی کر دی اور مقتدر باللہ کو قید خانہ سے نکال کر کندھوں پر اٹھا کر قصر خلافت میں لائے۔ پھر محمد بن معتضد یعنی القاہر باللہ کو گرفتار کرکے مقتدر باللہ کے

سامنے پیش کیا۔ قاہر باللہ خوف سے کانپ گیا۔ مقتدر باللہ نے کہا، تم مطلق خوف نہ کرو۔ اس میں تمہاری کوئی خطا نہیں ہے۔ مقتدر باللہ نے فوج کو انعام واکرام دے کر خوش کر دیا۔ عاملوں کے نام پھر اطلاعی فرامین بھیجے گئے کہ مقتدر باللہ بدستور خلیفہ ہے۔

مکہ میں قرامطہ کی حشر انگیزیاں

بحرین میں قرامطہ کی حکومت مستحکم و مضبوط ہو چکی تھی۔ بحرین کا دارالسلطنت ہجر تھا۔ اگرچہ قرامطہ کا سپہ سالار اور حکمران ابوطاہر تھا۔ مگر یہ لوگ عبیداللہ مہدی والئی افریقہ کو اپنا خلیفہ مانتے تھے اور خطبہ میں عبیداللہ ہی کا نام لیتے تھے۔

۳۱۸ھ میں حج کے ایام میں ابوطاہر قرامطہ کا لشکر لے کر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا۔ اسی سال مقتدر باللہ نے منصور دیلمی کو امیر حج بنا کر روانہ کیا۔ منصور ۸ ذی الحجہ ۳۱۸ھ کو مکہ معظمہ میں پہنچ گیا۔ ۹ ذی الحجہ کو ابوطاہر بھی آدارد ہوا۔ ابوطاہر نے آتے ہی حاجیوں کا قتل عام شروع کر دیا۔

لوگ ڈر کر خانہ کعبہ کے اندر جا گھسے۔ اس نے وہاں بھی قتل و خونریزی کی۔ مال و اسباب لوٹ لیا۔ مقتولین کی لاشیں چاہ زمزم میں ڈال دیں۔ خانہ کعبہ کا دروازہ توڑ ڈالا۔ حجر اسود کو گرز مار کر توڑا اور دیوار کعبہ سے الگ کر کے ڈال دیا۔ گیارہ روز تک حجر اسود یوں ہی پڑا رہا۔

ابوطاہر نے میزاب کعبہ اکھاڑنے کا حکم دیا۔ اس حکم کی تعمیل کے لئے ایک شخص خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھا۔ محمد بن ربیع سلیمانی دیکھ رہا تھا۔ اس سے یہ بے حرمتی نہ دیکھی گئی۔ اس نے کہا، "اے رب کعبہ! مجھ سے یہ ظلم نہیں دیکھا جاتا۔" اسی وقت اس شخص کا پاؤں پھسلا اور سر کے بل گرا گرتے ہی دماغ کا چورا ہو گیا۔ سانس بھی نہ لینے پایا تھا کہ مر گیا۔

ابوطاہر نے گیارہ[۱۱] روز تک مکہ معظمہ میں قتل و خونریزی اور لوٹ مار کا سلسلہ جاری رکھا۔ بارہویں[۱۲] روز حجر اسود کو اونٹ پر لاد کر ہجر کی طرف لے چلا۔ مکہ سے ہجر تک سنگ اسود کو لے جاتے ہوئے چالیس[۴۰] اونٹ ہلاک ہوئے۔ جب عام مسلمانوں کو اس سانحہ کا علم ہوا تو عالم اسلام میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ لیکن کسی کو بھی قرامطہ کو سزا دینے اور سنگ اسود چھین لانے کی جرأت نہ ہوئی۔

مقتدر باللہ نے ابوطاہر کے پاس پیغام بھیجا کہ سنگ اسود کے عوض پچاس ہزار[۵۰۰۰۰] دینار لے کر اُسے واپس دے دو۔ لیکن اس نے منظور نہ کیا۔ ابوطاہر کے اس ظلم و زیادتی کا حال جب عبیداللہ مہدی والئ افریقہ کو ہوا تو اس نے ابوطاہر کو بڑی لعنت و ملامت کی۔ سنگ اسود اور اہل مکہ کے مال و اسباب کو فوراً واپس کر دینے کا حکم دیا۔ لیکن ابوطاہر نے اس حکم کی صرف یہ تعمیل کی کہ مال غنیمت کا کچھ حصہ اہل مکہ کو واپس کر دیا۔ مگر سنگ اسود کو واپس نہ کیا۔

اکیس[۲۱] سال کے بعد ۳۳۹ھ میں مطیع اللہ کے عہد خلافت میں حجر اسود ہجر سے واپس لا کر مکہ معظمہ میں اپنی جگہ پر نصب کیا گیا۔ واپسی کے وقت ہجر سے مکہ تک اُسے صرف ایک اونٹ لے آیا۔

مونس کا موصل پر قبضہ

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ مونس نے مقتدر باللہ سے ناخوش ہو کر مقتدر باللہ کو قید کر دیا تھا۔ جب لشکریوں نے مقتدر کو پھر بحال کیا تو مونس بغداد سے روپوش ہو گیا۔ اور اس نے خفیہ خفیہ اپنی قوت بڑھا کر ماہ صفر ۳۲۰ھ میں موصل پر حملہ کیا۔ اس وقت سعید و داؤد پسران عبداللہ بن حمدان اور ان کے بھتیجے ناصرالدولہ حسین بن عبداللہ بن حمدان خلیفہ مقتدر باللہ کی طرف سے

موصل کی حفاظت پر مامور تھے۔ مونس نے انہیں شکست دے کر بھگا دیا اور لشکریوں میں اس قدر داد و دہش کی کہ بغداد و شام اور مصر کی فوجیں بھی انعام و اکرام کے لالچ سے مونس کے پاس چلی آئیں۔ ناصر الدولہ حسین بن عبداللہ بن حمدان بھی امن کی درخواست کر کے مونس کے پاس چلا آیا۔

مونس نے نو روز موصل میں قیام کیا اور دسویں روز لشکر لے کر بغداد پر چڑھائی کے قصد سے روانہ ہوا۔ مونس اور ارا کین سلطنت میں پہلے ہی سے ناچاقی تھی وزرائے خلافت نے فوراً جنگی کونسل منعقد کی۔ مونس کا مقابلہ کرنے کی تجویز پاس ہوئی۔ سعید بن عبداللہ بن حمدان، جو موصل سے شکست کھا کر بغداد میں آ گیا تھا اور ابوبکر محمد بن یاقوت اور چند اور سرداروں کی ماتحتی میں فوجیں روانہ ہوئیں۔ لیکن جب مونس اس لشکر کے قریب پہنچا تو شامی لشکر مونس کی فوجوں سے مرعوب ہو کر بغداد کی طرف بھاگا۔ ہر چند افسروں نے روکنا چاہا۔ لیکن ایک سپاہی بھی نہ رکا۔ آخر سردار بھی بھاگ کھڑے ہوئے:۔

مقتدر باللہ کا قتل

مونس بڑھ کر بغداد کے قریب آ گیا اور مقام شماسیہ میں خیمہ زن ہو کر مورچے قائم کرنے لگا۔ مقتدر باللہ بھی معہ ارا کین سلطنت اور فوجی افسروں کے مورچہ بند ہو گیا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ مقتدر باللہ گھوڑے پر سوار ہو کر ایک ٹیلہ پر جا کھڑا ہوا۔ اس سے آگے فوجی دستے تھے۔ نہایت گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ مونس کی فوج نے رفتہ رفتہ شاہی لشکر کو دبانا شروع کیا۔ بالآخر اہل بغداد شکست کھا کر بھاگے خلیفہ مقتدر باللہ کے ہمراہیوں نے خلیفہ سے عرض کی کہ اب یہاں کھڑا رہنا خطرناک ہے۔ یہاں سے چلیئے۔ مقتدر باللہ وہاں سے چلا۔ ابھی تھوڑی

ہی دُور گیا تھا۔ کہ مُونس کی ہمراہی فوج میں سے ایک بربری دستہ سامنے آ گیا۔ بربریوں نے خلیفہ کے ہمراہیوں پر حملہ کر دیا۔ مقربانِ خاص بھاگ نکلے۔ ایک بربری نے خلیفہ مقتدر کے تاک کر تیر مارا۔ مقتدر تیر کھا کر گھوڑے سے گرا۔ اس بربری نے بڑھکر مقتدر کا سر اتار لیا اور اس کا تمام شاہی لباس اتار کر ننگا جسم وہیں چھوڑ دیا۔ سر کو نیزہ پر رکھکر مُونس کے پاس لے گیا:

مُونس نے اہلِ بغداد کے سامنے ان کے خلیفہ کا سر پھینک دیا۔ جو شاہی دستے ابتک لڑ رہے تھے۔ وہ سر کو دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ مونس نے بغداد پر قبضہ کر لیا۔ خلیفہ مقتدر باللہ اڑتیس ۳۸ سال کی عمر میں پچیس ۲۵ سال خلافت کر لے کے بعد ۲۷ شوال ۳۲۰ھ میں مقتول ہوا:۔

مُونس نے پھر محمد بن معتضد باللہ کو تخت نشین کر کے لوگوں سے اس کی خلافت کی بیعت لی۔ مونس نے مقتدر باللہ کی ماں کو گرفتار کر کے اس سے روپیہ طلب کیا۔ اور جب اس نے تہیدستی کا عذر کیا تو اُسے اسقدر پٹوایا کہ وہ مر گئی۔ اسی طرح اور لوگوں کو بھی زبردستی پکڑ پکڑ کر زدو کوب کر کے روپیہ وصول کیا

قاہر باللہ

اس خلیفہ کا نام محمد بن معتضد باللہ بن مُوفق باللہ بن متوکل علی اللہ تھا کنیت ابُو منصُور تھی۔ قاہر باللہ خطاب تھا۔ اس کی ماں فتنہ نامی ایک کنیز تھی چونکہ مُونس نے قاہر باللہ کو تخت نشین کیا تھا۔ اس لئے وہی خلافت پر چھایا ہُوا تھا۔ اُس نے بھی علی بن مقلہ کو وزیرِ اعظم مقرر کیا۔ علی بن بلیق کو عہدۂ حجابت دیا اور دوسرے عہدوں پر اپنے خاص خاص آدمیوں کو مقرر کیا:۔

مونس کا قتل

خلیفہ مقتدر باللہ کے قتل کے بعد اس کا بیٹا عبدالواحد چند فوجی افسروں مثلاً ہارون بن غریب۔ ابراہیم بن رایق اور محمد بن یاقوت وغیرہ کے بغداد سے بھاگ کر مدائن کی طرف گیا اور وہاں سے واسط اور واسط سے سوس ہوتا ہوا اہواز میں پہنچا اور یہاں مقیم ہو کر اس نے لشکر فراہم کرنا شروع کیا۔

قاہر باللہ نے علی بن بلیق حاجب کو عبدالواحد اور اسکے ہمراہیوں کی گرفتاری پر مامور کر کے ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ عبدالواحد کے ہمراہی سرداروں نے قاہر باللہ سے امن کی درخواست کی قاہر باللہ نے مونس سے مشورہ لیا۔ مونس نے انہیں امن دے دیا۔ قاہر باللہ نے امان نامہ لکھکر روانہ کر دیا۔ عبدالواحد معہ اپنے نامور افسروں کے بغداد میں آگیا۔

خلیفہ قاہر باللہ نے عبدالواحد کو اپنے مصاحبوں میں داخل کر لیا۔ علی بن مقلہ وزیر اعظم کو عبدالواحد کا مصاحب ہونا سخت ناگوار گذرا۔ اس نے مونس کو بھکایا کہ عبدالواحد اور محمد بن یاقوت دونوں تمہاری مخالفت اور بربادی میں کوشاں ہیں۔ خلیفہ قاہر باللہ کو تم سے بدظن کیا جا رہا ہے۔

مونس نے بلیق اور اس کے بیٹے علی بن بلیق حاجب کو خلیفہ قاہر باللہ کی نگرانی پر مامور کر دیا۔ ان دونوں نے خلیفہ کی اس شدت سے نگرانی شروع کی کہ محلسرا میں خلیفہ کے پاس آنے جانے والی عورتوں کی بھی تلاشی لینے لگے اور خلیفہ کے پاس کسی کو جانے کی اجازت نہ دیتے۔

خلیفہ قاہر باللہ کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ اسے نظر بند کر کے معطل کیا جا رہا ہے۔ اسے یہ بات سخت ناگوار گذری۔ اس نے بعض اراکین سلطنت اور

فوجی سرداروں سے مونس اور اس کے ہمراہیوں کے خلاف خفیہ سازش شروع کر دی ادھر مونس نے قاہر باللہ کو معزول کر کے ابو احمد بن مکتفی کو خلیفہ بنانے کی سعی شروع کی۔ لیکن قاہر باللہ کا قابو چل گیا۔ اس نے ایک وزد ہوکہ سے بلیق۔ علی بن بلیق اور مونس کو گرفتار کرا کر قتل کرا دیا:۔

یہ واقعہ ماہ شعبان ۳۲۱ھ کا ہے۔ اب قاہر باللہ نے محمد بن یاقوت کو حاجب اور ابو جعفر محمد بن قاسم بن عبید اللہ کو وزیر اعظم مقرر کیا اور احمد بن مکتفی باللہ کی جسے مونس خلیفہ بنانا چاہتا تھا تلاش شروع کی۔ وہ روپوش ہو گیا تھا۔ بڑی جستجو کے بعد وہ گرفتار ہو کر خلیفہ قاہر باللہ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے اسے دیوار میں چنوا دیا:۔

ان تمام مقتولوں اور مونس کے دوسرے ہوا خواہوں کے مکانات مسمار کرا دیئے گئے اور ان کا مال و اسباب ضبط کر لیا گیا۔ تین ۳ مہینے وزارت کرنے کے بعد ابو جعفر محمد وزیر اعظم معتوب ہوا۔ خلیفہ نے اسے قید کر دیا۔ اس نے اٹھارہ ۱۸ روز قید رہ کر جیل خانہ ہی میں وفات پائی:۔

مرداویج کی حکومت

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اطروش نے دیلم اور طبرستان میں مذہب زیدی شیعہ کی اشاعت کی تھی اور والئی خراسان کے مقابلہ میں وہ ۳۰۴ھ میں مارا گیا تھا۔ اسکے مقتول ہونے کے بعد اس کا داماد حسن بن قاسم اور اس کی اولاد طبرستان۔ جرجان۔ ساریہ۔ آمد اور استر آباد پر قابض ہو گئی:۔

اس اطروشی خاندان کے تمام سپہ سالار دیلمی تھے ان دیلمیوں میں ایک شخص لیلیٰ بن نعمان تھا۔ جو جرجان کا گورنر تھا۔ وہ سامانیوں سے لڑتا ہوا ۳۰۹ھ

میں مارا گیا۔ ایک اور دیلمی سردار سرخاب نامی تھا۔ وہ بھی سامانیوں کے مقابلہ میں کام آیا۔ سرخاب کا چچا ماکان کاکی بنی اطروش کی طرف سے استرآباد کی حکومت پر مامور تھا۔ اُس نے دیلمیوں کی فوج جمع کر کے جرجان پر قبضہ کر لیا اور اپنی خود مختاری کا اعلان کر کے طبرستان کے کچھ حصہ پر قبضہ جما لیا:۔

ماکان کاکی کے معاون دیلمی سرداروں میں ایک نامور سردار اسفار بن شیرویہ دیلمی تھا۔ ماکان کاکی نے اسفار کو کسی بات پر ناخوش ہو کر نکال دیا۔ اسفار بکر بن محمد بن الیسع والئی نیشاپور کے پاس چلا گیا اور بعد چندے اسفار بن شیرویہ طبرستان کا حاکم بن بیٹھا:

ماکان کاکی نے اس پر حملہ کر دیا۔ اسفار ۳۱۵ھ میں شکست کھا کر جرجان چلا گیا اور وہاں جا کر فوت ہو گیا۔ اسفار کے سرداروں میں ایک شخص مرداویج نامی تھا۔ اس نے طبرستان پر قبضہ کر لیا اور رفتہ رفتہ ہمدان اور اصفہان کو بھی فتح کر کے ایک وسیع ملک پر حکومت کرنے لگا:۔

۳۱۹ھ میں مرداویج کو یہ خیال ہوا کہ وہ اپنے مفتوحہ اور مقبوضہ ممالک کی سند حکومت عباسی خلیفہ سے حاصل کرے تاکہ دولت عباسیہ کی اعانت اُسے حاصل رہے اور اسکی حکومت اور بھی مستقل ہو جائے:۔

چنانچہ اُس نے دربار خلافت میں ایک درخواست بھیجی کہ مجھے میرے مقبوضہ علاقہ کی سند حکومت عطا فرمائی جائے۔ میں دو لاکھ دینار سالانہ خراج ادا کیا کروں گا۔

خلیفہ نے اس کی یہ درخواست منظور کر لی اور اپنی طرف سے مرداویج کو جاگیر بھی عطا کی:۔

دولت بویہ دیلمی کا آغاز

مرداویج کی سلطنت میں ابو شجاع بویہ نامی کے تین بیٹوں علی۔ احمد اور حسن نے آکر ملازمت حاصل کی اور رفتہ رفتہ ترقی کرکے بڑا عروج پایا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کا کچھ حال قلم بند کرا دیا جائے:۔

تاریخوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام دیلم میں ابو شجاع بویہ نامی ایک مفلس ماہی گیر تھا۔ جو بڑی محنت اور مشقت سے مچھلیاں پکڑ کر اپنی اور اپنے اہل و عیال کی روزی حاصل کیا کرتا تھا:

ایک روز اس نے خواب میں دیکھا کہ پیشاب کرتے ہوئے اسکی پیشاب گاہ سے ایک شعلہ نکلا۔ جس کی روشنی دنیا بھر میں پھیل گئی۔ اس نے لوگوں سے اس کی تعبیر پوچھی ایک بزرگ نے اس کی یہ تعبیر کی کہ تیری اولاد حکومت حاصل کرے گی اور جہاں تک شعلہ کی روشنی گئی ہے وہاں تک تیری اولاد کی سلطنت قائم ہو جائے گی:۔

ابو شجاع بویہ کو اس کا یقین نہیں آیا۔ اس نے یہ خواب اس وقت دیکھا تھا۔ جب اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ آخر اس کے تین بیٹے علی۔ حسن اور احمد ہوئے ابو شجاع نے مفلسی سے تنگ آکر اپنے ان تینوں بیٹوں کو اپنے سے جدا کر کے فوج میں بھرتی جا کرایا۔ یہ تینوں بھائی معمولی سپاہیوں میں مرداویج کے لشکر میں بھرتی ہوئے اور اپنی ذاتی قابلیت اور جوہر شجاعت کی بدولت ادنے سپاہیوں سے ترقی کر کے سپہ سالاری کے عہدے حاصل کر لئے

مرداویج نے ان تینوں کی لیاقت و قابلیت دیکھ کر ان کی بڑی عزت افزائی کی۔ چنانچہ اس نے علی بن بویہ کو جو سب سے بڑا تھا۔ کرخ کی حکومت عطا کی۔

علی بن بویہ کے ساتھ اس کے دونوں بھائی حسن اور احمد بھی روانہ ہوئے۔ علی بن بویہ نے کرخ میں پہنچکر تھوڑے ہی دنوں میں ایسا قبضہ جمایا کہ مرداویج کو اس کا وہاں سے علیحدہ کرنا مشکل ہوگیا۔ علی بن بویہ نے صرف کرخ پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ اُس نے لشکر جمع کر کے گردونواح کے قلعوں پر بھی چڑھائی کر دی اور یکے بعد دیگرے کئی قلعوں کو فتح کرلیا۔ ان فتوحات میں جس قدر مال غنیمت اس کے ہاتھ آیا۔ اُس نے وہ سب اپنے لشکریوں میں تقسیم کردیا۔

اس سے اس کے سپاہیوں کو اس سے خاص محبت ہوگئی اور علی بن بویہ کا رعب وداب ترقی کرنے لگا۔ اسکے گرد بہت سے نامور سردار اور سپاہی آجمع ہوئے۔ ان میں ایک نامور سردار شیرزاد نامی بھی تھا۔ شیرزاد نے علی بن بویہ کو اصفہان پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ اس زمانہ میں اصفہان پر مظفر بن یاقوت اور ابوعلی بن رستم حکومت کر رہے تھے

یہ دونوں خلیفہ سے کسی بات پر ناراض ہوگئے تھے اور انہوں نے بغاوت کا اعلان کر دیا تھا۔ علی بن بویہ نے اصفہان پر چڑھائی کی۔ مظفر بن یاقوت نے مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھا کر بھاگ گیا۔ ابوعلی بن رستم فوت ہوگیا۔ علی بن بویہ نے اصفہان پر قبضہ کرلیا۔ یہ کیفیت دیکھکر مرداویج کو اپنی فکر پڑ گئی۔ اُس نے علی بن بویہ کو لکھا کہ "دیلم کا جو لشکر تمہارے پاس جمع ہوگیا ہے اسے میرے پاس بھیج دو۔ علی بن بویہ نے اس کے حکم کی تعمیل کرنے سے انکار کر دیا۔ مرداویج نے اپنے بھائی وشمگیر کو فوج دے کر علی بن بویہ کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا۔ علی بن بویہ مصلحت وقت دیکھکر اصفہان کو چھوڑ کر جرجان کی طرف آیا۔ اور جرجان پر قبضہ کرلیا۔

یہ واقعہ سنہ ۳۲۱ھ کا ہے وشمگیر نے اصفہان پر قبضہ کر کے وہاں کی حکومت

مظفر بن یاقوت کے سپرد کر دی۔ علی بن بویہ نے اپنے بھائی حسن بن بویہ کو گازرون کا خراج وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ راستہ میں اس کا مقابلہ مظفر بن یاقوت کی ایک فوج سے ہو گیا۔ حسن نے اس فوج کو شکست دی اور گازرون پہنچکر وہاں سے خراج وصول کر کے اپنے بھائی علی بن بویہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

مظفر بن یاقوت نے زبردست لشکر فراہم کر کے علی بن بویہ پر یورش کی۔ علی اصطخر کی طرف روانہ ہوا۔ مظفر نے اس کا تعاقب کیا۔ علی نے پلٹ کر مقابلہ کیا۔ علی کے بھائی احمد بن بویہ نے بڑی بہادری سے جنگ کی۔ مظفر بن یاقوت کے لشکر کو سخت ہزیمت ہوئی۔ مظفر میدان جنگ سے بھاگا اور واسط میں پناہ گیر ہوا۔ علی بن بویہ نے شیراز پر حملہ کر دیا۔ اہل شیراز نے ڈر کر شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے۔ علی نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح تمام صوبہ فارس پر اس کا تسلط ہو گیا۔ فارس پر تو اس کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن اس کے پاس لشکر زیادہ جمع ہو گیا تھا۔ سپاہیوں نے تنخواہیں طلب کیں۔ اسکے پاس اتنا زر نقد نہ تھا۔ جس سے وہ ان کی تنخواہیں بے باق کر دیتا۔ یہ بھی وہ خوب جانتا تھا کہ اگر تنخواہیں تقسیم نہ کی گئیں تو سپاہی غدر مچا دینگے وہ سخت کشمکش و پنج میں مبتلا ہوا۔ ایک روز وہ ایک مکان کے کمرہ میں چت لیٹا ہوا چھت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اتفاق سے چھت میں سے ایک سانپ گرا۔

علی بن بویہ نے حکم دیا کہ اس مکان کی چھت گرا دی جائے۔ جب چھت گرائی گئی۔ تو اس میں سے سونے کے سکوں سے لبریز صندوق برآمد ہوئے اس خزانہ کے ہاتھ آنے سے علی بن بویہ کو بڑی مسرت ہوئی۔ اس نے فوراً تمام لشکر کی تنخواہیں تقسیم کر دیں۔ ایک اور عجیب اتفاق ہوا۔ علی بن بویہ نے کوئی کپڑا سلوانے کے لئے ایک درزی کو بلوایا۔ جونہی سپاہی درزی کو لیکر علی بن بویہ

کی خدمت میں لائے۔ درزی چلانے لگا۔ بخدا! مجھے کچھ خبر نہیں میں نے ان صندوقوں کو نہیں دیکھا۔ علی بن بویہ حیران ہوا۔ اس نے صندوق درزی کے مکان میں سے منگوائے۔ انہیں کھول کر دیکھا تو اشرفیوں سے بھرے ہوئے تھے

بعد میں معلوم ہوا کہ وہ خزانہ جو چھت سے برآمد ہوا اور وہ دولت جو درزی کے یہاں سے ملی مظفر بن یاقوت کی تھی جسے وہ جلدی میں اپنے ساتھ نہیں لیجا سکا تھا۔ اس سے بھی حیرت انگیز ایک اور واقعہ ہوا کہ ایک روز علی بن بویہ گھوڑے پر سوار چلا جارہا تھا کہ اس کے گھوڑے کے سُم زمین میں دھنس گئے۔ علی بن بویہ نے اس جگہ کو کھدوایا نہایت زبردست خزانہ برآمد ہوا:۔

حسن اتفاق کہیئے یا علی بن بویہ کی قسمت! کہ اس کے ہاتھ دولت صفاریہ کا بھی خزانہ آگیا۔ جس کی تعداد پانچ لاکھ دینار تھی۔ غرضیکہ اس طرح علی بن بویہ کے ہاتھ زبردست دولت آگئی۔ جس کی وجہ سے وہ اخراجات سے مستغنی ہوگیا اور صوبۂ فارس پر کامیابی کے ساتھ حکومت کرکے دولت بویہ دیلمی کی بنیاد ڈالی۔ چونکہ اس خاندان نے ایک ایسی حکومت قائم کی جو عرصے تک قائم اور برقرار رہی اس لئے کسی مؤرخ نے اسے بہرام گور کی نسل سے ہونا ثابت کیا ہے۔ کسی نے یزدجرد شاہ ایران سے سلسلہ نسب کو ملادیا ہے:۔

یہ کچھ تعجب خیز بات نہیں ہے کیونکہ دولت و حکومت کے ساتھ عام طور پر عالی نسبی کی کوشش ہونے لگتی ہے مگر اس خاندان کی حقیقت وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے:۔

قاہر باللہ کی خلع خلافت

قاہر باللہ سے اس کے فوجی ناراض ہوگئے۔ انھوں نے بلوہ کرکے قاہر باللہ کو ۶ جمادی الثانی ۳۲۲ھ میں گرفتار کرلیا اور اسی جگہ ابوالعباس محمد بن مقتدر

کو تخت خلافت پر بٹھا کر اُس کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ ابوالعباس محمد بن مقتدر نے تخت نشین ہوتے ہی قاہر باللہ کی آنکھوں میں سلائی پھروا کر اُسے اندھا کر دیا۔

عادات و خصائل

قاہر باللہ کچھ اچھا فرمانروا نہ تھا۔ نہایت متلون مزاج۔ بڑا جلد باز اور سخت مغلوب الغضب آدمی تھا۔ دائم الخمر تھا۔ لیکن رعایا کے لئے شراب نوشی کی سخت ممانعت کر دی تھی۔ علی بن محمد خراسانی کی روایت ہے کہ ایک روز قاہر باللہ اس ہیئت سے میرے پاس آیا کہ شاہی لباس پہنے اور نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے تھا۔ مجھ سے کہا کہ ہر ایک عباسی خلیفہ کے عادات و خصائل بیان کرو۔"

میں نے کہا کہ سفاح اور اسکے عمال خونریزی کرتے تھے۔ وہ ممسک تھا اس نے بڑی دولت جمع کی تھی۔ منصور نے عباسیوں اور علویوں میں تفرقہ اندازی کی۔ منجمین کو مقرب بنایا۔ اقلیدس۔ کلیلہ دمنہ وغیرہ سریانی عجمی اور یونانی زبان سے بہت سی کتابیں ترجمہ کرائیں۔ مہدی۔ رحم دل سخی اور منصف مزاج تھا۔ اس کے باپ نے لوگوں سے جو کچھ زبردستی چھینا تھا اس نے وہ واپس کردیا ہادی۔ بڑا مغرور اور متکبر تھا۔ ہارون رشید ایک سال حج کرتا تھا اور ایک سال جہاد۔ نہایت سخی عادل اور متواضع تھا۔ امین سخی تھا۔ لیکن عیش و عشرت کا دلدادہ بھی تھا۔ مامون حلیم و سخی تھا معتصم بھی ایسا ہی تھا۔ اُس نے بڑی فتوحات کیں واثق نے اپنے باپ کی تقلید کی۔ متوکل علے اللہ نے اپنے پیشرو مامون معتصم اور واثق کے اعتقادات سے مخالفت کی۔ سماعت حدیث کا حکم دیا۔ لوگ عام طور پر اس سے خوش رہے۔ قاہر باللہ ان خلفاء کے حالات سُنکر خوش ہوا اور چلا گیا:۔

راضی باللہ

اس خلیفہ کا اصل نام محمدؐ تھا۔ سلسلۂ نسب اس طرح پر ہے محمد بن مقتدر باللہ بن معتضد باللہ بن موفق باللہ۔ اسکی کنیت ابوالعباس تھی۔ راضی باللہ خطاب تھا۔ اس کی ماں ظلوم نامی ایک رومی کنیز تھی وہ ۲۹۷ھ میں پیدا ہوا تھا۔ قاہر باللہ کے معزول ہو جانے کے بعد اُسے جیلخانہ سے نکال کر، جمادی الثانی ۳۲۲ھ کو تخت نشین کیا گیا تھا۔ اُس نے علی بن مقلد کو عہدۂ وزارت عطا کیا اور محمد بن یاقوت کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اسی سال یعنے ۳۲۲ھ میں عبیداللہ مہدی جو مجوسی النسل تھا اور جس نے افریقیہ میں دولت عبیدیہ کی بنیاد ڈالی تھی فوت ہوا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا ابوالقاسم تخت نشین ہوا اور اُس نے اپنا لقب بامراللہ اختیار کیا:۔ اسی سال یاقوت نے جو واسط میں تھا فوج مرتب کر کے علی بن بویہ پر چڑھائی کی لیکن شکست کھا کر بھاگ آیا:۔

خدائی کا مدعی

۳۲۳ھ میں محمد بن علی سمعانی المعروف ابن ابی الغراقر کا ظہور ہوا۔ اُس نے خدائی کا دعوےٰ کیا۔ حیرت یہ ہے کہ بہت سے لوگ اُس کے بھی معتقد ہو گئے اور اس کے گرد بھی اس کے معتقدین کا ہجوم ہو گیا۔ مرد اور عورتیں جوق در جوق اس کی زیارت کو آنے لگیں۔ وہ مسمریزم وغیرہ سے واقف تھا۔

لوگوں کو خوب اُلو بناتا تھا۔ کسی عورت کے اوپر اُس کے معتقدین میں تفرقہ اندازی ہوئی۔ لوگ اس کی اصلیت سے واقف ہو کر اس سے کنارہ کش ہونے لگے۔ آخر وہ اسی سال یعنی ۳۲۳ھ میں گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔ اس کے جن ہمراہیوں نے توبہ نہ کی وہ بھی قتل کر ڈالے گئے:۔

قرامطہ کی زیادتیاں اور حجاج پر ٹیکس

اسی سال یعنی ۳۲۳ھ میں قرامطہ نے بغداد اور مکہ کی درمیانی راہ پر ڈاکہ زنی شروع کی اور ایسی لوٹ مار مچائی کہ اہل بغداد ان کے خوف کی وجہ حج کو نہ جا سکے۔ کئی سال تک وہ راستوں کو لوٹتا رہا۔ آخر ۳۲۷ھ میں ابوطاہر قرمطی نے حاجیوں پر فی شتر پانچ دینار ٹیکس قائم کر کے اعلان کیا کہ جو لوگ ٹیکس ادا کر دیں گے۔ ان کے جان و مال سے تعرض نہ کیا جائے گا۔

چنانچہ اہل بغداد نے یہ محصول ادا کر کے حج کیا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ حاجیوں پر ٹیکس قائم کیا گیا۔ اور لوگوں نے محصول ادا کر کے حج کیا۔

مغرور مرداویج کا قتل

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ مرداویج نے طبرستان۔ ہمدان اور اصفہان پر قبضہ کر کے دربار خلافت سے سند حکومت حاصل کر لی تھی۔ عجب حکومت نے اُسے شہنشاہ بننے کی ترغیب دی۔ چنانچہ اُس نے اپنے لئے ایک سونے کا تخت بنوایا اور اراکین سلطنت اور سپہ سالاروں کے لئے چاندی کی کرسیاں بنوائیں۔ ایک مرصع تاج اکاسرہ کے تاجوں کی قسم کا تیار کرایا۔ تخت پر بیٹھا۔ تاج سر پر رکھا۔ اراکین سلطنت سے عجمیوں کی طرح سلامی لی۔ شہنشاہ کے لقب سے ملقب ہوا۔ چند روز کے بعد اس نے عظیم الشان لشکر لے کر بغداد پر چڑھائی کرنے کا قصد کیا اور لوگوں سے کہا کہ میں بغداد فتح کر کے کسریٰ فارس کے محلوں کو از سر نو تعمیر کروں گا۔ مسجدوں کو آتشکدے بنواؤں گا۔ عربی حکومت کو نیست و نابود کر کے مجوسی سلطنت پھر قائم کروں گا۔

اس کی ان باتوں سے اس کے اراکین سلطنت اس سے برہم ہو گئے انہوں نے موقعہ پا کر اس وقت جب ایک روز مرداویج اصفہان میں داخل ہونے والا تھا۔ اُسے قتل کر دیا۔ مرداویج ۳۲۳ھ میں مقتول ہوا۔ اس طرح وہ اپنے ارادوں کو اپنے ساتھ ہی قبر میں لے گیا :۔

راضی باللہ کی حدودِ حکومت

راضی باللہ کے عہد خلافت میں قریب قریب تمام صوبے خود مختار ہو گئے تھے۔ کئی صوبوں میں مستقل حکومتیں قائم ہو چکی تھیں مثلاً ماوراء النہر اور خراسان کے کچھ حصے پر بنی سامان کی حکومت تھی۔ بحرین اور یمامہ کے صوبوں میں قرمطی سلطنت تھی۔ طبرستان میں دولت بویہ و دیلمیہ قائم ہو گئی تھی۔ افریقیہ میں سلطنت عبیدیہ تھی۔ اندلس میں عرصے سے بنو امیہ کی حکومت چلی آتی تھی جن صوبوں کے عامل خلافت بغداد کو کمزور و ناتواں سمجھ کر خود مختار ہو گئے تھے وہ یہ تھے۔ بصرہ پر محمد بن رائق قابض ہو گیا تھا۔ خوزستان اور اہواز پر عبداللہ بریدی کا تسلط تھا۔ فارس کی حکومت علی بن بویہ کے قبضہ میں تھی۔ جسے عباسی خلیفہ نے عماد الدولہ کا خطاب دیا تھا۔ اصفہان اور جبل کے صوبوں میں علی کا بھائی حسن بن بویہ حکمران ہو گیا تھا۔ اُسے رکن الدولہ کا خطاب دیا گیا تھا کرمان پر ابو علی محمد بن الیاس کا تسلط تھا مصر و شام پر محمد بن طغج کا قبضہ تھا۔ موصل دیار بکر۔ دیار مضر اور دیار ربیعہ پر بنی ہمدان قابض تھے۔ اسی طرح سندھ وغیرہ پر دوسرے لوگوں کا قبضہ تھا۔

غرضیکہ خلیفہ راضی باللہ کی حدودِ حکومت بغداد اور اس کے مضافات تک محدود تھی۔ جب خلافت کا زور و دباؤ ہی کچھ باقی نہ رہا۔ تو صوبوں کے عاملوں نے

بھی خراج دینا بند کر دیا۔

۳۲۳ھ میں علی بن بویہ نے مرداویح کی تقلید میں راضی باللہ کی خدمت میں درخواست کی کہ۔ اگر مجھے فارس کی سند حکومت عطا کی جائے تو میں ایک کروڑ اسی لاکھ درہم سالانہ خراج دربار خلافت میں بھیجا کروں گا:

خلیفہ نے سند حکومت معہ خلعت اور شیار پرچم کے بھیج دیا اور علی بن بویہ کو عماد الدولہ اور اس کے دو بھائیوں حسن کو رکن الدولہ اور احمد کو معز الدولہ کا خطاب مرحمت فرمایا:۔

یحکم کا اثر و رسوخ

مرداویح کے مارے جانے پر اس کی فوج کے دو حصے ہو گئے ایک حصہ تو علی بن بویہ معروف عماد الدولہ کے پاس چلا گیا اور دوسرا حصہ مرداویح کے ایک نامور سپہ سالار یحکم نامی کے پاس رہا۔ یحکم معہ اپنے لشکر کے بغداد چلا آیا۔ اور دربار خلافت میں رسائی حاصل کر کے ایسا اثر و رسوخ قائم کیا کہ قابو یافتہ ارا کین سلطنت کو مغلوب کر کے امیر الامرا کا خطاب حاصل کر لیا اور بعد چند سے خلافت پر ایسا مستولی ہوا کہ بغداد میں خود حکومت کرنے لگا۔

بنو بویہ کی حکومتیں

مرداویح کے بھائی وشم گیر نے علی بن بویہ سے ڈر کر اصفہان کو چھوڑ دیا اور وہاں سے نکل کر جبل اور آذر بائیجان پر قبضہ کر لیا۔ رکن الدولہ یعنی حسن بن بویہ نے وشم گیر کے جاتے ہی اصفہان پر قبضہ کر لیا۔ معز الدولہ یعنے احمد بن بویہ اہواز پر قابض ہو گیا۔ عماد الدولہ یعنے علی بن بویہ فارس پر حکمران تھا ہی۔ اس طرح سے فارس اصفہان اور اہواز پر بنو بویہ کی حکومتیں قائم ہو گئیں:۔

راضی باللہ کی وفات

خلیفہ راضی باللہ کو مرض استسقاء لاحق ہوا۔ ہر چند علاج کیا لیکن افاقہ نہ ہوا آخر ماہ ربیع الاوّل ۳۲۹ھ میں چھ سال اور نو مہینے حکومت کر کے بتیس ۳۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ راضی باللہ کے عہد میں خلافت برائے نام رہ گئی تھی۔ جو مستقل حکومتیں قائم ہو گئی تھیں وہ تو کیا خراج دیتیں صوبوں کے عاملوں نے بھی خراج دینا بند کر دیا تھا۔ خلفائے عباسیہ میں راضی باللہ آخری خلیفہ تھا جس نے جمعہ کے روز جمعہ مسجد میں لوگوں کو خطبہ سنایا۔ اس کے بعد جو خلیفہ ہوئے انہوں نے خطبہ سنانے کا کام بھی دوسروں کے سپرد کر دیا:۔

متقی للّٰہ

اس خلیفہ کا اصل نام ابراہیم تھا۔ اس کا سلسلۂ نسب اس طرح پر ہے ابراہیم بن معتضد باللہ بن موفق باللہ بن متوکل علے اللہ۔ متقی للّٰہ خطاب تھا۔ اس کی ماں کا نام زہرہ تھا۔ وہ ایک کنیز تھی۔ متقی للّٰہ ۲۹۵ھ میں پیدا ہوا تھا:۔

۲۷ رجب ۳۲۹ھ میں چونتیس ۳۴ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اس کی تخت نشینی بجکم کے حکم سے عمل میں آئی۔ بجکم خود تو واسط میں رہتا تھا اور اس کا میر منشی بغداد میں خلیفہ کے پاس رہ کر وزارت کی خدمات انجام دیتا تھا:۔

جب خلیفہ راضی باللہ نے وفات پائی تو بجکم کے میر منشی نے بجکم کو اطلاع دی۔ اس نے اپنے میر منشی کو حکم دیا کہ ابراہیم بن معتضد باللہ کو تخت نشین کرو اور متقی للّٰہ سے اسے ملقب کرو۔ چنانچہ اس کے میر منشی نے ایسا ہی کیا اور اس طرح متقی للّٰہ تخت خلافت پر بیٹھا:۔

بجکم کا قتل

لیکن اس عرصے میں جب متقی للّٰلہ تخت خلافت پر بیٹھا۔ کردوں نے شورش کی۔ بجکم خود کردوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا۔ کردوں نے نہایت دلیری سے اس کا مقابلہ کیا۔ آخر کار جنگ میں بجکم مارا گیا۔ اس کی سپاہ شکست کھا کر بھاگ آئی۔

بجکم آخر ماہ رجب ۳۲۹ھ میں قتل ہوا۔ جب اس کے مارے جانے کی خبر بغداد میں پہنچی تو متقی للّٰلہ نے بجکم کے میر منشی کو معزول و معطل کر کے بجکم کا تمام مال و اسباب ضبط کر لیا۔ جو گیارہ لاکھ دینار کی قیمت کا تھا۔

عبداللہ بریدی کا خروج

عبداللہ بریدی جو خوزستان کا امیر تھا۔ ماہ شعبان ۳۲۹ھ میں بصرہ سے فوج لے کر بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ خلیفہ متقی کو جب اس کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے اسے واپس لوٹ جانے کا حکم دیا لیکن وہ نہ مانا۔ تب متقی للّٰلہ نے اس کی گوشمالی کے لئے ایک فوج روانہ کی۔ عبداللہ بریدی نے اس فوج کو شکست دے کر بھگا دیا۔ اور نہایت شان سے بغداد میں داخل ہو کر خلیفہ سے پانچ لاکھ دینار کا مطالبہ کیا۔ متقی للّٰلہ نے تہیدستی کا عذر کیا۔ عبداللہ بریدی نے کہلا بھیجا کہ اگر پانچ لاکھ دینار فوراً روانہ کئے تو تمہیں معزول اور قتل کر دیا جائے گا۔ مجبوراً متقی للّٰلہ نے یہ رقم عبداللہ بریدی کو ادا کر کے اپنی جان بچائی۔ جب یہ رقم عبداللہ بریدی کے پاس پہنچ گئی۔ تب اس کے لشکریوں نے اس سے تنخواہ کا مطالبہ کیا۔ بریدی حیلے حوالے کرنے لگا۔

لشکریوں نے بگڑ کر ماہ رمضان ۳۲۹ھ میں بغاوت کر دی۔ بریدی بھاگ

کر واسط میں چلا گیا۔ فوج منتشر ہو گئی :۔

کورتگین کا عروج و زوال

بجکم کے مارے جانے اور عبداللہ بریدی کے واسط میں بھاگ جانے کے بعد ایک ترکی سپہ سالار کورتگین نے دربار خلافت میں اپنا رسوخ بڑھا کر اراکین سلطنت کو ہموار کر کے امیر الامراء کا خطاب حاصل کر لیا۔ اور بجکم کی طرح خلافت پر مستولی ہو گیا۔ کورتگین ترک تھا :۔

بجکم کے زمانہ سے بغداد میں دیلمی بھی کثرت سے آ گئے تھے انھیں ایک ترک کا امیر الامراء ہونا ناگوار گذرا۔ چنانچہ دیلمیوں نے کورتگین کے خلاف شورش کی ترک دیلمیوں کے خلاف بھڑک اُٹھے۔ ترکوں اور دیلمیوں میں جنگ ہوئی چونکہ دیلمیوں کا کوئی ذی اثر سپہ سالار نہ تھا۔ اسلئے انہیں ہزیمت ہوئی۔ ترکوں کا زور از سر نو قائم ہو گیا۔ اور کورتگین کا اثر اور بڑھ گیا :۔

اسی عرصے میں محمد بن رائق جو بصرہ کا عامل تھا شام پر بھی قابض ہو گیا اور وہ امیر الامراء کا عہدہ حاصل کرنے کے لئے شام سے بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ کورتگین کو اسکے ارادہ کی اطلاع ہو گئی۔

وہ فوج لے کر محمد رائق کے مقابلہ کے لئے بغداد سے باہر نکلا۔ ابن رائق نے کورتگین پر حملہ کر کے اس کے لشکر کو شکست دی اور کورتگین کو گرفتار کر کے قید کر دیا :۔

خلیفہ متقی للہ کا بغداد سے فرار

متقی للہ نے محمد بن رائق کو امیر الامراء بنا لیا اور اسے عبداللہ بریدی سے واسط کا خراج وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ ابن رائق نے بریدی سے بہ جبر

خراج وصول کیا۔ اور بغداد میں واپس آگیا:۔

عبداللہ بریدی کو اس کی یہ حرکت سخت ناگوار گذری۔ اس نے جمعیت فراہم کر کے ماہ ربیع الثانی ۳۳۰ھ میں بغداد پر فوج کشی کی۔ محمد بن رائق نے بغداد سے نکل کر مقابلہ کیا۔ شاہی لشکر کو شکست ہوئی۔ خلیفہ متقی للّٰہ معہ اپنے بیٹے ابو منصور کے محمد بن رائق کے ساتھ بغداد سے موصل کی طرف بھاگ گیا۔ عبداللہ بریدی کے لشکر میں ترک اور دیلمی شامل تھے:

انہوں نے بغداد میں داخل ہو کر خوب لوٹ مار کی۔ قصر خلافت اور امرائے بغداد کے مکانوں کو دل کھول کر لوٹا۔ لوٹ مار کے وقت کچھ قرمطی بھی آ کر شامل ہو گئے۔ ان لوگوں نے شرفائے شہر کو سخت اذیتیں اور تکلیفیں دیں

خلیفہ کی بغداد پر چڑھائی

ان دنوں موصل میں ناصر الدولہ بن حمدان حکمران تھا۔ اس کی محمد بن رائق سے کچھ ان بن تھی۔ وہ خلیفہ اور ابن رائق کی آمد کی خبر سنکر موصل چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ خلیفہ نے اسے تسلی دے کر بلوایا۔ ناصر الدولہ واپس لوٹ آیا۔ اور اس نے ایک روز موقعہ پا کر محمد بن رائق کو قتل کر دیا:۔

خلیفہ نے ناصر الدولہ کو امیر الامراء مقرر کر کے اس کے بھائی ابو الحسین کو سیف الدولہ کا خطاب عطا فرمایا۔ ناصر الدولہ نے فوج مرتب کی اور خلیفہ متقی للّٰہ کو ساتھ لے کر بغداد کی جانب چلا:۔

عبداللہ بریدی بغداد پر قابض تھا۔ اس نے بغداد سے باہر نکلکر مقابلہ کیا لیکن خونریز جنگ کے بعد ماہ شوال ۳۳۰ھ میں عبداللہ بریدی کو شکست ہوئی وہ بغداد سے واسط کی طرف بھاگ گیا:۔

خلیفہ متقی للہ بغداد میں داخل ہوا۔ ناصر الدولہ اور اس کا بھائی سیف الدولہ دونوں خلیفہ کے پاس بغداد میں گیارہ مہینے تک رہے اس کے بعد دونوں موصل چلے گئے :-

خلیفہ متقی للہ کا بغداد سے پھر فرار

ناصر الدولہ اور سیف الدولہ کے بغداد سے جاتے ہی ایک سپہ سالار توزون نامی نے بغداد میں غلبہ حاصل کرکے حکومت پر تسلط کرلیا۔ خلیفہ نے اُسے امیر الامراء کا خطاب عطا کیا۔ خلیفہ نے توزون کو واسط سے خراج وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ اس کی عدم حاضری میں ابو جعفر بن شیرزاد ماہ محرم ۳۳۲ھ میں بغداد پر چڑھ آیا۔ خلیفہ متقی للہ ابو جعفر کے آنے کی خبر سنتے ہی بغداد سے پھر موصل کی طرف بھاگ گیا :-

ابو جعفر نے بغداد پر قبضہ کرلیا۔ اس عرصے میں توزون بھی واپس لوٹ آیا۔ ابو جعفر اور توزون نے آپس میں سمجھوتہ کرکے موصل پر چڑھائی کردی۔ ناصر الدولہ اور سیف الدولہ اور اس کے بھائی کو شکست ہوئی :-

وہ دونوں بھائی خلیفہ کو ساتھ لے کر نصیبین کی طرف چلے گئے۔ خلیفہ متقی للہ وہاں سے رقہ میں آکر مقیم ہو گیا :-

احمد بن بویہ کا واسط پر قبضہ

جبکہ ابو جعفر اور توزون موصل میں جنگ کر رہے تھے اس وقت معز الدولہ احمد بن بویہ نے واسط پر چڑھائی کردی۔ توزون فوراً موصل سے احمد بن بویہ کے مقابلہ کے لئے دوڑا۔ ۱۷ ذی قعدہ ۳۳۲ھ کو توزون اور معز الدولہ میں معرکہ آرائی ہوئی۔ معز الدولہ نے توزون کو شکست دے کر واسط پر قبضہ کرلیا۔

اسی طرح احمد بن بویہ اہواز کے علاوہ واسط کا بھی حکمران ہو گیا۔

روسیوں کی غارت گری

اسی سال یعنی ۳۳۲ھ میں روسیوں نے خروج کر کے آذر بائیجان کے سرحدی شہر بردعہ پر حملہ کیا۔ دیلم کے حکمران نے ان کے مقابلہ کے لئے فوج بھیجی لیکن روسیوں نے اس فوج کو شکست دے کر شہر بردعہ میں داخل ہو کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا:

اس کے بعد وہ بردعہ کے نواحی علاقہ میں پھیل گئے۔ مسلمانوں کو قتل کرنے اور لوٹنے لگے۔ آخر اس نواح کے مسلمانوں نے جمع ہو کر روسیوں کا مقابلہ کیا۔ مدت تک خونریز لڑائیاں ہوتی رہیں:

کبھی مسلمان روسیوں کو بھگا دیتے۔ کبھی روسی مسلمانوں کو ہٹا دیتے بالآخر سخت معرکہ آرائیوں کے بعد مسلمانوں نے روسیوں کو شکست فاش دی اور ان کا تعاقب کر کے انہیں بلاد اسلام سے نکال دیا:

خلیفہ متقی للہ کی معزولی

خلیفہ متقی للہ رقہ میں مقیم تھا اہل رقہ اس سے کچھ ناخوش ہو گئے۔ خلیفہ کے وزیر نے خلیفہ کو مصر چلنے کی ترغیب دی۔ ابھی متقی للہ کوئی فیصلہ نہ کرنے پایا تھا کہ بغداد سے توزون نے خلیفہ کو امان نامہ بھیجکر بلایا:

وزیر نے بغداد جانے سے روکا۔ لیکن خلیفہ متقی للہ توزون کے امان نامہ پر بھروسہ کر کے آخر ماہ محرم ۳۳۳ھ کو بغداد کی جانب روانہ ہو گیا۔ توزون نے مقام سندیہ میں پہنچکر خلیفہ کا استقبال کیا۔ اپنے خیمہ میں ٹھہرایا بڑی

عزت و تکریم کی لیکن اگلے دن خلیفہ متقی للہ کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھرا کر اُسے اندھا کر دیا۔ اور ابو القاسم عبداللہ بن خلیفہ مکتفی باللہ کے ہاتھ پر تمام اراکین سلطنت نے بیعت کی۔

جب قاہر باللہ کو متقی باللہ کے اندھا ہو جانے کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت خوش ہُوا۔ کہنے لگا۔ ہم ۲ دو تو اندھے ہو گئے۔ مگر تیسرے کی کسر ہے۔ اتفاق دیکھیئے کہ چند ہی روز کے بعد عبداللہ بن مکتفی باللہ جو مستکفی باللہ کے لقب سے تخت نشین ہُوا تھا اندھا کر دیا گیا۔ اور اس طرح یہ تین خلیفہ اندھے ہو گئے :۔

چھٹا باب (۶)

عباسی خلفا بنو بویہ کے ہاتھ میں

مُستکفی باللہ

اس خلیفہ کا نام عبداللہ اور کُنیت ابو القاسم تھی۔ اس کا سلسلۂ نسب اس طرح پر ہے۔ عبداللہ بن مکتفی باللہ بن معتضد باللہ بن مُوفق باللہ۔ اس کی ماں کا نام املح الناس تھا۔ جو ایک کنیز تھی وہ اکتالیس ۴۱ سال کی عمر میں تخت نشین ہُوا۔ اس وقت فضل بن مقتدر باللہ بھی مدعی خلافت تھا۔ لیکن وہ روپوش ہو گیا۔ ہر چند مُستکفی باللہ نے اُسے تلاش کرایا۔ مگر نہ ملا۔ مستکفی باللہ نے اس کا مکان مُنہدم کرا دیا۔ اتفاق سے مُستکفی باللہ کے تخت نشین ہوتے ہی توزون کا انتقال ہو گیا :۔

مستکفی نے ابو جعفر بن شبیرزاد کو امیر الامرا بنایا۔ ابو جعفر نے خزانہ میں تصرف کر کے خزانہ خالی کر دیا۔ انتظام کا شیرازہ درہم برہم ہو گیا۔ ہر طرف بدامنی پھیل گئی۔ اوباشوں کی بن آئی۔ چوریوں اور ڈاکہ زنیوں کی ایسی کثرت ہوئی کہ لوگ شہر کو چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے:

احمد بن بویہ نے جب بغداد کی یہ کیفیت سنی تو اس نے بغداد پر حملہ کر دیا۔ ابو جعفر بن شبیرزاد بھاگ کر موصل چلا گیا۔ احمد بن بویہ معروف معزالدولہ نے بغداد پر قبضہ کر لیا۔ مستکفی باللہ نے معزالدولہ کو ملک کا خطاب دیا۔

معزالدولہ نے اپنے نام کے سکے مسکوک کرائے۔ اور وہی حکومت و خلافت کا مالک بن بیٹھا۔ مستکفی باللہ نے اس کے خلاف سازش شروع کی۔ معزالدولہ کو معلوم ہو گیا:۔

اتفاق سے انھیں ایام میں والئی خراسان کا سفیر آیا۔ اس تقریب میں دربار عام کیا گیا۔ خلیفہ تخت خلافت پر بیٹھا تھا۔ معزالدولہ نے دو دیلمیوں کو اشارہ کیا۔ وہ خلیفہ کی طرف بڑھے۔ خلیفہ نے سمجھا کہ دست بوسی کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ دیلمیوں نے خلیفہ کا بڑھا ہوا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور خلیفہ کو تخت سے نیچے اتار کر گرفتار کر لیا۔ کسی کو بھی اف کرنے کی مجال نہ ہوئی:۔

معزالدولہ اپنے مکان پر چلا آیا۔ دیلمی خلیفہ مستکفی باللہ کو بڑی ذلت کے ساتھ کھینچتے ہوئے اسکے سامنے لائے۔ معزالدولہ نے مستکفی باللہ کی آنکھیں نکلوا کر اسے قید کر دیا:۔

یہ واقعہ ماہ جمادی الثانی ۳۳۴ھ کا ہے خلیفہ مستکفی باللہ نے ایک سال اور چار مہینے برائے نام خلافت کی وہ ۳۳۸ھ میں قید خانہ میں فوت ہوا۔ ارادہ

تھا کہ خلافت عباسیہ پر ایک مفصل تبصرہ کیا جائے لیکن اختصار مدنظر ہے اور اس مختصر تاریخ میں اس کی گنجائش نہیں:-

اسمیں شک نہیں کہ خلفائے عباسیہ میں سے بعض اچھے خلیفہ بھی ہوئے لیکن زیادہ خلفاء کچھ اچھے ثابت نہ ہوئے۔ عباسی خلافت کے بانی سفاح نے عربوں کا زور توڑ کر خراسانیوں کو بڑھایا۔ خراسانیوں نے اس خلافت کو لوٹنے کی سازش کی۔ خلیفہ معتصم باللہ نے یہ دیکھکر ترکوں کو معاون بنایا:-

ترکوں نے بھی عباسی خلافت کو نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ دراصل خلفائے عباسیہ نے سب سے بڑی غلطی یہی کی کہ عربوں کو ذلیل و مقہور کر کے دوسری قوموں کو بڑھایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دوسو ہی سال میں خلافت عباسیہ کا وجود برائے نام رہ گیا:-

سلاطین دیالمہ

مطیع للہ

معزالدولہ بن بویہ نے مستکفی باللہ کو اندھا کر کے قید کر دینے کے بعد ابوالقاسم فضل بن مقتدر باللہ کو ماہ جمادی الثانی ۳۳۴ھ میں تخت نشین کیا اور مطیع للہ کے لقب سے ملقب ہوا۔ مطیع للہ ۳۰۱ھ میں ایک پرستار مشغلہ نامی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ معزالدولہ نے مطیع للہ کی تنخواہ سو دینار روزانہ مقرر کی۔ چونکہ یہ خلیفہ ایک تنخواہ دار خلیفہ تھا اسلئے اکثر مؤرخوں نے اسے خلفائے عباسیہ کے سلسلہ میں شمار نہیں کیا۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ خلیفہ مطیع للہ نہ صرف شاہ شطرنج تھا بلکہ اسکے نام کا سکہ تک جاری نہ تھا۔ سکہ معزالدولہ کے نام کا مسکوک ہوتا تھا:-

شیعہ اور سنی کی تفریق

اگرچہ شیعان علی کو شیعان معاویہ اور شیعان معاویہ کو شیعان علی برا کہتے تھے لیکن مذہبی تفریق کوئی نہ تھی۔ برا کہنا محض ایک سیاسی چال تھی۔ خلفائے عباسیہ نے بنو امیہ کو بہت کچھ مقہور و ذلیل کیا۔ اس کی بنا بھی سیاسی خیال تھا:۔

عباسیوں کا برتاؤ علویوں کے ساتھ اچھا بھی رہا اور برا بھی انہوں نے جب اور جیسا موقعہ دیکھا ان کے ساتھ برتاؤ کیا۔ اس سلوک میں بھی پولیٹیکل جھلک تھی۔ مگر باوجود سیاسی تفرقہ اندازیوں کے سنی اور شیعوں کی تین صدی ہجری تک ایسی تفریق نہ تھی جیسی اس کے بعد ہوئی:۔

اس کی ابتداء خاندان دیالمہ سے پڑی۔ اس نے سیاسی امور کو مدنظر رکھکر خلافت کے جھگڑے کو جزو ایمان قرار دیا اور اہل تشیعہ کو مذھباً اہل سنت والجماعت سے الگ کردیا۔ اس بدعت کا بانی معز الدولہ ہوا:۔

معز الدولہ بن بویہ دیلمی ابوشجاع بویہ کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔ چونکہ وہ اور اس کے اہل خاندان اطروش کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے اور اطروش شیعہ تھا اس لئے تمام دیلمی بھی شیعہ تھے۔ اس خاندان کو علویوں کے ساتھ خاص لگاؤ تھا۔ چنانچہ معز الدولہ جب مستکفی کو اندھا اور مقید کرچکا تو اس نے چاہا کہ کسی علوی کو تخت خلافت پر بٹھائے۔

مگر اس کے بعض صلاح کاروں نے مشورہ دیا کہ یہ بات دور اندیشی کے سخت مخالف ہے۔ کیونکہ اگر کسی علوی کو خلیفہ بنادیا گیا تو تمام شیعہ اسے مستحق خلافت سمجھکر آپ کی اطاعت و فرمانبرداری سے الگ ہوجائیں گے۔ اس سے آپ کی یہ حکومت اور یہ شان و شوکت باقی نہ رہے گی:۔

مناسب یہ ہے کہ فی الحال عباسی خاندان ہی میں سے کسی کو برائے نام تخت نشین کردو۔ چنانچہ معز الدولہ نے ابوالقاسم فضل بن مقتدر کو تخت خلافت پر بٹھایا لیکن حکومت وسلطنت کے جملہ اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھے۔ خلیفہ محض ایک کاٹھ کی پتلی تھا۔

معز الدولہ کی معرکہ آرائیاں

معز الدولہ نے ابو محمد حسن بن محمد مہلبی کو وزیر اعظم مقرر کیا اس زمانہ میں مصر پر اخشید محمد بن طغج فرغانی۔ موصل پر ناصر الدولہ بن حمدان اور شام پر سیف الدولہ بن حمدان حکمران تھے۔ جب ناصر الدولہ کو معلوم ہوا کہ معز الدولہ نے بغداد میں پہنچکر مطیع للہ کو برائے نام خلیفہ مقرر کر کے خود حکومت شروع کر دی ہے تو موصل سے لشکر لے کر معز الدولہ سے لڑنے کے لئے چلا اور ماہ شعبان ۳۳۴ھ میں سامرا میں آیا۔ معز الدولہ اس کے آنے کی خبر سنکر مطیع للہ کو ساتھ لیکر معہ فوج کے بغداد سے نکلکر ناصر الدولہ کے مقابلہ میں آیا۔

طرفین نے صف آرائی کر کے جنگ شروع کی۔ معز الدولہ کو شکست ہوئی وہ میدان جنگ سے بھاگ کر معہ مطیع للہ کے بغداد میں آیا! ور مغربی بغداد میں ٹھہرا۔ شرقی بغداد میں ناصر الدولہ نے آکر قیام کیا۔

عرصہ تک لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ کچھ عرصے کے بعد دونوں میں صلح ہوگئی۔ معز الدولہ نے اپنی پوتی کی شادی ناصر الدولہ کے بیٹے ابو تغلب سے کر دی۔ ناصر الدولہ موصل کی طرف چلا گیا۔

۳۳۵ھ میں ابوالقاسم بریدی نے بصرہ میں معز الدولہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ معز الدولہ اس کے مقابلہ کی تیاری کر کے ۳۳۶ھ میں خلیفہ مطیع کو ساتھ لیکر بصرہ پر چڑھائی کی۔

ابو القاسم نے مقابلہ کیا لیکن معز الدولہ نے اُسے شکست دی۔ ابو القاسم
بحرین میں قرامطہ کے پاس بھاگ گیا۔ معز الدولہ نے بصرہ پر قبضہ کر کے ابو جعفر
صہیری کو وہاں کا عامل مقرر کیا اور خود معہ مطیع کے بغداد میں چلا آیا:
۳۳۷ھ میں معز الدولہ نے ایک عظیم الشان لشکر مرتب کر کے ناصر الدولہ کے
لشکر جرار سے ڈر کر نصیبین میں بھاگ گیا اور وہاں پہنچ کر لڑائی کی تیاری میں مصروف
ہوا۔ عین اس وقت معز الدولہ کے بھائی رکن الدولہ نے اطلاع دی کہ والیٔ
خراسان نے رے اور جرجان پر چڑھائی کر دی ہے جلد اس طرف آؤ:۔
معز الدولہ نے فوراً ناصر الدولہ سے ادائی خراج پر مصالحت کر کے موصل سے
بغداد کی جانب کوچ کیا۔ صلحنامہ میں یہ شرط بھی رکھی گئی کہ ناصر الدولہ خطبہ میں
معز الدولہ رکن الدولہ اور عماد الدولہ تینوں بھائیوں کا نام لیا کرے۔ جب
معز الدولہ جرجان میں پہنچا تو والیٔ خراسان نے اس کا لشکر دیکھ کر اس وقت
رے اور جرجان پر چڑھائی ملتوی کر دی۔ معز الدولہ جرجان سے بغداد واپس آگیا:
۳۳۹ھ میں ہجر سے حجر الاسود واپس لایا گیا اور خانہ کعبہ میں اپنی جگہ
پر نصب کیا گیا۔ خلیفہ مطیع نے اس کے گرد سونے کا ایک حلقہ لگا دیا۔ اس حلقہ
کا وزن تین ہزار سات سو ستر درہم تھا:۔

ایک عجیب گروہ کا ظہور

۳۴۱ھ میں ایک ایسے گروہ کا ظہور ہوا جو تناسخ کا قائل تھا۔ ان میں
سے ایک شخص نے دعوے کیا کہ میں علی کرم اللہ تعالے وجہہ ہوں کیونکہ مجھ میں
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روح نے حلول کیا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد اسکی بیوی
نے اعلان کر دیا کہ حضرت فاطمہؓ کی روح میرے جسم میں منتقل ہو کر آگئی ہے"۔

ایک اور شخص ان دونوں سے بڑھ گیا۔ اُس نے کہا۔ حضرت جبرائیل کی روح میرے جسم میں حلول کر گئی ہے۔ غرضیکہ اسی طرح سے اور لوگوں نے بھی دعوے کئے۔ لوگوں نے اس گروہ کے آدمیوں کو مارنا پیٹنا شروع کیا۔

جب معز الدولہ کو خبر ہوئی تو اُس نے اس گروہ کے متعلق تحقیقات کرائی معلوم ہوا کہ وہ گروہ اہل بیت سے نسبت و عقیدت رکھتا ہے۔ چونکہ معز الدولہ شیعہ تھا لہذا اس نے حکم دیا کہ کوئی شخص ان لوگوں کو کچھ نہ کہے نہ انہیں ایذا پہنچائے نہ ان کی بے حرمتی کرے بلکہ ہر شخص اُن کے ساتھ عزت و تعظیم کے ساتھ پیش آئے

قہر خداوندی کا نزول

سنہ ۳۴۶ھ میں رے اور اس کے نواحی علاقہ میں ایسا شدید زلزلہ آیا کہ لوگ کانپ گئے۔ طالقان زمین میں ایسا غرق ہوا کہ آبادی کا نشان نہ رہا۔ اس کے تمام باشندے مکانوں کے ساتھ زمین دوز ہو گئے۔ صرف تیس ۳۰ آدمی باقی بچے جن پر ایسی ہیبت چھا گئی تھی کہ ذرا سا کھٹکا ہونے پر لرز اُٹھتے تھے۔

رے کے نواح میں تقریباً ڈیڑھ سو ۱۵۰ گاؤں زمین میں دھنس گئے۔ شہر حلوان کا بڑا حصہ زمین میں غرق ہو گیا۔ کئی کئی منزل کے مکان زمین کے اندر سما گئے عام طور پر لوگوں کے دلوں پر ہیبت چھا گئی۔

سنہ ۳۴۷ھ میں دوبارہ اسی حشر سامانی کے ساتھ پھر زلزلہ آیا اور پھر بہت سی آبادیاں زمین میں غرق ہو گئیں۔ بہت سے آدمی سوتے اور بیٹھے رہ گئے بہت سے آدمی زلزلہ کی ہیبت سے مر گئے۔

معز الدولہ کا قصر

سنہ ۳۵۰ھ میں معز الدولہ نے اپنے لئے ایک عظیم الشان قصر تعمیر کرایا جو

خلفائے عباسیہ کے محلات پر چمک رہی کرتا تھا۔ اس قصر کی بنیادیں چھتیس ۳۶ گز رکھی گئی تھیں:

جزیرہ کریٹ پر رومیوں کا قبضہ

جزیرہ اقریطش (کریٹ) پر ۲۲۳ھ میں واثق باللہ کے زمانہ میں مسلمانوں نے قبضہ کیا تھا۔ رومی اسی وقت سے اس جزیرہ کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھین لینے کی تدبیریں کر رہے تھے۔ لیکن کامیاب نہ ہوئے تھے۔

اب جب کہ انہوں نے مسلمانوں کی قوت کمزور اور انہیں خانہ جنگی میں مصروف دیکھا تو ۳۵۱ھ میں بڑے ساز و سامان کے ساتھ جزیرہ کریٹ پر حملہ کیا اس نواح کے مسلمانوں نے مقدور بھر مدافعت کی۔ لیکن رومیوں کا مقابلہ نہ کر سکے آخر رومیوں نے ایک سو اکیس ۱۲۱ برس کے بعد جزیرہ کریٹ پر قبضہ کر کے وہاں سے مسلمانوں کو بے دخل کر دیا:

معز الدولہ کی لعنتی حرکت

معز الدولہ کا جب بغداد میں طوطی بولنے لگا تو اس نے ایک نہایت ہی قابل نفرت اور لعنتی حرکت یہ کی کہ ۳۵۱ھ میں جامع مسجد بغداد کے دروازہ پر یہ عبارت کندہ کرا دی: (لعن اللہ معاویہ بن سفیان۔ لعن اللہ من غصب فاطمہ علیہ السلام فدکا و لعن من منع عند فن الحسن عند قبر جدہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن نفی اباذر غفاری ومن اخرج العباس عن الشوریٰ:)

اس عبارت کا مطلب یا ماحصل یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عائشہؓ اور حضرت عثمان غنیؓ پر (نعوذ باللہ) لعنت ہو:!

اس کے ساتھ ہی معز الدولہ نے یہ بھی حکم دیدیا کہ یہ عبارت تمام مسجدوں پر کندہ کر

دی جائے۔ اس سے شہر میں بڑا شور و غل پیدا ہوا۔ لوگ بلوہ کرنے پر تیار ہو گئے
مطیع نے معز الدولہ کو سمجھایا۔ لیکن وہ خلیفہ کی کیوں سننے لگا تھا اس
نے اپنے اس فعل پر اصرار کیا۔ خلیفہ مطیع کیا کر سکتا تھا سمجھا کر چپ ہو رہا
لیکن محمد بن مہدی وزیر اعظم نے حکمت عملی سے تمام عبارت مٹوا دی اور معز الدولہ کے
زیادہ اصرار پر صرف اس قدر لکھا دیا کہ معاویہ اور آل رسول پر ظلم کرنے والے ملعون ہیں

عید غدیر

چونکہ حضرت عثمان غنی ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو شہید ہوئے تھے اسلئے معز الدولہ
نے ۱۸ ذی الحجہ ۳۵۱ھ کو بغداد میں عید منانے کا اعلان کیا۔ اور اس عید کا نام
عید خم غدیر" رکھا۔ تمام دن خوب ڈھول اور باجے بجائے گئے :۔
عیش و طرب کے جلسے منعقد کئے گئے۔ رقص و سرود کی محفلیں گرم ہوئیں
کہیں نبیذ کے دور۔ کہیں شراب کے دور چلے۔ غرض شیعوں نے بڑی خوشیاں
منائیں۔ عید غدیر کی ابتداء بھی معز الدولہ نے ہی کی اور اس کی اس ایجاد کو
شیعوں نے یہاں تک رواج دیا کہ اس کا مرتبہ عید الضحیٰ سے بھی بڑھا دیا۔

تعزیہ داری کی ابتداء

معز الدولہ نے جب دیکھا کہ عید خم غدیر قائم ہو گئی تو اب اس نے ۳۵۲ھ
کو یہ حکم دیا کہ تمام شہر میں ہڑتال کی جائے۔ بازار اور دکانیں بند رہیں خرید و فروخت
موقوف رہے اور حضرت امام حسین کی شہادت کے غم میں شہر اور دیہات کے
تمام لوگ سیاہ ماتمی لباس پہنیں عورتیں سر کے بال کھولے ہوئے۔ سوگوار
چہرے بنائے اور مرد کپڑوں کو پھاڑے برہنہ سر اور برہنہ پاؤں سڑکوں اور بازاروں

میں مرثیئے پڑھتے۔ نوحہ کرتے منہ نوچتے اور چھاتیاں کوٹتے ہوئے نکلیں۔

شیعوں نے تو اس حکم کی بڑی خوشی سے تعمیل کی لیکن سنیوں نے اس عزاداری میں شرکت نہیں کی بلکہ نہایت حیرت سے پردہ نشینان حرم کو کوچہ بازار میں ننگے سر بکھرے بال اور کھلے منہ دیکھکر دم بخود رہ گئے۔ چونکہ شیعوں کی حکومت تھی اسلیئے کچھ نہ کہہ سکے۔

اگلے سال یعنے ۳۵۳ھ میں معز الدولہ نے پھر اس حکم کا اعادہ کیا اور اسی سال سنیوں کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی شیعوں کی تقلید کریں اپنی عورتوں کو سر بازار لائیں۔ سنیوں نے اسے گوارا نہ کیا۔

اپنی عورتوں کو تو کیا باہر نکالتے وہ خود بھی شریک نہ ہوئے۔ یہ بات شیعوں کو ناگوار گذری۔ انہوں نے سنیوں کو مجبور کرنا شروع کیا۔ سنی اس ذلت کو برداشت کرنے پر بالکل بھی تیار نہ ہوئے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ سنی اور شیعوں میں فساد ہو گیا۔ بڑی خونریزی ہوئی۔ لیکن سنیوں نے اس بدعت کو اختیار نہ کیا۔ اس کے بعد شیعوں نے ہر سال اس رسم پر عمل کرنا شروع کیا۔ ابن بویہ کی یہ ایجاد آج بھی ہندوستان میں موجود ہے۔ لیکن اس میں اس قدر ترمیم کر لی گئی ہے کہ عورتیں ننگے سر کھلے بال اور کھلے چہرے باہر نہیں نکلتیں۔ یا ممکن ہے کہیں نکلتی بھی ہوں لیکن راقم الحروف نے نہیں دیکھا۔ ہاں گھروں کے اندر اور امام باڑوں کے زنانہ حصوں میں سیاہ لباس پہن کر بال بکھیر کر مرثیئے اور نوحے پڑھتی اور سینہ کوبی کرتی ہیں۔

البتہ مرد سر بازار ننگے سر ننگے پاؤں مرثیئے پڑھتے۔ روتے اور سینے کوٹتے ہوئے نکلتے ہیں۔ حیرت یہ ہے کہ بعض جگہ سنی بھی اسی طرح سے ماتم کرتے ہیں نہیں سمجھتے کہ یہ بدعت اور گناہ ہے۔

جس بات کی اجازت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دی اُسے کرنا خدا اور خدا کے رسُول کو ناخوش کرنا ہے۔ خدا سنیوں کو توفیق دے کہ وہ ایسی حرکتوں سے باز رہیں:۔

عمّان پر قبضہ

عمّان پر قرامطہ کا قبضہ تھا۔ اگرچہ قرامطہ عبید اللہ مہدی کے مقلد تھے اور عبید اللہ کا نام خطبہ میں لیتے تھے اور عبید اللہ بھی شیعہ تھا۔ لیکن دراصل معز الدولہ نے مذہب کو سیاسی آڑ بنا رکھا تھا ورنہ اسے کسی مذہب سے بھی کوئی لگاؤ نہ تھا۔ نہ کسی مذہب والے سے کوئی ہمدردی تھی:۔

چنانچہ معز الدولہ نے ۳۵۲ھ میں ابو محمد حسن بن محمد مہلبی وزیر اعظم کو عمّان پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ مہلبی نے عمان پر پہنچکر محاصرہ کر لیا۔ مگر بیمار ہو گیا اور معہ لشکر کے وہاں سے ناکام واپس لوٹ آیا:۔

۳۵۵ھ میں معز الدولہ نے خود عمّان پر لشکر کشی کی۔ قرامطہ نے اس کا مقابلہ کیا۔ نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ آخر قرامطہ شکست کھا کر بھاگے۔ اور معز الدولہ نے ۹ ذی الحجہ ۳۵۵ھ کو عمّان پر قبضہ کر کے ہزارہا قرامطہ کو قتل و گرفتار کر لیا۔ قرامطہ کی ۷۹ کشتیاں جو دریا میں پڑی ہوئی تھیں جلا کر ڈبو دیں:۔

معز الدولہ کی وفات

جب معز الدولہ عمّان کی مہم سے فارغ ہوا تو علیل ہو گیا۔ وہ وہاں سے بغداد میں آیا۔ اور یہاں آکر اُس نے ہر چند علاج کیا۔ مگر افاقہ نہ ہوا۔ آخر ربیع الثانی ۳۵۶ھ میں فوت ہو گیا۔ معز الدولہ نے بغداد میں بائیس ۲۲ سال حکومت کی اور مرنے سے پہلے اپنے بیٹے بختیار کو اپنا ولی عہد مقرر کیا:۔

معز الدولہ سلاطین بویہ دیلمیہ میں پہلا سلطان تھا۔

عز الدولہ کی تخت نشینی

خلافت عباسیہ یہاں تک مفلوج ہو گئی تھی اور خلیفہ مطیع اتنا بے بس ہو گیا تھا کہ معز الدولہ نے جو چاہا کیا۔ وہ مطلق دخل نہ دے سکا۔ معز الدولہ نے اپنے بیٹے بختیار کو ولی عہد بھی مقرر کر گیا۔ اور بختیار تخت نشین بھی ہو گیا۔ لیکن مطیع اف تک نہ کر سکا۔ بختیار نے تخت نشین ہوتے ہی اپنا لقب عز الدولہ اختیار کیا وہ دیالمہ میں دوسرا بادشاہ تھا:۔

اس نے خلیفہ مطیع کی تنخواہ بدستور جاری رکھی اور ابو الفضل عباس ابن حسین شیرازی کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا۔ عز الدولہ کا ایک بھائی حبشی نامی ور تھا۔ جب عز الدولہ تخت نشین ہوا۔ اس وقت وہ بصرہ میں تھا اسے عز الدولہ کی تخت نشینی سخت ناگوار گذری:۔

اس نے اپنے بھائی عز الدولہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ عز الدولہ نے اس کی تادیب کے لئے اپنے وزیر الفضل عباسی کو ایک بڑی جمعیت کے ساتھ روانہ کیا۔ حبشی نے ابو الفضل کا مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھائی۔ ابو الفضل حبشی کو گرفتار کر لایا۔ عز الدولہ نے اپنے بھائی حبشی کو قید کر دیا:۔

سنہ ۳۶۲ھ میں عز الدولہ اپنے وزیر ابو الفضل سے کچھ ناخوش ہو گیا۔ اس نے اسے معزول کر کے اپنے باورچی خانہ کے مہتمم محمد بن لقیہ کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ محمد بن لقیہ ایک ادنےٰ درجہ کا آدمی تھا۔

اسی سال یعنے سنہ ۳۶۲ھ میں ناصر الدولہ والئی موصل کو اس کے بیٹے ابو تغلب نے گرفتار کر کے قید کر دیا اور خود حکومت کرنے لگا۔ ابو تغلب کے دو بھائی ابراہیم

اور حمدان اور تھے۔ وہ ابُو تغلب سے ڈر کر بغداد میں عز الدولہ کے پاس بھاگ آیا۔ اور عز الدولہ سے اپنے بھائی ابُو تغلب کی شکایت کی:۔

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ابُو تغلب کی شادی عز الدولہ کی بیٹی سے ہُوئی تھی۔ گویا عز الدولہ خسر تھا اور ابُو تغلب اس کا داماد تھا۔ لیکن عز الدولہ نے اس رشتہ داری کا کچھ خیال نہ کیا اور موصل پر قبضہ کرنے کے خیال سے اپنے وزیر محمد بن بقیہ اور سپہ سالار سبکتگین کو ساتھ لے کر موصل پر چڑھائی کر دی۔

ابُو تغلب عز الدولہ کی لشکر کشی کی خبر سُنکر موصل سے معہٗ سرکاری دفاتر کے سنجار چلا گیا۔ عز الدولہ نے موصل پر قبضہ کر لیا۔ ابو تغلب نے سنجار سے بغداد پر چڑھائی کا قصد کیا۔

عز الدولہ کو اسکے اس ارادہ کی اطلاع ہو گئی۔ وہ خود تو موصل میں رہا اور محمد بن بقیہ اور سبکتگین کو بغداد کے بچانے کے لئے دار الخلافہ بغداد کی طرف روانہ کیا۔ ابُو تغلب بھی بغداد کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ لیکن محمد بن بقیہ ابُو تغلب کے پہنچنے سے پہلے بغداد میں داخل ہو گیا:۔

سُبکتگین نے اس سے جنگ شروع کر دی۔ جبکہ بغداد کے باہر ان دونوں لشکروں میں لڑائی ہو رہی تھی۔ اسی وقت بغداد کے اندر سُنی اور شیعوں میں فساد ہو گیا۔ سُبکتگین نے یہ دیکھکر ابُو تغلب سے اس امر پر مصالحت کر لی کہ عز الدولہ موصل کی حکومت ابُو تغلب کے سپرد کر دے اور ابُو تغلب بغداد سے موصل واپس لوٹ جائے:۔

صلحنامہ لکھا گیا۔ عز الدولہ کو اسکی اطلاع کیگئی۔ اس نے اس صلحنامہ کو بہت پسند کیا۔ چنانچہ ابُو تغلب بغداد سے مُوصل کیطرف چلا گیا۔ جب وہ موصل میں داخل ہوا تو عز الدولہ نے اس کا استقبال کیا اور عز الدولہ

نے اپنے داماد ابو تغلب کو اپنے سینہ سے لگایا۔ کچھ روز موصل میں رہ کر عزالدولہ بغداد میں واپس آگیا۔ اور چند روز بغداد میں ٹھہر کر اہواز کا خراج وصول کرنے کے لئے اس طرف روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ دیلمیہ شیعوں اور ترکی سنیوں کا لشکر تھا۔ اہواز میں پہنچکر کسی مذہبی بنا پر ترکوں اور دیلمیوں میں فساد ہو گیا عزالدولہ نے دیلمیوں کی پاسداری کی اور ترکوں کو سخت سزائیں دیں

سُبکتگین کی وفات

جب اس واقعہ کی اطلاع عزالدولہ کے سپہ سالار سبکتگین کو ہوئی جو ترکی تھا اور بغداد میں موجود تھا تو اُسے عزالدولہ اور تمام شیعوں پر بڑا غصہ آیا۔ اُس نے علم بغاوت بلند کر کے عزالدولہ کے قصر کو لوٹ لیا۔ اور اس کے اہل وعیال کو گرفتار کر کے واسط میں بھیج دیا۔

یہ واقعہ ذی قعدہ ۳۶۳ھ کا ہے۔ سبکتگین چونکہ سُنی تھا اس لئے اب بغداد میں سُنی حکومت قائم ہوگئی۔ سبکتگین نے تمام شیعوں کو بغداد سے نکال دیا۔ خلیفہ مطیع پر فالج پڑ گیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ بالکل معذور اور بے کار ہو چکا تھا۔

سبکتگین نے خلیفہ سے کہا کہ وہ خلافت سے مُستعفی ہو جائے۔ چنانچہ مطیع نے استعفے دے دیا۔ مطیع برائے نام چھبیس ۲۶ سال تک خلیفہ رہا ۳۶۲ھ میں عزالدولہ نے مطیع للہ کا نام خطبہ سے خارج کر دیا تھا جس کا مطیع للہ کو بڑا ملال ہوا تھا۔ اور جب اس نے عزالدولہ سے اس کی شکایت کی تو عزالدولہ نے ناراض ہو کر خلیفہ کی تنخواہ بند کر دی۔ جس سے مطیع للہ کو اخراجات کی بڑی تکلیف ہوئی۔ اور اُس نے اثاث البیت

فروخت کر کے اپنا گذارہ کیا۔ اس بات سے سمجھ لینا چاہیئے کہ عباسی خلیفہ کی کیا حیثیت اور کس قدر قدر و منزلت باقی رہ گئی تھی:۔

خلع خلافت کے بعد مطیع للہ کو شیخ الفاضل کا خطاب دیا گیا تھا۔ مطیع نے خلع کے ایک ہی سال بعد ۳۶۴ھ میں مقام واسط میں وفات پائی۔ مطیع للہ کے عہد خلافت میں ابوبکر شبلی ابونصر فارابی اور متنبی شاعر نے وفات پائی:۔

طائع للہ

اس خلیفہ کا نام عبدالکریم تھا۔ اس کا سلسلہ نسب اس طرح پر ہے۔ کہ عبدالکریم بن مطیع للہ بن مقتدر باللہ۔ اس کی کنیت ابوبکر تھی طائع للہ کا خطاب پایا۔ وہ ایک پرستار "ہزار" نامی کے بطن سے تھا:۔

اپنے باپ مطیع للہ کے خلع کے بعد تینتالیس ۴۳ سال کی عمر میں ۲۳ ذیقعد ۳۶۳ھ کو چہار شنبہ کے روز تخت خلافت پر بیٹھا۔ سبکتگین کو نصر الدولہ کا خطاب دے کر نائب السلطنت مقرر کیا۔ ایک شاہانہ خلعت اور شاہانہ پرچم مرحمت فرمایا۔ لیکن جب کہ طائع للہ بغداد میں تخت نشین ہوا۔ اسی وقت مکہ اور مدینہ میں معز عبیدی والئی افریقہ یعنی فرمانروائے مغرب کا نام خطبہ میں پڑھا گیا:۔

جس وقت سبکتگین نے طائع للہ کو بغداد میں خلیفہ مقرر کیا اس وقت عز الدولہ اہواز میں تھا۔ وہ اپنے اہل و عیال سے ملنے کے لئے واسط میں آیا۔ (یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ سبکتگین نے عز الدولہ کے عزیز و اقارب کو گرفتار کر کے واسط میں بھیج دیا تھا):۔

عز الدولہ نے واسط میں آ کر اپنے چچا حسن کو جو رکن الدولہ کے خطاب سے

مشہور تھا۔ اور فارس میں حکومت کر رہا تھا۔ ان تمام واقعات کی اطلاع دے کر امداد طلب کی۔ رکن الدولہ نے اپنے وزیر ابوالفتح بن عمید کو ایک فوج دے کر اپنے بیٹے عضد الدولہ کے پاس اہواز میں بھیجا۔ اس وقت عضد الدولہ اہواز میں تھا۔

رکن الدولہ نے عضد الدولہ کو خط لکھا کہ تم اپنے چچازاد بھائی عزالدولہ کی مدد کرو ابھی عضد الدولہ اہواز سے روانہ نہ ہوا تھا کہ سبکتگین طائع اللہ اور اس کے باپ مطیع کو لے کر واسط کی طرف روانہ ہوا۔

بغداد پر ابو تغلب کا قبضہ

ابو تغلب والئی موصل نے جب دیکھا کہ بغداد خالی ہے۔ سبکتگین اور دوسرے نامور سردار واسط کی طرف گئے ہوئے ہیں۔ تو وہ عظیم الشان لشکر لے کر بغداد پر چڑھ آیا۔ اہل بغداد اس کا مقابلہ نہ کر سکے اور اس نے بغداد پر قبضہ کر لیا۔

ادھر جب سبکتگین کا لشکر واسط کے سامنے پہنچا تو سبکتگین اور معزول خلیفہ مطیع دونوں کا انتقال ہو گیا۔ ترکوں نے ایک ترک سپہ سالار افتگین کو اپنا سردار مقرر کر لیا۔ افتگین نے واسط کا محاصرہ کر لیا۔

تقریباً پونے دو ۲ مہینے محاصرہ کئے پڑا رہا۔ اس عرصہ میں عضد الدولہ اور اس کے باپ کے وزیر ابوالفتح کے واسط کے قریب پہنچنے کی اطلاع ہوئی۔ افتگین تاب مقاومت نہ دیکھ کر واسط سے بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔

ابو تغلب نے جب افتگین کے آنے کی خبر سنی تو وہ گھبرا کر بغداد کو چھوڑ کر موصل کی طرف چل دیا۔ افتگین اور طائع اللہ بغداد میں آ گئے۔ لیکن ابھی ان دونوں کو بغداد میں آئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ عزالدولہ اور عضد الدولہ دونوں بھائیوں نے واسط سے چل کر بغداد کے قریب پہنچ کر چاروں طرف سے

بغداد کا محاصرہ کر لیا اور ایسا سخت محاصرہ کیا کہ رسد تک بند کر دی۔ اس سے اہلِ شہر کو سخت تکلیف پہنچی۔ ترکی فوجوں نے ہلڑ مچا کر اپنے سپہ سالار افتگین کا مکان لوٹ لیا۔ شہر میں بدامنی پھیلا دی۔ فتنہ و فساد برپا کرنے لگے:

خلیفہ طائع للہ کا فرار

یہ ہنگامہ آرائی دیکھ کر افتگین خلیفہ طائع للہ کو ساتھ لے کر اپنے خاص رسالہ کے ساتھ محاصرین پر حملہ آور ہوا۔ عز الدولہ اور عضد الدولہ نے نہایت دلیری سے اس کا مقابلہ کیا مگر افتگین لڑتا بھڑتا خلیفہ طائع للہ کو دشمنوں کے نرغہ سے نکال کر لے ہی گیا اور بھاگا بھاگ تکریت میں جا کر دم لیا۔ یہ واقعہ ماہ جمادی الاول ۳۶۴ھ کا ہے۔

عز الدولہ کی گرفتاری و رہائی

خلیفہ طائع للہ کے بغداد سے نکلتے ہی عز الدولہ اور عضد الدولہ دونوں بغداد میں داخل ہوئے۔ جب شہر میں امن و امان ہو گیا۔ تب عضد الدولہ نے ترکوں سے خط و کتابت کر کے خلیفہ طائع للہ کو بغداد میں واپس لانے پر زور دیا۔ خلیفہ نے واپسی منظور کر لی۔ چنانچہ ماہ رجب ۳۶۴ھ خلیفہ طائع للہ بغداد میں واپس آ گیا اور قصر خلافت میں فروکش ہوا۔ عضد الدولہ چالاک آدمی تھا۔ اس نے عز الدولہ کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور خود حکومت و سلطنت کرنے لگا۔ اس نے محمد بن بقیہ کو واسط پر گورنر مامور کر کے بھیج دیا۔ عز الدولہ کا بیٹا مرزبان نامی بصرہ میں تھا اس نے عضد الدولہ کی شکایت رکن الدولہ کو لکھی۔ رکن الدولہ کو یہ واقعات سُن کر سخت ملال ہوا۔ اس نے عضد الدولہ اپنے بیٹے کو ایک تہدید آمیز فرمان لکھا کہ افسوس! ہے تم نے خانہ جنگی شروع کر دی عز الدولہ تمہارا بھائی ہے اسے

قید کرنے سے خاندان دیالمہ کی سخت توہین ہوئی ہے تم نے یہ حرکت
بڑی ناسمجھی کی کی ؛ اب تم فوراً اسے رہا کرکے اس کے عہدہ پر بحال کر دو
اور واپس چلے آؤ ورنہ تمہیں سخت تنبیہہ کی جائیگی :
عضدالدولہ نے اس کے جواب میں لکھا ؛
عزالدولہ میں حکومت کرنے کی قابلیت مطلق نہیں ہے اگر میں ایسا نہ
کرتا تو بغداد کی حکومت خاندان بنو بویہ کے قبضہ سے نکل جاتی۔ میں
صوبۂ عراق کا خراج تیس لاکھ درھم سالانہ ادا کرنے کا وعدہ کرتا ہوں
لیکن اگر آپ خود صوبۂ عراق کی حکومت اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے ہیں
تو شوق سے تشریف لائیں میں فارس میں چلا جاؤں گا :
رکن الدولہ نے پھر لکھا کہ عزالدولہ کو رہا کرکے عراق کی حکومت اس کے سپرد کر دو
چنانچہ عضدالدولہ نے عزالدولہ کو قیدخانہ سے نکال کر عراق کی حکومت اس کے
سپرد کر دی۔ اس سے یہ اقرار لیا کہ خطبہ میں عضدالدولہ کا نام پڑھا جائے گا اور وہ
اپنے آپ کو عضدالدولہ کا نائب سمجھے گا۔ عزالدولہ نے ان باتوں کا اقرار کیا :-
عضدالدولہ نے پھر بھی عزالدولہ کی نگرانی کے لئے ابوالفتح کو اس کے پاس
بغداد میں چھوڑا اور خود فارس کی طرف چلا گیا۔ ان واقعات سے یہ باتیں بخوبی
سمجھ میں آجاتی ہیں کہ خاندان بنو بویہ میں رکن الدولہ سب سے بڑا اور قوی حکمران تھا
وہ صوبۂ فارس کا حکمران تھا۔ کسی زمانہ میں خراسان بغداد کا ایک ادنےٰ
صوبہ تھا۔ لیکن اس زمانہ میں خراسان کی حکومت زبردست تھی اور بغداد اس کا
صوبہ بن کر رہ گیا تھا۔ ساتھ ہی یہ بات بھی روشن ہو جاتی ہے کہ خلیفہ بغداد
کی کوئی قدر و منزلت باقی نہ رہی تھی۔ وہ محض ایک قیدی کی حیثیت رکھتا
تھا :-)-

افتگین کا دمشق پر قبضہ

جبکہ متذکرہ بالا واقعات ہو رہے تھے اس وقت افتگین دمشق کی طرف گیا۔ دمشق میں حکومت عبیدیہ کی طرف سے عامل رہتا تھا۔ افتگین نے اس عامل کو دمشق سے نکال دیا اور خود دمشق پر قابض ہو گیا۔ اہل دمشق پر عبیدیہ عامل اعتقادات روافض کو قبول کرنے کے لئے زور دے رہا تھا۔

اہل دمشق قبول نہ کرتے تھے۔ وہ سختیوں پر اتر آیا۔ اہل دمشق کی خوش قسمتی سے افتگین نے دمشق پر قبضہ کر لیا۔ دمشق والے اس سے بہت خوش ہوئے افتگین نے دمشق پر قبضہ کر کے حکومت شروع کی اور خطبہ میں طائع اللہ کا نام جاری کیا۔ ماہ شعبان ۳۶۴ھ میں افتگین نے دمشق پر قبضہ کیا تھا۔

عضد الدولہ کی تخت نشینی

۳۶۶ھ میں رکن الدولہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے انتقال پر اس کا بیٹا عضد الدولہ تخت نشین ہوا۔ عز الدولہ کو یہ بات ناگوار گذری۔ اس نے لشکر فراہم کرنا شروع کیا۔ عضد الدولہ کو علم ہو گیا۔ وہ لشکر لے کر بغداد پر چڑھ آیا۔ عز الدولہ تاب مقاومت نہ دیکھ کر وہاں سے بھاگ گیا۔ عضد الدولہ نے بغداد پر قبضہ کر لیا اور وہاں سے بصرہ پر لشکر کشی کی۔ بصرہ میں بھی کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکا اور وہ باآسانی بصرہ پر قابض ہو گیا۔ شروع ۳۶۷ھ میں عضد الدولہ کو یہ شبہ ہوا کہ اس کے باپ کے عہد سے ابوالفتح بن عمید جو وزیر چلا آتا ہے۔ وہ عز الدولہ کا طرفدار ہو کر اس کے خلاف سازش کر رہا ہے۔ چنانچہ عضد الدولہ نے ابوالفتح کو گرفتار کر کے اس کی آنکھیں نکلوا لیں اور اسے قید کر دیا۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ عزالدولہ کو بھی اپنے وزیر محمد بن بقیہ پر یہ شک گذرا کہ وہ عضد الدولہ کا ہم نوا ہو گیا ہے۔ چنانچہ اُس نے بھی محمد بن بقیہ کو اندھا کر کے قید کر دیا۔ عزالدولہ موصل اور شام کی طرف چلا گیا:

عزالدولہ کا قتل

عزالدولہ نے موصل میں پہنچکر ابُو تغلب کی ہمدردی حاصل کر لی۔ اور عزالدولہ اور ابُو تغلب دونوں لشکر فراہم کر کے بغداد پر حملہ آور ہوئے۔ عضد الدولہ ان کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ عزالدولہ کے لشکر کو شکست ہوئی۔ عزالدولہ گرفتار ہو گیا۔ عضد الدولہ نے اسے فوراً قتل کرا دیا۔ اس طرح عزالدولہ کا خاتمہ ہو گیا:

قیصر رُوم کی دُختر سے ابُو تغلب کی شادی

ابُو تغلب شکست کھا کر مُوصل کی طرف بھاگا۔ عضد الدولہ نے اس کا تعاقب کیا۔ ابو تغلب موصل سے بھی بھاگ کھڑا ہوا۔ عضد الدولہ نے موصل اور جزیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح برائے چندے بنو حمدان کی حکومت موصل سے منقطع ہو گئی۔ ابو تغلب عرصہ تک آوارہ و سرگرداں پھرتا رہا۔ آخر وہ قیصر رُوم کے پاس چلا گیا۔ قیصر روم نے اپنی لڑکی کی شادی ابُو تغلب سے کر دی:۔

عضد الدولہ کی وفات

۳۷۲ھ میں عضد الدولہ نے وفات پائی اس نے پانچ برس چھ مہینے حکومت کی:۔

صمصام الدولہ کی حکومت

عضد الدولہ کی وفات پر امرائے سلطنت نے اُس کے بیٹے کالیجار کو تخت نشین

کیا اور اسے صمصام الدولہ کا خطاب دیا خلیفہ طائع للہ صمصام الدولہ کے پاس تعزیت کی رسم ادا کرنے اور اسے حکومت پر مبارکباد دینے کے لئے اس کے پاس آیا۔ صمصام الدولہ کے کئی بھائی تھے۔ ایک بھائی شرف الدولہ بھی تھا۔ شرف الدولہ نے صمصام الدولہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور لشکر جمع کر کے فارس پر قبضہ کر لیا۔ اور رفتہ رفتہ اپنی قوت بڑھا کر ۳۷۵ھ میں بغداد پر چڑھائی کر دی۔ صمصام الدولہ نے مدافعت کی تیاری کی شرف الدولہ نے بغداد کا محاصرہ کر لیا۔ کئی معرکے ہوئے۔ آخر صمصام الدولہ کو شکست ہوئی۔

شرف الدولہ نے بغداد پر قبضہ کر کے صمصام الدولہ کو گرفتار کر لیا۔ خلیفہ طائع للہ نے شرف الدولہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسے فتحیابی پر مبارکباد دی شرف الدولہ نے صمصام الدولہ کو فارس میں بھیجدیا اور جب صمصام الدولہ نے اظہار اطاعت کیا تب اسے رہا کر دیا۔

شرف الدولہ کی حکومت

شرف الدولہ نے جب بغداد اور عراق پر قبضہ کیا تو موصل میں بغاوت رونما ہو گئی۔ شرف الدولہ اس بغاوت کا کوئی انسداد نہ کر سکا۔ وہ استسقاء کے مرض میں گرفتار ہو گیا۔ اور دو برس آٹھ مہینے حکومت کر کے فوت ہو گیا۔

بہاؤ الدولہ کی حکومت

شرف الدولہ کی وفات کے بعد اس کا بھائی بہاؤ الدولہ اس کا جانشین ہوا خلیفہ طائع للہ نے اسے بھی حسب دستور حکومت کی مبارکباد دی اور خلعت مرحمت کیا۔ بہاؤ الدولہ نے ابراہیم اور حسین پسران ناصر الدولہ کو موصل کی

کی حکومت پر مامور کر کے بھیجا لیکن اس۔ یوشیرین نے کہا کہ اس طرح موصل پر بنو حمدان کی حکومت پھر قائم ہو جائے گی۔ بہاؤ الدولہ کو اپنے انتظام پر پشیمانی ہوئی اس نے موصل کے سابق عامل کو لکھا کہ ابراہیم اور حسین کے سپرد حکومت نہ کرنا بلکہ انہیں گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دینا۔ اس کی اطلاع ابراہیم اور حسین کو بھی ہو گئی۔ انہوں نے لشکر فراہم کر کے موصل پر یورش کی۔ موصل کا عامل ان کا مقابلہ نہ کر سکا۔ موصل سے نکل کر بھاگا ان دونوں نے موصل پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح موصل پر پھر بنو حمدان کی حکومت قائم ہو گئی:۔

صمصام الدولہ کی بغاوت

فارس میں شرف الدولہ کا بیٹا ابو علی حکمران تھا اگرچہ اس نے بہاؤ الدولہ سے کوئی مخالفت نہ کی تھی لیکن بہاؤ الدولہ نے ۳۸۰ھ میں اسے دھوکہ سے بلا کر قتل کرا دیا۔ اور خود لشکر لے کر فارس پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ فارس میں کسی نے اس کی مزاحمت نہ کی وہ فارس پر قابض ہو گیا۔ صمصام الدولہ فارس میں موجود تھا۔ اس نے خفیہ طور پر لشکر جمع کر کے فارس پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ بہاؤ الدولہ نے اس سے مصالحت کر لینی مناسب سمجھی۔ چنانچہ اس شرط پر صلح ہوئی کہ فارس پر صمصام الدولہ کا قبضہ رہے۔ جب بہاؤ الدولہ فارس بغداد میں واپس آیا تو دیکھا کہ سنی اور شیعوں میں فساد برپا ہے اسے یہ باور کرایا گیا کہ طائع للہ نے سنیوں کو ابھار دیا ہے بہاؤ الدولہ نے کوشش کر کے سنی شیعوں کے فساد کو ختم کیا:۔

خلیفہ طائع للہ کی گرفتاری و معزولی

ماہ رمضان ۳۸۱ھ میں خلیفہ طائع للہ نے دربار عام کیا۔ بہاؤ الدولہ

تخت کے قریب ایک کرسی پر بیٹھا اراکین سلطنت اور اکابرین شہر آ آکر خلیفہ کی دست بوسی کر کر کے اپنی اپنی جگہ بیٹھتے جاتے تھے۔ اسی اثنا میں ایک دیلمی سردار حاضر ہوا اور خلیفہ کی طرف بڑھا۔ خلیفہ نے اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ دیلمی نے خلیفہ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور تخت سے نیچے گرا کر باندھ لیا۔ دیلمیوں نے دربار کو لوٹ کر قصر خلافت پر حملہ بول دیا اور اسے بھی لوٹ لیا۔ بہاؤالدولہ اپنے مکان پر چلا گیا۔ دیالمہ خلیفہ کو نہایت بے عزتی کے ساتھ کھینچتے ہوئے بہاؤالدولہ کے مکان پر لائے۔ بہاؤالدولہ نے اس شرط پر خلیفہ کی جان بخشی کی کہ وہ خلع خلافت کا اعلان کرے۔ چنانچہ مجبور ہو کر خلیفہ طائع للہ نے خلع خلافت کا اعلان کر دیا بہاؤالدولہ نے اسے نظر بند کر دیا اور اس کے گذارہ کے لیے کچھ مقرر کر دیا اس خلیفہ نے ۳۹۳ھ میں وفات پائی۔ اس کا قصور صرف یہ تھا کہ اس نے سنی و شیعوں کے فساد میں سنیوں کو بے قصور سمجھ کر ان کی طرفداری کی تھی۔

قادر باللہ

اس خلیفہ کا نام احمد تھا۔ اس کا سلسلۂ نسب اس طرح پر ہے۔ احمد بن اسحاق بن مقتدر باللہ۔ اس کی کنیت ابوالعباس تھی قادر باللہ خطاب پایا وہ ۳۳۶ھ میں ایک کنیز "منی" نامی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ ۱۲ ارمضان ۳۸۱ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ قادر باللہ نہایت ذکی۔ فہیم۔ مدبر اور سیاستدان تھا۔ وہ اعلیٰ درجہ کا فقیہہ تھا۔ عبادت گذار تھا۔ اس کی تہجد کی نماز کبھی قضا نہ ہوئی تھی۔ اس نے اپنے عہد خلافت میں یہ کوشش کی کہ خلافت عباسیہ کا جو اقتدار جاتا رہا ہے اسے پھر قائم کر دے لیکن دیالمہ خلافت پر اس طرح چھائے ہوئے تھے کہ حکومت و سلطنت ان کے ہاتھوں میں تھی۔

اس لیے خلیفہ تھا۔ بالقادر اپنے ارادہ میں پورے طور پر کامیاب نہ ہو سکا۔ مگر پھر بھی اس نے خلافت کے رتبہ کو پستی کے گڑھے سے نکال کر کچھ نہ کچھ ترقی ضرور دی اور طائع للہ کی طرح بالکل اپاہج نہیں رہا۔

صمصام الدولہ کا قتل

بہاؤالدولہ نے صمصام الدولہ سے اس شرط پر ۳۸۰ھ میں صلح کی تھی کہ صمصام الدولہ فارس پر حکمران رہیگا۔ لیکن بہاؤالدولہ اپنے عہد پر قائم نہ رہا۔ اس نے ۳۸۳ھ میں فارس پر فوجیں بھیجیں۔ صمصام الدولہ نے انہیں شکست دے کر بھگا دیا۔ اگلے سال یعنی ۳۸۴ھ میں بہاؤالدولہ نے ایک زبردست لشکر ایک ترکی سپہ سالار طغان کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ صمصام الدولہ نے اس لشکر کا بھی بڑی جاں بازی سے مقابلہ کیا۔ اور چار سال تک برابر اس سے لڑتا رہا۔ آخر ۳۸۸ھ میں اس نے شکست کھائی اور گرفتار ہو گیا۔

بہاؤالدولہ نے صمصام الدولہ کو آخر ماہ ذی الحجہ ۳۸۸ھ کو قتل کرا دیا۔ صمصام الدولہ نے نو برس تک فارس میں حکومت کی۔

بہاؤالدولہ کی وفات

۳۸۹ھ میں بہاؤالدولہ۔ ابوجعفر کو عمید الدولہ کا خطاب دے کر بطور اپنے نائب کے بغداد میں چھوڑ کر فارس چلا گیا۔ اسی سال یعنی ۳۸۹ھ میں سامانی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کا مفصل تذکرہ آئندہ کیا جائے گا۔ ابوجعفر نے اپنے طرز عمل سے سنیوں کو ناخوش کر دیا۔ جس سے بغداد میں سنی و شیعوں میں پھر فساد شروع ہو گیا۔ بہاؤالدولہ کو جب فارس میں یہ خبر پہنچی تو اس نے

ابو جعفر کو معزول کر کے ۳۹۰ھ میں ابو علی حسن بن ہرمز کو اپنا نائب مقرر کیا اور عمید الجیوش کا اُسے خطاب دیا۔ عمید الجیوش نے شیعوں کو ڈرا دھمکا کر فساد کرنے سے باز رکھا۔ اور نہ صرف بغداد میں امن قائم کر دیا بلکہ نواح بغداد میں بھی امن و امان ہو گیا۔ لیکن شیعوں نے عمید الجیوش کی شکائیت بہاؤ الدولہ کو لکھ بھیجی اور بہاؤ الدولہ نے اسے ۳۹۱ھ میں معزول کر کے ابو نصر بن سابور کو بغداد کی حکومت سپرد کی۔ ابو نصر نے شیعوں کو بے جا طرفداری شروع کر دی۔

نتیجہ یہ ہوا کہ سُنی اور شیعوں میں پھر فساد برپا ہو گیا۔ لیکن خلیفہ قادر باللہ کی کوشش سے پھر دونوں فرقوں میں مصالحت ہو گئی آخر اکیس ۲۱ سال حکومت کرنے کے بعد بہاؤ الدولہ نے ۴۰۳ھ میں وفات پائی۔

سلطان الدولہ کی حکومت

بہاؤ الدین کی جگہ اس کا بیٹا تخت نشین ہوا خلیفہ قادر باللہ نے اسے سلطان الدولہ کا خطاب دیا۔ سلطان الدولہ نے اپنے بھائی ابو الفوارس کو کرمان کی حکومت پر مامور کیا۔ ابو الفوارس کے پاس بہت سے سربرآوردہ دیلمی آ جمع ہوئے اور انہوں نے اسے ترغیب دی کہ سلطان الدولہ سے حکومت خود چھین لو۔ اس کی سمجھ میں یہ بات آ گئی۔ چنانچہ اُس نے فوج جمع کر کے اول شیراز پر چڑھائی کی۔ سلطان الدولہ اس کے ارادہ سے مطلع ہو کر عظیم الشان فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ میں آیا۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ انجام کار ابو الفوارس کو شکست ہوئی۔ سلطان الدولہ نے اس کا تعاقب کیا۔ وہ کرمان میں آیا مگر جب سُنا کہ سلطان الدولہ پیچھا کئے چلا آ رہا ہے تو وہ کرمان سے نکل کر سلطان محمود غزنوی کے پاس پہنچا اور اپنے بھائی کی زیادتی کا حال کچھ ایسے پیرایہ میں بیان کیا

جس سے محمود غزنوی نے متاثر ہو کر اسے تشفی دی اور اپنے ایک سردار ابو سعید طائی کو فوج دیکر اسکے ساتھ کر دیا۔ ابوالفوارس کچھ اچھی طینت کا نہ تھا۔ اس نے اپنی ناشائستہ حرکتوں سے ابو سعید طائی کو ناخوش کر دیا۔ لیکن محمود غزنوی کے حکم کی وجہ سے ابو سعید طائی اسکے ساتھ رہا۔ ابوالفوارس نے اس امدادی لشکر کے ساتھ دوبارہ فارس پر یورش کی سلطان الدولہ نے پر زور مقابلہ کر کے پھر شکست دیکر بھگا دیا۔ ابو سعید طائی تو غزنی چلا گیا اور ابوالفوارس مہذب الدولہ حاکم بطیحہ کے پاس پہنچا۔ اور اس نے سلطان الدولہ سے معذرت کر کے کرمان کی حکومت کی استدعا کی سلطان الدولہ نے منظور کر کے اسے کرمان کی حکومت عطا کر دی۔ چنانچہ ابوالفوارس کرمان میں پہنچکر پھر حکومت کرنے لگا:

ترکوں کی زبردست یورش

۴۰۸ھ میں ترکوں کے ایک جم غفیر نے جسمیں تقریباً اڑھائی لاکھ ترک اور مغل تھے۔ چین اور علاقہ ماوراء النہر کے درمیان ایک درہ کوہ سے خروج کیا۔ یہ سب ملک خطا کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے ترکستان میں داخل ہو کر مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ جس آبادی پر چھاپہ مارتے اسے تباہ اور برباد کر دیتے۔ اس زمانہ میں ترکستان کا حکمران طغاخان تھا۔ وہ ان بے شمار ترکوں کو دیکھکر نہایت پریشان ہوا۔ مگر اس نے فوراً جہاد کا اعلان کر دیا۔ بلاد اسلامیہ سے مجاہدین کے گروہ آنے لگے۔ تھوڑی ہی مدت میں ایک لاکھ بتیس ہزار مسلمان جمع ہو گئے۔ طغاخان اس عظیم الشان لشکر کو لے کر ترکوں پر حملہ آور ہوا۔ ترکوں نے بڑی جانبازی سے مقابلہ کیا۔ لیکن مسلمانوں نے انہیں تلوار ونکی باڑھوں پر رکھ لیا۔ ترک بھاگے طغاخان نے ان کا تعاقب کیا کئی معرکے ہوئے اور ہر معرکہ میں ترکوں کو شکست ہوئی۔ آخر ترک ترکستان

سے نکلکر پہاڑوں کے تنگ دروں ہیں جا گھسے۔ طغاخاں نے تمام دروں کا محاصرہ کرلیا اور ایک روز رات کو شبخون مار کر بے دریغ ترکوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ تقریباً ۲ دو لاکھ ترکوں کو قتل کر کے ان سے مسلمان قیدیوں اور اس مال و اسباب کو جسے انہوں نے لوٹا تھا چھینا۔ بقیۃ السیف ترک بری طرح بھاگے۔ عرصے تک ان دروں ہیں ترکوں کے ڈھانچے پڑے ہوئے اس خونریز جنگ کی یادگار بنتے رہے طغاخاں وہاں سے واپس لوٹ آیا:۔

سلطان الدولہ کی معزولی

سلطان الدولہ نے ۴۱۱ھ میں اپنے بھائی مشرف الدولہ کو عراق کا گورنر مقرر کیا۔ مشرف الدولہ نے ارکین سلطنت کو اپنا طرفدار بنا کر سلطان کا نام خطبہ سے نکلوا کر اپنا نام شامل کرلیا۔ جب سلطان الدولہ کو اس کا علم ہوا تو اس نے مشرف الدولہ کو دھمکی دی۔ مشرف الدولہ نے اسے معزول کر دیا:۔

مشرف الدولہ کی حکومت

مشرف الدولہ عراق کا مستقل حکمران بن گیا۔ تمام دیلمی سردار اسکے طرفدار ہو گئے سلطان الدولہ نے اپنے بیٹے ابو کالیجار کو لشکر گراں دے کر اہواز کی طرف روانہ کیا۔ ابو کالیجار نے اہواز پر قبضہ کرلیا اور وہاں سے بغداد کی طرف بڑھا مشرف الدولہ نے اسکے مقابلہ کے لئے لشکر بھیجا۔ دونوں لشکروں میں کئی خونریز معرکے ہوئے بالآخر ۴۱۲ھ میں دیلمی سرداروں نے درمیان میں پڑ کر یہ فیصلہ کرایا کہ عراق پر مشرف الدولہ حکمران رہے اور فارس پر سلطان الدولہ کی حکومت رہے:۔

کوفہ کے سنی شیعوں میں فساد

چونکہ حکومت شیعوں کی تھی اسلئے شیعہ قابو یافتہ تھے۔ وہ بات بات پر

سُنیوں سے بھڑ جاتے تھے اور ہر وقت آمادۂ فساد رہتے تھے :۔

اگرچہ بغداد اور سامرا میں ترکوں کی کافی تعداد تھی۔ اور ترک سُنی تھے لیکن ان کی حکومت کے سامنے کچھ پیش نہ جاتی تھی۔ دیلمی سردار اور حکمران یہ چاہتے ہی تھے۔ کہ سُنی اور شیعوں میں فساد ہوتا رہے۔ تاکہ ان کی حکومت و سلطنت مستحکم ہوتی جائے۔

چنانچہ وہ اس فساد کی روک تھام نہ کرتے تھے۔ ۴۱۲ھ میں کوفہ کے اندر سُنی اور شیعوں میں زبردست فساد ہوا۔ کئی روز تک بلوہ ہوتا رہا۔ مکانات لُٹتے اور مسلمان قتل ہوتے رہتے :۔

اس فساد کی چنگاریاں بغداد میں بھی جا پڑیں اور وہاں بھی فساد ہوگیا۔ اگرچہ خلیفہ قادر باللہ بے دست و پا تھا۔ لیکن اس نے شیعوں کی ناشُدنی حرکات پر انہیں چشم نمائی کی۔ اس سے خلیفہ کو سُنیوں کی حمایت و ہمدردی حاصل ہو گئی۔ فسادات فرو ہوگئے اور خلیفہ کا کچھ رُعب داب قائم ہو گیا :۔

مشرف الدّولہ کی وفات

ماہ ربیع الاوّل ۴۱۶ھ میں مشرف الدولہ نے وفات پائی۔ اس نے چند مہینے کچھ کم پانچ سال حکومت کی۔ اس کے عہد میں بھی ورسلاطین دیالمہ کی طرح فتنے اور فسادات ہی رہے۔

جلال الدّولہ کی حکومت

مشرف الدّولہ کی وفات کے بعد اس کا بھائی ابو طاہر جو بصرہ کا گورنر تھا اس کا جانشین ہوا۔ خلیفہ قادر باللہ نے اسے جلال الدّولہ کا خطاب دیا۔ بغداد میں اس کا نام خطبہ میں پڑھا گیا۔ لیکن جلال الدولہ سے یہ غلطی ہوئی کہ وہ بغداد آنے کے بجائے واسط چلا گیا۔ بغداد کے شیعہ اس کی اس حرکت سے ناخوش ہوگئے

انہوں نے اس کا نام خطبہ سے خارج کر کے اس کے بھتیجہ ابو کالیجار بن سلطان الدولہ کا نام خطبہ میں شامل کر لیا اور ابو کالیجار کو بغداد آنے کی دعوت دی۔ مگر ابو کالیجار اپنے چچا ابو الفوارس سے کرمان میں نبرد آزما ہو رہا تھا وہ فوراً ہی نہ آسکا۔

جلال الدولہ کو واسطہ کا علم ہو گیا وہ واسط سے بغداد کی طرف روانہ ہوا لیکن بغداد کے شیعوں نے اسے بغداد میں داخل نہ ہونے دیا۔ چنانچہ وہ مایوس ہو کر بصرہ چلا گیا۔ اس کے واپس جانے ہی بغدادی شیعوں کو یہ فکر لاحق ہو گیا کہ کہیں کوئی کرد یا عرب بغداد کی حکومت حاصل نہ کر لے۔ جس سے خاندان دیالمہ کی سلطنت کا خاتمہ ہو جائے۔

چنانچہ انہوں نے اظہار معذرت کر کے جلال الدولہ کو پھر بغداد آنے کی دعوت دی۔ جلال الدولہ فوراً بغداد میں آگیا اور اس کا نام پھر خطبہ میں شامل کر لیا گیا۔

نماز کے وقت نقارہ

سنہ ۴۱۸ھ میں جلال الدولہ نے یہ حکم دیا کہ پانچوں وقت بجائے اذان کے نقارہ بجایا جائے۔ چنانچہ نقارے بجائے جانے لگے۔ شیعوں نے تو اسے منظور کر لیا۔ لیکن سنیوں نے بدعت سمجھ کر سخت اظہار ناخوشی کیا۔

خلیفہ قادر باللہ نے بھی مخالفت کی۔ جلال الدولہ نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ نقارے بجنے بند کرا دے۔ لیکن وہ خلیفہ قادر باللہ سے ناخوش ہو گیا۔ خلیفہ نے ڈر کر اسے نقارے بجانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ پھر نقارے بجائے جانے لگے۔ اس سے ترک بھڑک اٹھے اور انہوں نے جلال الدولہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ لیکن خلیفہ قادر باللہ نے درمیان میں پڑ کر سمجھوتہ کرا دیا اور بغاوت کی آگ بھڑکنے سے پہلے ہی ٹھنڈی پڑ گئی۔

کالیجار کا عراق پر حملہ

جب کالیجار اپنے چچا ابوالفوارس سے جنگ کر کے واپس آیا تو وہ اس خیال سے کہ اہل بغداد اب بھی اس کا ساتھ دیں گے عراق پر حملہ آور ہوا۔ جلال الدولہ نے اس کے مقابلہ پر فوجیں روانہ کیں طرفین سے صف آرائی ہو کر لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا:۔

قادر باللہ کی وفات

جب کہ کالیجار اور جلال الدولہ کی فوجوں میں لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہوا اس وقت خلیفہ قادر باللہ بیمار ہو کر صاحب فراش ہو گیا اور آخر ۴۲۲ھ میں وفات پا گیا۔ اس نے اکتالیس ۴۱ سال برائے نام خلافت کی؛

قائم بامر اللہ

اس خلیفہ کا نام عبداللہ تھا۔ اس کا سلسلہ نسب اس طرح پر ہے عبداللہ بن قادر باللہ بن اسحاق بن مقتدر باللہ اس کی کنیت ابوجعفر تھی قائم بامراللہ خطاب پایا۔ اس کی ماں ایک ارمنی پرستار بدالدجی نامی تھی۔ وہ ۱۰ ذیقعد ۳۹۱ھ میں پیدا ہوا تھا۔ نہایت وجیہہ اور خوبصورت تھا۔ باپ کی طرح عابد و زاہد سخی اور صاحب عزم تھا۔ ادیب اور کمال خوشخط تھا۔

اہل بغداد پر زیادتیاں

جلال الدولہ میں حکمرانی کا اچھا سلیقہ نہ تھا۔ نہ وہ جنگجو تھا۔ نہ مدبر تھا۔ اسکی فوج میں آئے دن بغاوت برپا رہتی تھی۔ اس نے ۴۲۵ھ میں بغداد کے ایک محلہ

کرخ میں اقامت اختیار کی اور ایک شخص ارسلان ترکی کو جو بساسیری کے نام سے مشہور تھا۔ اور عقیدتاً شیعہ تھا۔ بغداد کے غربی حصہ کی حکومت پر مامور کیا یہ شخص ظالم و جابر تھا۔ اس نے اہل بغداد پر بڑی زیادتیاں کیں۔ خلیفہ قائم بامر اللہ کو بھی بہت تنگ کیا۔ سنی شیعوں میں پھر فسادات برپا ہو گئے۔ بساسیری کے اشارہ پر شیعوں نے سنیوں کو بڑے نقصانات پہنچائے۔ آخر یہ فساد کی چنگاری فوج میں جا پڑی اور ۴۲۷ھ میں فوج نے بغاوت کر کے جلال الدولہ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ جلال الدولہ لکھو اپنے مکان سے نکلکر تکریت میں بھاگ گیا۔

فوج نے اس کا مکان لوٹ لیا۔ لیکن خلیفہ قائم بامر اللہ نے بیچ میں پڑ کر جلال الدولہ اور اسکی فوج میں مصالحت کرا دی:۔

ملک الملوک

۴۲۸ھ میں جلال الدولہ اور اس کے بھتیجہ کالیجار میں بھی مصالحت ہو گئی۔ دونوں نے اتفاق و اتحاد قائم رکھنے پر قسمیں کھائیں۔ ۴۲۹ھ میں جلال الدولہ نے خلیفہ قائم بامر اللہ سے استدعا کی کہ مجھے ملک الملوک کا خطاب عطا کیا جائے۔ خلیفہ نے اس خطاب کے جواز کے متعلق علما اور فقہا سے فتویٰ لیا۔ چند لوگوں نے اسے جائز بتایا۔ باقی سب نے ناجائز کہا۔ مگر جلال الدولہ نے خلیفہ پر زور ڈالا۔ مجبور ہو کر خلیفہ نے اسے ملک الملوک کا خطاب دے دیا!"

طغرل بیگ سلجوقی

۴۳۱ھ میں طغرل بیگ سلجوقی نے خراسان میں سلطان مسعود بن سلطان محمود بن سبکتگین کے سپہ سالار کو شکست دے کر نیشاپور پر قبضہ کر لیا اور رفتہ رفتہ

تمام خراسان پر قابض ہو گیا۔ اور اپنا لقب "سلطان اعظم" اختیار کیا۔
اس کے بعد طغرل بیگ نے فارس وغیرہ کی طرف بڑھنے کا قصد کیا۔ جلال الدولہ اس سے مرعوب ہو گیا۔ اس نے طغرل بیگ سے مصالحت کی درخواست کی اور طغرل بیگ نے اس سے صلح کر لی۔ خلیفہ قائم بامر اللہ نے بھی اپنا خاص ایلچی قاضی ابوالحسن کو طغرل بیگ کے پاس روانہ کیا۔

جلال الدولہ کی وفات

اسی اثناء میں جلال الدولہ بیمار ہو گیا اور انیس ۱۹ سال حکومت کر کے ۴۳۵ھ میں انتقال کر گیا۔ دیالمہ نے اس کے بیٹے ابو منصور ملک العزیز کو اس کا جانشین بنایا۔ مگر ملک العزیز فوجیوں کو ان کے حسب منشا انعام و اکرام نہ دے سکا۔ اس سے لشکریوں میں بددلی پیدا ہوئی اور اس کی معزولی کی تجویزیں ہونے لگیں۔

محی الدین کی حکومت

لشکریوں کی اس بددلی کی خبر ابو کالیجار کو بھی پہنچ گئی وہ ایسے موقعہ کا منتظر ہی تھا۔ اس نے ملک العزیز کے لشکریوں کے پاس بہت سا مال و زر بھیج دیا۔ فوجی اس سے خوش ہو گئے۔ بغداد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اسے بغداد آنے کی دعوت دے دی گئی۔ چنانچہ ابو کالیجار ماہ صفر ۴۳۶ھ میں بغداد میں آ گیا۔ خلیفہ قائم بامر اللہ نے اسے محی الدین کا خطاب عطا کیا۔

محی الدین کی بیٹی کا سلطان طغرل بیگ سے عقد

سلطان طغرل بیگ نے خراسان کا انتظام کرنے کے بعد عراق کا رخ کیا۔

محی الدین نے اس کے مقابلہ کی تیاری کی لیکن جب محی الدین نے سلطان طغرل بیگ کے عظیم الشان لشکر اور لاتعداد سامان جنگ کا حال سنا تو مصالحت کی گفتگو شروع کر دی۔ آخر اس شرط پر صلح ٹھہری کہ محی الدین اپنی بیٹی کا عقد سلطان طغرل بیگ کے ساتھ کر دے۔ چنانچہ محی الدین نے منظور کر کے اپنی دختر سلطان طغرل بیگ کے عقد میں دے دی اور مصالحت کر لی:۔

ابو کالیجار کی وفات

ابو کالیجار معروف محی الدین نے اصفہان اور کرمان کے علاقوں پر فوج کشی کی اور اپنی تدبیر و چالاکی سے بغیر لڑے بھڑے ان علاقوں پر قبضہ کر لیا اور تقریباً سوا چار برس حکومت کرنے کے بعد ۴۴۰ھ میں فوت ہو گیا:۔

ملک الرحیم کی حکومت

ابو کالیجار کے مرنے پر لوگوں نے اس کے بیٹے ابونصر فیروز کو اس کا جانشین مقرر کیا۔ خلیفہ قائم بامر اللہ نے اسے "ملک الرحیم" کا خطاب دیا۔ لیکن ابھی ملک الرحیم کو عنان حکومت ہاتھ میں لئے کچھ زیادہ دن نہ ہوئے تھے کہ اس کے حقیقی بھائی ابومنصور خسرو نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے شیراز پر قبضہ کر لیا یہ واقعہ ۴۴۰ھ کا ہے ملک الرحیم اپنے بھائی کے مقابلہ کی تیاری ہی کر رہا تھا کہ بغداد میں سنی اور شیعوں میں فساد ہو گیا۔ بڑی مشکل سے ملک الرحیم نے اس فساد کو فرو کیا۔ اور جب بغداد میں امن ہو گیا تب لشکر لے کر اپنے بھائی خسرو کے مقابلہ پر لشکر لے کر بھیجا۔ خسرو بھی فوجیں لے کر آ گیا۔ لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ابھی ملک الرحیم ایک ہی بھائی سے مصروف پیکار تھا کہ اس کے

دوسرے بھائیوں اور رشتہ داروں نے بھی بغاوت کردی:

ملک الرحیم نہایت پریشان ہوا۔ یہ بغاوت عین عراق میں ہوئی۔ ملک الرحیم نے کچھ لشکر ان باغیوں کی گوشمالی کے لئے بھیجا۔ بغاوت کے شعلے فرو ہونے لگے کہ ۴۴۱ھ میں بغداد میں سُنی و شیعوں کے درمیان سخت فساد ہو گیا۔ طرفین کے سینکڑوں آدمی مارے گئے۔ ملک الرحیم باغیوں سے لڑ رہا تھا۔ بغداد میں آکر امن و امان قائم نہ کر سکا:۔

سلطان طغرل بیگ کی فتوحات

خاندان بویہ دیالمہ کی خانہ جنگی سے سلطان طغرل نے فائدہ اٹھایا اُس نے اسی سال یعنے ۴۴۲ھ میں اصفہان پر چڑھائی کی اور نہایت آسانی سے اس پر قابض ہو گیا۔ اصفہان پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان طغرل بیگ نے اپنے بھائی ارسلان بن داؤد کو لشکر دے کر فارس کی طرف بھیجا:۔

ارسلان نے ۴۴۲ھ میں صوبۂ فارس پر قبضہ کر لیا۔ خلیفہ قائم بامراللہ نے سلطان طغرل بیگ کی بڑھتی ہوئی طاقت دیکھکر جن صوبوں کو اُس نے فتح کر لیا تھا۔ ان کی سند حکومت اس کے پاس بھیج دی۔ سلطان طغرل بیگ خلیفہ کی اس عزت افزائی سے بہت خوش ہوا۔ اور اظہار اطاعت و عقیدت کے لئے ۴۴۳ھ میں عین عید کے دن بغداد میں آکر خلیفہ کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ خلیفہ نے اسے خلعت و پرچم عطا کیا۔ وہ اسی سنہ میں واپس چلا گیا۔ سلطان ملک الرحیم نے یہ تمام واقعات سُنے لیکن وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ کیونکہ ابھی تک وہ شیراز اور بصرہ وغیرہ میں اپنے بھائیوں اور بھتیجوں سے مصروف جنگ تھا:۔

۴۴۵ھ میں بغداد کے اندر سُنی اور شیعوں میں پھر زبردست فساد ہوا۔ سینکڑوں آدمی مارے گئے۔ سینکڑوں زخمی ہوئے۔ مفسدوں نے کئی محلوں میں آگ لگا دی اور وہ سب جل کر تباہ ہوگئے۔ خلیفہ قائم بامراللہ نے بڑی مشکل سے فساد کو فرو کیا
جب کہ ملک الرحیم اپنے خاندان والوں سے الجھ رہا تھا اس وقت سلطان طغرل بیگ دوسرے صوبوں پر قبضہ جماتا بڑھا آرہا تھا۔ اس نے آذربائیجان اور جزیرہ پر قبضہ کرلیا تھا۔ اس نئی طاقت پر ۴۴۶ھ میں رومیوں نے حملہ کردیا۔ سلطان طغرل بیگ نے ان پر چڑھائی کردی اور انہیں شکست دے کر بے شمار مال و دولت اور قیدی لے کر واپس آیا۔ وہاں سے آکر اس نے پھر اپنے لشکر کی تنظیم کی اور موصل اور شام پر بھی قبضہ کرلیا اور وہاں سے حج کو گیا:۔
اسی سال یعنی ۴۴۷ھ میں قائم بامراللہ نے سلطان طغرل بیگ کا نام خطبوں میں پڑھے جانے کا حکم دیا۔ سلطان طغرل بیگ اس خبر کو سنکر نہایت خوش ہوا اور اس نے دربار خلافت میں حاضری کی اجازت طلب کی۔ خلیفہ نے اجازت دے دی۔

طغرل بیگ کی بھتیجی سے خلیفہ کا عقد

سلطان طغرل بیگ کے استقبال کی تیاریاں شروع ہوئیں لیکن طغرل بیگ چونکہ سُنی تھا اور بغداد کا پولیس افسر بساسیری شیعہ تھا اور افریقیہ کی دولت عبیدیہ سے سازش رکھتا تھا۔ اسے طغرل بیگ کا بغداد میں آنا سخت ناگوار تھا اسلئے اس نے سُنی اور شیعوں میں فساد کرادیا۔ لیکن طغرل بیگ ۲۵ ماہ رمضان ۴۴۷ھ کو بغداد میں آیا۔ اس نے آتے ہی مفسدوں کو سیدھا کردیا۔ دیلمیوں کے زور کو توڑ دیا۔ غرضیکہ بغداد میں امن قائم کردیا:۔
۴۴۸ھ میں سلطان طغرل بیگ نے خاندان خلافت سے رشتہ داری

قائم کرنے کی غرض سے اپنی بھتیجی خدیجہ کا جو ارسلان خاتون کے نام سے مشہور تھی عقد خلیفہ قائم بامر اللہ کے ساتھ کر دیا۔ بساسیری بغداد سے نکل کر موصل کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان طغرل بیگ نے اس کے مقابلہ میں اپنے چچا زاد بھائی قطلمش کو بھیجا۔ مقام سنجار کے قریب دونوں کی جنگ ہوئی۔ بساسیری نے قطلمش کو شکست دی اور صوبہ موصل پر قبضہ کر کے عبیدی حاکم مصر کے نام کا خطبہ پڑھا:-

سلطان طغرل بیگ کی عزت افزائی

سلطان طغرل بیگ نے ایک لشکر لے کر موصل پر چڑھائی کی اور بساسیری کو شکست دے کر باغیوں کو قرار واقعی سزائیں دیں۔ وہاں سے وہ شروع ۴۴۹ھ میں بغداد آیا۔ اہل بغداد نے اُس کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ خلیفہ قائم بامر اللہ نے اسے "ملک المشرق والمغرب" کا خطاب دیا۔ اس عرصے میں عبیدی والئی مصر اور بساسیری نے سلطان طغرل بیگ کے بھائی ابراہیم کو بھڑکا کر ہمدان میں بغاوت کرا دی۔ طغرل بیگ بغداد سے ہمدان کی طرف روانہ ہوا۔ بساسیری نے فوج لے کر بغداد پر آ قبضہ جمایا۔ اور جامع مسجد بغداد میں مستنصر عبیدی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ یہ واقعہ ۴۵۰ھ کا ہے:-

سُنّیوں پر مظالم

بغداد کے شیعوں نے بساسیری کے بغداد پر حملہ کرنے کے وقت اسکی بڑی مدد کی تھی۔ بساسیری نے سُنّیوں پر اسقدر مظالم کئے کہ انہوں نے تنگ آ کر بغاوت کی۔ لیکن بساسیری نے انہیں شکست دے کر پامال کر دیا۔ اور خلیفہ کے وزیر اعظم کو جو رئیس الرؤسا کے نام سے مشہور تھا اور سُنّی تھا گرفتار کر کے صلیب پر چڑھا دیا

یہ واقعہ آخر ماہ ذی الحجہ ۴۵۰ھ کا ہے۔ بساسیری نے بغداد کے اندر اذانوں میں حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل کے الفاظ کا اضافہ کر دیا اور یہ اضافہ شیعوں کی اذانوں میں آج بھی موجود ہے۔ بساسیری نے بغداد پر قبضہ کر کے خلیفہ قائم بامر اللہ اور اس کی بیوی ارسلان خاتون بنت داؤد کو بغداد سے کسی مقام پر نظر بند کر دیا اور قصرِ خلافت کو لوٹ لیا۔ طغرل بیگ اپنے بھائی ابراہیم پر ہمدان میں فتح حاصل کر کے بغداد کی طرف لوٹا۔ بساسیری اسکے آنے کی خبر سنتے ہی ۶ ذی قعدہ ۴۵۱ھ کو پورے ایک سال کے بعد بغداد چھوڑ کر چل دیا۔ طغرل بیگ بغداد میں داخل ہوا۔

سُنّیوں نے پھر اس کا شاندار استقبال کیا۔ طغرل بیگ نے خلیفہ کو بغداد میں بلوایا اور تختِ خلافت پر بٹھا کر معذرت کی کہ ابھی عدم حاضری میں خلیفہ کو اذیت پہنچی۔ خلیفہ قائم بامر اللہ ۲۵ ذی قعدہ ۴۵۱ھ میں بغداد میں آکر دوبارہ تختِ خلافت پر بیٹھا۔ اسی سال یعنے ۴۵۱ھ میں طغرل بیگ کے بھائی داؤد کا جو خراسان کی حکومت پر طغرل بیگ کی طرف سے مامور تھا، خراسان میں انتقال ہو گیا۔ سلطان طغرل بیگ نے داؤد کی بیوہ یعنے اپنی بھاوج سے نکاح کر لیا:۔

سلاطین بنی بویہ پر سرسری نظر

۴۴۷ھ میں قائم بامر اللہ کے عہدِ خلافت میں سلاطین بنی بویہ کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس خاندان کو بعض لوگ یزدجرد کے خاندان سے بتاتے ہیں بعض بہرام گور سے سلسلۂ نسب ملاتے ہیں لیکن درصل وہ ایک ماہی گیر کی اولاد تھے۔ ان پر مجوسیت غالب تھی۔ وہ شیعہ تھے ان کا عہد نہایت نامبارک رہا۔ انہوں نے اسلام کی کوئی خدمت نہ کی۔ اگرچہ وہ سو سوا سو برس (۱۲۵) حکمران رہے لیکن یہ تمام عمر انہوں نے لوٹ مار اور قتل و غارت گری میں گذار۔ انہوں نے سنیوں کو اس قدر

ایذا ہیں دین کران کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ان کے زمانہ ہیں سنی اور شیعوں ہیں ہمیشہ فسادات ہوتے رہے۔ انہوں نے سنیوں کی تذلیل اور خلافت عباسیہ کو مٹانے ہیں کوئی کسر باقی نہیں رکھی عربی نسبت یا کے تمام نقوش بھی مٹا دیئے مذہب اسلام ہیں شرکیہ مراسم جاری کیں عید غدیر کی ابتداء تعزیہ داری کی ایجاد انہیں کے عہد ہیں ہوئی غرضیکہ سلاطین بنی بویہ کا زمانہ بدنظمی غارت گری لوٹ مار او فتنہ و فساد کے واقعات سے لبریز ہے یہ لوگ محب اہل بیت ہونے کا دعوے کرتے تھے لیکن انہوں نے علویوں کے ساتھ کوئی رعایت نہ کی۔ نہ انہیں حکومت ہیں حصہ دیا۔ نہ طاقتور بنایا۔ بلکہ کمزور ہی کرنے کی فکر کی۔ افسوس وہ کوئی بھی ایسی یادگار نہ چھوڑ گئے جسے مسلمان فخر کے ساتھ یاد کر سکیں۔ البتہ ایسی بدعتیں اور مراسم شرک ضرور چھوڑ گئے ہیں جو آج بھی مسلمانوں کے ایک طبقہ کے گلے کا ہار ہیں:۔

بساسیری کا قتل

بساسیری بغداد سے چل کر کوفہ میں پہنچا اور اس نے وہاں کے سنیوں کو قتل و غارت کرنا شروع کیا۔ سلطان طغرل اسکے مظالم کی خبر سنکر کوفہ پر حملہ آور ہوا۔ بساسیری اسکے مقابلہ پر آیا۔ طغرل بیگ نے اسے شکست دیکر گرفتار کر لیا اور اس کا سر کاٹ کر بغداد بھیج دیا۔ جہاں قصر خلافت کے دروازہ پر لٹکا یا گیا:۔

خلیفہ کی بیٹی سے طغرل بیگ کا عقد

طغرل بیگ ۴۵۲ھ میں مفتوحہ ممالک کے انتظام کیلئے بغداد سے روانہ ہوا ۴۵۳ھ میں اسکی بیوی یعنی بیوہ داؤد کا انتقال ہو گیا۔ اس نے ابوسعد قاضی رے کی معرفت خلیفہ کی خدمت میں یہ درخواست کی کہ خلیفہ اپنی بیٹی سیدہ کا نکاح اسکے ساتھ کردے

خلیفہ نے انکار کر دیا۔ چونکہ طغرل بیگ عباسی خلیفہ سے اپنا پیوند جوڑ کر اعزاز حاصل کرنا چاہتا تھا اسلئے اُس نے اپنے وزیر عمید الملک کندری کو بھیجا کہ وہ کہہ سُنکر خلیفہ کو رضامند کرے۔ عمید الملک نے بغداد میں پہنچکر ہر چند خلیفہ سے عرض معروض کی لیکن خلیفہ راضی نہ ہوا۔ آخر عمید الملک جمادی الثانی ۴۵۴ھ میں واپس چلا گیا اب طغرل بیگ نے بغداد کے قاضی القضاۃ اور شیخ ابو منصور بن یوسف کو تہدیدی خطوط روانہ کئے۔ ان دونوں بزرگوں نے خلیفہ کو لڑکی کے نکاح کی ترغیب دی ادھر خلیفہ کی بیوی ارسلان خاتون نے بھی خلیفہ پر زور ڈالا۔ غرضیکہ خلیفہ نے طغرل بیگ کی درخواست منظور کر لی۔ فوراً اس کی اطلاع طغرل بیگ کو کی گئی اس نے وزیر عمید الملک کو اپنا وکیل مقرر کر کے بھیجا۔ ماہ شعبان ۴۵۴ھ میں تبریز کے کیمپ میں خلیفہ کی بیٹی سیدہ کا طغرل بیگ سے نکاح ہو گیا رخصتی بعد میں قرار پائی۔ طغرل بیگ نے خلیفہ اور اسکی بیٹی سیدہ کیلئے بہت کچھ مال و اسباب اور زر و جواہر تحفتہً بھیجے اور اپنی متوفیہ بیوی کی تمام جاگیریں بھی سیدہ کے نام منتقل کر دیں ۴۵۵ھ میں سلطان طغرل بیگ آرمینیا سے بغداد سیدہ کو رخصت کرا کے لے جانیکے لئے آیا اور ماہ ربیع الاول ۴۵۵ھ تک بغداد میں رہا اسکے بعد رخصتی کرا کر بلاد جبل کی طرف روانہ ہوا۔

طغرل بیگ کی وفات

طغرل بیگ بلاد جبل کے قصد سے جب رے میں پہنچا تو بیمار ہو گیا۔ ہر چند علاج کیا لیکن افاقہ نہ ہوا آخر ماہ رمضان ۴۵۵ھ کو فوت ہو گیا۔ بعض مؤرخ لکھتے ہیں کہ سیدہ بنت قائم بامر اللہ کے ساتھ زفاف کی نوبت نہ آئی تھی کہ طغرل بیگ نے رحلت کی۔

الپ ارسلان کی حکومت

طغرل بیگ کے کوئی بیٹا نہ تھا اسلئے اُسکے بھتیجہ الپ ارسلان بن داؤد چغری بیگ کو جو مرو میں تھا تخت نشین کیا گیا الپ ارسلان فوراً بغداد کے قصد سے روانہ ہو کر اول رے میں پہنچا اور ۴۵۶ھ میں طغرل بیگ کے وزیر عمید الملک کو قید کر کے اپنے وزیر نظام الملک کو وزیر اعظم مقرر کیا اور ۴۵۶ھ میں سیدہ بنت خلیفہ قائم بامر اللہ کو بڑی عزت و تکریم کے ساتھ بغداد کیجانب روانہ کیا۔ بغداد میں الپ ارسلان کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ الپ ارسلان نے اول اپنے وزیر اعظم نظام الملک طوسی کو بغداد میں لوگوں سے بیعت حکومت لینے کیلئے روانہ کیا خلیفہ نے اسکے بغداد میں آتے ہی دربار عام کیا اور نظام الملک کو ضیاء الدولہ کا اور سلطان الپ ارسلان کو الوالد المؤید کا خطاب عطا کیا۔ یہ واقعہ ۷ جمادی الاول ۴۵۶ھ کا ہے۔ ۴۶۲ھ میں مکہ کے گورنر محمد بن ابی ہاشم نے عبیدی مصری کا نام خطبے سے خارج کر کے خلیفہ قائم بامر اللہ اور سلطان الپ ارسلان کے نام داخل کئے۔ اور اذان سے حیّ علیٰ خیر العمل بھی نکال دیا اور اپنے بیٹے کو سلطان الپ ارسلان کیخدمت میں اظہار اطاعت و فرمانبرداری کیلئے بھیجا سلطان نے خوش ہو کر خلعت عطا کر کے تیس ۳۰ ہزار دینار بطور انعام کے دیئے اور محمد بن ہاشم کی دس ہزار دینار سالانہ تنخواہ مقرر کر دی۔ اسی سال الپ ارسلان نے اپنے ایک بیٹے ملک شاہ کی شادی خان ترکستان کی لڑکی سے کی اور دوسرے بیٹے ارسلان شاہ کا بیاہ مودود بن مسعود کی لڑکی سے کیا:۔

قیصر روم کی یورش

۴۶۲ھ میں ارمانوس قیصر روم نے یہ ارادہ کیا کہ بغداد کو فتح کر کے ویران کر ڈالے

اور تمام مسجدیں کھدوا کر زمین کے ہموار کر دے۔ اس نے اپنے ہم عصر عیسائی سلاطین کو بھی شرکت کی دعوت دی۔ چنانچہ فرانس اور روس کے بادشاہ بھی اسکے ساتھ ہو گئے وہ تین لاکھ کا عظیم الشان لشکر لیکر صوبہ خلاط پر حملہ آور ہوا۔ سلطان الپ ارسلان محض پندرہ ہزار کی جمعیت سے رومی شہنشاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہوا۔ کئی روز تک خونریز معرکے ہوتے رہے۔ آخر عیسائیوں کو شکست ہوئی۔ روس کا بادشاہ اور قیصر ارمانوس دونوں گرفتار ہو گئے۔ سلطان الپ ارسلان نے روس کے بادشاہ کے ناک اور کان کاٹ کر چھوڑ دیا۔ ارمانوس نے معافی چاہی۔ الپ ارسلان نے اس سے اطاعت و فرمانبرداری کا اقرار لے کر چھوڑ دیا۔ اس احسان کے صلہ میں ارمانوس نے اپنی بیٹی کی شادی الپ ارسلان کے بیٹے ارسلان شاہ کے ساتھ کر دی۔

خاقانِ چین کا اظہارِ اطاعت

خاقان چین نے بھی الپ ارسلان سے رشتہ مودت قائم کرنے کی غرض سے اپنی لڑکی کی شادی ارسلان شاہ کے ساتھ کر دی۔

نیشا پور کا عروج

سلطان الپ ارسلان نے نیشاپور کو رشک بغداد بنا دیا۔ چونکہ وہ خود نیشاپور میں رہتا تھا اور تمام سلاطین اسکے دربار میں آتے رہتے تھے اس لئے نیشاپور کو دن دونی اور رات چوگنی ترقی ہو رہی تھی۔

الپ ارسلان کی موت

اس سلطان کی موت عجیب طریقہ پر واقع ہوئی۔ ۴۶۵ھ میں اس نے ماوراءالنہر کا قصد کیا۔ دریائے جیحوں پر فوجیں اترنے کے لئے پل باندھا گیا۔ بیس روز کے عرصہ میں پل تیار ہوا اور لشکر دریائے جیحوں کو عبور کر گیا۔ اس طرف ایک قلعدار یوسف خوارزمی جو

کسی جرم میں گرفتار کیا گیا تھا سلطان کے روبرو پیش کیا گیا۔ اثنائے گفتگو میں یوسف مشتعل ہو کر سلطان کی طرف لپکا لوگوں نے اسے روکنا چاہا۔ الپ ارسلان نے اس بات کو اپنی شان کے خلاف سمجھا کہ غیر لوگ اُسے بچائیں۔ اس نے لوگوں کو اسے پکڑنے اور روکنے سے باز رکھتے ہوئے کہا۔ آنے دو! یہ میرا شکار ہے۔ الپ ارسلان نے کمان سیدھی کر کے تیر مارا اتفاق سے تیر خالی گیا۔ یوسف نے دوڑ کر سلطان کے خنجر مارا۔ زخم کاری لگا۔ حاضرین دربار نے یوسف کے اسی وقت ٹکڑے کر ڈالے۔ مگر سلطان بھی اس زخم کے صدمہ سے ۱۰ ربیع الاول ۴۶۵ھ کو فوت ہو گیا۔ اسکی لاش مرو میں لا کر دفن کیگئی۔ سلطان الپ ارسلان نہایت نیکدل اور علم دوست تھا۔ اسکے دربار میں علماء کثرت سے رہتے تھے۔ اسکی داڑھی بہت لمبی تھی نہایت اونچی ٹوپی اوڑھتا تھا۔ عبادان سے ساحل بحر تک اور دریائے جیحوں سے دریائے دجلہ تک اسکے قبضہ میں تھا۔ نظام الملک طوسی کی کوشش سے اس کا بیٹا ملک شاہ باپ کی جگہ تخت نشین ہوا

قائم بامر اللہ کی وفات

۱۵ شعبان ۴۶۷ھ کو خلیفہ قائم بامر اللہ نے فصد کھلوائی۔ جراح نے پٹی کس دی خلیفہ سو گیا نہ معلوم کیسے کوئی بد احتیاطی ہو گئی اور زخم نشتر زدہ سے پھر خون جاری ہو گیا۔ ہر چند خون کو روکنے کی کوشش کی لیکن نہ رکا۔ یہاں تک کہ اس رگ سے جسم کا تمام خون خارج ہو گیا۔ امید زیست جاتی رہی آخر اگلے روز خلیفہ قائم بامر اللہ کا انتقال ہو گیا۔ اس خلیفہ نے پینتالیس ۴۵ سال خلافت کی ؎

مقتدی بامر اللہ

اس خلیفہ کا نام عبد اللہ اور کنیت ابو القاسم تھی وہ خلیفہ قائم بامر اللہ کا پوتہ تھا خلیفہ قائم بامر اللہ کا صرف ایک بیٹا تھا۔ جس کا نام ذخیرۃ الدین محمد تھا۔ اس کا انتقال خلیفہ کے سامنے ہی ہو گیا تھا۔ عبد اللہ اسی ذخیرۃ الدین محمد کا بیٹا تھا مقتدی بامر اللہ

اس کا خطاب تھا۔ وہ ۱۹ جمادی الاول ۴۴۸ھ کو پیدا ہوا تھا۔ اس کی ماں کا نام ارغوان تھا۔ جو ایک کنیز تھی۔ مقتدی باللہ انیس ۱۹ سال تین ماہ کی عمر میں تخت خلافت پر بیٹھا۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی

سلطان ملک شاہ نے ملک شام پر قبضہ کرنیکے لئے ایک سپہ سالار آتسز بن آبق خوارزمی کو لشکر دے کر روانہ کیا۔ آتسز نے ماہ ذی قعدہ ۴۶۸ھ میں دمشق فتح کر کے خلیفہ مقتدی بامر اللہ اور سلطان ملک شاہ کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اذانوں سے حیّ علیٰ خیر العمل کو خارج کر دیا۔ آتسز نے دمشق پر تسلط حاصل کر کے نواح دمشق پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ کسی کو اس کے مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی اور رفتہ رفتہ اس نے تمام ملک شام پر قبضہ کر لیا۔ ملک شاہ نے اپنے بھائی تاج الدولہ تتش کو شام کا نو مفتوحہ ملک جاگیر میں دے کر ملک مصر پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

تتش نے ۴۷۱ھ میں حلب کا محاصرہ کیا۔ اس کی عدم موجودگی میں مصریوں نے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ دمشق میں آتسز سپہ سالار موجود تھا۔ اس نے مصریوں کا مقابلہ شروع کیا اور تتش سے مدد طلب کی۔ تتش حلب کا محاصرہ چھوڑ کر دمشق کی طرف لوٹ آیا۔ مصری اس کے آنے کی خبر سنتے ہی فرار ہو گئے۔ ملک شاہ نے عمید الملک کو قید سے رہا کر کے دیار بکر کی حکومت پر مامور کیا:

ملک شاہ کی گرفتاری

ایک مرتبہ ملک شاہ رومیوں کے حدود سلطنت میں گیا ہوا تھا ایک روز شکار کو نکلا۔ راستہ میں رومیوں سے مٹھ بھیڑ ہو گئی۔ رومیوں نے اسے مع اسکے ہمراہیوں کے گرفتار کر لیا۔ ملک شاہ نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دے دیا کہ کوئی اسکی تعظیم نہ کرے تاکہ دشمن اسے پہچان نہ لیں۔ چنانچہ اسکے ہمراہیوں نے اسکی عزت و تکریم ترک کر دی۔ جب ملک شاہ

کی گرفتاری کی اطلاع نظام الملک طوسی کو ہوئی تو اس نے قیصر روم سے مصالحت کی گفتگو شروع کردی اور خود قیصر کے دربار میں شرائط صلح طے کرنے کے لئے گیا شرائط طے ہونے پر صلح ہوگئی۔ قیصر روم نے ملک شاہ اور اسکے ہمراہیوں کا ذکر کیا۔ نظام الملک نے نہایت لاپرواہی سے کہا۔ اوہ ہونگے مجھے ان قیدیوں سے کیا مطلب! قیصر نے قیدیوں کو بلاکر نظام الملک کے سامنے پیش کیا۔ نظام الملک نے ان کی طرف کچھ بھی توجہ نہ کی۔ کچھ عرصے کے بعد جب نظام الملک واپس آنے لگا۔ تو قیصر نے حسب قرارداد تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ ان میں ملک شاہ اور اسکے ہمراہی بھی تھے۔

وزیراعظم ان قیدیوں کو لیکر روانہ ہوا اور جب رومیوں کی سرحد کو عبور کر آیا تب اس نے بادشاہ کی رکاب کو بوسہ دیا۔ ملک شاہ اسکی ہوشیاری سے بہت زیادہ خوش ہوا۔ عباسیوں کے زمانہ میں جس طرح برامکہ کا خاندان تھا اسی طرح سلجوقیوں کے عہد میں نظام الملک کا خاندان عروج پر رہا۔

قیصر روم کی گرفتاری

کچھ عرصے کے بعد ملک شاہ نے قیصر روم پر چڑھائی کی قیصر مقابلہ پر آیا لیکن اسکی فوج شکست کھاکر بھاگ گئی۔ قیصر گرفتار ہو کر ملک شاہ کے حضور میں پیش ہوا قیصر نے ملک شاہ کو پہچان کر حیرت سے کہا۔ اوہ کسقدر احمق تھا میں کہ تمہیں پہچان نہ سکا۔ ملک شاہ نے کہا۔ تم نے اس وقت مجھے نہیں پہچانا تھا جب میں تمہاری قید میں تھا۔ لیکن اب پہچان لیا ہے۔ جب تم میری قید میں ہو۔ بتاؤ اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔؟ قیصر نے کہا اگر تم بادشاہ ہو تو مجھے چھوڑ دو۔ اگر تاجر ہو تو بیچ ڈالو۔ اور اگر قصاب ہو تو ذبح کر ڈالو! ملک شاہ نے اسے رہا کر دیا اور کہا کہ تمہیں گرفتار کرنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ تم پر یہ ثابت کردوں کہ یہ ایک اتفاقی امر تھا کہ رومیوں نے مجھے گرفتار

کرلیا تھا۔ ورنہ میں اور میری قوم کمزور نہیں ہے"۔ قیصر سوم کو عزت و تکریم کے ساتھ رخصت کر دیا:۔

یوسف بن تاشقین والیٔ مراقش

مراقش میں یوسف بن تاشقین حکمران تھا۔ اُس نے خلیفہ مقتدی بامراللہ کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ جسقدر ملک میرے قبضہ میں ہے اسکی سند حکومت اور سلطان کا لقب عطا کیا جائے"۔ خلیفہ نے اسکی درخواست منظور کرلی اور اسکے لئے ستیا خلعت اور ستیا علم بھیجا اور "امیر المسلمین" کا لقب عطا فرمایا۔ اسی یوسف بن تاشقین نے مراقش شہر کو آباد کیا تھا:۔

ملک شاہ کی بغداد میں آمد

ماہ ذیقعدہ ۴۷۹ھ میں ملک شاہ پہلی مرتبہ بغداد میں آیا۔ خلیفہ مقتدی بامراللہ نے اسکی بڑی مدارات کی۔ ملک شاہ نے خلیفہ کا ہاتھ چومنا چاہا لیکن خلیفہ نے براہ تواضع گوارا نہ کیا۔ تب ملک شاہ نے خلیفہ کی انگوٹھی کو بوسہ دیا اور اپنی لڑکی کی شادی اسکے ساتھ کر دی۔ جلال الدین اُسے خطاب دیا۔ ملک شاہ ایک مہینہ تک بغداد میں رہا۔ اسکے بعد اصفہان کیطرف چلا گیا:۔

جزیرہ صقلیہ پر روسیوں کا قبضہ

۲۰۰ھ میں مسلمانوں نے جزیرہ صقلیہ فتح کیا تھا اس جزیرہ میں سب سے پہلے بنو اغلب کا قبضہ رہا۔ پھر عبیدیوں نے اپنا تسلط کر لیا۔ ۴۸۴ھ میں فرنگیوں نے تمام جزیرہ صقلیہ پر قبضہ کر لیا۔ عبیدی دیکھتے ہی رہ گئے۔ ان سے کچھ نہ ہوسکا۔ اسی سال یعنی ۴۸۴ھ میں ملک شاہ دوبارہ ماہ رمضان ۴۸۴ھ میں بغداد آیا:۔

مجلس مولود

ملک شاہ سلجوقی نے ۴۸۵ھ میں مجلس مولود نہایت دھوم دھام سے کی کئی روز تک لنگر جاری رہا۔ اسی سال یعنی ماہ رمضان المبارک ۴۸۵ھ میں ایک قرمطی نے نظام الملک طوسی کو قتل کر دیا جب نظام الملک مقتول ہوا اسوقت اسکی عمر ستتر ۷۷ برس کی تھی:۔

ملک شاہ کا انتقال

بغداد میں آکر ملک شاہ بیمار ہو گیا اور پندرہ ۱۵ شوال ۴۸۵ھ میں وفات پا گیا۔ کہتے ہیں کہ اس بادشاہ کی موت خلیفہ مقتدی کی بددعا کیوجہ سے ہوئی واقعہ اسطرح بتایا جاتا ہے کہ ملک شاہ نے خلیفہ مقتدی بامر اللہ سے بغداد چھوڑ کر کہیں اور چلے جانیکو لکھا۔ خلیفہ نے آٹھ روز کی مہلت مانگی اور رات دن ملک شاہ بددعا دینے لگا ابھی آٹھ دن مہلت کے پورے نہ ہوئے تھے کہ ملک شاہ فوت ہو گیا:۔

برکیارق شاہ

اسکے انتقال کے بعد اسکی بیوی ترکان خاتون اور اسکے بیٹے برکیارق میں حصول حکومت کیلئے لڑائیاں شروع ہو گئیں ۴۸۶ھ میں برکیارق فتحمند ہو کر بغداد میں آیا۔ خلیفہ مقتدی بامر اللہ نے اسے رکن الدولہ کا خطاب عطا فرمایا:۔

مقتدی بامر اللہ کی وفات

مقتدی بامر اللہ سے اسکی ایک پرستار شمس النہار نامی کسی بات پر ناخوش ہو گئی اور اس نے خلیفہ کو زہر دے دیا جس کے صدمہ سے ۵ محرم ۴۸۷ھ کو خلیفہ مقتدی کا

انتقال ہو گیا۔ خلیفہ مقتدی بامر اللہ نہایت متقی دیندار اور عالی ہمت تھا۔ اس نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی رقص و سرود کی محفلوں اور گانے بجانے کی ممانعت کر دی تھی۔ اسکے عہد میں خلافت کے رعب و اقتدار نے تبدریج ترقی شروع کی تھی اس خلیفہ نے انیس ۱۹ سال چار مہینے اور بیس ۲۰ یوم خلافت کی :-

مستظہر باللہ

احمد نام تھا۔ ابو العباس کنیت تھی۔ مقتدی بامر اللہ کا بیٹا تھا۔ ماہ شوال ۴۷۰ھ میں پیدا ہوا تھا۔ سولہ ۱۶ سال دو ۲ ماہ کی عمر میں تخت نشین ہوا مستظہر باللہ لقب اختیار کیا۔ برکیارق اس وقت بغداد ہی میں موجود تھا۔ اس نے حاضر دربار ہو کر ماتم پرسی کی اور مستظہر باللہ کی بیعت کی۔ احمد خاں والئی سمرقند لامذہب ہو گیا تھا ۴۸۸ھ میں اسے گرفتار کر کے قتل کیا گیا۔ اور اسکی جگہ اس کا چچیرا بھائی تخت نشین کیا گیا !

تتش کا قتل

تتش اور برکیارق میں سلطنت حاصل کرنے کے لئے زور آزمائی ہوئی رے کے قریب دونوں میں ہنگامہ کارزار گرم ہوا تتش کے لشکر کو شکست ہوئی۔ تتش میدان جنگ میں مارا گیا۔ برکیارق کو فتح ہوئی۔ اب اسکی حکومت کو کسی قدر استحکام ہو گیا :-

محمد اور برکیارق میں جنگ

برکیارق کے حقیقی بھائی محمد بن ملک شاہ نے کچھ لشکر جمع کر کے خراسان پر قبضہ کر لیا برکیارق اسکے مقابلہ پر گیا ۴۹۲ھ میں رے کے مقام پر دونوں بھائیوں میں جنگ ہوئی برکیارق کو شکست ہوئی وہ خوزستان کیطرف بھاگ گیا۔ محمد بن ملک شاہ بغداد میں آیا اور

مستظہر باللہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ خلیفہ نے اُسے ۱۰ ذی الحجہ ۴۹۲ھ میں غیاث الدنیا والدین کا خطاب دیا۔ محمد بن ملک شاہ بغداد سے خراسان چلا گیا۔ برکیارق خوزستان سے واسط پہنچا اور وہاں سے لشکر جمع کر کے ۱۵ صفر ۴۹۳ھ میں بغداد آیا۔ خلیفہ نے اُسے مبارکباد دی خلعت دیا اور خطبہ میں اس کا نام پڑھا۔ برکیارق نے محمد بن ملک شاہ پر چڑھائی کی۔ محمد بھی مقابلہ میں آ گیا۔ ہمدان کے قریب نہر ابیض کے کنارہ پر پھر دونوں بھائیوں میں جنگ ہوئی۔ برکیارق کو پھر شکست ہوئی۔ وہ رے کی طرف بھاگ گیا۔ محمد بن ملک شاہ ۵ ارجب ۴۹۳ھ میں پھر بغداد پہنچا اور اسکے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ برکیارق رے سے اصفہان گیا اور وہاں سے خوزستان پہنچا۔ لشکر کثیر جمع کر کے پھر محمد بن ملک شاہ پر حملہ آور ہوا۔ یکم جمادی الثانی ۴۹۴ھ میں پھر دونوں بھائیوں میں جنگ ہوئی۔ اس مرتبہ محمد بن ملک شاہ کو شکست ہوئی اور وہ میدان جنگ سے بھاگ کر اپنے حقیقی بھائی سنجر کے پاس جرجان چلا گیا۔

برکیارق ۱۵ ذیقعد ۴۹۴ھ کو بغداد آیا اور پھر اس کا نام خطبہ میں پڑھا گیا! برکیارق شاہ اور محمد شاہ میں اسی طرح بہت سی لڑائیاں ہوئیں ان کی باہم نبرد آزمائیوں کی وجہ سے ملک کا امن و امان تباہ ہو گیا۔ لوگوں کی جان و مال و عزت خطرہ میں پڑ گئی یہ کیفیت دیکھ کر بعض سربرآوردہ لوگوں نے دونوں بھائیوں میں مصالحت کرا دی۔ شرائط یہ قرار پائیں کہ دونوں بھائیوں میں سے جسقدر ملک جس کے قبضہ میں ہے اس پر قابض رہے دوسرے کے مقبوضہ ملک پر دسترس نہ کرے دونوں بھائیوں کا نام خطبہ میں لیا جائے۔ یہ صلحنامہ جمادی الاول ۴۹۷ھ میں ہوا۔ بغداد کی حکومت برکیارق کو اور خراسان کی سلطنت محمد شاہ کو ملی:۔

برکیارق کی وفات

متذکرہ صلحنامہ کے چندہی روز بعد برکیارق اصفہان میں گیا اور وہاں کچھ دن

قیام کرکے بغداد کیطرف روانہ ہوا۔ راستہ ہی میں بیمار پڑ گیا اور مقام بروجرد میں پہنچکر صاحب فراش ہوگیا۔ جب زیست کی امید نہ رہی تب اس نے اپنے بیٹے ملک شاہ کو اپنا ولیعہد مقرر کیا۔ ملک شاہ کی عمر اس وقت پانچ سال کی تھی امیر ایاز کو ملک شاہ کا اتالیق مقرر کیا۔ اس انتظام کے بعد بروجرد ہی میں ماہ ربیع الثانی ۴۹۸ھ میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اسکے جنازہ کو اصفہان لیجاکر دفن کیا گیا۔ امیر ایاز ملک شاہ کو لیکر ۱۵ ربیع الثانی ۴۹۸ھ میں بغداد میں داخل ہوا۔ خلیفہ مستظہر باللہ نے اس کمسن سلطان کو وہ تمام خطابات عطا کیے جو اسکے دادا ملک شاہ کو دیے رکھے تھے اور اس کا نام خطبہ میں پڑھا

امیر ایاز کا قتل

محمد شاہ نے عہد و اقرار کو بالائے طاق رکھکر اول موصل پر چڑھائی کی اور اس پر قبضہ کرکے بغداد میں حملہ آور ہوا۔ امیر ایاز نے اس کا مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھائی محمد شاہ ۵۰۱ھ میں داخل ہوا اور اس نے امیر ایاز کو گرفتار کرکے قتل کردیا۔ پھر اس کا نام خطبہ میں پڑھا جانے لگا۔ ۵۰۲ھ میں سلطان محمد نے اپنے لئے بغداد میں ایک عالیشان قصر تعمیر کرایا۔ اب اسکی حکومت کو پورا استحکام ہوگیا۔ تمام آبائی ممالک اسکے قبضہ میں آگئے۔ ملک سے فتنہ و فساد دور ہوکر امن و امان کا دور دورہ شروع ہوا

سلطان محمد کی وفات

سلطان محمد نے دس سال اپنے آبائی ملک پر امن اور اطمینان سے حکومت کی اس کے بعد ماہ شعبان ۵۱۱ھ میں وہ بیمار ہوا۔ مرض نے طول پکڑا اور ۲۹ ذی الحجہ ۵۱۱ھ میں اس کا انتقال ہوگیا۔

سلطان محمود کی تخت نشینی

سلطان محمد کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا سلطان محمود تخت نشین ہوا۔ خلیفہ مستظہر باللہ نے اسے خلعت دی اور ۱۵ محرم ۵۱۲ھ سے اس کا نام خطبوں میں پڑھا جانے لگا:۔

خلیفہ مستظہر باللہ کی وفات

سلطان محمود کی تخت نشینی کے چند ہی ماہ بعد خلیفہ مستظہر باللہ بیمار ہوا اور ۱۵ ربیع الاول ۵۱۲ھ کو چوبیس ۲۴ سال تین مہینے خلافت کرنے کے بعد فوت ہو گیا

مسترشد باللہ

مسترشد باللہ بن مستظہر باللہ ماہ ربیع الاول ۴۸۵ھ میں پیدا ہوا تھا۔ ۱۵ ربیع الاول ۵۱۲ھ کو ستائیس ۲۷ سال کی عمر میں تخت خلافت پر بیٹھا اور سب لوگوں نے اسکے ہاتھ پر بیعت کر لی لیکن اسکے بھائی امیر ابوالحسن نے بیعت نہ کی وہ بغداد سے واسط میں چلا گیا۔ ایک سال کے بعد گرفتار ہو کر بغداد میں آیا۔ مسترشد باللہ نے اس کا قصور معاف کر دیا اور اسے قصر خلافت میں ٹھہرنے کی اجازت دیدی۔ اس نے بیعت کر لی سلطان محمود کے دو بھائی مسعود اور طغرل اور تھے مسعود نے موصل سے محمود کے خلاف خروج کیا۔ اس نے اپنے ساتھ قسیم الدولہ زنگی بن آقسنقر والئی سنجار اور ابوالہیجا والئی اربل کو بھی ملا لیا۔ یہ تینوں بغداد پر آ دھمکے۔ محمود ان کا مقابلہ نہ کر سکا۔ انہوں نے بغداد پر قبضہ کر لیا سلطان محمود نے سلطان طغرل پر جو زنجان میں حکمران تھا حملہ کیا۔ طغرل زنجان سے بھاگ گیا سلطان محمود نے زنجان پر قبضہ کر لیا۔ طغرل گنجہ میں چلا آیا۔ سلطان محمود کا ایک چچا سلطان سنجر تھا جس کا لقب ناصر الدین تھا

وہ علاقہ ماوراء النہر کا حاکم تھا۔ اس نے سلطان محمود پر حملہ کیا۔ ماہ جمادی الاول ۵۱۳ھ
میں مقام ساوہ پر چچا بھتیجہ میں جنگ ہوئی۔ سلطان محمود شکست کھا کر بھاگا۔ سلطان
سنجر نے ہمدان پر قبضہ کر لیا۔ اس فتح کا یہ اثر ہوا کہ بغداد میں سلطان سنجر کے نام کا
خطبہ پڑھا گیا۔ سلطان محمود اصفہان میں جا کر ٹھہرا اور جنگی تیاریوں میں مصروف ہوا
سلطان محمود کی دادی یعنی سلطان سنجر کی والدہ زندہ تھی۔ اس نے درمیان میں
پڑ کر چچا بھتیجہ میں اس شرط پر صلح کرادی کہ سلطان سنجر سلطان محمود کو اپنا ولیعہد تسلیم
کرے اور خطبوں میں سلطان سنجر کے بعد سلطان محمود کا نام لیا جائے۔ سلطان سنجر
نے سلطان محمود کے مقبوضہ ممالک میں سے صرف رے لیکر بقیہ ممالک پر اسکی حکومت
تسلیم کرلی۔ سلطان محمود نے سلطان مسعود سے بھی صلح کرلی اور اسے موصل اور آذربائیجان
کی حکومت دیدی۔ لیکن سلطان مسعود نے سلطان محمود پر چڑھائی کردی اور ۱۵ ربیع
الاول ۵۱۴ھ کو دونوں بھائیوں میں جنگ ہوئی۔ سلطان مسعود شکست کھاکر
موصل کے قریب پہاڑوں میں جا کر پناہ گزین ہوا۔ مگر امراء نے درمیان میں پڑ کر دونوں
بھائیوں میں مصالحت کرادی۔ سلطان مسعود کو بدستور موصل کی حکومت ملی اور وہ
موصل میں آ گیا۔ سلطان محمود بغداد میں چلا آیا۔ چند روز کے بعد سلطان محمود نے
سلطان مسعود کو صرف آذربائیجان کی حکومت دی اور موصل پر آقسنقر برسقی کو حاکم
مقرر کیا اور اسکی خوش انتظامی کو دیکھکر واسط کی حکومت بھی اسکے سپرد کردی!
آقسنقر برسقی نے واسط کی حکومت پر اپنی طرف سے قسیم الدولہ عماد الدین
زنگی بن آقسنقر یعنی اپنے بیٹے کو مامور کیا۔ ایک شخص دبیس بن صدقہ نے مسترشد باللہ
کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ خلیفہ اسکی سرکوبی کیلئے خود روانہ ہوا۔ موصل اور واسط
کی فوجیں بھی اسکے جلو میں حاضر ہوئیں مقام مبارکہ میں خلیفہ اور دبیس کی فوجوں
میں جنگ ہوئی۔ عماد الدین زنگی نے اس جنگ میں بڑی سرفروشی کی۔ دبیس کو

شکست ہوئی۔ خلیفہ فتح کرے۔ ۱۶ محرم ۵۱۸ھ کو بغداد میں واپس آیا۔ ایک عرصہ دراز کے بعد عباسی خلیفہ کی سپہ سالاری میں جنگ ہوئی۔ دبیس میدان جنگ سے بھاگ کر سلطان طغرل کے پاس گنجہ میں چلا گیا۔ طغرل نے اُسے اپنے مقربین میں داخل کر لیا۔ دبیس نے طغرل کو عراق پر چڑھائی کرنے کی ترغیب دی۔ طغرل نے اسکے کہنے میں آکر ۵۱۹ھ میں بغداد پر چڑھائی کر دی اور مقام دقوقا میں پہنچکر قیام کیا۔ خلیفہ مسترشد باللہ کو جب اسکی لشکر کشی کی اطلاع ہوئی تو وہ فوج لیکر ۵ صفر ۵۱۹ھ کو بغداد سے روانہ ہوا۔ مقام نہروان میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہو گیا۔ پہلے ہی حملہ میں سلطان طغرل اور دبیس دونوں بھاگ نکلے۔ ان کی فوجیں شکست کھا کر منتشر ہو گئیں۔ خلیفہ پچیس ۲۵ روز سفر میں رہ کر فتحیاب و کامران بغداد میں واپس آیا۔ دبیس اور طغرل دونوں خراسان میں سلطان سنجر کے پاس بھاگ گئے:۔

خلیفہ و سلطان محمود میں جنگ و صلح

بغداد میں سلطان محمود کی طرف سے یرنقش زکوی کوتوال تھا۔ وہ خلیفہ کی بڑھتی ہوئی قوت کو دیکھکر ماہ رجب ۵۲۰ھ میں بغداد سے چلکر اصفہان میں سلطان محمود کے پاس پہنچا اور کہا کہ خلیفہ نے بڑی قوت حاصل کر لی ہے دولت بھی جمع ہو گئی ہے وہ آپ کے اثر و اقتدار سے باہر نکلنا چاہتا ہے سلطان محمود لشکر لے کر بغداد کیطرف روانہ ہوا جب خلیفہ مسترشد باللہ نے سُنا تو سلطان محمود کو لکھا کہ تمہارے بغداد آنیکی ضرورت نہیں ہے تم دبیس کے مقابلہ میں واپس جاؤ۔ اس تحریر سے سلطان محمود کو یقین ہو گیا کہ خلیفہ اس سے جنگ کی تیاری کر رہا ہے وہ نہایت تیزی سے چلکر ۱۷ ذی الحجہ ۵۲۰ھ کو بغداد میں داخل ہوا۔ خلیفہ غربی بغداد میں چلا گیا۔ محمود نے یکم محرم ۵۲۱ھ کو قصر خلافت لٹوا دیا۔ اور دریائے دجلہ کے کنارے پر خلیفہ سے لڑائی شروع کر دی۔ مگر

امرائے شہر کی کوشش سے خلیفہ اور سلطان محمود میں صلح ہو گئی سلطان محمود نے عماد الدین زنگی کو بغداد کی کوتوالی پر مامور کیا اور ربیع الثانی ۵۲۱ھ کو بغداد سے ہمدان چلا گیا دبیس نے سلطان طغرل کیطرح سلطان سنجر کو بھی عراق پر حملہ کرنیکی ترغیب دی اور یہ بھی کہا کہ سلطان محمود سلطان سنجر کی مخالفت کر رہا ہے۔ سلطان سنجر طبش میں آکر سلطان طغرل اور دبیس کو ساتھ لیکر بغداد کیطرف روانہ ہوا۔ رے میں پہنچکر اس نے سلطان محمود کو اس خیال سے اپنے پاس طلب کیا کہ اگر وہ مخالف نہیں ہے تو چلا جائیگا ورنہ حیلے حوالے کرے گا۔ مگر سلطان محمود قاصد کے پہنچتے ہی بلا کسی توقف اور جھجک کے سلطان سنجر کیخدمت میں حاضر ہو گیا۔ سلطان سنجر نے سلطان محمود کی بڑی عزت و تکریم کی اور دبیس کا قصور سلطان محمود سے معاف کرا کر خلیفہ سے بھی معافی دلا دینے کی سفارش کی محمود دبیس کو ساتھ لیکر ۹ محرم ۵۲۳ھ میں بغداد آیا اور اسے خلیفہ کے حضور میں پیش کر کے عفو تقصیر کی سفارش کی خلیفہ نے دبیس کا قصور معاف کر دیا۔ سلطان محمود نے دبیس کو بغداد کا کوتوال مقرر کیا اور عماد الدین زنگی کو موصل کی گورنری عطا کر کے موصل بھیجدیا۔ اس انتظام کے بعد سلطان محمود ماہ جمادی الثانی ۵۲۳ھ کو بغداد سے ہمدان چلا گیا!

دبیس کی بغاوت

محمود کے جاتے ہی دبیس نے بغداد سے بڑھکر حلہ پر قبضہ کر لیا اور خلیفہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ خلیفہ نے اسکی سرکوبی کیلئے فوجیں بھیجیں دبیس کی بغاوت و سرکشی کی خبر سلطان محمود کو بھی پہنچگئی وہ فوراً لشکر لیکر روانہ ہوا اور ماہ ذیقعدہ ۵۲۳ھ میں حلہ کے قریب آ پہنچا دبیس اسکے آنیکی خبر سنکر حلہ سے بھاگا اور بصرہ میں پہنچکر بصرہ کو لوٹ لیا۔ پھر پہاڑوں میں جا چھپا سلطان محمود ہمدان واپس چلا گیا!

سلطان محمود کی وفات

سلطان محمود جب ہمدان پہنچا تو بیمار ہو گیا۔ ہر چند علاج کیا لیکن آرام نہ ہوا۔ آخر ماہ شوال

۵۲۵ھ میں فوت ہوگیا:-

داؤد کی تخت نشینی

سلطان محمود کا بیٹا داؤد تخت نشین ہوا وہ بلاد جبل اور آذربائیجان میں تھا ان دونوں
مقامات میں اسکے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ ماہ ذیقعد ۵۲۵ھ میں داؤد زنجان کی طرف روانہ ہوا
لیکن اس عرصے میں داؤد کے چچا سلطان مسعود نے تبریز پر قبضہ کر لیا۔ داؤد تبریز کیطرف
پلٹا اور ماہ محرم ۵۲۶ھ میں تبریز کا محاصرہ کر لیا۔ مگر دونوں میں صلح ہو گئی۔ سلطان مسعود نے
تبریز چھوڑ دیا اور ایک عظیم الشان لشکر فراہم کر کے خلیفہ مسترشد باللہ کو لکھا کہ خطبہ میں میرا
نام پڑھنے کا حکم دیا جائے۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ سردست سلطان سنجر کا نام خطبہ میں
لیا جاتا ہے داؤد کا اور تمہارا نام نہیں لیا جا سکتا۔ اسی دوران میں سلطان محمد کا بیٹا سلطان
سلجوق شاہ کچھ فوج فراہم کر کے بغداد میں آ دھمکا سلطان نے اسکی بڑی عزت و تکریم
کی۔ ادھر سلطان مسعود نے عماد الدین زنگی والئی موصل سے مدد طلب کی۔ زنگی اسکی مدد کیلئے
پہنچ گیا سلطان مسعود اور عماد الدین زنگی دونوں فوجیں لیکر بغداد کیطرف بڑھے اور مقام
عباسیہ میں جا کر مقیم ہوئے سلجوق شاہ نے ان کے مقابلہ کی تیاری کی اور اپنے سپہ سالار
قراجا ساقی کو ان دونوں کے مقابلہ پر بھیجا۔ عماد الدین زنگی نے قراجا ساقی کا مقابلہ کیا۔
لیکن زنگی کو شکست ہوئی اور وہ وہاں سے بھاگ کر تکریت چلا گیا۔ ان دنوں تکریت
میں مشہور عالم سلطان صلاح الدین ایوبی کے باپ نجم الدین ایوبی حکمران تھا۔ اس نے
عماد الدین زنگی کی بڑی آؤ بھگت کی اسکے لشکر کو کشتیوں اور پلوں کے ذریعہ سے
عبور کرایا۔ زنگی دریا عبور کر کے موصل کیطرف چلا گیا۔ سلطان مسعود نے سلجوق سے
خط و کتابت کر کے یہ طے کرایا کہ عراق کی حکومت سلطان مسعود کے قبضہ میں رہے اور خطبہ میں
سلطان مسعود کے بعد سلطان سلجوق شاہ کا نام لیا جائے اس قرارداد کے بعد صلحنامہ لکھا گیا
اور سلطان مسعود ماہ جمادی الاول ۵۲۶ھ کو بغداد میں داخل ہوا۔

سلطان سنجر کی یورش

اس عرصے میں دبیس پہاڑوں سے نکلکر پھر سلطان سنجر کے پاس پہنچگیا سلطان سنجر کے ساتھ سلطان طغرل بھی تھا۔ پھر دبیس نے سلطان سنجر کو بغداد پر حملہ کرنیکی ترغیب دی سلطان سنجر طغرل اور دبیس کو ساتھ لے کر چلا پہلے رَے میں پہنچا۔ پھر وہاں سے ہمدان کیطرف بڑھا۔ اسکی حملہ آوری کی خبر سنکر مسعود شاہ اور سلجوق شاہ معہ قراجا ساقی کے روانہ ہوئے۔ استر آباد کے قریب دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوگیا مسعود اور سلجوق دونوں نے شکست کھائی سلطان سنجر نے ان دونوں کو معافی دیکر اپنے پاس طلب کیا۔ دونوں چلے گئے سلطان سنجر نے انکی بڑی عزت اور بڑی مدارات کی سنجر نے اپنے بھتیجے طغرل کو عراق کی حکومت سپرد کی۔ اسی اثناء میں معلوم ہوا کہ والئی ماوراءالنہر نے خراسان پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دی ہیں۔ سلطان سنجر ماہ ذی الحجہ ۵۲۶ھ میں خراسان کی طرف روانہ ہوا:-

خلیفہ مسترشد باللہ کی گرفتاری

سلطان داؤد بلاد آذربائیجان میں حکمران تھا وہ لشکر لیکر طغرل پر حملہ آور ہوا طغرل نے اُسے شکست دی۔ غرض آل سلجوق آپسمیں لڑتے بھڑتے رہے انکی خانہ جنگیوں کا افسانہ بڑا طویل ہے انکی خانہ جنگیوں نے ملک کا امن و امان اور بھی تباہ کردیا۔ کچھ عرصے کے بعد طغرل فوت ہوگیا اور سلطان مسعود نے عراق پر قبضہ کرلیا لیکن سلطان مسعود خلیفہ مسترشد باللہ سے ناخوش ہوکر بغداد پر حملہ آور ہوا۔ خلیفہ فوج لیکر اسکے مقابلہ میں آیا مسعود نے لالچ دیکر خلیفہ کے افسروں اور لشکریوں کو توڑ لیا خلیفہ کو شکست ہوئی سلطان مسعود نے خلیفہ کو گرفتار کرکے علاقہ ہمدان کے ایک قلعہ میں قید کردیا:

خلیفہ کا قتل

جب خلیفہ کی گرفتاری اور قید کی خبر بغداد میں پہنچی تو اہل بغداد میں ماتم برپا ہوگیا۔

انہیں ایام میں خراسان اور عراق میں متواتر کئی روز تک زلزلے آتے رہے لوگ ہیبت الٰہی سے ڈر گئے سلطان سنجر نے اپنے بھتیجے سلطان مسعود کو لکھا۔ کہ "تم نے خلیفہ کو قید کر کے قہر ربانی کو دعوت دے دی ہے۔ لوگوں نے نمازیں پڑھنی چھوڑ دیں ہیں بغداد کے مسلمان ماتم کر رہے اور بد دعائیں دے رہے ہیں۔ خدا کا غضب نازل ہونے لگا ہے اگر تم قہر خدا سے بچنا چاہتے ہو تو خلیفہ سے معافی مانگو اور بہ عزت و احترام انہیں بغداد میں پہنچاؤ" سلطان مسعود اس فرمان کے پہنچتے ہی سلطان سنجر کے حکم کی تعمیل کیلئے علاقہ ہمدان کیطرف روانہ ہوا اسکے لشکر میں ستره آدمی قرامطہ کے بھی شامل ہو گئے۔ ان کی شرکت کی خبر سلطان مسعود کو نہ ہوئی۔ جب سلطان مسعود خلیفہ مسترشد باللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کر رہا تھا۔ اس وقت قرامطہ کے چند لوگوں نے خلیفہ پر اچانک تلواروں سے حملہ کر کے قتل کر دیا مسعود بڑا غضبناک ہوا اس نے تمام قرامطہ کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا۔ یہ واقعہ ۱۶ ذیقعدہ ۵۲۹ھ روز پنجشنبہ کا ہے جب خلیفہ کے قتل کی خبر بغداد میں پہنچی تو بڑا کہرام مچا

راشد باللہ

اس خلیفہ کا نام منصور تھا۔ وہ مسترشد باللہ کا بیٹا تھا۔ اسکی کنیت ابو جعفر تھی وہ ۵۰۰ھ میں پیدا ہوا تھا جس وقت وہ پیدا ہوا تھا۔ اس وقت اسکے پاخانہ کی جگہ نہ تھی۔ جراحوں نے چاندی کے نشتر سے شگاف دیکر سوراخ کیا تھا۔ وہ ۵۲۹ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا تھا۔ جب وہ تخت نشین ہوا اس وقت مسعود بغداد میں تھا یہ خلیفہ نہایت حریص اور جابر تھا۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی لوگوں سے جبر و ظلم سے دولت حاصل کرنا شروع کی مظلوموں نے سلطان مسعود کو خلیفہ کی شکایت لکھی مسعود فوراً بغداد کیطرف روانہ ہو گیا۔ خلیفہ راشد باللہ اسکے آنیکی خبر سنکر موصل کیطرف بھاگ گیا سلطان مسعود نے بغداد میں پہنچکر علماء اور فقہا سے فتوے حاصل کر کے خلیفہ راشد باللہ کو معزول کر دیا

یہ خلیفہ ایک سال خلافت کرنے کے بعد ہی ۱۶ ذیقعد ۵۳۰ھ کو معزول کر دیا گیا :-

مقتفی لامر اللہ

اس خلیفہ کا نام محمد بن مستظہر باللہ تھا کنیت ابو عبداللہ تھی مقتفی لامر اللہ لقب اختیار کیا۔ ۱۲ ربیع الاول ۴۹۷ھ کو ایک حبشیہ کنیز کے بطن سے پیدا ہوا تھا ۱۲ ذی الحجہ ۵۳۰ھ کو تخت خلافت پر بیٹھا۔ چونکہ خلیفہ راشد باللہ کو معزول کیا گیا تھا۔ اس لئے وہ اس فکر میں تھا کہ پھر وہ خلیفہ تسلیم کر لیا جائے۔ چنانچہ چادر اور عصا ابتک اسکے قبضہ میں تھے وہ موصل میں اسلئے گیا تھا کہ شاید والئی موصل عماد الدین زنگی اسکی اعانت کرے لیکن عماد الدین سلطان مسعود کا آوردہ اور محکوم تھا اور راشد باللہ کو سلطان مسعود نے ہی معزول کرایا تھا۔ اسلئے زنگی نے راشد کی مدد نہ کی بلکہ جب سلطان مسعود نے عماد الدین زنگی کو لکھا کہ تم خطبہ سے راشد کا نام خارج کر کے مقتفی لامر اللہ کا نام شامل کر کے پڑھو اور عماد الدین زنگی نے اس حکم کی تعمیل کی تو راشد باللہ زنگی سے خفا ہو کر موصل سے آذربائیجان کیطرف چلا گیا اور وہاں جاکر اس نے علاقہ آذربائیجان میں خوب لوٹ مار کی یہ واقعہ ۵۳۱ھ کا ہے

راشد باللہ کا قتل

فارس کے بعض سرداروں نے راشد کے پاس جاکر اس کی حمایت کرنے کا قصد کیا۔ سلطان مسعود کو اطلاع ہو گئی وہ ماہ شعبان ۵۳۲ھ میں بغداد سے فارس کی طرف گیا اور ان سرداروں کو جو راشد کی مدد کرنا چاہتے تھے شکست دیکر آوارہ و پریشان کر دیا۔ اب مسعود نے آذربائیجان کا قصد کیا۔ لیکن اسے خبر ملی کہ سلطان داؤد اور خوارزم شاہ راشد باللہ کو ساتھ لیکر عراق پر حملہ کرنیکی نیت سے آ رہے ہیں سلطان مسعود اپنا لشکر لیکر ان کے مقابلہ میں پہنچا اور نہایت شدت سے حملہ کر کے راشد کو شکست دی :-

سلطان داؤد اور خوارزم شاہ دونوں نے راشد کا ساتھ چھوڑ دیا۔ راشد اصفہان کی طرف گیا اور اصفہان کا محاصرہ کر لیا۔ چونکہ راشد نے ظلم و ستم پر کمر باندھ لی تھی بہت سے علماء کو قتل کرا دیا تھا۔ بہت لوگوں کی دولت بلا استحقاق چھین عام طور پر لوگوں کو پکڑ پکڑ کر سولی چڑھا دیا تھا۔ اس لئے لوگ اس سے سخت ناراض ہو گئے تھے۔ جب راشد نے اصفہان کا محاصرہ کیا تو اثنائے محاصرہ میں بیمار پڑ گیا۔ انہیں ایام میں چند خراسانیوں نے ۱۶ رمضان ۵۳۲ھ کو راشد کو چھریوں سے قتل کر ڈالا۔ راشد اصفہان کے باہر مقام شہرستان میں دفن کیا گیا اور چادر و عصا یہ دونوں چیزیں مقتفی کے پاس بغداد میں بھیجی گئیں:-

عام بدامنی

جبکہ سلطان مسعود راشد سے جنگ میں مشغول تھا اس وقت سلجوق شاہ نے حملہ کر کے بغداد پر قبضہ کر لیا۔ اگرچہ اہل بغداد نے اسے جلد ہی شکست دیکر بغداد سے نکال دیا لیکن ملک میں ہر طرف عام بدامنی پھیل گئی۔ راستے یہاں تک غیر محفوظ ہو گئے کہ ۵۳۲ھ میں بغداد سے غلاف کعبہ مکہ معظمہ نہیں بھیجا جا سکا۔ سلطان مسعود نے ۵۳۳ھ میں بغداد واپس آ کر بدامنی کو دور کرنے کی کوشش کی۔ اس نے بہت سے وہ ٹیکس جو اہل بغداد سے وصول کئے جاتے تھے معاف کر دیئے:-

بغداد سے دولت سلجوقیہ کا خاتمہ

اب ملک میں جس کی لاٹھی اس کی بھینس والی مثل تھی۔ سلجوقی خاندان کے بہت سے افراد بعض شہروں اور قلعوں پر قابض ہو کر خود مختار ہو گئے تھے۔ سلطان مسعود نے ان لوگوں کو ہموار کرنے کے بجائے انکے استیصال کی کوشش کی چنانچہ اس نے اول اپنے لشکر کے بہت سے ان سرداروں کو جن پر اسے یہ شبہ تھا کہ وہ اسکے اہل خاندان سے ساز کئے ہوئے

ہیں قتل کرا دیا۔ اس سے خود اسکی اپنی قوت کمزور ہوگئی۔ پھر اس نے اپنے خاندان والوں کو بھی دھوکہ سے بلا بلا کر قتل کرانا شروع کر دیا۔ اس سے سلجوقی خاندان کی طاقت کو باڑھا لگ گیا۔ ان دونوں حرکتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ عراق کی بد امنی کو دور نہ کرسکا اور بغداد سے نکلکر بلادِ جبل میں چلا گیا اور وہیں اقامت گزین ہوگیا۔ سلطان سنجر نے سلطان مسعود کو ایک ملامت آمیز خط لکھا جس کا ماحصل یہ تھا کہ :

تم نے اپنے دوستوں کو قتل کرنے میں بڑی نادانی کی ہے اپنے خاندان والوں کو مروا کر سلجوقی خاندان کو بڑا نقصان پہنچایا ہے پھر بغداد کی سکونت ترک کرکے خلیفہ کو آزاد چھوڑ دیا ہے یہ باتیں آئین جہانداری کے خلاف ہیں۔ اگر دولت سلجوقیہ کو قائم و برقرار رکھنا چاہتے ہو تو مرد میدان بنو۔ بغداد میں جا کر قیام کرو۔ اپنے خاندان والوں کی مدد کرو۔ لوگوں کو تسلی اور دلاسہ دو۔ سخاوت اور عفو کو اختیار کرو :۔

سلطان سنجر عراق کی بدامنی کو دور کرنے کے لئے "خود رے" میں آیا۔ اور سلطان مسعود بھی ۵۴۴ھ میں رے ہی کے مقام پر اس کی خدمت میں حاضر ہوگیا اس عرصے میں ملک شاہ بن سلطان محمود نے بغداد پر چڑھائی کی اور ماہ رجب ۵۴۴ھ میں بغداد کا محاصرہ کر لیا۔

خلیفہ مقتفی نے قلعہ بندی کرکے مسعود کو اطلاع دی۔ لیکن مسعود کے آنے سے پہلے ہی ملک شاہ نہروان پر قابض ہوگیا اور اسے لوٹ کر برباد و ویران کر دیا۔ البتہ وہ بغداد پر قابض نہ ہوسکا۔ اس عرصے میں اسے سلطان مسعود کے آنے کی اطلاع ہوئی وہ وہاں سے بھاگ گیا اور سلطان مسعود پندرہ ۱۵ شوال ۵۴۴ھ کو بغداد میں آیا تقریباً ایک سال بغداد میں رہ کر ۵۴۵ھ میں ہمدان کیطرف چلا گیا۔ اس کے بعد وہ دو سال تک وہ ملک میں امن و امان قائم کرنیکی کوشش کرتا

رہا۔ آخر یکم رجب ۵۴۷ھ کو سلطان مسعود نے وفات پائی:۔
اگرچہ سلطان مسعود کے بعد بھی کئی بادشاہ سلجوقی خاندان سے ہوئے لیکن سلطان مسعود کے مرتے ہی بغداد سے دولت سلجوقیہ کا خاتمہ ہوگیا:۔

ملک شاہ بن سلطان محمود سلجوقی

سلطان مسعود کی وفات کے بعد مسعود کے وزیر اعظم خاص بیگ نے ملک شاہ بن سلطان محمود کو تخت نشین کیا۔ ملک شاہ نے ایک سردار کو حلہ پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا۔ اس نے حلہ پر آکر قبضہ کر لیا۔ لیکن بغداد کے کوتوال مسعود جلال نامی نے حلہ پر حملہ کرکے ملک شاہ کے سردار کو قتل کرکے حلہ پر قبضہ کرلیا۔ اور اپنی خودمختاری کا اعلان کردیا۔ خلیفہ مقتفی لامراللہ نے فوج لے کر خود حلہ پر حملہ کیا اور اُسے فتح کرکے واسط پر چڑھائی کی اسے بھی تسخیر کرکے ۱۰ ذیقعد ۵۴۷ھ میں بغداد میں واپس آیا:۔

خلیفہ مقتفی لامراللہ کی معرکہ آرائیاں

۵۴۹ھ میں خلیفہ مقتفی لامراللہ نے تکریت پر چڑھائی کی اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اہل قلعہ نے نہایت سختی سے مدافعت کی۔ خلیفہ نے شہر کو تو فتح کرلیا لیکن قلعہ فتح نہ ہوسکا۔ وہ لشکر کو محاصرہ پر چھوڑ کر خود بغداد میں واپس آیا اور اپنے وزیر کو قلعہ شکن منجنیقیں دے کر روانہ کیا۔ وزیر نے قلعہ تکریت کے گرد منجنیقیں پھیلادیں لیکن قلعہ کو پھر بھی فتح نہ کرسکا۔ اسی اثنائیں ارسلان بن طغرل سلجوقی نے ایک فوج لے کر خلیفہ مقتفی کے وزیر پر جو تکریت کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ حملہ کردیا وزیر نے خلیفہ کو اس کی اطلاع دی۔ خلیفہ مقتفی لشکر لیکر بغداد سے روانہ ہوا

مقام عقر بابل پر سلطان ارسلان کے لشکر سے مقابلہ ہو گیا۔ دونوں لشکر اٹھارہ دن تک نہایت جاں بازی سے لڑتے رہے۔ خلیفہ کے کچھ سپاہی جنگ کی طوالت سے گھبرا کر بھاگ گئے۔ لیکن خلیفہ بقیہ لشکر کے ساتھ میدان میں ڈٹا رہا۔ اور آخر اس نے ایک پرزور حملہ کر کے سلطان ارسلان کو شکست دی۔ ارسلان اور اس کے ہمراہی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ خلیفہ مقتفی مظفر و منصور ہو کر یکم شعبان ۵۴۹ھ میں بغداد واپس آ گیا:۔

سلطان سنجر کی گرفتاری

سلطان سنجر سلطان العراق" کے نام سے مشہور تھا وہ خراسان میں حکومت کرتا تھا۔ اس کے عہد میں ۵۳۶ھ میں ترکوں کے ایک گروہ نے جو ترکان خطا" کے نام سے موسوم تھا علاقہ ماوراء النہر پر یورش کی اور اس علاقہ کے خوانین کو بجبر وہاں سے نکال کر قبضہ کر لیا۔ ان معرکوں میں سلطان سنجر کے کئی نامی سردار کام آ گئے۔ جس کی وجہ سے سلطان سنجر کی قوت کمزور ہو گئی۔ اس کی کمزوری کے سبب اس کے ماتحت حکمران اور غلام زادے زور پکڑ گئے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں خوارزم شاہ جو خاندان سلجوقیہ کا ایک غلام خاندان تھا۔ خود مختار ہو گیا:۔

ترکان خطا نے علاقہ ماوراء النہر سے ایک ترکی قبیلہ کو جو ترکان غز کہلاتا تھا اس علاقہ سے نکال دیا۔ چنانچہ ترکان غز کا قبیلہ خراسان میں آ گیا اور لوٹ مار کرنے لگا۔ سلطان سنجر ان کی چیرہ دستیوں سے تنگ آ کر ان کے مقابلہ کو نکلا۔

سلطان سنجر سلجوقی اور ترکان غز میں ۵۴۸ھ میں نہایت خونریز جنگ ہوئی سلطان کا لشکر شکست کھا کر بھاگ گیا اور سنجر ترکوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا ترکان غز نے سلطان سنجر کو قید کر کے اپنے ساتھ لے لیا اور خراسان کے شہروں کو لوٹتے ہوئے پھرنے لگے۔ کسی کو اسکے مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔

رفتہ رفتہ جب ان کی قوت بڑھ گئی تو انہوں نے اپنے دشمن ترکان خطا پر بھی حملے شروع کر دیئے اور انہیں بھی شکستیں دینے لگے۔ عجیب تر بات یہ ہے کہ سلطان سنجر اگرچہ قید تھا۔ مگر اس کا نام خراسان میں خطبہ میں اب بھی پڑھا جاتا تھا حالانکہ ترکان غز نے اس سلطان کی تنخواہ ایک سائیس کی تنخواہ کے برابر مقرر کی تھی۔ اتفاق سے ۵۵۱ھ میں سلطان سنجر کو موقعہ مل گیا اور وہ ترکان غز کی قید سے نکل بھاگا۔ اور اس نے پھر خراسان پر قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ اور آخر اسی جدوجہد میں ۵۵۲ھ میں ناکامی کی حالت میں فوت ہو گیا:۔

دولت خوارزم شاہی

سلطان سنجر کے فوت ہو جانے کے بعد خوارزم شاہ نے آہستہ آہستہ تمام خراسان پر قبضہ کر لیا اور ترکان غز کے زور کو توڑ کر انہیں پھر علاقہ ماوراءالنہر کیطرف دھکیل دیا اس طرح پر ۵۵۲ھ میں خلیفہ مقتفی لامر اللہ کے عہد میں دولت خوارزم شاہیہ کی بنیاد قائم ہوئی:۔

نورالدین زنگی

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ سلطان مسعود سلجوقی نے عماد الدین زنگی کو موصل کی حکومت عطا کی تھی۔ عماد الدین کا انتقال ہو گیا۔ اور اسکی جگہ اس کا بیٹا نورالدین زنگی تخت نشین ہوا تھا۔ اس نے خلیفہ مقتفی کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ ۵۴۹ھ میں مصر کے عبیدی حاکم نے حلب پر لشکر کشی کی خلیفہ مقتفی لامر اللہ نے نورالدین زنگی کو حلب کی بھی سند امارت عطا کر کے حلب کو بچانے پر مامور کیا۔ نورالدین زنگی بڑا بہادر اور جنگجو آدمی تھا۔ اس نے عبیدی لشکر کے حلب میں پہنچنے سے پہلے ہی حلب پر جا کر تسلط کر لیا۔ خلیفہ مقتفی نے نورالدین زنگی کو ملک العادل کا خطاب عطا کیا

نورالدین زنگی نے حلب سے آگے بڑھکر مصر پر یورش کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عبیدی لشکر کو حلب کی طرف بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔

سلجوقیوں کی باہمی کشمکش

سلطان سنجر نے اپنے بھتیجہ سلیمان شاہ بن سلطان محمد کو اس لئے اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا کہ اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ جب سلطان سنجر کو ترکوں نے گرفتار کرلیا تو سلیمان شاہ کو کچھ لشکر لے کر بغداد میں چلا آیا۔ ماہ محرم ۵۵۱ھ میں خلیفہ نے اُسے نائب السلطنت مقرر کیا اور اس کا نام خطبہ میں پڑھا گیا۔ ماہ ربیع الاول ۵۵۱ھ میں سلطان سلیمان شاہ بلاد جبل کے انتظام کی غرض سے اس طرف روانہ ہوا۔ اس کے جاتے ہی سلطان محمد بن سلطان محمود سلجوقی نے نورالدین زنگی کے بھائی قطب الدین زنگی کو جو موصل میں نورالدین زنگی کا نائب تھا ساتھ لے کر بغداد پر چڑھائی کی جب نورالدین زنگی کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے اپنے بھائی قطب الدین زنگی کو ملامتانہ خط لکھا۔ قطب الدین نے سلطان محمد کا ساتھ چھوڑ دیا چنانچہ سلطان محمد سلجوقی ربیع الاول ۵۵۲ھ میں بغداد سے موصل کی طرف محاصرہ اٹھا کر چلا گیا اور ہمدان میں جاکر مقیم ہوا۔ وہاں اُسے سل کا عارضہ لاحق ہو گیا اور اسی مرض میں اس نے ماہ ذی الحجہ ۵۵۴ھ میں وفات پائی۔ اسکے انتقال کے بعد سلجوقی شہزادوں میں تخت نشینی کے لئے باہم آویزش ہوئی۔ بالآخر فیصلہ یہ ہوا کہ سلطان محمد کے چچا سلطان سلیمان شاہ کو تخت نشین کیا جائے ان دنوں سلطان سلیمان شاہ موصل میں قطب الدین زنگی کی حراست میں تھا سلجوقیوں نے نورالدین زنگی سے سلطان سلیمان شاہ کو رہا کر دینے کی استدعا کی۔ نورالدین نے اپنے بھائی قطب الدین زنگی کو لکھا اور اس نے سلطان سلیمان شاہ کو رہا کر دیا۔

چنانچہ سلطان سلیمان شاہ تخت نشین ہوا لیکن ابھی وہ سلطنت پر اچھی طرح قابض بھی نہ ہونے پایا تھا کہ سلیمان شاہ کے ایک سردار شرف الدین نے اُسے اور اسکے وزیر کو قتل کر ڈالا اور ارسلان شاہ بن طغرل سلجوقی کو تخت نشین کر کے اسکے نام کا خطبہ ہمدان میں پڑھوایا۔ ارسلان شاہ کی ماں یعنی سلطان طغرل کی بیوہ نے اپنا نکاح سلطان مسعود سلجوقی کے ایک غلام ایلدکز سے کر لیا تھا۔ جب ارسلان شاہ تخت نشین ہوا تو ایلدکز اس کا اتالیق مقرر ہوا۔ ایلدکز نے خلیفہ مقتفی لامراللہ کی خدمت میں درخواست کی کہ بغداد میں ارسلان شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا جانے کا حکم دیا جائے۔ لیکن خلیفہ نے اس درخواست کو نامنظور کیا اور ایلدکز کے قاصد کو بے عزت کر کے دربار سے نکلوا دیا۔ اس عرصے میں ملک شاہ سلجوقی کے کمسن بیٹے محمود بن ملک شاہ کو اسکے باپ کے مصاحب فارس کی طرف اس غرض سے لیگئے کہ صوبہ فارس کے حاکم زنگی بن دکلا سلغری کی امداد حاصل کر کے اُسے تخت نشین کریں لیکن زنگی بن دکلاء نے ان مصاحبوں سے نوعمر محمود کو چھین کر قلعہ اصطخر میں نظر بند کر دیا۔ جب خلیفہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو چونکہ خلیفہ اس نوعمر محمود ہی کو مستحق خلافت سمجھتا تھا۔ اسلئے اس نے زنگی بن دکلاء کو لکھا کہ تم محمود کو آزاد کر کے اسکے ہاتھ پر بیعت کرو اور اسکے نام کا خطبہ فارس میں پڑھواؤ۔ چنانچہ زنگی نے فوراً محمود کو آزاد کر کے اسکے ہاتھ پر بیعت کی اور اسکے نام کا خطبہ فارس میں پڑھوا دیا۔

ادھر ایلدکز نے زنگی بن دکلاء والئی فارس کو لکھا کہ تم سلطان سلیمان شاہ کے نام کا خطبہ پڑھواؤ۔ زنگی نے اسکے اس حکم کے ماننے سے انکار کر دیا۔ ایلدکز نے فارس پر فوجیں روانہ کیں۔ زنگی نے ان کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست دے کر بھگا دیا۔

مقتفی لامراللہ کی وفات

۵۵۵ھ میں خلیفہ مقتفی لامراللہ بیمار ہوا اور ۱۲ ربیع الاول ۵۵۵ھ کو چوبیس ۲۴ سال

اور چار ہجری میں اس نے خلافت کرنے کے بعد وفات پائی۔ یہ خلیفہ بڑا مدبر اور بہادر تھا۔ اس نے اپنے آپکو سلجوقی سلطانوں کے اثر و اقتدار سے آزاد کر کے اتنی قوت حاصل کر لی کہ عراق اور بغداد پر آزادانہ حکومت کی۔ اس نے دولت عباسیہ کی گرتی ہوئی عمارت کو تھام لیا۔ اسی لئے وہ خلفائے عباسیہ کے آخری اور کمزور خلفا میں ایک نامور اور طاقتور خلیفہ شمار کیا گیا ہے۔

دولت سلجوقیہ و دولت دیالمہ

دولت بنو بویہ دیالمہ اور دولت سلجوقیہ کے حالات کو پڑھنے کے بعد سب سے پہلی بات یہ ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ ان دونوں حکومتوں میں اہل خاندان میں خانہ جنگیاں رہیں جس کی وجہ سے ملک کا امن و امان تباہ رہا۔ لوگوں کی دولت عزت اور جانیں خطرہ میں رہیں لیکن عہد دیالمہ میں خلافت اسلامیہ کو زیادہ نقصان پہنچا۔ چونکہ وہ شیعہ تھے اس لئے انہیں خلیفہ سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ انہوں نے خلیفہ کو اس لئے برائے نام رکھا تا کہ ان کی حکومت و سلطنت میں کوئی رکاوٹ نہ ہو انہوں نے عباسی خلفاء کو بے عزت کرنے میں کبھی گریز نہیں کیا۔ ان کے عہد میں شیعوں اور سنیوں میں آئے دن فسادات ہوتے رہے ان وجوہات سے مسلمانوں کی قوت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا لیکن جب سلجوقی ان کی جگہ حکمران ہوئے تو اگرچہ انہوں نے بھی خلیفہ کو رکھا اپنے ہی قبضہ و اقتدار میں لیکن اسکی عزت و تعظیم میں کوتاہی نہ کی ان کے زمانہ میں سنی شیعوں میں کبھی فساد نہ ہوا اور مسلمانوں کی ضائع شدہ قوت اور گئی ہوئی عظمت پھر واپس آ گئی۔ اسلئے مؤرخوں کا یہ خیال درست ہے کہ سلجوقیوں کی ملک گیری کی قابلیت دیالمہ سے کہیں زیادہ اچھی تھی۔ دیالمہ میں مجوسیت تھی اور سلجوقیوں میں دینداری تھی۔ دیالمہ کا دور حکومت ناکام رہا اور سلجوقیوں کا کامیاب رہا۔ بہرحال یہ دونوں قوتیں فنا ہو کر اب تیسری طاقت خوارزم شاہیہ کا ظہور ہوا:

مستنجد باللہ

اس خلیفہ کا نام یوسف تھا۔ وہ مقتفی لامر اللہ کا بیٹا تھا۔ اسکی کنیت ابو المظفر تھی مستنجد باللہ کا لقب اختیار کیا۔ اسکی ماں کا نام طاؤس تھا جو ایک گرجستانی کنیز تھی ۵ ماہ ربیع الثانی ۵۱۰ھ میں پیدا ہوا تھا۔ پینتالیس ۴۵ سال کی عمر میں ۵۵۵ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا:۔

بغاوتیں

۵۵۶ھ میں ترکمانوں نے بغاوت کی خلیفہ مستنجد باللہ خود لشکر لے کر باغیوں کی سرکوبی کیلئے روانہ ہوا۔ ترکمانوں نے خلیفہ کا مقابلہ بڑے جوش و خروش سے کیا۔ لیکن خلیفہ نے انہیں شکست دے کر ان کی قوت کو توڑ دیا اور انہوں نے اطاعت اختیار کر لی۔ اسی سال کردوں نے بغاوت کر دی خلیفہ مستنجد باللہ نے ان کی گوشمالی کیلئے لشکر روانہ کیا لیکن یہ شاہی لشکر باغیوں سے مقابلہ کرتے ہی بھاگ آیا خلیفہ خود فوج لے کر کردوں کے مقابلہ میں پہنچا کرد بڑی جانبازی سے لڑے لیکن بالآخر شکست کھا کر رام ہو گئے۔ ابھی خلیفہ مستنجد باللہ کردوں کی جنگ سے واپس آ کر بغداد میں آرام سے بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ عربوں نے بغاوت کر دی خلیفہ انکے مقابلہ کیلئے بھی خود ہی روانہ ہوا۔ عربوں نے خلیفہ کو دیکھتے ہی امان طلب کی خلیفہ نے امان دیدی یہ واقعہ بھی ۵۵۶ھ کا ہے ۵۵۷ھ میں مقام حلہ میں بغاوت کے آثار نمایاں ہوئے حلہ میں قبیلۂ بنی اسد کثرت سے آباد تھا اس قبیلہ نے سرکشی کی خلیفہ نے نرمی سے کام نکالنا چاہا لیکن بنو اسد نہ مانے تمرد پر آمادہ رہے مجبور ہو کر خلیفہ مستنجد نے ۵۵۸ھ میں انکی تادیب کیلئے فوجیں روانہ کیں بنو اسد نے مقابلہ کیا لیکن پسپا ہوئے خلیفہ نے اس قبیلہ کے تمام افراد کو جلاوطن کر کے عراق سے نکال دیا۔ اسطرح خلیفہ مستنجد نے عراق کی بغاوتوں کو فرد کر کے امن امان قائم کر دیا:۔

شیرکوہ

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ نورالدین زنگی کے سپہ سالاروں میں سلطان صلاح الدین کا باپ نجم الدین بھی ایک سالار تھا۔ نجم الدین کا ایک بھائی شیرکوہ بھی تھا۔ شیرکوہ بھی نورالدین زنگی کے لشکر میں سپہ سالاری کے عہدہ پر مامور تھا۔ شیرکوہ کا اصل نام اسدالدین تھا۔ ان ایام میں مصر کی خلافت علویہ یا فاطمیہ یا اسمٰعیلیہ کا آخری فرمانروا یا خلیفہ عاضدالدین اللہ تھا۔ یہ خلافت بے حد کمزور ہو چکی تھی۔ بدقسمتی سے وزارت کا جھگڑا شروع ہو گیا تھا۔ اصل وزیر ملک صالح طلائع بن زریک کو ۵۵۶ھ میں اُمرا نے قتل کر دیا تھا۔ شاور نے عہدۂ وزارت ہتیا لیا تھا۔ ایک شخص ضرغام نامی نے شاور کو شکست دے کر خود وزارت کا عہدہ سنبھال لیا۔ شاور مصر سے شام میں نورالدین زنگی کے پاس بمقام دمشق مدد مانگنے کے لئے حاضر ہوا اور نورالدین سے یہ وعدہ کیا کہ اگر وہ مصر کی وزارت پر بحال ہو گیا تو ملک کے محاصل کا تیسرا حصہ نورالدین کی نذر کیا کرے گا۔ نورالدین نے اسدالدین شیرکوہ کو دو ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ شاور کے ہمراہ اس کی مدد کیلئے روانہ کیا۔ شیرکوہ نے اپنے جواں بخت و جواں سال بہادر بھتیجے صلاح الدین کو بھی اپنے ساتھ لے لیا اور اسے ہراول میں سپہ سالار مقرر کر دیا۔ ۵۵۹ھ میں یہ لشکر مصر میں پہنچا۔ ضرغام نے اپنے بھائی ناصرالدین کو شیرکوہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ بلبیس کے تل بسیط پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ شیرکوہ نے ناصرالدین کو شکست دے کر بھگا دیا۔ اور وہاں سے کوچ کر کے قاہرہ میں جا پہنچا۔ ضرغام تاب مقابلہ نہ دیکھ کر بھاگ گیا لیکن ایک سپاہی کے ہاتھ آ گیا اور اس نے اُسے قتل کر ڈالا۔ ناصرالدین بھی جو ضرغام کا بھائی تھا۔ گرفتار ہوا اور شاور نے اُسے بھی قتل کر دیا اب شاور مستقل طور پر وزیر بن گیا۔

شاور کی وعدہ خلافی

اسد الدین شیر کوہ نے شاور کو اسکے وعدہ کی یاد دہانی کرائی۔ شاور نے صرف تیس ہزار دینار دے کر ٹالنا چاہا۔ شیر کوہ اڑ گیا کہ اپنا وعدہ پورا کرو۔ شاور نے قاہرہ کے پھاٹک بند کرا کر شیر کوہ کے مقابلہ کی تیاری شروع کر دی۔ شیر کوہ نے قاہرہ کا محاصرہ کر لیا اور اپنے بھتیجے صلاح الدین کو کچھ فوج دیکر بلبیس کیطرف بھیجدیا۔ شاور نے یہ حماقت کی کہ یروشلم (بیت المقدس) کے عیسائی بادشاہ اموری سے مدد طلب کی۔ اموری کی نظر عرصہ سے مصر پر لگی ہوئی تھی۔ وہ فوراً تیار ہو گیا۔ شاور نے اس عیسائی بادشاہ کو اسد کے علاوہ فی پڑاؤ ایک ہزار دینار دینے کا وعدہ لیا۔ اموری فوج لیکر مصر پر چڑھ آیا۔ اس طرح شاور نے ایک اور آفت کو اپنے ملک میں بلا لیا۔ شیر کوہ اموری کے آنے کی خبر سنکر معہ لشکر کے بلبیس کی طرف کوچ کر گیا۔ اموری نے بلبیس میں پہنچکر شیر کوہ اور صلاح الدین کا محاصرہ کر لیا۔ شیر کوہ نے ان واقعات کی اطلاع نور الدین زنگی کو کی۔ نور الدین کو عیسائیوں کی اس حرکت پر غصہ آیا۔ اس نے فوراً لشکر لے کر عیسائی ممالک پر حملہ کر دیا۔ اموری بادشاہ کے ماتحت حکمران بوہمنڈ انطاکیہ کا والی اور ریمنڈ طرابلس کا گورنر متفقہ طور پر نور الدین زنگی کے مقابلہ میں آئے۔ نور الدین نے ان دونوں کو شکست دیکر ان کی فوجوں کو بھگا دیا اور بوہمنڈ اور ریمنڈ دونوں کو گرفتار کر لیا:

جب ان واقعات کی اطلاع اموری کو ہوئی تو وہ شیر کوہ کا محاصرہ چھوڑ کر اپنا ملک نور الدین کی دستبرد سے بچانے کے لئے واپس چلا گیا۔ اب شاور نے مجبور ہو کر شیر کوہ کی خوشامد کی اور اُسے ساٹھ ہزار دینار دیکر رخصت کیا۔ شیر کوہ دمشق میں واپس آ گیا۔ عیسائی جو مصر پر قبضہ کرنا چاہتے تھے شیر کوہ کے مصر سے جاتے ہی پھر مصر پر حملہ آور ہوئے۔ نور الدین زنگی کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو اُس نے پھر شیر کوہ اور

صلاح الدین کو عیسائیوں کے ہاتھوں سے مصر کو بچانے کیلئے روانہ کیا۔ شیرکوہ لشکر جرار لے کر ربیع الاول ۵۶۲ھ میں مصر کیطرف روانہ ہوا لیکن عیسائی شیرکوہ کے آنے سے پہلے ہی مصر میں داخل ہو گئے۔ اس مرتبہ بھی شاور نے ہی عیسائیوں کو بلایا تھا۔ در اصل شاور خود مصر کی حکومت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ شیرکوہ نہایت تیزی سے چلا اور مقام اطفح کے قریب دریائے نیل کو عبور کر کے مقام بابین میں جا ٹھہرا۔ عیسائی اور شاور کے لشکر متفق ہو کر شیرکوہ کے مقابلہ پر آئے۔ شیرکوہ نے قلب کی فوج پر صلاح الدین کو مامور کیا۔ اور خود کچھ لشکر لے کر کمینگاہ میں چھپ گیا۔ عیسائیوں کا لشکر شیرکوہ سے کئی حصے زیادہ تھا۔ عیسائیوں نے صلاح الدین پر نہایت شدت سے حملہ کیا۔ صلاح الدین نے بڑے استقلال اور بڑی جانبازی سے ان کا حملہ روکا اور بڑی دلیری سے جنگ کی۔ کچھ عرصے کے بعد صلاح الدین نے قصداً پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ عیسائی جونہی آگے بڑھے دفعتاً شیرکوہ نے کمینگاہ سے نکلکر عیسائیوں پر حملہ کیا۔ بے شمار عیسائی مارے گئے ہزاروں گرفتار ہوئے باقی شکست کھا کر بھاگ گئے۔ شاور کی فوج بھی پسپا ہو کر قاہرہ میں بھاگ آئی۔ شیرکوہ نے صلاح الدین کو اسکندریہ کیطرف روانہ کیا۔

صلاح الدین نے نہایت آسانی سے اسکندریہ کو فتح کر لیا۔ شاور نے شیرکوہ کی بہت خوشامد کی اور پچاس ہزار دینار سالانہ خراج ادا کرنیکے وعدہ پر صلح کر کے شاور کو واپس جانے پر رضامند کر لیا۔ شیرکوہ نے شاور سے یہ اقرار لیا کہ مصر کے جن مسلمانوں نے دوران جنگ میں شیرکوہ کی مدد کی ہے انہیں کچھ نہ کہا جائے۔ شاور نے وعدہ کر لیا لیکن جونہی شیرکوہ مصر سے واپس گیا بد عہد شاور نے ان مسلمانوں کو جنھوں نے دوران جنگ میں شیرکوہ کی مدد کی تھی گرفتار کر کے تکلیفیں دینی شروع کیں :-

عیسائیوں کے مظالم

شاور نے اموری بادشاہ بیت المقدس سے ایک نیا معاہدہ کیا کہ عیسائی فوجیں مصر

کی حفاظت پر رہیں اور اس صلہ میں شاور اموری کو ایک لاکھ دینار سالانہ دیا گیا۔ اموری نے فوجیں بھیج دیں اور ان فوجوں کے بعض مصر میں قائم ہو گئے۔ اسی عرصے میں اموری نے قسطنطنیہ کے رومی بادشاہ مینوئل کی بھتیجی سے شادی کر لی بشہنشاہ مینوئل نے اموری کو مصر پر قبضہ کر لینے کی ترغیب دی اور بہت سی فوج اور بہت سے جہاز اسکے ساتھ کر دیئے۔ اموری نے اس فوج کو لے کر مصر پر حملہ کر دیا اور یکم صفر ۵۶۴ھ (۱۱۶۸ء) میں مصر کے بعض مقامات پر قبضہ کر لیا۔ جو عیسائیوں کا لشکر پہلے سے مصر میں موجود تھا اُس نے بھی حملے شروع کر دیئے۔ شاور عیسائیوں کی یہ چیرہ دستی دیکھ کر گھبرا گیا ادھر ۹ صفر ۵۶۴ھ کو اموری نے خاص شہر مصر پر حملہ کر دیا شاور نے معززین مصر کو قاہرہ میں منتقل کر کے شہر مصر میں آگ لگوا دی۔ چون پنجاہ روز تک آگ کے شعلے بلند ہوتے رہے مؤرخ لکھتے ہیں کہ اس آتشزدگی سے شہر مصر بالکل تباہ و برباد ہو گیا:

عیسائیوں نے کچھ فوج بلبیس کیطرف بھیجدی اور عیسائی فوج نے بلبیس کو فتح کر کے وہاں کے مسلمانوں کو بڑی بے رحمی سے ذبحہ کر ڈالا۔ خلیفہ عاضد الدین اللہ نے نورالدین زنگی کو ایک خط لکھا جس کا ماحصل یہ ہے کہ!

عیسائی درندوں نے ملک مصر میں مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا ہے اس وقت علوی خلافت موت اور زندگی کی کشمکش میں گرفتار ہے عیسائیوں نے میرے حرم پر بھی دست درازی کی ہے اس وقت خلافت علوی کی حمایت عین اسلام کی حمایت ہے۔ مجھے آپکی دینی حمیت پر پورا بھروسہ ہے کہ آپ میری مدد میں تاخیر نہ کرینگے:

اس دردناک عرضداشت کیساتھ خلیفہ عاضد الدین اللہ نے اپنے حرموں کے بال اور خون آلودہ پیراہن کے ٹکڑے بھی روانہ کیئے۔ نورالدین زنگی نے اس عرضداشت کے پڑھتے ہی شیرکوہ کو مصر کیطرف روانہ ہونے کا حکم دیا۔ شیرکوہ نے صلاح الدین سے کہا

تم بھی چلو۔ صلاح الدین نے کہا اگرچہ پہلے معرکہ میں مجھے بڑی تکلیفیں پہنچی ہیں مگر میں ضرور چلوں گا:۔

عیسائیوں کا فرار

شیرکوہ اور صلاح الدین دونوں فوجیں لیکر روانہ ہوئے اور جنگلوں و بیابانوں کو چیرتے ہوئے مصر میں داخل ہوئے۔ عیسائی ان دونوں کے حملہ آور ہونیکی خبر سنتے ہی مصر سے نکل نکلکر بھاگنے لگے۔ جب شیرکوہ قاہرہ میں پہنچا تو ایک عیسائی بھی مصر میں باقی نہ رہا تھا:۔

شیرکوہ وزیراعظم

خلیفہ عاضدالدین اللہ شاور کی حرکتوں سے اس قدر تنگ آ گیا تھا کہ جب شیرکوہ قاہرہ میں پہنچا تو خلیفہ نے اسے خلعت عطا کر کے شاور کو قتل کر ڈالنے کی ترغیب دی۔ لیکن شیرکوہ نے ایک مسلمان کا خون اپنی گردن پر لینا پسند نہ کیا۔ مگر شاور نے شیرکوہ کے قتل کر ڈالنے کی تجویزیں سوچنے شروع کیں۔ آخر اس نے یہ طے کر لیا کہ دعوت کے بہانہ سے شیرکوہ کو اور علوی خلیفہ عاضدالدین اللہ دونوں کو بلا کر ایک ساتھ قتل کر ڈالے اور خود خلیفہ بن جائے۔ اسکے اس ارادہ کی اسکے بیٹے کامل کو بھی اطلاع ہو گئی اس نے باپ کو اسکے اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا۔ لیکن شاور نہ مانا۔ اپنی بات پر اڑا رہا مجبور ہو کر کامل نے اس سازش کی اطلاع عاضدالدین کو کر دی عاضدالدین اللہ نے شیرکوہ کو مطلع کیا آخر خلیفہ نے چند آدمی شاور کو قتل کر ڈالنے پر مامور کئے۔ ان لوگوں نے شاور کو قتل کر دیا۔ شاور کا سر قاہرہ کے دروازہ پر لٹکا دیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۷ ربیع الاول ۵۶۴ھ کا ہے۔

خلیفہ عاضدالدین اللہ نے شیرکوہ کو خلعت وزارت عطا کر کے مصر کا وزیراعظم مقرر کر دیا اور ملک المنصور امیر الجیوش کا خطاب مرحمت فرمایا:۔

شیرکوہ کی وفات

شیرکوہ نے ملک مصر کا ایسا انتظام کیا جس سے خلیفہ اور رعایا دونوں بہت خوش ہوئے

شاور کے زمانہ سے جو بدامنی ملک مصر میں پھیلی ہوئی تھی وہ دور ہوگئی عیسائی بھی جو آئے دن مصر پر حملے کرتے رہتے تھے خاموش رہے۔ لیکن افسوس شیرکوہ کچھ زیادہ عرصہ وزارت نہ کرنے پایا۔ ۲۲ جمادی الآخر ۵۶۴ھ بمطابق ۲۳ مارچ ۱۱۶۹ء کو وہ مرض خناق میں مبتلا ہو کر انتقال کر گیا۔ اس کی وفات کا صدمہ عاضد الدین اللہ اور نور الدین زنگی دونو کو یکساں ہوا۔ اہل مصر نے بھی انکی وفات پر رنج و غم کا اظہار کیا:۔

صلاح الدین کی وزارت

صلاح الدین اپنے چچا شیرکوہ کے زمانہ سے وزارت کے کاموں میں شریک و دخیل تھا شیرکوہ نے اسی کی وزارت کیلئے وصیت بھی کی تھی۔ چنانچہ خلیفہ عاضد الدین اللہ نے صلاح الدین کو خلعت وزارت عطا کر کے اسے وزیر اعظم مقرر کیا اور اس علوی خلیفہ نے ایک تحریر صلاح الدین کو بھیجی ہم اس کا ترجمہ پیش کرتے ہیں:۔

اے صلاح الدین! تو بیشۂ جہاد کا شیر ہے۔ گھوڑوں کی پیٹھیں تیرا وطن اور خیموں کے سایے تیرا مسکن۔ جہاد کے غبار کے اندھیرے میں تیری خوبیوں کے ستارے چمکینگے دنیا میں تیرے مناقب پڑھے جائینگے نیزوں سے ان کے غلاف اتار۔ تلواروں کی باڑوں میں غوطہ لگا۔ خدا کے دین کی حمایت کر۔ دشمنوں کے خون کے نالے بہادے اور انکے سر ٹیلوں پر ٹکڑے کر دے یہانتک کہ خدا تعالیٰ تجھے وہ فتح نصیب کرے جسکی نسبت امیر المومنین کا خیال ہے کہ وہ تیرے لئے ذخیرہ کیگئی ہے اور یہ فتح تیرے لئے ایک شہادت ہے:۔"

عاضد الدین اللہ نے صلاح الدین کو ملک الناصر کا خطاب دیا!

حبشیوں کا استیصال

جب صلاح الدین وزیر اعظم ہوا تو اس وقت سوڈانی حبشیوں کی ایک جماعت قائم

میں موجود تھی۔ ان حبشیوں کا افسر مؤتمن الخلافت قصر خلافت کا محافظ تھا۔ وہ خلیفہ عاضد الدین پر قابو رکھتا تھا۔ اسے صلاح الدین کا وزیر اعظم ہونا نہایت ناگوار گذرا۔ چنانچہ اس نے بھی شاور کی طرح عیسائیوں کو مصر پر حملہ کی دعوت دی۔

صلاح الدین کو یہ بات معلوم ہو گئی اس نے مؤتمن الخلافت کی گرفتاری کا حکم دیا۔ وہ بھاگا مگر مقام خرقانیہ کے ایک گاؤں میں پکڑا گیا اور ۲۵ ذیقعد ۵۶۴ھ کو مارا گیا۔ لیکن اس قوم کے پچاس ہزار حبشی مصر میں موجود تھے۔ انہوں نے بغاوت کر دی صلاح الدین نے نہایت دلیری سے ان کا مقابلہ کیا اور ایک ایک حبشی کو چن چن کر مار ڈالا:۔

رومیوں سے جنگ

۵۶۵ھ میں بیت المقدس کے عیسائی بادشاہ اور قسطنطنیہ کے رومی شہنشاہ نے مل کر مصر پر حملہ کیا اور دمیاط کا محاصرہ کر لیا۔ صلاح الدین ایک عظیم الشان لشکر لیکر روانہ ہوا۔ عیسائیوں نے بڑی دلیری سے صلاح الدین کے لشکر پر حملہ کیا۔ لیکن صلاح الدین نے متواتر جنگ آزمائی کے بعد عیسائیوں کو شکست دی۔ ان معرکوں میں بے شمار عیسائی مارے گئے۔ بقیۃ السیف بمشکل جانیں بچا کر لیجا سکے۔ اس سے صلاح الدین کی رومیوں پر دھاک بیٹھ گئی:۔

خلیفہ مستنجد باللہ کی وفات

چونکہ صلاح الدین ایوبی کا تعلق نور الدین زنگی سے تھا اور نور الدین زنگی خلیفہ مستنجد باللہ کا گورنر تھا۔ اسلئے مصر میں جو واقعات اور فتوحات ہوئیں وہ عباسی خلیفہ مستنجد باللہ ہی کی سمجھی گئیں۔ اسی لئے ہم نے بھی ان کا تذکرہ کیا اور انشاء اللہ آئندہ واقعات بھی لکھیں گے۔ خلیفہ مستنجد باللہ نے ۹ ربیع الثانی ۵۶۶ھ کو بیمار ہو کر وفات پائی۔ اس خلیفہ کے عہد میں سرتاج اولیا حضرت سید

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی۔

مستضئی بامر اللہ

اس خلیفہ کا نام حسن تھا۔ یہ مستنجد باللہ کا بیٹا تھا۔ اسکی کنیت ابو محمد تھی وہ ایک ارمنی پرستار کے بطن سے ۵۳۶ھ میں پیدا ہوا تھا۔ نہایت نیک اور عادل تھا۔

اسکے خلیفہ ہوتے ہی نورالدین زنگی نے صلاح الدین کو مصر میں لکھا کہ خطبوں میں خلیفہ مستضئی بامر اللہ کا نام پڑھو۔ چونکہ مصر میں علوی خلیفہ عاضدالدین اللہ موجود تھا۔ اسلئے صلاح الدین کو فکر ہوا لیکن اس نے ڈرتے ڈرتے محرم ۵۶۷ھ کے ایک جمعہ میں خلیفہ مستضئی بامر اللہ کا نام خطبہ میں پڑھا۔ کسی نے بھی مخالفت نہ کی بلکہ عباسی خلیفہ کے نام کو استحسان کی نظروں سے دیکھا۔

خلیفہ عاضدالدین اللہ کی وفات

جن ایام میں مصر میں خلیفہ مستضئی بامر اللہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا ان دنوں خلیفہ عاضدالدین اللہ بیمار تھا اور اسی بیماری میں ۱۲ محرم ۵۶۷ھ میں فوت ہوگیا اس خلیفہ کے فوت ہوتے ہی صلاح الدین کی حکومت ملک مصر پر قائم ہوگئی۔

بغداد میں چراغاں

صلاح الدین نے مصر میں خلیفہ مستضئی بامر اللہ کا نام خطبہ میں پڑھا جانیکی اطلاع نورالدین زنگی کو دی۔ اس نے خلیفہ کو مطلع کیا۔ یہ خوشخبری جب خلیفہ مستضئی بامر اللہ کو پہنچی تو اس نے خوشی کی نوبت بجوائی اور تمام بغداد میں چراغاں کیا اور خلیفہ نے اپنے خادم خاص صندل نامی کو جو قصر شاہی کا داروغہ بھی تھا نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی کے پاس خلعتیں اور سیاہ علم دیکر بھیجا اور نورالدین زنگی کو جیسے

قبضہ میں موصل شام اور جزیرہ کا علاقہ تھا۔ ممالک مصر شام جزیرہ۔ موصل دیار بکر خلاط بلاد روم اور سواد عراق کی بھی سند گورنری بھیجدی گویا ان ممالک میں بھی خلیفہ نے نورالدین زنگی کو اپنا نائب السلطنت مقرر کر دیا۔ نورالدین نے صلاح الدین کو مصر کا حکمران مقرر کر دیا:

کرک پر فوج کشی

صلاح الدین نے ۲ دو سال تک مصر کا اندرونی بندوبست کیا۔ اس نے شیعہ ضیوں کو برطرف کر کے سنی قاضی مقرر کئے جس سے مصر میں پھر مذہب شافعی کا چرچا ہوا اسی دوران میں نورالدین زنگی نے حکم بھیجا کہ عیسائی بلاد اسلامیہ پر فوج کشی کرنا چاہتے ہیں اس طرف سے تم کرک پر حملہ کرو اس طرف سے میں حملہ کرتا ہوں۔ چنانچہ صلاح الدین شوال ۵۶۸ھ کو شام کیطرف شہر کرک پر چڑھائی کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ ابھی وہ کرک میں پہنچکر ٹھیک طور پر محاصرہ بھی نہ کرنے پایا تھا کہ اسے اپنے باپ نجم الدین کے بیمار ہو جانیکی اطلاع ہوئی اور وہ محاصرہ چھوڑ کر واپس لوٹ آیا لیکن اسکے آنیسے پہلے ہی نجم الدین نے وفات پائی اور شیرکوہ کے پہلو میں دفن ہوا:۔

شیعوں کی ریشہ دوانیاں

شیعوں کو صلاح الدین کی مصر میں آمد اور اقامت ناگوار تھی اسی عرصے میں صلاح الدین نے شیعہ قاضیوں کو برطرف کر کے سنی قاضی مقرر کر دیئے اس سے شیعہ بالکل ہی اسکے خلاف ہو گئے انہوں نے کوشش شروع کی کہ علوی خلافت پھر بحال ہو جائے اور صلاح الدین مصر سے نکل جائے چنانچہ انہوں نے عیسائی بادشاہوں کو مصر پر حملہ کرنیکی دعوت دی عیسائی تیاریاں کرنے لگے مگر حسن اتفاق سے صلاح الدین کو اس سازش کا علم ہو گیا اور جب عیسائیوں بادشاہوں کا قاصد ظاہر

صلاح الدین کے لئے تحائف لیکر لیکن حقیقت میں مخالف جماعت سے کچھ ہدایتیں لینے کے لئے آرہا تھا صلاح الدین کے جاسوسوں نے انہیں گرفتار کرلیا اسکے پاس خفیہ خطوط برآمد ہوئے جو تین معزز شیعوں کے نام تھے وہ تینوں شیعہ تھے۔ قاضی عویرس عمارہ شاعر اور عبدالصمد کاتب۔ فوراً ان تینوں کو گرفتار کرکے دار پر چڑھا دیا گیا۔ بعض ان لوگوں کو جو اس سازش میں شریک تھے جلاوطن کردیا۔ عیسائیوں کو اس افشائے راز کا علم ہوگیا۔ انہیں حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

اہل اسکندریہ کی سرفروشانہ جنگ

صقلیہ کے عیسائی بادشاہ کو یہ علم نہیں ہوا کہ شیعوں اور عیسائیوں کی سازش ظاہر ہوگئی ہے اور عیسائیوں نے حملہ کرنا ملتوی کردیا ہے وہ ڈیڑھ ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادے لیکر اسکندریہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا اہل اسکندریہ کو انکی آمد کی اسوقت اطلاع ہوئی جب عیسائی فوجیں جہازوں میں سے اتر کر اسکندریہ کے سامنے خیمہ زن ہوگئیں مسلمانوں نے اس عظیم الشان لشکر کو دیکھکر خدا سے امن وسلامتی کی دعا مانگی اور آپسمیں یہ عہد و اقرار کیا کہ کٹ کر مرجائینگے۔ لیکن عیسائیوں کا قبضہ اپنی زندگی میں اسکندریہ پر نہ ہونے دینگے۔ چنانچہ مسلمان قلعہ سے نکلکر عیسائیوں کے سامنے صف آرا ہوئے۔ عیسائی جنگی باجے بجاتے ہوئے مسلح ہوکر حملہ آور ہوئے۔ طرفین کے بہادروں نے نہایت دلیری سے جنگ کی صبح سے شام تک ہنگامۂ کارزار گرم رہا۔ چونکہ مسلمان مرنے مارنے پر تیار ہوکر آئے تھے اسلئے انہوں نے بہت زیادہ عیسائیوں کو قتل کیا اور مقتول عیسائیوں کے گھوڑے لباس اور آلات حرب اپنے قبضہ میں کرلئے۔ رات آنے پر لڑائی ملتوی ہوگئی اگلے روز پھر دونوں فریق میدان جنگ میں اترے مسلمانوں نے آج بھی نہایت

جانبازی سے مقابلہ کیا۔ آج بھی عیسائی زیادہ مارے گئے۔ دوپہر کے بعد مردوں کو دفن کرنے کے لئے عارضی طور پر التوائے جنگ کا اعلان ہوگیا۔ فریقین نے اپنے اپنے مردوں کو دفن کیا۔ اس دو روز کی جنگ میں اگرچہ عیسائیوں کا زیادہ نقصان ہوا لیکن مسلمان بھی کافی شہید ہوئے اور انہیں یہ نظر آنے لگا کہ اگر جنگ کا یہی اسلوب رہا تو وہ عیسائیوں کا مقابلہ نہ کر سکینگے۔ مگر پھر بھی انہوں نے ہمت نہ ہاری اور تیسرے روز بھی نہایت جوانمردی سے عیسائیوں کا مقابلہ کیا۔ مگر آج عیسائی مسلمانوں کی صفیں توڑ کر اسکندریہ کی فصیل تک جا پہنچے۔ لیکن کچھ مسلمانوں نے قلعہ سے نکلکر اس زور سے عیسائیوں پر حملہ کیا کہ وہ فصیل سے بہت دور پیچھے ہٹ گئے۔ مسلمانوں کی خوش قسمتی سے پردہ شب نے حائل ہو کر ان کی بات رکھ لی اور قلعہ عیسائیوں کے ہاتھوں میں جانے سے بچ رہا رات کو ادھر تو مسلمان پریشان و متذبذب تھے سمجھ رہے تھے کہ صبح کو قلعہ عیسائیوں کے قبضہ میں چلا جائیگا ادھر عیسائی خائف و ترسان تھے۔ کہہ رہے تھے ہم نے ناحق تہا آکر مقابلہ کیا۔ مسلمان اسکندریہ کو حوالے کرنیوالے نہیں صبح کو پھر دونوں فریق صف آرا ہوئے۔ آج عیسائیوں نے بڑے جوش و خروش سے حملہ کیا۔ مسلمان بھی بڑے استقلال سے ڈٹ گئے۔ اتفاق سے جب جنگ زور سے شور سے ہو رہی تھی۔ اس وقت مسلمانوں کے چند دستے اسکندریہ والوں کی مدد کیلئے آگئے۔ یہ فوجی دستے اسکندریہ کے قرب و جوار میں جو چوکیاں تھیں ان پر مامور تھے لڑائی کی خبر سنکر آئے تھے انکے آنے سے مسلمانوں کی ہمتیں بلند ہوگئیں اس تازہ دم اسلامی فوج نے برق دم تلواریں لیکر عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ نہایت گھمسان کی لڑائی ہوئی عیسائیوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے نصرانی اگرچہ جی توڑ کر لڑ رہے تھے۔ مگر مسلمانوں کے سامنے انکی ایک پیش نہ جاتی تھی۔ صبح سے عصر کے وقت تک ہنگام جدال و قتال گرم رہا۔ عصر کے وقت یکایک غلغلہ بلند ہوا کہ صلاح الدین آگیا۔" اس ندا کے سنتے ہی عیسائیوں کے

ہوش جاتے رہے انہوں نے سوچا کہ راتکو لڑائی بند ہوتے ہی بھاگ چلینگے لیکن مسلمانوں نے اس روز رات کو بھی لڑائی بند نہ کی برابر لڑتے رہے۔ بات یہ ہوئی کہ صلاح الدین کو عیسائیوں کے حملہ کی خبر ہوگئی تھی۔ وہ خود تو نہ آسکا لیکن اس نے ایک دستہ فوج کا روانہ کردیا اور وہ شام کے وقت میدان جنگ میں پہنچا۔ اس دستہ کو دیکھکر صلاح الدین کے آنے کی خبر مشہور ہوئی تھی۔ اس دستہ نے آتے ہی نہایت شدت سے حملہ کیا

تمام رات جنگ و جدل ہوتا رہا۔ صبح ہونے کے قریب تھی کہ عیسائی شکست کھاکر فرار ہوئے مسلمانوں نے تعاقب کرکے انہیں بیدریغ کاٹنا شروع کردیا۔ ساڑھے اکیاون ہزار ۵۱۵ عیسائیوں میں سے بہ مشکل ڈیڑھ ہزار ۱۵۰۰ بھاگ کر جانیں بچاکر لے جاسکے۔ باقی سب میدان جنگ میں کھیت رہے۔ مسلمانوں کے ہاتھ بے شمار مال غنیمت آیا۔ انہوں نے عیسائیوں کے جہازوں اور کشتیوں پر بھی قبضہ کرلیا۔ یہ واقعہ ۵۶۹ھ کا ہے:۔

نورالدین زنگی کی وفات

صلاح الدین کو جب اسکندریہ پر نصرانیوں کی ہزیمت کی اطلاع ہوئی تو اس نے نورالدین کو خط لکھا لیکن ابھی یہ خط روانہ نہیں کیا گیا تھا کہ دمشق سے یہ اطلاع آئی کہ نورالدین زنگی کا ۱۲ شوال ۵۶۹ھ کو انتقال ہوگیا اور اس نے اپنے بیٹے ملک صالح اسمٰعیل کو جسکی عمر صرف گیارہ سال کی ہے اپنا جانشین بنانے کی وصیت کی ہے صلاح الدین کو نورالدین زنگی کے انتقال کی خبر سنکر سخت صدمہ ہوا۔ اس نے دمشق کے اراکین سلطنت کے نام خطوط لکھے ہم ایک خط کا ترجمہ پیش کرتے ہیں:۔

میرے مولا (آقا) نورالدین کی نسبت قلق انگیز خبر پہنچی ہے خدا کرے وہ صحیح نہو کیونکہ اسکے سننے سے میرا سینہ تنگ ہوگیا ہے اس حادثے سے میری کمر ٹوٹ گئی ہے صبر و قرار جاتے رہے ہیں پناہ بخدا اگر یہ امر واقع ہوگیا اور خدا کی مرضی یوں ہی

ہو جیگی تو بڑے حوادث و مصائب کا سامنا ہے بادشاہ اپنی مملکت کی ترتیب اپنی اولاد کے واسطے کرتا ہے۔ اچھی زمین اچھے ثمر کیلئے اچھا بیج بوتے ہیں خدا کا خوف کرو کہیں تم میں اختلاف پیدا نہ ہو جائے اور دشمن جو تمہاری تاک میں ہے کامیاب ہو جائے اور وہ نعمتیں جو زمانے نے عاجز ہو کر حق داروں کو دی تھیں کہیں منتقل نہ ہو جائیں تم ایک ہاتھ ہو جاؤ اور ایک دوسرے کے قوت بازو بنجاؤ ایسے مل بنجاؤ جو محبت سے یکجا ہو جائیں ایسی تلواریں بنجاؤ جو ایک نیام میں اکٹھی ہو جائیں اختلاف نہ کرنا ورنہ مبتلائے عذاب ہو گے جھگڑا نہ کرنا ورنہ رعب کھو بیٹھو گے۔ ایمان پر حملہ کرنیکے واسطے کفر تاک لگائے بیٹھا ہے ہم اس خاندان کے حامی و مددگار ہیں اسکی حفاظت کرینگے۔ مولائے نور الدین کی وصیت کی خبر مجھے تک پہنچ گئی ہے میں اسی کے مطابق عمل کروں گا۔ خدا کرے۔ امرا و وزرا اور ارکین سلطنت میں اتفاق رہے۔ والسلام :-

صلاح الدین دمشق میں

صلاح الدین کو امرائے سلطنت نے فوراً دمشق آنیکی دعوت دی۔ صلاح الدین دمشق میں پہنچا اور وہاں کا انتظام معقول کر کے اپنے بھائی طغتگین کو نائب السلطنت مقرر کر کے یکم جمادی الاول ۵۷۰ھ کو دمشق سے واپس لوٹ آیا۔ اسکے آتے ہی نو عمر اسمٰعیل کو بداندیش مشیروں نے صلاح الدین کیطرف سے برافروختہ کر دیا۔ صلاح الدین ناخوش ہو گیا۔ مگر جہاندیدہ اور دور اندیش لوگوں نے ملک الصالح اسمٰعیل اور صلاح الدین کے درمیان یہ صلحنامہ کرا دیا کہ جس ملک کا جو حصہ جسکے قبضہ میں ہے وہ اسی کے قبضہ میں رہے ایک دوسرے سے تعرض نہ کرے :-

قلعہ بانیاس کی فتح

اسمٰعیل بن نور الدین زنگی سے ملک کا انتظام نہ ہو سکا چنانچہ اسکی قلمرو میں بدامنی پھیل گئی

عیسائیوں نے جب یہ حال سنا اور ساتھ ہی انھیں یہ بھی معلوم ہوا کہ صلاح الدین اور اسماعیل میں کچھ رنجش ہوگئی ہے تو انہوں نے یہ سمجھکر کہ صلاح الدین اسماعیل کی مدد نہ کریگا! ۵۷۴ھ میں متفق و متحد ہوکر جنمیں شاہان رملہ و نابلس وغیرہ شامل تھے دمشق فتح کرنیکے لئے چڑھائی کی اور اس نواح میں جو اسلامی دیہات اور قریہ جات واقع تھے ان پر چھاپے مارکر وہاں کے مسلمانوں کو یا تو قتل کرڈالا یا گرفتار کرلیا اور جو کچھ ہاتھ لگا سب لوٹ لیا

صلاح الدین کو جب یہ خبریں پہنچیں تو اُس نے اپنے بھتیجے فرخ شاہ کو بطور مقدمۃ الجیش کے آگے روانہ کیا اور خود لشکر لیکر اسکے پیچھے چلا۔ فرخ شاہ کا مقابلہ عیسائیونکے ایک لشکر سے ہوگیا۔ اس بہادر نوجوان نے پُرزور حملہ کرکے نصرانی افسروں کو چُن چُن کر قتل کرڈالا۔ لشکر شکست کھاکر بھاگا مسلمانوں نے تعاقب کرکے بہت سے عیسائی مارڈالے بہت سے گرفتار کرلیے ادھر صلاح الدین دو منزلہ سہ منزلہ کرتا ہوا عیسائیونکے مشہور قلعہ بانیاس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ راستہ میں جو عیسائی آبادیاں ملتی تھیں ان میں انتقاماً قتل و غارتگری کیجاتی تھی۔ لیکن صلاح الدین نے ہر سپاہی کو ہدایت کردی تھی کہ خبردار کوئی لشکری بیماروںکو۔ بوڑھوںکو۔ راہبوںکو۔ عورتوںکو اور بچوںکو نہ ستائے

درمیانی بستیوں کو فتح کرکے صلاح الدین نے قلعہ بانیاس کا محاصرہ کرلیا نصرانیوں نے جان توڑکر مدافعت کی لیکن صلاح الدین کے زبردست اور پُرجوش حملوں نے عیسائیوں کی ہمتیں پست کردیں آخر شروع ۵۷۵ھ میں صلاح الدین نے ایسا سخت حملہ کیا کہ پہاڑ بھی سامنے ہوتا تو ریزہ ریزہ ہوجاتا قلعہ فتح ہوگیا۔ عیسائی بھاگ نکلے مسلمانوں نے انہیں قدم قدم پر قتل کرنے سے بچھادیا ہزاروں کو مارڈالا اور ہزاروں کو گرفتار کرلیا قلعہ میں بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اثنائے جنگ میں والئی رملہ اور والئی نابلس جو عیسائیوں کے پُشت پناہ بنے ہوئے تھے گرفتار ہوکر صلاح الدین کے سامنے پیش ہوئے۔ اس حسیم اور رحمدل نے انھیں عزت سے رکھا اور والئی رملہ سے ڈیڑھ لاکھ دینار زر فدیہ لیکر اور ایکہزار مسلمان

جو اسکی قید میں تھے۔ رہا کر کے اسے آزاد کر دیا لیکن اس سے یہ عہد لے لیا کہ وہ آئندہ مسلمانوں پر یورش نہ کریگا۔ والئی نابلس سے بھی زر فدیہ لے کر اُسے رہا کر دیا اور قلعہ بانیاس کو سُرنگوں سے اڑا کر زمین کے ہموار کرا دیا۔

خلیفہ مستضی بامر اللہ کی وفات

اسی دوران میں خلیفہ مستضی بامر اللہ ساڑھے نو برس خلافت کرنیکے بعد ماہ ذیقعد ۵۷۵ھ میں فوت ہو گیا۔ اس خلیفہ کے زمانہ میں خلافت عباسیہ میں کچھ جان سی پڑ گئی اور اکثر بلاد میں اس خلیفہ کا نام خطبہ میں پڑھا گیا:۔

ناصر الدین اللہ

اس خلیفہ کا نام احمد بن مستضی بامر اللہ تھا۔ کنیت ابو العباس تھی اسکی ماں ایک ترکی کنیز زمرد نامی تھا۔ وہ ۱۰ رجب ۵۵۳ھ کو پیدا ہوا تھا اور ذی قعد ۵۷۵ھ میں بائیس ۲۲ سال چار ماہ کی عمر میں تخت خلافت پر بیٹھا:

اسماعیل بن نور الدین زنگی کی وفات

چونکہ اسمٰعیل نو عمر و ناتجربہ کار تھا۔ اس لئے ہر امیر اسے اپنے زیر تحت رکھکر خود حکومت کرنا چاہتا تھا۔ اسی وجہ سے تمام دربار میں سازشوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔ مگر سوئے اتفاق سے ملک الصالح اسمٰعیل کو فالج پڑا اور اسی مرض میں ۲۵ رجب ۵۷۷ھ میں فوت ہو گیا

عزیز الدین مسعود

اسمٰعیل کی وفات کے بعد عزیز الدین مسعود بن قطب الدین نے قابو حاصل کر کے اسماعیل کی ماں یعنی نور الدین زنگی کی بیوہ سے عقد کر لیا اور اسلئے وہی اسماعیل کا جانشین مقرر کیا گیا۔ بعض لوگوں کو یہ بات ناگوار گذری اور انہوں نے نصرانی بادشاہوں

سے مدافعت کی درخواست کی ان تمام کاروائیوں کا علم صلاح الدین کو بھی ہو گیا۔ وہ مصر کا انتظام کر کے ۱۶ محرم ۵۷۰ھ کو دمشق کیطرف روانہ ہوا اور نہایت شان و شوکت اور جاہ و جلال سے ۷ صفر ۵۷۰ھ کو دمشق میں داخل ہوا۔ تمام امراء اور اراکین سلطنت نے اسے مصر و شام کا سلطان تسلیم کر لیا۔ وہ دمشق کا انتظام کر کے ۱۸ جمادی الاوّل ۵۷۰ھ کو حلب گیا اور وہاں کا بندوبست کر کے دریائے فرات کو عبور کر کے حران میں پہنچا۔ حران کے حاکم نے بڑی عقیدت سے اس کا استقبال کیا صلاح الدین وہاں سے موصل اور موصل سے سنجار پہنچا سنجار پر قبضہ کر کے اپنے بھتیجے تقی الدین کو سنجار کا حاکم مقرر کیا۔ اور آگے بڑھ کر آمد پر یورش کی اسے بھی فتح کر کے تل خالد کے قلعہ پر بلا زحمت قبضہ کر لیا غرضیکہ سلطان صلاح الدین نے بہت تھوڑے عرصے میں ان تمام قلعوں اور شہروں پر قبضہ کر لیا۔ جو نورالدین زنگی کے تحت و تصرف میں تھے اور جن کے حکمران نورالدین کی وفات کے بعد باغی اور خود مختار ہو گئے تھے۔

نصرانیوں سے جنگ

عیسائیوں نے جب سلطان صلاح الدین کی قوت و عظمت بڑھتے دیکھی تو انہوں نے اسکی طاقت توڑنے کیلئے بلاد اسلامیہ پر چھاپے مارنے شروع کئے سلطان صلاح الدین نے اندرون ملک کی حفاظت کا انتظام کر کے ۹ جمادی الثانی ۵۷۹ھ کو قلعہ بیسان پر حملہ کر دیا۔ عیسائیوں نے پوری قوت سے مدافعت کی لیکن مسلمانوں نے انھیں قلعہ سے نکال کر ہی دم لیا۔ عیسائی پہاڑ پر چڑھ گئے اور وہاں مورچے قائم کر کے تیر برسانے لگے مسلمانوں نے پُرجوش حملہ کر کے پہاڑی مورچوں پر قبضہ کر لیا اور بہت سے عیسائیوں کو مار ڈالا پھر قلعہ بیسان پر قبضہ کر کے شہر جالوت کیطرف بڑھا وہیں سلطان صلاح الدین کو اطلاع ملی کہ نصرانیوں کا بے شمار لشکر دمشق فتح کرنے کی غرض سے بڑھا چلا آرہا ہے سلطان نے اپنے لشکر کو مرتب کیا میمنہ میسرہ

ہراول اور قلب قائم کئے اور آگے بڑھا۔ صفوریہ کے قریب عیسائیوں کا سامنا ہو گیا۔ بیشمار لشکر تھا۔ ایک عیسائی مؤرخ مچاڈ لکھتا ہے کہ اتنا بڑا عیسائی لشکر سرزمین فلسطین میں اس سے پہلے نہیں آیا تھا۔ اس میں تیرہ نائٹ رسپہ سالار تھے اور عیسائی مشرقی ممالک کے قریب قریب تمام فرمانروا تھے۔ بہت سے یورپ کے بادشاہ بھی تھے مشہور لوگوں میں سے یہ تھے۔ ریجنالڈ والئی قیصاریہ۔ بالڈون والئی بیت المقدس۔ ہنری والئی لورین وغیرہ نہر جالوت کے کنارہ پر جنگ شروع ہو گئی۔ اگرچہ عیسائی نہایت ہی دلیری سے لڑے لیکن مسلمانوں نے انھیں گھاس اور لکڑی کی طرح کاٹ کر ڈال دیا۔ عیسائیوں کے بڑے بڑے سورما کام آئے۔ آخر عیسائی شکست کھا کر بھاگ گئے اور سلطان فتح کے پرچم اڑاتا ہوا ۲ جمادی الثانی ۵۷۹ھ میں واپس دمشق آگیا۔ اسکے بعد ہی معلوم ہوا کہ عیسائی نابلس میں پھر جمع ہو رہے ہیں سلطان نے فوراً نابلس پر حملہ کیا اور اُسے فتح کرکے قلعہ کی فصیل کو منہدم کرا کر اسمیں آگ لگوادی۔ آگے بڑھ کر قلعہ سبسطیہ پر حملہ کرکے اُسے فتح کر لیا اور وہاں سے نصرانی جھنڈا اتار کر اسلامی پرچم لہرا دیا۔ یہاں بہت سے مسلمان عیسائیوں کی قید میں تھے انھیں چھڑایا۔ سلطان صلاح الدین کی فتوحات کو مفصل لکھنے کیلئے کئی جلدیں درکار ہیں۔ پر یہاں اختصار مدنظر ہے ہم صرف اتنا بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ ۵۸۲ھ تک سلطان صلاح الدین ایک بہت بڑے رقبہ کا مالک بنگیا جسکے مشہور مقامات کے نام یہ ہیں طبریہ۔ عکا۔ زیب معلیا۔ اسکندرونہ تبنین۔ ہونین۔ ناصرہ۔ عوہ۔ صفوریہ۔ خولہ۔ جنین۔ ارعین۔ دیبوریہ۔ عضریلا۔ بیان بسطیہ۔ نابلس۔ لجون۔ اریحا۔ سنجل۔ بیرہ۔ یافا۔ ارسوف۔ قیصاریہ۔ حیفا۔ صرفد۔ صیدا بیروت۔ جبیل۔ قلعہ ابی الحسن۔ بجدل یابا۔ جبل الجلیل۔ مجدل حباب۔ بیت جبرئیل۔ غزہ داروم۔ عسقلان۔ تل حیا۔ فیتہ۔ تل احمر۔ اطرون۔ جبل الخلیل۔ لاب۔ بیت اللحم۔ ایلہ۔ قریتا القدس۔ صوبا۔ ہرمز۔ شلع۔ عفرا اور سقیف۔

ان میں بہت سے دو قلعہ جات ہیں۔ جو عرصے سے عیسائیوں کے قبضے میں تھے اور وہاں
کے حکمران بڑے نامور، بہادر اور قوی تھے۔ لیکن سلطان صلاح الدین نے ان کو زیر
کر کے انکے مقبوضات پر قبضہ کر لیا۔ سچ یہ ہے کہ سلطان صلاح الدین کے نام سے
عیسائی کانپ اُٹھتے تھے۔ یوں تو بہت سے فاتح گذرے لیکن یہ فخر صلاح الدین
ہی کو حاصل ہے کہ اسکے دشمنوں نے بھی اسکی رحم دلی، عدل و انصاف کی تعریف کی ہے
نیز اس کا نام ساری دنیا میں مشہور ہو گیا۔ اہل یورپ بھی اس کا نام سُنکر کانپ اُٹھتے
تھے۔ یورپ کی عورتیں اپنے بچوں کو یہ کہکر ڈرایا کرتی تھیں کہ چُپ ہو جا صلاح الدین
آگیا۔ ہمارا ارادہ حروب صلیبیہ لکھنے کا ہے اگر خدا نے مدد کی اور ہم نے حروب صلیبیہ
لکھی تو انشاء اللہ بتا دینگے کہ سلطان صلاح الدین کیا عظیم الشان فاتح گذرا ہے
اس وقت ہمنے صرف اتنا ہی بیان کرنے پر اکتفا کی ہے کہ صلاح الدین نے کن حالتوں
میں دولت ایوبیہ کی بنیاد ڈالی۔ ابھی ہم نے یہ بیان نہیں کیا ہے کہ صلاح الدین تھا
کون؟ انشاء اللہ آئندہ صفحات میں ہم اسے بھی بیان کریں گے:۔

سلجوقی سلطنت کا خاتمہ

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ارسلان شاہ سلجوقی عہد طفلی میں تخت نشین ہوا تھا اور ایک غلام
ایلدگز نے اسکی ماں سے عقد کر کے اس نوعمر بادشاہ کی اتالیقی حاصل کر لی تھی دراصل
ارسلان شاہ برائے نام بادشاہ تھا حکومت ایلدگز ہی کر رہا تھا۔ ایلدگز ۵۶۸ھ میں بمقام ہمدان
فوت ہو گیا۔ اسکے بجائے اس کا بیٹا پہلوان ارسلان شاہ کا اتالیق مقرر ہوا۔ ۵۷۳ھ میں
ارسلان شاہ بھی فوت ہو گیا۔ پہلوان نے ارسلان شاہ کے بیٹے طغرل کو اسکی جگہ تخت نشین
کیا اور خود اسکے نام سے حکومت کرنے لگا۔ ۵۸۲ھ میں پہلوان بھی مر گیا۔ اسکی جگہ اس کا
بھائی عثمان معروف بہ قزل ارسلان اس کا قائم مقام ہوا اور قزل ارسلان ہی طغرل کا

اتالیق بھی مقرر ہوا لیکن طغرل نے امرائے سلطنت سے ساز کر کے قزل ارسلان کی اتالیقی سے آزادی حاصل کر لی۔ قزل ارسلان نے طغرل سے جنگ چھیڑ دی۔ بہت سی لڑائیاں ان دونوں میں ہوئیں قزل ارسلان نے دربار خلافت میں عرضی بھیجکر اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا اقرار کیا اور طغرل کی قوت توڑنے کی استدعا کی خلیفہ ناصر الدین اللہ نے سلاطین سلجوقیہ کے فلک نما محلوں کو جو بغداد میں تعمیر کئے گئے تھے مسمار و منہدم کرا دیا اور عبید اللہ بن یونس کو فوج دیکر طغرل کی سرکوبی اور قزل ارسلان کی مدد کیلئے روانہ کیا لیکن عبید اللہ نے ۱۰ ربیع الاول ۵۸۴ھ کو ہمدان کے مقام پر طغرل کے لشکر سے شکست کھائی۔ طغرل نے عبید اللہ کو گرفتار کر لیا۔ لیکن فوراً ہی قزل ارسلان بھی لشکر لے کر آپہنچا اُس نے طغرل کے لشکر کو پسپا کر کے طغرل کو گرفتار کر لیا اور ایک قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ قزل ارسلان ہمدان۔ رے اور اصفہان وغیرہ پر قبضہ ہو گیا اور ان ممالک میں اسکے نام کا خطبہ پڑھا گیا ۵۸۷ھ میں قزل ارسلان نے طغرل کو قید خانہ ہی میں قتل کرا دیا۔ چونکہ وہ سلجوقی خاندان میں آخری فرمانروا تھا اسلئے اسکے قتل ہوتے ہی سلجوقی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ طغرل ہی نام کے شخص پر اس سلطنت کا خاتمہ ہو گیا:۔

خوارزم شاہ

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ خلیفہ مقتفی لامر اللہ کے عہد میں خوارزم شاہ نے جو سلجوقیوں کا ایک غلام اور خوارزم کا رہنے والا تھا۔ دولت خوارزم شاہیہ کی بنیاد ڈالی تھی خوارزم شاہ نے رفتہ رفتہ اپنی قوت بڑھانی شروع کر دی تھی۔ قزل ارسلان نے رے پر قتلغ بن پہلوان ایلد کز کو حکمران یا گورنر مقرر کیا تھا ۵۹۱ھ میں خوارزم شاہ نے قتلغ پر حملہ کر کے اُسے شکست دی اور رے پر قبضہ کر لیا۔ قتلغ خان خلیفہ ناصر الدین اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خوارزم شاہ کی شکایت کی۔ چونکہ اس نئی سلطنت خوارزم شاہیہ کو خلیفہ

شک و شبہ کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس لئے اس نے موید الدین ابو عبد اللہ محمد بن علی
کو فوج دیکر قتلغ خان کے ساتھ کر دیا۔ موید الدین اول ہمدان کیطرف گیا۔ ہمدان میں خوارزم
شاہ کا بیٹا لشکر لئے پڑا تھا۔ وہ موید الدین کے آنیکی خبر سنکر ہمدان سے رے چلا گیا
موید الدین نے ہمدان پر قبضہ کر کے رے کا رخ کیا۔ ابن خوارزم شاہ رے کو بھی
چھوڑ گیا۔ موید الدین نے رے پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور رفتہ رفتہ اس تمام علاقہ پر قبضہ
کر لیا۔ جو قتلغ خان کے زیر تخت تھا۔ خوارزم شاہ نے موید الدین کو لکھا کہ تم ان
علاقوں سے اپنا قبضہ اٹھالو۔ موید الدین نے جواب دیا کہ یہ علاقہ خلیفہ ناصر الدین اللہ
کی فوج نے فتح کیا۔ اس سے قبضہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ خوارزم شاہ نے ایک زبردست
فوج فراہم کر کے ہمدان پر چڑھائی کی اسکی خوش قسمتی سے ماہ شعبان ۵۹۲ھ میں
موید الدین کا انتقال ہو گیا۔ اگرچہ خلیفہ کی فوج نے خوارزم شاہ کا نہایت دلیری سے
مقابلہ کیا لیکن کوئی قابل افسر موجود نہ تھا۔ اسلئے شکست کھائی اور خوارزم شاہ نے
ہمدان پر قبضہ کر لیا۔ وہاں سے وہ اصفہان پہنچا اور اسے بھی اپنے قبضے میں کر کے
وہاں اپنے بیٹے کو چھوڑا۔ اور آگے بڑھنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ خلیفہ ناصر الدین اللہ
کو جب یہ خبر ہوئی تو اس نے ایک نامور سردار سیف الدین طغرل کو فوج دیکر خوارزم شاہ
کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ سیف الدین نے اول اصفہان پر حملہ کر کے خوارزم شاہ کے
بیٹے کو وہاں سے نکالدیا۔ پھر ہمدان پر یورش کی اسے بھی قبضہ میں کر کے زنجان اور
قزوین پر چڑھائی کی۔ ان دونوں مقامات پر بھی قابض ہو گیا۔ خلیفہ ناصر الدین اللہ
نے ۵۹۱ھ میں خوزستان میں تاشتگین مجیر الدین کو گورنر مقرر کیا تھا۔ ۶۰۲ھ میں
تاشتگین فوت ہو گیا۔ خلیفہ نے اسکی جگہ اسکے داماد سنجر کو مقرر کیا۔ لیکن سنجر سے کچھ
ایسی حرکتیں سرزد ہوئیں جن سے خلیفہ اس سے ناخوش ہو گیا۔ چنانچہ خلیفہ نے سنجر
کی گوشمالی کیلئے ۶۰۶ھ میں ایک لشکر بھیجا۔ سنجر بھاگ کر فارس میں سعد زنگی کے پاس

چلا گیا۔ سعد زنگی نے اسکی خلیفہ سے سفارش کی اور اسے بغداد میں بھیجدیا۔ سنجر پابزنجیر
خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے اس کا قصور معاف کرکے آزاد کردیا اور خلعت
مرحمت فرمایا اور خوزستان کی حکومت پر اپنے خادم یاقوت نامی کو مامور کیا۔ غلمش
پہلوان بن ایلدکز کے سرداروں میں سے ایک نامور سردار تھا۔ اس نے بلاد جبل پر قبضہ
کرلیا تھا۔ فرقہ باطنیہ (قرامطہ) کے ایک شخص نے اسے ۶۱۴ھ میں قتل کرڈالا۔ اسکے
مقبوضہ ممالک پر قبضہ کرنیکے لئے اتابک سعد زنگی حاکم فارس اور دوسری طرف سے
خوارزم شاہ حاکم خراسان بڑھے۔ دونوں کا مقابلہ مقام رے میں ہوگیا۔ نہایت خونریز
جنگ ہوئی۔ آخر اتابک سعد زنگی کو شکست ہوئی۔ خوارزم شاہ نے اسے گرفتار کرکے
غلمش کے تمام مقبوضات پر قبضہ کرلیا۔ اور اس علاقہ پر اپنے بیٹے رکن الدین کو مامور کیا
یہ واقعہ ۶۱۵ھ کا ہے۔ اس کامیابی کے بعد خوارزم شاہ نے خلیفہ ناصر لدین اللہ سے
استدعا کی کہ اسکے نام کا خطبہ بطور نائب السلطنت کے پڑھے جانیکی اجازت دیجائے
خلیفہ نے انکار کردیا۔ خوارزم شاہ نے ایک زبردست لشکر بغداد کیطرف روانہ کیا لیکن
راستہ میں یہ لشکر برفباری کیوجہ سے ہلاک ہوگیا۔ اس کا مال واسباب ترکوں اور کردوں نے
لوٹ لیا۔ بہت تھوڑے سے لوگ اپنی حالت زار دکھانیکے لئے خوارزم شاہ کے پاس واپس پہنچے
خوارزم شاہ نے اسے درجانی سمجھکر خراسان کیطرف معاودت کی:۔)

چنگیز خاں کا خروج

تاتاری طمغاج علاقہ چین میں رہتے تھے چین کے پہاڑوں میں مسکن رکھتے تھے
ان کا وطن ترکستان سے چھ مہینے کی مسافت پر تھا۔ انہوں نے ۶۱۶ھ میں پہاڑوں سے
نکلکر ترکستان اور ماوراء النہر کی طرف خروج کیا۔ ان تاتاریوں کا سردار چنگیز خاں تھا۔ جو
ترکوں کے قبیلہ تمرجی سے تعلق رکھتا تھا۔ ترکستان اور ماوراء النہر پر ترکان خطا قابض تھے
چنگیز خاں نے ان دونوں ممالک پر لشکرکشی کرکے ترکان خطا کو وہاں سے نکالدیا اور خود

قابض ہو گیا۔ اسکے بعد اُس نے خراسان اور بلاد جبل کیطرف رخ کیا ان ممالک پر خوارزم شاہ کا قبضہ تھا۔ خوارزم شاہ نے چنگیز خاں کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور چنگیز خاں نے خراسان اور بلاد جبل پر قبضہ کر لیا۔ پھر اُس نے روانیہ اور شروان پر یورش کی وران پر بھی قابض ہو گیا چنگیز خاں نے ایک گروہ تاتاریوں کا غزنی سجستان اور کرمان وغیرہ کیطرف بھیجا ان ممالک پر بھی خوارزم شاہ کا قبضہ تھا۔ خوارزم شاہ نے اس گروہ کا مقابلہ کیا مگر شکست کھا کر طبرستان کیطرف چلا گیا :-

خوارزم شاہ کی وفات

خوارزم شاہ ان پیہم شکستوں سے کچھ ایسا دل شکستہ ہوا کہ ۶۱۷ھ میں اکیس ۲۱ سال حکومت کرنے کے بعد طبرستان کے کسی غیر معروف مقام میں فوت ہو گیا :-

جلال الدین خوارزم شاہ

غزنی میں جلال الدین بن خوارزم شاہ موجود تھا۔ تاتاریوں نے غزنی پر چڑھائی کی جلال الدین مقابلہ میں آیا۔ نہایت دلیری سے لڑا لیکن اسکی فوج نے دو دن ہمتی کی شکست کھا کر بھاگی۔ جلال الدین دریائے سندھ کیطرف بھاگا چنگیز خاں بھی آگیا تھا۔ اس نے جلال الدین شاہ کا تعاقب کیا۔ جلال الدین دریائے سندھ کو عبور کر کے ہندوستان میں داخل ہو گیا اور کچھ عرصہ ہندوستان میں رہ کر خاموشی سے ۶۲۲ھ میں خوزستان اور عراق کیطرف چلا آیا اور وہاں سے بڑھکر پہلے آذربائیجان پر اور پھر آرمینیہ پر قابض ہو گیا۔

جلال الدین کا قتل

جب جلال الدین نے آرمینیہ پر قبضہ کر لیا تو ایک سپہ سالار مظفر نے اس پر چڑھائی کر دی۔ جلال الدین نے اس کا مقابلہ کیا لیکن اسکے لشکر کو شکست ہوئی اور مظفر نے جلال الدین

کو میدان جنگ میں قتل کروا ڈالا:-

خلیفہ ناصر الدین اللہ کی وفات

۲۹ رمضان ۶۲۲ھ کو ناصر الدین نے وفات پائی۔ اس نے سینتالیس ۴۷ سال خلافت کی۔ اس خلیفہ نے تمام ملکوں اور شہروں میں جاسوسوں کا جال پھیلا رکھا تھا۔ جاسوس لوگوں کی معمولی معمولی باتوں کی بھی اطلاعیں خلیفہ کو دیتے رہتے تھے۔ جس کی وجہ سے لوگ اس سے خائف رہتے تھے اور عوام کو یہ شبہ ہو گیا تھا کہ جن اس خلیفہ کے تابع ہیں اور وہی اسے گھر کے اندر کی خبریں لا دیتے ہیں خلیفہ ناصر الدین اللہ نہایت سیاستدان اور بڑا بارعب تھا لیکن اسمیں یہ نقص تھا کہ وہ سخت گیر تھا جسکی وجہ سے رعایا اس سے کچھ زیادہ خوش نہ تھی لیکن اس کا رعب خوف قائم ہو گیا تھا۔ اسی خلیفہ کے عہد میں ۵۸۹ھ میں سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس نے وفات پائی ان شاء اللہ ہم اس شیر دل سلطان کے مفصل واقعات حروب صلیبیہ میں لکھینگے:-

ظاہر بامر اللہ

اس کا نام محمد بن ناصر الدین اللہ تھا کنیت ابو نصر تھی ظاہر بامر اللہ لقب اختیار کیا وہ ۵۷۱ھ میں پیدا ہوا تھا۔ اکیاون ۵۱ سال کی عمر میں ۶۲۲ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی وہ تمام محاصل (ٹیکس) معاف کر دیئے جو اسکے پیشرو خلفائے نے قائم کئے تھے اور جن لوگوں کی جائیدادیں پہلے خلفائے نے ضبط کر لی تھیں وہ انھیں واپس کر دیں نہایت عدل و انصاف سے حکومت شروع کر دی۔ جو لوگ مقروض تھے اور وہ اس نیک دل خلیفہ سے قرضہ کی ادائیگی کی استدعا کرتے تھے۔ خلیفہ ان کا قرضہ فوراً ادا کر دیتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خزانہ خالی ہو گیا۔ وہ علماء کی بھی خاص قدر و منزلت کرتا تھا اس نے انہیں بھی دولت دیکر نہال کر دیا تھا اسکے عہد میں تمام ملک میں امن و امان رہا رعایا اسکے عدل و انصاف سے بیحد خوش تھی۔ عوام کی نگاہوں میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ پھر گیا۔

مگر اس خلیفہ کی عمر نے وفا نہ کی ورنہ ممکن تھا وہ خلافت عباسیہ کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو نکال لاتا۔ یہ ہر دلعزیز خلیفہ ساڑھے نو مہینے خلافت کرکے ۱۵ رجب ۶۲۳ھ کو فوت ہو گیا۔

مستنصر باللہ

اس خلیفہ کا نام منصور بن ظاہر بامر اللہ تھا۔ کنیت ابو جعفر تھی۔ یہ خلیفہ ایک ترکی کنیز کے بطن سے ۵۸۸ھ میں پیدا ہوا تھا اور رجب ۶۲۳ھ میں پینتیس ۳۵ سال کی عمر میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ یہ بھی اپنے باپ کے قدم بہ قدم تھا بلکہ اس کا خلق بہت بڑھا ہوا تھا۔ خالص مذہبی آدمی تھا۔ اس نے ایک دارالعلوم تعمیر کیا اور اس کا نام "مدرسہ مستنصریہ" رکھا۔ ۶۲۵ھ سے اس کی تعمیر شروع ہوئی اور چھ سال کے عرصہ میں ۶۳۱ھ کو اختتام کو پہنچی۔ اس مدرسہ میں ایک کتبخانہ قائم کیا جسمیں اسقدر کتابیں آئیں۔ جو ایکسو ساٹھ ۱۶۰ اونٹوں پر لاد کر لائی گئیں اس نے اس مدرسہ کے مصارف کیلئے بہت سے گاؤں وقف کر دیئے تھے

اس خلیفہ کے عہد میں تاتاریوں (مغلوں) کا سیلاب ماوراء النہر سے بحر روم اور بحر اسود تک پہنچ گیا تھا اور انہوں نے تمام ملکوں کو تاخت و تاراج کر ڈالا تھا لیکن خلیفہ کا اب بھی یہ رعب تھا کہ تاتاریوں کو عراق کیطرف رخ کرنیکی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اس وقت خلیفہ کے قبضہ میں صرف عراق ہی رہ گیا تھا۔ یہ تاتاری لوگ آفتاب پرست تھے۔ ان کے سیلاب کو دیکھ کر خلیفہ مستنصر باللہ کا بھائی خفاجی کہا کرتا تھا کہ اگر میں خلیفہ ہو جاؤں تو ان تاتاریوں کو یا تو دریائے جیحوں کے پار تک بھگاؤں یا ان کا نام و نشان مٹا دوں

حقیقت یہ ہے کہ خفاجی نہایت اولوالعزم اور بڑا بہادر تھا۔ اگر وہ خلیفہ ہوتا تو ضرور ایسا ہی کرتا۔ خلیفہ مستنصر باللہ کے عہد میں ایک زبردست سلطنت کی بنیاد پڑی جو آج بھی خدا کے فضل و کرم سے موجود ہے یہ سلطنت دولت عثمانیہ ہے اگر اس وقت آل عثمان میں سے کوئی تاجدار نہیں ہے لیکن اب بھی ترکوں کی بنیاد اسی سلطنت پر کھڑی ہے جسے ترکوں کے مورث اعلےٰ عثمان خاں نے قائم کیا تھا۔

مگر ایک زبردست سلطنت بھی اس خلیفہ کے عہد میں ختم ہو گئی اور وہ سلطنت ایوبیہ تھی جسے شیر دل سلطان صلاح الدین نے اپنے زور بازو سے قائم کیا تھا اور جو اسکی اولاد کی نا اتفاقیوں کی وجہ سے برباد ہو گئی۔ اس خلیفہ نے ۶۴۱ھ میں اٹھارہ سال خلافت کر کے وفات پائی :۔

مستعصم باللہ

اس خلیفہ کا نام عبداللہ تھا یہ مستنصر باللہ کا بیٹا تھا۔ اسکی کنیت ابو احمد تھی مستعصم باللہ کا لقب اختیار کیا۔ یہ خلیفہ ایک کنیز ہاجرہ نامی کے بطن سے پیدا ہوا تھا نہایت کم عقل اور پست ہمت تھا۔ اس نے اپنا وزیر اعظم ایک غالی شیعہ مؤیدالدین بن علقمی کو مقرر کیا۔ مؤیدالدین نہایت چالاک اور بڑا فتنہ ساز تھا۔ اس نے چند ہی روز میں خلیفہ پر ایسا سکہ جما لیا کہ حکومت کے سیاہ و سفید کا مالک و مختار بنگیا اور خلیفہ عضو معطل ہو کر رہ گیا۔ اب پھر شیعوں نے سر اٹھایا اور دیلمیوں کے عہد کیطرح پھر روزانہ سنی شیعوں میں فسادات ہونے لگے۔ خلیفہ سے بعض لوگوں نے شکایت کی لیکن خلیفہ نے کچھ نہ سنا۔ آخر جب شیعوں کی تعدیاں اور دست درازیاں حد سے گذر گئیں تب خلیفہ کے بیٹے ابوبکر نے شیعوں کی تادیب کیلئے شیعوں کے خاص محلہ کرخ پر حملہ کر دیا اور مؤیدالدین کو بھی سخت سست کہا۔ مؤیدالدین علقمی کو خلیفہ کے بیٹے کی یہ حرکت بڑی ناگوار گذری۔ اس نے خلیفہ سے شکایت کی خلیفہ نے بیٹے سے کوئی بازپرس نہ کی علقمی خلیفہ کا دشمن ہو گیا۔ اس نے خلیفہ کو شراب نوشی کی طرف مائل کر کے اسے احمق مطلق بنا دیا اور چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو خاں کو ایک خط لکھا کہ اگر تم بغداد اور عراق پر آسانی سے قبضہ کرنا چاہتے ہو تو اسکے لئے یہ وقت نہایت موزوں ہے تھوڑا سا لشکر لیکر بھی اگر حملہ آور ہو گے تو فتحیابی یقینی ہے چنگیز خاں کا انتقال ہو چکا تھا اور اس وقت اس کا پوتہ ہلاکو خان تاتاریوں کا سردار تھا۔ جو خراسان وغیرہ میں حکومت کر رہا تھا۔ چونکہ ہلاکو خاں عربوں کی جنگجوئی سے واقف تھا اسلئے اسے بغداد پر حملہ کرنیکا حوصلہ نہ ہوا :۔

ہلاکو خاں کا وزیر اعظم نصیر الدین طوسی تھا وہ بھی غالی شیعہ تھا۔ علقمی نے اُسے لکھا کہ کسی طرح اگر تم ہلاکو خاں کو بغداد پر چڑھا لاؤ تو بغداد سے عباسی خلافت کا خاتمہ ہو کر علوی خلافت قائم ہو جائے۔ ساتھ ہی اُس نے ہلاکو خاں کو بھی پھر لکھا کہ آپ دیر کرکے دولت اور حکومت کو اپنے ہاتھ سے کھوئے دیتے ہیں جلد حملہ کیجیے کامیابی آپکا راستہ دیکھ رہی ہے۔ ہلاکو خاں نے علقمی کو لکھا کہ مجھے معلوم ہے کہ بغداد میں خلیفہ کی فوج کافی ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ بغداد پر ہمارا قبضہ ہو جائیگا۔ علقمی نے فوجیں منتشر کرنیکی یہ تدبیر کی کہ خلیفہ سے ایک روز کہا کہ ملک کی آمدنی اسقدر کم ہوگئی ہے کہ زیادہ فوج نہیں رکھی جا سکتی اسلئے کچھ حصہ فوج کا تخفیف کر دینا چاہیئے۔ خلیفہ کو عقل و سمجھ تھی ہی نہیں اُس نے منظور کر لیا۔ علقمی نے فوج کا کثیر حصہ علیحدہ کر دیا۔ جو قسمت آزمائی کرنے دوسرے ملکوں میں چلا گیا۔ ادھر علقمی نے شہر میں فتنہ و فساد پیدا کرنیکی یہ تدبیر کی کہ جو فوجی رہ گئے تھے۔ انھیں یہ اجازت دیدی کہ بازار سے محصول تحصیل کرکے تنخواہ میں مجرا کر لیا کریں۔ لشکریوں نے محصول کے وصول کرنے میں سختی کی اس سے شہر والونکو اذیت اور تکلیف پہنچی نتیجہ یہ ہوا کہ روز فسادات ہونے لگے۔ اب علقمی نے پھر ہلاکو خاں کو لکھا۔ ادھر ہلاکو خاں کو اسکے وزیر نصیر الدین طوسی نے ترغیب دی ہی غرض وہ تیار ہو گیا۔ اسی زمانہ میں ہلاکو خاں نے فرقہ باطنیہ (قرامطہ) یعنی اسمعیلیہ پر فتح پائی تھی اور ان کے قلعہ الموت پر قبضہ کر لیا تھا۔ اسکے حوصلے بڑھے ہوئے تھے اس نے ایک زبردست فوج بطور مقدمۃ الجیش کے آگے روانہ کی اور خود لشکر جرار لیکر پیچھے چلا جب خلیفہ مستعصم کو تاتاریوں کی لشکر کشی کی اطلاع ہوئی تو اُس نے فتح الدین داؤد اور مجاہد الدین ایبک کو دس ہزار سواروں کیساتھ روانہ کیا۔ فتح الدین نہایت جنگجو اور تجربہ کار سپہ سالار تھا۔ اُس نے تاتاریوں سے مقابلہ کرکے اُنہیں ہزیمت دی تاتاری بھاگ گئے فتح الدین نے اسی جگہ قیام کرنا چاہا لیکن مجاہد الدین نے تعاقب کرنے پر اصرار کیا۔ مجبور ہو کر فتح الدین نے تعاقب کیا۔ تاتاری پلٹ کر نہایت شدت سے حملہ آور ہوئے۔

فتح الدین میدان جنگ میں مارا گیا۔ شاہی لشکر شکست کھا کر بھاگا۔ مجاہد الدین نے بھاگ کر بغداد میں دم لیا۔ خلیفہ نے اسکے بعافیت آنے پر خدا کا شکر کیا حالانکہ اسکی بدتدبیری سے فتح شکست سے بدل گئی تھی۔

بغداد میں قیامت صغریٰ

خلیفہ نے وزیر اعظم علقمی کو جدید لشکر بھیجنے کیلئے کہا۔ علقمی نے خلیفہ کو اطمینان دلا دیا کہ تاتاریوں پر خلیفہ کے لشکر کی ہیبت چھا گئی اور وہ واپس چلے گئے حالانکہ یہ صریح جھوٹ تھا اور وہ برابر بڑھتے چلے آرہے تھے۔ آخر تاتاریوں نے آکر بغداد کا محاصرہ کرلیا۔ اہل شہر مدافعت پر آمادہ ہو گئے۔ انہوں نے بڑی جانبازی سے مدافعت کی پچاس روز تک تاتاریوں کا مقابلہ کرتے رہے شیعہ اس مدافعت کرنے میں شریک نہ تھے بلکہ وہ موقع پاتے ہی قلعہ سے باہر نکلکر ہلاکو خان سے امان حاصل کر لیتے اور قلعہ کے راز تاتاریوں کو بتا دیتے۔ جب محاصرہ نے طول کھینچا۔ تو علقمی نے خلیفہ سے کہا کہ تاتاریوں کا لشکر بے شمار ہے وہ یقیناً بغداد فتح کر لینگے۔ اس لئے اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے اور آپکے لئے ان سے امان حاصل کروں۔ خلیفہ کی آنکھیں ابھی نہ کھلیں اس نے اجازت دیدی۔ علقمی قلعہ سے نکلکر ہلاکو خاں کے پاس گیا اور اپنے لئے امان حاصل کرکے اور یہ عہد کرکے کہ وہ خلیفہ کو گرفتار کرادیگا واپس چلا آیا۔ اس نے خلیفہ سے کہا کہ ہلاکو خاں نے مجھے اور آپکو امان دیدی ہے۔ مناسب ہے کہ آپ چل کر اس کا شکریہ ادا کریں۔ خلیفہ اسکے ساتھ ہو لیا اور شہر سے نکلکر ہلاکو خاں کے پاس پہنچا۔ ہلاکو خاں نے کہا کہ آپ علماء و فقہا کو طلب کرلیں تب صلح کی بات چیت ہو گی۔ خلیفہ نے تمام علماء اور فقہا کو بلا لیا۔ ہلاکو خاں نے ان سبکو قتل کرادیا پھر خلیفہ پر زور دے کر اراکین سلطنت اور معززین شہر کو بلوایا ان کے آنے پر انھیں بھی قتل کرادیا۔ خلیفہ یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا لیکن دم نہ مار سکتا تھا۔ اب ہلاکو خان نے کہا کہ شہر والوں کو حکم دو کہ ہتھیار رکھکر خالی ہاتھ شہر سے

باہر آئیں خلیفہ نے حکم بھیجا اور بیچارے شہر والے نہتے شہر سے باہر نکلے ہلاکو خاں نے ان
لوگوں کو بھیڑ بکھڑی کی طرح سے کٹوا ڈالا ڈھائی لاکھ آدمی مقتول ہوئے اول ان مقتولین
کی لاشیں خندق میں ڈلوائیں جب خندق پُر ہو گئی تب دریائے دجلہ میں پھینکوا دیں ان
مقتولین کے خون کی رنگت سے دریائے دجلہ کا پانی سُرخ ہو گیا۔ اسکے بعد ہلاکو خاں
نے تاتاریوں کو حکم دیا کہ شہر میں گھسکر قتل عام اور لوٹ شروع کر دو۔ چنانچہ وحشی تاتاری شہر
میں گھس پڑے اور نہایت بے دردی اور بے رحمی سے خونریزی شروع کر دی۔ پردہ نشین
عورتوں اور معصوم بچوں کو نہایت قساوت قلبی سے قتل کیا۔ عورتیں اور بچے اپنے سروں
پر قرآن رکھ رکھ کر گھروں سے نکلے اور خدا اور قرآن کی دہائی دی لیکن آفتاب پرست خدا
اور قرآن کو کیا سمجھتے۔ انہوں نے ایک نہ سنی اور چن چن کر ایک سرے سے سبکو قتل کر ڈالا
صرف چند لوگ جو تہ خانوں یا اسی قسم کی اور پناہ گاہوں میں چھپے رہ گئے تھے باقی بچے
مؤرخوں کا قول ہے کہ ایک کروڑ چھ لاکھ مسلمان قتل کئے گئے یہ ایسی عظیم الشان
خونریزی اور بربادی تھی جسکی نظیر تاریخ عالم میں ڈھونڈنے سے بھی نہ ملیگی یہ واقعہ جو قیامت صغریٰ
کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے ۸ صفر ۶۵۶ھ کو پنجشنبہ کے روز واقع ہوا۔ اگلے روز یعنی
۹ صفر ۶۵۶ھ جمعہ کے روز ہلاکو خاں خلیفہ مستعصم کو ساتھ لیکر بغداد میں داخل ہوا خلیفہ
نے دیکھا کہ تمام راستے مسلمانوں کی لاشوں سے پٹے ہوئے تھے کہیں کہیں بعض نیچے اب بھی
پڑے سسک رہے تھے۔ چونکہ یہ اندوہ ربا واقعہ خلیفہ کی حماقت بزدلی اور عشرت پرستی سے
واقع ہوا تھا۔ اسلئے خلیفہ نے شرمسار ہوکر اپنا منہ ڈھک لیا۔ ہلاکو خاں خلیفہ مستعصم کو لے کر
قصر خلافت میں آیا اور وہاں اس نے دربار کیا۔ درباری یا تو اسی کی قوم کے لوگ تھے یا
وہ شیعے تھے جنھوں نے اس سے امان حاصل کر لی تھی ہلاکو خاں نے خلیفہ سے کہا ہم تمہارے مہمان
ہیں ہمارے لئے کچھ حاضر کرو۔ خلیفہ نے خزانہ کھولنا چاہا لیکن اس پر کچھ ایسی دہشت طاری ہو
گئی تھی کہ وہ کنجیوں کو نہ پہچان سکا چنانچہ تالے توڑے گئے۔ دس ہزار دینار دو ہزار نفیس

پوشاکیں اور سونے کے مرصع بجواہر زیورات نکلے۔ وہ سب ہلاکو خاں کے سامنے پیش کئے گئے
ہلاکو خاں نے انھیں اسی وقت اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر کے کہا کہ یہ چیزیں اگر تم نہ بھی
دیتے ہم تب بھی لے لیتے ہمیں تو وہ خزانہ دو جو تم نے چھپا رکھا ہے یہ تمام باتیں علقمی
وزیر اعظم ہلاکو خاں کو بتلاتا جاتا تھا۔ چنانچہ خلیفہ نے ان خزانوں کا پتہ بھی بتا دیا۔ جب
زمین کھودی گئی تو کئی حوض برآمد ہوئے جو اشرفیوں اور جواہرات سے لبریز تھے
ہلاکو خاں نے اس بے قیاس دولت پر قبضہ کر لیا اور خلیفہ کو قید کر کے کھانا
پانی بند کر دیا۔ جب خلیفہ نے بھوک کی شکایت کی تو ہلاکو خاں نے ایک طشت
میں جواہرات بھر کر سامنے رکھ دیئے اور خلیفہ سے کہا۔ یہ موجود ہے اسے کھاؤ خلیفہ
نے کہا۔ میں ایسے کیسے کھا سکتا ہوں کیا یہ کھانے کی چیز ہے؟ ہلاکو خاں نے کہا۔ اگر
یہ کھانے کی چیز نہ تھی تو اسے جمع کیوں کیا تھا خلیفہ نے کہا ہر بادشاہ کو خزانہ کی ضرورت
ہوتی ہے۔ ہلاکو خاں نے کہا لعنت ہے تم پر کہ تم نے اس دولت کو خرچ کر کے مسلمانوں
کی جانیں بچانے کی کوشش نہ کی تم نے جس دولت کو بچا کر جمع کیا وہ آج تمہیں بھوک سے
نہیں بچا سکتی۔ اگر تم یہ دولت اپنا ملک اور اپنی رعیت کو بچانے میں صرف کرتے تو آج
تم گرفتار ہو کر میرے سامنے کھڑے نہ ہوتے۔ ایسے حریص شخص کو دنیا میں رہنے کا کوئی
حق نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے لوگوں سے خلیفہ کے متعلق مشورہ لیا۔ تمام شیعوں اور
تاتاریوں نے اسکے قتل کی رائے دی لیکن علقمی وزیر اعظم نے کہا کہ یہ مسلمانوں کا خلیفہ
ہے اسکے خون سے تلوار رنگین نہ ہونی چاہیئے بلکہ اسے نمدے میں لپیٹ کر لاتوں سے
کچلوانا چاہیئے۔ ہلاکو خاں کی بھی سمجھ میں یہ بات آگئی۔ اس نے یہ کام علقمی ہی کے سپرد
کیا۔ غدار اور نمک حرام وزیر نے اپنے آقا کو نمدے میں لپٹوا کر ایک ستون سے بندھوایا
اور اسقدر لاتیں لگوائیں کہ خلیفہ مستعصم کا دم نکل گیا پھر اسکی لاش کو زمین پر ڈال کر
تاتاریوں سے کچلوا کر ریزہ ریزہ کرا دیا۔ اسکے بعد ہلاکو خاں نے کتب خانہ کو برباد کر کے تمام کتابیں

دریائے دجلہ میں پھنکوا دیں جس سے دریا میں ایک زبردست بند بندھ گیا اور دریا کا وہ پانی جو مقتولین کے خون سے ابھی تک سرخ ہو رہا تھا اب کتابوں کی سیاہی سے سیاہ ہو گیا ہلاکو خاں نے تمام شاہی محل اور امرائے مکانات لوٹ لینے کے بعد منہدم اور مسمار کرا دیئے

محسن کش علقمی کا انجام

یہ تمام کاروائی علقمی نے اس امید میں کی تھی کہ ہلاکو خاں یا تو خود اسے ہی عراق کی حکومت دیدے گا یا کسی علوی کو بغداد میں خلیفہ مقرر کر دیگا لیکن ہلاکو خاں نے نہ اُسے ہی عراق کی حکومت دی نہ کسی علوی کو ہی خلیفہ مقرر کیا۔ حالانکہ علقمی نے بڑے جوڑ توڑ لگائے بڑی خوشامد کی۔ بہت کچھ گڑگڑایا مگر ہلاکو خاں نے اسے کتے کیطرح دھتکار دیا اور کہا کہ تم جیسا غدار، ایمان فروش اور محسن کش شخص قابل گردن زدنی ہے لیکن میں تم پر رحم کر کے تمہیں چھوڑے دیتا ہوں۔ تمہارے لئے یہی بہت کچھ ہے۔ چنانچہ ہلاکو خاں نے اپنے ایک سپہ سالار کو بغداد میں حکمران مقرر کر دیا اور علقمی کے پاس جسقدر دولت تھی سب چھین لی علقمی کو اس کا اتنا صدمہ ہوا کہ چند ہی روز کے بعد مر گیا۔ اس طرح ایک وزیر کی ایمان فروشی و غداری سے ایک کروڑ چھ لاکھ مسلمان شہید ہوئے اور ایک اسلامی سلطنت آفتاب پرستوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی۔ خلیفہ مستعصم باللہ خلفائے عباسیہ میں آخری خلیفہ تھا۔ جس نے بغداد میں خلافت کی؛

اس کی وفات کے بعد بغداد سے خلافت عباسیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ خلیفہ مستعصم باللہ کے بعد دنیائے اسلام میں ساڑھے تین سال تک کوئی خلیفہ نہیں رہا؛ -) -

ساتواں باب (۷)

مصر میں خلافت عباسیہ

کچھ صلاح الدین کا ذکر

چونکہ مصر میں خلافت عباسیہ کا قیام سلطان صلاح الدین کی قائم کردہ حکومت کے ذریعے سے ہوا اسلئے ضروری ہو گیا کہ صلاح الدین کا کچھ تذکرہ کر دیا جائے۔ کردوں میں سب سے اشرف و افضل قبیلہ روادیہ ہے صلاح الدین اسی قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے باپ کا نام نجم الدین ایوب بن شاذی تھا صلاح الدین یوسف ۵۳۲ھ میں قلعہ تکریت میں پیدا ہوا تھا۔ وہ اور اس کا باپ نور الدین زنگی والئ شام کے ساتھ رہے اس نے مصر میں پہنچکر عیسائیوں کو شکست دی اور خلیفہ عاضد الدین کی وفات کے بعد مصر کی حکومت حاصل کی پھر شام بھی اسکے قبضے میں آ گیا یہ واقعات بیان کئے جاچکے ہیں اس طرح صلاح الدین نے شام اور مصر پر قبضہ کر کے ایک نئی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اس سلطنت کو ایوبیہ کردیہ اور صلاحیہ کہا جاتا ہے ایوبیہ اسلئے کہتے ہیں کہ صلاح الدین بانی سلطنت کے باپ کا نام نجم الدین ایوب تھا۔ کردیہ اسلئے کہتے ہیں کہ صلاح الدین کردی تھا اور صلاحیہ خود صلاح الدین کے نام کی مناسبت سے کہا جاتا ہے۔ غرض سلطان صلاح الدین نے مصر و شام میں جو سلطنت قائم کی تھی اسکے ساتویں بادشاہ ملک الصالح نے اپنے خاندانی رقیبوں سے سلطنت کو محفوظ رکھنے کیلئے کوہ قاف یعنی صوبۂ سرکیشیا سے بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ غلام خرید کر ایک نیا پیدل فوجی دستہ اپنی حفاظت کیلئے قائم کیا۔ یہ لوگ مملوک یعنی غلام کہلاتے تھے نہایت بہادر اور بڑے

وفادار تھے اسی بادشاہ یعنی ملک الصالح کے عہد سلطنت میں جب فرانس کے عیسائی بادشاہ نے جہازوں کے ذریعے سے فوجیں لا کر ملک مصر پر حملہ کیا تو اس مملوک فوج نے نہایت جانبازی اور جرأت دکھائی عیسائیوں کو شکست دے کر بھگا دیا اور فرانس کے بادشاہ کو گرفتار کر لیا انکے اس کارنامے سے ان کی قدر و منزلت بہت کچھ بڑھ گئی۔ ملک الصالح کے بعد اس کا بیٹا ملک معظم توران شاہ تخت نشین ہوا لیکن دو مہینے بھی سلطنت نہ کرنے پایا تھا کہ ملک الصالح کی حسین و محبوب بیوی شجرۃ الدر نے جوڑ توڑ لگا کر اسے معزول کر دیا اور خود تخت نشین ہو کر حکومت کرنے لگی لیکن جب اسکے عہد میں فتنہ و فساد برپا ہو گئے بے چینی بڑھ گئی تو تین مہینے کے بعد ہی شجرۃ الدر سلطنت سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین ہو گئی اسکے بعد ملک الاشرف موسیٰ بن یوسف تخت نشین ہوا یہ ۶۴۸ھ میں تخت نشین ہوا تھا اسکے عہد میں مملوکوں کا زور اس قدر بڑھ گیا کہ انھوں نے ۶۵۲ھ میں اسے معزول کر کے تخت سے اتار دیا۔ یہ بادشاہ سلطان صلاح الدین کے خاندان میں دسواں بادشاہ تھا اسکے عہد میں سلطنت ایوبیہ یا کردیہ یا صلاحیہ کا خاتمہ ہو گیا۔

دولت مملوک ایوبیہ

اسکے بعد مصر میں جو سلطنت قائم ہوئی اُسے غلامان ایوبیہ کہا جاتا ہے مملوکوں نے اپنی جماعت میں سے بیس ۲۰ آدمیوں کو منتخب کر کے انہیں حکومت و سلطنت کے اختیارات دیدیئے ان بیس ۲۰ آدمیوں نے اپنے میں سے ایک شخص عز الدین ایبک صالحی کو ملک المعز کے لقب سے تخت نشین کیا یہ شخص ۶۵۲ھ میں تخت نشین ہوا اسکے مرنے پر ۶۵۵ھ میں اس کا نوعمر بیٹا علی تخت نشین ہوا اُس نے اپنا لقب ملک المنصور رکھا لیکن مملوکوں نے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ نوعمر لڑکے کو بادشاہ نہیں بنانا چاہیئے اور سلطنت سے وراثت کی لعنت کو دور کر دینا چاہیئے قرار یہ پایا کہ تمام ملک مصر سے بیس ۲۰ یا زیادہ سے زیادہ پچیس ۲۵ آدمی عام لوگوں کی رائے سے منتخب کئے جایا کریں ان ممبروں کو حکومت کا اختیار ہو اور یہ ممبر جس شخص کو اپنا صدر منتخب کریں

وہی تخت نشین ہوا اور اسے ملک یا سلطان کہا جائے دو سال میں یہ معاملات طے ہوئے اب ملک المنصور یعنی علی کی معزولی کے متعلق علما سے فتوے لیا گیا اور جب علما نے فتوے دیدیا تب ملک المنصور کو معزول کر کے کونسل بنائی گئی اس کونسل نے بیں امیر سیف الدین کو صدر منتخب کیا۔ جو تخت نشین ہوا اور اس نے اپنا لقب ملک المظفر رکھا۔ چنانچہ ملک المظفر نے تخت نشین ہو کر منتخب شدہ ممبران میں سے ایک کو وزیر اعظم ایک کو رئیس العسکر یا سالار اعظم۔ ایک کو افسر مال ایک کو افسر پولیس اور ایک کو وزیر خارجہ مقرر کیا۔ دوسرے ممبروں کو بھی چھوٹے چھوٹے ملکی اور فوجی عہدے دیئے غرضیکہ مملوکوں نے سلطنت کا یہ نظام قائم کیا گویا سلطنت جمہوریہ کی جو شان ۶۵۷ھ میں یہ کونسل ۶۵۷ھ میں قائم ہوئی تھی اور ملک المظفر اسی سنہ میں تخت نشین ہوا تھا۔ مسلمانوں کے ایک غلام خاندان نے آج سے سات سو برس پہلے رکھی تھی۔ مہذب ممالک نے اب سات سو برس کے بعد اسے اختیار کیا ہے اس ڈکٹیٹر شپ یا سلطنت جمہوریہ کے بانی بھی مسلمان ہی ہیں۔ سچ پوچھئے تو معاشرت حکومت تہذیب اور تمدن کے آداب دنیا کو مسلمانوں نے ہی سکھائے لیکن کس قدر افسوس ہوتا ہے کہ آج انہیں مسلمانوں کی اولاد اپنی معاشرت اپنا تمدن اور اپنی تہذیب کو پس پشت ڈال کر دوسروں کی خوشہ چینی کر رہی ہے یہ محض اسلئے کہ مسلمان مذہب سے دور جا پڑے ہیں انکی مذہبی تعلیم میں سب کچھ ہے اسقدر ہے کہ ابھی دنیا ہزار برس اور بھی ترقی کرے تب بھی اسلامی اصولوں سے نہیں بڑھ سکتی۔ کاش مسلمان اپنے مذہب کو اختیار کر کے سچے اور پکے مسلمان بنجائیں اگر ایسا ہو جائے تو دنیا پھر انکی طرف جھک جائے آج وہ دنیا کے قدموں پر پڑے ہیں پھر دنیا انکے قدموں پر آپڑے۔ غرضیکہ مملوکوں نے خلفائے راشدین کی سنت کو پھر تازہ کیا اور سلطنت جمہوریہ کی بنیاد ڈالی حکومت سے وراثت کی لعنت کو خارج کر دیا۔ مملوک سلطان بھی دو خاندانوں سے ہوئے ایک کا کیشی دوسرے چرکسی یا گرجی۔ ان مملوکوں

نے یہ طریقہ بھی رکھا تھا کہ بارہ ۱۲ ہزار غلاموں کی پلٹنیں ہر وقت موجود رکھتے تھے اگر کسی جنگ میں کچھ غلام مارے جاتے یا طبعی موت سے مرجاتے تو اسی قدر خرید کر انکی تعداد پوری کر دیتے یہ زر خرید غلام ہی اپنی ذاتی قابلیت سے تخت و سلطنت حاصل کرتے تھے۔

دور اول کے مملوک خاندان میں ملک منظفر قطر معزی ۶۵۷ھ میں تخت نشین ہوا جب اس نے سنا کہ آفتاب پرست تاتاریوں نے عراق خراسان۔ فارس آذربائیجان جزیرہ اور موصل وغیرہ کو پامال و برباد کرکے ملک شام کے علاقوں کو تباہ کرنا شروع کر دیا ہے تو وہ اپنا مملوک لشکر جسکی تعداد بارہ ۱۲ ہزار تھی اور اسی قدر مصری فوج لیکر تاتاریوں کے مقابلہ کیلئے روانہ ہوا۔ اس نے اپنے لشکر کے مقدمتہ الجیش پر رکن الدین بیبرس کو سپہ سالار مقرر کیا اس بہادر سپہ سالار کا مقابلہ تاتاریوں سے نہر جالوت پر ہوگیا۔ اسکے ساتھ مملوک فوج کے رسالے تھے اس نے ۱۵ رمضان المبارک ۶۵۸ھ کو تاتاریوں کے عظیم الشان لشکر پر حملہ کر دیا۔ تاتاریوں کو متواتر فتوحات حاصل ہوتی رہی تھیں اسلئے ان کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے وہ نہایت بہادری سے لڑے لیکن مملوکوں نے اس دلیری سے حملہ کیا کہ تاتاریوں کی اکثر جمیعت پہلے ہی حملہ میں کام آگئی پھر متواتر حملے کرکے مملوکوں نے تاتاریوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ بھیڑ اور بکریوں کی طرح ذبحہ کر ڈالا۔ انکی لاشوں سے میدان جنگ کو پاٹ دیا ان کا خون پانی کی طرح بہادیا۔

تاتاری نہایت ذلت سے شکست کھا کر فرار ہوئے۔ مملوکوں نے میلوں تک ان کا تعاقب کرکے راستوں کو ان کی لاشوں سے بھر دیا۔ وہ تاتاری جو چنگیز خاں کے عہد سے آجتک پسپا نہیں ہوئے تھے اب بھاگے جارہے تھے اور مملوک انہیں پکڑ پکڑ کر ذبحہ کر رہے تھے غرض ان مملوکوں نے بغداد کی خونریزی کا کچھ نہ کچھ ان وحشیوں سے انتقام لے لیا۔ تاتاری یا مغل بڑے ساز و سامان سے آئے تھے مملوکوں نے ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور حلب تک ان کا تعاقب کیا وہ مغل جنھوں نے بیسیوں سلطنتوں کو تہ و بالا کر ڈالا تھا مملوکوں سے ایسے خوفزدہ ہوگئے کہ انھیں پھر کبھی سلطنت مصر کیطرف آنکھ اٹھاکر دیکھنے کی بھی جرأت نہ ہوئی بلکہ خائف و ترساں رہے کہ

کہیں مصری ان پر حملہ نہ کر دیں لیکن مملوک ان پر اپنی بہادری کی دھاک بٹھا کر واپس مصر میں چلے آئے
ملک مظفر کسی وجہ سے ۶۵۸ھ میں قتل کر دیا گیا۔ کونسل نے اسکے بجائے رکن الدین بیبرس کو
صدر منتخب کیا اور وہ ۱۶ ذوالقعد ۶۵۸ھ میں تخت نشین ہوا اس نے اپنا لقب ملک الظاہر تجویز
کیا۔ اس سلطان کو معلوم ہوا کہ خاندان عباسیہ کے سینتیسویں[۳۷] آخری خلیفہ مستعصم باللہ کا چچا ابوالقاسم
احمد جو بغداد میں قید تھا چھپ کر بھاگ نکلا تھا اور وہ ملک شام کے کسی شہر میں روپوش ہے
ملک الظاہر نے دس آدمیوں کو اسکی تلاش میں روانہ کیا۔ بڑی دقت اور تلاش کے بعد ابوالقاسم احمد ملا
اور یہ لوگ اسے شام سے لیکر مصر میں آئے۔ جب ملک الظاہر کو اسکے آنیکی خبر پہنچی تو وہ علماء و فقہا
اراکین سلطنت اور روسائے شہر کو لیکر اسکے استقبال کو نکلا اس کا نہایت شاندار استقبال کیا اور مصر
دارالسلطنت قاہرہ میں لا کر ۱۳ رجب ۶۵۹ھ میں اسکے ہاتھ پر بیعت خلافت کی اور اسے المستنصر باللہ
کا لقب دیا۔ اسکے نام کا خطبہ پڑھوایا اسکے نام کے سکے مسکوک کرائے جمعہ کے روز خلیفہ کو لیکر
جمعہ مسجد میں گیا بنی عباس کا شرف خطبہ میں بیان کیا اور خلیفہ کیلئے دعا کرائی ہم نے اتنی
طویل داستان اسلئے بیان کی ہے تاکہ یہ ذہن نشین ہو جائے کہ ۶۵۹ھ میں اسطرح مصر
میں پھر خلافت عباسیہ قائم ہو گئی۔ مگر یہ خلیفہ ہی برائے نام ہوتے تھے بلکہ سچ پوچھئے تو
وہ سیاسی طور پر نظر بند رکھے جاتے تھے۔ انہیں کہیں آنے جانے کی اجازت نہ ہوتی تھی کوئی
ان سے مل نہ سکتا تھا۔ حکومت و سلطنت مملوک ہی کرتے تھے غرضیکہ ۶۵۹ھ میں پھر مصر میں
خلافت عباسیہ قائم ہوئی المستنصر باللہ نے سلطان ظاہر کو خلعت عطا کیا اور ۴ شعبان ۶۵۹ھ
کو دربار خلافت منعقد کر کے ملک الظاہر کو نائب السلطنت مقرر کر کے حکومت و سلطنت کے کلی
اختیارات دیدیئے ایک عجیب اتفاق یہ ہوا کہ ۲ محرم ۶۶۰ھ کو جبکہ مستنصر باللہ تاتاریوں سے لڑنے
کیلئے ملک شام میں گیا ہوا تھا ایک لڑائی میں ایسا گم ہوا کہ پھر اس کا پتہ نہ چلا مقتولوں میں وہ
شامل نہ تھا اگر تاتاری اسے پکڑ کر لیجاتے تو اسکے بدلے میں فدیہ طلب کرتے غرضیکہ یہ پتہ ہی نہ چلا
کہ خلیفہ کہاں گیا اور کیا ہوا۔ ایک سال تک پھر کوئی خلیفہ نہ رہا :-

ملک الظاہر نے پھر کسی عباسی شاہزادہ کی تلاش شروع کی اتفاق سے ایک شاہزادہ کا پتہ چلا اس کا نام ابوالعباس احمد بن حسن بن علی بن ابی بکر بن خلیفہ مسترشد باللہ بن مستظہر باللہ تھا۔ ملک الظاہر نے اسے بلا کر ۸ محرم ۶۶۱ھ کو اسکے ہاتھ پر بیعت خلافت کی اور اسے حاکم بامر اللہ کا خطاب دیا۔ اس خلیفہ کے عہد میں رکن الدین ملک الظاہر نے ۶۷۴ھ میں ملک سوڈان پر حملہ کیا اور نہایت دلیری اور جرأت سے لڑکر اس ملک پر قبضہ کر لیا۔ اسکی یہ فتح نہایت عظیم الشان فتح سمجھی جاتی ہے ۶۷۶ھ میں ملک الظاہر فوت ہو گیا اور محمد ناصر الدین ملک سعید کے نام سے تخت نشین ہوا یہ بھی ۶۷۸ھ میں معزول کر دیا گیا اب بدر الدین ملک العادل کے نام سے تخت نشین ہوا یہ صرف چار ہی مہینے حکومت کرنے پایا تھا کہ معزول کر دیا گیا۔ اسکے بعد ابوالمعالی ملک منصور کے نام سے تخت نشین ہوا یہ شخص خاندان قلاؤن کا پہلا بادشاہ تھا۔ ملک منصور نے ۶۸۰ھ میں تاتاریوں پر حملہ کیا۔ تاتاریوں پر مصریوں کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی پہلے ہی معرکہ میں ہزاروں آدمیوں کو کٹوا کر فرار ہو گئے یہ ملک منصور کا زبردست کارنامہ سمجھا جاتا ہے ۶۸۹ھ میں ملک منصور نے وفات پائی اور صلاح الدین خلیل ملک اشرف کے نام سے تخت نشین ہوا یہ ۶۹۳ھ میں مارا گیا۔ اس سنہ میں محمد بن قلاؤن تخت نشین ہوا اس نے ملک ناصر خطاب اختیار کیا مگر اس نے سلطنت خود چھوڑ دی ۷۰۱ھ میں خلیفہ الحاکم بامر اللہ نے چالیس سال چھ مہینے اور بیس دن خلافت کر کے ۱۸ جمادی الاول ۷۰۱ھ میں وفات پائی اور تاتیرہ میں مدفون ہوا اسکی جگہ اس کا بیٹا ابوالربیع مستکفی باللہ کے لقب سے خلیفہ ہوا۔ غرضیکہ مملوک خاندان کی سلطنت ملک مصر میں ۹۲۲ھ تک قائم رہی اور اسی وقت تک مصر میں عباسی خاندان کے خلیفہ بھی ہوتے رہے جو اس طرح بدلتے گئے کہ الواثق باللہ ۷۰۲ھ الحاکم بامر اللہ ۷۴۲ھ میں المعتضد باللہ ۷۵۳ھ میں المتوکل علی اللہ ۷۶۳ھ میں مستعصم باللہ ۷۸۸ھ میں المستعین باللہ ۸۰۸ھ میں المعتضد باللہ ۸۱۵ھ میں المستکفی باللہ ۸۴۵ھ میں القائم بامر اللہ ۸۵۵ھ میں المستنجد باللہ ۸۵۹ھ میں المتوکل علی اللہ ۸۶۲ھ میں مستمسک ۹۰۳ھ آخری خلیفہ کے زمانہ میں دولت مملوکیہ کا خاتمہ ہو گیا اور اسکے ساتھ ہی مصر سے

بھی خلافت عباسیہ ختم ہو گئی اس طرح پر عباسی خلیفہ مصر میں برائے نام ۶۵۹ھ سے ۹۲۳ھ تک دو سو تریسٹھ سال ۲۶۳ تک رہی ہم نے صرف پندرہ مصری عباسی خلفا کے نام تحریر کئے ہیں لیکن لکھتے ہیں کہ مستکفی کے بعد تین خلیفہ ۹۲۳ھ تک ہوئے اور اسلئے انکی تعداد اٹھارہ ۱۸ ہے یہی قول صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ ۹۲۳ھ میں عثمانی تاجدار سلطان سلیم نے مصر پر حملہ کر کے عباسی خلیفہ محمد پر قبضہ حاصل کیا تھا اور یہ اٹھارہواں خلیفہ محمد نامی کو مسلم اور جبہ لے کے جو خاندان عباسی میں خلفا کی یادگار تھی اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ عباسی خلافت سفاح کے زمانے سے شروع ہو کر ۹۲۳ھ میں ختم ہو گئی اس طرح آٹھ سو سال تک تخت خلافت خاندان عباسیہ میں رہی اور اسکے بعد خاندان عثمانیہ میں منتقل ہو گئی۔ عباسی خلفا کی تعداد پچپن ۵۵ ہے سینتیس ۳۷ خلیفہ بغداد میں ہوئے اور اٹھارہ ۱۸ مصر میں ہوئے :-

آٹھواں باب (۸)

سلاطین عالم اسلام

ہم تسلسل قائم رکھنے کے لئے خلفائے بنو عباس کے حالات قلم بند کرتے چلے آئے ہیں لیکن خلافت عباسیہ کے قائم ہوتے ہی عالم اسلام کے ٹکڑے ہو ہو کر جداگانہ حکومتیں اور سلطنتیں قائم ہونے لگی تھیں ہم ان سلطنتوں میں سے بعض کا تذکرہ مجملاً کر آئے ہیں لیکن زیادہ تر ایسی ہیں جن کا تذکرہ بالکل نہیں کیا جس جس زمانہ میں یہ سلطنتیں کٹ کٹ کر جداگانہ قائم ہوتی رہیں اگر ہم اس زمانہ میں ان کا تذکرہ بھی مفصل کر دیتے تو تاریخ چیستان بنجاتی اور اسکے سمجھنے کیلئے دماغ پر بہت کچھ زور ڈالنا پڑتا اسلئے یہ مناسب سمجھا گیا کہ ان سلطنتوں کا مفصل ذکر بالترتیب آئندہ جلدوں میں کیا جائے لیکن آئندہ جلدوں کے حالات پڑھکر آسانی سے سمجھ لینے کیلئے یہ مناسب ہی نہیں بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جو سلطنتیں بنو عباس کے زمانہ میں قائم ہوئیں ان کا مجمل طور پر ذکر کر دیا جائے یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ یہ تمام سلطنتیں سلطنت عباسیہ کے ٹکڑے ہو ہو کر قائم ہوئیں :-

---

ہسپانیہ

جب سفاح نے بنو امیہ کے قصر حکومت کو مسمار کر کے خلافت عباسیہ کی بنیاد ڈالی تو اس نے بنوامیہ کے فرزندوں کو چن چن کر قتل کر ڈالا لیکن بنو امیہ کے دسویں خلیفہ ہشام کا پوتا عبدالرحمن کسی طرح عباسیوں کے ہاتھوں سے بچ گیا اور گرتا پڑتا ہسپانیہ یعنی اندلس میں پہنچ گیا اسکے اندلس میں پہنچنے کی داستان نہایت کیف آور اور حیرت انگیز ہے اس کا بچ کر اندلس پہنچ جانا عجائبات عالم سے ہے انشا اللہ ہم تیسری جلد میں اس کا تذکرہ مفصل کرینگے۔ عبدالرحمن اندلس میں پہنچکر تمام اسپین کا بادشاہ بن بیٹھا اس نے ۱۳۸ھ سے ایک ایسی بردست سلطنت کی بنیاد ڈالی جو نہایت شان و شوکت اور قوت و عظمت کے ساتھ ۴۲۲ھ تک یعنی تقریباً تین سو برس رہی اس نے شہر قرطبہ (کارڈوا) کو دارالسلطنت بنایا اور اسکے جانشینوں نے اس شہر میں علم و فن کے ایسے دریا بہائے جو آج بھی یادگار زمانہ ہیں اور رہتی دنیا تک دنیائے جہاں سے خراج تحسین وصول کرتے رہینگے اس خلافت کے کارنامے بہت کثیر ہیں خلیفہ عبدالرحمن اموی خلیفہ منصور عباسی کا ہمعصر تھا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ بلاد اسلامیہ میں دو بادشاہ الگ الگ حکمران تھے ان میں سے ایک کا (عبدالرحمن کا) دارالسلطنت قرطبہ تھا اور دوسرے کا (منصور کا) بغداد تھا اگرچہ عباسی خلفائنے بھی معاشرت۔ تمدن اور تہذیب کو ترقی دیکر بام عروج پر پہنچا دیا خصوصاً علم کو معراج کی حد تک لیگئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اندلس کے امویوں سے بازی نہ لے جا سکے انہوں نے متذکرہ ہر بات میں قابل رشک ترقی کی آج بھی قرطبہ کے کھنڈرات دولت اموی کی شان و شوکت اور قوت و عظمت کی شہادت دے رہے ہیں اس عظیم الشان خلافت کا خاتمہ ۴۲۲ھ میں ہو گیا۔ دارالسلطنت قرطبہ۔ اشبیلیہ۔ غرناطہ۔ بلنسیہ۔ طلیطلہ اور مالقاء غیر بنگئے۔ لیکن بدقسمتی سے مسلمانوں میں نا اتفاقی پیدا ہو گئی عیسائیوں نے مسلمانوں کو احمق بنا کر خوب آپس میں لڑایا اور جب تمام سلطنتیں باہم لڑ کر کمزور ہو گئیں تب قرب و جوار کی عیسائی حکومتوں نے متفق ہو کر اندلس پر حملہ کر کے مسلمانوں کو اسقدر کچلا ایسا تختہ مشق ستم بنایا

کہ اندلس سے مسلمانوں کا وجود ہی مٹا ڈالا۔ اندلس کے مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی داستان مسلمانوں کو خون کے آنسو رلاتی ہے کسی قوم نے آجتک شاید ہی کسی پر ایسے مظالم کئے ہوں جیسے اسپین کے عیسائیوں نے مسلمانوں پر کئے ہم انشاء اللہ ان تمام واقعات کو تیسری جلد میں مفصل بیان کرینگے انہیں پڑھکر معلوم ہوگا کہ مدعیان تہذیب جو الزامات مسلمانوں پر لگاتے ہیں وہ صحیح ہیں یا ان الزامات کے وہ خود مرتکب ہوئے ہیں مسلمان اندلس میں آٹھ سَو سال تک رہے اور ہم اس عہد کے واقعات قدرے تفصیل سے لکھیں گے :۔ (انشاء اللہ) :

سلطنت ادریسیہ

مراقش (مراکو) میں جو ہسپانیہ کے پڑوس میں واقع ہے ۱۷۲ھ میں ادریس نامی ایک شخص نے خود مختار حکومت قائم کی ایک زمانہ میں مراقش بھی سلطنت عباسیہ کا ایک جزو تھی لیکن ۱۷۲ھ سے الگ ہوگیا۔ اگرچہ یہ حکومت دو سو برس تک قائم رہی لیکن آزاد اور خود مختار سوا سو برس ہی رہی اسکے بعد جب افریقہ میں عبیدیہ حکومت کا وجود ہوا تو سلطنت عبیدیہ نے حکومت ادریسیہ کو اپنا باجگذار بنا لیا تھا۔ پچھتر سال تک یہ حکومت باجگذار رہی پھر نااتفاقی کی بدولت اس سلطنت کے بھی ٹکڑے ہوگئے، بہت سے حکمران بن گئے جو معمولی رئیسوں سے زیادہ حیثیت نہ رکھتے تھے آخر وہ بھی آپس میں لڑکر فنا ہوگئے۔

حکومت اغلبیہ

صوبہ افریقہ یعنی ٹیونس بھی ۱۸۴ھ میں خلافت عباسیہ سے الگ ہوگیا۔ ابراہیم بن اغلب نے افریقہ میں اپنی حکومت جداگانہ قائم کرلی ۱۸۴ھ میں اس حکومت کی بنیاد پڑی اور رفتہ رفتہ اس نے بڑی ترقی کی۔ ابراہیم بن اغلب کی اولاد نہایت اولوالعزم ہوئی اس نے بڑی شان و شوکت سے حکومت کی ۲۱۹ھ میں اغلبیوں نے جزیرہ صقلیہ پر جو عیسائیوں کا تھا قبضہ کرلیا۔ مالٹا اور ساوڈینیہ کو بھی فتح کرلیا۔ اس حکومت کی بحری طاقت اسقدر زبردست تھی کہ تمام بحر روم پر حکومت اغلبیہ کا قبضہ تھا۔ اس حکومت کے جہاز اکثر فرانس یونان اور اٹلی کے ساحلوں پر

اسپر چھاپے مارتے رہتے تھے کہ کہیں عیسائی سلطنتیں دولت اغلبیہ پر نہ چڑھ آئیں یہ سلطنت سو سال سے زیادہ عرصہ تک قائم رہی۔ آخر عبیدی سلطنت کی بنیاد اس حکومت پر قائم ہوگئی:۔

حکومت زیادیہ

یمن کی حکومت ۲۰۳ھ میں محمد بن زیاد کو دی گئی تھی۔ یہ شخص زیاد بن ابی سفیان کی اولاد میں سے تھا۔ اس کا خاندان ۴۰۲ھ تک یمن کی حکومت پر مامور رہا۔ محمد بن زیاد نے زبید نامی شہر آباد کر کے اُسے دارالحکومت بنایا تھا اور کچھ عرصہ کے بعد صوبہ تہامہ پر قبضہ کر کے حضر موت کا علاقہ بھی فتح کر لیا تھا۔ لیکن اس حکومت میں خطبہ خلفائے عباسیہ ہی کا پڑھا جاتا رہا۔ ۲۸۸ھ میں اس سلطنت کا کچھ حصہ علیحدہ ہو کر علویوں کے تحت میں چلا گیا تھا اور اسمیں حکومت زیدیہ قائم ہو گئی تھی۔ پھر بتدریج اسکے ٹکڑے ہوتے چلے گئے۔ جب یہ سلطنت کمزور ہوگئی تو اسکے غلاموں اور غلاموں کے غلاموں نے حکمرانی کی۔ زیادیہ کے بعد یعفوریہ نجاحیہ صلیحیہ ہمدانیہ مہدیہ زرریہ اور رسولیہ وغیرہ خاندان ۱۰۰۰ھ تک خود مختار حکمران رہے۔ ان میں سے بعض شیعہ تھے اور بعض سُنی تھے:۔

حکومت طاہریہ

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ طاہر بن حسین مامون کا نہایت نامور سپہ سالار تھا اس نے مامون کے بھائی امین کو قتل کیا تھا۔ مامون نے طاہر کو ۲۰۵ھ میں خراسان کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔ اس نے خراسان میں پہنچکر خطبہ میں مامون کا نام پڑھا لیکن اس سے اگلے ہی روز وہ فوت ہو گیا۔ اسکے بعد اسکے خاندان میں پانچ حکمران یکے بعد دیگرے ہوئے۔ انکے نام یہ ہیں طلحہ بن طاہر علی بن طلحہ عبداللہ بن طاہر طاہر بن عبداللہ اور محمد بن طاہر۔ اگرچہ یہ حکمران اپنے آپکو خلفائے عباسیہ کا محکوم کہتے تھے لیکن درحقیقت وہ محکوم نہ تھے بلکہ خود مختار تھے۔ ان کی محکومیت صرف اسقدر تھی کہ وہ خطبہ میں خلیفہ کا نام پڑھتے تھے۔ محمد بن طاہر کو حسن بن زید علوی کے خروج سے بڑی تکلیف پہنچی۔ آخر میں محمد بن طاہر کو یعقوب بن لیث نے گرفتار کر لیا تھا۔ اسکی گرفتاری کے

ساتھ ہی حکومت طاہر کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ اس طرح خراسان ۲۰۵ھ سے ہی خلافت عباسیہ سے الگ ہو گیا تھا۔

حکومت علویہ (طبرستان)

طبرستان میں حکومت علویہ زیدیہ ۲۵۰ھ میں قائم ہو گئی تھی جسے ۳۱۶ھ میں حکومت سامانیہ نے غارت کر دیا۔ اسی حکومت کے کھنڈر پر بنی بویہ کی حکومت کا قصر تعمیر ہوا تھا۔

حکومت طولونیہ

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ۲۵۳ھ میں احمد بن طولون کو مصر کا گورنر مقرر کیا گیا تھا اس نے مصر کی گورنری کا چارج لیتے ہی خود مختارانہ حکومت شروع کر دی اور کچھ عرصے کے بعد شام پر قبضہ کر کے اسے بھی اپنی حکومت میں شامل کر لیا اس طرح پر مصر و شام بھی خلافت عباسیہ سے ۲۵۳ھ ہی میں علیحدہ ہو گئے تھے۔ لیکن ان دونوں ممالک میں بھی خطبہ خلیفہ عباسی ہی کے نام کا پڑھا جاتا تھا۔ اگرچہ سلطنت عباسیہ کی ان پر دسترس یا قائم نہ تھی۔

حکومت صفاریہ

یعقوب بن لیث صفار ایک مزدور تھا اس نے لٹیروں کی ایک جماعت قائم کی رفتہ رفتہ قوت پکڑ کر خراسان۔ کابل بلخ اور طبرستان پر قابض ہو گیا پھر اس نے ۲۵۴ھ میں فارس پر قبضہ کر لیا۔ اس نے ۲۵۹ھ میں محمد بن طاہر کو گرفتار کر کے حکومت طاہریہ کا خاتمہ کر دیا تھا۔ حکومت صفاریہ کے واقعات اس جلد میں مفصل بیان کئے جا چکے ہیں مقصد یہ ہے کہ ۲۵۴ھ میں فارس بھی سلطنت عباسیہ سے علیحدہ ہو گیا:۔

سندھ کی حکومتیں

جبکہ فارس اور خراسان خلافت عباسیہ سے علیحدہ ہو گئے تو سندھ کیوں الگ نہ ہو جاتا۔ چنانچہ سندھ ۲۶۵ھ میں جدا ہو گیا اور اسمیں متعدد چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم ہو گئیں

تاریخ خوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس وقت سندھ سے ملتان تک مسلمانوں کی حکومت تھی یہ تمام حکومتیں عربوں نے قائم کی تھیں لیکن ان میں خطبہ عباسی خلیفہ ہی کے نام کا پڑھا جاتا تھا یہ حکومتیں یا ریاستیں بتدریج سو سوا سو برس ہی میں معدوم ہو گئیں :-

حکومت قرامطہ

۲۸۶ھ میں قرامطہ نے صوبہ بحرین میں اپنی حکومت علیحدہ قائم کرلی اس فرقہ کی سلطنت ظلم و ستم کی بنیادوں پر قائم کی گئی تھی۔ اس طبقہ نے مسلمانوں کو بے حد ستایا اور بہت زیادہ نقصان پہنچایا۔ یہ حکومت ۳۶۴ھ تک قائم رہی اسکے بعد فنا ہو گئی اس سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ ۲۸۶ھ میں بحرین بھی حکومت عباسیہ سے الگ ہو گیا :-)

حکومت بنو حمدان

یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ ابو الہیجا عبداللہ بن حمدان کو موصل کی حکومت دیدی گئی تھی اس نے ۲۸۹ھ میں موصل میں خود مختار حکومت قائم کی جو تقریباً سو برس تک رہی اس خاندان میں سیف الدولہ اور ناصر الدولہ دو حکمران جیسے فاتح اور نامور گذرے ہیں خصوصاً سیف الدین اسلئے زیادہ مشہور ہے کہ اس نے رومیوں پر جہاد کر کے شاندار فتوحات حاصل کیں انہوں نے کچھ عرصہ جزیرہ پر بھی حکومت کی انکی سلطنت میں بھی خطبوں میں عباسی خلیفہ کا نام پڑھا جاتا تھا۔ آخر زمانہ میں صرف صوبہ شام پر انکی حکومت رہ گئی تھی اور جب علویوں کی حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے عبیدیوں کا نام خطبوں میں پڑھوایا۔ جب بنو حمدان میں کوئی حکومت کے قابل نہ رہا تب سلطنت ان کے غلاموں کے قبضہ میں چلی گئی ۳۸۰ھ میں اس حکومت کا خاتمہ ہوا اسطرح پر موصل ۲۸۹ھ میں سلطنت عباسیہ سے الگ ہو گیا تھا

حکومت سامانیہ

یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ اسمٰعیل سامانی نے ۲۹۰ھ میں ماوراء النہر پر قبضہ کرلیا تھا۔ اس وقت

سے حکومت سامانیہ کی ابتدا ہوئی۔ سامان بہرام چوبی کی نسل سے تھا اس کا نام احمد تھا اور اسماعیل احمد سامانی کا بیٹا تھا۔ اس نے سمرقند کو دارالحکومت قرار دیا تھا۔ اس خاندان کی حکومت سمرقند و بخارا سے لیکر خلیج فارس اور بحیرۂ قزوین تک وسیع ہوگئی اسماعیل سامانی نے ترکستان میں ترکوں پر زبردست فتح حاصل کی تھی۔ شاہ ترکستان کو معہ اسکی بیوی کے گرفتار کر کے سمرقند میں لایا تھا۔ اسی ایک ہی فتح سے اسکی شہرت ہوگئی تھی اور ترکوں پر مسلمانوں کی ہاک بیٹھ گئی تھی۔ اس خاندان میں آٹھ حکمران ہوئے۔ بعد میں اس حکومت کے کچھ علاقے پر بنو بویہ کا قبضہ ہوگیا۔ کچھ پر ترک غلام قابض ہوگئے۔ آخر ۳۸۴ھ میں اسی خاندان کے ایک ترک غلام الپتگین نے اس حصہ پر قبضہ کرکے جو دریائے جیحوں کے جنوب میں تھا کہ ایک خود مختار سلطنت کی بنیاد ڈالی الپتگین کی سلطنت کا وارث سبکتگین ہوا جس کا بیٹا محمود غزنوی تھا جس کا نام ہندوستان کے بچہ بچہ کی زبان پر ہے اس طرح ماوراء النہر بھی ۲۹۰ھ میں حکومت عباسیہ سے علیحدہ ہوگیا تھا

سلطنت علویہ عبیدیہ

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ عبیداللہ مہدی نے ۲۹۶ھ میں افریقہ (ٹیونس) میں سلطنت علویہ عبیدیہ قائم کی تھی۔ اس سلطنت کو شیعہ اور امامیہ بھی کہتے ہیں دولت اغلبیہ کے کھنڈرات پر حکومت عبیدیہ نے خاندان اخشیدیہ کے ایک طفل خورد سال سے مصر کا ملک چھین کر شہر قاہرہ کو اپنا دار السلطنت بنایا اور ۳۸۱ھ میں حلب پر قبضہ کر کے اپنی سلطنت کو ملک شام تک وسیع کر لیا۔ حکومت عبیدیہ نے خلافت کا دعوٰے کیا تھا۔ لیکن علماء اور مؤرخین نے اس سلطنت کو خلافت تسلیم نہیں کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ حکومت عبیدیہ کے حکمران شعائر اسلام کی بے حرمتی کرتے تھے۔ انواع و اقسام کی بدعتوں اور بد اعمالیوں کے مرتکب ہوتے تھے۔ علما اور مؤرخین نے خلافت کا صرف ایک ہی سلسلہ تسلیم کیا ہے جو سب سے بڑا ہے البتہ خلافت کے اس عظیم سلسلہ کے کئی حصے

مانتے ہیں خلافت کا یہ سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے شروع ہوا اور خلافت عثمانیہ (ترکوں) تک باقی رہا جسکے آخری تاجدار سلطان عبدالمجید خاں تھے۔ اسکے پہلے حصہ کا نام خلافت راشدہ۔ دوسرے حصے کا نام خلافت بنوامیہ تیسرے حصے کا نام خلافت عباسیہ اور چوتھے حصہ کا نام خلافت عثمانیہ ہے ان میں سے ہم تین خلافتوں کے واقعات بیان کرچکے ہیں چوتھی خلافت یعنی خلافت عثمانیہ کے حالات لکھنے باقی ہیں جو انشاء اللہ چوتھی جلد میں بیان کئے جائینگے۔ ترکوں کی تاریخ ایک عظیم الشان تاریخ ہے ہم ان کی تاریخ مفصل لکھنے کی کوشش کرینگے۔ خلافت بنوامیہ کے بھی دو ۲ ٹکڑے ہیں ایک وہ جو امیر معاویہ نے قائم کی اور جس کا مروان بن محمد پر خاتمہ ہوگیا دوسری وہ ہے جو ہشام کے پوتے عبدالرحمن نے اندلس میں قائم کی اس خلافت کے واقعات بھی حیرتناک ہیں اور انشاء اللہ وہ تیسری جلد میں بیان کئے جائینگے۔ غرضیکہ دولت عبیدیہ کو علماء اور مورخین نے خلافت کے زمرہ میں قرار نہیں دیا اور اسلئے اسے خلافت تسلیم نہیں کیا جاسکتا یہ سلطنت بالکل ایسی ہی تھی جیسی ایران کی سلطنت ایرانی بادشاہ کو خلیفہ نہیں کہا گیا بلکہ عثمانی خلیفہ کو خلیفہ کہا جاتا رہا ہے اسی طرح سلطنت عبیدیہ کو بھی خلافت نہیں کہا جاسکتا:۔

سلطنت عبیدیہ ۵۶۷ھ تک قائم رہی سلطان صلاح الدین ایوبی نے اس سلطنت کے خاتمہ پر ایوبی سلطنت قائم کی۔ اس خاندان میں چودہ ۱۴ بادشاہ ہوئے ہم ان کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں سب سے پہلا عبیداللہ مہدی تھا جس نے اس سلطنت کو قائم کیا اس نے پچیس ۲۵ برس حکومت کی ۳۲۲ھ میں حصار مہدیہ میں فوت ہوا۔ دوسرا فرمانروا اس کا بیٹا قائم بامراللہ اپنے باپ کی جگہ ۳۲۲ھ میں تخت نشین ہوا اور اس نے خلفائے عباسیہ کیطرح اپنا لقب قائم بامراللہ رکھا جسکی تقلید اسکے جانشینوں نے بھی کی یہ بائیس ۲۲ برس حکومت کرکے ۳۳۴ھ میں فوت ہوگیا تیسرا ۱ فرمانروا منصور باللہ بن قائم بامراللہ ۳۳۴ھ کو تخت نشین ہوا اس نے اپنے خاندان کے ایک بڑے دشمن ابویزید کو گرفتار کرکے قتل کیا یہ صرف سات سال تک حکومت

کر کے ۳۴۱ھ میں فوت ہوگیا۔ چوتھا فرمانروا معز الدین اللہ بن منصور باللہ ۳۴۱ھ
میں تخت نشین ہوا۔ اسکے عہد میں سلطنت کا رقبہ وسیع ہو کر مصر، اسکندریہ، مکہ اور مدینہ
تک پہنچ گیا۔ قاہرہ اسی نے آباد کیا تھا۔ جو آجتک ملک مصر کا دارالحکومت ہے اس نے
چوبیس ۲۴ سال حکومت کی ۳۶۵ھ میں وفات پائی۔ پانچواں فرمانروا عزیز باللہ بن
معز الدین باللہ ۳۶۵ھ میں تخت پر بیٹھا۔ اسکے زمانہ میں سلطنت اندلس تک وسیع
ہوگئی تھی۔ اس نے ایک یہودی کو کسی وجہ سے شام پر اور ایک عیسائی کو مصر پر گورنر
مقرر کیا تھا۔ لیکن بعد میں اس تقرری پر پچھتایا تھا۔ یہ اکیس ۲۱ سال حکومت کر کے ۳۸۶ھ
میں فوت ہوا۔ چھٹا بادشاہ حاکم باللہ بن عزیز باللہ تھا جو ۳۸۶ھ میں تخت نشین ہوا۔ یہ
بادشاہ نہایت مغرور اور بڑا سخت گیر تھا۔ اسے مؤرخوں نے فرعون ثانی لکھا ہے اس نے
پچیس ۲۵ سال حکومت کی۔ ۴۱۱ھ میں فوت ہوا۔ ساتواں بادشاہ ظاہر الدین اللہ بن
حاکم باللہ ۴۱۱ھ میں تخت نشین ہوا۔ یہ بادشاہ نیکنام ہوا ہے یہ تیئیس ۲۳ سال حکومت
کر کے ۴۳۴ھ میں فوت ہوا۔ آٹھواں بادشاہ مستنصر باللہ بن ظاہر الدین اللہ ۴۳۴ھ
میں تخت پر بیٹھا اسکے عہد میں بساسیری نے بغداد پر قبضہ کر کے اسکے نام کا خطبہ بغداد
میں پڑھوایا تھا۔ یہ ترپن ۵۳ سال حکومت کر کے ۴۸۷ھ میں فوت ہوا۔ نواں بادشاہ
مستعلی باللہ بن مستنصر باللہ ۴۸۷ھ میں تخت پر بیٹھا۔ یہ کچھ اچھا بادشاہ نہ تھا۔ سات
سال حکومت کرنے پایا تھا کہ ۴۹۵ھ میں قتل کر دیا گیا۔ دسواں بادشاہ آمر باحکام اللہ
بن مستعلی باللہ ۴۹۵ھ میں تخت نشین ہوا۔ اسکے عہد میں شمالی ملک کے عیسائیوں سے
جنگ ہوئی مسلمانوں کو فتح ملی۔ اسی کے زمانہ میں ملک شام میں خاندان نزاریہ کے ایک
شخص نے ایک حکومت قائم کر کے علویوں کو شام سے برطرف کر دیا۔ اس نے اپنے
چچا حافظ الدین اللہ کو ولیعہد مقرر کیا تھا۔ یہ انتیس ۲۹ سال حکومت کر کے ۵۲۴ھ میں فوت
ہوگیا۔ گیارہواں ۱۱ بادشاہ حافظ الدین بن مستنصر باللہ ۵۲۴ھ میں تخت پر بیٹھا۔

یہ کم ظرف طبیعت کا تھا اسکے عہد سے سلطنت علویہ عبیدیہ کو زوال شروع ہوا۔ یہ بیس [۲] سال حکومت کرکے ۵۴۴ھ میں فوت ہوگیا۔ بارہواں [۱۲] بادشاہ ظافر باللہ بن حافظ الدین اللہ ۵۴۴ھ میں تخت پر بیٹھا۔ یہ نہایت کمینہ طبیعت اور خفیف الحرکات تھا اسے اسکے وزیر نے قتل کرادیا۔ یہ پانچ سال حکومت کرکے ۵۴۹ھ میں مقتول ہوا۔ تیرہواں [۱۳] بادشاہ فائز بنصر اللہ بن ظافر باللہ ۵۴۹ھ میں تخت نشین ہوا۔ اسکے عہد میں بلاد غربی پر عیسائیوں نے حملہ کرکے قبضہ کرلیا۔ یہ صرف چھ سال حکومت کرکے ۵۵۵ھ میں فوت ہوگیا۔ چودہواں [۱۴] بادشاہ عاضد الدین اللہ بن فائز بنصر اللہ ۵۵۵ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس کا وزیر شاور نہایت چالاک محسن کش نمک حرام اور قابو یافتہ تھا۔ اسکی وجہ سے عیسائیوں نے کئی مرتبہ ملک مصر پر حملہ کیا اور مصر پر قابض ہوگئے۔ صلاح الدین اسی بادشاہ کے عہد میں عیسائیوں کو مصر سے نکالنے کیلئے آیا تھا۔ اس نے عیسائیوں کو شکست دیکر بھگا دیا۔ عاضد الدین اللہ نے تنگ ہوکر اپنے وزیر شاور کو قتل کرادیا اور صلاح الدین کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ ۵۶۷ھ میں یہ بادشاہ مرگیا۔ اسکے مرتے ہی سلطنت عبیدیہ کا بھی خاتمہ ہوگیا!

اسطرح مصر، شام اور افریقیہ سلطنت عباسیہ سے ۲۹۶ھ میں الگ ہوگئے تھے

مکہ معظمہ
حکومت بنو سلیمان

ایک شخص محمد بن سلیمان نے جو حضرت حسنؓ کی اولاد میں سے تھا ۳۰۱ھ میں مکہ میں ایک خود مختار حکومت قائم کرلی۔ یہ شخص زیدیہ شیعہ تھا۔ اس خاندان میں سوا سو [۱۲۵] سال سے زیادہ مدت تک حکومت قائم رہی ۴۳۰ھ میں اس کا خاتمہ ہوا لیکن یہ حکومت کچھ زیادہ قوی نہ تھی۔ ایام حج میں مصر اور بغداد سے امیر حج مقرر ہوکر آتے تھے ان میں آپس میں امارت حج اور خطبہ پر جھگڑا ہوتا۔ تلواریں چل جاتیں خونریزی ہوتی جو قوی ہوتا وہی امیر حج بنجاتا۔ بنو سلیمان کے

حکمران کو کوئی پوچھتا تک بھی تھا۔ اسی خاندان کی حکومت کے زمانہ میں قرامطہ سنہ ۳۱۷ھ حجر اسود کو اٹھا کر
لے گئے تھے۔ چونکہ یہ زیدیہ شیعہ تھے اسلئے عبیدی حکومت کیطرف مائل تھے لیکن انکی حالت
یہ تھی کہ جسے قوی دیکھتے اسی کا کلمہ پڑھنے لگتے۔ غرضیکہ سنہ ۴۰۱ھ سے مکہ بھی حکومت عباسیہ سے
علیحدہ ہو چکا تھا۔ سلیمانیوں کے بعد بنو ہاشم کی حکومت کا دور آیا۔ انہوں نے مکہ پر حکومت
شروع کی لیکن انکی حالت بھی بنو سلیمان کیطرح رہی البتہ انہوں نے خطبوں میں عباسیوں کا
نام پڑھوایا لیکن سلطنت عباسیہ سے تعلق کوئی رکھا اور خطبہ بھی اسلئے پڑھوایا کہ سلجوقیوں کا
زور تھا اور یہ خاندان سلجوقیوں سے دبتا تھا۔ جب سلجوقی کمزور ہوگئے تو انہوں نے پھر عبیدیوں
کا خطبہ پڑھنا شروع کر دیا۔ لیکن سنہ ۵۶۷ھ میں جب سلطان صلاح الدین نے حکومت عبیدیہ
کا خاتمہ کر دیا تو بنو ہاشم کی امارت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ صلاح الدین نے اپنی طرف سے مکہ
میں گورنر مقرر کرنے شروع کئے۔ مگر جب ایوبی سلطنت ختم ہوگئی تو مکہ معظمہ پر بنو قتادہ نے
قبضہ کر کے حکومت شروع کی اور جب ان کا دور بھی ختم ہوا تو بنو نمی کی امارت کا آغاز ہوا
غرضیکہ اسی طرح مکہ پر بہت سے خاندان حکمران رہے یہاں تک کہ ترکوں نے جو آل عثمان سے
تعلق رکھتے تھے حجاز پر قبضہ کیا اور سلطان سلیم عثمانی نے مکہ میں خود حاکم مقرر کر کے
بھیجا اور اس کا لقب شریف مکہ قرار دیا۔ سلطان سلیم کے زمانہ سے سنہ ۱۳۳۲ھ تک مکہ کے حاکم
ترکوں کیطرف سے مقرر ہوتے رہے لیکن اس ہمارے زمانہ میں شریف مکہ جس کا نام شریف حسین
تھا اور جو ہاشمی ہونے کا مدعی تھا ترکوں سے غداری اور بیوفائی کر کے عالم اسلام کو ناقابل تلافی
نقصان پہنچایا۔ اس بدبخت ازلی نے ترکوں پر جن سے وہ ہزار اشرفیاں سالانہ لیتا تھا۔
خانہ کعبہ میں گولیاں چلائیں اور بحرام نے ترکوں کو مکہ سے نکال کر عیسائیوں کی سیادت مکہ پر
تسلیم کر لی گویا بتوسل عیسائیوں کا قبضہ خانہ کعبہ پر کرا دیا۔ عالم اسلام نے اسے نہایت ہی
ذلت۔ حقارت اور نفرت کی نگاہوں سے دیکھا اس بندۂ حرص کا انجام بھی نہایت ہی
ذلت آفریں ہوا۔ دنیا میں تو اسے روسیاہی نصیب ہوئی ہی عقبیٰ میں خدا جانے کیا حشر ہوگا۔

آجکل مکہ معظمہ پر سلطان ابن سعود کی حکومت ہے یہ شخص اہلحدیث یا وہابی ہے
اس نے تمام متبرک مقامات اور مقدس مزارات کو مسمار کرا دیا۔ اگرچہ قبر پرستی نہایت بری
چیز ہے اس سے شرک عاید ہوجاتا ہے لیکن مزارات کا انہدام بھی قابل گناہ بات ہے اس سے
مزارات کی بیحرمتی ہوتی ہے ہندوستان کے مسلمانوں نے قبروں کو مسمار نہ کرنے کے لئے
تعزیرات ہند میں خاص طور پر کئی دفعات شامل کرا رکھی ہیں تاکہ اگر کوئی قبروں کی بیحرمتی کرے
تو اسے قانون سزا دے سکے۔ لیکن کسقدر افسوس کی بات ہے کہ ایک مسلم حکمران نے خود بڑے
بڑے بزرگوں کے مزارات کی بیحرمتی کی اسکے اس فعل کو مسلمانوں نے اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھا
اگر بعض احمق و ناعاقبت اندیش مسلمان وہاں جاکر قبر پرستی کرتے تھے تو انکے لئے قانون
بنایا جاتا اور اس قانون کے ذریعہ سے ایسی حرکت کرنیوالوں کو سزا دی جاتی غرضیکہ اس وقت
مکہ معظمہ میں ایک ایسا شخص حکمران ہے جس سے عالم اسلام کو کوئی ہمدردی نہیں رہی ہے
اور جس نے ٹیکسوں کی اسقدر بھرمار کر دی ہے جس سے معمولی حیثیت کے لوگ حج کرنے
سے رک گئے ہیں کاش وہ عقل و سمجھ سے کام لے اور اپنا طرز عمل بدل لے حج کو تجارت کا
ذریعہ قرار نہ دے اور مسلمانان عالم کی ہمدردی حاصل کرنیکی کوشش کرے :۔

حکومت ترکان کاشغر

ترکان غز کے عروج کا حال بیان کیا جاچکا ہے اسی قبیلہ کے ایک شخص نے سنہ ۳۲۰ھ
میں دولت سامانیہ کے خاتمہ کے بعد ایک خودمختار حکومت قائم کی یہ حکومت ترکستان
میں قائم کیگئی اور کاشغر اس کا دارالحکومت مقرر کیا گیا۔ اسی لئے اس حکومت کو حکومت
ترکان کاشغر کہا جاتا ہے سلجوقی بھی انہیں کے ہم وطن تھے اور آل عثمان بھی انہیں کے
وطنی ہیں ترکستان بھی اسی حکومت کی وجہ سے سلطنت عباسیہ سے خارج ہوگیا ان
ترکوں کی حکومت سنہ ۵۶۰ھ تک قائم رہی :۔

سلاطین دیالمہ

یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ ابوشجاع بویہ کی اولاد نے حکومت دیالمہ قائم کی تھی یہ حکومت ۳۲۲ھ میں قائم ہوئی اور اس نے رفتہ رفتہ اسقدر ترقی کی کہ بغداد پر قبضہ کر کے خلفائے عباسیہ پر مستولی ہو گئے یہ لوگ شیعہ تھے ملکی مصلحتوں کیوجہ سے خلافت عباسیہ کو قائم رکھے ہوئے تھے لیکن انہوں نے خلفائے عباسیہ کو نہایت درجہ اذیت دی اور انکی تحقیر و تذلیل میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ اس خاندان میں ۱۶ سولہ بادشاہ ہوئے ہم ان سب کا تذکرہ قدرے تفصیل سے بیان کر آئے۔ ان کا آخری فرمانروا خسرو بن فیروز تھا جو ۴۴۰ھ میں ترکوں سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اسکے مرتے ہی اس سلطنت کا بھی خاتمہ ہو گیا:۔

سلطنت اخشیدیہ

جب مصر سے بنی طولون کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا تو کچھ عرصے کے بعد خلیفہ معتمد باللہ عباسی نے ۳۱۶ھ میں محمد بن طغج کو ملک کا گورنر مقرر کیا۔ یہ محمد بن طغج ماوراء النہر کے علاقہ فرغانہ کے ایک امیر کا بیٹا تھا۔ فرغانہ میں امراء کو اخشید کہتے تھے اسلئے محمد بن طغج بھی اخشید کہلاتا تھا۔ ۳۲۳ھ میں اسے مصر کی حکومت بھی دیدی گئی۔ اس نے اپنی قوت بڑھا کر ۳۲۷ھ میں خود مختار حکومت قائم کر لی اسلئے اس حکومت کو حکومت اخشید کہا گیا۔ ۳۵۶ھ تک یہ حکومت قائم رہی۔ اسکے بعد قعر فنا میں جا پڑی:۔

سلطنت غزنویہ

یہ ذکر کیا جاچکا ہے کہ الپتگین نے ایک سلطنت علیحدہ قائم کر لی تھی اسکے بعد اس کا داماد سبکتگین تخت نشین ہوا۔ سبکتگین کا بیٹا محمود غزنوی تھا۔ اس خاندان نے ۳۵۱ھ میں اپنی سلطنت قائم کی۔ محمود غزنوی کا زمانہ اس سلطنت کے شباب کا زمانہ تھا۔

اسی شیر دل سلطان نے اگر ایک طرف بخارا و سمرقند کی طرف حملے کئے تو دوسری طرف
سومنات اور بنگال تک اس نے دھاوے بولے۔ اس کی سلطنت جیحوں پنجاب ملتان سے خراسان کے
مغربی سرے تک اور خلیج فارس سے دریائے جیحوں تک پھیل گئی تھی ہم اس اولوالعزم
سلطان کے واقعات انشاء اللہ پانچویں جلد میں ہندوستان کے حالات کے ساتھ بیان
کریں گے۔ بڑے ولولہ انگیز اور حیرت ناک ہیں۔

حکومت مروانیہ

ولایت دیار بکر میں ایک شخص ابو علی بن مروان نے سنہ ۳۸۰ھ میں اپنی حکومت قائم
کی۔ یہ شخص کرد تھا۔ آمد، ارزن، میافارقین اور کیفا وغیرہ بھی اسی کی حکومت میں شامل تھے
یہ شخص بڑا چالاک اور ابن الوقت تھا۔ کبھی عبیدیوں سے ملجاتا تھا اور کبھی سلجوقیوں سے۔
آخر سلجوقیوں نے ہی تقریباً سو برس کے بعد اس کی حکومت کا سنہ ۴۸۹ھ میں خاتمہ کر دیا۔

حکومت صمادیہ الجیریہ

الجیریہ میں خاندان صمادیہ نے اپنی حکومت سنہ ۳۹۸ھ میں قائم کر لی تھی۔ گویا الجیریہ
بھی سنہ ۳۹۸ھ سے سلطنت عباسیہ سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ یہ حکومت سنہ ۵۴۷ھ تک یعنی تقریباً
ڈیڑھ سو برس قائم رہی۔

دولت سلجوقیہ

ترکستان کے بادشاہ بیغو شاہ کے دربار میں ایک شخص سلجوق نامی فوجی سپہ سالار تھا
وہ کسی بات پر بیغو شاہ سے ناراض ہو کر اسلامی سلطنت میں آ گیا اور سرحد بخارا سمرقند میں
رہنے لگا۔ ماوراء النہر کے گورنر نے اسے اسلام کی دعوت دی اور وہ بڑی خوشی سے مسلمان
ہو گیا۔ اس نے جند میں رہنا شروع کر دیا۔ اگرچہ جند میں مسلمان بھی آباد تھے لیکن
جند بیغو شاہ والیٔ ترکستان کا باجگذار تھا ایک مرتبہ جب ترک سالانہ خراج لینے کے

لئے جند مہ میں آئے تو سلجوق نے مزاحمت کی اور کہا کہ میں اپنی زندگی میں یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ غیر مسلم مسلمانوں سے خراج لیں جب بیغو شاہ کو اس بات کی اطلاع ہو تو وہ فوج لے کر حملہ آور ہوا سلجوقی نے مسلمانوں کی جمعیت فراہم کر کے ترکوں کا مقابلہ کیا۔

مسلمانوں نے سلجوق کی مدد سے ترکوں کو شکست دے کر بھگا دیا۔ اسی وقت سے سلجوق کی شہرت ہوئی۔ سلجوق کا ایک بیٹا میکائیل تھا وہ کسی جنگ میں مارا گیا۔ میکائیل کے دو بیٹے ایک طغرل بیگ اور دوسرا چغر بیگ تھے سلجوق نے اپنے دونوں پوتوں کو خود پرورش کیا۔ یہ دونوں بڑے دلاور اور نہایت نامور ہوئے۔

انہوں نے مسلمانوں کی جمعیت فراہم کر کے اسقدر زور و قوت حاصل کر لیا کہ ترک اس سلجوقی خاندان سے تھرانے لگے۔ ان ایام میں ماوراءالنہر میں ابراہیم سامانی حکمران تھا۔ ایک مرتبہ علی تگین المعروف ایلک خاں نے ابراہیم سامانی پر یورش کی۔ طغرل بیگ اور چغر بیگ نے ابراہیم کی مدد کی ایلک خاں کو شکست فاش ہوئی اسی جنگ سے ترکوں پر سلجوقیوں کا رعب طاری ہو گیا تھا۔ ایلک خاں نے سلجوقیوں سے انتقام لینے کیلئے ترکی سلاطین کو جمع کر کے ان کا استیصال کرنا چاہا سلجوقیوں کو خبر ہو گئی وہ خود ہی ان پر چڑھ دوڑے۔ ترک دب آئے اور سلجوقیوں سے صلح کر لی۔ اسکے بعد ان دونوں بھائیوں نے (طغرل بیگ اور چغر بیگ) عیسائیوں کی سرکشی کی خبر سنکر طوس سے گذر کر عیسائیوں پر حملہ کیا۔ عیسائیوں کو شکست ہوئی۔ یہ دونوں بھائی بہت کچھ مال غنیمت اور قیدی لے کر واپس آئے۔ ان ایام میں طوس محمود سبکتگین کے زیر حکومت تھا۔ محمود نے والئی طوس کو اس بات پر بڑی سرزنش کی کہ اس نے سلجوقیوں کو اپنے ملک سے گذر کر عیسائیوں پر حملہ آور ہونے کی اجازت کیوں دی۔ سلجوقی سنی مسلمان تھے وہ مسلمانوں سے لڑنا نہ چاہتے تھے۔ لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ سلطان محمود سبکتگین والئی طوس سے برہم ہو گیا ہے تو انہوں نے

محمود پر لشکر کشی کا ارادہ کر لیا اور بلخ کو فتح کر کے وہاں اپنا مستقر قائم کیا۔ اتفاق سے
سلطان محمود کا اس عرصے میں انتقال ہو گیا اور سلطان مسعود اس کا جانشین ہوا۔ اس
وقت سلجوقیوں نے مرو اور ہرات پر قابض ہو کر نیشاپور کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ سلطان
مسعود نے ان دونوں کا مقابلہ کر کے انہیں شکست دینی چاہی لیکن سلجوقیوں نے مسعود کو
شکست دی۔ اسی وقت سے سلجوقیوں کا خراسان پر مستقل قبضہ ہو گیا۔ ان دونوں بھائیوں
طغرل بیگ اور جغر بیگ میں بڑی محبت تھی ان میں سے ایک یعنی طغرل بیگ کا
دارالسلطنت نیشاپور تھا اور دوسرے یعنی جغر بیگ کا مرو میں تھا۔ لیکن صورت یہ
تھی کہ دونوں چھ چھ مہینے مرو میں رہتے تھے اور چھ مہینے نیشاپور میں۔ ایسا اتفاق دو
بادشاہوں میں بہت کم دیکھا گیا ہے جیسا ان دونوں میں تھا۔ انہیں دونوں بھائیوں
میں ایک طغرل بیگ تھا جس نے سلطنت دیلمیہ کا خاتمہ کر کے عراق میں سلجوقی حکومت
قائم کی اور یہی وہ طغرل بیگ تھا جس نے ملک الرحیم دیلمی کے دست استبداد سے عباسی
خلیفہ قائم بامر اللہ کو چھڑایا تھا۔ اسکے بعد کے واقعات ہم بیان کر آئے ہیں۔ سلجوقی
حکومت کی ابتداء ۴۳۰ھ میں ہوئی۔ اس خاندان میں کئی بادشاہ نہایت زور آور اور بڑے
مشہور ہوئے ہیں۔ سلجوقیوں نے عباسی خلفاء کو دیلمیوں کے چنگل سے نکالا۔ شیعوں کی
قوت توڑ کر انہیں امن و امان سے رہنے پر مجبور کیا۔ سلجوقیوں میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی
کہ وہ سیدھے سادے۔ سچے اور پکے مسلمان تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان آپس میں لڑیں
اسی لئے انہوں نے سنی شیعوں میں میل ملاپ کرا دیا۔ خلفائے عباسیہ کی تکریم وہ
اسلئے کرتے تھے کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی اولاد میں سے سمجھتے تھے
انہوں نے عیسائیوں کی ایسی گوشمالی کر دی تھی کہ انہیں مدتوں اس کا ذائقہ یاد رہا تھا۔ یہ لوگ
بھی ترک ہی تھے اور ترکی غلاموں کو اپنے لشکر میں افسر مقرر کیا کرتے تھے۔ وہ دشت قپچاق
سے ترکی غلاموں کو خرید کر انہیں ترتیب دیتے اور ان میں سے جو جس قابل ہو جاتا اسے لیا

ہی عہدے دیدیتے۔ نوجوانکی افسری ولایتوں کی حکومت اور سلطنت کا نظام انکے سپرد کردیتے یہ ترکی غلام ہونے بھی بڑے ہی وفادار اور جاں نثار تھے۔ اپنے آقاؤں اور آقازادوں کیلئے جانیں تک دیدیتے تھے۔ سلاطین سلجوقیہ اپنی کم سن اولاد اور نوعمر شہزادوں کو انہیں مملوک (ترکی غلاموں) کی اتالیقی میں دیتے تھے یہ مملوک ایسے شائستہ اور تہذیب یافتہ ہوتے تھے کہ چند ہی روز میں شہزادوں کو سلطنت و حکومت کے تمام کاموں سے واقف اور ماہر کردیتے تھے۔ ان ترک غلاموں کی اتابک یعنی اتالیق کہتے تھے۔ ترکی زبان میں اتا کے معنی باپ کے ہیں اور بک بیگ کا مخفف ہے۔ بیگ کے معنے سردار کے ہیں یعنی اتابک ایسے امیر کو کہتے ہیں جو باپ کا قائم مقام ہو۔ جب خاندان سلجوقی کا دور حکومت ختم ہو گیا تب ان کے مملوکوں کی سلطنت شروع ہوئی۔ ان ترک غلاموں کی حکومت کو سلطنت اتابکان کہا جاتا ہے سلجوقی حکومت ۴۳۰ھ سے ۷۰۰ھ تک یعنی تقریباً پونے تین سو سال تک قائم رہی

حکومت مرابطین

مرابطین کے معنے ہیں سرحد اسلام کی حفاظت کرنیوالی فوج۔ یہ سلطنت مراقش (مراکو) میں قائم ہوئی تھی۔ اسکی ابتداء اسطرح پر ہوئی کہ خلافت بنوامیہ کے زمانہ میں یمن کے کچھ عربی قبائل علاقۂ بربر میں (ٹیونس۔ الجیریا اور مراکو سے مراد ہے) آکر آباد ہو گئے وہ انہوں نے بربریوں میں اسلام کی تبلیغ کی۔ تھوڑے عرصے میں بہت سے بربری خاندانوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان عربی قبائل میں سے جو یمن سے آئے تھے ایک قبیلہ المتونہ تھا اس قبیلہ کے سردار عبداللہ بن یسین تھے جو بڑے فقیہہ تھے۔ انکے وعظ و پند سے مراقش کے گرد و نواح کے لوگ جو بربری تھے مسلمان ہو گئے تھے۔ ان نو مسلم بربریوں نے عبداللہ بن یسین کو اپنا حکمران بنانا چاہا لیکن انہوں نے حکومت کے جھنجھٹ میں پھنسنا پسند نہ کیا اور اپنے ہی قبیلہ کے ایک شخص ابوبکر بن عمر کو جسمیں حکومت کی پوری پوری صلاحیت تھی حکمرانی

کیلئے تجویز لیا۔ نومسلم بربریوں نے ابوبکر بن عمر کو اپنا حکمران بنا لیا اور اسے امیر المسلمین کا لقب دیا۔ ان دنوں مراقش میں کوئی حکومت نہ تھی عربوں کی طرح بربریوں میں بھی ہر قبیلہ کا سردار الگ ہوتا تھا۔ مگر جو بربری مسلمان ہو گئے تھے وہ ابوبکر بن عمر کے پاس آ آ کر جمع ہونے لگے۔ اسی سے مراقش میں ایک اسلامی حکومت کی بنیاد پڑ گئی۔ ابوبکر نے اپنے ہمراہیوں کو مرابطین کا خطاب دیا اور چونکہ وہ خود بھی بڑا زبردست عالم و مقرر تھا۔ اسلئے اس نے اپنی پُرزور تقریروں سے نومسلم بربریوں میں جہاد کی روح پھونک کر ان میں ایسا جوش پیدا کر دیا کہ وہ مرنے مارنے کو ہنسی کھیل سمجھنے لگے اور خدمت اسلام کو جزو عبادت جان کر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں مصروف رہنے لگے۔ اس حکومت کی ابتداء ۴۴۷ھ سے قائم بامر اللہ کے عہد خلافت میں ہوئی۔ جب حکومت مرابطین کو قیام و استحکام ہو گیا تو ابوبکر بن عمر نے مراقش کے مشرقی جانب یورش کی اور ریاست سجلماسہ کو فتح کر کے اپنے چچازاد بھائی یوسف بن تاشقین کو سجلماسہ کا حکمران مقرر کر دیا۔ یوسف بن تاشقین بھی بڑا دیندار، ذی فہم اور مدبر و بہادر تھا۔ ۴۴۵ھ میں ابوبکر بن عمر کا انتقال ہو گیا۔ یوسف بن تاشقین اسکی جگہ تخت نشین ہوا۔ ۴۶۰ھ میں اس یوسف بن تاشقین نے شہر مراقش آباد کیا اور اسی کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔

۴۷۲ھ میں عیسائیوں نے جب ہسپانیہ کے مسلم حکمرانوں کو اپنی حملہ آوری سے زچ کر دیا تو ہسپانیہ کے مسلمانوں نے یوسف تاشقین سے مدد طلب کی یوسف بربری فوج لیکر فوراً انکی مدد کو پہنچا اور عیسائیوں کو متعدد شکستیں دیں (تیسری جلد میں ان فتوحات کا تذکرہ مفصل بیان کیا جائے گا) غرضیکہ بہت ہی تھوڑے عرصہ میں حکومت مرابطین کے تحت میں مراقش ٹیونس الجیریا طرابلس اور اندلس آ گیا یہ حکومت سو سال تک یعنی ۵۵۳ھ تک قائم رہی اس سلطنت کا ایسا رعب داب قائم ہو گیا تھا کہ عیسائیوں کو اس نواح میں حملہ کرنیکی جرأت نہ ہوتی تھی :-)—

حکومت الموحدین

جبل سوس علاقہ بربر میں ایک قبیلہ مسمودہ تھا یہ قبیلہ مسلمان ہو گیا تھا۔ اس قبیلہ کا ایک شخص ابو عبداللہ محمد بن تومرت تھا۔ اس نے علوم حدیث، فقہ اور اصول کی تعلیم حاصل کی اور ان علوم میں کمال حاصل کر کے وہ تارک الدنیا ہو گیا۔ نہایت سادہ لباس پہننے اور نہایت سادہ غذا کھانے لگا۔ لوگوں کو نصیحت کرتا۔ ایسا خوش گفتار اور شیریں بیان تھا کہ جو ایک مرتبہ اسکی تقریر سن لیتا۔ اس کا گرویدہ ہو جاتا۔ اسکے زہد و اتقا کی دور دور شہرت ہو گئی۔ ایک بڑی جماعت اسکی مرید ہو گئی۔ اگر وہ حکمران یا بادشاہ نہ تھا لیکن اُسے اپنے متبعین پر شاہانہ اختیارات حاصل تھے کسی کو یہ مجال نہ تھی کہ اسکے حکم سے سرتابی کرسکے اُس نے اپنے فرقہ کا نام "موحدین" رکھا تھا۔ ۵۲۲ھ میں اس کا انتقال ہو گیا مرتے وقت وہ اپنے ایک دوست عبدالمومن کو اپنا جانشین مقرر کر گیا عبدالمومن نہایت بہادر، ہوشیار اور عقلمند شخص تھا۔ اس نے اپنے متبعین کی کچھ جمعیت لیکر مرابطین پر یورش کر دی اور دو سال کی جنگ آزمائی کے بعد بہت کچھ علاقہ مرابطین سے چھین لیا۔ جب اسکی قوت قائم ہو گئی تو اُس نے ۵۲۴ھ میں ایک سلطنت کی بنیاد ڈالی اور اس کا نام سلطنت الموحدین رکھا۔ جب مرابطین حکمران کمزور ہو گئے تو اس نے ۵۴۱ھ میں مرابطین کا دارالسلطنت مراقش (مراکو) ان سے چھین لیا اور اپنا لقب امیرالمومنین رکھا اس سے اسکی طاقت اور بڑھ گئی اور اُس نے ۵۴۷ھ میں الجیریا فتح کر کے خاندان صماویہ کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اسکے بعد اُس نے اندلس پر بھی قبضہ کر لیا اور طرابلس پر بھی قابض ہو گیا۔ اس طرح تھوڑے ہی عرصے میں حکومت الموحدین کی حدود سلطنت سرحد مصر سے لیکر بحر اطلانطک تک وسیع ہو گئی۔ ۶۶۷ھ میں اس حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور اسکی جگہ مراقش میں خاندان مرینیہ کی حکومت قائم ہوئی۔

سلطنت اسمٰعیلیہ

ہم بیان کر چکے ہیں کہ شیعوں میں دو فرقے خاص شہرت رکھتے ہیں ایک فرقہ اثنائے عشریہ کہلاتا ہے اور دوسرا اسمعیلیہ اثنائے عشری بارہ اماموں کو مانتے ہیں اور اسمعیلیہ صرف سات کو۔ فرقہ اسمعیلیہ اپنے آپ کو اسمٰعیل کے متبعین میں بتاتا ہے اسمٰعیل حضرت امام جعفر صادق کا بڑا بیٹا تھا۔ امام جعفر صادق نے اول اپنے اس بڑے بیٹے اسمٰعیل کو مذہبی امور میں اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ لیکن اسمٰعیل اچھے چال چلن کا نہ تھا۔ اسکی آوارگی دیکھکر امام جعفر صادق نے اسے اپنی جانشینی سے علیحدٰہ کر کے اپنے دوسرے بیٹے (اسمٰعیل کے چھوٹے بھائی) حضرت امام موسیٰ کاظم کو اپنا جانشین مقرر کیا اسی وقت سے شیعوں کے دو فرقے ہوگئے ایک تو وہ جو امام موسےٰ کاظم کی امامت کو تسلیم کرتے ہیں۔ دوسرا وہ جو امام موسےٰ کاظم کو امام نہیں مانتا بلکہ اسمٰعیل ہی کو امام مانتا ہے اس فرقہ کا قول ہے کہ امام سے جو گناہ ہو وہ گناہ نہیں ہے کیونکہ امام معصوم ہوتا ہے اسکی خطا قابل گرفت نہیں اسمٰعیل کو امام ماننے والے اسمٰعیلیہ کہلاتے ہیں لیکن فرقہ اسمٰعیلیہ کے عقاید سراسر کفر پر مبنی اور سخت خطرناک ہیں۔ یہ لوگ قرآن شریف کو قابل عمل نہیں مانتے۔ اسمٰعیل بن جعفر صادق کو پیغمبر سمجھتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم مرتبہ مانتے ہیں اور اسمٰعیل کے بیٹے محمد مکتوم کو بھی نبی مانتے ہیں عجیب تر بات یہ ہے کہ عبید اللہ مہدی کو جس نے عبیدی علوی سلطنت کی بنیاد رکھی ساتواں امام مانتے ہیں در اصل دولت عبیدیہ علویہ کی مدد اسی فرقہ اسمٰعیلیہ نے بہت زیادہ کی اس فرقہ نے ایک خفیہ انجمن قائم کی تھی۔ جو دولت عبیدیہ کے حق میں تبلیغ کرتی رہتی تھی اور دولت عبیدیہ انہیں مدد دیتی رہتی تھی۔ اس انجمن کی طرف سے سلطنت عبیدیہ ہی میں نہیں بلکہ دوسرے ممالک میں بھی داعی یا مبلغ بھیجے جاتے تھے جو اس بات کی تبلیغ کرتے تھے کہ سلاطین عبیدیہ کی

اطاعت و فرمانبرداری ہی ذریعہ نجات ہے لیکن سلطنت اسمعیلیہ کی بنیاد حسن بن صباح نے قائم کی یہ شخص یعنی حسن بن صباح رے کا باشندہ تھا اسکے نسب میں مورخوں کو اختلاف ہے بعض اسے مجوسی النسل بتاتے ہیں بعض عربی النسل کہتے ہیں غرضیکہ وہ کسی نسل سے ہو لیکن عقیدتاً شیعہ تھا۔ اس نے نیشاپور میں تعلیم حاصل کی تھی۔ حکیم عمر خیام (جسکی رباعیاں بہت مشہور ہیں) اور نظام الملک (جو سلطان ملک شاہ سلجوقی کا وزیر اعظم تھا) کا ہم سبق رہ چکا تھا یعنی حسن بن صباح حکیم عمر خیام اور نظام الملک نے ایک ہی مدرسے میں تعلیم پائی تھی اور یہ تینوں امام موفق نیشاپوری کے شاگرد تھے۔ حسن بن صباح نہایت ذہین اور بڑا چالاک تھا۔ جب نظام سلطان ملک شاہ سلجوقی کا وزیر اعظم ہوا تو حسن بن صباح نظام الملک کے توسل سے ملک شاہ کے یہاں نوکر ہو گیا لیکن چند ہی دن کے بعد نظام الملک سے اسکی ان بن ہو گئی اور وہ ملازمت چھوڑ کر مصر میں مستنصر علوی کے پاس چلا گیا۔ وہاں اس نے عقائد اسمعیلیہ سے واقفیت بھی پہنچائی اسکے دماغ میں عجیب قسم کے خیالات دورہ کرنے لگے۔ وہ ایک سال مستنصر کے پاس بطور اسکے مصاحب کے رہا اس نے حکومت کے معاملات میں دخل دینا چاہا۔ یہ بات اراکین سلطنت کو بری معلوم ہوئی چنانچہ انہوں نے اسے وہاں سے نکالنا چاہا اور اسکی شکایتیں مستنصر سے کیں مستنصر نے اسے اپنا داعی بنا کر روانہ کیا جب وہ چلنے لگا تو اس نے مستنصر سے دریافت کیا کہ آپکے بعد میرا امام کون ہوگا مستنصر نے کہا کہ میرے بعد تمہارا امام میرا بیٹا نزار ہوگا حسن کو نزار سے بڑی عقیدت ہو گئی تھی اور اسی وجہ سے حسن بن صباح کی جماعت کو نزاریہ بھی کہتے ہیں حسن بن صباح نے مصر سے نکلکر عراق و ایران کا دورہ کیا اسے قریب قریب تمام بڑے بڑے شہروں میں اسمعیلیہ عقائد کے لوگ ملے وہ گھومتا پھرتا قہستان میں پہنچا یہ ذکر ۴۸۴ھ کا ہے اسوقت قہستان میں ملک شاہ سلجوقی کی طرف سے اصفہان اور قہستان کا حاکم ایک شخص مہدی علوی تھا حسن بن صباح نے مہدی کو شیشہ میں اتار کر

اس سے قلعہ الموت اپنی عبادت گاہ بنانے کیلئے لے لیا اور اس قلعہ میں ایک فردوس نما باغ
تعمیر کیا جس میں وہ تمام باتیں رکھیں جو اس نے بہشت کے متعلق سنی تھیں اس نے عرب
عجم کردستان اور گرجستان سے حسین و پری چہرہ دوشیزہ لڑکیاں یا تو خرید کر یا اغوا کر کے
اپنے بہشت نما باغ میں جمع کریں اور ایک ایسی سلطنت کی بنیاد ڈالی جس کے فرمانروا
سلطان رنگ ڈھنگ کے بجائے درویشانہ طریقہ رکھتے ہوں۔ اس نے قلعہ الموت میں
جو قہستان میں ایک پہاڑ کے درمیان واقع تھا اپنے معتقدین کو بلوالیا اور ان کے ذریعہ سے
اپنی خداپرستی اور عبادت گذاری کی تبلیغ کرائی۔ تھوڑے ہی دنوں میں قلعہ الموت کے
گرد و نواح کے لوگ اسکے مطیع ہو گئے اور شیخ الجبل کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس نے
فرقہ اسمعیلیہ کے عقاید میں بھی عجیب و غریب تبدیلیاں کیں لوگ اسکے کچھ ایسے معتقد
ہو گئے کہ جو کچھ وہ کہتا اسے مان لیتے۔ اس نے اپنے معتقدین کو فدائی کا لقب دیا وہ
اسقدر چالاک اور بیرحم تھا کہ قلعہ الموت ہی میں بیٹھا بیٹھا بڑے بڑے علما، ہوشیار
وزراء اور باعظمت سلاطین کو اپنے فدائیوں کے ہاتھوں سے قتل کرا دیتا تھا کہتے ہیں
کہ جب وہ اپنے کسی فدائی سے کوئی خاص کام لیتا تو اسے بھنگ پلا کر بیہوش کرا
دیتا اور پھر بہشت کی جو اس نے بنائی تھی سیر کرا دیتا تھا۔ لوگ اسے ولی اللہ سمجھکر اور یہ
خیال کر کے کہ انہوں نے حسن بن صباح کی بزرگی کی بدولت زندگی ہی میں بہشت کی سیر کر لی
آنکھیں بند کر کے اسکے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اس سلطنت کو جسے حسن بن
صباح نے قائم کیا دولت اسمعیلیہ حشاشین کہتے ہیں درحصل حسن بن صباح فرمانروا
یا حکمران بنکر نمودار نہیں ہوا بلکہ ایک مقتدائے مذہب کی حیثیت سے ظاہر ہوا اسی لئے
وہ اپنے مقلدین کو فدائی کہتا تھا۔ اسکے ان فدائیوں نے بڑے بڑے علما۔ فقہا اور مذہبی
لوگوں کو قتل کیا سب سے پہلے حسن بن صباح نے اپنے دوست نظام الملک کو ہلاک کرایا
اس وزیر اعظم کے مقتول ہونیکے چند ہی روز بعد ملک شاہ بھی فوت ہو گیا اس سے حسن بن صباح

کی حکومت کو بڑی تقویت ہوئی ان فدائیوں کی اسقدر دھاک بندھ گئی تھی کہ بیچارے علما کیا
وزیروں اور بادشاہوں کو ہر وقت خوف رہتا تھا کہ کہیں کوئی فدائی انہیں قتل نہ کر ڈالے حسن بن صباح
۵۱۸ھ میں فوت ہوگیا منقول ہے کہ اسکے کوئی اولاد نہ تھی۔ اسلئے اس نے اپنا جانشین
اپنے ایک داعی یا فدائی کو جو کیا بزرگ امید کے نام سے مشہور تھا مقرر کیا۔ اور حسن بن صباح کے
بعد یہ شخص تخت نشین ہوا سلطان محمود سلجوقی کو اس فرقہ کا کچھ حال معلوم ہوگیا تھا۔ چنانچہ
اس نے اپنے زمانہ میں بہت سے اسمٰعیلیوں کو قتل کرا دیا لیکن وہ اس فرقہ کا بالکل ہی
استیصال نہ کرسکا۔ چند روز کے بعد کیا بزرگ امید فوت ہوگیا۔ اسکی جگہ اس کا بیٹا محمد بن کیا
تخت نشین ہوا۔ اسی کے اشارہ سے اسکے چند فدائیوں نے عباسی خلیفہ راشد باللہ کو قتل کیا
تھا خلیفہ کے مقتول ہونیسے قلعہ الموت میں بڑی خوشی منائی گئی تھی۔ یہ شخص پچیس ۲۵ برس تک
حکومت کرتا رہا۔ اسکے فوت ہونے پر اس کا بیٹا حسن بن محمد تخت نشین ہوا۔ اسکے اعتقادات
اسلام کے قطعی خلاف تھے۔ وہ بالکل دہریہ ہوگیا تھا۔ وہ لوگوں کو اغوا کر لیتا تھا اور ان سے
بڑی رقمیں وصول کرکے انہیں رہا کرتا تھا۔ جب وہ فوت ہوگیا تو اس کا بیٹا محمد بن حسن بن محمد
بن کیا ۵۶۱ھ میں تخت نشین ہوا۔ یہ کفر و الحاد میں اپنے باپ سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ اسکے زمانہ
میں امام فخر الدین رازی تھے جو آذربائیجان سے رے میں آگئے تھے وہ ان اسمٰعیلیوں کو نام لیکر
برا کہتے تھے۔ فدائیوں نے انہیں قتل کرنیکی کوشش کی لیکن قتل نہ کرسکے البتہ انہیں اسقدر
دق اور پریشان کیا کہ وہ غیاث الدین بادشاہ کے پاس غور میں چلے گئے اور پھر وہاں سے
محمد خوارزم کے پاس آکر خوارزم میں رہنے لگے۔ جب محمد بن حسن فوت ہوگیا تو اس کا بیٹا
جلال الدین حسن تخت نشین ہوا۔ اس نے باپ کے اعتقادات سے توبہ کی اور اپنے توبہ کی خبر
عام سلاطین عصر کے پاس بھیجدی۔ اسی لئے وہ جلال الدین حسن نو مسلم مشہور ہوا۔ اسکے فوت
ہونے پر اس کا بیٹا علاؤ الدین محمد نو برس کے سن میں تخت نشین ہوا۔ جب یہ جوان ہوا تو
اپنے دادا پر گیا۔ اس نے مذہب کو کھیل بنا لیا۔ جو انکا سیدھا سادہ حکم دیتا فدائی اسکی تعمیل کرتے اور

کہتے کہ وہ امام معصوم ہے یہ ۶۵۳ھ میں فوت ہوا۔ اسکے مرنے پر اس کا بیٹا رکن الدین خورشاہ تخت نشین ہوا۔ ۶۵۵ھ میں چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو خاں نے رکن الدین خورشاہ کو گرفتار کر کے ہزاروں اسمعیلیوں کو قتل کیا اور حکومت اسمعیلیہ کا خاتمہ کر دیا۔ یہ حکومت پونے دو سو سال (۱۷۵) تک قائم رہی۔

حکومت خوارزم شاہیہ

سلطان ملک شاہ سلجوقی کا ایک غلام انوشتگین نامی تھا اسے ملک شاہ نے خوارزم یعنی جنوا کا حاکم مقرر کیا۔ انوشتگین کے مرنے پر اس کا بیٹا قطب الدین بھی خوارزم کا حکمران رہا۔ کہتے ہیں کہ خوارزم کے حکمران ہونیکے لحاظ سے اس خاندان کو خوارزم شاہیہ کہا جاتا ہے مگر بعض کا یہ قول ہے کہ قطب الدین نے اپنا لقب خوارزم شاہ اختیار کر لیا تھا۔ قطب الدین کے مرنے پر اس کا بیٹا اتسز خوارزم شاہ حکمران ہوا شروع شروع میں وہ سلطان سنجر سلجوقی کا خیر خواہ رہا۔ لیکن جب سنجر سلجوقی کو ترکان غز نے قید کر لیا تو وہ خود مختار ہو گیا۔ اسکے مرنے پر اس کا بیٹا ایل ارسلان ۵۵۱ھ میں اس کا جانشین ہوا۔ اس کا باپ قراختائیوں کو خراج دیا کرتا تھا اس نے بند کر دیا جس سے قراختائیوں نے اس پر چڑھائی کر دی اور اسے ہزیمت اٹھانی پڑی اس کا بڑا بھائی تکش خاں بھی اس سے لڑتا رہا اسکی ماں ملکہ ترکان اسکی طرفدار رہی لیکن تکش خاں اس پر غالب آ گیا اور ۵۶۸ھ میں تکش خاں تخت نشین ہوا۔ یہ وہی تکش خاں ہے جس نے طغرل سلجوقی کو قتل کر کے دولت سلجوقیہ کا خاتمہ کر دیا تھا۔ یہ تمام واقعات بیان کئے جا چکے ہیں اسکے عہد میں سلطنت خوارزم شاہی کو بڑا عروج ہوا ایران خراسان اور عراق تک اسکی حکومت قائم ہو گئی تھی ۵۹۶ھ میں اس نے وفات پائی اور اسکی جگہ اس کا بیٹا سلطان محمد تخت نشین ہوا۔ اس بادشاہ نے اپنے خاندان کے دیرینہ دشمن قراختائی پر یورش کر کے اسے ہزیمت دی یہی وہ بادشاہ ہے جو سلطنت مجوسی کو بغداد میں دوبارہ قائم کرنیکے لئے خلیفہ ناصر باللہ کے زمانہ میں تین لاکھ (۳۰۰۰۰۰) کا ٹڈی دل لشکر لیکر چلا تھا جو برفباری کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گیا تھا۔

اس بادشاہ کے زمانہ میں چنگیز خاں نے اس پر چڑھائی کر دی تھی وہ چنگیز خان کے خوف سے چھپا چھپا پھرا آخر ۶۱۷ھ میں گمنامی میں مر گیا۔ اسکی وفات کے بعد اسکے تین بیٹے رکن الدین۔ غیاث الدین اور جلال الدین باہم لڑتے جھگڑتے رہے۔ کبھی چنگیز خانیوں سے لڑتے کبھی آپس میں جنگ جدل کرنے لگتے۔ جلال الدین تو بھاگ کر ہندوستان میں بھی آ گیا تھا اور ۲ دو سال پھر واپس چلا گیا تھا۔ اس سلطنت کا خاتمہ مغلوں نے ۶۲۸ھ میں کر دیا۔ ۴۷۰ھ میں یہ حکومت قائم ہوئی تھی تقریباً ڈیڑھ ۱۵۰ سو سال قائم رہی :-

حکومت ایوبیہ

سلطان صلاح الدین نے اس حکومت کی بنیاد ۵۶۴ھ میں قائم کی۔ اسکی حکومت میں مصر شام اور حجاز وغیرہ شامل تھے جس طرح یہ حکومت قائم ہوئی اس کا مفصل حال اوپر بیان کیا جا چکا ہے یہ سلطنت ۶۴۸ھ تک یعنی صرف چوراسی ۸۴ سال قائم رہی سلطان کی اولاد میں نا اتفاقی پیدا ہو گئی جس سے اس حکومت کا جلد خاتمہ ہو گیا :-

حکومت مرینیہ

۵۹۱ھ سے خاندان مرینیہ کی حکومت مراقش کے پہاڑی علاقہ میں تھی ۶۶۷ھ میں اس خاندان نے حکومت موحدین پر یورش کر کے تمام مراقش پر قبضہ کر لیا اور شہر مراقش کو اپنا دار السلطنت بنایا لیکن رفتہ رفتہ اس خاندان میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور ۷۹۶ھ میں باہمی جنگ جدل کی بدولت یہ حکومت ختم ہو گئی :

حکومت حفصیہ

ٹیونس پر موحدین کی جانب سے ایک شخص حفص نامی عامل یا گورنر مقرر کیا گیا اس کے خاندان میں ٹیونس کی حکومت نسلاً در نسلاً بطور وراثت منتقل ہوتی چلی آئی۔ آخر ۶۲۵ھ میں یہ خاندان خود مختار ہو گیا اور تین ۳۰۰ سو سال تک نہایت نیک نامی سے حکومت کرتا رہا ۹۴۱ھ میں عثمانی امیر البحر بابروسہ خیر الدین نے ٹیونس کو فتح کر کے مقبوضات

عثمانیہ میں شامل کر لیا۔ اس طرح پر اس خاندان سے حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ چونکہ عثمانی امیر البحر خیر الدین یا بربروسا کا تذکرہ آگیا ہے اسلئے ہم یہ لکھنا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ ایسا بہادر اور جری امیر البحر تھا کہ عیسائی دُنیا اس سے کانپتی تھی اور سمندر کی لہروں کے شور سے عیسائیوں کے کانوں میں خیر الدین کا نام گونج اٹھتا تھا جس سے وہ چونک پڑتے تھے انشاء اللہ اس بہادر شخص کے مفصل حالات چوتھی جلد میں تحریر کرینگے جو نہایت ہی حیرت انگیز اور جوش پیدا کرنے والے ہیں۔

حکومت زیانیہ

موحدین ہی کی جانب سے صوبہ الجیریا میں خاندان زیانیہ کا ایک شخص عامل تھا جب اس نے دیکھا کہ ٹیونس میں اہل حفصیہ نے خود مختار حکومت شروع کر دی تو اس نے ۶۳۳ھ میں خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اس حکومت کا دار السلطنت تلمسان تھا یہ حکومت ڈیڑھ سو سال سے زیادہ عرصہ تک قائم رہی ۷۹۶ھ میں مراقش کے خاندان مرینیہ نے اس پر قبضہ اس کا خاتمہ کر دیا:

سلطنت عثمانیہ

خلفائے عباسیہ کے عہد میں ایک زبردست سلطنت کی بنیاد ۶۹۹ھ میں پڑ گئی تھی یہ سلطنت عثمانیہ تھی۔ اس سلطنت نے اسقدر کارہائے نمایاں کئے ہیں کہ اس کا مختصر ذکر بھی طوالت سے خالی نہیں اسلئے ہم نے ارادہ کیا ہے کہ چوتھی جلد میں اسکے مفصل حالات قلم بند کریں یہاں صرف اسی قدر لکھنا کافی ہے کہ اس سلطنت کی بنیاد خلفائے عباسیہ کے عہد میں ۶۹۹ھ پڑ چکی تھی

حکومت مظفریہ

۷۱۳ھ میں امیر مظفر کے بیٹے مبارز الدین کو مغلوں کی طرف سے فارس کی گورنری ملی مبارز الدین نے فارس کا ایسا اچھا انتظام کیا کہ ۷۱۵ھ میں کرمان بھی اسکی حکومت

میں شامل کر دیا گیا۔ کچھ عرصے کے بعد مبارز الدین نے خود مختاری کا اعلان کر کے حکومت
مظفریہ قائم کر لی۔ اس خاندان میں ۷۵۹ھ تک یعنی تقریباً پچاس سال سلطنت رہی اس
خاندان کے ایک حکمران شجاع نامی کے دربار میں شیراز کے مشہور شاعر حافظ شیرازی تھے
جنھیں اس حکمران سے بڑا تقرب حاصل تھا۔

حکومت جلائریہ

مغلوں یعنی تاتاریوں کی فتوحات کا سیلاب جس تیزی سے بڑھا تھا اس سے
زیادہ سرعت سے اتر گیا۔ تاتاری حکومت میں زوال آتے ہی جو عامل جس جگہ کا گورنر تھا اس نے
وہیں اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی چنانچہ سب سے پہلے حکومت مظفریہ قائم ہوئی
اسکے بعد ۷۳۶ھ میں عراق میں شیخ حسن بزرگ جلائر نے اپنی حکومت قائم کر کے حکومت
جلائریہ اس کا نام رکھا۔ اسکے مرنے پر اس کا بیٹا اویس خاں ۷۵۷ھ میں تخت نشین ہوا
اویس خاں نے ۷۵۹ھ میں ترکمانوں پر چڑھائی کر کے پہلے آذربائیجان ان سے
چھین لیا اور پھر تبریز لے لیا۔ اس طرح حکومت جلائریہ وسیع ہو گئی۔ اویس نے
اپنی حیات ہی میں اپنے دونوں بیٹوں میں اس طرح اپنی مملکت تقسیم کر دی کہ کردستان
بایزید کو دیا اور عراق آذربائیجان وغیرہ سلطان احمد کو دیئے۔ اویس خاں کا ۷۷۶ھ
میں انتقال ہو گیا۔ دونوں بیٹے اپنی اپنی مملکت پر حکمران ہو گئے ۷۹۶ھ میں امیر تیمور
نے سلطان احمد پر حملہ کر کے اسکے تمام ملک پر قبضہ کر لیا۔ احمد مصر میں بھاگ گیا۔ لیکن
جب تیمور واپس لوٹ گیا تو احمد نے آ کر پھر اپنی مملکت پر قبضہ کر لیا۔ مگر ۸۱۳ھ میں
قرا یوسف ترکمانوں نے سلطان احمد پر چڑھائی کی۔ احمد جلائریہ اس جنگ میں مارا گیا
اس کا بھتیجہ اسکی جگہ تخت نشین ہوا لیکن ایک ہی سال کے بعد یعنی ۸۱۴ھ
میں ترکمانوں کے خاندان قراقونلی نے حکومت جلائریہ کا خاتمہ کر دیا :۔

ترکمانان قراقونلی

قراقونلی ترکمان تھے اور تاتاری لشکر میں فوجی افسر تھے قراقونلی کے معنے سیاہ بھیڑ کے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ اپنے جھنڈوں پر سیاہ بھیڑوں کی تصویر بناتے تھے اسلئے انہیں قراقونلی کہتے تھے۔ تاتاری حکومت پر زوال آتے ہی خاندان قراقونلی نے نہروان کے جنوبی ملک میں سنہ ۷۸۰ھ میں اپنی علیحدہ حکومت قائم کرلی ان میں قرا یوسف ترکمان جو حکمران ہوا ہے۔ وہ نہایت مشہور ہے اسی نے سنہ ۸۱۴ھ میں حکومت جلائریہ کا خاتمہ کیا تھا۔ اس خاندان کی حکومت سنہ ۸۷۴ھ تک یعنی تقریباً سو سال قائم رہی:

حکومت آق قونلی

ترکمانوں کا ایک قبیلہ آق قونلی بھی تھا۔ آق قونلی کے معنے سفید بھیڑ کے ہیں یہ قبیلہ اپنے جھنڈوں پر سفید بھیڑ کی تصویر بناتا تھا۔ اسلئے اسے آق قونلی کہتے تھے۔ جس وقت قبیلہ قراقونلی نے اپنی حکومت نہروان کے جنوبی ملک میں قائم کی عین اسی وقت سنہ ۷۸۰ھ میں اس قبیلہ آق قونلی نے دیار بکر کے نواح میں اپنی حکومت قائم کرلی اور چند ہی روز میں اس قدر اپنی قوت بڑھالی کہ سنہ ۸۷۴ھ میں قبیلہ قراقونلی سے آذربائیجان چھین کر اپنی حکومت میں شامل کرلیا۔ اس خاندان نے سوا سو ۱۲۵ برس تک حکومت کی آخر سنہ ۹۰۷ھ میں شاہ اسمٰعیل صفوی نے اس حکومت کا خاتمہ کردیا:

سلطنت مغلیہ

یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ ملک چین کے شمالی پہاڑوں سے چنگیز خان نے تاتاریوں کو ساتھ لیکر خروج کیا اور قتل و غارت گری کا طوفان اٹھاتا ترکستان ماوراءالنہر

خراسان۔ آذربائیجان۔ اصفہان۔ افغانستان۔ فارس عراق۔ شام ایشائے کوچک روس اور آسٹریا تک جا پہنچا۔ مسلمانوں اور عیسائیوں میں سے کسی کو اسے روکنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس نے سینکڑوں شہروں اور قلعوں کو برباد کر دیا۔ ان گنت حکومتوں کو تہ و بالا کر ڈالا۔ بے شمار حکمرانوں کو مسل دیا۔ لیکن چنگیز خاں کے مرتے ہی اسکی حکومت کے ٹکڑے ہو گئے۔ اسکی اولاد نے جداگانہ حکومتیں قائم کر کے حکمرانی شروع کی۔

چنگیز خاں کے تقریباً دو سو برس کے بعد ان تاتاریوں (مغلوں) میں پھر ایک شخص چنگیز خاں ہی جیسا نمودار ہوا۔ اس کا نام تیمور تھا۔ یہ شخص بھی آفتاب پرست تھا اس نے ۸۰۰ھ میں خروج کر کے تمام براعظم ایشیا میں تہلکہ برپا کر دیا۔ قتل اور غارت گری کا بازار گرم کرتا بڑھا چلا گیا۔ دنیا نے ایک مرتبہ پھر چنگیزی ستم آرائیوں کا تماشا دیکھا۔ اس نے بھی ایشیا کا بڑا حصہ فتح کر لیا۔ اس کے عہد کے جنگی اور خونی واقعات چوتھی جلد میں سلطنت عثمانیہ کے تحت میں بیان کئے جائیں گے۔

لیکن جس طرح چنگیزی حکومت کو جلد ہی زوال آ گیا۔ اسی طرح تیموری سلطنت کو بھی بہت جلد زوال نے آ دبایا۔ لیکن اسی کے خاندان میں ایک شخص بابر ہوا وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے افغانستان اور ہندوستان میں ایک زبردست سلطنت کی بنیاد ڈالی جو عرصے تک اس خاندان میں باقی رہی بابر اور اس کے خاندان کی سلطنت (سلطنت مغلیہ) کے واقعات پانچویں جلد میں ہندوستان کے حالات میں بیان کئے جائیں گے (انشاءاللہ)۔

سلطنت صفویہ

۸۰۰ھ میں ایران میں ایک سید بزرگ شاہ صفی نامی رہتے تھے وہ اپنے آپکو امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے بتاتے تھے۔ لیکن مذہباً سنی تھے۔ انکی بزرگی کیوجہ سے

اس نواح میں اسکی بڑی شہرت تھی۔ چنانچہ ۸۰۴ھ میں جب امیر تیمور انگورہ کے مقام
پر بایزید عثمانی کو شکست دے کر اور بہت سے ترکوں کو گرفتار کر کے واپس لوٹا تو شیخ
صفی شاہ کی شہرت سُنکر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کی بزرگی سے متاثر ہو کر
عرض کی کہ میں آپ کی کیا خدمت کروں؟ شیخ صفی نے فرمایا کہ تمہاری یہی خدمت ہے
کہ تم ان قیدی ترکوں کو آزاد کر دو۔ چنانچہ امیر تیمور نے ترک قیدیوں کو آزاد کر دیا اور
وہ سب شیخ ہی کے پاس رہنے لگے۔ شاہ صفی کی وفات کے بعد ان کی اولاد کی بھی
لوگ عزت و حرمت کرتے رہے ۹۰۰ھ میں ان کی اولاد سے ایک شخص اسمٰعیل نامی ہوا
یہ شیعہ ہو گیا تھا اور اُس نے اپنے خاندانی معتقدین کو شیعہ کر لیا تھا۔ ۹۰۳ھ
میں اُس نے خروج اور ایران کے کچھ حصہ پر قبضہ کر لیا۔ وہ اس بات کو دیکھ چکا تھا کہ
سنی اور شیعوں کے میل جول سے کچھ اچھا نتیجہ نہیں ہوتا۔ شیعہ تھوڑے ہونے کی وجہ
سے سُنیوں کے دست نگر رہتے ہیں۔ چنانچہ اُس نے سیاسی اغراض کو مدنظر رکھکر
یہ اعلان کیا کہ جو شیعہ ایران میں آجائینگے۔ انھیں ہر قسم کی مدد دیجائیگی۔ شیعہ اس
اعلان کو سُنتے ہی جوق جوق اسمٰعیل شاہ صفی کے پاس پہنچنے لگے۔ اس سے اسمٰعیل
کی قوت بہت زیادہ بڑھ گئی اور اُس نے رفتہ رفتہ تمام ایران پر قبضہ کر کے
سلطنت صفویہ کی بنیاد ڈالی۔ اسمٰعیل شاہ صفوی نے عثمانیہ مقبوضات پر بھی
چھاپے مارنے شروع کئے۔ اسکی دست درازیوں کو دیکھکر سلطان سلیم عثمانی نے
۹۲۰ھ میں اس پر چڑھائی کی اور مقام خالدران پر جو تبریز سے بیس۲۰ میل کے فاصلہ
پر ہے اسمٰعیل کو شکست دے کر سلطنت صفوی کو کمزور کر دیا۔ لیکن اسمٰعیل نے پھر بہت
جلد اپنی حالت دُرست کر لی۔ مگر اب اسے ترکوں سے چھیڑ چھاڑ کی جرأت نہ ہوئی
غرضیکہ اس طرح خاندان صفوی کی حکومت کی ابتداء ہوئی ۱۱۲۵ھ تک
حکومت اس خاندان میں ہی رہی۔ اسکے بعد غلجیوں نے قبضہ کر کے حکومت صفوی کا

خاتمہ کردیا اور محمود غلجی نے ایران پر قبضہ کرلیا۔ اسکے بعد ۱۱۳۴ھ میں نادر شاہ ایک معمولی سپاہی نے ترقی کرنی شروع کی اور ۱۱۴۸ھ میں نادر شاہ نے ایران پر قبضہ کرلیا۔ ۱۲۱۲ھ میں محمد شاہ قاچار نے ایران پر قبضہ کرلیا۔ غرضیکہ اس طرح ایرانی حکومت علیحدہ قائم ہوگئی۔ اور چونکہ تمام ایران میں شیعہ پہنچ گئے تھے اسلئے یہ سلطنت شیعوں کی رہی اور آج بھی ایران میں شیعہ ہی حکومت ہے:۔

حکومت قراختائی

کرمان میں قراختائی قوم کا زور ہو گیا تھا۔ براق نامی ایک شخص نے کرمان میں حکومت قراختائی کی بنیاد ڈالی۔ اس سلطنت میں بہت سے حکمران ہوئے ان کے نام یہ ہیں:۔)

(۱) براق۔ (۲) رکن الدین خواجہ حق بن براق (۳) قطب الدین محمد سلطان (۴) عصمۃ الدین قتلق ترکان۔ جلال الدین (۵) سیورغتمش۔ (۶) صفوۃ الدین بادشاہ خاتون (۷) سلطان مظفر الدین محمد شاہ۔ (۸) قطب الدین شاہجہاں۔ ان میں عصمۃ الدین قتلق ترکان۔ اور صفوۃ الدین بادشاہ خاتون۔ دونوں عورتیں تھیں۔ ان میں صفوۃ الدین بادشاہ خاتون نہایت حسینہ جمیلہ اور شاعرہ و عاقلہ تھی اس کی ایک رباعی بڑی مشہور ہے۔ جو یہ ہے:۔

آروز کہ در ازل نشانش کردند | آسائش جان بیدلانش کردند
دعوی لب نگار میکرد نبات | زاں رو بسیہ چوب دہانش کردند

سلاطین مملوک

ہم بیان کرچکے ہیں کہ سلجوقی اپنے شہزادوں کو غلاموں کی اتالیقی میں دیا کرتے تھے۔ ان غلاموں کو اتابکان کہا جاتا تھا۔ اتابک کے معنے بھی ہم بتاچکے ہیں

یعنے باپ کا قائم مقام۔ اب ہم ان ممالک یعنی اتابکان کی حکومتوں کا مختصراً ذکر کرتے ہیں

حکومت اتابکان آرمینیا

سب سے پہلے اتابکان کی حکومت آرمینیا میں قائم ہوئی۔ قطب الدین سلجوقی نے اپنے غلام سکمان کو شہر خلاط کی تسخیر کے لئے روانہ کیا۔ اس زمانہ میں یعنی ۴۹۳ھ میں خلاط حکومت مروانیہ کے زیر تخت تھا۔ سکمان نے خلاط پر یورش کر کے قبضہ کر لیا اور ۴۹۳ھ سے خلاط پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ اس کے خاندان میں سو برس سے زیادہ حکومت رہی۔ ۶۰۴ھ میں سلطنت ایوبیہ نے اسے فتح کر کے اپنی حکومت میں شامل کیا؛

حکومت اتابکان دیار بکر

سلجوقی فوج میں ارتوق بن اکسب ایک اتابک افسر تھا اس کے مرنیکے بعد اس کا بیٹا ایل غازی اسکی جگہ مامور ہوا۔ ایل غازی نے دیار بکر کے کچھ حصہ کو ۴۹۵ھ میں فتح کر کے اسمیں اپنی حکومت قائم کی۔ چونکہ اس خاندان کی حکومت تمام دیار بکر پر بھی قبضہ نہ کر سکی اسلئے برائے نام حکومتوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ جب سلطان صلاح الدین نے دیار بکر یورش کرنی چاہی تو اس خاندان کے حکمران نے فوراً اس کی اطاعت قبول کر لی اور اسلئے اس کا وجود قائم رہا۔ مگر تیموری فتوحات کے سیلاب میں یہ حکومت بہ گئی اور اس وقت کا خاتمہ ہو گیا!

حکومت اتابکان شام

اتابکان کی یہ حکومت خاصی قوی تھی سلطان ملک شاہ سلجوقی کا ایک غلام آق سنقر نامی تھا۔ جو ملک شاہ کا حاجب تھا۔ ملک شاہ نے اول اسے عراق کی

حکومت سپرد کی۔ جب اس نے اس ملک کا اچھا انتظام کیا تو شام بھی اسکے تخت میں دے دیا اور پھر حلب بھی اسکے سپرد کر دیا۔ اس طرح آق سنقر عراق، شام اور حلب کا حکمران ہو گیا۔ ۵۲۱ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کا بیٹا عماد الدین زنگی تخت نشین ہوا۔ عماد الدین نے تخت نشین ہوتے ہی موصل، سنجار، جزیرہ اور حران پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس سے اسکی قوت بہت زیادہ بڑھ گئی :-

اسکے عہد میں رومیوں نے اسکے ملک پر حملہ کیا۔ عماد الدین زنگی نے بڑی دلیری اور جرأت سے عیسائیوں کا مقابلہ کیا اور ہر معرکہ میں انہیں ہزیمت دی۔ ۵۴۴ھ میں اس نے وفات پائی۔ اسکے بعد اس کا بیٹا نور الدین زنگی تخت نشین ہوا!

یہ بڑا بہادر اور باحوصلہ تھا۔ اس نے رومیوں پر کئی مرتبہ جہاد کیا اور ہر مرتبہ انہیں شکست دے کر بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ اسی کی فوج میں سلطان صلاح الدین کا باپ نجم الدین ایوبی اور چچا شیر کوہ فوجی سپہ سالار تھے۔

مصر کے بادشاہ عاضد الدین علوی کو جب اس کے وزیر شاور اور رومیوں نے تنگ کیا تو اس نے نور الدین زنگی ہی سے مدد طلب کی تھی اور نور الدین زنگی نے شیر کوہ اور صلاح الدین کو علوی بادشاہ کی مدد کے لئے بھیجا تھا :-

یہ تمام واقعات قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کئے جا چکے ہیں۔ جس زمانہ میں نور الدین زنگی شام و حلب میں حکمران تھا۔ اسی زمانہ میں اس کا ایک بھائی سیف الدین بن عماد الدین بھی شام و عراق کے کچھ حصہ پر حکومت کر رہا تھا اور دوسرا بھائی قطب الدین بن عماد الدین بھی موصل پر حکمران تھا۔ لیکن یہ دونوں حکمران کچھ غیر معروف ہی رہے۔ انہوں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا۔ جس سے ان کی شہرت ہوتی۔ نور الدین کے بعد ملک صالح بن نور الدین ۵۶۹ھ میں تخت نشین ہوا۔ کہا یہ جاتا ہے کہ نور الدین نے اپنی حیات ہی میں اسے

ملک شام کے ایک حصہ پر حکمران مقرر کر دیا تھا۔ غرضیکہ اتابکان شام کی حکومت ہلاکو خاں کے حملہ کے وقت تک رہی۔ اس خاندان میں سب سے آخر میں عز الدین مسعود حکمران تھا اور اسی کے عہد میں ۶۵۶ھ میں اس حکومت کا خاتمہ ہو گیا :-

حکومت اتابکان آذربائجان

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ سلطان مسعود سلجوقی کے ایک غلام ایلدگز نامی نے سلطان طغرل کی بیوہ سے عقد کر لیا تھا۔ اسی ایلدگز نے آذربائجان میں ۵۳۱ھ میں اپنی الگ حکومت قائم کر لی۔ یہ حکومت ایک سو برس تک رہی ۶۳۲ھ میں اس حکومت کا خاتمہ ہوا۔ اس حکومت کے کسی حکمران نے بھی کوئی قابل تذکرہ کام نہیں کیا اسی لئے اسکے حکمرانوں کے نام بھی بے کار طوالت کیوجہ سے نظر انداز کر دیئے گئے

حکومت اتابکان اربیلا

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ قطب الدین زنگی کی حکومت موصل میں تھی قطب الدین کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سیف الدین اس کا جانشین ہوا لیکن جب سیف الدین نے وفات پائی تب نور الدین زنگی نے اپنے باپ عماد الدین کے ایک غلام زین علی کوچک بن بکتگین کو موصل کی حکومت پر بھیجا۔ ۵۳۹ھ میں زین علی کوچک نے سنجار۔ حران۔ تکریت اور اربل یعنے اربیلا کو بھی اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ اور اربیلا کو دار السلطنت قرار دے کر اپنی علیحدہ حکومت قائم کر لی :- اس کے خاندان میں یہ حکومت تقریباً سو برس تک رہی ۶۳۰ھ میں بغداد کے عباسی خلیفہ مستنصر باللہ نے اس پر حملہ کر کے اس کا خاتمہ کر دیا اور اس حکومت کے مقبوضات کو بغداد کے ماتحت کر لیا۔)

حکومت اتابکان فارس

جب طغرل بیگ سلجوقی نے فارس اور عراق پر حملہ کیا تو اسکے ساتھ سلغر نامی ایک ترک تھا سلغر اپنے ساتھ ترکوں کا ایک گروہ لایا تھا اور اس گروہ کا وہ خود ہی سردار تھا۔ اُس نے طغرل بیگ کے جھنڈوں کے نیچے بڑی جانبازی سے جنگ کی جس سے طغرل بیگ کے دل میں اسکی بڑی قدر و منزلت ہو گئی جب سلغر کا انتقال ہو گیا تو طغرل بیگ اور اسکے جانشین سلغر کی اولاد کی برابر عزت کرتے رہے۔ اسکی اولاد میں سنقر نامی ایک شخص سلجوقی لشکر میں سپہ سالار تھا۔ سلجوقی حکمران نے سنقر کو فارس پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ سنقر نے ۵۴۳ھ میں فارس پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی شروع شروع میں تو اس خاندان کو بڑا عروج رہا۔ لیکن بعد میں یہ کمزور ہو گیا۔ اور اسی خاندان کا ایک بادشاہ اتابک سعد خوارزم شاہ کا باجگذار بنگیا تھا۔ اتابک سعد کے زمانہ میں سعدی شیرازی مشہور شاعر تھے۔ شیخ سعدی کا نام شیخ مصلح الدین تھا: انہوں نے بادشاہ اتابک سعد کے نام پر اپنا تخلص سعدیؔ رکھا تھا۔ اتابک سعد کے بعد اس کا بیٹا اتابک ابُوبکر تخت نشین ہوا۔ اس اتابک ابُوبکر نے مغل بادشاہ اکتائی خان کی اطاعت اختیار کر لی شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے اسی اتابک بادشاہ ابُوبکر کا ذکر اپنی مشہور کتاب میں کیا ہے اِس خاندان میں حکومت تقریباً ڈیڑھ ۱۵۰ سو سال تک رہی ۶۸۶ھ میں اس کا خاتمہ ہوا؛

حکومت اتابکان لُرستان

جبکہ ۵۴۳ھ میں سلطان سلجوقی نے سنقر بن مودود کو فارس پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اسی وقت ایک ترکی غلام ابُوطاہر کو لُرستان کی طرف روانہ کیا تھا چنانچہ ابُوطاہر نے اسی سال یعنی ۵۴۳ھ میں لُرستان کو فتح کر لیا اور

اس نے بھی سنقر کی طرح لرستان میں اپنی علیحدہ حکومت قائم کر لی۔ یہ حکومت تقریباً دو برس تک قائم رہی ۷۴۰ھ میں اس کا خاتمہ ہوا:۔

آتابکان متفرق

ان کے علاوہ اور بھی کئی جگہ آتابکان کی حکومتیں قائم ہوئیں لیکن وہ اسقدر معمولی اور برائے نام تھیں کہ ان کے حالات قابل ذکر نہیں نہ ان کے تذکرہ میں کوئی دلچسپی ہے اسلیئے نیز خوف طوالت کے خیال سے ان کے واقعات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے

ماحصل

ہم نے حتے الامکان یہ کوشش کی ہے کہ سلطنت عباسیہ کے ٹکڑے ہو ہو کر جس قدر حکومتیں قائم ہوئیں ان کا نہایت ہی اختصار کے ساتھ ذکر کر دیا جائے اسلیئے ہم نے مملوکوں یعنی آتابکان کی سلطنتوں کا تذکرہ بھی کر دیا ہے ان کے پڑھنے سے یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ سلطنت عباسیہ کس طرح محدود ہوتی چلی آئی۔ ارادہ تھا کہ خلافت عباسیہ پر قدرے مفصل تبصرہ کروں۔ لیکن اس اختصار نامہ میں اسکی گنجائش نظر نہ آئی ایک ضروری بات جو رہی جاتی تھی اس کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ یہ تاریخ اسلام کا ایک نہایت ہی اہم اور دلچسپ باب ہے وہ ہے؟

حروب صلیبیہ

یورپ کے بعض متعصب پادریوں نے سنہ [illegible] میں تمام یورپ میں یہ تبلیغ کی کہ شام و فلسطین مسلمانوں کے قبضے سے نکال لئے جائیں کیونکہ عیسائیوں کی نجات اسی وقت ہوگی۔ جب وہ ان ممالک سے مسلمانوں کا قبضہ اُٹھوا دینگے۔ اس تبلیغ کا یہ اثر

ہوا۔ کہ تمام یورپ میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک ایسا جوش بھڑک اٹھا جو دیوانگی کی حد تک پہنچ گیا۔ اور اہل یورپ نے ممالک شام و فلسطین کو مسلمانوں کے قبضہ سے نکالنے کے لئے کئی کئی لاکھ کی جمعیت سے حملے کیے۔ یورپ کے بڑے بڑے مشہور بادشاہ ان لڑائیوں میں شریک ہوئے۔ ہزاروں بےگناہ مسلمانوں کو قتل و غارت کیا لاکھوں عیسائیوں کو بھی کٹوا دیا۔ یہ جنون انگیز ہنگامہ تین سو ۳۰۰ سال تک جاری رہا

ان لڑائیوں کے واقعات نہایت ہی لرزہ براندام اور مبہوت کن ہیں افسوس یہ ہے کہ ان واقعات کو مسلمان مؤرخوں نے بہت ہی کم لکھا ہے اس موضوع پر یورپ میں بے شمار کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ لیکن مسلمانوں نے اسکی طرف توجہ نہیں کی ہے انشاءاللہ ہم "حروب صلیبیہ" کے واقعات کو آئندہ کسی جلد میں قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کرینگے تاکہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ تین سو ۳۰۰ سال تک عیسائیوں نے مسلمانوں کو کسقدر اذیتیں دی ہیں اور مسلمانوں نے کسقدر صبر و استقلال سے کام لیا ہے۔ جب عیسائیوں کو فتوحات ہوئیں تو انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیسا وحشیانہ اور بربرانہ سلوک کیا اور جب مسلمانوں کو فتوحات ہوئیں تو انہوں نے کس نرمی اور انسانیت کا برتاؤ کیا۔

یوں تو حروب صلیبیہ کی ہر ایک ہی داستان ہی نہایت دلچسپ اور حیرت انگیز ہے۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ وہ حصہ بہت ہی زیادہ اہم اور دلکش ہے جہاں سلطان صلاح الدین ایوبی نے یورپ کے تمام عیسائیوں کا تنہا مقابلہ کر کے انہیں شکست دی ہے۔ ان لڑائیوں کی وجہ سے سلطان صلاح الدین کا نام تمام دنیا میں مشہور ہو گیا تھا۔ خاص یورپ ایک جنگی ٹیکس "عشر صلاح الدین" کے نام سے قائم ہوا تھا۔ یعنے یورپ کے ہر باشندے سے صلاح الدین کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے اس کی آمدنی کا دسواں حصہ لیا جاتا تھا۔

نواں باب (۹)

خواتینِ اسلام

زندگی جد و جہد کا نام ہے اللہ تعالےٰ نے عورتوں اور مردوں کو اسلئے پیدا کیا ہے کہ دونوں زندگی کی جد و جہد میں برابر کے شریک رہیں کسی قوم کی تعمیر اسُی وقت ممکن ہوتی ہے جبکہ عورتیں اور مرد مل کر کام کریں اگر زندگی کو گاڑی سے تعبیر کیا جائے تو عورت اور مرد کے دو پہیئے ہیں اگر ایک پہیہ بے کار کر دیا جائے یا نکال دیا جائے تو صرف ایک پہیہ گاڑی کو کھینچکر منزلِ مقصود تک نہیں پہنچا سکتا۔ اسی طرح جب تک عورتیں مردوں کا ساتھ نہ دیں مرد کلیتہً کسی مہم میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضور صلعم ہر موقعہ پر ازواج مطہرات کو ساتھ رکھتے تھے حتیٰ کہ غزوات میں بھی ساتھ لے جاتے تھے اور اُمہات المومنین فوجی خدمات انجام دیتی تھیں سامان حرب ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتیں مجاہدوں کو پانی پلاتیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں صحابیات بھی یہ کام کرتی تھیں اور خواتین اسلام بھی ان خدمات کو انجام دیتی رہیں۔ غرضیکہ عورتیں ہر زمانہ میں ہر جد و جہد میں مردوں کی شریک کار رہیں شاعرہ ہوئی ہیں ادیبہ ہوئی ہیں حکمران ہوئی ہیں مجاہدہ ہوئی ہیں اسلامی خواتین کے کارناموں سے اسلامی تاریخیں بھری پڑی ہیں۔ لیکن موجودہ زمانہ کی ہندوستانی مسلمان عورتیں شائد یہ سمجھنے لگی ہیں کہ وہ صنفِ نازک ہیں اور ان کا کام گھروں کی چار دیواری میں بند رہ کر کھانا اور سو رہنا ہی ہے۔

ان کے اس پست ہمتانہ خیال ہی سے ان کی اولاد میں بھی پست ہمتی سرائیت کر گئی ہے اور ماؤں کی کمزوری نے اولاد کو بزدل بنا دیا ہے عرب و عجم، ترکستان اور ایران کی عورتیں اپنے بچوں کو ان کے بزرگوں کے سرفروشانہ واقعات سُنا سُنا کر انہیں

بہادر اور دلیر بناتی ہیں۔ ہندوستانی عورتیں اپنی اولاد کو چڑے چڑیا کی کہانیاں سنا کر محض ان کی دلچسپی کا سامان مہیا کرتی ہیں شاید یہ اللہ کی بندیاں اصلیت کو بالکل ہی بھول گئی ہیں کہ زندگی کی دوڑ میں جب تک وہ برابر کا ساتھ نہ دینگی اسوقت تک قوم ہرگز بھی ترقی نہ کر سکیگی ضرورت ہے کہ وہ بھی قوم کی تعمیر میں حصہ لیں خود بہادر بنیں اور اولاد کو دلیر بنائیں ہم کچھ خواتین اسلام کے واقعات تحریر کرتے ہیں تاکہ ہندوستان کی مسلمان خواتین کے دلوں میں بھی جذبۂ عمل پیدا ہو جائے:۔

حضرت آمنہ بنت وہب

ہم نمبر کا سب سے پہلے آنحضرت صلعم کی والدۂ محترمہ کا کچھ ذکر کرتے ہیں ان کا نام نامی حضرت آمنہ تھا۔ وہ وہب کی بیٹی تھیں نہایت خلیق و ہوشیار اور دور اندیش تھیں جب وہ عین عالم شباب میں تھیں اس وقت ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا۔ اگرچہ انہیں اپنے شوہر سے بڑی ہی انسیت تھی لیکن انہوں نے عظیم المرتبت خواتین کیطرح صبر کیا اور اپنی تمام تر توجہ آنحضرت صلعم کی پرورش و پرداخت کیطرف مبذول کر دی۔ آپ زبردست شاعرہ تھیں آپ نے اپنے شوہر کا مرثیہ ایسے انداز میں لکھا تھا جسے پڑھنے اور سننے والے بے اختیار رو پڑتے تھے آپ نے اپنے بیٹے یعنی آنحضرت صلعم کی شان میں بھی کچھ اشعار کہے تھے۔ اگرچہ وہ اشعار اس وقت ہمارے سامنے ہیں مگر ہم نے انہیں اسلئے درج نہیں کیا ہے کہ اس زمانہ کے مسلمان عربی تو کیا سمجھینگے فارسی تک کو بھول گئے ہیں اور سب سے زیادہ افسوسناک امر یہ ہے کہ اپنی مادری زبان اردو کو بھی بھولتے جاتے ہیں۔ حضرت آمنہ نے آنحضرت صلعم کی شان مبارک میں جو اشعار موزوں کئے تھے ان کا مفہوم یہ تھا کہ "اے بیٹے تو نیکنام ہو۔ قوم کو قعر پستی سے نکال کر بام عروج پر پہنچانے والا ہو۔ بت پرستی سے بیزار ہو۔ تجھے دیکھکر قوم کی آنکھیں سی

طرح ٹھنڈی ہوں جس طرح میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں"۔ افسوس ہے کہ حضرت آمنہ آنحضرت صلعم کے عہد طفلی ہی میں وفات پا گئیں اگرچہ انہوں نے آنحضور صلعم کے عروج کا زمانہ نہ دیکھا لیکن انکی دعا لفظ بہ لفظ مقبول ہوئی۔ آنحضرت صلعم نے اپنی قوم کو پستی اور کفر کی تاریکی سے نکال کر ایسی قوم بنا دیا۔ جس کا شہرہ دنیائے جہاں میں ہو گیا اور جو دنیا کے چپہ چپہ پر پہنچ گئی :۔

امِ تمیم رضؓ

یہ عفیفہ حضرت خالد بن الولید کی بیوی تھیں نہایت خوبصورت۔ بڑی ذی شعور اور بہت زیادہ بہادر تھیں صوم و صلوٰۃ کی اسقدر پابند تھیں کہ کیا مجال جو ایک وقت کی بھی نماز چھوٹ جائے یا ایک روزہ بھی قضا ہو جائے۔ یہ حضرت خالد بن ولید کے ساتھ سفر میں حضر میں ہر جگہ رہتی تھیں انہیں حضرت خالد سے اور حضرت خالد کو ان سے بے حد محبت تھی۔ جب کہ خالد بن الولید میدان جنگ میں دشمنوں سے لڑنے جاتے۔ وہ خیمہ میں بیٹھ کر قرآن شریف کی تلاوت شروع کر دیتیں اور ان کی سلامتی کی دعائیں مانگا کرتیں۔ چونکہ وہ نہایت نیک بڑی پرہیزگار اور سپہ سالار کی بیوی تھیں اس لئے جو خواتین اسلام اس لشکر کے ساتھ ہوتیں سب ہی ان کی عزت و تکریم کرتیں لیکن وہ ایسی بے نفس تھیں کہ کسی پر حکومت نہ جتاتیں اگرچہ ان کے پاس ایک خادمہ یا لونڈی کام کرنے کے لئے تھی لیکن وہ خود ہی تمام کام کیا کرتیں۔ کنیز سے بہت کم کام لیتیں اپنے شوہر کے کپڑے خود دھوتیں۔ نئے کپڑے سیتیں پرانے کپڑوں میں پیوند لگاتیں کھانا تیار کرتیں غرضیکہ ہر کام خود کرتیں اور جب لڑائی میں مسلمان زخمی ہو جاتے تو اور عورتوں کے ساتھ خود بھی زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں۔ زخمیوں کا وضو کراتیں۔ کھانا کھلاتیں۔ پانی پلاتیں۔ ہم ان کی جنگجوئی اور بہادری کا صرف ایک واقعہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں :۔۔

ملک شام میں ایک زبردست قلعہ قنسرین کا تھا اور ہرقل اعظم کی جانب سے قنسرین کا حاکم ایک بڑا بطریق لوقا نامی تھا۔ جب مسلمانوں نے قنسرین کا محاصرہ کیا اور محاصرہ نے طول کھینچا تو اہل قنسرین نے تنگ آکر لوقا کو صلح کرنے پر مجبور کیا۔ لیکن لوقا نے ہرقل اعظم سے مدد طلب کی تھی۔ وہ کمکی لشکر کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ مگر جب لشکر کے آنے میں دیر ہوئی تو اس نے صرف ایک سال کے لئے مسلمانوں سے رفع الوقتی کے لئے صلح کر لی۔ مسلمانوں نے صلح نامہ میں یہ شرط قائم کی کہ "لوقا مسلمانوں کے خلاف نہ کسی کی مدد کرے گا۔ نہ مسلمانوں کے مخالفوں سے ربط وضبط رکھے گا"۔ تکمیل صلح کے بعد مسلمان قنسرین سے محاصرہ اٹھا کر "شیزر" چلے گئے۔ اس وقت اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ تھے۔ ابھی وہ شیزر ہی میں مقیم تھے کہ انہیں اطلاع ملی کہ لوقا والئی قنسرین نے معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے ہرقل اعظم سے پھر مدد طلب کی ہے اور ہرقل اعظم نے اسکی مدد کیلئے جبلہ بن ایہم غسانی کو دس ہزار کی جمعیت سے بھیجا ہے

یہ بات مسلمانوں کو ناگوار گذری حضرت خالدؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ سے کہا کہ عہد شکن کو عہد شکنی کی سزا ضرور دینی چاہیئے"۔ حضرت ابوعبیدہ نے کہا۔ اچھا تو تم کچھ لشکر لیکر جاؤ اور اگر وہ بھول واقعی لوقا نے بدعہدی کی ہے تو اس سے جنگ شروع کر دو۔ اور مجھے بھی اطلاع دو تاکہ میں بھی آجاؤں"۔ حضرت خالدؓ نے کہا۔ لشکر کی ضرورت نہیں آپ میرے ساتھ صرف دس آدمی کر دیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا تم اسقدر تھوڑے آدمیوں سے اہل قنسرین اور جبلہ کا کیسے مقابلہ کر سکو گے۔ حضرت خالد نے کہا۔ لوقا نے ہمیں فریب دیا ہے ہم بھی اسکے ساتھ خدعتہ الحرب کرینگے۔ غرضیکہ حضرت خالدؓ دس آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ جبلہ کا دس ہزار لشکر نہایت شان اور بڑے کروفر سے آتا ہوا نظر آیا۔ جبلہ بن ایہم کے تمام ساتھی عرب متنصرہ تھے۔ حضرت خالد بھی اس لشکر کے ساتھ ہو لئے۔ چونکہ یہ بھی عرب تھے اسلئے کسی نے

نہ انہیں پہچانا نہ ان سے کوئی تعرض کیا۔ جب یہ لشکر قنسرین کے قریب پہنچا تو لوقا معہ ارکین سلطنت اور معززین شہر کے جبلہ کے استقبال کو قلعہ سے نکلکر باہر آیا۔

حضرت خالد بن ولید معہ اپنے دس ساتھیوں کے انکی طرف جھپٹے اور قبل اسکے کہ لوگ صورت حالات سے خبردار ہوں انہوں نے بڑھکر لوقا سے کہا۔ عہد شکن! تو ہمارے ہاتھوں سے بچکر کہاں جا رہا ہے۔ لوقا نے حیرت سے انکی طرف دیکھکر پوچھا تم کون ہو؟

حضرت خالد نے کہا: مسلمان! لوقا کانپنے لگا۔ اسی وقت مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ حضرت خالد نے جلدی سے لوقا کو اسکے گھوڑے سے کھینچکر گرفتار کرلیا!

عیسائی کچھ دیر تو حیران و ششدر رہے لیکن پھر انہوں نے سنبھلکر مسلمانوں پر حملہ کردیا مسلمانوں نے بھی تلواریں نکال لیں خونریز جنگ شروع ہوگئی۔ جبلہ کے ساتھی یہ کیفیت دیکھکر مسلمانوں پر آ ٹوٹے۔ غرضیکہ بیس مسلمان تقریباً بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) عیسائیوں سے لڑنے لگے۔ ان میں دس ہزار تو جبلہ کے لشکری تھے اور دو ہزار (۲۰۰۰) اہل قنسرین تھے

ادھر مسلمان لڑ رہے تھے اُدھر شیزر میں حضرت ابو عبیدہ نے خواب میں آنحضرت صلعم کو دیکھا کہ وہ فرماتے ہیں "اے ابو عبیدہ تم سوتے ہو اور اپنی قوم سے بے خبر ہو خالد اور اُسکے ساتھیوں کو کفار نے گھیر لیا ہے انکی مدد کرو"۔ یہ خواب دیکھتے ہی ابو عبیدہؓ اٹھے اور اُنہوں نے اس خواب کا حال سُنا کر کوچ کا اعلان کردیا مسلمان جلد جلد مسلح ہوکر روانہ ہوگئے سب سے آگے علم ہاتھ میں لئے حضرت ابو عبیدہ جا رہے تھے۔ ان کے پیچھے لشکری گھوڑے دوڑائے رواں تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے دیکھا کہ ایک سوار اُن سے بھی آگے نہایت تیزی سے گھوڑا دوڑائے چلا جا رہا ہے حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے گھوڑے کو بہت کچھ تیز کیا لیکن وہ اس سوار تک نہ پہنچ سکے۔ مجبور ہوکر حضرت ابو عبیدہ نے اس سوار کو آواز دیکر کہا "اے سوار تجھ پر اللہ تعالے رحمت کرے۔ ٹھہر جا تو اپنے طریقہ نرم پر!" سوار رُک گیا حضرت ابو عبیدہؓ نے اسکے پاس جاکر پوچھا! تم کون ہو؟ سوار نے

زنانہ لباس میں جو ابھر یا ہیں ام تمیمؓ ہوں! حضرت ابوعبیدؓ کو بڑا تعجب ہوا۔ انہوں نے
ام تمیمؓ! ...... خالد کی شریک حیات؟

ام تمیمؓ۔ جی ہاں!

ابو عبیدہؓ۔ تم تنہا اس تیزی سے کہاں جا رہی ہو؟

ام تمیمؓ۔ ابا سلیمانؓ! (حضرت خالد کی کنیت ہے) کے پاس جا رہی ہوں!

ابو عبیدہؓ۔ لیکن تنہا اور اس تیزی سے کیوں جا رہی ہو؟

ام تمیمؓ۔ جب میں نے سنا کہ خالدؓ کو دشمنوں نے گھیر لیا ہے تو میں نے دل میں کہا کہ انشاء اللہ خالد دشمنوں سے مغلوب نہ ہونگے۔ کیونکہ ان کے پاس وہ ٹوپی ہے جسمیں آنحضرت صلعم کے موئے مبارک ہیں لیکن فوراً ہی میری نظر خیمے کی چوب پر پڑ گئی۔ دیکھا تو ٹوپی وہاں موجود تھی۔ میں نے کہا افسوس آج وہ ٹوپی بھول گئے ہیں وہ ٹوپی لئے ہوئے جا رہی ہوں۔ تاکہ جس طرح بھی ہو ان کے پاس پہنچا دوں!

ابو عبیدہؓ۔ خدا تمہاری مدد کرے جاؤ!

چنانچہ ام تمیمؓ نے پھر گھوڑے کو سرپٹ چھوڑ دیا اور وہ اسلامی لشکر سے بہت آگے نکل گئیں۔ جب ام تمیمؓ قنسرین کے قریب پہنچیں تو انہوں نے لڑائی ہوتے دیکھی۔ گرد و غبار میں تلواریں اور نیزوں کی نوکیں چمک رہی تھیں لیکن مسلمانوں کی کوئی آواز نہ آتی تھی۔ ام تمیمؓ نے عیسائیوں کے قریب پہنچتے ہی حملہ کر دیا۔ پہلے ہی حملہ میں ایک عیسائی کو مار ڈالا۔ پھر دوسرے پر حملہ کرکے اسے بھی گھوڑے سے گرا دیا عیسائی ام تمیمؓ کی طرف پلٹے۔ ام تمیم ڈریں نہیں بلکہ نہایت جوانمردی اور سرفروشی سے لڑنے لگیں۔ عین اسوقت ابو عبید بھی لشکر لیکر آ پہنچے مسلمانوں نے اللہ اکبر کا پُرشور نعرہ لگا کر حملہ کر دیا اور چاروں طرف عیسائیوں کے پھیل گئے حضرت خالد اور ان کے ہمراہی عیسائیوں کے لشکر کے بیچ میں تھے اور بڑی جوانمردی اور استقلال سے جنگ کر رہے تھے

جونہی انہوں نے نعرۂ تکبیر سنا اور ادھر حضرت خالدؓ نے کہا مسلمانو! آگئی خدا کی طرف سے کشودِ کار۔ [illegible] کوئی عیسائی زندہ بچ کر نہ جانے پائے؛ چنانچہ حضرت خالد اور انکے ساتھیوں نے نہایت شدت سے حملہ کیا۔ جبکہ حضرت خالد موت کی لڑائی لڑ رہے تھے اس وقت انہوں نے دیکھا کہ ایک سوار عیسائیوں کی صفوں کو چیرتا ہوا بڑھا چلا آرہا ہے؛ حضرت خالد لپک کر اسکے پاس پہنچے۔ سوار ڈھاٹا باندھے تھا۔ حضرت خالد نے اسے پہچانا نہیں پوچھا اے جوانمرد! تو کون ہے؟ سوار نے کہا میں آپکی کنیز ام تمیمؓ ہوں۔ حضرت خالد نے کہا مگر وہ تم سے صبر نہ ہوسکا:-؟

ام تمیمؓ۔ کیسے ہوتا میری دنیا کی مسرت آپکے دم تک ہے۔ آج آپ یہ ٹوپی بھول آئے تھے میں لے کر آئی ہوں اسے لیجئے!

خالدؓ۔ تمہارا شکریہ ام تمیم! بیشک تم نے بڑا ہی اچھا کام کیا!

حضرت خالد نے ٹوپی اوڑھی اور ام تمیم کو ساتھ لے کر عیسائیوں پر حملہ کیا۔ ام تمیمؓ نے بھی عیسائیوں کو قتل کرنا شروع کردیا۔ انہوں نے اتنے عیسائیوں کو مارا کہ ان کا تمام لباس خون میں رنگ کر سرخ ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ عیسائی بھاگ گئے۔ یہ تھیں حضرت ام تمیمؓ جن کی بہادری کے کارنامے آج بھی تاریخوں میں جلی قلم سے لکھے ہوئے موجود ہیں:-

ام ابانؓ

حضرت ام ابانؓ عتبہ بن ربیعہ کی پرجمال صاحبزادی تھیں نہایت کم سن اور بڑی حسین تھیں۔ لیکن اس حسن و جمال پر اور اس سن میں انہیں تیراندازی میں یہ کمال حاصل تھا کہ اڑتے ہوئے پرند کو تیر مار کر گرا لیا کرتی تھیں ان کا نشانہ بہت کم خطا کرتا تھا۔ اسکے ساتھ ہی وہ مذہب کی بڑی پابند اور عبادت گذار تھیں کھانا چھوٹ جائے

لیکن نماز نہ چھوٹتی تھی۔ وہ حضرت ابو عبیدہؓ کے لشکر میں ملک شام میں موجود تھیں۔ یرموک کے مقام پر رجب ۱۵ھ میں جنگ ہوئی تو عورتوں نے بھی اس جنگ میں حصہ لیا تھا۔ ام ابان بھی شریک ہوئی تھیں اور انہوں نے کئی عیسائیوں کو زخمی کر دیا تھا۔ وہ دن بھر لڑائی کا منظر دیکھتیں اور موقع آنے پر لڑتیں اور زخمیوں کی تیمارداری کرتیں۔ یرموک ہی کے مقام پر ان کا عقد ابان بن سعید کیساتھ ہوا تھا ابن سعید اور ام ابان دونوں میں بڑی محبت ہو گئی تھی۔ ابھی ان کی شادی کو چند ہی روز ہوئے تھے کہ اسلامی لشکر نے یرموک سے کوچ کر کے دمشق کا محاصرہ کر لیا

ایک روز دوران محاصرہ میں جبکہ عیسائیوں اور مسلمانوں کی جنگ ہو رہی تھی دمشق کے والی توما نے ایک تیر مارا۔ وہ تیر ابان بن سعید یعنی ام ابان کے شوہر کے لگا۔ یہ تیر زہر میں بجھا ہوا تھا۔ ابان بن سعید نے زور کر کے تیر نکال لیا اور زخم کو اپنے عمامہ سے باندھ لیا۔ لیکن فوراً ہی زہر نے اپنا اثر کرنا شروع کیا اور ابان بن سعید پیچھے کیطرف گرے۔ چند مسلمانوں نے بڑھکر انھیں اٹھا لیا اور ان کا زخم کھولکر مرہم لگانے کا قصد کیا۔ ابان بن سعید نے کہا میرا زخم نہ کھولو۔ اسکے کھلتے ہی میرا دم نکلجائے گا۔ خدا کی قسم! جس چیز کی اشہادت کی مجھے تمنا تھی خدا نے وہ دے دی۔ لیکن لوگوں نے علاج کرنے کی غرض سے ان کا عمامہ کھولنا شروع کیا۔ ابھی پورا نہ کھولنے پائے تھے کہ ابان بن سعید نے کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ یعنے گواہی دیتا ہوں میں کہ خدا ایک ہے اور محمدؐ اسکے رسول ہیں۔ اللہ تعالے کا وعدہ یہی تھا اور وہ سچا تھا۔" یہ کہتے ہی وہ وفات پا گئے۔ فوراً ہی ام ابان کو اپنے شوہر کی شہادت کی خبر ہو گئی۔ وہ نوعروس تھیں ابھی تک ان کے ہاتھوں کی مہندی تک نہ چھوٹی تھی۔ شب عروسی کو جو عطر کپڑوں میں ملا گیا تھا۔ اسکی خوشبو تک باقی تھی۔ ام ابان اس

صدمے سے دوہری ہو گئیں لیکن فوراً سنبھلیں اور اپنے شوہر کی لاش کی طرف بڑھیں غم و قلق نے اگرچہ انہیں اسقدر دل شکستہ اور پامال کر دیا تھا کہ وہ چلنے میں ٹھوکریں کھا رہی تھیں لیکن نہ وہ بین کر رہی تھیں نہ انکی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ لوگوں نے جب انہیں آتے دیکھا تو وہ ابان بن سعید کی لاش کے پاس سے ہٹ گئے اور منتظر تھے کہ ام ابان نالہ و شیون کریگی۔ لیکن ام ابان نے نہایت صبر و استقلال کے لہجہ میں کہا۔ میرے سرتاج اللہ تعالےٰ نے تمہیں وہ چیز عطا فرمائی جس کی تمہیں تمنا تھی۔ پروردگار نے تمہیں آغوش رحمت میں ایکر حوروں کا ہمنشین بنا دیا۔ الہ العالمین نے مجھے اور تمہیں ایک جگہ کیا تھا۔ مگر قسمت نے ہمیں بہت جلد جدا کر دیا۔ موت سے کسی کو رستگاری نہیں میں نے عہد کیا ہے کہ میں تمہارا انتقام لونگی اور میں نے یہ بھی عہد کیا ہے اب تمہارے بعد میرے جسم کو کوئی شخص نہ چھو سکے گا۔ میں جہاد کرونگی یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ میری آرزو بھی پوری کرے۔ مجھے بھی شہادت عطا فرمائے اور میں تم سے باغ فردوس میں آملوں"۔ جو لوگ ان کا کلام سن رہے تھے ان کے دل بھر آئے۔ انہوں نے ام ابان کے ضبط و صبر کو دیکھکر تعجب کیا۔ سب نے ملکر ابان بن سعید کو غسل دیا۔ نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔ جب سب فاتحہ پڑھکر چلے گئے تب ام ابان بھی قبر کے بالیں پر کھڑی ہوئیں۔ فاتحہ پڑھی اور کہا۔ شاید یہ میری اور تمہاری دنیا میں اب آخری ملاقات ہے۔ خدا نے فرمایا ہے کہ شہید مرتے نہیں زندہ رہتے ہیں وہ کھاتے پیتے اور سنتے ہیں تم بھی سن رہے ہو دعا کرو کہ میں بہت جلد تم سے آملوں"۔ یہ کہکر وہ واپس لوٹیں اپنے خیمہ پر آئیں زرہ بکتر پہنا اور شبا کپڑے پہنکر چہرہ کو اسطرح ڈھک لیا کہ سوائے آنکھوں کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا وہ گھوڑے پر سوار ہو کر ترکش پشت پر لٹکا کر اور کمان ہاتھ میں لیکر میدان جنگ میں آئیں لوگوں سے پوچھا کہ میرے شوہر کس دروازہ پر شہید ہوئے تھے۔ انہیں

بتایا گیا کہ دروازہ توما پر مارے گئے ہیں۔ وہ اسی دروازہ پر پہنچیں اس طرف قیامت کی جنگ ہو رہی تھی۔ توما اس دروازہ کے ایک برج میں بیٹھا تھا۔ اسکی فوج فصیل کے اوپر سے تیروں اور پتھروں کی بارش کر رہی تھی مسلمان نیچے سے ترکی بترکی جواب دے رہے تھے۔ جس وقت ام ابان اس دروازہ کی طرف آئیں انہوں نے دیکھا ایک ضعیف العمر پادری ایک جواہر نگار صلیب کو توما کے قریب لئے کھڑا ہے اور بلند آواز سے کہہ رہا ہے کہ اے خدا اور خدا کے پاک بیٹے مسیح حامیان صلیب کو فتح دے۔" ام ابانؓ نے ترکش میں سے تیر نکال کر صلیب بردار کے مارا تیر نشانہ پر بیٹھا صلیب بردار مع صلیب کے فصیل سے نیچے گر پڑا مسلمان صلیب اٹھانے کیلئے دوڑے عیسائیوں نے شور کرکے بڑی تیزی سے تیر اور پتھر پھینکنے شروع کئے۔ اس طرف حضرت شرجیل اپنا لشکر لئے موجود تھے۔

وہ چند ہمراہیوں کے ساتھ ڈھالوں کی آڑ لیکر بڑھے۔ یہ صلیب نہایت متبرک سمجھی جاتی تھی۔ توما اسے مسلمانوں سے بچانے کے لئے قلعہ سے باہر نکلا۔ اس عرصہ میں مسلمان فصیل کے نیچے پہنچ گئے تھے اور انہوں نے صلیب اٹھا لی تھی۔ اب وہ واپس لوٹ رہے تھے کہ توما اور اسکے ساتھیوں نے ان پر سختی سے حملہ کیا۔ مسلمانوں نے بڑی جوانمردی سے مقابلہ شروع کیا۔ نہایت خونریز جنگ ہونے لگی توما اپنے ہمراہیوں کو جوش دلا رہا تھا۔ ام ابانؓ نے لوگوں سے پوچھا یہ کون شخص ہے کسی نے کہدیا کہ یہی تمہارے شوہر کا قاتل ہے۔ یہ سنتے ہی ام ابانؓ کا چہرہ جوش و غضب سے سرخ ہو گیا۔ اس نے تیر کمان میں رکھ کر چلہ کھینچا۔ اس وقت توما حضرت شرجیل کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اور ان پر تلوار سے حملہ کرنے ہی والا تھا کہ ام ابانؓ نے اس کے تیر مارا تیر آنکھ میں لگا اور لکڑی کے دستہ تک گھس گیا۔ توما چیخ مار کر بھاگا۔ ام ابان نے دوسرا تیر اور مارا یہ ایک عیسائی کے سینہ میں پیوست ہوا۔ وہ چنگھاڑ کر گرا۔ ام ابانؓ نے تیسرا تیر اور چلایا۔ وہ ایک فوجی افسر کے حلق میں ترازو ہو گیا۔ اس نے

خون کی کلی کی طرح مرجھا کر گر پڑا۔ غرض ام ابان نے کئی تیر مارے اور ان کے ہر تیر نے ایک عیسائی کا خاتمہ کر دیا۔ در اصل وہ توما کو مار ڈالنے کے لئے تیر برسا رہی تھیں لیکن توما کے گرد عیسائیوں کا ہجوم غفیر آ گیا تھا اور وہ قتل ہو ہو کر گر رہے تھے۔ توما درد و کرب سے کراہتا قلعہ کے اندر داخل ہوا۔ فوراً ڈاکٹر طلب کئے گئے۔ ڈاکٹروں نے مل کر ہر چند کوشش کی کہ تیر کو آنکھ میں سے نکال لیں لیکن نہ نکال سکے۔

آخر مجبور ہو کر انہوں نے تیر کو لکڑی کے پاس سے کاٹ ڈالا اور گانسی آنکھ کے اندر ہی رہ گئی۔ یہ تھی ایک عرب کمسن لڑکی کی بہادری کہ اس کے ہاتھ سے نکلا ہوا تیر ایسا پیوست ہوا کہ ہزار کوشش کرنے پر بھی نہ نکل سکا اور یہ تھا اس کا صبر و استقلال اور یہ تھا جوش جہاد۔

خولہؓ

حضرت خولہ۔ ازور کی بیٹی اور مشہور مجاہد حضرت ضرارؓ کی حقیقی ہمشیرہ تھیں نہایت صاحب جمال تھیں۔ ان کا چہرہ ماہتاب کی طرح جگمگاتا رہتا تھا۔ جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس وقت ان کی عمر بھی کچھ زیادہ نہ تھی۔ مشکل سے اٹھارہ انیس سال کا سن ہوگا۔ اس کمسنی میں بڑی ذی شعور۔ مستقل مزاج۔ پرہیز گار۔ عبادت گذار اور صاحب عصمت و عفت تھیں۔ انہیں اپنے بھائی حضرت ضرار سے اور حضرت ضرار کو ان سے ایسی محبت تھی کہ بھائی بہنوں میں ایسی محبت کم دیکھنے میں آئی ہے وہ بھی حجاز عرب سے اپنے بھائی کے ساتھ ملک شام میں جہاد کرنے کے لئے آئی تھیں ان کے واقعات پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بڑی بہادر۔ بڑی نڈر اور بڑی جفاکش تھیں۔ تمام عورتیں اور مرد ان کی عزت کرتے تھے شیر دل مجاہدہ کا انہیں خطاب دے رکھا تھا۔ وہ اپنا کوئی وقت بھی بے کار نہ جانے دیتی تھیں دن بھر اور رات کے زیادہ تر حصہ میں کسی نہ کسی کام میں مصروف و مشغول

رہتی تھیں دن کو جب مرد لڑائی میں مشغول ہوتے تو وہ عورتوں کو ساتھ لیکر مردوں کے پیچھے صف آرا ہو جاتیں۔ اور اگر مرد کسی وقت کسی وجہ سے پیچھے ہٹنے لگتے تو وہ انہیں جوش و اشتعال اور غیرت و غصہ دلا کر دشمنوں کی طرف لوٹا دیتیں۔ مشکیزہ پشت پر ڈال کر مجاہدوں کو پانی پلاتی پھرتیں رات کے وقت زخمیوں کی تیمارداری کرتیں۔ وقت ملنے پر اپنے اور اپنے بھائی کے کپڑے سیتیں ان میں پیوند لگاتیں انہیں دھوتیں ہتھیاروں کو صیقل کرتیں کھانا پکاتیں بھائی کے ساتھ بیٹھکر کھانا کھاتیں نماز کسی وقت کی بھی قضا نہ ہونے دیتیں غرضیکہ ہر وقت کام میں مشغول رہتیں ان میں یہ خوبی بھی بڑھی ہوئی تھی کہ کسی خطرے کو خاطر میں نہ لاتی تھیں انہوں نے دو چار مرتبہ نہیں متعدد مرتبہ جہاد کیا اور ہر جہاد میں فتحیاب ہوئیں افسوس ہے کہ اس وقت ہم ان کی مفصل سوانح عمری نہیں لکھ رہے ہیں ورنہ ہم بتاتے کہ ان کے کارنامجات کسقدر باعث فخر ہیں صرف چند واقعات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:۔

مسلمانوں نے دمشق کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اہل دمشق نے ہرقل اعظم رومی شہنشاہ سے مدد طلب کی تھی۔ قیصر روم نے وردان والئی حمص کی معیت میں بارہ ہزار سواروں کو دمشق والوں کی مدد کے لئے بھیجا تھا۔ وردان کے ساتھ اس کا بیٹا حمران بھی تھا۔ وہ بھی ایک فوجی دستہ پر سپہ سالار تھا حضرت خالد بن الولید کو اس فوج کے آنے کی اطلاع ہو گئی۔ انہوں نے ضرار بن الازور کو پانچسو مسلمانوں کے ساتھ وردان اور اس کے عظیم الشان لشکر کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا:۔

حضرت ضرار بن الازور اپنی جمعیت کو لیکر مقام اہیا میں پہنچے۔ اہیا وہ مقام تھا۔ جہاں حضرت ابراہیم کے باپ آذر بت تراش رہتے تھے اور بت بنایا کرتے تھے وردان اپنا لشکر لئے ہوئے وہیں مقیم تھا مسلمانوں نے اپنی قلت اور دشمنوں کی کثرت کا

کچھ خیال نہ کیا اور اپنے منہ پھیر کر اپنے لشکر پر حملہ کر دیا۔ نہایت پر جوش اور
ہولناک جنگ ہونی شروع ہوئی۔ مسلمانوں نے نہایت بہادری دکھلائی۔ لیکن وہ جنگ کرتے
کرتے تھک گئے۔ اثنائے جنگ میں وردان کے بیٹے حمران نے حضرت ضرار کے
نیزہ مارا۔ نیزہ ضرار کے بازو میں لگا۔ انہوں نے جوش میں آ کر زور سے حمران
کے سینہ پر نیزہ مارا کہ اگرچہ اس نے زرہ پہن رکھی تھی مگر زرہ کو چھیدتا ہوا جسم کے پار نکل گیا
جب ضرار نے اپنا نیزہ کھینچا تو پھل حمران کے جسم میں رہ گیا اور ڈنڈی نکل آئی
حمران مردہ ہو کر گرا۔ عین اس وقت جبکہ ضرار نہتے رہ گئے تھے۔ دشمنوں نے ان پر
حملہ کر کے انہیں گرفتار کر لیا۔ مسلمانوں کو بڑا صدمہ ہوا۔ انہوں نے انہیں چھڑانے
کی ہر چند کوشش کی لیکن رومی اس کثرت سے ان کے اور ضرار کے درمیان میں
آ گئے کہ مسلمان ان تک نہ پہنچ سکے۔ حضرت خالد کو ایک سوار نے دوڑ کر اس کی اطلاع
دی وہ حضرت ضرار کی گرفتاری کی خبر سنکر نہایت مغموم ہوئے۔ تمام لشکر میں
ضرار کی گرفتاری کی خبر آگ کی طرح پھیل گئی فوراً حضرت خالد اپنے رکابی دستہ کو
لے کر روانہ ہوئے۔ ابھی وہ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ انہوں نے ایک سوار کو کنارہ لشکر
کے نہایت تیزی سے دوڑ کر جاتے ہوئے دیکھا۔ یہ سوار ایک طویل القامت کمیت
رنگ کے گھوڑے پر سوار تھا جسکی گردن کوتاہ تھی اور ہاتھ میں ایک نیزہ لئے ہوئے
اس طرح دوڑ رہا تھا۔ جیسے وہ دشمن پر حملہ کر رہا ہو۔ حضرت خالد اور ان کے ہمراہی
مسلمانوں نے اس سوار کو دیکھا۔ اس کی شہسواری کی تعریف کی اور یہ کوشش
کی کہ اس سوار کو جا پکڑیں کیونکہ سواروں سے آگے نکل گیا تھا لیکن اس کا گھوڑا ایسا
تیز رفتار تھا کہ مسلمان اس کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکے۔ مسلمانوں نے دور سے دیکھا کہ
اس سوار نے رومیوں کے پاس پہنچکر نہایت شدت سے حملہ کیا اور عیسائیوں کو
نیزہ سے مار مار کر گراتا پیچھے ہٹاتا عیسائی لشکر کی صفوں کو توڑتا اس طرف بڑھ رہا تھا

جس طرف ضرار کے ہمراہی مسلمان عیسائیوں سے موت کی لڑائی لڑ رہے تھے حضرت خالدؓ
اور انکے ہمراہیوں نے بھی عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ نہایت خونریز جنگ شروع ہو گئی
ضرار کی گرفتاری کے بعد ان کے دستہ کے سپہ سالار رافع بن عمیرۃ الطائی ہو گئے
تھے ان کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک سوار کو اس شدت سے حملہ کرتے اور لڑتے
دیکھا کہ اس سے پہلے اس جگری سے لڑتے ہوئے انہوں نے کسی کو نہ دیکھا تھا۔
وہ سمجھے کہ ہو نہ ہو یہ نڈر جنگجو حضرت خالد ہیں۔ اس سوار کو دیکھتے ہی رافع
بن عمیرۃ الطائی اور ان کے ہمراہیوں نے جوش میں آکر عیسائیوں پر حملہ کیا۔ ادھر حضرت
خالد اور ان کی رکابی فوج نے شدت سے حملہ کر دیا۔ نہایت خوفناک اور خونریز
جنگ ہونے لگی ہزاروں عیسائی مارے گئے۔ آخر وردان بقیۃ السیف عیسائیوں کو لیکر
بھاگ نکلا۔ اس سوار نے عیسائیوں کا تعاقب کیا۔ اس وقت رافع کے پاس خالد پہنچ گئے۔
رافع نے حیرت بھرے لہجہ میں کہا۔ اوہ آپ اس طرف سے آرہے ہیں؟ مجھے اس سوار
پر آپ کا دھوکہ ہوا تھا لیکن یہ سوار ہے کون؟ حضرت خالدؓ نے کہا۔ خدا کی قسم میں خود
نہیں جانتا۔ یہ نہایت تیزی سے دوڑ کر میرے لشکر سے آگے نکلا اور بڑی جگری سے
عیسائیوں سے لڑا۔ مجھے اسکی جرأت و دلیری نے حیرت میں ڈال رکھا ہے:۔
رافع میں نے دوران جنگ میں دیکھا ہے کہ یہ رومیوں کی صفوں میں گھس جاتا تھا
اور ایک دو عیسائیوں کو قتل کر کے واپس آتا تھا:۔
خالدؓ میں نے خود اسکی ہیبت ناک جنگ کا منظر دیکھا ہے آؤ چلو دیکھو اسے
عیسائیوں نے گھیر لیا ہے اس کی مدد کریں:۔
دونوں کچھ مسلمانوں کو ساتھ لیکر دوڑے۔ واقعی عیسائیوں نے پلٹ کر سوار پر حملہ کر دیا
خالد نے اس سوار پر حملہ کرنیوالے عیسائیوں پر حملہ کیا۔ اس عرصے میں سوار نے کئی عیسائیوں کو
مار ڈالا تھا حضرت خالدؓ نے دیکھا کہ وہ سوار عیسائیوں کے درمیان سے شعلہ آگ کی طرح نکلا

اس کا تمام لباس خون میں تر تھا اور اسکے گھوڑے سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔ حضرت خالدؓ نے اس سوار کے پاس پہنچکر کہا۔ اے خدا کے بندہ! خدا تجھے جزائے خیر دے تو نے خوب جہاد کیا تو کون ہے۔ تو اپنے چہرہ سے چادر ہٹا تاکہ میں تجھے پہچان سکوں؟ سوار نے کچھ جواب نہ دیا۔ خالد نے پھر کہا۔ افسوس تو بولتا نہیں حالانکہ میں اور تمام مسلمان تیرا حال معلوم کرنے کیلئے بے قرار ہیں؟ سوار نے شرمیلے لہجہ میں کہا یا ابا سلیمان! میں پردہ میں بیٹھنے والی پردہ نشین ہوں اس لئے جواب میں تامل کیا میں حضرت ضرار کی بہن ہوں یہ سنکر تمام مسلمان چونک پڑے۔ خالد نے کہا۔ اوہ تم خولہ ہو۔ معلوم ہو آخر کس بھائی کی بہن اور کس باپ کی بیٹی ہو۔ مگر تمہارے حملہ کرنے کا سبب کیا ہے!

خولہ میں قبیلہ مذحج کی عورتوں میں بیٹھی تھی کہ دفعتاً اپنے بھائی ضرار کی گرفتاری کی خبر سنی۔ دنیا میری آنکھوں میں اندھیر ہو گئی میں مسلح ہوکر نکل آئی اور اپنے بھائی تک پہنچنے کی کوشش کی مگر وہ نہیں ملے۔ میں نے ہر طرف حملہ کیا اپنے بھائی کو ڈھونڈا لیکن انھیں نہ پا سکی۔ آہ! اگر وہ نہ ملے تو میرا کیا حال ہوگا؟

حضرت خالد چشم پرنم ہوگئے۔ انہوں نے کہا۔ خدا بہتر کرے گا۔ اسکے بعد خالد اور تمام مسلمانوں نے میدان جنگ میں اس خیال سے ضرار کو تلاش کیا کہ شاید وہ قتل کر ڈالے گئے ہوں لیکن نہ وہ ملے نہ انکی لاش ملی۔ حضرت خولہ کو بڑا صدمہ ہوا۔ وہ زبردست شاعرہ بھی تھیں انہوں نے فی البدیہہ اپنے بھائی کا مرثیہ لکھا ہم ان عربی اشعار میں سے بعض کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ "اے بھائی کاش میں جانتی کہ تمہارے ساتھ دشمنوں نے کیا سلوک کیا۔ کاش! یہ بہن تم پر سے قربان ہوجاتی۔ افسوس آج میری اور میری قوم کی آنکھیں تمہیں ڈھونڈ رہی ہیں تم کہاں ہو کیا بہن خولہ سے محبت نہیں ہی تم تو کہا کرتے تھے بھائی کہ میں زندگی بھر تیرا ساتھ نہ چھوڑونگا۔ بتلاؤ وہ عہد کیا ہوا قسم ہے خدا کی تم نے اپنی اس بہن کو چھوڑ دیا جو تم پر جان دیتی ہے میں تمہیں کہاں تلاش کروں تمہاری

محبت نے میرے سینہ میں آگ روشن کردی ہے جس سے میرا جسم جلا جاتا ہے یہ بہات کم اپنے باپ سے جا ملے اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ تمہیں میرا سلام پہنچے سلام اس وقت تک جب ہیں اور تم پھر ملیں ۔)" ان اشعار کو سنکر مسلمانوں کے دل فرط رنج و قلق سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اس وقت حضرت خالد کو معلوم ہوا کہ رومیوں نے حضرت ضرار کو سو سواروں کے ساتھ حمص کی طرف روانہ کیا ہے۔ حضرت خالد نے رافع بن عمیرۃ الطائی سے کہا کہ تم اس ملک کے راستوں سے واقف ہو کچھ مسلمانوں کو ساتھ لیکر جاؤ۔ شاید تم ضرار تک پہنچ جاؤ۔ خولہ نے کہا۔ مجھے بھی ان سواروں کے ساتھ جانے کی اجازت دیجئے خالد نے اجازت دے دی۔ رافع اپنے ساتھ سو سواروں اور حضرت خولہ کو لے کر ایک نزدیکی راستہ سے روانہ ہوئے جب وہ مقام سلمینہ میں پہنچے تو انہوں نے راستہ کو دیکھ کر کہا کہ ابھی تک عیسائی یہاں تک نہیں پہنچے کمینگاہ میں چھپ جاؤ۔ چنانچہ سب مسلمان چھپ گئے تھوڑی ہی دیر میں رومی حضرت ضرار کو بیچ میں لئے ہوئے پہنچے۔ حضرت ضرار بھی شاعر تھے۔ وہ اس وقت دردناک اشعار پڑھتے آرہے تھے ان کے اشعار کا مطلب یہ تھا۔ "اے قاصد میری قوم اور خولہ کو خبر کر دے کہ میں مجبور و اسیر ہوں میرے ہاتھ پیر بندھے ہیں اور میرے گرد عیسائی کافروں کا ہجوم ہے وہ زرہ پہنے ہوئے ہیں اور میں برہنہ جسم ہوں۔ مجھے یہ رنج و قلق ہے کہ میرے بعد میری بہن خولہ کس طرح صبر کریگی اے خدا میری معصوم اور محبت کرنیوالی بہن کو صبر عطا کرنا اس کا دل ایسا پتھر بنا دینا کہ وہ میری گرفتاری یا قتل پر آنسو نہ بہائے میں نے اپنی زندگی میں اُسے روتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اگر وہ روئی تو میرا سینہ شدت غم سے پھٹ جائیگا۔ سلام میری پیاری بہن خولہ سلام۔ کاش میں تجھے پھر دیکھ سکتا تیری میٹھی میٹھی باتیں پھر سنتا۔ خدا میں سب قدرت ہے۔" حضرت خولہ یہ اشعار سن ہی تھی ان سے ضبط نہ ہو سکا وہ کمینگاہ سے نکل آئیں اور انہوں نے بلند آواز سے کہا پیارے بھائی خدا کا شکر ہے

کہ ہیں آ گئی۔ خدا نے ہمارے دلوں کے رنج کو دور کر دیا۔ عین اسوقت تمام مسلمانوں نے کمینگاہوں سے نکل نکلکر عیسائیوں پر حملہ کیا۔ خولہ نے بھی حملہ کیا اور کئی عیسائیوں کو قتل کر کے اس اونٹ کے پاس پہنچیں جس پر حضرت ضرار بندھے ہوئے تھے۔ انہوں نے جلدی سے اونٹ کو بٹھایا اور حضرت ضرار کے بند کاٹ کر انہیں آزاد کر دیا۔ ضرارؓ نے کہا۔ خدا کا شکر ہے ہزار ہزار شکر۔ اب میں ادائے شکر یہ میں ذرا کافروں کی خبر لوں۔ یہ کہتے ہی انہوں نے حضرت خولہ سے نیزہ لیا اور دشمنوں پر پل پڑے۔ چشم زدن میں تمام عیسائیوں کو مسلمانوں نے کاٹ ڈالا۔ اس طرح ایک سیم تن نازک اندام مگر شیر دل مجاہدہ نے جہاد کر کے اپنے بھائی کو رہائی دلائی

اس شیر دل مجاہدہ کی دلیری کا ایک اور واقعہ بھی سن لیجئے۔ جو واقعہ ہم نے اوپر بیان کیا یہ اسکے چند ہی روز بعد کا ذکر ہے مسلمان دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ حضرت خالدؓ ضرار کو ساتھ لیکر آ گئے تھے۔ چند ہی روز کے بعد مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ ہرقل اعظم رومی شہنشاہ نے ایک زبردست لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا ہے جو قریب آ گیا ہے۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ کسی کھلے میدان میں نئے عیسائی لشکر کا مقابلہ کریں۔ اجنادین کا میدان اس مقابلہ کیلئے تجویز ہوا۔ اسلامی لشکر نے دمشق سے کوچ کر دیا۔ لشکر سے پیچھے عورتیں تھیں انکی محافظت پر ایکہزار مسلمان ابو عبیدہ کیساتھ رہ گئے۔ ابھی ابو عبیدہ عورتوں کے قافلہ کو لیکر تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ دمشق سے بولص نامی ایک نامور فوجی سالار چھ ہزار رومی لشکر کو لیکر مسلمانوں پر آ پڑا۔ بولص کا بھائی پطرس بھی اسکے ساتھ تھا ان دونوں نے اچانک مسلمانوں پر حملہ کر کے کچھ عورتوں اور بچوں کو پکڑ لیا ان میں حضرت خولہ بھی تھیں بولص ان عورتوں کو لیکر نہر استریاق پر ٹھہرا اور اپنے بھائی پطرس کے آنیکا انتظار کرنے لگا لیکن حضرت ابو عبیدہ اور انکے ساتھیوں نے پطرس اور اسکے ہمراہیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس ہنگامہ کی اطلاع حضرت خالد کو بھی ہو گئی وہ لشکر کے آگے جا رہے تھے کچھ فوج لیکر پلٹ پڑے انکے ساتھ ضرار بھی تھے ضرار کو جب معلوم ہوا کہ انکی بہن خولہ بھی گرفتار کر لی گئیں تو انہیں بڑا رنج ہوا غصہ بھی آیا۔ ادھر بولص نے تمام عربی عورتوں کو اپنے سامنے طلب کیا

ان میں سب سے زیادہ کمسن اور حسین حضرت خولہ تھیں یُس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا اس لڑکی کا چہرہ کسقدر چمکدار ہے مجھے یہ پسند ہے اسے میں لُوں گا۔ کوئی اسکی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھے" ان عورتوں کو عیسائیوں نے ایک طرف بٹھا دیا اور عیسائی ان سے ذرا فاصلہ پر انکے چاروں طرف بیٹھ گئے

حضرت خولہ نے تنہائی ہوتے ہی عورتوں سے کہا۔ اے دختران حمیر! کیا تم اس بات کو گوارا کرو گی کہ کافر عیسائی تمہیں کنیزیں بنائیں؟ عفیرہ بنت عفار نے کہا نہیں ہم اس ننگ کو گوارا نہیں کر سکتیں

خولہرضؓ۔ پھر کیا انتظار ہے کیوں نہیں وہ کام شروع کرتیں جس سے ابد تک نیکنامی رہے

عفیرہ۔ مگر ہم نہتی ہیں کس چیز سے لڑیں۔

خولہرضؓ۔ خیموں کی چوبیں موجود ہیں آج ان ہی سے تلواروں اور نیزوں کا کام لو۔ کنیز بنکر جینے سے لڑ کر مر جانا ہزار درجہ بہتر ہے۔

سب عورتوں کی سمجھ میں یہ بات آ گئی چنانچہ مخدرات عرب نے چوبیں سنبھالیں اور عیسائیوں کی طرف جھپٹیں عیسائی اسے عورتوں کا مذاق سمجھے وہ ہنسنے اور ان کا مذاق اڑانے لگے لیکن جب حضرت خولہ نے آگے بڑھکر ایک عیسائی کے سر پر چوب ماری اور اسکے صدمے سے وہ بے ہوش ہو گیا ساتھ ہی دوسری عورتوں نے بھی حملہ کر دیا تب عیسائیوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ تلواریں کھینچ کھینچکر حملہ کرنیکے لئے مستعد ہو گئے۔ اس ہنگامہ کو دیکھکر بولص بھی آ گیا۔ اس نے اپنے سپاہیوں سے کہا۔ خبردار ان عورتوں پر تلواریں نہ چلانا ان سے چوبیں چھین لو۔ سپاہیوں نے چوبیں چھیننے کی کوشش کی لیکن مسلم خواتین شیرنیوں کیطرح بپھر گئیں انہوں نے کئی عیسائیوں کے سر توڑ ڈالے۔ بولص نے ڈپٹ کر کہا۔ سختی ہو تم پر اے عورتو! تم نے یہ کیا غدر شروع کر دی

حضرت خولہؓ نے کہا۔ ہم اپنے آپکو عار عرب سے بچانا چاہتی ہیں۔

بولص۔ ایسا نہ کرو دیکھو اے خوبصورت لڑکی میں تمہارے متعلق ارادہ کر چکا ہوں کہ تمہیں اپنی بیوی بناؤنگا میرا مرتبہ قیصر روم کے دربار میں بہت بڑا ہے تم شہزادی کیطرح عیش کرو گی!

خولہ۔ او نصرانی کتے میں تجھے اپنے اونٹوں کا ریوڑ چرانے والا بنانا پسند نہ کروں۔

یہ کہتے ہی وہ چوب لے کر بولص کی طرف جھپٹیں۔ بولص نے پیچھے ہٹ کر سپاہیوں سے کہا:

اے کھڑے کیا دیکھتے ہو، پکڑ و ان عورتوں کو!

عیسائی بڑھے۔ ان بہادر خواتین نے تقریباً تیس رومیوں کو مار ڈالا۔ ابھی یہ ہنگامہ برپا ہی تھا اور عیسائی ان شیرنیوں کو قابو میں لانے کی کوشش کر رہی رہے تھے۔ کہ حضرت خالد بن الولید اور حضرت ضرار اپنے ہمراہیوں کے ساتھ پہنچ گئے۔ عیسائی انہیں دیکھتے ہی تھرانے لگے

بولص نے جلدی سے کہا۔ اے مسلم خواتین میں نے تم پر رحم کیا جاؤ تمہیں چھوڑ دیا۔ یہ کہتے ہی وہ بھاگا۔ اسکے ساتھی بھی بھاگے لیکن مسلمانوں نے انہیں جا لیا اور قتل کرنا شروع کر دیا۔ ضرار بولص کی طرف بڑھے۔

خولہ نے بلند آواز سے کہا۔ بھائی ضرار آج کے دن کوتاہی نہ کرنا! بولص نے بلند آواز سے کہا۔ اے غزالۃ العرب! میں نے بخوشی تمہیں تمہارے بھائی کے حوالے کیا۔ جاؤ تم اپنے بھائی کے پاس:۔)

خولہ نے اس کی طرف دوڑتے ہوئے کہا۔ یہ بات آئین و مروت سے دور ہے۔ تو ہم سے نفرت چاہے اور ہم تجھ سے دور ہیں ٹھہر اور چکھ ذائقہ اس چیز کا جو میرے ہاتھ میں ہے:۔)

بولص نے کہا۔ مگر میرے دل سے اب تمہاری محبت جاتی رہی۔ اس وقت ضرار بولص کے پاس پہنچ گئے۔ ادھر حضرت خولہ بھی پہنچ گئیں۔ حضرت ضرار نے نیزہ سے اور حضرت خولہ نے چوب سے ایک ساتھ حملہ کیا۔ چوب بولص کے بھیجے پر پڑی وہ چکرایا۔ نیزہ اسکے سینہ میں اتر گیا۔ وہ چکرا کر گرا:۔

مسلمانوں نے بولص کے تمام ہمراہیوں کو مار ڈالا۔ اس طرح خواتین اسلام

نے جہاد کرکے آزادی حاصل کرلی:- ہم صرف ایک واقعہ اس شیر دل مجاہدہ کا درج کرتے ہیں:-

۱۵ھ میں رومی شہنشاہ ہرقل اعظم نے تقریباً گیارہ لاکھ رومی لشکر کو باہان ارمنی کی ماتحتی میں مسلمانوں کا کلی طور پر استیصال کرنے کے لئے روانہ کیا۔ مسلمانوں کا کل لشکر ستائیس ہزار تھا۔ یرموک کے مقام پر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوگیا۔ کئی روز تک لڑائیاں ہوتی رہیں:-

ایک روز باہان ارمنی نے اپنی پوری جمعیت سے مسلمانوں پر حملہ کردیا مسلمانوں نے مقدور بھر مدافعت کی لیکن ان کی جمعیت بہت ہی کم تھی۔ وہ قدم قدم پیچھے ہٹنے لگے۔ لڑائی نہایت خونریز ہو رہی تھی:-

کشتوں کے پشتے لگ رہے تھے۔ تلواریں بڑی پھرتی سے چل رہی تھیں اگرچہ نقصان رومیوں ہی کا زیادہ ہو رہا تھا۔ لیکن ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ بے شمار مرنے پر بھی ان کی تعداد میں کوئی قابل تذکرہ کمی معلوم نہ ہوتی تھی:-

تازہ دم رومی برابر بڑھ بڑھ کر حملے کرتے تھے مجبوراً مسلمان اس ٹیلہ کی طرف پسپا ہوئے جس پر خواتین اسلام بیٹھی میدان جنگ کی طرف دیکھ رہی تھیں جب مسلمان ہٹتے ہٹتے ٹیلہ کے عین نیچے پہنچ گئے۔ تو عورتوں میں جوش کا دریا امڈ آیا۔ خولہ بنت ازور بن طارق نے پُر جوش لہجہ میں کہا:-

اے آل قریش! مرد میدان جنگ سے پیچھے ہٹتے چلے آرہے ہیں اب تمہاری باری ہے۔ جنت کے دروازے کھل گئے ہیں میدان میں اترو اور شہادت حاصل کرکے جنت حاصل کرلو:-

عورتوں کو جوش آ ہی رہا تھا۔ خولہ کی اس مختصر تقریر نے آگ پر تیل کا کام کیا۔ تمام عورتیں۔ نیزے اور چوبیں ہاتھوں میں لے کر ٹیلہ سے اتریں اور مسلمانوں

گھوڑوں کے منہوں پر چوبیں مار مار کر بولیں :۔

افسوس! تم کہاں بھاگے جا رہے ہو۔ قیامت کے روز خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے

لیکن مسلمانوں پر کچھ ایسی زد پڑ رہی تھی کہ وہ نہ رک سکے۔ تب خولہ نے پکار کر کہا!

مسلمانو! حیف ہے تم پر۔ تم نے دین کو سست کر دیا۔ اب تم ہمارے درمیان سے نکل جاؤ۔ ہم خون کے دریا میں نہا دیں گی :۔

چنانچہ یہ کہتے ہی خولہ نے عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ ان کے ساتھ ہی ام حکیم بنت الحرث۔ لبنیٰ بنت سالم۔ سلمیٰ بنت لوی۔ اور عفیرہ بنت عفار وغیرہ نے بھی پُر زور حملہ کیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ عیسائی سوار تھے اور خواتین اسلام پیدل تھیں لیکن انہوں نے کسی بات کی پرواہ نہ کر کے اس جوش سے حملہ کیا کہ عیسائیوں کا سیلاب جو بڑھا چلا آ رہا تھا۔ وہ رک گیا :۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ اور ہند بنت عتبہ نے گھوڑوں پر سوار ہو کر پُر زور حملہ کیا۔ عورتوں کے حملہ کرتے ہی مردوں کو بڑی غیرت آئی۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا۔

خدا کی قسم! ہم سے تو یہ عورتیں ہی اچھی رہیں بڑے شرم کی بات ہے کہ پردہ نشین عورتیں لڑیں اور ہم بھاگ جائیں چنانچہ تمام مسلمان پلٹ پڑے اور اس شدت سے رومیوں پر حملہ آور ہوئے کہ انھیں پیچھے ہی ہٹتے بنا:

اب مسلمانوں نے قدم قدم آگے بڑھنا اور عیسائیوں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ مردوں نے چاہا کہ عورتیں بیچ میں سے ہٹ جائیں۔ لیکن عورتوں کو جوش آ گیا تھا۔ وہ دوڑ دوڑ کر حملہ کرتی تھیں اور ہر حملہ میں ایک دو عیسائیوں کو مار کر گرا دیتی تھیں :۔

یوں تو سب ہی عورتیں بڑے جوش سے لڑ رہی تھیں لیکن خولہ کو سب

سے زیادہ جوش تھا۔ وہ جس رومی پر حملہ کرتی تھیں اُسے قتل کئے بغیر نہ چھوڑتی تھیں۔ عامر کا بیان ہے کہ ایک گراں ڈیل رومی جو رومیوں کے ایک دستہ کا افسر تھا۔ چند مسلمانوں پر حملہ آور ہوا۔ خولہ نے جھپٹ کر اس پر تلوار سے وار کیا لیکن ان کی تلوار کارگر نہ ہوئی۔ رومی نے پلٹ کر خولہ کے سر پر تلوار ماری :۔

سر سے خون جاری ہو گیا۔ خولہ تیورا کر گریں۔ ان کے قریب عفیرہ بنت عفار تھیں انہوں نے پکار کر کہا۔ افسوس اس گبر ملعون نے ہمیں اور حضرت ضرار کو اندوہ گیں کر دیا :۔

یہ کہتے ہی انہوں نے گبر پر حملہ کیا اور ایک ہی وار میں اسے قتل کر ڈالا پھر وہ خولہ کی حالت دیکھنے کے لئے ان پر جھکیں حضرت خولہ کے سر کے سیاہ بال اور چہرہ خون سے سرخ ہو گیا تھا۔ عفیرہ نے پوچھا :۔

"شیر دل مجاہدہ! تمہارا کیا حال ہے؟ خولہ نے بست آواز میں جواب دیا خدا کا شکر ہے۔ میرا گمان ہے کہ میں ضرور شہید ہو جاؤں گی :۔"

پھر انہوں نے عفیرہ سے دریافت کیا۔ کہیں تم نے میرے بھائی کو دیکھا ہے؟ عفیرہ نے جواب دیا نہیں میں نے انہیں نہیں دیکھا!

خولہ نے آسمان کی طرف نظر کر کے کہا۔ اے پروردگار میرے بھائی کی حفاظت کرنا اور ان کے عوض میں میری شہادت قبول کر لینا :۔"

یہ جنگ شام تک ہوتی رہی۔ عورتیں بھی برابر لڑتی رہیں۔ عفیرہ اور چند اور خواتین خولہ کو عالم بے ہوشی میں اٹھا کر ٹیلہ پر لے گئیں ان کا زخم دھویا۔ مرہم لگایا اور پٹی کس دی۔ جب رات ہوئی تو خولہ کی طبیعت بحال ہو گئی تھی انہوں نے مشکیزہ اٹھایا اور زخمی مردوں کو پانی پلاتی ہوئی پھرنے لگیں۔ عفیرہ اور چند اور عورتوں نے انھیں منع بھی کیا کہ کہیں ان کا زخم

پھر نہ کھل جائے۔ لیکن انہوں نے مطلق پرواہ نہ کی:۔
جب وہ عشا کی نماز پڑھکر اپنے خیمے پر گئیں تو حضرت ضرارؓ وہاں موجود تھے انہوں نے خولہ کے سر میں پٹی بندھی ہوئی دیکھکر پوچھا۔ پیاری بہن! یہ سر سے پٹی کس لئے باندھی ہے؟ خولہ نے کہا لڑائی کے ہنگامہ میں ایک گبر نے تلوار مار دی تھی۔ حضرت ضرارؓ نے کہا۔ بہن خوش ہو کہ میں نے تمہارے اس ایک زخم کے عوض میں بہت سے گبروں کو مار ڈالا ہے:۔
قلت گنجائش کی وجہ سے اس شیر دل مجاہدہ کے بقیہ حالات چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ یہ تھیں مسلم خواتین؟ موجودہ نسل کی عورتوں کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ نتیجے کے طور پر یہ بتا دیں کہ جنگ یرموک میں مسلمانوں کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔ لیکن تمام مؤرخ اس بات پر متفق ہیں کہ یہ فتح خواتین اسلام کی بدولت حاصل ہوئی:۔

حضرت اسماءؓ

حضرت اسماءؓ حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ اول کی بیٹی تھیں نہایت نڈر اور بڑی دلیر تھیں۔ جب آنحضرت صلعم کو ہجرت کا حکم ہوا تو آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ اس وقت حضرت صدیق اکبر کے پاس اسماءؓ اور ان کی چھوٹی بہن حضرت عائشہ صدیقہ (ام المومنینؓ) موجود تھیں۔ حضورؐ نے جب حضرت ابوبکر صدیق کو ہجرت کی خوشخبری سنا کر سفر کی تیاری کا حکم دیا تو حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت اسماءؓ سے کہا کہ چند تھیلیوں میں کھجوریں اور ستو باندھکر تیار رکھنا۔ اور اگر ہم کسی جگہ پوشیدہ ہونے پر مجبور ہو گئے تو تم رات کو وہاں کھانا پہنچا دیا کرنا۔ ڈرو گی تو نہیں اسماءؓ؟ حضرت اسماءؓ نے کہا۔ میں ڈرونگی! آپکی بیٹی ہو کر ڈروں گی؟ اطمینان

رکھیئے جس جگہ آپ ہوں گے میں وہیں کھانا پہنچا دیا کروں گی :۔
حضرت صدیق رضؓ۔ دیکھو اسماءؓ رازداری کرنا۔ کسی کو ہمارے جانے یا چھپنے کی خبر نہ ہو :۔
اسماءؓ۔ یہ راز میری جان کے ساتھ رہے گا!
رات کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ تشریف لے گئے۔ اور مکہ سے چند میل کے فاصلے پر پہاڑ کے غار ثور میں جا کر چھپ گئے۔ اگلے روز کفار نے ان کی تلاش شروع کی :۔
ابوجہل چند کفار کو ساتھ لے کر حضرت ابوبکر صدیق کے مکان پر پہنچا اور دروازہ پر کھڑے ہو کر آواز دی۔ حضرت اسماءؓ باہر نکلیں :۔
ابوجہل نے پوچھا۔ لڑکی تیرا باپ کہاں ہے؟
حضرت اسمائے نے جواب دیا۔" مجھے خبر نہیں"!
ابوجہل نے غضبناک ہو کر حضرت اسماءؓ کے اس زور سے طمانچہ مارا کہ ان کے کان کی بالی نیچے گر گئی۔ حضرت اسماءؓ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا انہوں نے کہا۔ تم سچا ہو اسلئے کچھ نہیں کہتی ورنہ میں بھی ہاتھ رکھتی ہوں کفار کو یقین ہو گیا کہ اگر کچھ اور کہا سنا گیا۔ تو اسماء ممکن ہے ہاتھ چھوڑ بیٹھیں اسلئے سب واپس چلے گئے :۔
حضرت اسماءؓ کو معلوم ہو گیا تھا۔ کہ آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ غار ثور میں چھپے ہوئے ہیں وہ رات کو کھانا لیکر نہایت احتیاط سے مکہ سے باہر نکلتیں اور تنہا بلا کسی تردد اور خوف و اندیشہ کے پہاڑ پر چڑھ جاتیں۔ اندھیری رات اور پہاڑی مقام ہونے کا کچھ خیال نہ کرتیں اطمینان سے کھانا کھلا کر واپس آ جاتیں۔ حالانکہ وہ ایسی جگہ تھی۔ جہاں مردوں کو بھی جانے

ہوئے خوف معلوم ہوتا تھا۔ مگر وہ ایسی نڈر تھیں کہ بالکل بھی اندیشہ نہ کرتیں کئی روز تک وہ برابر رات کو آتی جاتی رہیں:۔)

جب مکہ والوں کا جوش و خروش سرد پڑ گیا اور وہ تلاش کرتے کرتے تھک گئے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غار ثور سے نکلکر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا قصد کیا۔ چنانچہ ماہ ربیع الاول کی چاندنی رات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت صدیق اکبرؓ کے غلام عامرؓ بن فہیرہ غار سے نکلکر اونٹوں پر سوار ہوئے۔ حضرت اسماءؓ سفر کے لئے توشہ یعنی ستو وغیرہ تھیلیوں میں بھر کر لے آئیں لیکن ایک تھیلہ کا تسمہ بھول آئیں:۔

جب اس تھیلہ کو لٹکانا چاہا تو کوئی تسمہ یا رسی نہ ملی۔ حضرت اسماءؓ نے جلدی سے اپنا نطاق (کمر بند) آدھا کاٹکر تو اپنی کمر سے باندھا اور آدھا کاٹ کر اس سے ستو کا تھیلہ لٹکا دیا۔

ان کی اس بروقت اور بامحل تدبیر کو دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور انھیں "ذات النطاقین" کہا۔ چنانچہ وہ اسی روز سے ذات النطاقین (دو کمر بند والی) مشہور ہو گئیں:۔

حضرت اسماء نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ وغیرہ کو رخصت کیا۔ اور جب وہ پہاڑ سے اتر کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ تب وہ تنہا وہاں سے واپس لوٹیں اور بہ اطمینان اپنے گھر چلی آئیں:۔

سوچیں ہندوستان کی مسلم خواتین کہ کیا وہ ایسے پُرہول مقام پر تنہا جا سکتی تھیں دیکھنے میں تو یہ آتا ہے کہ شرفاء کی دوشیزہ لڑکیاں اگر دن چھپتے وقت بالاخانہ پر ہوتی ہیں تو انہیں اس خوف سے کہ ان کا کورا بنڈا ہے کہیں کسی بھوت پریت کا سایہ نہ ہو جائے نیچے بلا لیا جاتا ہے:۔

گویا شروع سے ہی یہ خوف ان کے دل میں بٹھا دیا جاتا ہے کہ دن چھپے کے وقت بھوتوں کی پلٹن نکل کھڑی ہوتی ہے اور بھوت نا کتخدا لڑکیوں کو چمٹ جاتے ہیں۔ خدا جانے یہ خیال بڑی بوڑھی عورتوں میں کب سے پیدا ہوا۔ اور اس کی اصلیت کیا ہے۔ بہرحال ہندوستان کی مائیں صرف لڑکیوں ہی کو نہیں لڑکوں کو بھی ڈرا کر بزدل بنا دیتی ہیں۔ کاش وہ سمجھیں کہ بھوت پریت محض واہمہ ہے:۔

غرضیکہ حضرت اسمأؓ جب اپنے مکان پر واپس آئیں تو انہوں نے ایک تھیلی میں سنگریزے بھر کر اس خیال سے رکھ لئے کہ ان کے باپ یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ زر نقد جو پانچ چھ ہزار درہم کے قریب تھا۔ سب لے گئے تھے ان کے دادا یعنی ابو قحافہ زندہ تھے۔ حضرت اسماءؓ نے سمجھ لیا کہ وہ زر نقد کے متعلق ضرور استفسار کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اگلے ہی روز ابو قحافہ نے جو اسوقت تک حالت کفر میں تھے اور نابینا تھے۔ گھر میں آ کر حضرت اسماءؓ کو بلا کر کہا کہ ابو بکرؓ خود بھی چلا گیا اور سارا مال و زر بھی لے گیا!

حضرت اسماءؓ نے سنگریزوں کی تھیلی ان کے سامنے کر کے کہا۔ نہیں دادا جان وہ ہمارے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ ابو قحافہ نے ٹٹول کر دیکھا اور کہا۔ اب ابوبکرؓ کے جانے کا کچھ زیادہ غم نہیں ہے۔

ایک عرصے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت اسماءؓ کو مدینہ منورہ میں بلا لیا۔ اور ان کی شادی حضرت زبیرؓ بن العوام کے ساتھ کر دی جو مشاہیر اکابر اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جب ملک شام میں مسلمان عیسائیوں سے جہاد کرنے کے لئے گئے۔ (عیسائیوں نے مسلمانوں سے لڑائی کی ابتداء کی تھی) تو حضرت زبیر بن العوام بھی گئے اور ان کے ساتھ حضرت اسماءؓ بھی تھیں یرموک

کے مقام پر جب عیسائیوں نے نہایت زبردست لشکر سے مسلمانوں پر حملہ کیا اور مسلمان پسپا ہونے لگے تو اس وقت خواتین اسلام نیزے۔ تلواریں اور خیموں کی چوبیں لے کر عیسائیوں سے لڑنے کے لئے میدان میں نکل آئی تھیں :-

حضرت اسماءؓ بھی گھوڑے پر سوار ہو کر شمشیر برہنہ ہاتھ میں لئے میدان میں آئیں اور اس شدت سے عیسائیوں پر حملہ کیا کہ ایک دفعہ تو عیسائی ان سے ڈر کر کترا گئے۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ وہ محض ایک عورت ہیں۔ تو ان کے قتل کی طمع دل میں لیکر بڑھے۔ حضرت اسماءؓ نے باقاعدہ جنگ شروع کر دی۔ انہوں نے پیہم حملے کر کے دو عیسائیوں کو مار ڈالا اور تین کو زخمی کر دیا۔ عیسائیوں کو غیرت سے جوش اور غصہ آ گیا۔ کئی عیسائی ان کی طرف بڑھے اور ایک ساتھ ان پر حملہ آور ہوئے :

اتفاق سے اس وقت زبیرؓ بن العوام اس طرف آ نکلے۔ انہوں نے حضرت اسماءؓ کو پہچانا نہیں لیکن یہ جان لیا کہ عیسائی ایک مسلم خاتون پر حملہ کر رہے ہیں انہوں نے جوش میں آ کر حملہ کیا اور کئی عیسائیوں کو مار ڈالا۔ ادھر حضرت اسماءؓ نے بھی ایک عیسائی کو ٹھنڈا کر دیا۔ عیسائی اسماءؓ کے پاس سے ہٹ گئے۔ اب زبیرؓ بن العوام نے انھیں پہچانا۔ انہوں نے کہا۔ اوہ اسماءؓ تم ہو؟ اسماءؓ نے جواب دیا۔ ہاں میں ہوں۔ مگر تمہیں اب مجھ سے بات کرنے کا کیا حق رہا ہے؟

زبیرؓ بن العوام نے کہا۔ کیوں مجھ سے کیا خطا ہو گئی ہے؟ اسماءؓ نے کہا۔ کیا میرے لئے یہ قابل شرم بات نہیں ہے کہ میں اس شخص کی بیوی ہوں جو میدان جنگ سے بھاگ نکلا تھا۔ زبیرؓ بن العوام نے کہا۔ خدا کا شکر ہے کہ میں نے خدا کی نافرمانی نہیں کی۔ میں شکست کھا کر پیچھے نہیں ہٹا بلکہ یہ دیکھ کر کہ عورتیں جوش میں آ کر میدان جنگ میں کود پڑی ہیں۔ عورتوں کی مدد کرنے کے لئے آیا تھا۔
حضرت اسماءؓ یہ سنکر شرمندہ ہو گئیں۔ انہوں نے کہا۔ جب تو معاف کیجئے

ہیں نے سوئے ظنی کی۔ زبیرؓ نے کہا میں تمہارے جوش اور تمہاری دلیری کی داد دیتا ہوں۔ آؤ اپنے گھوڑے کی باگ میرے گھوڑے کی باگ سے ملا لو۔ اور آج دل کھول کر جہاد کرو۔ چنانچہ حضرت اسمٰؓ نے اپنے گھوڑے کی باگ اپنے شوہر حضرت زبیرؓ بن العوام کے گھوڑے کی باگ سے ملالی اور نہایت جوش اور بڑی جرأت سے جنگ شروع کر دی۔ جب زبیرؓ بن العوام عیسائیوں پر حملہ کرتے تو اسمٰاء بھی حملہ کرتیں۔ دونوں نے عیسائیوں کو بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔ دوپہر سے شام تک وہ مصروف جنگ رہیں:۔

دن چھپنے کے بعد جب جنگ ملتوی ہو گئی۔ تو حضرت اسمٰاءؓ واپس ہوئیں وضو کرکے نماز پڑھی اور اپنے شوہر کو کھانا کھلا کر زخمیوں کی مرہم پٹی اور تیمارداری کے لئے چل پڑیں۔ آدھی رات تک اس کام میں مصروف رہیں آدھی رات کے بعد جا کر سوئیں۔ حضرت اسمٰاء کا ایک بیٹا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تھے۔

حادثۂ کربلا کے بعد حضرت عبداللہ نے اہل مکہ سے اپنی خلافت کے لئے بیعت کی۔ یزید بن امیر معاویہؓ نے ان کے مقابلہ میں لشکر بھیجا لیکن اسکے زمانہ میں یہ مہم سر نہ ہوئی۔ اس کے بعد عبدالملک خلیفہ ہوا۔ اس نے حجاج کو عبداللہ بن زبیرؓ کے مقابلہ میں بھیجا۔ حجاج نے مکہ معظمہ کا اس سختی سے محاصرہ کیا کہ اہل مکہ تنگ آ گئے اور وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا ساتھ چھوڑ کر حجاج کے پاس جانے لگے۔ عبداللہ یہ کیفیت دیکھکر اپنی والدہ محترمہ حضرت اسمٰاءؓ کے پاس آئے:۔

یہ واقعہ ماہ جمادی الثانی ۷۳ھ کا ہے اس وقت حضرت اسمٰاءؓ بہت ضعیف اور نابینا ہو گئی تھیں عبداللہؓ نے اپنی والدہ سے عرض کی۔ امی جان! اہل مکہ نے میرا ساتھ اسی طرح چھوڑ دیا۔ جس طرح کوفیوں نے حضرت حسینؓ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا عبدالملک مجھے امان دیتا ہے اور میری ہر خواہش پوری کرنے کا وعدہ کرتا ہے میں آپ سے مشورہ لینے

آیا ہوں۔ فرمائیے ایسی حالت میں میں کیا کروں؟ حضرت اسمآء نے کہا بیٹے تم خود اپنے معاملہ کو مجھ سے اچھا سمجھ سکتے ہو میں تو صرف اتنا کہہ سکتی ہوں کہ اگر تم حق پر ہو تو ہرگز قدم پیچھے نہ ہٹاؤ۔ راہ حق میں اپنا سر کٹا دو۔ اور اگر تم نے دنیا حاصل کرنے کے لئے یہ پاپڑ بیلے۔ تو تم نہایت ہی نامعلوم بندہ ہو۔ تم نے بےصرف اوروں کو دھوکا دیا بلکہ اپنے نفس کو بھی دھوکا دیا:۔

عبداللہ۔ امی جان! مجھے یہ خوف ہے کہ دشمن مجھے قتل کرکے میری لاش کو مثلہ کرینگے اور صلیب پر چڑھا دینگے!

اسمآء۔ لخت جگر! جب بکری ذبح کر ڈالی گئی تو اُسے اپنی کھال کھینچے جانے کی کیا پرواہ:۔

عبداللہ نے اپنی والدہ کے سر کا بوسہ لیکر کہا۔ پیاری امی خود میری بھی یہی رائے تھی لیکن آپ میری بزرگ ہیں اسلئے آپ سے مشورہ لینا ضروری سمجھا۔ میں حق پر ہوں اور حق ہی کے لئے لڑ رہا ہوں۔ محترمہ آج میں ضرور مارا جاؤنگا۔ لیکن امی جان! مجھے ایک روز مرنا تھا ہی میری یہ استدعا ہے کہ تم اپنے اس بیٹے کے مرنے کا غم نہ کرنا:۔

اسمآء۔ بیٹا جو کچھ پیش آنیوالا ہے ہم اُسے ٹال نہیں سکتے تم خدا کا نام لیکر دشمنوں پر حملہ کرو۔ اگر خدا نے تمہیں فتحیاب کیا تو مجھے مسرت ہوگی اور اگر نوع دگر ہوا تو میں یہ سمجھکر کہ خدا کی یہی مرضی تھی صبر و شکر کروں گی:۔

عبداللہ۔ اچھا امی جان! آخری سلام مجھے دعائے خیر سے بھول نہ جانا!

حضرت اسمآء کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے انہوں نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ پارۂ دل جانتی ہوں تم کہاں جا رہے ہو۔ میری دنیا اُجڑ رہی ہے۔ مگر بیٹا! میں ابوبکر کی بیٹی ہوں۔ اپنی دنیا کو آباد رکھنے کے لئے تمہیں راہ حق سے پیچھے قدم نہ ہٹانے دونگی خدا اس ضعیفی کے عالم میں میرا امتحان لے رہا ہے۔ میرے چاند اپنا سر کٹا کر خدا کی رضامندی پوری کر

عبداللہ کا دل بھی بھر آیا۔ انہوں نے کہا۔ خدا تجھے استقامت بخشے!

حضرت اسمائے نے اٹھکر بیٹے کو گلے سے لگایا۔ جب انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو دیکھا کہ وہ زرہ پہنے ہوئے تھے انہوں نے فرمایا: بیٹا یہ زرہ کیوں پہنی ہے؟ حضرت عبداللہ نے جواب دیا۔ حفاظت و اطمینان کے لئے!

حضرت اسماء نے کہا۔ نور چشم! اپنے آپکو دھوکہ نہ دو۔ خدا تو یہ فرماتا ہے کہ موت تمہیں ہرگز نہ چھوڑیگی خواہ تم محفوظ برجوں ہی میں کیوں نہ محفوظ ہو جاؤ۔ اور تم حفاظت و اطمینان کے خیال سے زرہ پہنکر لڑنے چلے ہو۔ بیٹا اسے اتار ڈالو!

فرمانبردار بیٹے نے فوراً زرہ اتار دی۔ آستینیں چڑھا لیں۔ اور عبا کے دامن سمیٹ کر کمر سے باندھے۔ تلوار اور ڈھال لیکر میدان میں گئے اور اس جوش و خروش سے جنگ کی کہ دشمنوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ نہایت دلیری سے لڑے۔ بہت سے دشمنوں کو خاک و خون میں لٹا دیا۔ لیکن بالآخر خود بھی شہید ہو گئے۔ حضرت اسمائے نے جب انکی شہادت کی خبر سنی تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن فرماکر دعا مانگی کہ اللہ تعالےٰ تیری مرضی پوری ہوئی۔ اب تو یا تو مجھے صبر دے یا موت عطا فرما!

انہوں نے حجاج سے اپنے بیٹے کی لاش طلب کی۔ حجاج نے انکار کیا۔ اسماء نے کہا۔ بیرحم و سفاک حجاج! آج تو حکومت و امارت کے زعم میں خدا کو بھولا ہوا ہے مگر تیرا ہولناک انجام بھی قریب ہے۔ اسمائے نے عبدالملک کو لکھا کہ اسکے بیٹے کی لاش اسکے حوالہ کر دی جائے۔ عبدالملک نے فوراً اجازت دے دی اور حجاج کو ملامت کی کہ اس نے حضرت اسماء کے حکم کی تعمیل کیوں نہیں کی ان اسماء کی بددعا کا یہ اثر ہوا کہ حجاج نے سعید بن جبیر ایک متقی شخص کو اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالا۔ اسی وقت سے اسکے دماغ میں فتور آگیا۔ وہ جس وقت بھی سوتا تو سعید اس کا دامن پکڑ کر کہتے اے دشمن خدا تو نے مجھے کس جرم میں قتل کیا ہے؟ حجاج خوفزدہ ہو کر جاگ اٹھتا اور چیخیں مارنے لگتا

تھوڑے ہی عرصے کے بعد خوف و وحشت سے اس کا دم نکل گیا۔ حضرت اسمائؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کی لاش لے کر دفن کرائی۔ خدا نے انکی دعا قبول کر لی اور چند ہی روز بعد انہوں نے بھی وفات پائی۔ ہندوستان کی مسلم خواتین کو ان کے حالات سے سبق حاصل کرنا چاہیئے :-

رابعہ بصریّہ

حضرت رابعہ بصریہ نہایت ذی علم اور بڑی عابدہ و زاہدہ تھیں آپکی کنیت ابوالخیر تھی۔ آپکے والد کا نام اسمٰعیل تھا۔ بصرہ آپکا وطن تھا آپ قبیلہ بنی عدی سے تھیں اس قبیلہ سے جس سے حضرت عمر فاروقؓ تھے اسی لئے آپ رابعہ بصریہ عدویہ کہلاتی تھیں آپکے علم و فضل زہد و اتقا اور خدا پرستی و پرہیزگاری کا بڑا شہرہ تھا آپکی شہرت نزدیک و دور ہو گئی تھی۔ ہر شخص آپکی تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ آج بھی لوگوں کو ان سے اس قدر عقیدت ہے کہ مسلمان اکثر اپنی بیٹیوں کے نام رابعہ رکھتے ہیں انکی عبادت اور نفس کشی کا یہ عالم تھا کہ ساری ساری رات قیام و رکوع اور سجود ہی میں رہتیں اور اگر تھوڑی دیر کو بھی غنودگی آجاتی تو گھبرا کر اٹھ بیٹھتیں اور فرماتیں اے نفس تو کبتک سوئیگا اور کتنا سوئیگا۔ وہ وقت قریب ہے کہ جب تو ایسا سوئیگا کہ آواز صور سُنکر ہی بیدار ہوسکے۔ اس دن کیلئے جس کا نام روز محشر ہے اور جو حساب کتاب کا دن ہے کچھ توشہ تو جمع کر لے۔ انکے دل میں خدا کی محبّت و عظمت قائم ہو چکی تھی۔ دنیا اور اسکی دلفریبیوں سے بیزار ہو گئی تھیں گرمی ہو یا جاڑے موٹے اُون کا کرتہ پہنتی تھیں جو کی روٹی نمک کیساتھ کھاتی تھیں حالانکہ ان کیلئے انکے عقیدت کیش ریشمی کپڑے اور دنیا بھر کی نعمتیں لاتے تھے لیکن وہ ان چیزوں کو یا تو لانیوالوں کو واپس کر دیتی تھیں یا محتاجوں اور غریبوں کو بانٹ دیتی تھیں فرمایا کرتی تھیں کہ اچھی چیزیں کھانے اور

اچھا لباس پہننے سے نفس موٹا اور سرکش ہو جاتا ہے۔ آخر میں انکی یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ اس خوف سے کہ کہیں کوئی کلمہ انکی زبان سے ایسا نہ نکل جائے جس سے قیامت کے روز گرفت ہو۔ انہوں نے عام طور پر گفتگو کرنی ترک کر دی تھی ضرورت کے وقت قرآنی آیتیں پڑھ دیتی تھیں اور لوگ ان کا مفہوم سمجھ جاتے تھے۔ چالیس سال تک انکی یہی کیفیت رہی کہ انہوں نے بجز آیات قرآنی کے اور کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالا۔ انھیں یہ کمال حاصل ہو گیا تھا کہ ہر موقعہ کیلئے آیات قرآنی نکال لیتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت رابعہ بصریہ حج سے واپس تشریف لا رہی تھیں کہ قافلہ سے بچھڑ کر ایک صحرا میں تنہا رہ گئیں اتفاق حضرت امام ابو حنیفہ کے شاگرد عبداللہ بن مبارک ہاں پہنچ گئے۔ عبداللہ نے رابعہ کی تعریف تو سن رکھی تھی لیکن دیکھا نہ تھا۔ اسلئے وہ انہیں پہچان نہ سکے ان دونوں میں جو گفتگو ہوئی چونکہ وہ دلچسپ ہے اسلئے درج کیجاتی ہے:۔

عبداللہ۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ (تم پر سلام ہو اللہ کی برکت ہو اور اسکی رحمتیں نازل ہوں):

رابعہ۔ وعلیکم السلام و رحمتہ اللہ و برکاتہ (اور تم پر بھی سلام ہو تم پر بھی اللہ کی رحمت ہو اور اسکی برکتیں نازل ہوں):۔

عبداللہ۔ خدا تم پر رحمت کرے تم تنہا اس صحرائے ریگزار میں کیا کر رہی ہو؟

رابعہ۔ وَمَن يُضْلِلِ اللهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ۔ (جسے اللہ گمراہ کرے اُسے کوئی راہ بتانے والا نہیں)

عبداللہ نے قیاس سے سمجھ لیا کہ وہ رستہ بھول گئی ہیں انہوں نے پوچھا آپ کہاں جاتی ہیں؟

رابعہ۔ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى۔ (پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندہ کو مسجد حرام یعنی کعبہ سے مسجد اقصے یعنی بیت المقدس کیطرف لیگیا)

عبداللہ نے سمجھ لیا کہ وہ حج سے فراغت کر کے بیت المقدس جا رہی ہیں انہوں نے دریافت کیا۔ تم اس مقام پر کب سے مقیم ہو؟):۔

اربعة ثلاث ليال سويا (پوری تین راتیں ہو گئیں):۔

عبداللہ سمجھ گئے کہ تین دن ہو گئے۔ انہوں نے پوچھا کہ تمہارے پاس کھانے کو تو ہے نہیں پھر تم نے کھایا لیا؟۔

رابعہ۔ هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِين (وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے):

عبداللہ۔ یہاں پانی تو ہے نہیں تم وضو کس چیز سے کرتی ہو؟

رابعہ۔ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا۔ (جب تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو:۔)

عبداللہ۔ میرے پاس کھانا ہے کھاؤ گی؟

رابعہ۔ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ۔ (تم رات تک روزوں کو پورا کرو):۔

عبداللہ سمجھ گئے کہ ان کا روزہ ہے انہوں نے کہا لیکن رمضان کا مہینہ تو نہیں ہے۔ پھر روزہ کیسا:۔

رابعہ۔ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (پس جو کوئی زیادہ نیکی کرے اس کے لئے بہتر ہے اور تم روزہ رکھو تو تمہارے لئے اچھا اگر تم جاننے والے ہو):۔

عبداللہ ان عفیفہ کی قرآن خوانی سے عاجز آ گئے انہوں نے کہا جس طرح میں تم سے باتیں کرتا ہوں تم اس طرح کیوں نہیں کرتی ہو۔ رابعہ نے کہا۔ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (نہیں نکالتا منہ سے کوئی بات مگر یہ کہ اس پر ایک جاسوس موجود ہے):

عبداللہ۔ تم کس قبیلہ کی ہو؟

رابعہ۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا۔ (اور تو اس چیز سے واقف نہ ہو جس کا تجھے علم نہیں ہے بیشک دل اور کانوں سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا:۔)

عبداللہ۔ مجھ سے غلطی ہوئی مجھے معاف کیجئے!

رابعہ۔ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللهُ لَكُمْ (تم پر سرزنش نہیں ہے۔ آج کے دن اللہ تمہارے گناہ معاف کرے)۔

عبداللہ۔ اگر میں تمہیں اپنی اونٹنی پر اپنے ساتھ بٹھا کر لے چلوں تو چلو گی؟

رابعہ۔ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللهُ (اور جو تم نیکی کرو اللہ اُسے جانتا ہے)

عبداللہ نے اُونٹنی بٹھا کر کہا آئیے!

رابعہ۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (تو مومنوں سے کہہ اپنی آنکھیں بند کرلیں)

عبداللہ نے آنکھیں بند کرلیں۔ رابعہ نے سوار ہونا چاہا اونٹنی بھڑک گئی جس سے اُنکی چادر پھٹ گئی۔ انہوں نے کہا۔ وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ۔ (اور تمہیں جو مصیبت پہنچے وہ خود تمہارے ہی ہاتھوں سے ہے)۔

عبداللہ نے اونٹنی کو باندھ دیا۔ رابعہ سوار ہوئیں عبداللہ نے اونٹنی کی مہار ہاتھ میں لی اور شور مچاتے ہوئے چلے۔ رابعہ نے کہا۔ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ۔ (اپنی چال میں نرمی اور اپنی آواز کو پست کرو)۔

عبداللہ آہستہ آہستہ چلنے لگے۔ لیکن اب انہوں نے اشعار پڑھنے شروع کر دیئے رابعہ نے کہا۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (جسقدر توفیق ہو قرآن پڑھو)۔

عبداللہ۔ اللہ نے تم میں بہت سی نیکیاں پیدا کی ہیں۔

رابعہ۔ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ (اور نہیں سمجھتے مگر صاحبانِ عقل)

عبداللہ نے کچھ دور چل کر دریافت کیا۔ تمہارے شوہر ہیں؟

رابعہ۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ۔ (اے ایمان والو! نہ سوال کرو اس چیز سے کہ اگر ظاہر ہو جائے تو تم کو بُری معلوم ہو)

عبداللہ چلکر قافلہ میں پہنچے۔ انہوں نے رابعہ سے دریافت کیا قافلہ میں تمہارا کون ہے

رابعہ۔ المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدنیا۔ (مال اور دولت دنیا کی زندگی کی زینت ہے)

عبداللہ سمجھ گئے کہ ان کے بیٹے قافلہ میں ہیں انہوں نے پوچھا تمہارے بیٹوں کے نام کیا ہیں

رابعہ۔ واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا وکلم اللہ موسیٰ تکلیما یحییٰ خذ الکتب بقوۃ (اور اللہ نے ابراہیم کو دوست اور اللہ نے موسیٰ سے اچھی طرح بات کی اے یحییٰ تو مضبوطی سے کتاب پکڑ) :-

عبداللہ سمجھ گئے کہ ابراہیم موسیٰ اور یحییٰ اسکے بیٹوں کے نام ہیں انہوں نے ان تینوں کا نام لیکر آواز دی۔ تینوں دوڑے چلے آئے تینوں نہایت خوبصورت اور نوعمر تھے۔ لڑکوں نے جلدی سے اپنی ماں کو اتارا اور عبداللہ کی بڑی مدارات کی عبداللہ حضرت رابعہ بصریہ کی باتیں سنکر کمال متحیر ہوئے تھے انہوں نے انکے بیٹوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ اور کیسے آیات قرآنی کے سوائے اور کوئی بات نہیں کرتی ہیں؟

انکے لڑکوں نے کہا یہ ہماری والدہ رابعہ بصریہ ہیں چالیس سال سے انہوں نے کوئی لفظ سوائے آیات قرآنی کے زبان سے نہیں نکالا! عبداللہ نے خدا کا شکر ادا کیا کہ انہوں نے اس زمانہ کی عارفہ اور زاہدہ سے ملاقات کی :-

تمت بالخیر

منگوانے کا پتہ

جہانگیر منزل فیروز سٹریٹ بیرون شیرانوالہ گیٹ لاہور